تاریخ احمدیت

جلد نمبر 22

1963ء۔1964ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے تاریخ احمدیت کی جلد نمبر 22 ہدیہ قارئین ہے یہ 1963ء اور 1964ء کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔

محترم مولانا دوست محمد شاہد مورخ احمدیت نے تاریخ احمدیت کی 21 جلدیں مرتب فرمائیں۔ اس سلسلہ میں آپ کی گرانقدر خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 28/اگست 2009ء میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

> ''1953ء میں حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو تاریخ احمدیت مدوّن اور مرتب کرنے کے لئے مقرر فرمایا۔ اس کی 20 جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور باقی بھی 2004ء تک مکمل ہیں اور اس کے بعد نوٹس بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔۔۔آپ مؤرخ احمدیت کہلاتے تھے۔ تاریخ احمدیت آپ نے لکھی ہے۔۔۔لیکن میں سمجھتا ہوں کہ صرف مؤرخ احمدیت نہیں تھے بلکہ آپ تاریخ احمدیت کا ایک باب بھی تھے۔''

حضرت مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے بڑی محنت، لگن اور شوق سے اس مفوضہ خدمت کو سرانجام دینے کی توفیق پائی۔ **فجزاہ اللہ خیر الجزاء.**

جو بڑی تندہی اور اخلاص سے مصروف کار ہیں۔ آپ نے جلد 22 کے لئے موجود مواد پر نظر ثانی کی اور بڑی مفید اور وقیع ایزادیاں کی ہیں۔ آپ کے جن رفقائے کار نے آپ کا ہاتھ بٹایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء.**

ان کاوشوں کا ثمرہ بصورت جلد ہذا پیش ہے۔ امید ہے قارئین کے ذوق اور دلچسپی اور توجہ کا سامان قرار پائے گا۔ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ احباب کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین۔

پیش لفظ

احباب جماعت کی خدمت میں تاریخ احمدیت جلد۲۲ پیش کی جارہی ہے جو سال ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔

اس جلد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے مختلف مواقع پر دیئے گئے روح پَرور اور زندگی بخش پیغامات، خلافت ثانیہ کے فتح وظفر سے معمور پچاس سال پورے ہونے پر پُر مسرت تقاریب، اجتماعات، پیغامات، غیر معمولی معجزانہ جماعتی ترقیات اور احباب جماعت کا خلافت احمدیہ سے اطاعت ووفا کا ایمان افروز تذکرہ شامل ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' اور ''ایک غلطی کا ازالہ'' پر حکومتی پابندی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ملکی وغیر ملکی ردعمل، ان سالوں کی مجالس مشاورت، جلسہ ہائے سالانہ، حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اور ڈاکٹر عبدالسلام صاحب جیسے احمدی سپوتوں کی عالمی پذیرائی، بیرونی ممالک میں دین حق کی شاندار پیش قدمی کا روح پرور تذکرہ، نیز حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ہوتی مردان جیسے بزرگان کی وفات اور ان کے تفصیلی حالات کا ذکر ہے۔ اسی طرح بہت سی نادر اور نایاب تصاویر بھی اس جلد میں شامل کی گئی ہیں۔

اس جلد کے مسودہ کی تیاری کے سلسلہ میں متعلقہ سالوں کی فائلوں میں موجود مواد سے استفادہ کے علاوہ ان سالوں میں شائع شدہ اخبارات ورسائل اور دیگر مطبوعہ وغیر مطبوعہ مواد کا از سر نو مطالعہ کر کے بیش قیمت حقائق وواقعات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ نیز اس جلد میں مندرج حوالہ جات کو الوسع اصل ماخذ سے چیک کیا گیا ہے۔

نے گہری توجہ اور محنت سے کام کیا۔ فجز اھم اللہ احسن الجزاء۔

تاریخ احمدیت جلد 22

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
صلح تا فتح ۱۳۴۲ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۳ء	
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ''صدق جدید'' کا خراج تحسین	1
ایک احمدی سائیکل سیاح کا ذکر پریس میں	1
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو امریکی پریس کا خراج تحسین	4
ایک سازش اور اسکے خلاف احتیاطی تدابیر	7
مباہلہ کے نام پر ایک افسوسناک حرکت اور جماعت احمدیہ کی وضاحت	8
پنجاگرڑھ میں آتشزدگی اور جماعت کی بے لوث خدمات	12
مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء	12
۔ مشاورت کے متعلق ایک دوست کے تاثرات	15
جلسہ سیرت النبیؐ اور علماء رحیم یار خاں کا مسلح مظاہرہ	16
حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو شاہ مراکش کا خراج تحسین	18
ضلع لاڑکانہ اور ضلع نواب شاہ کے اجتماعات اور صدر مجلس انصار اللہ کے پیغامات	20
کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی۔ زبردست عالمی احتجاج اور حق وانصاف کی فتح	21
۔ قومی اسمبلی کے اراکین	31
۔ صوبائی اسمبلی کے اراکین	32
۔ بار ایسوسی ایشن اور وکلاء	32
۔ ادارہ تحفظ حقوق شیعان پاکستان	34
۔ فارورڈ بلاک اثنا عشریہ	34
۔ اہلسنت والجماعت دھیرو کے ضلع لائل پور	35
۔ اہلسنت والجماعت چک ۳۸ جنوبی ضلع سرگودھا	35
۔ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ	36
۔ انجمن رفاہ عامہ واتحاد بین المسلمین سیالکوٹ	37
۔ جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق مسیحیت لاہور	37
۔ رائٹرز گلڈ سیالکوٹ	37
۔ ڈسٹرکٹ اور تحصیل کونسلوں، میونسپل کمیٹیوں اور ٹاؤن کمیٹیوں کے چیئرمین اور ممتاز اراکین	38
۔ یونین کونسلوں کے چیئرمین اور اراکین	39
۔ رُؤساء	40

عنوان	صفحہ
۔ تاجر صاحبان	40
۔ بعض دیگر معززین	40
۔ بیرونی ممالک کے مسلمانوں کا احتجاج	40
۔ مغربی پاکستان کے پریس کا احتجاج	42
۔ پاکستان کے مسیحی لیڈر کا بیان	53
۔ فیصلہ کے اعلان میں ناروا تاخیر	54
۔ ایڈیٹر ہفت روزہ ''لاہور'' کا بیان	55
۔ حکومت مغربی پاکستان کا مبارک اور دانشمندانہ فیصلہ اور اس کا شکریہ	58
۔ کتاب کی وسیع اشاعت	59
افریقہ میں اسلام کی شاندار پیش قدمی	60
خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاس کیلئے اہم پیغام	62
پاکستانی احمدیوں کی طرف سے مالی قربانی کا عظیم الشان مظاہرہ	62
ایک غیر متعصب ادیب جناب شوکت تھانوی صاحب کی وفات	64
مشرقی پنجاب (بھارت) کی ایک کتاب میں جماعت احمدیہ کا ذکر	70
حضور انور کا سفرِ لاہور	71
مشرقی پاکستان کا طوفان اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے عطیہ	71
چٹاگانگ کے احمدی نوجوانوں کی قابل قدر مساعی	72

عنوان	صفحہ
حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زیر صدارت نگران بورڈ کا آخری اجلاس	74
ذیلی تنظیموں سے متعلق حضرت مصلح موعود کی زریں ہدایات کی اشاعت	74
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری (کولمبیا یونیورسٹی)	75
حضرت مصلح موعود کے احسانات پر قلم اٹھانے کی اہم تحریک	76
کتب مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی تراجم	77
مقدس احمدیہ حلقہ قادیان سے متعلق محکمہ بحالیات کا غیر منصفانہ نوٹس	79
حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا دورہ روس	82
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مشرقِ بعید میں	82
انصار اللہ ضلع حیدر آباد کا اجتماع، مسجد کا سنگ بنیاد اور استقبالیہ تقریب	87
ایک نہایت مبارک تحریکِ دعا اور اس کی عظیم برکات	87
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری (ڈینور یونیورسٹی)	92
جناب عبدالسلام میڈسن کا دورہ متحدہ عرب جمہوریہ	93
''فضل عمر پبلک لائبریری'' کراچی کا افتتاح اور علامہ نیاز فتح پوری کا پُر اثر خطاب	93

عنوان	صفحہ
قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا وصال۔ (سوانح اور سیرت وشمائل)	95
۔ لاہور سے سوگوار قافلہ کی سُوئے ربوہ روانگی	101
۔ غسل اور تجہیز وتکفین	101
۔ حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حادثہ کی اطلاع	102
۔ پاکستان اور بیرون ملک سے ہزاروں مشتاقان دید کی آمد	102
۔ آخری زیارت کا شرف	103
۔ جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا منظر	104
۔ نماز جنازہ	104
۔ تدفین اور اجتماعی دعا	104
۔ حضرت مصلح موعود کا تعزیتی مکتوب	105
۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے شکریہ تعزیت کا پیغام	106
۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا تعزیتی مکتوب	108
۔ اخبار ''پیغام صلح'' لاہور کا نوٹ	109
۔ تعزیت کا تار (از طرف غیر مبایعین)	109
۔ اخبار ''بھیم پتریکا'' جالندھر کا نوٹ	110
۔ سلسلہ کے جرائد ورسائل کے خصوصی نمبر	110
۔ وحی ربانی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ذکر مبارک	111
۔ جلیل القدر انتظامی خدمات	114
۔ سیرت وشمائل پر طائرانہ نظر	116
۔ قمر الانبیاء فنڈ	119
۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی حیات مقدسہ پر پانچ بصیرت افروز مضامین	119
۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے تاثرات	119
۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے تاثرات	124
۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے تاثرات	127
۔ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے تاثرات	140
۔ تالیفات	151
۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی سوانح حیات پر مطبوعہ لٹریچر	154
۔ اولاد	155
۔ حضرت مصلح موعود کا ولولہ انگیز اور زندگی بخش پیغام	156
مالابار میں نصرتِ خداوندی کا عظیم نشان	159
مرکزی نمائندہ مشرقی افریقہ میں	161
مغربی پاکستان کی وزیر تعلیم ربوہ میں	161
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا سفرِ مشرقی پاکستان	162

عنوان	صفحہ
مشرقی افریقہ میں احمدیوں کی جدّوجہد مسٹر ایچ۔ جے۔ فشر کی نظر میں	167
الشیخ محمود شلتوت کا بیان جماعت احمدیہ کی نسبت	170
جنوبی افریقہ کے ایک معزز سنّی مسلمان کا حقیقت افروز اعتراف	171
مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا پہلا مقامی اجتماع	173
۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا خصوصی پیغام	173
۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پیغام	174
بشیر ہال کا افتتاح	177
تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اور ہوسٹل کی عمارت کا افتتاح	177
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب دوبارہ عالمی عدالت کے جج	178
خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا قیمتی مقالہ	180
حضرت مصلح موعود کا انصار اللہ مرکزیہ کے اجتماع پر بصیرت افروز پیغام	182
۔ تحریک جدید کی عظیم الشان عالمی خدمات پر ایک ٹھوس اور مؤثر تقریر	185
مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبد الرحیم صاحب (مشرقی پاکستان) کی شہادت	189
بھارت میں چار معرکہ آراء مناظرے	190
سیدنا حضرت مصلح موعود کا تاریخ احمدیت سے متعلق اہم پیغام	191
جماعت احمدیہ کراچی کا پہلا سالانہ تربیتی اجتماع	192
حضرت سیدہ امّ وسیم صاحبہ کا انتقال پُر ملال	193
شیخ الازھر السید محمود شلتوت کی وفات	195
حضرت مصلح موعود کا جلسہ سالانہ قادیان کے لئے روح پرور پیغام	197
۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا وجد آفرین پیغام	198
۔ قافلہ قادیان ۱۹۶۳ء	200
جلسہ سالانہ ربوہ	201
۔ حضرت مصلح موعود کا افتتاحی پیغام	202
۔ حضرت مصلح موعود کا اختتامی پیغام	204
۔ جلسہ کے متعلق ایک معزز غیر احمدی کے مشاہدات	206
حوالہ جات (صفحہ ۱ تا ۲۰۸)	209
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ کرام کا انتقال	
حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد	219
حضرت خان عبد المجید خان صاحب کپورتھلوی	238

عنوان	صفحہ
حضرت صوفی محمد فضل الٰہی صاحب	240
حضرت مولوی فضل دین صاحب آف مانگٹ اونچے	241
حضرت منشی دیانت خان صاحب نادون ضلع کانگڑہ	242
حضرت مولوی محمد عزیز الدین صاحب	243
حضرت منشی عبدالخالق صاحب کپورتھلوی	246
حضرت حکیم قریشی شیخ محمد صاحب	248
حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خاں صاحب زیروی	249
حضرت میاں اللہ دتہ صاحب ترگڑی ضلع گوجرانوالہ	251
حضرت سید مبارک علی شاہ صاحب باہری لدھیانوی	252
حضرت خواجہ بھائی محمد عبداللہ صاحب ولد خواجہ گلاب صاحب	257
حضرت آغا سلطان احمد صاحب لدھیانوی	259
حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب	260
حضرت سیّد ولایت شاہ صاحب انسپکٹر وصایا	263
حضرت شیخ عبدالشکور صاحب آف حافظ آباد	266
حضرت عنایت بیگم صاحبہ بیوہ مرزا محمد علی صاحب	266
حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب پنشنر	267
حضرت مہتاب بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب	270
حضرت میاں عبدالکریم صاحب آف فتح پور ضلع گجرات	271
حضرت مرزا عطاء اللہ صاحب آف لاہور	273
حضرت مرزا حاکم بیگ صاحب موجد تریاق چشم گجرات	273
حضرت شیخ غلام جیلانی صاحب	277
حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی	277
حضرت الحاج شیخ منظور علی صاحب لدھیانوی	315
۱۹۶۳ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت	
مسٹر مبارک احمد فرائی	316
حضرت سیّدہ عائشہ بیگم صاحبہ (والدہ ماجدہ حضرت سیدہ ام وسیم صاحبہ)	316
محترمہ محمد الٰہی بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی	316
پیر زمان شاہ صاحب مانسہرہ	316
نواب سید عبدالمومن صاحب رضوی حیدرآبادی	317
محترمہ عنایت بیگم صاحبہ بنت مرزا احمد بیگ اہلیہ مرزا ارشد بیگ قادیان	317
میاں نسیم حسین صاحب ابن سر فضل حسین صاحب	317
الاستاذ احمد حلمی	317
محترمہ عمدہ بیگم صاحبہ	318
مرزا عبدالغنی صاحب	318
مولانا محمد شہزادہ خان صاحب افغان	319

عنوان	صفحہ
میاں عبدالرحیم صاحب بنوں	319
مولوی عطاء الرحمٰن صاحب طالب	319
السید عبدالرحمٰن قزق بن الحاج محمد قزق	319
مولوی غلام نبی صاحب	320
رائے خان محمد بھٹی صاحب	320
خواجہ محمد شفیع صاحب پلیڈر چکوال	320
مولوی برکات احمد صاحب راجیکی	320
مولوی برکت علی صاحب لائق	321
لیفٹیننٹ ڈاکٹر عبدالکریم صاحب آف چک ۹۶ صریح ضلع لائل پور	321
کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع کیمل پور	322
حوالہ جات (صفحہ ۲۱۹ تا ۳۲۳)	324
۱۹۶۳ء کے متفرق اہم واقعات	
خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب	332
۔ ولادت	332
۔ شادی	332
احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات	332
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نادر و نایاب نظم	335
قادیان کی میونسپل کمیٹی میں احمدی ممبران	337
قادیان کا ایک وفد جنوبی ہند میں	338
حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے احمدی احباب	339
جماعت احمدیہ آزاد کشمیر کا پہلا سالانہ جلسہ	339
دولیاہ جٹاں میں جلسہ	341
کراچی میں پرائمری سکول کا اجراء	341
احمدیہ حلقہ قادیان کے معاملہ میں مفاہمت	342
ربوہ میں ایک مشترکہ تربیتی اجلاس	342
جماعت احمدیہ کراچی کا پہلا جلسہ سالانہ	342
باب الابواب (ربوہ) میں مسجد کا سنگِ بنیاد	343
وزیراعظم ملایا کی خدمت میں لٹریچر	343
ہائی کمشنر غانا کا استقبال	343
دیگر متفرق واقعات	343
بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی	
آئیوری کوسٹ	345
افریقہ	345
امریکہ	346
انگلستان	347
برما	348
بورنیو (شمالی)	348
تنزانیہ (ٹانگانیکا)	349
ٹوگولینڈ	350
جرمنی	359

عنوان	صفحہ
سپین	359
سنگاپور	360
سیرالیون	360
غانا	362
کینیا	364
کینیڈا (مختصر تاریخ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۸۹ء)	364
گیمبیا	378
لائبیریا	379
نائیجیریا	379
ہالینڈ	380
یوگنڈا	380
مبلغین احمدیت کی آمد و روانگی	382
نئی مطبوعات	384
حوالہ جات (صفحہ ۳۳۲ تا ۳۸۸)	389
صلح تا فتح ۱۳۴۳ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۴ء	
خلافت ثانیہ کے فتح و ظفر سے معمور پچاس سال۔ پُرمسرت تقاریب، تجدید عہد	393
۔ تعمیر مساجد	394
۔ تعلیمی ادارہ جات	395
۔ اخبارات و رسائل	396
۔ تراجم قرآن کریم	397
۔ تراجم کتب حدیث	398

عنوان	صفحہ
۔ ترجمہ فتاویٰ احمدیہ	398
۔ تراجم کتب تاریخ و سیرت	399
۔ تراجم کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام	399
۔ دیگر اساسی لٹریچر	399
۔ پُرمسرت، ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقاریب	401
۔ ربوہ	402
۔ قادیان	407
۔ مشرق و مغرب سے دلی مبارک باد کے پیغامات اور خطوط	407
۔ پاکستان کے طول و عرض سے برقی پیغامات اور خطوط	413
۔ مجالس خدام الاحمدیہ کا تجدید عہد	415
۔ بیرونی مشنوں میں عظیم الشان جلسے	415
پاکستان کے مشہور عالم سائنسدان محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک جدید سائنسی تحقیق	419
وفات مسیحؑ کا بابانگ دہل اقرار اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی فتح مبین	420
تبرکات کی حفاظت کا شرعی جواز اور انتظام	427
مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء	430
برٹش گی آنا میں ایک یورپی باشندہ کا قبولِ حق	439
جلسہ تقسیم اسناد تعلیم الاسلام کالج ربوہ	439
دفتر انجمن احمدیہ وقف جدید کا افتتاح	442

عنوان	صفحہ
ایبٹ آباد میں جلسہ یوم والدین	444
سکھ یاتریوں کے لئے پیغام محبت	446
مسئلہ کشمیر اور جماعت احمدیہ کی مساعی	448
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا ایک پیغام	450
جلسہ تقسیم اسناد تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ	451
۔ سکول کی ورکشاپ کا سنگ بنیاد	453
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی اجتماعات کے لئے راولپنڈی و پشاور آمد	453
وقفِ جدید کی وقفِ زندگی کے لئے بھرپور اپیل	457
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی احمدی بچوں کیلئے قیمتی نصائح	458
درسِ قرآن کا مبارک سلسلہ	459
کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی ضبطی اور اشاعت	459
۔ نواب آف کالا باغ سے جماعتی وفد کی ملاقات	468
فضل عمر مرکزی تعلیم القرآن کلاس کا آغاز	471
۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا خطاب	475
۔ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس کا احیائے نو	478
۔ فضل عمر تعلیم القرآن کلاس کا لٹریچر	479
ایک امریکن احمدی خاتون کا دلچسپ مکتوب	480
باؤنڈری کمیشن میں جماعت احمدیہ کا کردار	482
۔ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مکتوب	483
۔ محترم شیخ بشیر احمد صاحب کا خط	484
ہالینڈ میں یورپ کے احمدی مبلغین کی سالانہ کانفرنس	486
پیارے امام کی شفایابی کیلئے صدقہ کی تحریک	491
رسالہ منڈونیگرو میڈرڈ میں احمدیت کا ذکر	491
جماعت احمدیہ حیدرآباد کی قابل قدر مساعی	492
دنیا کا عظیم سائنسدان۔ پروفیسر عبدالسلام	493
روس کی سائنس کانفرنس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو خراج تحسین	497
اخبار الجمعیۃ کا جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا برملا اقرار	497
جماعت احمدیہ برطانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کی روئیداد	498
مسجد محمود واہ کینٹ	501
احمدیہ ہوسٹل لاہور کا دوبارہ اجراء	504
ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ابتدائی انتظامات	505
حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اہم پیغام	506
لنگر خانہ ربوہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد	509
صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ایک تقریر	509
صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا دورہ آزاد کشمیر	511

عنوان	صفحہ
ربوہ میں پہلی اردو کانفرنس	511
ذیلی تنظیموں کے سالانہ مرکزی اجتماعات	515
۔ سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ	515
۔ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ	517
۔ سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ	518
۔ سالانہ اجتماع انصار اللہ	518
مجلس خدام الاحمدیہ کے چھبیس سالہ دور پر ایک نظر	519
حضرت مصلح موعود کا روح پرور پیغام	527
خدام الاحمدیہ کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تازہ پیغام	528
اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن مولانا ابوالہاشم صاحب کا تعلیم الاسلام کالج کے طلبہ سے خطاب	528
شمالی نائیجیریا (مغربی افریقہ) میں مسلم کورٹ کا قیام	529
بمبئی میں بین الاقوامی کیتھولک کانفرنس اور جماعت احمدیہ کی شاندار تبلیغی مساعی	533
دفاتر تحریک جدید کے احاطہ میں باغیچۂ اطفال کا افتتاح	547
حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا جامعہ احمدیہ سے خطاب	549
خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کے آخری سالانہ جلسے	552
جلسہ سالانہ قادیان	552
۔ جلسہ میں دنیا کی مختلف چھتیس زبانوں میں تقاریر	554
جلسہ سالانہ ربوہ	556
۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا افتتاحی پیغام	557
۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پُر معارف اختتامی پیغام	560
۔ سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بصیرت افروز خطاب	562
۔ احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ کی دوسری مقررات	566
۔ احمدی خواتین کی مالی قربانی کا شاندار مظاہرہ	566
۔ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو علَم انعامی کا اعزاز	567
۔ جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے متعلق معزز غیر احمدی دوستوں کے تاثرات	567
۔ رپورٹ نظامت جلسہ سالانہ بابت ۱۹۶۴ء	572
حوالہ جات (صفحہ ۳۹۳ تا ۵۷۶)	577
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابہ کرام کا انتقال	
حضرت حامد حسین خان صاحب مراد آبادی	582
حضرت میاں محمد الدین صاحب آف مانگٹ اونچا	586
حضرت چوہدری خدا بخش صاحب ہانڈو گجر ضلع لاہور	587
حضرت سیدہ محمدی بیگم صاحبہ اہلیہ سید محمد اشرف صاحب مرحوم	589
حضرت خان امیر اللہ خان اسماعیلیہ ضلع مردان	589

عنوان	صفحہ
حضرت قاضی سید حبیب اللہ شاہ صاحب آف شاہدرہ (لاہور)	589
حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری	591
حضرت عزیزہ فاطمہ صاحبہ زوجہ حضرت منشی عبدالسمیع صاحب کپورتھلوی	608
حضرت سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ حضرت شیخ احمد علی صاحب	608
حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب آف راہوں ضلع جالندھر	608
حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہ آف گوجرانوالہ	610
حضرت مہراں بی بی صاحبہ زوجہ حضرت میاں عبدالرحیم صاحب پوہلہ	611
حضرت حاکم بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا عبدالکریم صاحب	611
حضرت چوہدری غلام محمد صاحب گوندل چک ۹۹ شمالی سرگودھا	612
حضرت میاں غلام قادر صاحب ساکن تھہ غلام نبی	613
حضرت گل حسن صاحب ساکن داتہ مانسہرہ	615
حضرت رحیمہ بیگم صاحبہ (بنت حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب آف امرتسر)	615
حضرت حسین بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری برکت علی صاحب مرحوم اراضی یعقوب سیالکوٹ	616
حضرت ڈاکٹر اعظم علی صاحب آف گجرات	616
حضرت بابا اللہ بخش صاحب درویش قادیان	617
حضرت امیر بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی	618
حضرت غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت شیخ حسین بخش صاحب	621
حضرت الٰہ بی بی صاحبہ زوجہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری	621
حضرت شیخ فضل قادر صاحب ولد حضرت شیخ نور احمد صاحب	622
حضرت بابا نواب دین صاحب عرف میاں کالو	622
حضرت منشی شیخ عبدالرحیم شرما صاحب (سابق کشن لال)	623
حضرت قریشی محمد اسمٰعیل صاحب معتبر	627
حضرت غلام فاطمہ صاحبہ زوجہ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب	629
حضرت مولوی عبدالحق صاحب بدوملہوی	629
حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی	632
حضرت مولوی محمد عثمان صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازی خان	633
حضرت مولوی عمر دین صاحب شادی وال ضلع گجرات	642

عنوان	صفحہ
۱۹۶۴ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت	
چوہدری اللہ دین صاحب آف ادرحمہ ضلع سرگودھا	644
میجر جنرل نذیر احمد صاحب آف دوالمیال	644
ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف موگا	645
مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگالی	646
ڈاکٹر لعل محمد صاحب لکھنوی (ڈھاکہ)	646
ملک عمر علی صاحب کھوکھر رئیس ملتان	647
ڈاکٹر سردار علی صاحب ایم بی بی ایس	648
حاجی میاں تاج محمود صاحب آف چنیوٹ	649
چوہدری عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر ''اصلاح'' سرینگر	650
محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مولانا رحمت علی صاحب	651
سیٹھ عبدالحی صاحب یادگیری	652
خضر سلطانہ صاحبہ اہلیہ بابو محمد یونس صاحب دہلوی	652
میر عبدالقادر صاحب امیر جماعت احمدیہ تہران (ایران)	654
امۃ اللطیف صاحبہ بیگم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب	655
مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زودنویسی	658
شیخ عمری عبیدی وزیر تعمیرات وثقافت ملّی ٹانگانیکا (تنزانیہ مشرقی افریقہ)	663
محترم میاں شیر محمد صاحب ریٹائرڈ چیف انسپکٹر پولیس ملایا	680
چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ وممبر نگران بورڈ	681
دیگر مخلصین سلسلہ کی وفات	683
حوالہ جات (صفحہ ۵۸۲ تا ۶۸۸)	689
۱۹۶۴ء کے متفرق اہم واقعات	
خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب	695
۔ ولادت	695
۔ نکاح اور شادی	695
احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات	696
سہ ماہی ''مجلۃ الجامعہ'' کا اجراء	697
افغان وفد قادیان میں	698
پاکستان کے سابق وزیر خارجہ کی ربوہ میں آمد	698
کلکتہ میں مسجد کا افتتاح	698
برطانیہ کی نو احمدی خاتون علیمہ صاحبہ کی ربوہ آمد	701
حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی تحریر فرمودہ ایک نہایت اہم روایت	701
سیرالیون کے ڈپٹی پرائم منسٹر کا استقبال	703
نائیجیریا کے پریس نمائندگان کی پاکستان آمد	703
سنگِ بنیاد مسجد غازی اندرون شیخوپورہ	703
پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کا نیا اعزاز	704

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حج بیت اللہ سے مشرّف ہونے والے احمدی	704	ہالینڈ	726
بھارت کی معزز شخصیات کو دینی لٹریچر کا تحفہ	705	یوگنڈا	727
جماعت احمدیہ غیروں کی نظر میں	706	مبلغینِ احمدیت کی آمدورفت	729
افریقہ میں جماعت احمدیہ کی مساعی ''ماہنامہ سیارہ'' لاہور کی نظر میں	706	نئی مطبوعات	731
مغربی بنگال کے ایک جیّد عالم کا قبول احمدیت	707	حوالہ جات (صفحہ ۶۹۵ تا ۷۳۲)	733
خدمت خلق کا ایک واقعہ اور تنظیم السادات و مومنین کانفرنس کی قرار دادِ تشکر	707		
بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی			
آئیوری کوسٹ	709		
امریکہ	709		
انگلستان	710		
۔ جماعت احمدیہ برمنگھم کی ابتدائی تاریخ	711		
برما	715		
تنزانیہ	715		
جرمنی	715		
سنگاپور و ملائیشیا	716		
سیرالیون	717		
غانا	719		
کینیا	722		
گیمبیا	723		
لائبیریا	723		
نائیجیریا	724		

صلح تا فتح ۱۳۴۲ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۳ء

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ’’صدق جدید‘‘ کا خراج تحسین

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے اخبار ’’صدق جدید‘‘ (۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء) میں ’’کلمہ گو کا اعزاز‘‘ کے زیرِ عنوان درجِ ذیل نوٹ سپردِ اشاعت فرمایا:۔

’’......یاد ہوگا کہ مجلس اقوام کی جنرل اسمبلی کی کرسی صدارت سے آیات قرآنی (رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ .طٰهٰ: ۲۶، ۲۷) کی تلاوت اسمبلی کی تاریخ میں پہلی بار انہیں ظفر اللہ خاں نے کی تھی اور چند سال اُدھر جب مغربی پاکستان میں رات کے پچھلے پہر ریل کا ایک عظیم حادثہ پیش آیا تھا تو اس وقت بھی یہی ظفر اللہ خاں وزیر خارجہ اپنے سیلون میں نماز تہجد ادا کرتے پائے گئے تھے‘‘۔[1]

ایک احمدی سائیکل سیّاح کا ذکر پریس میں

قریشی محمد حنیف صاحب قمر علوی احمدی سائیکل سیاح کی حیثیت سے دنیائے احمدیت میں معروف تھے اور چالیس سال سے دینی خدمات بجالا رہے تھے۔اس سال برصغیر کے پریس میں بھی ان کا بار بار تذکرہ کیا گیا اور ان کے مذہبی جذبہ کو سراہا گیا۔

موضع کنڈور ضلع میرپور آزاد کشمیر کے باشندہ قریشی محمد حنیف قمر صاحب علوی مارچ ۱۹۱۹ء میں جناب مرزا محمد اشرف صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ (ابن جناب مرزا منشی جلال الدین صاحب بلانوی) کے ذریعہ قادیان آ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے تھے۔۱۹۲۳ء سے شروع کر کے ۶ نومبر ۱۹۶۳ء تک قریباً ۴۰ سال میں بائیسکل پر انڈیا اور پاکستان اور آزاد کشمیر میں آپ ۶۰۰ ۳۳۳ میل تبلیغی سفر کر چکے ہیں۔ان کی عمر اب ۶۶ برس کی ہو چکی ہے۔قریباً ۴۰ ہزار شہر و دیہات میں قریباً ۴۰ ہزار کتب و رسائل تقسیم کر کے فضائل اسلام پر ہزارہا لیکچر دے چکے ہیں۔

وہ ایک طرف جگن ناتھ مندر پوری میں پہنچے۔پھر ضلع بالاسور کی بندرگاہ چاند بالی اور چاندی پور میں اترے اور بنگال کے ۲۴ اضلاع کے کناروں میں جا کر آسام کے علاقہ میں بھی گئے۔پنجاب کے

بیسیوں اضلاع میں پھر کر براستہ پشاور، کوہاٹ، ٹل اور پاڑہ چنار سے آگے قلعہ خرلاچی تک جو افغانستان کی سرحد پر ہے، گئے۔ پھر ایبٹ آباد کی شاہراہ سے بالاکوٹ اور گڑھی حبیب اللہ کے راستے مظفر آباد اور پھر کوہالہ کے راستے کوہ مری اور راولپنڈی آئے اور اس طرح متفرق آبادیوں میں پیغام حق پہنچاتے رہے ہیں۔

علاقہ ملکانہ میں چار سال میں قریباً دس اضلاع کا دورہ کر کے آریوں کے پروپیگنڈہ کا مقابلہ کیا۔ اور ملکانہ قوم کے نومسلموں کو اسلام کی تعلیم دی۔ ہندوستان کے کئی مقامات پر قریباً ایک درجن اسلامی مکتب قائم کرائے اور قریباً دو درجن بنگال اور اڑیسہ کے طلباء کے لئے دینی تعلیم کا انتظام کیا۔ جن میں سے قریباً نصف طلباء اب باقاعدہ اپنے علاقوں کے مبلغ ہیں۔[2]

اخبار نوائے وقت لاہور (۱۸ جنوری ۱۹۶۳ء) نے آپ کی تصویر دے کر لکھا:۔

''ضلع میرپور (آزاد کشمیر) کے موضع کنڈور کا ابولطیف قریشی محمد حنیف قمر اب تک سائیکل پر ۴۳ ہزار میل کا سفر کر چکا ہے۔ محمد حنیف قمر کو خاتم الانبیاء نبی آخر الزمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گہری محبت ہے اور وہ جہاں کہیں جاتا ہے رسول مقبول کی شان میں نعتیں پڑھتا رہتا ہے۔ انہوں نے سیاحت کی ابتداء ۱۹۲۷ء میں کی۔ ۱۹۲۷ء تک یوپی کے علاقوں کا وسیع دورہ کیا۔ اس کے بعد آٹھ سال صوبہ اڑیسہ میں گذارے پھر بہار، سی پی اور متحدہ بنگال میں اس نے سائیکل پر لمبے لمبے سفر کئے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۵ سال سے مغربی پاکستان میں سفر کر رہے ہیں۔ بنگال میں اس نے سب سے لمبا سفر ۲۰۶۳ میل کا کیا اور مغربی پاکستان میں ۱۹۵۸ء سے لے کر آج تک دوسرا لمبا سفر قریباً (۴۰۰۰) چار ہزار میل کا طے کیا ہے۔

حنیف قمر لاہور سے ۱۱؍جولائی ۱۹۵۸ء کو جی ٹی روڈ پر سفر کر کے کوہ مری جا پہنچا اور پھر راولپنڈی واپس آکر واہ، حسن ابدال، کیمل پور کے راستے نوشہرہ اور پشاور پہنچا۔ پھر چارسدہ، مردان اور ٹوپی سے گذر کر ہری پور کے راستے ایبٹ آباد، مانسہرہ اور آخر بالاکوٹ پہنچ کر شہدائے ملت کی قبروں پر فاتحہ پڑھی اور زیارت کی۔ پھر گڑھی حبیب اللہ کے راستے مظفر آباد پھر براستہ کوہالہ ۱۰۰ میل سفر کر کے دوبارہ کوہ مری سے گذر کر راولپنڈی آیا۔

انہوں نے بتایا کہ بنگال میں کل سفر ۵۷۹۱ میل اور مغربی پاکستان میں ۵۶۲۹ میل کیا ہے۔ وہ عربی، فارسی، اردو، بنگالی اور دیگر زبانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیں سنا کر

حاضرین کے اندر ایک دینی جوش اور ولولہ پیدا کر دیتا ہے۔ اب اس کی عمر ۶۵ سال ہے۔ عربی، اردو، انگریزی کا خوشنویس اور پینٹر بھی ہے اور پنجابی کا شاعر بھی۔ اسی ذریعہ سے وہ اپنی روزی کماتا ہے۔ اسلامی کیلنڈر، دعائیں، نماز مترجم اور نعتوں کے چارٹ چھپوا کر فروخت کرتا ہے مساجد پر کلمہ طیبہ اور آیات قرآنی و احادیث بھی لکھتا ہے۔ خوش الحانی سے جب وہ عمدہ عمدہ نظمیں اور نغمے سناتا ہے تو سینکڑوں لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں۔ حنیف قمر اسلام کے فضائل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے پاکیزہ خصائل پر سکولوں میں لیکچر بھی دیتا ہے۔

اس کے سائیکل پر تین بکس، دو بالٹیاں، چار بیگ، مختصر بستہ، بڑا پوسٹر آگے کلمہ شریف کا پرچم، سر پر چھتری لگی ہے اور سرخ کپڑے پر پورا کلمہ طیبہ لکھ کر خوبصورت اور دلکش بنایا ہے۔ پیچھے ٹیبل کلاتھ کا ایک بورڈ جس پر نام اور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء تک کے سفر کی کل میزان ۳۲۶۰۲ میل وغیرہ لکھی ہے۔ سامان کا وزن ڈیڑھ من ہے۔ جنگلوں اور پہاڑوں کے سفر میں اپنا کھانا خود پکاتا ہے۔ ضروری برتن، انگیٹھی کوئلہ اور راشن اس کے ساتھ ہے۔ ایسے صوفی اور مجاہد قرون اولیٰ میں ہی نظر آتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں اس کی مثال شاذ ہی ملتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس کے پاس ہزاروں دیہات کی فلم ہے۔“

پانچ ماہ بعد راولپنڈی کے اخبار ”تعمیر“ نے بھی آپ کا نہایت عمدہ الفاظ میں تعارف شائع کیا۔ جسے اخبار بدر قادیان نے ۱۰/ اکتوبر ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں حسب ذیل نوٹ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کر دیا۔

”موضع کنڈور ضلع میرپور آزاد کشمیر کے رہنے والے قریشی محمد حنیف صاحب قمر علوی نے سائیکل پر کافی سامان لوڈ کر کے سفر کرنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے جس کے اوپر عمدہ طریق سے تین بکس، دو بالٹیاں، چار بیگ، سر پر چھتری، کیریئر پر ایک بڑا پوسٹر اور نیچے ایک کپڑے کا بڑا بورڈ، ہینڈل کے اوپر سامنے ایک سرخ کپڑے پر سفیدے سے کلمہ طیبہ لکھا ہے۔ اس کے سارے سامان کا بوجھ ۱۲۰ پونڈ (ڈیڑھ من) ہے۔ کھانا پکانے کے برتن، مرمت کا سامان، بستر، کپڑے، کتب، چارٹ، خشک راشن، کوئلہ، انگیٹھی سب ضروری اشیاء رکھی ہیں۔ یہ سائیکل بارہ فٹ لمبا اور ۹ فٹ اونچا بنایا گیا ہے اور یہ اس کا چوتھا سائیکل ہرکولیس کمپنی کا ہے جو کہ پندرہ سال سے زیر استعمال ہے۔ اس پر قریباً ۱۵ ہزار میل سفر کیا گیا ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس نے ہندوستان کے صوبہ یو پی، سی پی، اڑیسہ اور متحدہ بنگال میں لمبے سفر کئے۔ ایسی زندگی اس نے ۱۹۲۳ء سے شروع کر رکھی ہے گویا قریباً ۴۰ سال ہوئے ہیں۔ بنگالی اور اڑیہ اور عربی، فارسی، اردو زبانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعتیں بہت

خوش الحانی سے پڑھ کراور قرآن مجید اور اسلام کے فضائل سنا کر لوگوں کو مذہبِ اسلام کی طرف راغب کرتا ہے۔عیسائی صاحبان کو بھی دعوتِ اسلام دیتا اور ان کے اعتراضات کوسن کر شافی جواب دیتا ہے۔اس کے پاس قریباً دو درجن خوبصورت، خوش نما قلمی چارٹ بھی ہیں جن پر دینِ اسلام کی خوبیاں اور صحابہ کرامؓ کے فضائل اور خصائل لکھے ہیں۔وہ عربی، اردو، انگریزی کا پینٹر اور اردو پنجابی کا شاعر بھی ہے۔انہی پیشوں سے وہ اپنی روزی خود کماتا ہے۔۱۹۵۸ء اور پھر۱۹۶۱ء میں اس نے لاہور سے روانہ ہو کر راولپنڈی، کوہ مری، واہ، کیمبل پور، نوشہرہ، پشاور، چارسدہ، مردان، ٹوپی، ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بالاکوٹ، گڑھی حبیب اللہ، مظفر آباد، کوہالہ، پھر کوہ مری کے پہاڑی مقامات کا مشکل سفر اکیلے اکیلے ہی کیا ہے۔ان سفروں سے اس کا بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں میں یہ تحریک کرے کہ باہمت انسان اب بھی پہلے بزرگوں کی طرح توکل علی اللہ گھر سے نکل کر اسلام کا پیغام کونے کونے میں پہنچا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شاملِ حال رہتی ہے۔وہ اپنے سفروں کے دلچسپ حالات پھر کبھی اسی اخبار میں پیش کرے گا۔

اس کے سفروں کا ذکر ہندوستان اور پاکستان کے مختلف اخباروں میں آچکا ہے۔اب وہ عنقریب کوئٹہ اور کراچی کے سفر کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔اس کی عمر اب ۶۶ سال ہے۔اس کے تین بیٹے برسرِ روزگار اور ایک بیٹی ہے جو شادی شدہ ہے۔‘‘[3]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو امریکی پریس کا خراجِ تحسین

محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے گزشتہ سال اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سترہویں سیشن کے صدر کی حیثیت سے جو گراں بہا خدمات سرانجام دی تھیں امریکی مضمون نگار مسٹر پیئر جے ہس (Mr. Pierre J. Huss) نے ان پر اپنے ایک مضمون میں آپ کو نہایت زوردار الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔ان کا یہ مضمون امریکی اخبار (Milwaukee Journal) کے ۱۸ فروری ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں شائع ہوا۔جس میں انہوں نے حضرت چوہدری صاحب موصوف کے ایک اور تعجب خیز کارنامہ کا بھی ذکر کیا تھا جو اسلام کے بارہ میں اہل مغرب کی غلط فہمیوں کے ازالہ سے تعلق رکھتا ہے۔ان کے اس مضمون کا اردو ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’سر محمد ظفر اللہ خاں نے جو پاکستان کے ایک باریش فرد ہیں جنرل اسمبلی میں اپنے

عرصۂ صدارت کے دوران ایک ایسا کارنامہ جو ناممکن نظر آ رہا تھا انجام دے کر اقوام متحدہ کی تاریخ میں اپنے لئے ایک منفرد امتیازی مقام پیدا کر دکھایا ہے۔آپ نے ایک سودس اراکین اقوام پر مشتمل جنرل اسمبلی کے سیشن کو حسب پروگرام نہ صرف تین ماہ میں بلکہ مقررہ عرصہ سے ایک روز قبل ہی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔آپ نے اُن لوگوں کے خدشات کو یکسر باطل کر دکھایا جو گزشتہ سال اس بارہ میں شاکی تھے کہ اسمبلی اپنی وسعت پذیری کے باعث بہت زیادہ بے قابو ہو چکی ہے اور یہ ممکن نہیں ہے کہ اسے اپنی کارگزاری کو بسرعت انجام دینے کے قابل بنایا جا سکے یا ایجنڈے پر درج شدہ نوے کے قریب مسائل اوران میں سے بھی علی الخصوص نہایت اہم معاملات پر سنجیدگی سے غور کیا جا سکے۔

سر ظفر اللہ نے اس مقصد کے حصول کی خاطر صاف اور سیدھا طریق اختیار کیا۔آپ نے اجلاسوں میں باقاعدگی پیدا کرنے کی غرض سے قطع نظر اس سے کہ تیز وطرار مندوبین روزمرہ کے اجلاس میں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکے ہوں یا ہنوز اپنے بستروں میں ہی محوخواب ہوں،اجلاسوں کو اعلان کردہ وقت کے عین مطابق منعقد کرنا شروع کر دیا۔مزید برآں جب بھی کسی مقرر نے اپنی حکومت پر وکالت کا سکّہ بٹھانے کی نیت سے طولانی تقریروں یا دیگر حربوں سے کام لینا چاہا آپ نے کسی رورعایت کے بغیر اپنے صدارتی اختیارات استعمال کرنے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

لیکن سطور ہذا میں فی الوقت سر ظفر اللہ کا ایک اور ہی تعجب خیز کارنامہ پیش کرنا مقصود ہے۔آپ نے ایک دلچسپ کتاب تصنیف فرمائی ہے اس کا نام ہے:

"Islam: Its Meaning for Modern Man"

(اسلام۔دور جدید کے انسان کے لئے اس کا مفہوم) اس کتاب میں آپ نے سلیس زبان میں اہل مغرب پر اسلام کے ان احکام اور فلسفوں کو واضح فرمایا ہے جن کی وجہ سے اسلام دنیا کے عظیم مذاہب میں سے ایک مذہب شمار ہوتا ہے۔آپ کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

''مقصد یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کو دور کیا جائے جو اسلام کے متعلق مغربی ذہن میں موجود چلی آ رہی ہیں''۔

آپ اس فسادزدہ دنیا کے دکھوں کا مداوا اسلام میں پاتے ہیں۔آپ نے بتایا ہے کہ ''اسلام'' کا لفظ ''سلم'' سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں ''امن'' اور ''اطاعت''۔مسلمانوں کو جو اسلام کے پیرو ہیں حکم دیا گیا ہے کہ وہ امن کے قیام میں دل وجان کے ساتھ کوشاں رہیں،چنانچہ وہ اس بات پر ایمان

رکھتے ہیں کہ بین الاقوامی تعلقات کے استحکام میں مختلف مذاہب کے باہمی تعلقات کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ سر ظفر اللہ لکھتے ہیں:۔

''موجودہ عالمی صورت حال میں مختلف اقوام کے لئے یہ امر ازبس ضروری ہے کہ وہ بہتر انداز کی باہمی افہام و تفہیم کے ذریعہ ایک دوسرے کے قریب تر آ جائیں۔ ایٹمی دور میں یہ بنیادی عقیدہ کہ ایک ہی بالا ہستی ہے جو اس کائنات کی خالق ہے بنی نوع انسان کی نجات کے حق میں منفرد امید کی حیثیت رکھتا ہے۔

انسانی تعلقات کے دائرہ میں مذہب کو ایک اور اہم بنیادی عامل کی حیثیت حاصل ہے اور اس امید کی بہت کافی وجۂ جواز موجود ہے کہ یہ عامل یعنی مذہب رفتہ رفتہ مستقبل میں افتراق اور باہمی جھگڑوں کا ذریعہ بنا رہنے کی بجائے اتحاد اور باہمی ربط وضبط کو بڑھانے کا زیادہ کارگر اور مؤثر ذریعہ ثابت ہوتا چلا جائے گا۔ اندریں حالات یہ جاننا اور سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب کے تعلق میں کیا رویہ اختیار کرتا ہے''۔

سر ظفر اللہ نے بتایا کہ مسیح (علیہ السلام) اور بہت سے دوسرے انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر قرآن نے نام لے لے کر کیا ہے۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے بموجب یہ وہ صحیفۂ آسمانی ہے جو اس وحی پر مشتمل ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔ مسلمانوں کے نزدیک قرآن کی وہی اہمیت ہے جو عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک بائبل کی ہے۔ مسلمان حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کی خاص تکریم و تعظیم کرتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام پر نازل ہونے والی وحی کو تو بار بار ہدایت اور نور کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیم کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے توجہ دلائی ہے کہ اسلام میں نہ صرف یہ کہ ایک قوم پر دوسری قوم کے قبضہ وتسلط کی مذمت کی گئی ہے بلکہ ایک ملک کے خلاف دوسرے ملک یا قوم کی اقتصادی لوٹ کھسوٹ اور ناجائز فائدہ کو بھی یکساں طور پر قابل مذمت ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ نے اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ قرآن نے معاہدوں اور عہد ناموں کے پورے پورے احترام اور ان کے ایفاء کو بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کیا ہے اور لازمی قرار دیا ہے کہ یہ معاہدے پورے طور پر نافذ العمل ہو کر قوموں اور ملکوں کو باہم متحد کرنے اور انہیں زیادہ طاقتور بنانے کا موجب ہونے چاہئیں۔ اگرچہ آپ نے روس کی طرف جو دہریت کا قائل ہے اور دوسری جنگ عظیم کے بعد اس کے

نقضِ عہد کے ۵۶ واقعات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا تاہم روس اس کتاب کے اوراق سے بہت سے اہم سبق سیکھ سکتا ہے۔

سر ظفر اللہ جو اسلامی احکام کی تعمیل میں بالالتزام دن میں پانچ مرتبہ مکّہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں لکھتے ہیں:۔

''اسلام میں معاہدات اوران کے تحت عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو ایک خاص حرمت حاصل ہے۔ ہمیں متنبہ کیا گیا ہے کہ تم اپنے عہدوں کو درپردہ مقاصد کے حصول کا آلۂ کار نہ بناؤ۔ ورنہ تمہارا قدم ایک دفعہ مضبوطی سے قائم ہونے کے بعد پھسل جائے گا اور پھر تمہیں اس کے برے نتائج بھگتنے ہوں گے۔

ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے مسلمانوں کی مدد کرے جن پر محض ان کے مذہب کی وجہ سے ظلم ڈھایا جارہا ہولیکن یہ فریضہ معاہدات کی پابندی کے ساتھ مشروط ہے۔ ان کے بارہ میں یہی حکم ہے کہ ان کا ایفا کماحقہٗ عمل میں آنا چاہئے''۔[4]

ایک سازش اور اسکے خلاف احتیاطی تدابیر

جیسا کہ ۱۹۶۲ء کے واقعات میں بتایا جاچکا ہے۔ ۱۹۶۲ء کے آخر ہی سے مرکز سلسلہ ربوہ میں یہ اطلاعات موصول ہونی شروع ہوگئیں کہ پاکستان میں دوبارہ ۱۹۵۳ء کے حالات پیدا کرنے کی درپردہ سازش جاری ہے۔ اس فکر انگیز صورت حال کے پیش نظر اس سال کے شروع میں صدر نگران بورڈ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ملک بھر کے تمام علاقائی اور ضلع وار امراء کو اس فتنہ سے ہوشیار رہنے اور مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تحریک فرمائی اور اس سلسلہ میں حسب ذیل مکتوب گرامی سپردقلم فرمایا جو احتیاطاً رجسٹری بھجوایا گیا۔

''مکرمی و محترمی امیر صاحب.................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اخباری اطلاعات اور مختلف جلسوں کی رپورٹوں نیز دیگر ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ اب پھر جماعت احمدیہ کے خلاف مخالفت کا سیلاب تیزی کے ساتھ اٹھ رہا ہے اور ختم نبوت کے عقیدہ کی آڑ لے کر اور دیگر غلط اعتراضات اٹھا کر جماعت کے خلاف عوام کو اور حکومت کو اکسایا جارہا ہے اور سازش یہ معلوم ہوتی ہے کہ ۱۹۵۳ء والے حالات پیدا کردیئے جائیں۔ پس میں جماعت کے امیروں

اور دیگر دوستوں کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں کہ وہ قرآنی ارشاد خُذُوْا حِذْرَكُمْ (النساء:۷۲) کے ماتحت ہوشیار اور چوکس رہیں اور مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر خاص طور پر ملحوظ رکھیں:۔

(۱) اپنے علاقہ میں ہر قسم کے فتنہ کی اطلاعات سے پوری طرح باخبر رہنے کی کوشش کریں۔ (۲) جہاں جہاں کوئی فتنہ کی چنگاری نظر آئے وہاں علاقہ کے حکام یعنی ڈپٹی کمشنر اور کپتان پولیس وغیرہ کو صحیح صحیح اطلاع بھجواتے جائیں جس میں کسی قسم کا مبالغہ نہ پایا جائے۔ (۳) مرکز میں بھی یعنی ناظر امور عامہ اور ناظر اصلاح وارشاد کو بھی اطلاع بھجواتے رہیں۔ (۴) انصاف پسند بااثر غیر احمدی اصحاب کے ساتھ تعلقات بڑھائیں اور جماعت کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں ان کا بصورت احسن ازالہ کرتے رہیں۔ (۵) ان ایام میں خاص طور پر دعاؤں سے کام لیں اور خدا کے حضور گر گر دعا کرتے رہیں کہ وہ احکم الحاکمین جماعت کا حافظ و ناصر رہے اور اسے ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رکھے۔ (۶) اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں کیونکہ پاک تبدیلی خدا کی نصرت کو کھینچتی ہے۔ (۷) اپنی طرف سے کوئی ایسی بات نہ کریں جو کسی رنگ میں اشتعال دلانے والی یا عوام میں ہیجان پیدا کرنے والی ہو"۔

والسلام۔خاکسار مرزا بشیر احمد صدر نگران بورڈ ربوہ" [5]

مباہلہ کے نام پر ایک افسوسناک حرکت اور جماعت احمدیہ کی وضاحت

اس سال مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی (یہ مولوی چنیوٹ کا رہنے والا تھا۔شدید معاندین سلسلہ میں شامل تھا۔۷۵ سال کی عمر میں احمدیت کی ترقی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر حسد کی آگ میں جل کر ۲۷ جون ۲۰۰۴ء کو دارِ فانی سے کوچ کر گیا) نے رمضان المبارک کے مقدّس ایام میں یہ افسوس ناک حرکت کی کہ شرائطِ مباہلہ کا تصفیہ کئے بغیر از خود مباہلہ کی ایک تاریخ مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء کو نماز عید الفطر کے بعد (ربوہ سے متصل) دریائے چناب کے دو پلوں کے درمیان مباہلہ کریں گے۔مباہلہ سے عملاً گریز کا بعینہٖ یہ وہی طریق تھا جو ۱۹۳۵ء میں محض ہنگامہ آرائی کے لئے احراری لیڈروں نے اختیار کیا اور جس پر مولوی ثناء اللہ امرتسری اور ادارہ اخبار "احسان" (لاہور) نے بھرپور تبصرہ کیا تھا۔[6]

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب جھنگ نے چنیوٹی صاحب کے اس اقدام کو دو فرقوں کے درمیان اشتعال اور منافرت کا موجب تصور کیا اور دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی لیکن پنجاب کے بعض اخبارات نے یہ

تاثر پیدا کرنا چاہا کہ احمدیوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ یہ امر بالکل بے بنیاد اور جماعتی روایات کے سراسر منافی تھا۔ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں متعدد مباہلوں کا ذکر موجود ہے بلکہ ایک سال قبل مارچ ۱۹۶۲ء میں مباہلہ سورو (اڑیسہ) ہو چکا تھا۔ جس میں مخالفین احمدیت خصوصاً ان کے علماء خدا کے قہر وغضب کا نشانہ بنے اور احمدیوں پر افضال ربّانی کی بارش ہوئی۔

ع اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

بہرحال پبلک کو اصل حقائق سے باخبر رکھنے کے لئے جماعت احمدیہ کی طرف سے یکم مارچ ۱۹۶۳ء کو حسب ذیل وضاحتی بیان جاری کیا گیا۔

''مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی کی دعوت مباہلہ اور ہنگامہ آرائی پر دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ سے متعلق جو خبریں شائع ہوئی ہیں۔ ان میں بعض اخبارات نے یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا جماعت احمدیہ نے دعوت مباہلہ قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ یہ تاثر سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ جماعت احمدیہ اسلام کے مقرر کردہ طریق کے مطابق بعد تصفیہ شرائط مباہلہ کرنے پر آمادہ تھی لیکن مولوی منظور احمد نے شرائط کا تصفیہ کئے بغیر ہی از خود مباہلہ کی تاریخ مقرر کر کے اعلان کر دیا کہ وہ عیدالفطر کے موقعہ پر نماز عید کے بعد دریائے چناب کے دونوں پلوں کے درمیان مباہلہ کا اجتماع کریں گے۔ ان کا تصفیہ شرائط سے گریز اور ان کی یہ سراسر یکطرفہ کارروائی صاف اس امر پر دلالت کرتی تھی کہ وہ محض ہنگامہ آرائی اور فساد کی نیت سے یہ سارا کھیل کھیل رہے ہیں۔ چنانچہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب جھنگ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اس ہنگامہ آرائی کا دروازہ بند کر دیا۔

مولوی منظور احمد جس ہنگامہ آرائی پر تُلے ہوئے تھے اس کا پس منظر یہ ہے کہ انہوں نے ایک عرصہ قبل حضرت امام جماعت احمدیہ کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اس کے جواب میں جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ مباہلہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ یہ خدا تعالیٰ سے حق و باطل میں فیصلہ کرانے کا آخری طریق ہے جس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ جن کا پہلے طے ہونا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ مباہلہ وسیع الاثر ہو یعنی دونوں طرف سے ایسے علماء اور لیڈر میدان میں آئیں جو اپنی اپنی جماعت یا قوم میں نمائندوں کی حیثیت رکھتے ہوں۔ تاکہ ان پر مباہلہ کا اثر ساری جماعت یا قوم پر حجت ہو سکے۔ چنانچہ مولوی منظور احمد نے اس تعلق میں جو آخری چٹھی لکھی تھی۔ اس کے جواب میں جماعت احمدیہ کی طرف سے انہیں لکھا گیا:۔

’’حالات یہ ہیں کہ آپ ابھی تک باقاعدہ مطلوبہ سند نمائندگی پیش نہیں کر سکے اور ابھی تک آپ سے شرائط مباہلہ کا بھی تصفیہ نہیں ہوا............شرائط کے تصفیہ کے بغیر ہی آپ یکطرفہ از خود تاریخ مقرر کر کے دریائے چناب پر مباہلہ کے لئے پہنچنے کا اپنی چٹھی میں ذکر فرما رہے ہیں۔ یہ طریق محض ہنگامہ آرائی اور شہرت پسندی کا مظاہرہ ہے۔ یہ صورتِ حال اس تقویٰ، خدا ترسی اور خشیت اللہ کے سراسر منافی ہے جو طالب حق مباہلین کو اختیار کرنی چاہیئے۔ اگر آپ اس قسم کی ہنگامہ آرائی کے مرتکب ہوں گے تو نتائج کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ آپ شہرت پسندی اور ہنگامہ آرائی کو چھوڑ کر سنجیدگی کا طریق اختیار کریں‘‘۔[7]

’’اگر آپ سنجیدگی سے مباہلہ کے ذریعہ اپنے مزعومہ اور روز روز کے جھگڑے کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو پھر آپ کو مباہلہ کو آیت قرآنی فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴿۶۲﴾ (آل عمران:۶۲) کے مطابق زیادہ سے زیادہ وسیع الاثر بنانا چاہیئے‘‘۔[8]

مزید برآں انہیں یہ بھی لکھا گیا:۔

’’ان چالیس علماء کے بالمقابل مباہلہ کے میدان میں جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی چالیس علماء سلسلہ احمدیہ مباہلہ میں شامل ہوں گے۔ پس اندریں حالات آپ کو پاکستان کے کم از کم چالیس مقتدر اور مسلّمہ جید علماء اہل السنّت کی طرف سے یہ اعلان کرانا چاہئے کہ وہ مباہلہ کی شرائط کے تصفیہ کے لئے آپ کو نمائندہ منتخب کرتے ہیں اور وہ آپ کے ساتھ مباہلہ میں خود بھی شامل ہوں گے تا مباہلہ کا اثر وسیع ہو اور اہل السنّت کے مکتب خیال کے عوام کے لئے یہ مباہلہ حجت ہو سکے‘‘۔[9]

نیز اسی خط میں انہیں یہ بھی اطلاع دی گئی:۔

’’آپ کم از کم چالیس مقتدر علمائے اہل السنّت کی طرف سے مباہلہ میں شمولیت اور آپ کو تصفیۂ شرائط کا اختیار دینے کا اعلان شائع کرائیں۔ اس کے بعد ہم سے شرائط مباہلہ کا تصفیہ کر لیں اور تاریخ مباہلہ بھی مقرر کر لیں تا کہ جماعتی سطح پر فیصلہ کن مباہلہ وقوع میں آ سکے‘‘۔[10]

بالآخر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے انہیں یہ بھی لکھا گیا:۔

’’ہم آپ کے اس اصرار پر قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق آپ سے مباہلہ کے لئے تیار ہیں اور آپ کو یہ موقع نہیں دینا چاہتے کہ آپ کہہ سکیں کہ آپ کی مباہلہ کی خواہش کو پورا نہیں کیا گیا۔ مباہلہ کا

انعقاد اب آپ کی اس کوشش پر موقوف ہے کہ آپ کم از کم چالیس مقتدر اور جید علماء اہل السنّت کو جو ہر مکتب خیال پر مشتمل ہوں مباہلہ میں شامل ہونے کے لئے آمادہ کر سکیں۔ جونہی آپ ایسے چالیس علماء کو مباہلہ میں شامل کرنے کے لئے تیار کر کے ان کی طرف سے اعلان شائع کرا دیں گے جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں کوئی دیر نہ ہوگی‘‘۔[11]

اس سے ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ نے مولوی منظور احمد کی دعوتِ مباہلہ کو نامنظور نہیں کیا۔ چونکہ وہ اپنے تئیں اہل السنّت کا واحد منتخب نمائندہ ثابت نہیں کر سکے تھے اس لئے انہیں یہ رعایت دی گئی کہ وہ کم از کم چالیس مقتدر علمائے اہل السنّت کو جو ہر مکتب خیال کے ہوں مباہلہ میں شامل کرائیں تا مباہلہ کا اثر وسیع ہو اور وہ پورے طور پر حجت ہو سکے۔ یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ یہ شرط جماعتی سطح پر مباہلہ کے لئے لگائی گئی تھی۔ جہاں تک انفرادی مباہلہ کا تعلق ہے پریذیڈنٹ صاحب جماعت احمدیہ چنیوٹ، مولوی منظور احمد کی دعوت مباہلہ منظور کر چکے ہوئے ہیں۔ نیز جماعت احمدیہ کے ایک فاضل مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب آف منگلا بھی مع جماعت احمدیہ منگلا ان سے مباہلہ پر آمادگی کا تحریری اعلان فرما چکے ہوئے ہیں۔ مگر مولوی منظور احمد صاحب ان ہر دو سے مباہلہ کے لئے آمادہ نہیں ہوئے اور یکا یک تصفیۂ شرائط کے بغیر ہی از خود تاریخ مقرر کر کے دریائے چناب پر مباہلہ کے اجتماع کا اعلان کر دیا۔ انفرادی مباہلہ سے فرار اور جماعتی سطح پر مباہلہ کے لئے شرائط کا تصفیہ کرنے اور تمام اہل السنّت مکاتیب خیال کی نمائندگی ثابت کرنے سے عمداً گریز کا صاف مطلب یہ تھا کہ ان کا مقصد مباہلہ کرنا نہیں بلکہ محض ہنگامہ آرائی اور فساد برپا کرنا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ جماعت احمدیہ کے خلاف مسلسل انتہائی دلآزار گندے اور اشتعال انگیز پمفلٹ اور کتابچے شائع کر کے اپنی فساد انگیزی کا حتمی ثبوت فراہم کر چکے ہیں اور خود چنیوٹ میں اکاّ دکاّ احمدیوں پر آوازے کسنے اور ناجائز چھیڑ چھاڑ کے واقعات سے اس کی مزید تصدیق ہو چکی ہے۔ ورنہ جماعت احمدیہ کو معقول شرائط کے تصفیہ کے ساتھ مباہلہ سے ہرگز انکار نہیں اور نہ پہلے کبھی اُس نے انکار کیا ہے۔ خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ’’انجام آتھم‘‘ میں علماء اور گدی نشینوں کو نام بہ نام مباہلہ کی دعوت دے چکے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی مباہلہ پر آمادہ نہیں ہوا۔ دراصل مولوی منظور احمد کو اپنی طرف سے نیا چیلنج دینے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ انہیں اسی چیلنج کو منظور کرنا چاہئے تھا اور اس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ وہ پاکستان کے بڑے بڑے علماء میں سے کم از کم چالیس علماء مباہلہ میں اپنے ساتھ شامل

کرتے کیونکہ مباہلہ کوئی کھیل نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ مولوی منظور احمد تصفیۂ شرائط کی طرف آئے ہی نہیں اور از خود تاریخ مقرر کر کے عین عید الفطر کے روز ہنگامہ آرائی کی ٹھان لی اور دریائے چناب پر مباہلہ کے اجتماع کا سراسر یکطرفہ اشتہار شائع کر ڈالا۔ اس پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب جھنگ نے اس خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے کہ ایسے اجتماع سے دو فرقوں کے درمیان اشتعال اور منافرت پیدا ہو گی دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ اگر مولوی منظور احمد مباہلہ کی دعوت میں سنجیدگی اختیار کرتے اور اسے ہنگامہ آرائی اور فساد کا ذریعہ نہ بناتے تو بعد تصفیہ شرائط بغیر کسی ہنگامہ آرائی کے مباہلہ وقوع میں آ سکتا تھا جس سے حکومت کو بھی کوئی تشویش پیدا نہ ہوتی۔

امید ہے اس وضاحت کے بعد بعض اخباروں کی پھیلائی ہوئی یہ غلط فہمی دور ہو جائے گی کہ جماعت احمدیہ مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھی۔ جماعتِ احمدیہ اسلامی طریق کے مطابق بعد تصفیہ شرائط مباہلہ کے لئے ہر وقت تیار ہے لیکن وہ کسی فتنہ انگیز کو اس کی آڑ میں کھل کھیلنے کا موقع بہم پہنچانے کو ملکی اور قومی مفادات کے ساتھ غدّاری تصوّر کرتی ہے''۔[12]

پنجا گڑھ میں آتشزدگی اور جماعت کی بےلوث خدمات

پنجا گڑھ ضلع دیناج پور (مشرقی پاکستان) سے ملحق ''نیا بستی'' میں ۱۶ مارچ ۱۹۶۳ء کو ڈیڑھ بجے دن یکا یک آگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور خوفناک آتشزدگی نے پوری بستی کو خاکستر کر کے رکھ دیا اور ہزار ہا لوگ بے خانماں ہو گئے۔

جماعت احمدیہ احمد نگر کے افراد جن کی تعداد چوّن (۵۴) تھی ایک نظامِ عمل کے ماتحت مسلسل تین روز تک اس حادثہ سے متاثر افراد کی بےلوث خدمات بجا لاتے رہے۔ چنانچہ انہوں نے انتیس مکان تعمیر کئے۔ حسب ضرورت سامان مہیا کر کے دیا اور کچھ چاول اور نقدی بھی تقسیم کی۔ الغرض خدمت خلق کے جذبہ کے تحت بڑے جوش اور اخلاص سے کام کیا۔[13]

مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء

سیدنا فضل عمر المصلح الموعود نے اکتالیس سال قبل ۱۹۲۲ء میں متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ مجلس مشاورت کی بنیاد رکھی تھی۔ انہی دعاؤں کی برکت ہے کہ اس عظیم ادارہ کو سلسلہ احمدیہ کے نظام عمل میں ہمیشہ ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل رہی ہے اور اس کے انعقاد سے جماعت ایک نئی زندگی نئے جوش اور

نئے ولولہ سے ہمکنار ہوتی ہے۔یہی نظارہ ۱۹۶۳ء میں بھی دکھائی دیا۔

اس سال یہ مبارک مجلس ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہال میں منعقد ہوئی۔حضرت مصلح موعود کے ارشاد کی تعمیل میں صدارت کے فرائض حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے انجام دیئے اور آپ نے تینوں دن اپنی فراست، معاملہ فہمی، اصابت رائے، نکتہ نوازی اور قوّتِ بیانیہ سے گویا مسحور کئے رکھا۔کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ مشاورت آپ کی زندگی کی آخری مشاورت ثابت ہوگی۔

اس پُر وقار مجلس کی کارروائی میں مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر صوبائی و سیکرٹری نگران بورڈ کو حضرت قمر الانبیاء کی معاونت کا شرف حاصل ہوا۔مجلس میں اصلاح وارشاد کے کام کی وسعت، رشتہ ناطہ کی مشکلات کا حل، لاہور میں احمدیہ ہوسٹل کا قیام، مربیان سلسلہ کے لئے مرکزی مقامات میں مکانات کی تعمیر وغیرہ اہم امور زیر غور آئے اور مندرجہ ذیل اہم رپورٹس پڑھ کر سنائی گئیں۔

رپورٹ نگران بورڈ، رپورٹ صیغہ جات متعلقہ تعمیل فیصلہ جات، رپورٹ سیمینار اصلاح وارشاد، رپورٹ انسداد فتنہ مسیحیت، رپورٹ انسداد فتنہ مخالفین احمدیت، رپورٹ اشاعت لٹریچر، رپورٹ وفد مشرقی پاکستان۔

یہ سب رپورٹیں جماعت احمدیہ کی ترقی پذیر جدوجہد کی آئینہ دار تھیں جن سے یہ حقیقت نمایاں تھی کہ مشکلات کے باوجود خدا کے اس پاک اور آسمانی سلسلہ کا قدم سرعت کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے بھی اس موقع پر ایک رپورٹ پیش فرمائی جس میں دوستوں کو نہایت موثر طریق سے دو امور کی طرف توجہ دلائی۔اوّل یہ کہ جماعت کے خلاف فتنہ پھر سر اٹھا رہا ہے۔ہمارا توکّل، ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہے۔وہی ہماری پناہ ہے اور ہمیشہ وہی ہماری سپر بنے گا۔مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سو جائیں۔ہمیں چاہئے کہ ہم چوکس اور بیدار رہیں اور فروتنی، تبلیغ، حکومت سے تعاون اور عاجزانہ دعاؤں سے اس ابھرتے ہوئے فتنہ کو دبانے کی کوشش کریں۔

دوسرے یہ کہ صرف یہی کافی نہیں کہ کتابیں اور اشتہار شائع کئے جائیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے پاس کافی تعداد میں علماء کی ایک ایسی جماعت ہو جنہوں نے خدمت دین کے لئے اپنی

زندگیاں وقف کر رکھی ہوں۔ پس دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں اپنے بچوں کی زندگیاں وقف کریں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیات طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرے''۔الخ[14]

مجلس مشاورت میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے تحریک جدید کی عظیم الشان عالمی مساعی پر بہت دلچسپ اور اثر انگیز پیرایہ میں روشنی ڈالی اور بتایا کہ دنیا کے ۳۲ ممالک میں ہمارے مرکزی مشن موجود ہیں جن کی تعداد ۶۲ ہے۔کل مبلغین تحریک جدید ۹۰ ہیں جن میں سے ۶۹ کے قریب ممالک بیرون میں مصروف جہاد ہیں۔تحریک جدید کے زیر انتظام اب تک ۲۹۱ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔انہوں نے غیر زبانوں میں سلسلہ کے لٹریچر کی اشاعت کا تذکرہ بھی فرمایا۔

نمائندگان شوریٰ نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں سفارش کی کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور انجمن تحریک جدید کے بجٹ بابت ۶۴-۱۹۶۳ء بتفصیل ذیل منظور فرمائے جائیں جسے حضور نے مع دیگر تمام سفارشات کے شرف قبولیت بخشا۔[15]

بجٹ صدر انجمن احمدیہ آمد و خرچ (۲۶۷۸۷۷۸)

بجٹ انجمن تحریک جدید آمد و خرچ (۳۰۴۸۳۰۰)

مجلس کی آخری نشست میں صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے تحریک دعا کی غرض سے حضرت مصلح موعود کی صحت سے متعلق ڈاکٹری رپورٹ پیش کی کہ حضور کی علالت کی کیفیت ایک ہی حالت میں رہی ہے نہ تو بظاہر ترقی محسوس ہوئی ہے نہ کوئی کمی بایں ہمہ حضور اہم جماعتی امور میں براہ راست ہدایات جاری فرماتے ہیں۔جماعت کے نام پیغامات جو چھپتے ہیں خود لکھواتے ہیں نیز صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے جو ضروری معاملات حضور کے سامنے پیش ہوتے ہیں ان پر بنفس نفیس احکام صادر فرماتے ہیں۔

حضور کے علاج کی نسبت بتایا کہ ڈنمارک کے مشہور ڈاکٹر میتھی سن (Methi Sun) اور ان کے اسسٹنٹ کو اکتوبر ۱۹۶۲ء میں بلوایا گیا تھا۔وہ فزیکل تھریپی (physical therapy) یعنی مالش کے ذریعہ علاج کے ماہر ہیں۔چند روز انہوں نے مالش اور ورزشوں کے ذریعہ علاج کیا مگر اس طریق علاج سے صرف پہلے ہفتہ کچھ فائدہ محسوس ہوا۔کینیڈا کے ایک مشہور ماہر اعصاب سے بھی رابطہ

کیا گیا ان کا جواب یہ تھا کہ جو علاج کیا جا رہا ہے وہی بہترین ہے۔ دیسی طب کے مجرب نسخے بھی زیر استعمال لائے گئے۔ ہومیو پیتھک علاج کے لئے صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے کلکتہ کے ایک ماہر ڈاکٹر سے (مفصل کوائف بھجوا کر) مشورہ حاصل کیا۔ جس کے مطابق علاج جاری ہے۔

اس رپورٹ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اختتامی خطاب فرمایا جس میں جماعت کے نمائندوں، مقامی جماعتوں، مقامی امراء، ضلع وار امراء اور علاقائی امراء کو نہایت تاکید کے ساتھ اس فرض کی طرف توجہ دلائی کہ ''وہ چوکس ہو کر ان دنوں میں اپنی زندگی گذاریں اور جماعت کے خلاف جو فتنے اٹھ رہے ہیں ان پر گہری نظر رکھیں اور ان کے خلاف جو بھی تدابیر وہ پُرامن طریق پر اختیار کر سکتے ہوں ان کو اختیار کریں اور حکام کو بھی ان سے مطلع رکھیں''۔

آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے نکلی ہوئیں وہ قیمتی نصائح پڑھ کر سنائیں جو رسالہ ''الوصیت'' میں درج ہیں اور جن کا آغاز ان مبارک ارشادات سے ہوتا ہے کہ:۔

> ''تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ الخ'' 16

مشاورت کے متعلق ایک دوست کے تاثرات

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

''شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ و امیر جماعت احمدیہ لائلپور ایک بڑے مخلص اور بہت سمجھدار دوست ہیں۔ انہوں نے مشاورت سے واپس جانے کے بعد مجھے ایک خط اپنے تاثرات کے متعلق لکھا ہے جو میں دوستوں کی اطلاع کے لئے الفضل میں بھجوا رہا ہوں۔ مشاورت کے تینوں دن میں تو سر درد اور حرارت اور ہائی بلڈ پریشر میں مبتلا رہا۔ مگر یہ شکر کی بات ہے کہ مخلص دوستوں اور

نوجوانوں نے کام کو فی الجملہ اچھے رنگ میں سنبھالے رکھا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جماعت کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ہمارے بوڑھوں اور نوجوانوں اور مردوں اور عورتوں اور مرکزی کارکنوں اور مقامی عہدیداروں کی روح القدس سے نصرت فرمائے۔ شیخ صاحب موصوف کا خط درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مخدومنا۔ السلام علیکم۔ تین باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) مشاورت بفضل خدا نہایت خیر و خوبی اور حسنِ انتظام سے نیک نتائج کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔ الحمدللہ

(۲) میرے آقازادوں ناصر احمد صاحب، مبارک احمد صاحب، منور احمد صاحب، طاہر احمد صاحب، رفیع احمد صاحب اور پھر وسیم احمد صاحب اور انور احمد صاحب نے اس وقت جس خوبی سے سینہ سپر ہو کر جماعتی کاموں کو سنبھالا ہوا ہے۔ مجھے اس سے خاص خوشی ہوتی ہے اور جماعت میں بھی یہ احساس جا بجا پایا جاتا ہے۔ ابنائے فارس کے مصداق مذکورہ اصحاب ہیں۔ خصوصاً مرزا منور احمد صاحب کی ڈیوٹی بہت مردانگی اور فولادی اعصاب کو چاہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ اظہر احمد صاحب اور نعیم احمد صاحب نے بھی اچھے انداز میں خدمت سلسلہ کا کام شروع کیا ہے اور مجید احمد صاحب افریقہ میں خدمت بفضلہٖ سر انجام دے رہے ہیں۔

(۳) محترم ملک غلام فرید صاحب نے تفسیر قرآن کو لمبی محنت کے بعد باوجود بیماری کے مکمل کر لیا ہے۔ الحمدللہ۔ میرے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ یا مرکز کی طرف سے ایک تقریب کے ذریعہ ان کی خدمات کا اعتراف اشاعت تفسیر اور غیر مبائعین کے بے جا تفاخر کے بارے میں مفید ہوگا۔ ملک صاحب تو بے نفس اور بے ریا مخلص ہیں۔ لیکن میری یہ تجویز اگر مفید خیال کی جائے تو اسے زیرِ غور لایا جائے۔ بعض نیکیاں قدر افزائی سے فروغ پاتی ہیں کہ

دیئے سے دیا یونہی جلتا رہا ہے

(خاکسار محمد احمد)

جلسہ سیرت النبی ﷺ اور علماء رحیم یار خاں کا مسلح مظاہرہ

پنجاب کی سابق ریاست بہاولپور میں رحیم یار خاں مشہور شہر ہے۔ یہاں جماعت احمدیہ کی طرف سے ۳۰، ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ مقرر تھا جسے علماء رحیم یار خاں نے مسلح مظاہرہ کر کے رکوا دیا۔

بہاولپور کے اخبار ’’رہبر‘‘ نے اپنی ۲/اپریل ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں اس مظاہرہ کی تفصیل پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:

’’جماعت احمدیہ کے امیر ضلع چوہدری فضل احمد صاحب باجوہ آڑھتی غلہ منڈی نے ۳۰، ۳۱ مارچ کو رحیم یار خان میں بالمقابل گرلز ہائی سکول کارخانہ میں جلسہ عام کی اجازت لی تھی۔ جب اس جلسہ کے ہینڈ بل تقسیم ہو گئے اور پوسٹر لگائے گئے تو شہری لوگوں نے غم وغصہ کا اظہار کیا اور ایک وفد ترتیب دیا .... یہ وفد ڈپٹی کمشنر کو ملا اور جلسہ کی منسوخی کا مطالبہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر نے ایس پی رحیم یار خاں سے رپورٹ طلب کی۔ فضل احمد صاحب باجوہ احمدی نے کہا کہ ہم نے حامد رضا وکیل سے کارخانہ مذکور میں جلسہ کرنے کی اجازت لی ہوئی ہے اور جب حامد رضا کا بیان لیا گیا تو اس نے منظوری دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے .... نہیں معلوم تھا کہ جلسہ جماعت احمدیہ کا ہے فضل احمد باجوہ نے مجھے کہا تھا کہ ہم سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلسہ کر رہے ہیں۔ اس لئے میں نے اجازت دے دی تھی مگر اب مَیں اس جگہ پر جلسہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ چنانچہ اس کے انکار پر ڈی ایس پی نے ڈی سی کو رپورٹ کر دی۔ اس کے باوجود شہر میں کشیدگی پائی جاتی رہی۔ کل چار بجے کسی شخص نے مولوی غلام ربانی کو فون پر اطلاع دی کہ جماعت احمدیہ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ مولوی مذکور تین چار صد افراد جن میں بندوقوں، کلہاڑیوں، لاٹھیوں سے مسلح افراد کی تعداد بھی کافی تھی روانہ ہو گئے اور جلسہ گاہ پر دیکھنے کے لئے منتخب جگہ پر پہنچے تو معلوم ہوا اطلاع غلط دی گئی۔ اس کے بعد تمام لوگ جلوس کی شکل میں شہر کی سڑکوں اور بازاروں سے گزرے اور احمدیہ ارکان اب بھی جلسہ کی اجازت لینے کی کوشش کر رہے ہیں‘‘۔

اس خبر سے ظاہر ہے کہ جلسہ سیرت النبی ﷺ کا تھا اور اسی وجہ سے حامد رضا صاحب وکیل نے کارخانہ میں جلسہ کرنے کی اجازت دی تھی جس وفد نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے مل کر جلسہ کی منسوخی کا مطالبہ کیا۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے انہیں نفی میں جواب دیا اور فرمایا کہ جماعت کو جلسہ کرنے کا حق ہے۔ وہ کرے گی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حامد رضا صاحب کا قصد کیا گیا۔ جب حامد رضا صاحب نے فضا مکدر دیکھ کر کارخانہ میں جلسہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ تو ڈی ایس پی صاحب کی رپورٹ پر جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے پہلی اجازت منسوخ کر دی۔ اور ادھر ڈی ایس پی صاحب اور بعض ماتحت افسران پولیس نے شہر کی فضا کو خراب پا

کر جماعت احمدیہ رحیم یار خان سے خواہش کی کہ جلسہ نہ کیا جائے۔اس لئے جماعت احمدیہ نے افسران حکومت سے تعاون کرتے ہوئے کسی اور مقام پر جلسہ کرنے کا خیال بھی ترک کر دیا۔تا افسران حکومت کو کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ یہ وہ صورت حال تھی جس سے متاثر ہو کر امیر جماعت احمدیہ رحیم یار خاں نے نہایت دردمندانہ دل کے ساتھ ایک مختصر سا پمفلٹ شائع کیا۔جس کا عنوان تھا ''جلسہ سیرت النبی ﷺ سے رحیم یار خان کے معزز علماء کو شدید خطرہ'' اس پمفلٹ پر حضرات علماء سے یہ اپیل کی گئی کہ وہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ فرمائیں اور اپنی پوری زندگی اسوۂ رسولؐ کے قالب میں ڈھال دیں۔ کیونکہ عشق رسول کے جذبہ کا احیاء اور نظام اسلامی کا قیام اسی پر موقوف ہے۔

اس محبت بھری درخواست کے جواب میں اراکین جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کی مسجد رحیم یار خاں کی طرف سے ایک پمفلٹ ''عوام مسلمانوں کو دھوکا دینے کی ناپاک سازش'' کے عنوان سے شائع کیا گیا۔جس میں جماعت احمدیہ کو دھوکا باز،فریبی،منافق وغیرہ القاب سے یاد فرماتے ہوئے علمائے رحیم یار خان کو ناموس رسالت کا علمبردار قرار دیا ہے۔اور مسلح مظاہرہ کروانے پر دل کھول کر سراہا گیا۔[17]

حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کو شاہ مراکش کا خراج تحسین

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اہل مراکش کے لئے جوشاندار خدمات سرانجام دیں مراکش کے شاہ حسن نے اپریل ۱۹۶۳ء میں حضرت چوہدری صاحب کو زبردست خراج تحسین ادا کیا۔

اس ضمن میں اخبار ''پاکستان ٹائمز'' (The Pakistan Times) کے خصوصی نامہ نگار مقیم نیویارک نے حسب ذیل خبر دی:

"United Nations, April 4: Morocco's king Hassan spent most of his day at the United Nations today. In the morning after a short private conference with U Thant on the 28th floor, he came down to the second floor for the inauguration of the mosaic panel, a gift from Morocco to the U.N.

Short speeches were made right under the panel, while photographers and cameramen crowded on the steps of the

escalator which faced the panel and had been immobilised for the occasion.

The King then descended to the first basement where conference room IV is located - the large room where the Political Committee usually holds its session.

Chaudhri Mohammad Zafrullah Khan, this month's Chairman of the Afro-Asian Group, greeted the King at the door. He said he was glad to greet "not only the exalted King but also a friend." It was a happy coincidence, he added, that it should be Pakistan's turn to preside over the Group's meeting.

The meeting was held as usual behind closed doors.

The King said in reply that his father as well as the Moroccan people owed a debt of gratitude to Chaudhri Zafrullah for ever because at the time when Morocco had very few friends, it was Chaudhri Zafrullah who was fighting for her cause.

He said the fact that there is an Asian Secretary-General and that Chaudhri Zafrullah is also Assembly President shows what place of eminence the Afro-Asian Group has come to achieve today in the United Nations.

In answer, Chaudhri Zafrullah thanked him and said that King Hassan's work is an inspiration to the entire Group.

The King was the chief guest in the evening at a dinner arranged by U Thant."[18]

یونائیٹڈ نیشنز۔ شاہ مراکش حسن ثانی جو آجکل امریکہ کے سرکاری دورہ پر ہیں۔ جب اقوام متحدہ کا صدر دفتر دیکھنے گئے اور یو این او عمارت میں داخل ہوئے تو چوہدری محمد ظفر اللہ خان جو افریقی ایشیائی گروپ کے ماہ رواں کے صدر ہیں نے شاہ موصوف کا استقبال کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک

شاہِ ذی شان کا ہی نہیں بلکہ اپنے ایک دوست کا بھی خیر مقدم کر رہا ہوں۔آپ نے مزید فرمایا یہ عجیب حسن اتفاق ہے ایسے خوشگوار موقعہ پر جبکہ شاہ مراکش یہاں تشریف لائے ہیں باری کے لحاظ سے افریقی ایشیائی گروپ کے اجلاس میں صدارت کے فرائض کی انجام دہی پاکستان کے حصہ میں آئی ہے۔

شاہ حسن صاحب نے جوابی تقریر میں فرمایا کہ:۔

''میرے والد محترم کی طرح اہل مراکش محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کے ہمیشہ ممنون احسان رہیں گے کیونکہ ایسے وقت میں کہ جب چند ایک کے سوا مراکش کا کوئی دوست نہ تھا۔ یہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان ہی تھے کہ جنہوں نے مراکش کی حمایت میں آواز بلند کی اور اس کے مفاد کے لئے سینہ سپر ہوئے۔''

نیز شاہ نے کہا کہ یو این او کے سیکرٹری جنرل اور جنرل اسمبلی کے صدر دونوں ایشیاء سے تعلق رکھتے ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ افریقی ایشیائی گروپ کو یو این او میں کتنا نمایاں اور بلند مقام حاصل ہو چکا ہے۔

آخر میں جناب چوہدری ظفر اللہ خان نے شاہ مراکش کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ حسن کا کام افریشیائی گروپ کے لئے حوصلہ افزائی کا سبب ہے۔

ضلع لاڑکانہ اور ضلع نواب شاہ کے اجتماعات اور صدر مجلس انصار اللہ کے پیغامات

اس سال ۱۶، ۱۷ مارچ ۱۹۶۳ء کو رحیم آباد میں اور ۱۳۔۱۴ر اپریل ۱۹۶۳ء کو مسن باڈہ میں بالترتیب ضلع نواب شاہ اور ضلع لاڑکانہ کی مجالس انصار اللہ کے کامیاب اجتماعات ہوئے۔صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنی طرف سے اور مجلس مرکزیہ کی طرف سے شیخ محبوب عالم صاحب خالد قائد عمومی کو اجتماع ضلع نواب شاہ کے لئے بطور نمائندہ بھجوایا اور اجتماع کے لئے ایک خصوصی پیغام دیا جس میں قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک ملفوظات کے پیش نظر تلقین فرمائی کہ اتحاد و اتفاق کی نعمت کی ہمیں دل سے قدر کرنی چاہیئے ۔ اور کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہونی چاہیئے جس سے اس کو ٹھیس لگے۔اسی طرح آپ نے انصار اللہ ضلع لاڑکانہ کو بھی نصیحت فرمائی کہ وہ رشتہ اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر کریں اور سلسلہ کے عہدیداروں سے ہر طرح تعاون کرتے ہوئے ان کی ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔[19]

کتاب ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ کی ضبطی ۔

زبردست عالمی احتجاج اور حق وانصاف کی فتح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام، قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو کتاب ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ تصنیف فرمائی۔ قیام پاکستان تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے لیکن اس سارے عرصہ میں عیسائی حکومت نے اسے لائق تعزیر نہیں گردانا۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں بھی یہ چھپی، اس وقت بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ برّصغیر پاک وہند کے علاوہ غیر ملکی زبانوں میں بھی یہ کتاب ممالک غیر میں شائع ہوئی اور کسی جگہ اسے ضبط نہیں کیا گیا اور نہ اسے امن عامہ کے منافی تصور کیا گیا۔ الغرض اس پُر معارف کتاب سے دنیا کے کسی خطہ میں کوئی تلخی اور کشیدگی پیدا نہیں ہوئی۔ ان حقائق کے باوجود حکومت مغربی پاکستان نے ۱۷/اپریل ۱۹۶۳ء کے ایک غیر معمولی گزٹ کی رو سے اسے بحق سرکار ضبط کر لیا اور اس سراسر غیر منصفانہ اور غیر دانشمندانہ اقدام کا جواز یہ پیش کیا گیا کہ اس سے عیسائیوں کی دلآزاری ہوتی ہے اور دونوں فرقوں کے درمیان کشیدگی سے ملکی فضا کے مکدر ہونے کا امکان ہے۔

اُن دنوں فروغ عیسائیت کی خبروں سے پورے ملک میں اضطراب وتشویش پھیلی ہوئی تھی حتّٰی کہ اسمبلی میں یہاں تک مطالبات کئے جا رہے تھے کہ عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کر دینی چاہیئے اور ان کے تعلیمی اور معالجاتی اداروں کو سربمہر کر دینا چاہیئے مگر افسوس حکومت مغربی پاکستان نے اس مقدس تحریر پر پابندی عائد کر دی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کے سیلاب کو روکنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور قرآن کی عظمت شاں کو اجاگر کرنے کے لئے رقم فرمائی۔

اس موقعہ پر پاکستان اور دنیا بھر کی جماعت ہائے احمدیہ کا ردّعمل نہایت شدید اور اپنی نظیر آپ تھا۔ ان کا مضطرب اور بے چین ہونا ایک طبعی امر تھا کیونکہ انہیں عیسائیت سے لڑی جانے والی تبلیغی جنگ کے دوران عین میدان کارزار میں ایک نہایت اہم اور موثر ترین روحانی ہتھیار سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ضبطی کی جگر پاش اور اندوہناک خبر پر شرق وغرب اور عرب وعجم کی احمدی

جماعتیں دیوانہ وار اٹھ کھڑی ہوئیں اور اسلامی غیرت کا بے مثال مظاہرہ کرتے ہوئے ریزولیوشنوں اور احتجاجی مراسلوں کے ذریعہ اس کثرت سے اپنے دلی غم وغصہ کا اظہار کیا کہ گویا ملک میں احتجاجوں کا ایک سیلاب آ گیا۔[20]

اس سلسلہ میں ۶ مئی ۱۹۶۳ء کو مسجد مبارک ربوہ میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں اہل ربوہ نے حکومت سے اس غیر منصفانہ حکم کو فوری طور پر واپس لینے کا مطالبہ کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد منظور کی۔ (یہ قرارداد چوہدری محمد صدیق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ نے پیش کی تھی۔)

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کے ضبط کئے جانے کے بارے میں حکومتِ مغربی پاکستان نے جو حکم دیا ہے۔ ہم ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ اس کے خلاف پُرزور احتجاج کرتے ہیں......اس کتاب کی ضبطی کے بارہ میں جو وجہ بیان کی گئی ہے۔ وہ حقائق پر مبنی نہیں۔ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی تھی اور گزشتہ چھیاسٹھ سال میں اس کے کم از کم سات ایڈیشن اردو اور انگریزی شائع ہو چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں مختلف ممالک میں پھیل چکی ہے۔ اور ہر زمانہ میں عیسائی مناد، مناظرین اور علماء کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ اسی طرح مختلف مواقع پر حکام کے سامنے بھی پیش ہوتی رہی ہے لیکن کبھی کسی موقعہ پر نہ عیسائی علماء کی طرف سے اور نہ عیسائی حکام کی طرف سے پچاس سالہ دَورِ حکومت میں اسے فرقہ وارانہ کشیدگی یا منافرت کا باعث قرار دیا گیا۔ پس حکومت کا یہ اقدام صحیح معلومات اور حقیقی وجوہات پر مبنی نہیں اور بے ضرورت ہے۔

ہمارے نزدیک حکومت کا یہ اقدام غیر دانشمندانہ بھی ہے کیونکہ عیسائیت کا وہ زبردست سیلاب جو انیسویں صدی کے آخر میں ہندوستان پر اُمڈا چلا آ رہا تھا اور عوام الناس تو کیا مسلمان شرفاء اور علماء کے گھرانے بھی اس کی زد سے محفوظ نظر نہیں آتے تھے اور لاکھوں مسلمان زادے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے تھے۔ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانیت اور علم کلام کی برکت سے رک گیا۔ آپ نے نہ صرف اسلام کی طرف سے کامل دفاع کیا بلکہ عیسائیت پر ایسے زوردار حملے کئے کہ آج تک عیسائی مناد سر چھپاتے پھرتے ہیں۔ آج اگر ہمیں اس سیلاب کا رخ بدلا ہوا نظر آتا ہے تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی برکت اور آپ کے لٹریچر ہی کی بدولت ہے۔ کیا

ہماری حکومت اسلام کے اس زبردست پہلوان کی خدمت کا یہ صلہ دے رہی ہے کہ آپ کی کتابوں کو ضبط کرے۔ دوسرے لفظوں میں یہ بات ایک دفعہ پھر عیسائیت کے سیلاب کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دینے کے مترادف ہوگی۔

پس ان حالات میں حکومت کا یہ اقدام نہایت غیر دانشمندانہ اقدام ہے ہمارے نزدیک حکومت کا یہ فعل نہایت غیر منصفانہ بھی ہے کیونکہ اس قسم کی پابندی قانون کی کسی عدالت میں یا عقلمند دنیا کی رائے کی عدالت میں ایک منٹ کے لئے بھی ٹھہر نہیں سکتی۔

ہمارے نزدیک حکومت کا یہ اقدام مذہبی معاملات میں دخل اندازی کے مترادف ہے اور ہمارے جذبات کو سخت مجروح کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے قرآن مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قیمتی چیز ہمارے امام کے ارشادات ہیں اور یہ چیز ہمارے لئے انتہائی دکھ اور رنج کا باعث ہے کہ ہمیں اپنے امام کے ارشادات عالیہ کو اپنے پاس رکھنے انہیں پڑھنے اور دوسروں کو پڑھانے سے قانوناً روک دیا جائے۔

نیز ہم ہرگز یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ جو شخص دنیا میں امن اور سلامتی اور آشتی اور محبت اور صلح کا پیغام لے کر آیا تھا اس کی کوئی تحریر منافرت یا دشمنی کا باعث ہو۔ لہٰذا ہم ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ بالاتفاق حکومت کے اس فعل کو سراسر غیر منصفانہ اور بے ضرورت اور غیر دانشمندانہ قرار دیتے ہوئے زبردست احتجاج کرتے ہیں اور حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ فوری طور پر اس حکم کو واپس لے لیا جاوے۔

ہم ہیں ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ'' [21]

اس قرارداد کے بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اپنے صدارتی ارشادات میں فرمایا:۔

''ہم امن پسند جماعت ہیں۔ ہمیں اسلام نے اور پھر اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یاددہانی کے رنگ میں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم قانون کا احترام کریں اور کبھی بھی قانون شکنی کے مرتکب نہ ہوں۔ ہم محض ایک شہری کی حیثیت سے ہی قانون کے احترام کو ضروری خیال نہیں کرتے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہم قانون کے احترام اور امن پسندی کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتے ہیں۔ اس سے دوگونہ فرائض عائد ہوتے ہیں ایک فرض حکومت پر اور دوسرا خود ہم پر۔

جب ایک جماعت اس درجہ پُرامن اور امن پسند ہے کہ وہ قانون شکنی کو جرم ہی نہیں بلکہ گناہ خیال کرتی اور اس سے بہرحال مجتنب رہتی ہے تو حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے جو ایسی پُرامن جماعت کا دل دکھانے والا اور اسے قلبی اذیت پہنچانے والا ہو۔ کتاب کی ضبطی کا موجودہ حکم ہوسکتا ہے حکومت نے بے خبری میں دیا ہو۔ ایسی صورت میں ہر احمدی کے لئے ضروری اور لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ حکومت کو احساس دلائے کہ اس کے اس فعل سے احمدیوں کے دل مجروح ہوئے ہیں۔ حکومتِ وقت پر یہ واضح کرنے کے لئے کہ اس قسم کے احکام لاکھوں پُرامن شہریوں کو دکھ پہنچانے والے ہیں۔ ہر احمدی مرد، ہر احمدی عورت، ہر احمدی بچے، ہر احمدی بوڑھے اور ہر احمدی جوان کا یہ فرض ہے کہ وہ حکومت کو بتائے اور یاد دلائے کہ اس کے فلاں حکم سے اسے اور اس جیسے لاکھوں انسانوں کو دکھ پہنچا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو حکومت کہہ سکتی ہے اور وہ ایسا کہنے میں حق بجانب ہوگی کہ اگر تمہیں کسی حکم سے دُکھ پہنچا تھا تو تم اسے حکومت کے نوٹس میں کیوں نہیں لائے۔

بہرحال یہ تو حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کا احترام اور اس کی سختی سے پابندی کرنے والی پُرامن جماعت کے جذبات اور حقوق کا خیال رکھے اور وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جو اس جماعت کے افراد کے لئے دکھ کا موجب ہو اور ان کے دلوں کو مجروح کرنے والا ہو۔ دوسری ذمہ داری خود ہم پر عائد ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم یہ امر کبھی فراموش نہ ہونے دیں کہ ہم قانون کے احترام کو جزوِ ایمان سمجھتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ پُرامن رہتے ہوئے ہم اپنے حقوق حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو خدا تعالیٰ کبھی ہمیں ایسی تعلیم نہ دیتا۔ ایسا خیال کرنے میں نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پر اعتراض آتا ہے کہ اس نے کیوں ایسی تعلیم دی۔ یقیناً ایسے پُرامن ذرائع موجود ہیں جن سے ہم اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں۔

اب حقوق حاصل کرنے کے دو ذرائع ہیں ایک دنیوی اور دوسرے روحانی۔ دنیوی ذریعہ تو جیسا کہ مَیں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ یہی ہے کہ ہم اپنا سینہ پھاڑ کر حکومت کے سامنے رکھ دیں اور اسے بتائیں کہ اس نے اپنے فلاں اقدام یا حکم سے کس طرح ہمارا سینہ چھلنی چھلنی کیا ہے اور روحانی ذریعہ یہ ہے کہ ہم خدا کے آگے جھکیں اور اس سے کہیں کہ اے خدا تو خود ہماری دادرسی فرما۔ ہمارے افسران حکومت کو اتنی توفیق دے کہ وہ ناانصافی کا طریق چھوڑ کر ہم کو ہمارے حق سے محروم نہ کریں۔ یا پھر تو خود ہی کوئی ایسی راہ نکال دے کہ جس سے ہم کو ہمارا حق مل جائے۔ پس دعائیں کریں، دعائیں کریں

اوراس طرح دعائیں کریں کہ رب العرش کا عرش ہل جائے اور ہماری دادرسی کے لئے آسمان سے اس کے فرشتے نازل ہوں۔اور وہ آسمان سے زمین پر آئیں اور اُن تمام روکوں کو دور کردیں۔جو ہمارے مقصدِ حیات کی راہ میں حائل ہورہی ہوں۔ہمارا مقصد اور ہمارے وجود کی علّت غائی یہی ہے کہ اسلام دنیا میں غالب آئے اور وہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں آکر آپ کے جھنڈے تلے آجمع ہوں۔پس دعائیں کریں اور خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے ہوئے اپنے اس مقصد کی طرف بڑھتے چلے جائیں۔‘‘[22]

ربوہ کے اس جلسہ عام کے چند روز بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے پاکستان کی مسلمان حکومت کو غیرت دلانے کے لئے ایک پرشوکت مضمون دو اقساط میں سپرد اشاعت فرمایا:۔

آپ نے اخبار’’کرزن گزٹ‘‘(دہلی) اور اخبار’’وکیل‘‘(امرتسر) کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلّم کلام کو زبردست خراج تحسین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

’’مسیحیوں نے اسلام کو کمزور پاکر اور مسلمانوں کو خاموش اور بے بس دیکھ کر اسلام پر اتنے حملے شروع کر دیئے تھے کہ جن کی وجہ سے اسلام کی عمارت بظاہر گرتی نظر آتی تھی۔اس لئے مقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اور خدائی حکم کے مطابق یہ دعویٰ فرمایا تھا کہ اسلام............اپنے پُرزور لٹریچر اور زبردست علمِ کلام اور روحانی نشانات سے صلیب کے زور کو توڑ کر رکھ دے گا۔چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ سے تنگ آکر عیسائیوں نے ہندوستان میں اپنے بوریئے بسترے باندھنے شروع کردیئے۔

مگر پاکستان بننے کے بعد جہاں خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزادی کی نعمت سے نوازا وہاں اس ملک میں یہ کمزوری بھی پیدا ہوگئی کہ اُسے مالی مدد کے لئے امریکہ کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا پڑا اور امریکہ نے پاکستان کی حد سے بڑھی ہوئی رواداری اور دوسری طرف مالی تنگی سے ہاتھ اٹھا کر پاکستان میں اتنے عیسائی مشنری بھجوادیئے کہ گویا اُن کا ایک سیلاب ہوگیا اور کمزور طبیعت کے مسلمان جو اپنے دین سے ناواقف تھے اسلام کو خیرباد کہنے لگے۔

ان حالات میں اس بات کی بدرجۂ اولیٰ ضرورت تھی کہ مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے پُرزور لٹریچر کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے تاکہ مسیحیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا جاسکے اور کمزور دل مسلمان اس لٹریچر کے ذریعہ سے زیادہ طاقت اور زیادہ سے زیادہ سہارا حاصل

کریں۔مگر خدا حکومت کو سمجھ دے۔ ہوا یہ کہ حضرت مرزا صاحب کے لٹریچر کو زیادہ وسیع طور پر پھیلانے اور مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط اور اُن کے قدموں میں استواری پیدا کرنے کی بجائے حکومت نے۔ ہاں مسلمان کہلانے والی حکومت نے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کی اُس کتاب کو جو آج سے چھیاسٹھ سال پہلے لکھی گئی تھی۔اور اسے مسیحی حکومت پچاس سال تک غیر معمولی فراخ دلی کے ساتھ برداشت کرتی چلی آئی تھی ضبط کرلیا تھا۔

یہ ناانصافی غالباً دنیا میں اپنی نوعیت کی اوّل درجہ کی ناانصافی ہے کہ کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کوتو پاکستان بننے سے پہلے ملک کی عیسائی حکومت پچاس سال تک برداشت کرے اور اسے قابلِ اعتراض خیال نہ کرے۔مگر اب چھیاسٹھ سال بعد جبکہ اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور دوسری طرف ملک میں مسیحی مشنریوں کا سیلاب آیا ہوا ہے حکومت پاکستان نے اسے بحق سرکار ضبط کرنا ضروری خیال کیا ہے۔حالانکہ اس میں کوئی بات ایسی نہیں جو حقیقی رنگ میں دلآزار یا اشتعال انگیز ہو۔ بلکہ جو کچھ لکھا گیا ہے مسیحی معتقدات کی بناء پر لکھا گیا ہے اگر جائز تنقید سے کسی کتاب کو ضبط کیا جاسکتا ہے۔تو پھر انجیل اور تورات کو بھی ضبط کرنا ہوگا جو بہت ہی دل آزار باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ بلکہ (خاکم بدہن) بقول دشمنانِ اسلام قرآن پاک کو بھی ضبط کرنا ہوگا جس کے بعض حصوں میں جائز طور پر عیسائیوں اور مشرکوں کے متعلق کافی سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

یہ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد تو سمجھدار وقدر شناس مسلمانوں نے آپ کی شاندار اسلامی خدمات کو انتہائی قدر شناسی کی نظر سے دیکھا اور آپ کے اسلامی لٹریچر کو سرآنکھوں پر رکھا مگر اب آکر جبکہ مسیحی مشنریوں نے اسلام کے خلاف تازہ حملے شروع کررکھے ہیں موجودہ وقت کی مسلمان حکومت حضرت مرزا صاحب کی ایک ایسی کتاب کو ضبط کرتی ہے جو آج سے چھیاسٹھ سال پہلے عیسائی حکومت کے زمانہ میں مسیحیت کے خلاف اور اسلام کی تائید میں لکھی گئی۔**العجب ثمّ العجب** !! '' [23]

آخر میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے تحریر فرمایا:۔

''پاکستان کی مسلمان حکومت یعنی صدر صاحب مملکتِ پاکستان اور گورنر صاحب مغربی پاکستان اور وزراء صاحبان مغربی پاکستان اور ہوم سیکرٹری صاحب مغربی پاکستان خدا کے نام پر اور اسلام کے نام پر اور انصاف کے نام پر اس حوالے کو دیکھیں کہ آج سے پچپن سال پہلے سمجھدار قدر شناس دردمند دل

رکھنے والے مسلمانوں نے مقدّس بانی سلسلہ احمدیہ کی اسلامی خدمات کو کس نظر سے دیکھا! مگر اس کے مقابل پر آج کے مسلمان حکّام جبکہ ملک میں عیسائی مشنریوں کا سیلاب آرہا ہے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کے متعلق کیا رویّہ اختیار کر رہے ہیں؟ دنیا کی حکومتوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کے سروں پر ایک خدا کی حکومت بھی ہے اور وہ اُن کی ناانصافی کو دیکھ رہا ہے''۔[24]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے علاوہ سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے اخبار ''الفضل'' میں ''ناروا ضبطی'' [25] کے عنوان سے اور مکرم مسعود احمد صاحب دہلوی نے ''عیسائیت کا سحر باطل کر دکھانے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا عظیم الشان کارنامہ'' [26] کے زیر عنوان پُر اثر اور مبسوط مضامین سپرد قلم فرمائے اسی طرح مولانا شیخ نور احمد صاحب منیر، [27] مولانا غلام احمد فرّخ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ [28] کے بھی عمدہ نوٹ شائع ہوئے۔

مرکز احمدیت کے احتجاج کی گونج سارے ملک اور پھر ساری دنیا میں سنائی دینے لگی۔ ہر جگہ ایک تہلکہ مچ گیا اور پاکستان کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی احمدی جماعتوں کی طرف سے احتجاجی قراردادوں، مراسلوں اور تاروں کا تانتا بندھ گیا۔ جن کے ذکر سے اس دور کا الفضل بھرا پڑا ہے۔ جہاں تک بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں کا تعلق ہے ان کا ردّعمل بھی انتہائی شدید تھا خصوصاً اُن مخلصین کا جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بے نظیر دینی لٹریچر کے طفیل دولتِ اسلام نصیب ہوئی۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے نومسلموں نے ایک متفقہ قرارداد پاس کی جس میں ضبطی پر پُر زور احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ صوبائی حکومت نے اس کتاب کو ضبط کیا ہے جو اُن عظیم کتابوں میں سے ایک ہے جن کے طفیل ہمیں عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ نیز کہا ہم اس امر کو مذہبی آزادی کی جڑوں پر تبر سے کم نہیں سمجھتے کہ ایک پُر امن جماعت کے ہاتھوں سے اس کی واجب التعظیم کتاب کو چھین لیا جائے۔[29]

☆ ایک سوئس نو احمدی ایم فلوکی گر (M Fluchiger) نے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کے نام ایک پُر درد اور پُر سوز مکتوب میں لکھا کہ ہم یورپین نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی گرانقدر کتب پڑھ کر ہی اسلام قبول کیا ہے۔ ہم آپ کی تحریرات کے ایک ایک لفظ کو مقدس سمجھتے ہیں اور اُن کا لفظ لفظ ہمیں بے حد عزیز ہے۔ کتاب کی ضبطی کے اقدام سے ہمیں بے حد دکھ پہنچا ہے اور علی الخصوص میں اپنے آپ کو ایک دُکھی انسان محسوس کرتا ہوں۔[30]

☆ احمدیہ کمیونٹی کے جاپانی نژادممبروں کے جنرل سیکرٹری (نوراحمد) ہیکاردٹا کاری نے صدر پاکستان کی خدمت میں لکھا:۔

’’اس اقدام سے ہم احمدیوں کے جذبات شدید طور پر مجروح ہوئے ہیں کیونکہ عیسائی اپنی بائبل کو جتنا مقدّس اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں ہم احمدی اپنے سلسلہ کے بانی حضرت احمد علیہ السلام کی تحریرات کواس سے کم مقدس اورواجب التعظیم نہیں سمجھتے۔اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حکومت کا یہ اقدام بائبل یا ایسی ہی کسی مقدّس کتاب کی اشاعت پر پابندی عائد کرنے کے مترادف ثابت ہوتا ہے۔اسے ہم لاعلمی سے تعبیر کر سکتے ہیں یا پھر بعض ملازمین کے تعصب سے۔ہم جماعت احمدیہ کے جاپانی اراکین عیسائیت، شنٹوازم اور بدھ مت وغیرہ مذاہب کو ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ہم کو اسلام کی طرف کھینچ لانے کا ذریعہ حضرت احمد علیہ السلام کی ذات اور آپ کی تحریرات ہی تھیں اس لحاظ سے ہمیں حکومت مغربی پاکستان کا یہ اقدام اسلام دوستی پر ہی نہیں بلکہ عیسائیت نوازی پر مبنی نظر آتا ہے۔

ہم جاپانی ممبران جماعت احمدیہ حکومت کے اس غیر مناسب اقدام کے خلاف پُرزور احتجاج کرتے ہیں۔ یہ اقدام مذہبی آزادی کے بنیادی انسانی حق کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اس حق تلفی کا فوری طور پر ازالہ کیا جائے اور ایسے اقدامات عمل میں لائے جائیں جن سے اس امر کی ضمانت مل سکے کہ آئندہ کسی ایسے اقدام کا اعادہ ممکن نہیں ہوگا۔ یہ چیز بیرونی دنیا میں آپ کے ملک کے وقار کو بڑھانے اور اسے سر بلند کرنے کا موجب ہوگی۔[31]

☆ سٹاک ہالم (سویڈن) کے نواحمدی سیف الاسلام محمود ارکسن اعزازی مبلغ نے لکھا۔

’’ہم پوری شدت کے ساتھ ضبطی کے اس حکم کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور حضرت احمد علیہ السلام نے اس کتاب میں اسلام پر سراج الدین نامی ایک عیسائی کی طرف سے کئے گئے اعتراضوں کا ہی جواب دیا ہے۔کتاب دیگر ادیان اور علی الخصوص عیسائیت کے بالمقابل اسلام کے حق میں بہت سے مضبوط دلائل پر مشتمل ہے۔ایک اسلامی مملکت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ ایک ایسی تحریک کا ہاتھ بٹائے جس نے ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے۔ نہ یہ کہ وہ اس کے لٹریچر کو ضبط کر کے اشاعت اسلام کی راہ میں رکاوٹیں

کھڑی کرے۔ یہ اقدام اس لئے بھی ناقابل فہم ہے کہ اس کا یہ لٹریچر تو پاکستان کے ابتدائی ایام سے ہی آزادانہ طور پر اشاعت پذیر ہوتا چلا آرہا ہے۔‘‘[32]

☆ عبدالکریم ڈنکر (Abdul Karim Duncker) نائب صدر جماعت ہائے احمدیہ مغربی جرمنی نے صدر پاکستان کی خدمت میں حسب ذیل تار دیا۔

ہمارے جان و دل سے عزیز امام مقدّس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کی ضبطی ہمارے جذبات کو انتہائی طور پر مجروح کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ اسلام اور پاکستان کے لئے احمدی غیر معمولی قربانیاں کر رہے ہیں جرمنی میں احمدی جماعتیں اس کے ایک زندہ ثبوت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ اس معاملہ میں براہ راست مداخلت فرما کر حکومت مغربی پاکستان کے اس حکم کو منسوخ کرائیں۔ ہم انصاف کے طالب ہیں۔[33]

☆ مکرم بشیر بلوچر صاحب (Bashir Blucher) سیکرٹری جماعت احمدیہ مغربی جرمنی تحریر کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہمبرگ (مغربی جرمنی) نے متفقہ قرارداد پاس کی کہ:۔

’’ہم یہ امر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم جرمنی کے احمدی ہیں۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کو پڑھ کر ہی اسلام قبول کیا ہے۔ مغربی ممالک میں ان کتابوں نے اسلام کے حق میں ایک ہلچل مچا دی ہے۔ ہم احمدیوں پر ایک نہایت ضروری فریضہ کے طور پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم احمدیت کے پیغام کو ساری دنیا تک پہنچائیں۔ اس اہم فریضے کی ادائیگی صرف اور صرف جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ حکومت مغربی پاکستان نے مفاد اسلام کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی کی ہے۔ یہ خبر ہمیں شدید صدمہ پہنچائے اور ہلائے بغیر نہ رہ سکی۔ اس لئے ہم اپنے پورے دل کے ساتھ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔‘‘ [34]

☆ مکرم محمد درجنانی صاحب لبنان تحریر کرتے ہیں کہ لبنان کے احمدیوں نے گہرے رنج وغم اور درد واَلم کا اظہار کرتے ہوئے عربی میں ایک متفقہ قرارداد پاس کی۔ اس کے ایک حصہ کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

’’ہمیں اس بات کا یقینی علم ہے کہ ہمارے امام نے جو کتابیں تصنیف فرمائی ہیں وہ پاک اور نہایت عمدہ اور قیمتی ہیں اور اس زمانہ میں اسلام کی تقدیس اور اس کی بلند شان کی علمبردار ہیں پھر اس زمانہ میں بحث وتمحیص کے طریقے اور دینی علمی اور اصلاحی میدان میں اعلیٰ پایہ کی تفسیر جو

فصاحت و بلاغت اور قطعی دلائل سے پُر اور انسانی قلوب میں ایمان کی تجدید اور پختگی کا باعث بنتی ہیں ۔ آپ ہی کے وجود باجود کے طفیل ظہور پذیر ہوئی ہیں ۔

لہٰذا ان عظیم خدمات اور قیمتی مؤلفات کی بنا پر جو اسلام کی سربلندی کا باعث ہیں ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ہر قسم کے اعزاز اور احترام کے مستحق تھے اور پاکستان کی اسلامی حکومت کو چاہیئے تھا کہ وہ اس عظیم امام (علیہ السلام) کی کتب کی تائید کرتی اور ان کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی حوصلہ افزائی کرتی ۔ چہ جائیکہ ان کے خلاف اس قسم کا مخالفانہ رویہ اختیار کیا جاتا اور یہ سلوک اس امر کے باوجود کیا جارہا ہے کہ برّصغیر ہندو پاک پر غیر ملکی عیسائی حکومت کے دور اقتدار میں ان کے خلاف کوئی اعتراض نہ ہوا تھا اور نہ کوئی تعزیری کارروائی ہی کی گئی تھی ۔

ان حالات کی روشنی میں ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس غیر منصفانہ حکم کو جو کتاب مذکور کے بارہ میں صادر کیا گیا ہے اور جس نے ہمارے دلوں کو بُری طرح مجروح کیا ہے فوراً منسوخ کرے اور اسے دوبارہ شائع کرنے اور لوگوں کے لئے اس سے استفادہ کرنے کی مکمل آزادی کو بحال کرے ۔'' [35]

☆ جنوبی عرب کی فیڈریشن کے احمدی اراکین نے ضبطی کے حکم کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھا:۔

''برطانوی حکومت (جو بلاشبہ ایک عیسائی حکومت تھی) کے پچاس سالہ دور میں اور پاکستان کی سابقہ حکومتوں کے سولہ سالہ دور میں کبھی بھی اس قسم کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں میں منافرت پیدا ہورہی ہے ۔ ایسا تو کبھی اُس وقت بھی سُننے میں نہیں آیا جب عیسائیوں اور مسلمانوں میں باہم مقابلہ اپنی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا ۔ اب یکا یک یہ کتاب اتنی خطرناک کس طرح بن گئی کہ اسے ضبط کرنے کی نوبت آ گئی ۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آ سکتی ۔ کتاب کی بلا وجہ ضبطی پر ہم اپنے آپ کو بہت رنجیدہ اور غمزدہ محسوس کرتے ہیں ۔

پھر یہ بات ایک مسلمان حکومت کے لئے کتنی غیر دانشمندانہ نظر آتی ہے کہ وہ عیسائیت کے بالمقابل مسلمان مبلغین سے ان کا ایک مؤثر اور کارگر ہتھیار چھین کر انہیں غیر مسلح کر دے ۔ جب کہ یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ عیسائی حکومتیں بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر اپنے مشنریوں کی مدد کرتی ہیں ۔'' [36]

☆ جماعت احمدیہ آئیوری کوسٹ مغربی افریقہ کے پریذیڈنٹ یوسف سیلا صاحب (Yusuf Sylla) نے صدر مملکت کے نام اپنے احتجاجی مکتوب میں لکھا:۔

''وہی موثر، قائل کر دینے والے، معقول اور بیّن دلائل جن کی وجہ سے ہم میں سے بہتوں نے عیسائیت کو خیر باد کہہ کر اسلام قبول کیا۔ ہماری مسلمان حکومت کو قابل اعتراض نظر آنے لگے۔ یہ ایسی عجیب بات ہے کہ ہم تو اسے تصور میں بھی نہیں لا سکتے۔'' [37]

ان جماعتوں کے علاوہ برما، شمالی بورنیو، سنگاپور، سیلون، ماریشس، عدن، کمپالہ، نیروبی، دارالسلام (ٹانگانیکا)، میڈرڈ (سپین)، مانٹریال (کینیڈا)، کلیولینڈ، اوہائیو (امریکہ) کی جماعتوں نے بھی صدر پاکستان کو تار اور مراسلے بھجوائے اور ضبطی کے غیر دانشمندانہ اقدام کے خلاف پوری قوّت سے آواز اٹھائی۔ [38]

جماعت احمدیہ کا یہ عالمی احتجاج چونکہ خالص دینی اور تبلیغی نوعیت کا تھا جس کے پیچھے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وحرمت کے تحفظ اور دفاع اسلام کا مقدس جذبہ کارفرما تھا اس لئے بے شمار دردمند اور غیور مسلمان یک زبان ہو کر اس احتجاج میں شامل ہو گئے۔ اتحاد بین المسلمین کا یہ ایسا روح پرور نظارہ تھا جس نے ۱۹۲۸ء کی تحریک جلسہ سیرت النبی ﷺ کے زمانہ کی یاد تازہ کر دی۔ اس ملّی پلیٹ فارم پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر، مختلف مذہبی اور ادبی اداروں کے سربراہ، یونین کونسلوں کے چیئرمین، وکلاء، رؤساء، تاجر الغرض زندگی کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے معزز مسلمانوں نے حکومت مغربی پاکستان کے اقدام کی کھلے لفظوں میں مذمّت کی اور ضبطی کے احکام کو منسوخ کرنے کا پُرزور مطالبہ کیا۔ ملت اسلامیہ کی اس وحدت و یکجہتی کو دیکھ کر اسلام کے خلاف برسر پیکار عیسائی طاقتیں حیرت زدہ ہو گئیں اور ان کے منصوبے پیوند خاک ہو کے رہ گئے۔

بطور نمونہ چند اہم شخصیات کے اسمائے گرامی اور بعض کے بیانات بھی اختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

قومی اسمبلی کے اراکین

☆ رکن قومی اسمبلی غلام حیدر صاحب بھروانہ۔ [39]

☆ جناب محمد ذاکر قریشی صاحب رکن قومی اسمبلی۔

☆ جناب خداداد خاں صاحب رکن قومی اسمبلی۔[40]

☆ سید مرید حسن شاہ صاحب رکن قومی اسمبلی سیالکوٹ۔

☆ ارشاد اللہ صاحب ایم این اے حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔

☆ غلام محمد وسّن رکن قومی اسمبلی میر پور خاص نے صدر مملکت و گورنر مغربی پاکستان کو احتجاجی تار لکھا۔[41]

صوبائی اسمبلی کے اراکین

☆ منظور حسین صاحب ایم پی اے و پارلیمنٹیری سیکرٹری شیخو پورہ۔[42]

☆ رائے منصب علی خاں ایم پی اے شیخو پورہ۔[43]

☆ جناب احمد خان صاحب ایم پی اے جڑانوالہ ضلع لائل پور۔

☆ سیف اللہ خاں صاحب تارڑ ایم پی اے حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔[44]

☆ سرفراز خاں صاحب ملک رکن صوبائی اسمبلی سرگودھا۔[45]

☆ شیخ محمد حسین بھنڈاری ایم پی اے وصدر انجمن اسلامیہ چیئرمین ٹاؤن کمیٹی، ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ۔[46]

☆ محمد ابراہیم صاحب ایم پی اے تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ۔[47]

بار ایسوسی ایشن اور وکلاء

☆ اراکین سیالکوٹ بار ایسوسی ایشن۔

(۱) چوہدری صلاح الدین احمد ایڈووکیٹ (۲) چوہدری غلام مرتضٰے بار ایٹ لاء ایڈووکیٹ (۳) چوہدری احسان الٰہی جنجوعہ ایڈووکیٹ (۴) سردار صغیر احمد پلیڈر (۵) میاں احمد علی پلیڈر (۶) پیر افتخار احمد پریذیڈنٹ بار ایسوسی ایشن و چیئرمین ٹاؤن کمیٹی (۷) خواجہ اعجاز حسین ایڈووکیٹ (۸) میاں محمد ظہور لالی سیکرٹری بار ایسوسی ایشن (۹) مہر سکندر خاں جائنٹ سیکرٹری بار ایسوسی ایشن (۱۰) شیخ عبدالحق پلیڈر (۱۱) چوہدری محمد ممتاز خاں پلیڈر (۱۲) چوہدری محمد اسلم خاں پلیڈر (۱۳) خان لال خاں پلیڈر چیئرمین یونین کونسل وممبر ڈسٹرکٹ کونسل (۱۴) ملک ولی محمد پلیڈر (۱۵) نثار احمد بھٹی پلیڈر (۱۶) چوہدری محمد حفیظ ایڈووکیٹ (۱۷) سید محمد یوسف ایڈووکیٹ۔"[48]

☆ اراکین سیالکوٹ بارایسوسی ایشن۔

(۱) مسٹر بخت اقبال (۲) مسٹر یوسف خان (۳) مسٹر حامد اسلم (۴) ملک ممتاز حسین صاحب (۵) چوہدری حفیظ احمد صاحب (۶) چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ (۷) خواجہ محمد عظیم صاحب (۸) خواجہ سرفراز احمد صاحب (۹) چوہدری محمد مالک صاحب (۱۰) حاجی محمد سلیم صاحب (۱۱) مسٹر ابوبکر (۱۲) سید ظہور رضوی صاحب (۱۳) شیخ ارشد علی صاحب (۱۴) مسٹر وارث علی (۱۵) سرفراز احمد صاحب (۱۶) عرفان الحق صاحب (۱۷) چوہدری ایم عبداللہ صاحب (۱۸) چوہدری بشیر صاحب (۱۹) خواجہ مشتاق صاحب (۲۰) ماسٹر علی احسن (۲۱) چوہدری اعظم صاحب (۲۲) چوہدری محمد اسلم صاحب (۲۳) چوہدری نعیم صاحب (۲۴) سید اقبال حسین بخاری صاحب (۲۵) چوہدری خورشید عالم صاحب چیمہ (۲۶) چوہدری غلام قادر صاحب (۲۷) چوہدری ظہور الٰہی صاحب (۲۸) چوہدری عبدالحفیظ صاحب (۲۹) مرزا سکندر بیگ صاحب (۳۰) مسٹر اسلم اعوان (۳۱) چوہدری محمد علی صاحب وائس پریذیڈنٹ (۳۲) چوہدری محمد ارشد صاحب (۳۳) مسٹر بشیر احمد قریشی (۳۴) چوہدری ناصر احمد صاحب چیمہ (۳۵) چوہدری امان اللہ صاحب باجوہ (۳۶) میاں رفیع الدین صاحب (۳۷) شیخ محمد احمد صاحب (۳۸) چوہدری ناصر احمد صاحب باجوہ (۳۹) چوہدری انوار علی صاحب (۴۰) چوہدری محمد اسلم صاحب (۴۱) چوہدری اسلم باجوہ صاحب (۴۲) محمد شریف خان صاحب (۴۳) میاں اسمٰعیل صاحب (۴۴) ایم یٰسین صاحب (۴۵) مسٹر امتیاز علی خان (۴۶) مسٹر انور علی صاحب (۴۷) ماسٹر محمد یوسف (۴۸) مسٹر غلام رسول (ل) (۴۹) سردار عبدالرحیم صاحب (۵۰) چوہدری محمد یوسف صاحب (۵۱) مسٹر اے رشید (۵۲) مسٹر غلام رسول (ب) (۵۳) ملک سلیمان صاحب (۵۴) مطیع اللہ صاحب (۵۵) مسٹر ایم اے خان (۵۶) خواجہ اسلم پال صاحب (۵۷) مسٹر برکت اللہ (۵۸) شیخ ارشد علی صاحب [49]

☆ صغیر احمد بی اے ایل ایل بی وائس چیئرمین میونسپل کمیٹی چنیوٹ۔[50]

☆ خواجہ عبدالوحید صاحب ایڈووکیٹ پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ بارایسوسی ایشن سیالکوٹ۔[51]

☆ چوہدری حمید اللہ صاحب پلیڈر بی اے۔ایل ایل بی رکن یونین کونسل نارووال۔

☆ محمد مہدی خان صاحب وکیل سرگودھا۔[52]

ادارہ تحفظ حقوق شیعان پاکستان

☆ جناب اقبال حسین صاحب کرمانی رکن ورکنگ کمیٹی ادارہ تحفظ حقوق شیعان پاکستان نے اپنے احتجاجی تار میں حکومت کی خدمت میں لکھا کہ:۔

''حکومت کا وہ اقدام جس کے تحت کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ضبط کر لی گئی ہے۔ نہایت قابل اعتراض ہے۔ ایک کتاب جو ۶۵ سال قبل شائع کی گئی تھی اور جس کے برطانوی دور حکومت میں کئی زبانوں میں متعدد ایڈیشن بھی شائع ہوئے ایک اسلامی جمہوریہ میں اس کی ضبطی قابل افسوس ہے درخواست ہے کہ اس حکم کو فوری طور پر واپس لیا جائے۔''[53]

☆ امجد حسین شیرازی جنرل سیکرٹری ادارہ تحفظ حقوقِ شیعہ۔[54]

فارورڈ بلاک اثناعشریہ

☆ اصغر حسین آزاد سوجانپوری سیکرٹری فارورڈ بلاک صادقیہ اثناعشریہ سیالکوٹ نے کہا کہ:۔

''گزشتہ کئی دنوں سے مختلف اداروں کے سربراہوں، قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے معزز اراکین، وکلا صاحبان اور دیگر انصاف پسند حضرات کی طرف سے حکومت کی خدمت میں روزانہ کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی کے خلاف اپیلیں شائع ہو رہی ہیں۔ میں حکومت کے اربابِ اختیار سے گزارش کرتا ہوں کہ ایسی کتاب کو جو گزشتہ ۶۵ سال سے لوگوں میں برائے تبلیغ تقسیم ہوتی چلی آ رہی ہے۔ اور اتنے طویل عرصہ میں کبھی اس کتاب پر کوئی پابندی عائد نہیں ہوئی بلکہ پاکستان کے پندرہ سالہ مختلف ادوار میں اسے کبھی ضبط نہ کیا گیا۔ اب اچانک مطبوعہ کتاب کو ضبط کر لینا چہ معنی دارد؟

امریکہ کے رسالہ ''لائف'' میں اشتعال انگیز مضمون اور حضرت علی علیہ السلام کی فوٹو جو کہ تضحیکِ اسلام ہے، کی اشاعت پر حکومت کی رگِ حمیّت قطعاً نہ پھڑکی۔ حالانکہ اس گستاخ اور فتنہ بردار رسالہ کا داخلہ اندرون ملک فوراً بند کیا جانا مقصود تھا۔ لیکن ردّ عیسائیت کے ایک پرانے مطبوعہ کتابچے کو ضبط کر لینا قابل صد افسوس ہے۔ لہٰذا حکومت عالیہ کو چاہیئے کہ اس ضبط شدہ کتابچے کی ضبطی کے احکام کو فی الفور واپس لے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہو سکیں۔''[55]

اہلسنت والجماعت دھیرو کے ضلع لائل پور

☆ افراد اہل سنت والجماعت دھیرو کے چک ۴۳۳ ضلع لائل پور نے حکومت سے التجا کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''ہم افراد اہلِ سنت والجماعت دھیرو کے چک ۴۳۳ ضلع لائل پور حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ضبط ہونے پر نہایت گہرے غم وافسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور حکومت سے پُر زور التجا کرتے ہیں کہ اس حکم کو منسوخ فرمائیں۔ یہ کتاب اسلام کی فضیلت بیان کرتی ہے۔ اور عیسائیوں کے ناپاک اعتراضات کا ردّ کرتی ہے۔ اسلامی حکومت کی شان کے خلاف ہے کہ ایسی کتاب ضبط کی جائے جس کی ضبطی سے عیسائیوں کو تقویت حاصل ہو۔''[56]

اہلسنت والجماعت چک ۳۸ جنوبی ضلع سرگودھا

☆ سرگودھا چک نمبر ۳۸ جنوبی کے افراد اہل سنت والجماعت نے لکھا کہ:۔

''جناب عالی! ہم اہل سنت والجماعت نہایت ادب کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ ہمیں یہ معلوم کر کے سخت صدمہ اور رنج ہوا۔ کہ کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' حکومت نے ضبط کی ہے کیونکہ:

(۱) اس کتاب میں حضرت مسیحؑ کی عیسائی الزامات سے بریت کی گئی ہے۔

(۲) جواب بائبل کی رو سے دیئے گئے ہیں۔

(۳) اس کتاب میں قرآن کریم کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ شان ثابت کی ہے۔

(۴) یہ کتاب عیسائی حکومت کے زمانے میں چالیس سال سے شائع ہوتی رہی اور پاکستان میں بھی چھپتی رہی مگر عیسائی حکومت نے اس کو منافرت انگیز قرار نہیں دیا اور نہ ضبط کر کے مداخلت فی الدین کا ارتکاب کیا۔

(۵) وہ کام جو عیسائی حکومت اور عیسائیوں نے نہیں کیا تھا۔ ہماری اسلامی مغربی پاکستان کی حکومت نے اسے کرنے کی نہ جانے کس طرح جرأت کی ہے۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں

کہ اس حکم کو واپس لے کر پاکستان کو عیسائیت نوازی کے خطرناک الزام سے بچائیں۔

خاکساران

دستخط:(۱) ضیاء الحق ۳۸ جنوبی (۲) عبدالعزیز شمس (۳) عبدالرحمان خاں ممبر یونین کونسل نمبر۲ چک نمبر ۳۸ جنوبی (۴) نصیر احمد خاں ۳۸ جنوبی (۵) محمد صدیق خاں (۶) عبدالرحمٰن خاں (۷) عبدالعزیز ٹیلر ماسٹر (۸) رلے خاں (۹) غلام حسین ۳۸ جنوبی ضلع سرگودھا ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء (۱۰) بشیر حسین حوالدار پنشنر۔'' 57

انجمن اسلامیہ سیالکوٹ

☆ خواجہ حاکم دین صاحب پریذیڈنٹ انجمنِ اسلامیہ سیالکوٹ نے کہا کہ:۔

''کتاب نامی ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی کا حکم پڑھ کر حیرانی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غلط فہمی کی بناء پر ایسا کیا گیا ہے۔ کیونکہ عیسائی حکمرانوں نے اپنے عہد حکومت میں اس کتاب کو ضبط نہیں کیا اور نہ ہی ساٹھ ستر سال میں اس کتاب کی وجہ سے دونوں فرقوں میں کشیدگی پیدا ہوئی ہے۔ ان حالات کی موجودگی میں ہم اپنی گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مہربانی فرما کر اپنے حکم پہ نظر ثانی فرمائیں۔'' 58

☆ ملک عبدالکریم صاحب نائب صدر انجمن اسلامیہ سیالکوٹ نے کہا کہ:۔

''۲۶۔۱۹۲۵ء میں جب میں طالب علم تھا ریاست جموں میں عیسائیت کی تبلیغ بہت زور شور سے جاری تھی اور ہم لوگ عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں لٹریچر کی جستجو میں رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' نامی رسالہ دیکھنے کا موقعہ ملا اور مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسے پڑھ کر اسلام پر اعتقاد مضبوط ہوا۔ دلی اطمینان صداقت اسلام پر حاصل ہوا اور عیسائیت کے اعتراضات کا بوداپن ثابت ہوگیا۔

اب مجھے یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی اور افسوس بھی کہ حکومت پاکستان نے اسلام کی تائید میں شائع شدہ اس کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔ حالانکہ آج کل عیسائی مناد اسلام کے متعلق جو شبہات پیدا کر رہے ہیں۔ ان کے ازالہ کے لئے ضروری تھا کہ اس کی اشاعت بکثرت کی جاتی۔ حکومت کے لئے لازم ہے کہ اس حکم کو فوراً واپس لے کر اپنی حقیقت پسندی کا ثبوت دے''۔ 59

انجمن رفاہ عامہ واتحاد بین المسلمین سیالکوٹ

☆ مبارک علی چیمہ ناظم اعلیٰ انجمن رفاہ عامہ واتحاد بین المسلمین سیالکوٹ نے کہا کہ:۔
''کوئی مسلمان بھی خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ایسی کتاب کی ضبطی کو کیسے برداشت کر سکتا۔جو خالصۃً اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور افضلیت ظاہر کرنے کے لئے لکھی گئی ہو اور جس میں عیسائیت کا خود ان کے مسلّمات اور عقائد سے بطلان ثابت کیا ہو۔'' [60]

جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق مسیحیت لاہور

☆ محمد اسلم رانا جنرل سیکرٹری مرکز تحقیق مسیحیت اچھرہ لاہور نے کہا کہ:۔
''اخباری خبر کے مطابق حکومت مغربی پاکستان نے رسالہ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب''اس لئے ضبط کر لیا ہے کہ اس سے مسیحیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔یہ پمفلٹ پہلی بار ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔مسیحی مشنری ان دنوں اسلام پر بھرپور حملے کر رہے تھے۔اور وطن عزیز پر مسیحیوں کا قبضہ تھا اس کے مندرجات کے خلاف عیسائی مبلغوں نے کچھ نہ کہا۔اور مسیحیت نواز حکومت وقت نے بھی اشاعت پر پابندی عائد نہ کی۔دو ایڈیشن قیام پاکستان کے بعد شائع ہوئے۔
فی زمانہ جب کہ امریکی اور یورپی مسیحی مشنری دیار مغرب کے عوام اور حکومتوں کی اخلاقی و مالی اعانتوں کی مدد سے گوناگوں حیلوں بہانوں کے ذریعہ اہلِ اسلام کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں اور بے سروسامان مسلم مبلغین یہ دل گداز منظر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ قابل قدر کتابچہ کی ضبطی کا حکم حیرت انگیز ہے۔راقم الحروف نے ارباب اختیار پر زور دیا ہے کہ ایسی کتابوں کو ضبط کرنا اچھا نہیں۔علمی اور تحقیقی نقطۂ نظر سے اظہار خیال کی آزادی چاہیئے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فریق مخالف کی دلآزاری کی جائے۔صرف عقلی علمی اور حق پرستی کے معیار سے گری ہوئی اور متعصّبانہ تحریروں کی اشاعت ممنوع ہونی چاہیئے۔رواداری اور اقلیت پرستی کے یہ معنے نہیں کہ ان کے سوالات اور اعتراضات کا جواب بھی نہ دیا جائے۔'' [61]

رائٹرز گلڈ سیالکوٹ

☆ جناب اصغر سودائی صاحب ایم اے سیکرٹری رائٹرز گلڈ سیالکوٹ نے کہا کہ:۔

''مجھے ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' نامی ایک تاریخی کتاب جس نے ربع صدی تک مسلمانان عالم اسلام کو حضور نبی اکرمؐ کی زندگی، پیغام اور اسلامی اقدار سے نہ صرف روشناس کرایا بلکہ اپنے صحت مند دلائل و براہین سے عیسائیت کے عزائم کے سینے میں روشنی اور علمی کمالات کا ایک ایسا تیر پیوست کیا جس سے مسیحیت کے قلب سے خون برسنے لگا کی ضبطی پر انتہائی حیرت وتعجب ہوا ہے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ وہ تمام لٹریچر جو ہمارے اور ہمارے مذہبی مسائل کا ایک بے باکانہ اور جرأت مندانہ حل پیش کرتا ہے۔ ہمارے خواص کی نگاہوں تک یا تو پہنچا ہی نہیں یا پھر دانستہ طور پر اس کو غلط معنی ومفہوم پہنا کر طاق نسیاں کی زینت بنا دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت کے فرسودہ سوالات کا مسکت جواب جس حسن اور خوبی سے اس کتاب میں دیا گیا ہے۔ اس عہد کی کوئی اور مذہبی کتاب شاید ہی اس کا مقابلہ کر سکے۔ آج ہمیں دنیا میں بڑھتی ہوئی مسیحیت کی مخالف طاقت کو رام کرنا ہے اور اس کے ہر خود ساختہ اور بے بنیاد اعتراض کا جواب دینا ہے۔ اس کے لئے ہمیں پورے طور پر مسلح ہو جانا چاہیئے اور ایسی کتاب کی اشاعت پر پہلے سے زیادہ توجہ صَرف کرنا چاہیئے نہ کہ پہلے سے مطبوعہ افادی کتب کا گلہ گھوٹنا چاہیئے۔ میں حکومت پاکستان سے مذہبی محبت وشیفتگی کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ اگر اسے ذرا بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت کے کام سے عقیدت ہے تو وہ فوری طور پر اس کتاب کی ضبطی کا حکم منسوخ کر کے مسلمانان عالم اسلام کی تحسین کا باعث ہو۔''[62]

ڈسٹرکٹ اور تحصیل کونسلوں، میونسپل کمیٹیوں اور ٹاؤن کمیٹیوں کے چیئرمین اور ممتاز اراکین

☆ بشیر احمد صاحب رکن ڈسٹرکٹ کونسل شیخوپورہ کا حکام اعلیٰ کے نام خط۔[63]
☆ محمد خورشید صاحب رکن تحصیل کونسل چنیوٹ ضلع جھنگ۔[64]
☆ ڈاکٹر بشیر احمد خاں صاحب وائس چیئرمین سٹی کونسل سیالکوٹ۔[65]
☆ نذر احمد تارڑ صاحب وائس چیئرمین میونسپل کمیٹی حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ۔[66]
☆ چیئرمین ٹاؤن کمیٹی سانگلہ ہل۔[67]
☆ ٹاؤن کمیٹی چوہڑکانہ (حال فاروق آباد) ضلع شیخوپورہ۔

چوہدری محمد بشیر چیئرمین ٹاؤن کمیٹی چوہڑکانہ منڈی ضلع شیخوپورہ۔ چوہدری عبدالحلیم نمبردار و چیئرمین یونین کونسل سچا سودا ضلع شیخوپورہ۔ بابو صادق علی ممبر ٹاؤن کمیٹی چوہڑکانہ منڈی ضلع شیخوپورہ۔

حاجی عبدالمجید کلاتھ مرچنٹ ممبر ٹاؤن کمیٹی چوہڑ کانہ منڈی ضلع شیخوپورہ۔ جمعدار سلیمان خان ممبر ٹاؤن کمیٹی چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ۔ چوہدری محمد علی ورک ممبر ٹاؤن کمیٹی چوہڑ کانہ ضلع شیخوپورہ۔‘‘ [68]

☆ ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔

چوہدری عبدالرحمٰن ممبر ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔ چوہدری قدرداد ممبر ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔ چوہدری محمد خان ممبر ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔ چوہدری سلطان علی ممبر ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔ چوہدری بشیر احمد چیئرمین ٹاؤن کمیٹی کھاریاں۔‘‘ [69]

یونین کونسلوں کے چیئرمین اور اراکین

☆ محمد شفیع صاحب چیئرمین منڈی ڈھاباں سنگھ۔ [70]

☆ چیئرمین یونین کونسل احمد نگر۔ [71]

☆ امیر خان چیئرمین یونین کونسل نمبر ۷۵ چک نمبر ۱۳۱ تحصیل چنیوٹ۔

☆ مختار احمد چیئرمین یونین کونسل نمبر ۴۵ بھلوال ضلع سرگودھا۔

☆ عبدالرحمٰن چیئرمین یونین کونسل سلانوالی۔

☆ ڈاکٹر نصراللہ خان چیئرمین یونین کونسل نمبر ۳۹ ضلع سرگودھا۔ [72]

☆ شریف احمد چیئرمین یونین کونسل ۶ گلوٹیاں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ [73]

☆ عبدالغنی صاحب چیئرمین یونین کونسل گدیاں۔ [74]

☆ چوہدری بشیر احمد چیئرمین یونین کونسل قلعہ صوبہ سنگھ III ضلع سیالکوٹ۔

☆ چوہدری نصراللہ خان صاحب چیئرمین یونین کونسل اونچا ججا ضلع سیالکوٹ۔ [75]

☆ رکن یونین کونسل نمبر ۱۴ چک نمبر ۳۷ جنوبی ضلع سرگودھا۔

چوہدری محمد اشرف ممبر یونین کونسل نمبر ۱۴ چک نمبر ۳۷ جنوبی ضلع سرگودھا۔ چوہدری سلطان علی باجوہ ممبر یونین کونسل نمبر ۱۴ ضلع سرگودھا۔ عبدالغنی ممبر یونین کونسل نمبر ۱۴ چک نمبر ۳۷ جنوبی تحصیل و ضلع سرگودھا۔‘‘ [76]

اسی طرح اس کتاب کی ضبطی کے فیصلہ کو واپس لینے کے لئے درج ذیل افراد کی طرف سے بھی احتجاجی مراسلے حکومت کو بھیجے گئے۔

چوہدری مراد علی ممبر یونین کونسل از پیر کوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ [77]

فضل الرحمٰن محمود بی اے، ایل ایل بی۔ چیئر مین یونین کونسل چک ۴/اے ڈی، وائس پریذیڈنٹ ڈسٹرکٹ مسلم لیگ شیخوپورہ [78]

میاں محمد نواز صاحب چیئر مین یونین کونسل چک چٹھہ ضلع گوجرانوالہ [79]

ممبران یونین کمیٹی نمبر۱، مردان۔ (۱) ڈاکٹر ایس ایم لطیف کونسلر یونین کمیٹی نمبر۱، مردان۔ (۲) ملک عبدالسلام خاں کونسلر یونین کمیٹی نمبر۱، مردان۔ (۳) میاں حسام الدین بی اے، ایل ایل بی وکیل کونسلر یونین کمیٹی نمبر۱، مردان۔ (۴) شیخ نذیر احمد کونسلر یونین کمیٹی نمبر۱، مردان۔ (۵) محمد عثمان خاں کونسلر۔ (۶) غلام سرور خاں قریشی کونسلر۔ [80]

رُؤساء

☆ سید الطاف حسین شاہ صاحب سابق ایم ایل اے رئیس چنیوٹ ضلع جھنگ۔ [81]

☆ سید صدر حسین رئیس ٹھٹھی خدایار تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ۔ [82]

☆ میاں احمد علی صاحب بی اے، ایل ایل بی رئیس ہرسہ شیخ۔ [83]

☆ سردار سید ناصر علی شاہ صاحب رئیس وممبر یونین کونسل رجوعہ۔ [84]

☆ سید غلام حسین شاہ رئیس حسین آباد ممبر یونین کونسل نمبر ۳ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ۔

تاجر صاحبان

☆ جہلم کے ۳۷ تاجر صاحبان کا مشترکہ بیان۔ [85]

بعض دیگر معززین

☆ ضیاء الحق صاحب ایم اے سکھر نے ایڈیٹر صاحب الفضل کے نام خط لکھا۔ [86]

☆ مرزا محمد امین صاحب ممبر یونین کمیٹی اے کوئٹہ سٹی۔ [87]

☆ چوہدری عبدالرشید صاحب بی کام ایل ایل بی۔ ممبر بنیادی جمہوریت سیکرٹری کالونی تھل ٹیکسٹائل ملز لمٹیڈ لاہور۔ [88]

بیرونی ممالک کے مسلمانوں کا احتجاج

کوپن ہیگن میں مقیم ڈینش، عراقی، مصری، افریقی اور پاکستانی مسلمانوں نے صدر پاکستان کو

بذریعہ تار عرضداشت بھیجی کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب (علیہ السلام) کی کتاب پر حکومت مغربی پاکستان کی طرف سے عائد کردہ پابندی کو اٹھانے کا حکم صادر فرمائیں۔[89]

☆ سنگاپور کے ایک غیر از جماعت دردمند مسلمان نے حسب ذیل احتجاجی مکتوب صدر پاکستان کی خدمت میں لکھا:۔

''صدر والا قدر

مجھے یہاں سنگاپور میں اتفاقیہ طور پر اپنے بعض احمدی دوستوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے سلسلۂ احمدیہ کی مشہور و معروف کتابوں میں سے ایک کتاب کو ضبط کر لیا ہے۔ اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کے مندرجات اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسے ہیں کہ جن سے پاکستان میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان نقضِ امن کا احتمال ہے۔

میں احمدی نہیں ہوں نہ ہی میں کوئی مذہبی عالم ہوں اس لئے میں پورے طور پر اس کا اہل نہیں ہوں کہ میں حتمی طور پر یہ کہہ سکوں کہ آیا فی الواقعہ کتاب کے مندرجات امن اور خوشحالی کے مفاد کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔ تاہم جہاں تک میرے ذاتی علم کا تعلق ہے کتاب میں توحید باری تعالیٰ سے متعلق اسلام کی پیش کردہ تعلیم کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

میں احمدیوں اور ان کی تحریک سے اچھی طرح واقف ہوں اور جانتا ہوں کہ وہ قانون کی پابندی اور اس کا احترام کرنے والے امن پسند لوگ ہیں اور یہی حال ان کے لٹریچر کا ہے۔ ان حالات میں مَیں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کس طرح وہ لٹریچر جو گذشتہ ساٹھ سال سے بھی زائد عرصہ سے شائع ہوتا چلا آ رہا ہے اور جو عملاً مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کسی قسم کی منافرت پھیلانے کا موجب نہیں بنا ہے اسے یکا یک ایک ایسا آلۂ کار قرار دیا جائے کہ جس سے دو مذاہب کے ماننے والوں میں مخاصمت کی آگ بھڑک سکتی ہو۔

آج دنیا بھر کے مسلمانوں کی نگاہیں پاکستان کی طرف اٹھتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے یعنی ایسی مملکت ہے جو حقیقی معنوں میں اسلامی عقائد اور ثقافت کی علمبردار ہے۔ ان حالات میں قدرتی طور پر ہر شخص یہی توقع کرے گا کہ وہاں اس نوعیت کی کتاب کو بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیئے بالخصوص یہ توقع اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کتاب توحید باری تعالیٰ سے متعلق عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب پر مشتمل ہے۔

اندریں حالات میں صحیح معنوں میں دلی طور پر التجا کرتا ہوں کہ آپ مفاد اسلام کی خاطر اس سارے معاملہ پر نظر ثانی فرمائیں۔

میں ہوں جناب والا کا نہایت ہی مخلص

ایڈیٹر ''فللاسیا'' ۵۰۰ وکٹوریہ سٹریٹ سنگاپور نمبر ۷

مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء'' 90

مغربی پاکستان کے پریس کا احتجاج

مغربی پاکستان کے مسلم پریس نے اس موقعہ پر غیرت ملّی، دینی شعور اور فرض شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت موثر اور زوردار رنگ میں صدائے احتجاج بلند کی اور سلطان کے سامنے حق بات کہنے کا حق ادا کر دیا۔ ان میں سے بعض کے شذرات ہدیہ قارئین ہیں:۔

(۱) ہفت روزہ ''لاہور''

اخبار ''لاہور'' ابتدا ہی سے حق وصداقت کے لئے سینہ سپر رہا ہے۔ مغربی پاکستان کے اخباروں میں (اخبار الفضل کے بعد) یہ پہلا اخبار تھا جس نے پوری غیرت مندی کے ساتھ حکومت کے اس ناروا اور غیر دانشمندانہ اقدام کا نوٹس لیا اور ۲۹/ اپریل ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں حسب ذیل اداریہ شائع کیا۔ لاہور کے مدیر جناب ثاقب زیروی صاحب نے اس اداریہ کے بعد رسالہ کی ۱۳ مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں دوسرا اداریہ لکھا نیز سرورق پر ضبطی کی دلگداز خبر پر ایک حقیقت افروز نظم بھی زیب قرطاس کی۔ اخبار لاہور نے ''موہوم دل آزاری کی آڑ لے کر'' کے عنوان سے لکھا کہ:۔

''کہا جاتا ہے کہ پاکستان ایک مسلمان ملک ہے جس کا حکومتی مذہب اسلام ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے قیام کا مطالبہ اسلام اور فروغِ ثقافت وعلوم اسلامیہ ہی کے لئے کیا گیا تھا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کا آئین اس کے نظم ونسق کے قواعد وضوابط اور عدل وانصاف کے احکام وفرامین سب کے سب رُوحِ اسلام ہی کے مطابق ترتیب پاتے ہیں۔...... لیکن شاید یہ سب کچھ کہنے اور بتانے کے لئے ہے کیوں کہ اس دینِ فطرت سے محبت اور وارفتگی رکھنے والی نگاہ کو اب تک تو وطنِ عزیز میں ایسی کوئی قابلِ ذکر سرگرمی دکھائی نہیں دی۔ سوائے اس کے کہ اہل ملک کے شدید احتجاج کے باوجود پاکستان کے اُن تعلیمی اداروں میں (جن کا اہتمام وانصرام عیسائی حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔) نئ پاکستانی

پود کو عام عیسائیت کا درس دیا جاتا اور اُن کی معصوم رُوحوں اور نوخیز دماغ کو نصرانیت کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں۔ وہ بچے جو اُن گھرانوں میں پیدا ہوئے جن میں صرف ایک خدا کا چرچا اور تذکرہ ہے۔ انہیں اب دن دیہاڑے تین خدا ذہن نشین کرائے جاتے ہیں۔

عوام اور خواص ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ چیخ چکے لیکن ہماری عالی ظرف و بے نیاز حکومت ذرّہ بھر ٹس سے مس نہیں ہوئی اور اس ہفتہ تو اُس نے ایک ایسا حکم دیا ہے جس کی حیثیت کو اصابت و بصیرت کے ترازو میں تولنے کے بعد قلب ونظر کا یہ شبہ قوی تر ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ سب کچھ کہنے اور بتانے کے لئے ہی ہے۔ عملاً ہماری حکومتیں اسلام کے نام پر صرف یہودیت ونصرانیت ہی کی تخم ریزی کی نگہداری فرما رہی ہیں۔ یہ حکم ایک ایسے کتابچہ کی ضبطی سے متعلق ہے جو ایک دردمند نقیب وداعیٔ اسلام نے اپنے دَور کے ایک عیسائی پر چارک سراج الدین نامی کے چار سوالوں کے جواب میں جون ۱۸۹۷ء میں لکھا تھا۔ جب برصغیر پاک و ہند پر ایک نصرانی قوم (انگریز) کی حکومت تھی۔ اور جو اس وقت اپنی حکومت کی جڑوں کو دلوں اور رُوحوں میں گہرا گاڑنے کے لئے مسلمانوں پر ہر قسم کی یلغار روا جانتی تھی۔

اگر ایک طرف مسلمانوں کو اعلیٰ وادنیٰ سرکاری ملازمتوں سے دور رکھ کر اور انہیں حکومتی مراعات سے محروم کر کے اُن میں احساسِ کمتری پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ تو دوسری طرف اُن کے عبداللہ آتھم، ٹھاکر داس، بی ایچ راوُز، کینن یل، ریورنڈ ربنکلن ایسے متعصب مصنف ''آئینہ اسلام'' ...... ''المسیحیت والاسلام''، ''اسمائے الٰہی''۔ ''بحث مابین توحید و تثلیث''۔ ''دینِ اسلام'' اور ''حضرت محمدؐ'' ایسی کتب لکھ کر اسلام کے عقائد کا مذاق اُڑانے اور اُس کی آفاقی تعلیم کی تضحیک میں مصروف تھے اور اس کے ساتھ ساتھ در پردہ عیسائیت قبول کرنے کے لالچ پر حکومتی قرب کا من وسلویٰ بھی عام تھا۔ اسلام کے ہر سچے جاں نثار کا نام اس کے تھانوں کی گھناؤنی کتب کی زینت تھا۔

یہ چاروں سوال کفارہ، مسیح ناصری کی صلیبی موت، عیسائیوں کے تین خداؤں کی حقیقت سے متعلق تھے جن کے جواب میں اسلام کے جاں نثار مصنّف نے بہ دلائل ثابت کیا کہ۔

اوّل: قرآن اور ایک خدا کی ماننے والی قوم مسلمان جس ناصری نبی (عیسیٰؑ) کو جانتی اور مانتی ہے۔ وہ ہرگز (یہودیوں کے دعوے کے مطابق) لعنت کی موت نہیں مرے۔ وہ نہ قتل ہوئے اور نہ صلیب پر ہلاک کئے گئے اور عیسائی قوم جو اپنے گناہوں کی پردہ پوشی کے لئے کفّارہ کا مسئلہ گھڑے بیٹھی ہے۔ اُس سے قرآن والے حضرت عیسیٰؑ کے نام، مقام اور مشن سب کی توہین ہوتی ہے۔ سچ تو

یہ ہے کہ ایسا کر کے عیسائیوں نے یسوع مسیحؑ کی وہ بے ادبی کی ہے کہ دنیا میں کسی قوم نے بھی اپنے رسُول یا نبی کی نہیں کی ہوگی۔

دوم۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کے وقت اکثر یہود اور نصاریٰ فاسق تھے جیسا کہ قرآن شریف بڑے واضح الفاظ میں گواہی دیتا ہے وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبہ:۸)

سوم۔ توریت کے پیشِ نظر صرف یہودی تھے اور اس کی تعلیم کی بھی تمام پرواز یہودیوں ہی کے سروں تک ہے۔لیکن وہ قانون جو عام عدل اور ہمدردی و احسان کے لئے دُنیا میں آیا وہ صرف قرآن شریف ہے۔اور وہ رسول صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

چہارم۔ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا ہے۔اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے۔اسی لئے اللہ جل شانہٗ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ''نُور'' رکھا ہے۔

عرصہ ہوا جب کہ یہ مدلّل کتابچہ ہمارے مطالعہ میں آیا تھا لیکن اس کے مطالعہ کی یہ لذّت اور خوبی آج تک ہمارے قلب و ذہن پر مستوُلی ہے کہ اس کے مصنّف نے ان سوالوں کے جواب میں جو زبان استعمال کی وہ سراسر انجیلی تھی۔ایسی کہ سطروں کی سطریں اور پیروں کے پیرے الزامی رنگ میں اناجیل ہی کے چلتے چلے جاتے تھے۔جو پڑھنے والے کو نہ صرف اس راز سے آگاہ کرتے تھے کہ عیسائیت کی اساس کیسے بودے دلائل پر ہے۔اس حقیقت سے بھی آشنا کرتے تھے کہ اسلام اور قرآن نے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کی عصمت کا تحفظ کیا ہے۔خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

چونکہ یہ تمام باتیں سچی، مدلّل، حقائق سے معمُور اور مسکت تھیں۔اس لئے اس کا نہ صرف ۱۸۹۷ء کی عیسائیت میں متعصب و متشدد حکومت نے کوئی نوٹس نہ لیا۔اس کے بعد بھی (گو اس کے کتنے ہی ایڈیشن شائع ہوئے) کسی بھی عیسائی حکومت نے اس حق کو بالجبر دبانے کی کوشش نہ کی۔اور چونکہ ان جوابوں میں مستعمل مذہبی اصطلاحیں، بندشیں اور کہاوتیں ساری کی ساری توریت واناجیل سے اخذ کردہ تھیں۔اس لئے انہیں پڑھنے کے بعد دل آزاری کا تاثر ہرگز پیدا نہیں ہوا۔اور نہ کبھی کسی نے اس پر دل آزار تحریر ہونے کا فقرہ کسا کیونکہ یہ تو خود عیسائیوں ہی کی زبان، تحریریں، روایتیں اور

اصطلاحیں تھیں۔ مسیح ناصری کے لئے ’’لعنتی موت‘‘ کی مُوشگافی آج تک کسی بھی سچے مسلمان کی طرف سے نہیں کی گئی۔ کیونکہ قرآن تو اس اتہام کو سراسر باطل قرار دیتا ہے۔ حیرت ہے تو اس پر کہ مغربی پاکستان کی موجودہ حکومت کو دل آزاری ناپنے کا یہ پیمانہ کہاں سے ہاتھ آ گیا۔ جس کے ذریعہ اُس نے اس کی گہرائی و گیرائی ناپتے ہی اسلام کی تائید میں مبرہن جوابات پر مشتمل اس پمفلٹ کے بارے میں ایک ایسا حکم جاری کرنے میں ذرّہ بھر تذبذب سے کام نہ لیا۔ جس کی توفیق انگریزی دور میں نصرانی مذہب رکھنے والی حکومت کو بھی نہ ملی تھی۔ کیا ایسا کر کے دل آزاری کا سدِ باب کیا گیا ہے۔ یا جدید قسم کی دل آزاری کی طرح ڈالی گئی ہے؟...... کیونکہ ہمارے خیال میں اسلام کی مبرہن تنظیم کو ڈھانپ کر اور چھپا کر تو عیسائیوں کی اس جدید قسم کی دل آزاری کی تشفّی کبھی نہ ہو سکے گی۔ اسلام کا قرآن تو جب ان (ایک انسان کو) خدا اور خدا کا بیٹا بنانے والوں کے اس عقیدے کو دیکھتا ہے تو فرطِ کرب سے یہاں تک پُکار اٹھتا ہے۔ ’’قریب ہے کہ آسمان اور زمین پھٹ جائیں‘‘۔ اگر کل کلاں کو ۱۹۶۳ء کے ان انوکھے جذبات رکھنے والے عیسائیوں نے یہ عرضی داغ دی کہ حضور ہماری تو قرآن کی اس آیت سے بھی دل آزاری ہوتی ہے۔ تو کیا حکومت آئندہ کے لئے اس آیت کے حامل قرآن کی اشاعت بھی روک دے گی۔ صاحبِ اختیار جو ٹھہری۔

کاش دل آزاری کا ’’مالہٗ و ماعلیہٗ‘‘ زیرِ غور لاتے وقت حکومت یہ بھی ذہن میں رکھتی کہ وہ ایک کتابچہ کی ضبطی کا حکم ہی نہیں دے رہی۔ ایک ساری دنیا میں پھیلی ہوئی (خدمت و تبلیغ اسلام کے نشہ میں سرشار) جماعت کے واجب الاطاعت بانی کی تحریر کو بالجبر دبا دینے کا حکم جاری کر کے ایک پوری جماعت کی دل آزاری کا ارتکاب کر رہی ہے۔ جس کے بعد اُس کا اپنی حکومت پر اعتماد اور اُس کے طرزِ فکر سے متعلق نظریہ یکسر تبدیل ہو کر رہ جائیں گے۔ کاش اُسے اس فرضی اور موہوم دل آزاری کی آڑ میں اسلام کے مبسوط دلائل کو دبانے اور ایک آئین پسند جماعت کے لکھوکھا افراد کی دلآزاری کرنے کا مشورہ نہ دیا جاتا۔ بلکہ ہمیں یہ بھی بتا دینے کی اجازت دی جائے کہ جس شخص یا ادارہ نے بھی گورنر مغربی پاکستان کو اس کتابچہ کی ضبطی کا مشورہ دیا ہے۔ اُس نے پاکستان اور اسلام کی کوئی خدمت بجالانے کی بجائے ایک ایسے فتنے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ جسے ’’سجدۂ سہو‘‘ کے بعد اگر ابھی نہ دبا لیا گیا تو ملک بھر میں تشت وافتراق تراشنے، پُرانی کتب کے مواد کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور اُن کے مفاہیم سے موہوم دل آزاریوں کے عرق نچوڑنے کی ایک ایسی خطرناک دوڑ شروع ہو جائے گی۔ جس کا

انسداد محال ہوگا۔ بہتر ہو کہ اس پر ابھی نظر ثانی کر لی جائے اور غریب اسلام کو اُن صدموں اور زخموں سے بچالیا جائے جو اُسے اس کے شدید ترین دشمنوں نے بھی پہنچانے کی کبھی جرأت نہیں کی تھی ۔91

☆ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے اس ادارتی نوٹ پر مدیر ''لاہور'' کو حسب ذیل مراسلہ لکھا:۔

''مکرم ومحترم ثاقب صاحب ۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تو میں یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی سے متعلق آپ نے ''لاہور'' میں جو احتجاج کیا ہے۔ اُسے پڑھ کر بے اختیار آپ کے لئے دعا نکلتی ہے۔ اس کی ابتداء بھی مجھے پسند آئی ۔ انتہا اور درمیان بھی ۔ حیرت ، افسوس اور نفرین کے جذبات سے لبریز ایک بے اختیار چیخ کا رنگ اس میں پایا جاتا ہے۔ اور حق بھی یہی تھا۔ اوّل تو کتابیں ضبط کرنے کی رسم ہی بے ہودہ ہے۔ دوسرے دلشکنی ایک غیر معین لفظ ہے۔ جو ہر قید وبست سے آزاد ہے۔ وہ واقعہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ایک ''غریب'' بھیڑیئے کی اس وجہ سے بہت دلشکنی ہوئی تھی کہ ایک ''ظالم'' بھیڑ کا بچہ اُس ندی کے بہاؤ کی طرف پانی پی پی کر گدلا کر رہا تھا۔ جس ندی کے اوپر کی طرف وہ بھیڑیا پانی پی رہا تھا۔

ظلم کی حد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ضبط کر رہی ہے۔ ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی......حضرت صالحؑ کی قوم یاد آجاتی ہے جس نے اپنے نبی کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دی تھیں''۔92

۲۔رسالہ ''الفرقان'' (ربوہ)

رسالہ ''الفرقان'' نے ''احتجاج'' کے عنوان سے درج ذیل خصوصی نوٹ شائع کیا۔

''انتہائی حیرت، تعجب اور گہرے رنج کی بات ہے کہ اسلام سے برگشتہ ہونے والے ایک عیسائی پادری سراج الدین کے چار سوالوں کے اسلام، قرآن مجید اور سرور کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری ثابت کرنے والے جومسکت، مدلّل اور واضح جوابات ۲۲ جون ۱۸۹۷ء کو اسلام کے فتح نصیب جرنیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے شائع فرمائے تھے انہیں آج ۱۹۶۳ء میں مغربی پاکستان کی اسلامی حکومت نے ضبط قرار دیا ہے۔ کیوں؟ کہا گیا ہے کہ اس سے عیسائیوں

اور مسلمانوں بالخصوص عیسائیوں اور احمدیوں میں منافرت پیدا ہوسکتی ہے۔مگر یہ عجیب معمّہ ہے کہ گزشتہ چھیاسٹھ سال میں یہ منافرت نہ پیدا ہوئی۔انگریزی حکومت کے عہد میں نہ پیدا ہوئی اور اس کتاب کے خلاف کبھی احتجاج نہ ہوا۔صرف آج مغربی پاکستان کے حکام کو ہی اس کا احساس ہوا ہے۔کیا عیسائی پادریوں کو خوش کرنے کی یہ سکیم عمداً اختیار کی گئی ہے؟

آج پاکستان میں شور ہے کہ عیسائی پادری دھڑا دھڑ مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے ہیں اور جائز وناجائز ذرائع سے کلمہ گوؤں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے۔مگر ہماری حکومت ہے کہ اس جارحانہ حملہ کے دفاع کے لئے جوابی مفید لٹریچر کو ضبط کرنے کے درپے ہے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ ہی ہماری قوم اور ہمارے ملک کا محافظ ہے۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ پادریوں نے دیگر مختلف مسلمان مصنّفین کی پچاس کے قریب کتابوں کی ضبطی کے لئے بھی سکیم بنا رکھی ہے۔اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس موقعہ پر متحدہ طور پر حکومت پر واضح کریں کہ اس کا یہ اقدام غیر دانشمندانہ اور سراسر نا مناسب ہے۔

ہم نے رسالہ ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' بار ہا پڑھا ہے اور آج بھی اسے مطالعہ کیا ہے اس میں صرف قرآن مجید اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برتری کا نہایت دلنشین انداز میں اثبات ہے اور عیسائی سائل کے سوالات کے جواب میں اسلام اور عیسائی عقائد کا مؤثر موازنہ ہے۔ہاں یہ سچ ہے کہ اس رسالہ کو پڑھنے سے عیسائی عقائد کا بودا پن بالکل نمایاں ہو جاتا ہے۔مگر کیا حکومتِ مغربی پاکستان کے لئے روا ہے کہ صرف اس بناء پر کسی رسالہ کو ضبط کر لیا جائے؟ ہمارے نزدیک اس جوابی رسالہ میں کوئی حصہ یا عبارت اشتعال انگیز یا منافرت پھیلانے والی نہیں ہے اور ہمیں کامل یقین ہے کہ کوئی غیر جانبدار جج حکومت کے اس حکم کو ہرگز جائز قرار نہ دے گا۔اسلئے ہم پورے زور سے اپیل کرتے ہیں کہ حکومتِ مغربی پاکستان عدل وانصاف کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے اپنے حکم کو واپس لے کر عمدہ مثال قائم کرے۔'' [93]

۳۔ہفت روزہ ''پیغام قائد'' (سرگودھا)

سرگودھا سے شائع ہونے والے اس ہفت روزہ نے لکھا:۔

''جماعت احمدیہ سرگودھا کے ممبران نے ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی

ضبطی پر شدید احتجاج اور انتہائی رنج والم کا اظہار کیا ہے۔اور احتجاجی مراسلات حکام بالا کی خدمت میں بھیجے ہیں۔

ممبران جماعت احمدیہ مقامی ربوہ کی ایک احتجاجی قرارداد بھی موصول ہوئی ہے علاوہ ازیں وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان اور لجنہ اماءاللہ مرکزیہ کے احتجاجی تار صدر مملکت، گورنر مغربی پاکستان اور بعض دیگر حکام کے نام ارسال کئے گئے ہیں۔ جماعت احمدیہ کے حلقوں کی طرف سے کتاب کی ضبطی کے حکم کو انتہائی غیر دانشمندانہ اور سراسر ناجائز قرار دیا جارہا ہے اور حیرت اور اضطراب کا اظہار کیا جارہاہے۔

چونکہ مذکورہ کتاب شائع ہوئے ایک طویل عرصہ گذر چکا ہے اور اس لمبے عرصے میں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اگر اتنا طویل عرصہ اس کتاب کو برداشت کیا جاتا رہا ہے اور اس کتاب کی وجہ سے کسی فرقہ کی دلآزاری نہیں ہوئی تو آج کون سے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ اچانک اس کو ضبط کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

ہمیں اپنے اعلیٰ حکام سے توقع ہے کہ وہ اس حکم پر نظر ثانی فرماتے ہوئے اس فیصلہ کو فوراً منسوخ قرار دیں گے‘‘۔[94]

۴۔ ہفت روزہ ’’عقاب‘‘ (سرگودھا)

اسی طرح ایک اور ہفت روزہ ’’عقاب‘‘ نے لکھا:

ایک جائز مطالبہ: ’’ایک سرکاری اعلان کے مطابق صوبائی حکومت نے تحریک احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف کردہ ایک کتاب ’’عیسائی سراج دین کے چار سوالوں کا جواب‘‘ کو بحق سرکار ضبط کرنے کا حکم دیا ہے۔

ہم اس سرکاری اعلان کے حسن و قبح پر اپنی رائے کا اظہار کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ کیونکہ سرکاری اعلان میں سوائے اس کے کہ ’’اس کتاب میں مذہبی منافرت کا رجحان پایا جاتا ہے‘‘ اور کوئی توضیح درج نہیں ہے۔صوبائی حکومت کے اس اعلان سے فرقہ احمدیہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں میں اضطراب اور احتجاج ایک فطری امر ہے کیوں کہ بقول ایک حالیہ قرارداد جو ربوہ اور سرگودھا کی انجمن احمدیہ نے منظور کی ہے کہ قرآن اور حدیث رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کی تمام تحریریں اُن کے لئے نہایت مقدس اور قابل احترام ہیں۔

ختم نبوت پر ہمارے خیالات کسی مسلمان سے ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں لیکن احمدی حضرات کے اس موقف کو جسے اس موقعہ پر منظور شدہ متعدد قراردادوں میں دہرایا گیا ہے چند الفاظ میں یہ ہے:

(۱) اس کتاب میں کوئی ایسا مواد موجود نہیں جس سے کسی طبقہ میں منافرت پھیلنے کا احتمال ہو۔

(۲) یہ کتاب عیسائی سراج الدین کے چار سوالوں کے جواب میں آج سے ۶۶ سال قبل رقم کی گئی تھی۔ سراج الدین نے ان سوالوں میں حضور اکرم سرور کائنات کی شان میں (خاکم بدہن) گستاخی کرنے کی جسارت کی تھی جس کا جواب مرزا صاحب نے دیا۔

(۳) برطانوی عہد حکومت جب ہند میں برطانوی راج مسلط تھا کتاب کو ضبط کرنے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ ہر زمانہ میں عیسائی مناد، مناظرین اور علماء کے زیر مطالعہ رہی۔ اسی طرح مختلف حکام کے سامنے بھی پیش ہوتی رہی لیکن کبھی بھی کسی موقع پر نہ عیسائی علماء کی طرف سے اور نہ عیسائی حکام کی طرف سے، پچاس سالہ دور حکومت میں اسے فرقہ وارانہ کشیدگی یا منافرت کا باعث قرار دیا گیا۔

(۴) اس کتاب میں عیسائیت پر زور دار بھرپور حملے کئے گئے ہیں۔ اس کتاب کو ضبط کرنا عیسائیت کے سیلاب کے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دینے کے مترادف ہوگا۔

انجمن احمدیہ کے ان اٹھائے ہوئے اعتراضات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اُن میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور ہے اگر ان اعتراضات میں ذرہ بھر بھی کوئی صداقت ہو تو ہم حکومت کے اس اقدام پر خراج تحسین پیش نہیں کر سکتے بلکہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس فرقے کے مذہبی احساسات اور خدمات کا احترام کرتے ہوئے ضبطی کا حکم واپس لے لے۔ اگر یہ رسم چل نکلی تو پھر کسی بھی فرقہ کی مقدس کتب کو ''مذہبی منافرت'' کا رنگ دے کر ضبط کر لیا جائے گا۔ اور یہ صورت حال پاکستان جیسی نظریاتی اور جمہوری مملکت کے شایان شان نہیں ہوگی۔

ہمیں امید ہے کہ ہماری ان گذارشات کو اسی سپرٹ میں قبول کیا جائے گا جس کے تحت یہ رقم کی گئی ہیں''۔[95]

۵۔روزنامہ ''کوہستان'' (لاہور)

روزنامہ ''کوہستان'' نے اپنی ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں درج ذیل نوٹ شائع کیا۔

''حکومت مغربی پاکستان نے ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' نامی ایک کتاب کو منافرت پھیلانے کے الزام میں ضبط کر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب حامی دین مسیح سرکار برطانیہ کے دورِ حکومت میں پچھتر سال تک چھپتی اور بکتی رہی۔ لیکن اس سے تعرض نہیں کیا گیا اور اب جبکہ پاکستان میں مسلمانوں کا اپنا راج پاٹ ہے تو اس کتاب کو عیسائی اثرات نے ضبط کرا دیا۔

ہمیں تو اس کتاب کے مطالعہ کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن اخبارات میں جو مراسلے چھپ رہے ہیں۔ ان میں تواتر کے ساتھ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ اس میں ایک لفظ بھی قانون کی زد میں نہیں آتا اور نہ اس میں کسی کی دلآزاری کی گئی ہے۔

منافرت بھی ایک دلچسپ اصطلاح ہے۔ قومی، مذہبی اور ملکی بنیادوں کے خلاف ہر روز ہزار ہا الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہیں لیکن وہ آزادی تحریر و تقریر کے بنیادی حق کی بناء پر گرفت میں نہیں آتے۔ لیکن اگر آپ کسی فرقہ کے عقائد باطلہ کا پوسٹ مارٹم کریں اور اس فرقے کی حکومت تک پہنچ ہو تو آپ کی تحریر ضبط''۔ 96

۶۔ رسالہ ''المنبر'' (لائل پور)

جماعت کے اشد مخالف اس رسالہ نے ایک مقالہ افتتاحیہ '' قادیانی کتاب کی ضبطی اور واگزاری'' لکھا جس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں:

''الف۔ حکومت مغربی پاکستان کی بے تدبیری قابلِ ماتم ہے کہ اس نے ایک ایسے کتابچے کو ضبطی کے لئے منتخب کیا جو عیسائیوں کے خلاف ہے لیکن آج سے ستر اسّی سال قبل شائع ہوا۔ عیسائی حکومت کے زمانے میں دو چار بار چھپا مگر اس نے اسے ضبط نہ کیا۔''

(ب) ''تعجب تو خیر نہیں کہ حکومت کے اور کونسے کام ایسے ہیں جو بے تدبیری کے داغ سے پاک ہیں لیکن اس امر کا افسوس ضرور ہے کہ حکومت نے بیٹھے بٹھائے ایک ایسا اقدام کیا جس سے اس کی ساکھ کو سخت نقصان پہنچا۔ اس کی بہت سی کمزوریوں سے پردہ اٹھا اور اس کے سیکرٹریٹ کی نا اہلی پر ایک مضبوط مُہر لگ گئی''۔ ......

(ذ) ''حکومت کو اس حقیقت سے باخبر ہونا ضروری تھا کہ قادیانی جماعت ...... دنیا کے بیشتر ممالک میں موجود ہے اور ہر ملک کے قادیانی تعداد میں دو چار ہوں یا دو چار سو۔ لازماً اس حکم کے

خلاف احتجاج کریں گے۔ وہ بحری تار بھجوائیں گے، اپنے اپنے ملک کے اخبارات و رسائل میں مضامین شائع کرائیں گے اور ہر جگہ سے قراردادوں اور ریزولیوشنوں کا ایک طوفان امڈ آئے گا۔ اگر اس سیلاب کے مقابلے کی ہمّت حکومت میں نہیں تھی تو اسے کس پاگل نے کہا تھا کہ وہ رسوائی کو مول لے''۔ 97

۷۔ پندرہ روزہ ''طوفان'' (ملتان)

ملتان کے پندرہ روزہ ''طوفان'' نے حسب ذیل اداریہ شائع کیا:۔

''عیسائی مبلغین ایک عرصہ سے قرآن و پیغمبر اسلام علیہ السلام اور اسلام پر ناروا حملے کر رہے ہیں اور جب بھی اس کے خلاف کوئی آواز بلند کی گئی۔ انہوں نے اپنے مؤقف کی تائید میں بیرونی عیسائی دنیا کے اثرات سے کام لیا اور ہمارے حکام کو اپنے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے باز رکھا۔ گزشتہ دنوں مسلمانان پاکستان نے خطّہ پاکستان میں عیسائی مشنریوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں، خاموش تبلیغی کوششوں کے تحت تبدیلی مذہب کے ان گنت واقعات اور اس طرح حیرت انگیز طور پر ان کی روز افزوں تعداد پر کھل کر اظہار تشویش کیا اور حکومت کو اس تکلیف دہ صورتِ حال کی طرف توجہ دلائی تو ان کا ذہنی توازن بگڑ گیا۔ یورپ اور امریکہ میں اس کی صدائے بازگشت اس طرح سنی گئی کہ ان کے کثیر الاشاعت اخبارات نے کبھی پیغمبر اسلام کی فرضی تصویریں شامل اشاعت کر کے مسلمانان عالم کے قلوب کو مجروح کیا کبھی اپنے کسی سفیر کے متعلق یہ خبر شائع کر کے چٹکیاں لیں کہ اس نے (نعوذ باللہ) اپنی بلی کا نام احمد رکھ لیا ہے۔ بہر حال جب مسلمانوں نے عیسائی دنیا کی ان چھچھوری حرکات پر صدائے احتجاج بلند کی اور اپنی حکومت سے مطالبہ کیا کہ پاکستان میں ایسے گستاخ اور فتنہ انگیز رسائل کے داخلے پر پابندی عائد کر کے اپنی اور مسلمانان پاکستان کی طرف سے اظہار ناپسندیدگی کرے تو ہمارے ہاں کے عیسائی مبلغین نے بعض ان کتابوں پر پابندی لگائے جانے کی مہم شروع کی جو عیسائیت کے رَد اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کے سلسلے میں مختلف فرقوں کی طرف سے آج نہیں انگریزی حکومت کے دَور میں لکھی اور شائع کی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں پہل ایک ایسی کتاب سے کی گئی جو ایک خاص طبقے کے رہنما نے تقریباً ۶۷ سال قبل ایک مرتد سراج الدین کے چار سوالوں کے جواب میں لکھی تھی۔ اور جو اس وقت تک کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ نیز ۱۹۴۷ء کے دوران انگریزی میں ترجمہ

ہو کر بھی اس کا ایک ایڈیشن چھپ چکا ہے۔اس کتاب میں بظاہر کوئی ایسی بات نہیں ہے جسے ایک فرقے کی دل آزاری سے تعبیر کیا جا سکے۔ بلکہ ایک عیسائی نے جو کچھ پوچھا ہے اس کا معقول مدلل جواب خود انہی کی کتابوں اور قدیم وجدید عہد ناموں کے حوالوں کے دیا گیا ہے۔مقامِ حیرت ہے کہ اس کتاب پر ہمارے عیسائی بھائیوں کو عیسائی حکومت کے دور اقتدار میں مسلسل پچاس سال تک اعتراض کرنے اور انگلی اٹھانے کی توفیق نہ ہوئی۔قیام پاکستان کے بعد بھی پندرہ سال تک ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم والا مضمون رہا۔اب پورے سڑسٹھ برس کے بعد اس میں دل آزاری کا پہلو نظر آیا۔ ہمارے خیال میں حکومتِ مغربی پاکستان کو اس کتاب کے متعلق اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیئے چونکہ اس اقدام سے ہماری تمام تبلیغی جماعتوں کو بڑے تکلیف دہ حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔کیونکہ اس ایک مثال کو سامنے رکھ کر ہمارے عیسائی دوست ان گنت ایسی کتابوں پر انگلی دھر دیں گے۔جن میں عیسائیت کے خلاف ذرا سا بھی مواد مل سکے گا۔

جہاں تک ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' نامی رسالے کا تعلق ہے۔اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔بلکہ انہیں کے الفاظ سے اور ان کی کتابوں سے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔اس لئے آزادیٔ مذہب کے نام پر ہم حکومت مغربی پاکستان سے بہ ادب گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنا حکم واپس لے کر حق پسندی کا ثبوت دے''۔[98]

۸۔ہفت روزہ ''تنظیم اہلحدیث'' (لاہور)

اس ہفت روزہ نے بہت واشگاف الفاظ میں حسب ذیل نوٹ سپرد اشاعت کیا۔

''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' نامی کتاب اس ملک میں گزشتہ پچھتر سال سے بار بار چھپتی اور بکتی چلی آ رہی تھی۔حامیٔ دینِ مسیح حکومتِ برطانیہ کے دَور میں اس کتاب سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور نہ اسے عیسائیوں کی دل آزاری کا باعث سمجھا گیا اور نہ ہی اس پر منافرت پھیلانے کا کوئی الزام عائد ہو سکا لیکن اب مسلمانوں کی اپنی حکومت ہے،اب پاکستان میں بڑھتے ہوئے عیسائی اثرات نے اس کتاب کو ضبط کرا دیا ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد''

............حکومت کو چاہیئے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے''۔[99]

۹۔چار ہفتہ وار اخبارات

سرگودھا کے چار ہفتہ وار اخبارات کے ایڈیٹروں کی طرف سے اخبار الفضل (۲۸مئی ۱۹۶۳ء) میں درج ذیل مشترکہ بیان شائع ہوا۔

''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کی ضبطی سے متعلق حالیہ حکم سے بجا طور پر جماعتِ احمدیہ میں بے چینی اور اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ ہزار ہا تاروں اور خطوط کے ذریعہ احمدی اور غیر احمدی حضرات کی طرف سے حکومتِ مغربی پاکستان کے اس حکم کو منسوخ کرانے کا مطالبہ کیا جارہا ہے۔ ہم اس مطالبہ کو جائز اور عین منصفانہ سمجھتے ہوئے حکومتِ مغربی پاکستان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ کتاب کی ضبطی کے غیر دانشمندانہ حکم کو فوراً واپس لیں تا کہ لاکھوں ملکی اور غیر ملکی جس بے اطمینانی میں مبتلا کئے گئے ہیں ان کو سکون میسّر ہو سکے۔''

(۱) عمر دراز خاں ایڈیٹر ''پیغام قائد'' سرگودھا۔ (۲) احمد بخش قریشی ایڈیٹر ''عقاب'' سرگودھا۔ (۳) عبدالرشید اشک ایڈیٹر ''شعلہ'' سرگودھا۔ (۴) تاجدار دہلوی ایڈیٹر ''سلطان'' سرگودھا۔

پاکستان کے مسیحی لیڈر کا بیان

ملت اسلامیہ کے اس متفقہ احتجاج کو دیکھ کر پاکستان کے مشہور مسیحی لیڈر مسٹر جوشوا فضل دین صاحب نے ایک پریس بیان دیا جس میں کہا کہ:۔

''میں اپنے پاکستانی عیسائیوں کو بھی نصیحت کروں گا کہ وہ اپنے مخالف لٹریچر کے بارہ میں حد سے زیادہ عیب چینی اور تنقید سے اجتناب کریں۔ پچھلے دنوں مجھے یہ پڑھ کر افسوس ہوا کہ کتابچہ ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' جو حضرت مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۷ء میں لکھا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں ضبط کر لیا گیا ہے بظاہر ایک ایسا کتابچہ جو برطانوی راج میں پچاس سال تک اور پھر تقسیم برصغیر کے بعد ۱۵ سال تک چرچ کے لئے کسی تکلیف یا نقصان کا موجب نہ ہوا۔ وہ ایک ایسی دستاویز قرار نہیں پا سکتا جس پر کوئی شخص برہمی کا اظہار کرے۔ اگر عیسائی ہوا کے ہر جھونکے پر گھبرا اٹھنے کی بجائے جو کچھ ان کے متعلق کہا جاتا ہے اسے نظر انداز کریں گے تو انسانی تعلقات کے نقطۂ نگاہ سے یہ امر ان کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہوگا اور وہ نفع میں رہیں گے''۔[100]

فیصلہ کے اعلان میں ناروا تاخیر

اخبار الفضل نے ۲۹ رمئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھا کہ:

’’ایک ماہ سے زائد کا طویل اور صبر آزما عرصہ گزرتا ہے کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے حضرت بانی سلسلۂ احمدیہ علیہ السلام کی کتاب ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ جو تمام تر اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلالت شان کے نہایت درجہ مؤثر اظہار پر مشتمل ہے اور جو گزشتہ ٦٦ سال سے برابر شائع ہوتی چلی آ رہی ہے یکا یک ضبط کر لی۔ اس ناروا اقدام پر دنیا بھر کے احمدیوں میں انتہائی بے چینی واضطراب کی لہر کا دوڑ نا ایک قدرتی اور طبعی امر تھا۔

چنانچہ انہوں نے اس یقین اور اعتماد کے پیش نظر کہ اگر اس ناروا اقدام کے خلافِ اسلام اثرات ومضمرات حکومت کے گوش گزار کئے جائیں تو وہ ضرور اپنا فیصلہ واپس لے لے گی بڑے ہی دردمند دل کے ساتھ اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا اور خود مقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی مقدس تحریرات میں سے ایک تحریر کے ضبط کئے جانے سے انہیں جو قلبی اذیت پہنچی تھی اس سے حکومت کو آگاہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جماعت احمدیہ پر ہی کیا منحصر ہے وہ غیر از جماعت دردمند دل رکھنے والے مسلمان بھی جنہیں اس کتاب میں مندرج صداقتِ اسلام کے دلائل قاطعہ اور اُن کی اثر انگیزی کا علم تھا تڑپ اٹھے اور وہ بھی اس کتاب کی ضبطی کے خلاف احتجاج کرنے میں پیچھے نہیں رہے۔ حتّٰی کہ بعض مقتدر عیسائیوں نے بھی جن کی دلآزاری کی آڑ میں ضبطی کا حکم نافذ کیا گیا تھا حکومت کے اس اقدام کو بہت قابلِ افسوس گردانا اور برملا اس خیال کا اظہار کیا کہ ٦٦ سال پرانی کتاب کو جو مسلسل شائع ہوتی چلی آ رہی ہے اور مسیحی حکومت اسے پچاس سال تک فراخ دلی سے برداشت کرتی رہی ہے۔ اب آ کر ۱۹۶۳ء میں ضبط کرنا اپنے اندر کوئی جواز اور معقولیت نہیں رکھتا۔

ہم حیران ہیں کہ اس ہمہ گیر اور انتہائی طور پر دردمند احتجاج کے باوجود جس کا سلسلہ تا حال جاری ہے حکومت کی طرف سے ابھی تک باضابطہ طور پر اس کا کوئی جواب نہیں دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی ناروا اقدام کے خلاف احتجاج وہیں کیا جاتا ہے جہاں یہ یقین ہو کہ حکام اصل حقائق اور اُن کے اپنے اقدام کے اثرات ومضمرات سے پورے طور پر آگاہ ہو جانے پر ضرور انصاف اور دادرسی کریں گے۔ کیونکہ جسے دادرسی کا یقین ہی نہ ہو وہ کبھی اپنا دکھ درد بیان کرنے کی زحمت نہیں اٹھاتا۔ یہ دردمند احتجاج خود حکومت پر اعتماد اور اپنائیت کے بے پناہ جذبے پر دلالت

کرتا ہے۔اپنائیت اوراعتماد کے اتنے گہرے اظہار کے باوجود حکومت کا اتنا طویل عرصہ تک خاموشی اختیار کئے رکھنا دردوکرب اور قلبی اذیت میں اضافہ کا موجب ہے۔

اتنے ہمہ گیراوراعتماد کے آئینہ داراحتجاج کی موجودگی میں جس میں جماعت احمدیہ کے افراد، بیرونی ممالک کے نومسلم، غیراز جماعت دردمند مسلمان حتٰی کہ خود بعض عیسائی لیڈر بھی شامل ہیں حکومت کا یہ اوّلین فرض ہوجاتا ہے کہ وہ بلاتاخیر ضبطی کے حکم کو واپس لے کر اُس بے چینی کو دور کرے جو اس کے اس ناروا اقدام کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

ہم انصاف اور اسلام کے نام پر حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ تائید وحمایت اسلام میں لکھی ہوئی کتاب کی ضبطی کے حکم کو واپس لینے کے فیصلہ کا جلد تر اعلان کرے۔تا اس وقت جو بے چینی پھیلی ہوئی ہے اور فیصلہ کے اعلان میں تاخیر کی وجہ سے جس میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔وہ دور ہو اور ایک ناروا اقدام کی جلد تر تلافی نہ صرف ملک کے اندر بلکہ دنیا بھر میں ملک کی نیک نامی کا موجب بنے۔ہمیں یقین ہے کہ ہماری یہ دردمندانہ آواز صدابصحرا ثابت نہ ہوگی اور حکومت فی الفور ضبطی کے حکم کی واپسی کا اعلان کر کے لاکھوں مجروح دلوں پر تسکین کا پھایا رکھے گی۔

اے کاش ہماری حکومت اس معاملہ میں تاخیر کی کرب انگیز اذیت کا خاتمہ کرے اور تائید وحمایت اسلام کے معاملہ میں خود اپنی دردمندی کا ثبوت دے اور بلاتوقف فیصلہ کر کے زخمی دلوں پر مرہم کا پھایا رکھے۔''

ایڈیٹر ہفت روزہ ''لاہور'' کا بیان

مکرم ثاقب زیروی صاحب اس ضبطی کے حوالے سے ایک تاریخی واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

جناب امیر محمد خان (نواب آف کالاباغ) بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ان کے عہد میں ان کے ہوم سیکرٹری کی کوشش سے حضرت بانی جماعت احمدیہ کی ایک مختصر سی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ضبط کر لی گئی۔ان دنوں نواب صاحب کی تقریریں لکھنے کی ڈیوٹی میری تھی۔ میں نے کتاب کی ضبطی سے متعلق خبر پڑھی تو خون کھول گیا کہ یہ کتاب عیسائیوں کے خلاف ہے انگریز نے ستر سال تک اسے برداشت کیا۔پاکستان کی حکومت سے چند سال بھی یہ برداشت نہ ہوسکی حالانکہ اس ساری کتاب میں لفظ ''احمدیت'' تک نہیں ہے۔''انجمن حمایت اسلام'' والوں نے ان چار

سوالوں کا جواب حضرت بانی سلسلہ سے لکھوایا جو اجلاس میں سنوایا گیا۔ میں نے ایک ایڈیٹوریل لکھا:

''موہوم دل آزاری کی آڑ لے کر''

ہزار احتیاط کے باوجود اس اداریئے کے لب ولہجہ میں تلخی وتندی کا آجانا یقینی تھا۔ چیف سیکرٹری صاحب (جناب وہاب الدین عباسی) کے نوٹس میں لایا گیا تو انہوں نے مجھے نوٹس دیا کہ

''گیارہ دن کے اندر اندر آپ آکر جواب دیں کہ آپ کا پرچہ کیوں نہ بند کر دیا جائے جس کی زبان اسقدر تلخ ہے۔''

گیارہ دنوں میں صرف ایک پرچہ نکل سکتا تھا میں نے تازہ شمارہ کیلئے ایک نظم کہہ کر سرورق پر شائع کر دی اس کا مطلع تھا:

تقدیس کی لَو ضبط ارادت کی جلا ضبط
اس شہرِ وفا میں ہوئی ہر رسمِ وفا ضبط

اس اداریئے اور نظم کی اشاعت کے بعد میں عباسی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کوئی آدھ گھنٹے کی حیث بحث کے بعد آخر طے پایا کہ میں اُن سے تقریر لکھنے کی چٹ لے جاؤں اور تقریر لکھنے کے بعد کتاب کے بارے میں جو گزارشات کرنا چاہوں کر آؤں۔

اسی شام میں نے کوثر نیازی صاحب کو دفتر میں بلایا۔ جی بھر کر انہیں مرغوب مچھلی کھلائی اور کہا کہ تمہاری برداشت کی طاقت کس قدر کمزور ہے کہ جس کتاب کو انگریز نے ۷۰ سال تک برداشت کیا اسے تم چند سال بھی نہ کر سکے حالانکہ اس میں لفظ ''احمدیت'' تک نہیں ہے جواب ملا ''میں لکھ نہیں سکتا'' میں نے کہا پرسوں ایڈیٹرز کانفرنس ہے اُس میں یہی ذکر کرو۔ کہنے لگے ''تم کیوں نہ کرو'' میں نے کہا میری چیف سیکرٹری صاحب سے ملاقات ہو چکی ہے اب میں اگر ذکر چھیڑوں گا تو وہ فوراً فرما دیں گے کہ آپ سے تو بات ہو چکی ہے۔ بہرحال میں نے ایڈیٹرز کانفرنس میں اپنی نشست کا ایسا اہتمام کیا کہ اگر ایک طرف کوثر نیازی تھے تو دوسرے طرف آغا شورش کاشمیری اور خود دوسرے دن عباسی کی چٹ لے کر گورنر کے دربار میں جا پہنچا۔ نواب صاحب کا معمول تھا وہ دریافت کرتے:

''اوئے منڈیا کافی پئیں گا سّی کہ چائے۔''

اس دن میری طبیعت بھی بھری ہوئی تھی انہوں نے معمول کے مطابق پوچھا مگر مجھ سے کوئی معقول جواب بن نہ پڑا جس پر نواب صاحب نے دریافت کیا: ''منڈیا توں کھرا وا کیوں وتخ ریا ایں

جیہڑی گل کرنی اے کھل کے کر‘‘۔ میں نے عرض کیا کہ:’’جناب ایہہ کتاب ضبط کر کے آپ نے اپنا ہی کچھ نقصان کیا ہے۔ کیا غلام غوث ہزاروی کی خواہش کی تکمیل کسی اور رنگ میں نہیں ہوسکتی تھی۔‘‘

فرمایا!’’غلام غوث ہزاروی کی مجھے کیا تکمیل خواہش منظور تھی اور کیوں؟‘‘

عرض کیا:’’اس نے نواب مظفر خاں کے الیکشن میں انکی مدد کی تھی۔‘‘

’’تمہارا مطلب یہ ہے کہ غلام غوث ایسے مولویوں کی خاطر میں اپنے صوبے کا نظام درہم برہم کر لوں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں اب تو بتا کہ ہم نے اپنا کیا نقصان کیا ہے؟‘‘

عرض کیا

’’یہ ایک غریب جماعت ہے جس کا ہر فرد ہر نماز میں دعا مانگتا رہتا ہے اللہ حکومت وقت کو مضبوط رکھنا۔ وہ دعا تو اب بھی مانگتا رہے گا کہ اس کے امام کا حکم ہے لیکن وہ پہلی سی بشاشت اس میں نہیں ہوگی۔‘‘

’’آپ نے شاید کتاب دیکھی نہیں یہ دیکھیں اس میں تو لفظ’’احمدیت‘‘ تک نہیں ہے۔ کہنے لگے۔ یہ کتاب تو ضبط ہو چکی ہے۔‘‘

عرض کیا:’’گورنمنٹ ہاؤس میں تو کچھ ضبط نہیں ہوتا۔‘‘

اب تقریر کی ریہرسل بھی ہو چکی تھی میں نے کھڑے ہو کر کچھ عرض کرنا چاہا تو بولے۔

’’تو بھی نرا شاعر ہی ہے۔ عباسی صاحب سے کہہ کتاب واگزار کر دیں۔‘‘

عرض کیا:’’پرسوں عباسی صاحب نے فرمایا تھا کہ نواب صاحب کی خدمت میں عرض کرنا۔‘‘

فرمایا:’’عباسی صاحب سے کہو نواب صاحب نے کہا ہے کہ کتاب واگزار کر دو۔‘‘

اگلی صبح ایڈیٹرز کانفرنس تھی محفل جمتے ہی کوثر نیازی نے اتنا ہی کہا تھا کہ

’’جناب مرزا غلام احمد کی کتاب‘‘

آر اے پی پی کے احمد بشیر صاحب نے مصرع اٹھا لیا اور کہا:’’ہمارے تو احتجاجی خطوط سے میز بھرے پڑے ہیں۔‘‘

اس پر مجید نظامی صاحب نے بھی یہی فقرہ دہرایا اس پر عباسی صاحب نے محمد علی شاہ ہوم سیکرٹری کو بلوایا اور ان سے کہا کہ:’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ نامی کتاب کی واگزاری کا نوٹیفکیشن کر دیں۔‘‘ 101

حکومت مغربی پاکستان کا مبارک اور دانشمندانہ فیصلہ اور اس کا شکریہ

اس قدر ملکی اور غیر ملکی احتجاج کو دیکھ کر آخر کار گورنمنٹ کو پسپا ہونا پڑا۔ چنانچہ حکومت مغربی پاکستان نے ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء کو ضبطی کا حکم واپس لے لیا[102] اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انقلاب انگیز کتاب کی اشاعت بحال کر دی۔ جس سے جماعت احمدیہ اور دنیا بھر کے اسلامی حلقوں کو انتہائی خوشی ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اس فیصلہ کو حق وانصاف کی فتح سے تعبیر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

’’حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے تقریر وتحریر کے ذریعہ اسلام کی جو عدیم المثال خدمات سرانجام دی ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں اور دوست اور دشمن اپنے اور بیگانے اُن کا لوہا مان چکے اور آپ کو اسلام کا ایک ’’فتح نصیب جرنیل‘‘ قرار دے چکے ہیں۔ پس یہ کتنے دکھ اور افسوس کی بات تھی کہ وقت کی مسلمان حکومت نے جلد بازی اور کوتاہ اندیشی سے آپ کی ایک ایسی کتاب کو ضبط کرنے کا فیصلہ کیا جو اسلام کی تائید اور ایک نادان مسیحی کے اعتراضوں کے جواب میں پینسٹھ سال پہلے لکھی گئی تھی اور جسے خود اُس وقت کی عیسائی حکومت اپنے پچاس سالہ دور میں وسعتِ قلب کے ساتھ برداشت کرتی چلی آئی تھی۔ بہر حال اگر صبح کا بھولا شام کو گھر واپس آ جائے تو اُسے بھولا ہوا نہیں سمجھنا چاہیئے اور ہم حکومت کے شکر گذار ہیں کہ اُس نے اپنے اس ناواجب اور غیر منصفانہ فیصلے کو جلدی منسوخ کر کے ہمارے زخمی دلوں پر مرہم کا پھایہ رکھا ہے۔ دعا ہے کہ خدا اُسے آئندہ ایسی غلطی سے محفوظ رکھے آمین۔ دراصل اگر حکومت غور کرے تو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وجود حکومت کے لئے ایک مقدس تعویذ ہے۔ کاش وہ سمجھے!!!‘‘[103]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے ایک بیان میں حمد باری تعالیٰ کے بعد حکومت کا شکریہ ادا کیا۔ ’’جس نے دنیا کے جھوٹے وقار کی پروانہ کرتے ہوئے اعلیٰ انسانی اقدار اور اسلام دوستی پر اپنی دنیاوی پرسٹیج (prestige) کو خوشی سے قربان کر کے صحیح اسلامی روح کا مظاہرہ کیا‘‘۔

نیز خدا تعالیٰ کے حضور اپنے عملی شکریہ کا ایک طریق یہ بیان فرمایا کہ۔

’’ہم ہر عیسائی تک ’’سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب‘‘ پہنچائیں اور انہیں عیسائیت کی روح جھلسنے والی تپش سے نکل کر اسلام کے ٹھنڈے سایہ تلے آنے کی دعوت دیں تا وہ دل جو اسلام

پر غلط نکتہ چینی کی طرف مائل ہیں انہیں دلوں سے اسلام کی صداقت کے چشمے پھوٹ نکلیں اور اُن کی زبانیں بے اختیار ہوکر **لا اله الا الله محمد رسول الله** کا وِرد کرنے لگیں‘‘۔[104]

کتاب کی وسیع اشاعت

حکومت مغربی پاکستان کے دانشمندانہ فیصلہ پر احمدیوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا یہ عید مسرت تھی جس میں اُن کا جوش وخروش اور ردّعمل بہت ایمان افروز اور قابل دید تھا۔ پہلے تو اخبار الفضل کی تین اقساط (۸،۶،۵ جون ۱۹۶۳ء) میں اس مقدس دستاویز کا مکمل اردو متن چھاپ دیا گیا اس کے بعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے کتابی صورت میں اس کی نہایت وسیع پیمانے پر اشاعت کی[105] اور اسے پورے ملک میں پہنچا دیا۔اس کے علاوہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی ہدایت پر مولانا غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ نے پانچ ہزار کی تعداد میں اس کا سندھی ایڈیشن اور بابو شمس الدین خاں امیر صاحب جماعت احمدیہ سرحد نے اس کا پشتو ایڈیشن شائع فرمایا۔علاوہ ازیں جناب ملک مبارک احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ مدیر البشری نے اسے فصیح و بلیغ عربی میں منتقل کیا۔جو انہی کے زیر انتظام رسالہ ’’البشری‘‘ میں چھپا اور عرب دنیا کو بھجوایا گیا۔(سندھی ایڈیشن کی اشاعت میں مندرجہ ذیل احباب نے بھی حصہ لیا۔حضرت صوفی محمد رفیع صاحب امیر جماعت احمدیہ خیر پور ڈویژن، حاجی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع نواب شاہ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد ڈویژن، چوہدری عزیز احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ ضلع حیدرآباد، ماسٹر رحمت اللہ صاحب صدر حیدرآباد شہر)[106]

نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے ۶ ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو کتاب کے امتحان کی تاریخ مقرر کی گئی۔[107] اور اعلان کیا گیا کہ اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو انعام دیا جائے گا۔[108]

چنانچہ حسب پروگرام ۶ نومبر ۱۹۶۳ء کو ملک گیر بنیادوں پر امتحان ہوا جس میں مغربی پاکستان کے ۲۰۱۷ ر احمدی احباب اور ۵۵۲ خواتین نے شرکت فرمائی (مردوں میں سے کامیاب ۱۴۶۱ ر اور خواتین میں سے ۴۳۲)۔اس خصوصی امتحان میں مولوی عبدالمجید صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کراچی ۱۰۰/ ۹۸ نمبر لے کر اوّل آئے۔ دوم پوزیشن کے حقدار مشترکہ طور پر کراچی کے جناب آفتاب احمد صاحب بسمل اور کوئٹہ کے مکرم عمر ادریس صاحب قرار پائے جنہوں نے ۱۰۰/ ۹۵ نمبر حاصل کئے اور سوم کوئٹہ کے مکرم محمد احمد صاحب مولوی فاضل رہے۔مولانا جلال الدین صاحب شمس خالد

احمدیت نے جلسہ سالانہ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کے دوسرے اجلاس میں ان سب امتیاز حاصل کرنے والے احباب میں بالترتیب انعامات تقسیم فرمائے جو اہم دینی کتب پر مشتمل تھے۔[109]

امتحان میں مندرجہ ذیل چار خواتین کو امتیازی پوزیشن حاصل ہوئی جنہیں زنانہ سٹیج سے انعامات دیئے گئے۔

اوّل: قانتہ شاہدہ صاحبہ جامعہ نصرت ربوہ ۱۰۰/۸۴۔ دوم: سیدہ تنویر صاحبہ ڈیرہ غازی خان ۱۰۰/۸۲۔ سوم نمبر۱: مریم حنا صاحبہ نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ ۱۰۰/۸۱۔ نمبر۲: مودودہ طلعت صاحبہ حیدرآباد سندھ ۱۰۰/۸۱۔[110]

افریقہ میں اسلام کی شاندار پیش قدمی

مجاہدین احمدیت افریقہ میں عیسائیت کا جس مومنانہ عزم، اور جوانمردی اور روحانی واخلاقی قوت سے مقابلہ کر رہے تھے۔ اس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوا کہ عیسائیت کی بڑھتی ہوئی یلغار رک گئی اور اسلام نے پورے برّ اعظم میں نہ صرف اپنے پاؤں مضبوطی سے جما لئے بلکہ پیش قدمی کرنا شروع کر دی۔

چنانچہ اس سال کے ابتداء میں بھی امریکن بائبل سوسائٹی کو اعتراف کرنا پڑا کہ افریقہ کے بہت سے علاقوں میں عیسائی مشنری جس رفتار سے افریقنوں کو عیسائی بناتے ہیں مسلم مشنری اس سے دگنی تعداد میں انہیں حلقہ بگوشِ اسلام بنا لیتے ہیں۔

سوسائٹی کے ۴۷ ویں سالانہ اجلاس سے معاً قبل ایک رپورٹ شائع کی گئی۔ جس میں کہا گیا کہ جنوب کی طرف اسلام کی کامیاب یلغار افریقہ میں سوسائٹی (امریکن بائیبل سوسائٹی) کے کام کو اور زیادہ مشکل بنا رہی ہے بہت سے علاقوں میں کم سے کم اندازے کے مطابق مسلم مشنری افریقہ کے مشرکوں کو اس رفتار سے اسلام کا حلقہ بگوش بنا رہے ہیں کہ ہر اُس ایک مشرک کے بالمقابل جسے عیسائیت اپنی طرف کھینچتی ہے وہ دو مشرکوں کو اسلام کی آغوش میں کھینچ لیتے ہیں۔[111]

اسی طرح گراہمز ٹاؤن کے ایک ٹیچر مسٹر اے کے گراہم نے بیان دیا کہ عنقریب اشاعت اسلام کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہو جائے گی نیز بتایا کہ بہت سے مبصرین کی رائے یہ ہے کہ اگر عیسائیت نے خطرہ کا پورے طور پر احساس نہ کیا تو اسلام بآسانی سارے افریقہ کا مذہب بن جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ بیسویں صدی کا سب سے اہم اور تعجب خیز امر وہ مخصوص اسلام ہے جو حیات نو سے ہمکنار ہونے

کے علاوہ اپنی ذات میں جارحانہ نوعیت کا حامل ہے اور یہی وہ اسلام ہے جو بیداری سے ہمکنار ہونے والے افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔[112]

چند ماہ بعد مشہورِ عالم ادارہ ''برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی'' کے جنرل سیکرٹری ریورنڈ جے۔ ٹی۔ واٹسن (Rev. J.T. Watson) نے افریقہ کا دورہ کرنے کے بعد کیپ ٹاؤن میں بیان دیا کہ بلاشبہ اسلام نہایت سرعت سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ یہ بیان افریقہ کے قریباً تمام اخباروں میں شائع ہوا۔ چنانچہ فری ٹاؤن کے اخبار ڈیلی میل (Daily Mail) نے ۸ نومبر ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''کیپ ٹاؤن، ۷ر نومبر (بروز جمعرات) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کے جنرل سیکرٹری ریورنڈ جے ٹی واٹسن نے آج کیپ ٹاؤن میں اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ بات عین ممکن ہے کہ قریب مستقبل میں اسلام افریقہ کے ایک عوامی مذہب کی حیثیت سے عیسائیت کو شکست دے کر اس کی جگہ لے لے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ دنیا کی آبادی دس لاکھ نفوس فی ہفتہ کے حساب سے بڑھ رہی ہے لیکن چرچ دنیا کی روحوں کو جیتنے اور انہیں عیسائیت کا گرویدہ بنانے کی جدوجہد میں ناکام ہوتا جارہا ہے۔

مسٹر واٹسن دوروز کے لئے کیپ ٹاؤن آئے ہوئے ہیں۔ آپ افریقہ میں بائبل سوسائٹیوں کے سیکرٹری کی دس روزہ کانفرنس میں شرکت کے بعد جو کینیا کے مقام لیمور میں منعقد ہوئی تھی انگلستان واپس جاتے ہوئے کیپ ٹاؤن تشریف لائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے افریقہ میں زیادہ عرصہ ٹھہرنے کا موقع نہیں ملا ہے اس لئے میں افریقہ کے نئے آزاد ملکوں میں غیر ملکی پادریوں اور اُن کی کلیسیائی تنظیم کے خلاف مخالفانہ جذبہ سے پورے طور پر آگاہ نہیں ہوں تاہم موجودہ صورتِ حال فوری توجہ کی محتاج ضرور ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم مقامی پادریوں کے لئے اپنے دروازے کھول دیں اور اگر ہمارا وہاں سے چلا آنا ہی بہتر ہو تو چلے آئیں۔

انہوں نے مزید کہا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام افریقہ میں برابر ترقی کررہا ہے۔ اگر ایک شخص عیسائیت قبول کرتا ہے تو اسلام اس کے مقابلہ میں دو افراد کو اپنا حلقہ بگوش بنالیتا ہے۔ ابھی موقع ہے کہ ہم اپنے آپ کو سنبھال لیں۔ ہمیں اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے لیکن اس امر کا قوی امکان موجود ہے کہ ہم اس موقع کو گنوادیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام عیسائیت سے بازی لے جائے گا۔''[113]

خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاس کیلئے اہم پیغام

اس سال خدام کی دسویں مرکزی تربیتی کلاس ۱۹/اپریل سے ۳/مئی ۱۹۶۳ء تک جاری رہی۔ کلاس کے پہلے روز مغربی پاکستان کی ۲۳ مجالس کے ۱۱۲ خدام شریک ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اس موقع پر مندرجہ ذیل روح پرور پیغام مرحمت فرمایا:۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ خدام الاحمدیہ کے شعبہ تعلیم کی طرف سے سالانہ تربیتی کلاس عنقریب شروع ہو رہی ہے۔ سو میرا احمدی نوجوانوں کے لئے یہ پیغام ہے کہ وہ دین کا علم سیکھیں اور پھر اس علم کو دلیری مگر حکمت اور موعظہ حسنہ کے رنگ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں اور ہمسایوں تک پہنچائیں۔ دین کوئی فلسفہ نہیں ہے بلکہ دین کی اصل غرض مومنوں میں نیکی اور قوتِ عمل پیدا کرنا ہے۔ پس خدام الاحمدیہ کو چاہیئے کہ اپنے اندر قوتِ عمل پیدا کریں اور ایمان کے معاملہ میں ایسی جرأت دکھائیں کہ کوئی چیز اُن کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ حکم دیا ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی کوئی منکر بات دیکھو جو دین یا اخلاق یا محبت الٰہی یا اکرام رسول یا آدابِ بزرگان کے خلاف ہو تو بڑی جرأت کے ساتھ اُس کا مقابلہ کرو۔ بے شک آپ لوگوں کو لڑنے بھڑنے سے روکا گیا ہے مگر لڑنا بھڑنا اور چیز ہے لیکن جرأت کے ساتھ بدی کا مقابلہ کرنا اور نیکی کو پھیلانا بالکل اور چیز ہے اور یہ بات صاف ایمان کے ذریعہ پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔

والسلام خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ۱۷/اپریل ۱۹۶۳ء''[114]

پاکستانی احمدیوں کی طرف سے مالی قربانی کا عظیم الشان مظاہرہ

سیدنا حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۵ء کے موقع پر اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کا چندہ اور تحریک جدید کا چندہ پچیس پچیس لاکھ تک پہنچ جانا چاہیئے۔[115] اس سے قبل یعنی ۵۵۔۱۹۵۴ء میں صدر انجمن احمدیہ کے لازمی چندوں کی وصولی نو لاکھ کے اندر تھی لیکن اس کے بعد جماعت پاکستان نے والہانہ انداز میں جدوجہد شروع کر دی اور غیر معمولی اضافہ شروع ہو گیا۔

یہاں تک کہ ۳۰/اپریل ۱۹۶۳ء تک صدر انجمن احمدیہ کی وصولی سترہ لاکھ تک پہنچ گئی جو اس سے پہلے سال کی نسبت دو لاکھ روپے سے بھی زیادہ رقم کی ایزادی تھی۔ اس طرح وہی منزل جو چند سال قبل بہت دور اور بظاہر ناممکن الحصول نظر آتی تھی خدا کے فضل کے ساتھ حقیقت نظر آنے لگی۔

حضرت مصلح موعود نے ایک بار فرمایا تھا کہ:۔

''خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ یہ سلوک ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے فضل سے میری رہنمائی فرماتا ہے بعض دفعہ الفاظ میں وہ مجھ پر وحی نازل کر دیتا ہے اور بعض دفعہ میرے قلب پر وہ اپنا فیصلہ نازل کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک میرے ساتھ اتنی کثرت اور تواتر سے ہوتا ہے کہ میں خود حیران رہ جاتا ہوں کہ میری زبان سے کیا نکل رہا ہے مگر ابھی چند دن نہیں گذرتے کہ جو کچھ میری زبان پر جاری ہوا ہوتا ہے۔ وہ واقعات کی صورت میں دنیا میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے''۔

قادر خدا کی آسمانی نصرتوں کا یہ ایمان افروز نشان اس تحریک میں بھی ظاہر ہوا۔

میاں عبدالحق صاحب رامہ (ناظر بیت المال) نے پاکستانی احمدیوں کے اخلاص اور غیر معمولی ایثار وقربانی کے اس عظیم الشان مظاہرہ پر ایک خصوصی نوٹ سپرد قلم کیا جس میں بتایا کہ:۔

''رقم کے لحاظ سے جماعت لاہور کا اضافہ سب سے زیادہ یعنی سوا لاکھ روپے کے قریب ہے۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کراچی کا نمبر آتا ہے جس کا اضافہ ایک لاکھ سے کچھ اوپر ہے۔ ترقی کی رفتار کے لحاظ سے زیادہ بڑی جماعتوں میں سے مرکز ربوہ سب سے آگے ہے۔ اس جماعت کی چندہ عام وحصہ آمد و چندہ جلسہ سالانہ کی حالیہ وصولی ۵۳۔۱۹۵۴ء کی وصولی کے مقابلہ میں ساڑھے تین گنا سے بھی اوپر ہے۔ اس وصولی میں انجمن اور تحریک جدید وغیرہ کے کارکنوں کا چندہ بھی شامل نہیں اس لحاظ سے یہ ایزادی نہایت ہی قابل قدر ہے۔ اس سے کم بڑی جماعتوں میں سے حیدرآباد اوّل نمبر پر ہے جس کی وصولی چھ گنا کے قریب بڑھ گئی ہے۔ درمیانہ جماعتوں میں سے وزیرآباد پیش پیش ہے۔ کیونکہ اس جماعت کی وصولی ساڑھے چار گنا سے بھی بڑھ چکی ہے۔ زمیندارہ جماعتوں میں سے چک نمبر ۹ پنیار ضلع سرگودھا نے نہایت ہی اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ اس جماعت کی وصولی دس گنا سے بھی اوپر نکل گئی ہے۔ بہت سی جماعتوں نے ترقی کا شاندار معیار قائم کیا ہے۔''[116]

ایک غیر متعصب ادیب جناب شوکت تھانوی صاحب کی وفات

برصغیر پاک و ہند کے نامور اور صاحب طرز ادیب اور مزاح نگار، جناب محمد عمر شوکت تھانوی جن کے سیدنا حضرت مصلح موعود اور سلسلہ کے کئی بزرگوں سے نہایت گہرے روابط و مراسم تھے، اس سال ۴ مئی ۱۹۶۳ء کو لاہور میں وفات پا گئے ۔ (ولادت ۱۹۰۴ء) متحدہ ہندوستان میں اخبار ''ہمدم'' اودھ، اخبار ''سرپنچ'' اور ''حق'' میں کام کیا۔ تقسیم ملک کے بعد دس سال ریڈیو پاکستان لاہور سے وابستہ رہے۔ پھر روزنامہ جنگ کے عملہ ادارت سے منسلک ہو گئے۔ آپ کی شہرت و مقبولیت کا سنگ بنیاد آپ کا مشہور مزاحیہ افسانہ ''سودیشی ریل'' ہے جو ۱۹۳۰ء میں رسالہ نیرنگ خیال لاہور کے سالنامہ میں چھپا۔ برصغیر کے مختلف اردو، ہندی، بنگالی اور مرہٹی اخبارات جن میں یہ افسانہ نقل ہوا یا ترجمہ کر کے چھاپا گیا۔ اُن کی تعداد چھپن تھی اس کے علاوہ انگلستان کے اخبار گلوب (Globe) نے اس کا انگریزی ترجمہ شائع کیا۔ سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفہ ثانی نے اپنے ایک خطبہ میں بھی اس افسانہ کا خاص طور پر ذکر فرمایا[117] ۔ صدر پاکستان محمد ایوب خاں نے آپ کی ادبی اور صحافتی خدمات پر تمغہ امتیاز دیا نیز آپ کی وفات پر خراج تحسین ادا کرتے ہوئے فرمایا ''ملک کی چوٹی کی ادبی شخصیت تھی اور اردو نظم و نثر میں اُن کا حصہ منفرد ہے۔'' مولانا صلاح الدین صاحب مدیر ''ادبی دنیا'' نے کہا۔ ''مرحوم کا شمار اردو کے چوٹی کے مزاح نگاروں میں ہوتا ہے'' ۔[118]

جناب شوکت تھانوی صاحب نے اپنی خود نوشت سوانح حیات ''ما بدولت'' کے نام سے لکھی۔ جس میں نہایت دلچسپ انداز میں اپنے سفر قادیان، حضرت مصلح موعود کی ملاقات اور جماعت احمدیہ کے جلسہ ہائے سیرت النبیؐ میں شرکت اور بزرگان سلسلہ سے خصوصی تعلق کے اہم واقعات سپرد قلم فرمائے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) پنجاب کا پہلا سفر

''کسی کو کلکتہ اور بمبئی دیکھنے کا شوق ہوتا ہے۔ کسی کو کشمیر جنت نظیر کی زیارت کی تمنا مگر ہم کو نہ معلوم کیوں ہمیشہ سے لاہور دیکھنے کی تمنا تھی۔ بچپن ہی سے لاہور میں ہمارے لئے خدا جانے کیا کشش تھی کہ ہمیشہ لاہور جانے کو دل چاہا مگر یہ آرزو کبھی پوری نہ ہو سکی مگر جب اس تمنا کے برآنے کا وقت آیا تو اچانک پوری بھی اس طرح ہو گئی کہ گمان تک نہ ہو سکتا تھا۔ ایک دن ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے

فرمایا چلتے ہو پنجاب ۔دل نے کہا نیکی اور پوچھ پوچھ۔ وہ لاہور سے بھاوج صاحبہ مسز عمر کو لینے جارہے تھے اور ارادہ تھا کہ راستہ میں قادیان میں ٹھہریں گے۔ چنانچہ ہم ان کے ہمرکاب ہو گئے ۔امرتسر پہنچ کر ہم لوگ قادیان کی طرف مڑ گئے ۔قادیان پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ڈلہوزی تشریف لے گئے ہیں پھر بھی تمام دن قادیان میں گذرا۔ قادیان کے مختلف شعبے سرسری طور پر دیکھے۔ بہشتی مقبرہ دیکھا۔ اخبار الفضل کے دفتر گئے ۔قاضی اکمل صاحب سے ملے اور سہ پہر کو یہ سن کر کہ آج ہی حضرت صاحب ڈلہوزی سے شملہ جاتے ہوئے امرتسر سے گذریں گے ہم لوگ واپس امرتسر آ گئے اور امرتسر میں حضرت صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ خیال تھا کہ ہم کو دیکھتے ہی احمدیت کی تبلیغ شروع کر دیں گے ہم کو بیعت کی دعوت دی جائے گی اور ہم جب انکار کریں گے تو ڈاکٹر صاحب کو ہدایت دی جائے گی کہ ان کو جماعت کا لٹریچر پڑھنے کو دیا جائے مگر نہ وہاں احمدیت کا کوئی ذکر تھا۔ نہ بیعت کا کوئی سوال نہ کوئی اور ایسی بات جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ ہم کو غیر احمدی سمجھا جارہا ہے اور احمدی بنانے کی تحریک ہو رہی ہے بلکہ بجائے اس کے حضرت صاحب نے کچھ ادبی اور کچھ شاعرانہ گفتگو چھیڑ دی تا کہ ہم کو کچھ دلچسپی ہو سکے سب نے مل کر ریفریشمنٹ روم میں ہندوستانی کھانا کھایا اور اس کے بعد حضرت صاحب شملہ کی طرف روانہ ہو گئے ۔اس پہلی ملاقات میں ان کی گفتگو کا رُخ زیادہ تر سیاسیات کی طرف تھا اور ہم صرف یہ اندازہ کر سکے کہ ان کی مذہبی حیثیت تو درکنار ان کی سیاسی حیثیت بھی نہایت بلند ہونا چاہیئے جو عمیق نظر ان کی سیاست کی باریکیوں پر پڑ رہی تھی ۔ وہ صرف ایک مشاق ماہر سیاست کی ہو سکتی تھی ۔ادبی معاملات میں جو گفتگو آپ نے فرمائی وہ خالص ادبی رنگ لئے ہوئے تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ ایک منجھا ہوا ادیب یہ باتیں کر رہا ہے ان تمام باتوں کے علاوہ نگاہیں نیچی، لبوں پر تبسم اور آواز میں ایک دلکشی غالباً ان ہی باتوں کو غیر احمدی قادیانیوں کی جادوگری کہتے ہوں گے''۔ 119

(۲) گہرستان

''میری نظموں اور غزلوں کا مجموعہ گہرستان کے نام سے عرصہ سے زیر ترتیب تھا اور میں اس کو خود چھاپنا چاہتا تھا۔ برادر محترم مولوی محمد عثمان صاحب احمدی نے اس کی طباعت کے لئے تمام انتظامات اس طرح کر دیئے تھے کہ ہلدی لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے چنانچہ ہم کو کچھ صرف کرنا بھی نہیں پڑا اور کتاب بھی خود ہم نے چھاپ لی۔......

گہرستان کی ایک جلد برادر محترم مولوی محمد عثمان صاحب احمدی نے آنریبل چوہدری سر محمد ظفراللہ خان کو بھی بھیج دی تھی ۔ چوہدری صاحب نے اس کتاب کو گول میز کانفرنس کے اجلاس میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے اپنے ساتھ رکھ لیا اور اس پر عجیب حالات میں تبصرہ لکھ کر بھیجا جو رسالہ نیرنگ خیال لاہور میں چھپ چکا ہے یوں تو گہرستان پر علامہ سر محمد اقبال، سر شاہ محمد سلیمان چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ، سر محمد مزمل اللہ خان، سر سید لیاقت علی وغیرہ بہت سے بزرگوں نے تبصرہ کیا تھا مگر سر محمد ظفراللہ کا یہ تبصرہ رسمی اور فرمائشی قسم کا نہ تھا۔ سر ظفراللہ نے فرمایا کہ یہ کتاب ایک سوٹ کیس میں رکھی ہوئی تھی اور وہ سوٹ کیس اسی سفر میں ایک جگہ سمندر میں جا گرا۔ بمشکل تمام اس کو نکالا گیا اور گہرستان کو پھر میں احتیاط کے ساتھ اپنے ہمراہ لے گیا۔ اسی تبصرہ میں ایک جگہ سر ظفراللہ نے ایک عجیب بات فرمائی ہے۔

''میں تو شوکت صاحب کی دلی کیفیات کا اندازہ کر کے خوش ہو رہا ہوں اور لطف اندوز بھی اور ساتھ ہی ساتھ مجھے یقین بھی ہے کہ شوکت صاحب کو یہ احساس ہوگا کہ میں ان کے تخیل کی پرواز اور فکر کی گہرائیوں سے بالکل بے بہرہ ہوں ۔ صاحب کلام ایک کیفیت کا اظہار ایک خاص ترکیب الفاظ سے کرنا چاہتا ہے۔ پڑھنے والے اور سننے والے اپنے اپنے ذوق اور ظرف کے مطابق اس سے استفادہ کرتے ہیں ۔ اگر شوکت صاحب کے فکر و تخیل کا مالک ہوتا تو میں بھی اپنی کیفیات قلبی کو مزین الفاظ اور مرصع ترکیبوں میں ادا کر سکتا۔''

اس اقتباس کے بعد ایک لطیفہ پیش کیا جاتا ہے کہ بریلی کے ایک رئیس اکثر اس خاکسار سے کلام سنانے کی فرمائش کیا کرتے تھے اور اس خاکسار کا دم نکل جایا کرتا تھا اس فرمائش پر، اس لئے کہ پھر شروع ہو جاتے تھے ان کے وہ تبصرے جن کا ہمارے بیچارے شعر سے دُور کا تعلق بھی نہ ہوتا تھا۔ کہنے لگے میاں ٹھہرو دوسرا مصرعہ ابھی نہ پڑھنا ۔ پتہ بھی ہے تم کو کیا کہہ دیا ہے تم نے یہ کہا ہے یہ کہا ہے اور یہ کہا ہے یعنی جو ہم نے نہیں کہا تھا وہ سب یہ بزرگ فرما جاتے تھے اور آخر میں کہتے تھے کہ اب تم ہی بتاؤ کہ اس کے بعد دوسرے مصرعے کی کیا ضرورت رہ سکتی ہے پہلا ہی مصرعہ مکمل شعر ہے اور دوسرا مصرعہ محض بھرتی کا ہوگا۔ جب دوسرا مصرعہ سنایا تو ہاتھ کے اشارے سے روک دیا آنکھیں بند کر کے کچھ غور فرمایا۔ اور ایک دم چونک کر بولے نہیں صاحب دوسرے مصرعے نے حالات ہی بدل دیئے۔ اب اس شعر کا مفہوم یہ ہوا۔ یہ ہوا اور یہ ہوا۔ یعنی جو کچھ نہیں ہوا تھا وہ بیان فرما گئے ۔ سر محمد ظفراللہ خان نے اس

تبصرے میں کسی ایک موقع پر بھی ہمارے کسی شعر کو کسی ایسے رنگ میں پیش نہیں کیا ہے جو ہمارے مفہوم سے علیحدہ ہو مگر بات یہ بالکل سچی کہی ہے کہ شاعر کچھ کہتا ہے اور سمجھنے والے اس کو اپنے اپنے رنگ میں سمجھا کرتے ہیں۔ ہماری ایک ممانی صاحبہ ہیں آپ پڑھی لکھی تو خیر نہیں ہیں مگر سخن شناس بہت ہیں۔ ہمارے شعر سننے کا بڑا شوق ہے اور ہر شعر سن کر یہی ایک بات ہمیشہ کہی کہ چاہے اس شعر کو ادھر لے جاؤ چاہے اُدھر لے جاؤ۔ مطلب ہوتا ہے اِدھر اُدھر کا حقیقت اور مجاز مگر یہ باتیں تو وہ جانتی نہیں البتہ ادھر ادھر کی مختلف شرحیں دیکھ کر کر لیجئے۔ کاش غالب خود زندہ ہوتے اور اپنا مفہوم خود بھی بیان کر سکتے۔''

طوفانِ تبسّم

''اپنی بکڈپو قائم کرنے کا مستقل خیال تھا۔ اب تک ہماری تین کتابیں نکل چکی تھیں موج تبسم اور بحر تبسم۔ نسیم انہونوی صاحب نے چھاپی تھیں۔ سیلاب تبسم صدیق بکڈپو نے لہٰذا چوتھا مجموعہ طوفانِ تبسم اور گہرستان ہم نے خود چھاپے طوفان تبسم کے لئے بھی برادر محترم مولوی محمد عثمان صاحب احمدی نے سرمایہ کا انتظام ایک ایسے بزرگ کے یہاں سے کرا دیا۔ جن کی پہلی شرط یہی تھی کہ اس کے نام کو اچھالا نہ جائے مولوی محمد عثمان صاحب احمدی نے ہماری تعمیری زندگی میں بہت کچھ ہاتھ بٹانا چاہا اور بہت کوشش کی کہ ہم کسی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں مگر وہ بیچارے کیا کرتے۔

ع مری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی''۔ 120

۳۔ پنجاب کا دوسرا سفر

''روزنامہ ''حق'' کی ملازمت ہی کے درمیان ہم کو پھر قادیان جانا پڑا۔ لکھنو میں احمدیت کے خلاف جو پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں مولوی محمد عثمان صاحب احمدی نے ''حقیقت'' کے ایڈیٹر انیس احمد صاحب عباسی کو اور اس خاکسار کو دعوت دی کہ آپ لوگ قادیان چل کر وہاں کے حالات کا خود مطالعہ کریں اور اپنے اس مطالعہ کی روشنی میں اگر مناسب سمجھیں تو کچھ لکھیں۔ انیس احمد صاحب عباسی نے اور ہم نے علیحدہ مشورہ کیا اور آخر اس دعوت کو منظور کر لیا۔

...... اس مرتبہ قادیان پہنچ کر ہم لوگوں نے نہایت تفصیل کے ساتھ ہر شعبہ کو تنقیدی نظر سے دیکھا۔ خود حضرت صاحب سے ملے اور دعوت بھی ان کے ساتھ کھائی۔ ہمارے اعزاز میں ایک مشاعرہ بھی منعقد کیا گیا۔ اسکول کو دیکھا اور حضرت صاحب کی مکمل سیکرٹریٹ کی سیر کی۔ جہاں ہر ایک شعبہ کا ایک علیحدہ ناظم تھا اور جتنے ناظم تھے وہ سب نہایت ایثار کے ساتھ اپنی اعلیٰ قابلیتوں کے باوجود

نہایت قلیل معاوضہ پر کام کر رہے تھے۔برادر محترم مولوی محمد عثمان صاحب نے ہم دونوں کی تواضع اور آرام کا ہر ممکن انتظام ہر جگہ کیا اور آخر ہم سب ایک رائے قائم کر کے وہاں سے واپس ہوئے۔‘‘[121]

۴۔جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

’’جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر سال جلسۂ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا کرتا تھا اور ہر جلسہ میں ہم ایک نظم پڑھا کرتے تھے۔مسلسل چار سال تک ہم نے جلسہ میں نظمیں پڑھی تھیں اور اب تک اس جلسہ کے سلسلہ میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہ تھا۔........... چنانچہ جس جلسہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کے لئے صدر ہم کو منتخب کیا گیا تھا اور لکھنؤ میں اس جلسہ کے خلاف یہ پروپیگنڈا ہو رہا تھا کہ یہ قادیانی جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پردے میں دراصل اپنی تبلیغ کرتے ہیں اور ان کی چالاکیوں کو مسلمان سمجھتے نہیں بلکہ اس دھوکے میں چلے جاتے ہیں کہ یہ جلسہ سیرۃ ہے۔مگر ہم پر اس پروپیگنڈے کا کوئی اثر نہ تھا ہمارے پاس بھی لوگ آئے اور ہم کو منع کیا۔مگر ہم اپنی رائے پر قائم رہے کہ یہ ذکر رسولؐ ہے اور ذکرِ رسول خواہ کسی جماعت کی طرف سے بھی ہو ہر مسلمان کے لئے باعث کشش ہونا چاہئے۔سمجھ میں نہ آیا کہ آخر اب اختلاف کی کیا وجہ پیدا ہوگئی۔اب سے پہلے ہر سال بڑے بڑے غیر احمدی علماء نے اس جلسہ میں شرکت کی تھی۔غیر مسلم مقرر اس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر اپنے خیالات پیش کرتے تھے۔شیعہ اور سنی علماء ہر مرتبہ شریک رہے تھے۔ مگر اب اس جلسہ کو یکا یک احمدی حضرات کا ایک ’’داؤں‘‘ سمجھ لیا گیا تھا۔بہرصورت ہم نے کسی کی ایک نہ سنی اور جلسہ کی صدارت کرنے مقررہ وقت پر گنگا پرشاد میموریل ہال پہنچ گئے۔اس وقت بھی ہال کے دروازہ پر ایک قسم کی پکٹنگ ہو رہی تھی۔لوگوں کو جلسہ کی شرکت سے روکا جا رہا تھا مگر اس کے باوجود جلسہ میں حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ہم نے ایک مختصر سے خطبۂ صدارت کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع کر دی۔مگر حاضرین جلسہ میں بہت سے حضرات اسی غرض سے آئے تھے کہ جلسہ میں ابتری پیدا کریں چنانچہ ہال کے اندر ہی کچھ لوگوں نے شور وغل شروع کر دیا۔ہم نے ایک مختصر تقریر میں پھر لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول کی کہ آپ حضرات سینما ہاؤسز میں خاموش بیٹھ سکتے ہیں۔اور تماشہ کے اختتام پر خدا بادشاہ کو سلامت رکھنے والا ترانہ نہایت ادب سے کھڑے ہو کر سنتے ہیں مگر یہاں اس وقت شہنشاہ دو عالمؐ کا ذکر ہو رہا تھا اور آپ اس کو خود سننا تو درکنار دوسروں کو بھی سننے دینا نہیں چاہتے۔ فرض کر لیجئے کہ یہ جلسہ احمدیوں کا ہے مگر ذکر کن کا ہو رہا ہے۔جن کے نام لیوا آپ بھی ہیں اور رویہ

آپ نے اختیار کیا ہے گویا احمدیوں کی ضد میں آپ ان سے بھی بغاوت کر رہے ہیں جو آپ کے ہیں مگر ان الفاظ کا بھی بہت کم لوگوں پر اثر ہوا اس لئے کہ وہ تو گھر ہی سے طے کر کے آئے تھے کہ جلسہ میں ابتری پیدا کریں گے تھوڑی ہی دیر میں جلسہ کے باہر بہت کافی مجمع ہو گیا اور لوگوں نے نعرے بلند کرنا شروع کر دیئے جو جماعت احمدیہ کے خلاف تھے مگر اس کے باوجود جلسہ کی کارروائی جاری رہی مگر باہر کے شور وغل کا اثر اب ہال کے اندر بھی پہنچنے لگا۔ آخر حاضرین جلسہ میں سے ایک بزرگ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں جناب صدر سے استدعا کروں گا کہ وہ اس جلسہ کی کارروائی کو ختم کر دیں اس لئے کہ ہم کو ذکرِ حبیب سُننے کے لئے جس سکون کی ضرورت ہے۔ وہ یہاں حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ اس آواز کی تائید اور لوگوں نے بھی کی اور اسی وقت باہر سے پھر ایک طوفان اٹھا۔ اب جو نعرے بلند ہو رہے تھے وہ اس خاکسار کے متعلق تھے یعنی شوکت تھانوی مُردہ باد۔ ادھر سے کچھ لوگوں نے نعرہ بلند کیا۔ شوکت تھانوی زندہ باد۔ اور ہم حیران تھے کہ ہم کو ان دونوں میں سے کس مشورہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ لوگوں نے ہم کو مشورہ دیا کہ آپ پشت کے دروازہ سے نکل جائیے مگر ہم نے اس کو منظور نہ کیا اور اس وقت اپنے دل میں بلا کی جرأت پیدا کر کے ہم صدر دروازہ ہی سے باہر نکلے جہاں دو رویہ لوگوں کی ایک بہت بڑی بھیڑ ہمارے خلاف نعرے بلند کر رہی تھی مگر ہمارے پہنچتے ہی پھر دو قسم کے نعرے شروع ہو گئے۔ ''شوکت تھانوی مردہ باد اور شوکت تھانوی زندہ باد'' اور ہم اسی طوفان سے گذر کر سواری تک آئے۔ بانیان جلسہ نے اسی درمیان پولیس کا بھی انتظام کر لیا تھا مگر ہم نے باہر نکل کر پولیس کو اپنی حفاظت سے روکا اور یہ کہہ کر اس مجمع سے گذرنے لگے کہ میرا فیصلہ ان ہی حضرات کو کرنے دیجئے۔ ایک صاحبزادے کچھ حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تھے کہ ان ہی کے چند ساتھیوں نے ان کو روکا اور ہم بخیریت مجمع سے گذر کر اپنے گھر آ گئے۔ گھر پر اس ہنگامے کی اطلاع پہنچ چکی تھی اور سب بیحد پریشان تھے۔ مگر ہم نے گھر جا کر سب کو مطمئن کر دیا کہ دیکھ لو میرے دھڑ پر میرا سر موجود ہے اور میرے تمام اعضاء صحیح سالم ہیں۔

احمدی: اس سے قبل بھی اس بات کی شہرت تھی کہ شوکت تھانوی قادیانی ہے۔ وجہ یہ تھی کہ برادرانِ محترم ڈاکٹر محمد عمر صاحب۔ مولوی محمد عثمان صاحب، ڈاکٹر محمد زبیر صاحب اور مولوی محمد طلحہ صاحب ایڈووکیٹ احمدی عقائد رکھتے ہیں اور ان ہی کی حقیقی بھتیجی سعیدہ ہیں چنانچہ یہ عام طور پر خیال تھا کہ ایک احمدی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں نہ آئی ہوگی۔ اس لئے کہ احمدی حضرات غیر احمدی لڑکی

بیاہ تو لاتے ہیں مگر غیر احمدی کو دیتے نہیں۔ اس کے علاوہ اب تک دو مرتبہ ہم قادیان جا چکے تھے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل چکے تھے ان کے یہاں دعوت کھا چکے تھے۔ بعض احمدی مسائل پر مضامین لکھ چکے تھے۔ ان تمام حالات کے ماتحت ہمارے احمدی ہونے کی جو خبر گرم تھی اس کو بلاوجہ تو نہیں کہا جا سکتا خواہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو مگر اس جلسہ کے بعد تو اس روایت پر گویا تصدیق کی مہر بھی لگ گئی اور اب ہمارے احمدی ہونے کا ان سب کو بھی یقین ہو گیا جو اب تک مشکوک تھے ہم سے جس کسی نے بھی پوچھا ہم نے یہی جواب دے دیا کہ حضرت سچ پوچھئے تو احمدی ہم آپ سب ہی ہیں احمدؐ ہمارے رسولؐ برحق کا اسم پاک تھا اور ان سے نسبت دینا ہم اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں۔ رہ گیا آپ کا یہ خیال کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں اس کے متعلق ہم نے کبھی آج تک غور ہی نہیں کیا ہے البتہ احمدی حضرات کے اسلامی جوش، ان کے اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی دیوانہ وار سرگرمیوں کو ہم بیشک نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود لوگ یہی کہتے رہے کہ صاحب یہ کیونکر ممکن ہے کہ شوکت قادیانی نہ ہوں اور سر محمد ظفر اللہ خاں ان کے دیوان پر گول میز کانفرنس کے اجلاس کی مصروفیتوں کے باوجود لندن میں بیٹھ کر تبصرہ لکھیں۔ خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبۂ جمعہ میں ان کی سودیشی ریل کا ذکر کریں۔ اور قادیانیوں کا اخبار الفضل ان کا ذکر اپنے کالموں میں کرے مگر ہم نے اپنی احمدیت کی اس شہرت پر سنجیدگی کے ساتھ کبھی غور نہیں کیا۔ اس لئے کہ اوّل تو ہم مذہبی آدمی نہیں ہیں دوسرے اگر مذہبی آدمی ہوتے بھی تو مذہب کے معاملہ میں خدا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے نہ کہ اس کے بندوں کو، مذہب تو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ایک رشتہ کا نام ہے یہ کوئی سوسائٹی کی چیز نہیں۔'' [122]

مشرقی پنجاب (بھارت) کی ایک کتاب میں جماعت احمدیہ کا ذکر

۱۹۶۳ء کے آغاز میں مشرقی پنجاب کے ایک سکھ مؤلف پروفیسر گنڈا سنگھ صاحب نے پنجابی زبان میں اپنی کتاب پنجاب کے صفحہ ۱۶۸ پر تحریر کیا کہ:۔

''مرزا صاحب نے جب اپنا مشن شروع کیا تو بہت سے لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ شروع میں انگریزی سرکار نے بھی اپنے راج کے خلاف سمجھ کر آپ کی مخالفت کی لیکن یہ پودا بڑھتا گیا۔ مرزا صاحب

کی وفات کے وقت (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) آپ کی آواز بھارت سے باہر افغانستان اور عرب وغیرہ ممالک میں پہنچ چکی تھی۔‘‘ 123

حضور انور کا سفر لاہور

حضور مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۶۳ کی شب چیک اپ کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ جہاں ایلو پیتھک اور ہومیو پیتھ ڈاکٹروں نے حضور اقدس کا طبی معائنہ کر کے علاج تجویز کیا۔ ۱۹ مئی کو دہلی کے مشہور حکیم محمد اجمل کے پوتے حکیم محمد نبی جان نے حضور کا معائنہ کیا اور علاج تجویز کیا۔ قیام لاہور کے دوران احباب لاہور نے اپنے مقدس امام سے نہایت محبت کا نمونہ دکھایا۔ ۲۴ مئی کو حضور انور کی ربوہ واپسی ہوئی۔ 124

مشرقی پاکستان کا طوفان اور صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی طرف سے عطیہ

۲۸ مئی ۱۹۶۳ء کو چاٹگام اور کاکس بازار کے ساحلی علاقے ایک ہولناک طوفان کی زد میں آ گئے۔ جس کے نتیجہ میں زبردست جانی و مالی نقصان ہوا۔ انسانی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور متاثرہ آبادیاں ویران ہو گئیں۔

سیلاب کی قیامت خیز تباہ کاری کے پیش نظر صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں نے ’’مشرقی پاکستان ریلیف فنڈ‘‘ کھولا جس میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے چھ ہزار روپے کا عطیہ ارسال کیا۔ 125 اس کے جواب میں صدر مملکت نے اپنے ڈپٹی سیکرٹری کی وساطت سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اس سے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کی مصیبت کا مداوا کرنے میں مدد ملے گی۔

اس ضمن میں صدر مملکت کے ڈپٹی سیکرٹری نے صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور خارجہ کے نام جو مکتوب ارسال کیا اس کا متن درج ذیل ہے۔

’’جناب عالی

صدر مملکت کی طرف سے مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں آپ کے اس خط کے جواب میں جس میں آپ نے مشرقی پاکستان کے حالیہ طوفان پر ہمدردی کا اظہار کیا ہے آپ کا شکریہ ادا کروں۔ صدر مملکت صدر انجمن احمدیہ کے ممنون ہیں کہ اس نے صدر مملکت کے امدادی فنڈ برائے مشرقی پاکستان میں

چھ ہزار روپے بطور چندہ ارسال کئے ہیں۔اس سے ہمارے مشرقی پاکستان کے بھائیوں کی مصیبت کا مداوا کرنے میں مدد ملے گی۔

صدر انجمن احمدیہ کا ارسال کردہ چیک کنٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی معرفت صدر کے امدادی فنڈ برائے مشرقی پاکستان کے اعزازی خزانچی کو بھیج دیا گیا ہے جو دریں اثناء آپ کو اس کی باضابطہ رسید ارسال کردیں گے۔

آپ کا مخلص

ڈپٹی سیکرٹری صدر مملکت‘‘ [126]

چٹا گانگ کے احمدی نوجوانوں کی قابل قدر مساعی

اس موقع پر جبکہ طوفان سے ہزاروں لوگ بے گھر ہو گئے سینکڑوں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو گئیں اور چاروں طرف غم والم کی صف بچھ گئی تھی۔ چٹا گانگ کے احمدی نوجوان میدان عمل میں آ گئے اور قریباً ایک ماہ تک مخلوقِ خدا کی خدمت میں سرگرم عمل رہے جس پر عوام اور پریس نے ان کی بے لوث مساعی پر خراج تحسین ادا کیا۔

چنانچہ مصلح الدین صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ چٹا گانگ اپنی ایک رپورٹ میں رقمطراز ہیں کہ:۔

’’......ہم مخلوق خدا کی اس بے بسی اور لاچارگی پر خون کے آنسو رو رہے تھے۔ان حالات میں ہمارا اوّلین فرض تھا کہ اس موقع پر زیادہ سے زیادہ خدمت خلق کا کام بھی کیا جائے جو اسلام و احمدیت کی عین تعلیم ہے۔ چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ چٹا گانگ نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے ریلیف کا کام شروع کر دیا۔سب سے پہلے ہم نے اِس کام کا آغاز خانۂ خدا سے شروع کیا۔ ہماری مسجد جس کی چھت ٹین کی بنی ہوئی تھی اس طوفان سے بالکل اُڑ گئی تھی موسم برسات کے زمانہ میں چھت کی فوری مرمّت کے بغیر وہاں نماز کی ادائیگی ممکن نہ تھی۔مجلس خدام الاحمدیہ کے چند نوجوانوں نے دو دن لگاتار محنت و کاوش کے بعد مسجد کی چھت مرمّت کر دی اور خدا تعالیٰ کے فضل سے مسجد اِس قابل ہو گئی کہ پنجگانہ نماز کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی ادا ہو سکے۔

اس کے بعد ہم نے ایک احمدی دوست سے ایک گاڑی حاصل کی اور چند نوجوانوں کو طوفان زدہ علاقہ میں بھجوا دیا گیا۔ یہ خدام مختلف دیہات میں جاتے رہے اور وہاں لوگوں کو ٹیکے لگاتے رہے اور

ادویات تقسیم کرتے رہے۔ اس پارٹی میں میڈیکل کالج کے چند طلباء بھی شامل تھے۔ یہ ریلیف پارٹی تقریباً دس بارہ روز تک بہت جانفشانی کے ساتھ اِس کام کو سرانجام دیتی رہی۔

پھر خدام کو ایک اَور پارٹی کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ ان لوگوں کے ساتھ مل کر ہمارے خدام نے مختلف دیہات میں کئی من گیہوں، چاول، دودھ اور کپڑے وغیرہ تقسیم کئے۔ یہ تمام کام نہایت نامساعد حالات میں ہوتا رہا۔ ان دنوں کئی دن تک لگا تار موسلا دھار بارش بھی ہو رہی تھی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے خدام نے اس بارش اور طوفان کا مسکراتے ہوئے مقابلہ کیا اور ریلیف کے کام کو جاری رکھا۔ اس عرصہ میں جناب مولوی محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان اور ریجنل قائد مکرم احمد توفیق صاحب بھی چٹا گانگ آئے اور ریلیف کے کام کے سلسلہ میں ضروری ہدایات دے گئے۔ ڈھاکہ اور برہمن بڑیہ کی جماعتوں سے نئے و پُرانے کپڑے جمع کر کے مصیبت زدگان میں تقسیم کئے۔

وہ علاقہ جہاں ہم لوگ ریلیف کا کام کر رہے تھے بعد میں مزید سیلاب کا شکار ہو گیا۔ جس کی وجہ سے کام کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا لہٰذا ہم لوگوں نے مقامی پریذیڈنٹ کے مشورہ سے ایک اَور علاقہ کو کام کے لئے منتخب کیا اور تقریباً دو ہفتہ تک ہمارے خدام اس علاقے میں ریلیف کا کام کرتے رہے۔

ہمارے کاموں کی رپورٹ یہاں مقامی بنگالی اور انگریزی اخباروں میں مختلف تاریخوں میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ خدام کی بے لوث مساعی کا خوب چرچا ہوا ہے۔ بالخصوص جس دوسرے علاقہ میں ہم نے بعد میں کام کیا وہاں اور کوئی جماعت کام کرنے کے لئے نہیں پہنچی تھی۔ اس لئے اس علاقہ کے لوگ ہمارے بے حد مشکور ہوئے۔ اس علاقہ میں ہم نے پارچا جات اور ادویات کی تقسیم کے علاوہ متعدد غریب لوگوں کے منہدم شدہ گھروں کو بھی بنوا دیا تھا۔ افسوس فنڈز کی کمی کی وجہ سے اس کام کو جاری نہ رکھا جا سکا۔ محترم مولوی محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان نے وقفِ جدید کے چار معلّمین کو بھی ریلیف کے کام کے لئے چٹا گانگ بھجوا دیا۔ ان لوگوں کو دوسری جگہ کام پر لگا دیا گیا تھا اور انہوں نے بہت محنت سے اس جگہ کام کیا۔ قریباً ایک ماہ تک ہمارا ریلیف کا کام جاری رہا۔ اس کام میں مندرجہ ذیل خدام اور ممبرانِ جماعت کی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔

(۱) ڈاکٹر محمد شفیق صاحب سہگل (۲) مکرم غلام احمد صاحب نائب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ (۳) مکرم نظام الدین صاحب (۴) مکرم محمد افضل صاحب طالب علم (۵) مکرم ضیاء الحق صاحب

طالب علم (۶) مکرم صلاح الدین ایوبی صاحب (۷) مکرم جلال الدین صاحب (۸) مکرم محمد یوسف صاحب سٹینوگرافر ریلوے بلڈنگ (۹) مکرم فضل احمد صاحب (۱۰) مکرم سعید الحق صاحب (۱۱) مکرم مصلح الدین صاحب سعدی (۱۲) مکرم مولوی اعجاز احمد صاحب مربی سلسلہ (۱۳) مکرم لطف الحق صاحب"۔[127]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زیر صدارت نگران بورڈ کا آخری اجلاس

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی صدارت میں نگران بورڈ کا آخری اجلاس ۲ جون ۱۹۶۳ء کو منعقد ہوا جس میں متعدد اہم امور بغرض مشورہ پیش ہوئے۔ (اس اجلاس کی صدارت کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی زیر صدارت کوئی اور اجلاس نہ ہوا۔ پھر آپ کی وفات کے بعد مکرم مرزا عبدالحق صاحب صدر نگران بورڈ بنے اور نگران بورڈ کی تحلیل تک صدر رہے۔)

اس اہم اجلاس میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے علاج سے متعلق امور کا بہتر انتظام اور عملہ دفاتر کی چھان بین کے لئے دو کمیٹیاں مقرر کی گئیں۔ پہلی کمیٹی کے صدر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور دوسری کمیٹی کے صدر شیخ محمود الحسن ڈھا کہ تجویز ہوئے۔

قضاء کے اختیارات بابت سماعت مقدمات سے متعلق فیصلہ ہوا کہ جہاں تک خلیفہ وقت کے فیصلوں کا سوال ہے خواہ وہ انتظامی ہوں یا قضائی وہ بہرحال آخری صورت رکھتے ہیں سوائے اس کے کہ خود حضور کے پاس نظر ثانی ہونے پر حضور اس کو بدل دیں۔

بیرونی ممالک میں خدام الاحمدیہ اور جماعتی تنظیم کے بارے میں فیصلہ کیا گیا کہ بیرونی ممالک کے نائب صدر اور دیگر عہدیدار خدام الاحمدیہ ہمیشہ وکیل التبشیر صاحب کے مشورہ سے مقرر کئے جائیں اور مبلغ انچارج ہی نائب صدر خدام الاحمدیہ ہوا کرے۔

ایک فیصلہ یہ ہوا کہ آئندہ وقف جدید کا بجٹ بھی مجلس مشاورت میں پیش ہوا کرے اور اگر کوئی ضروری تجویز وقف جدید سے متعلق ہو تو وہ بھی زیر غور لائی جائے۔ سٹینڈنگ فنانس کمیٹی بھی اس پر نظر رکھے۔[128]

ذیلی تنظیموں سے متعلق حضرت مصلح موعود کی زریں ہدایات کی اشاعت

سیدنا حضرت المصلح الموعود نے انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے برسوں

قبل غیر مبہم الفاظ میں یہ وضاحت فرما دی تھی کہ ذیلی تنظیمیں مقامی انجمن کے بازو ہیں اور ان کی غرض یہ ہے کہ جماعت ترقی کرے۔ انجمن کا پریذیڈنٹ گو بحیثیت جماعت خدام اور انصار کو کوئی حکم نہ دے سکے مگر وہ ہر ممبر کو ایک احمدی کی حیثیت سے بلا سکتا ہے اور خدام اور انصار دونوں کا فرض ہے کہ وہ اس کے احکام کی تعمیل کریں۔ نیز ہر شخص کو خواہ وہ خدام الاحمدیہ میں شامل ہو یا انصار اللہ میں، اپنے آپ کو محلہ کی یا اپنے شہر کی یا اپنے ضلع کی انجمن کا ایک فرد سمجھنا چاہیئے۔[129]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے الفضل (۲۴ تا ۳۰ جولائی ۱۹۶۳ء) میں حضور کی ان زریں ہدایات اور قیمتی نصائح کی بطور یاددہانی اشاعت فرمائی تا احباب جماعت ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں اور ان پر عمل پیرا ہو کر اُس مقصد کو پورا کرنے والے بنیں جس کے تحت ان تنظیموں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب صدر عالمی اسمبلی کی عظیم الشان عالمی خدمات کے اعتراف میں کولمبیا یونیورسٹی کی طرف سے جون ۱۹۶۳ء میں آپ کی خدمت میں ڈاکٹر آف لاء کی اعزازی ڈگری پیش کی گئی۔ اس موقع پر کولمبیا یونیورسٹی کے پریذیڈنٹ جناب ڈاکٹر گرے سن کرک (Dr. Grayson Kark) نے پاکستان کے اس مدبر اور بزرگ سیاستدان کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ چوہدری صاحب موصوف کی عظیم شخصیت نے اقوام یورپ کو مسائل مشرق کے سمجھنے میں بہت مدد دی ہے۔

اُن کی تقریر کا متن اور ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"Elder statesman of the world, your beneficent influence has lighted the dark and winding trail as men and nations in our century have groped toward the ultimate goal of peace.

In the League of Nations of another day, in the International Court of Justice in the chambers of the United Nations, your patience, born of spiritrual strength, your courage, veiled in

gentle mien, your mastery of international law have served the cause of concord in many crises.

As representative of Pakistan in the United Nations, and now as President of the Seventeenth Genernal Assembly, your leadership, moral and political, is gratefully acknowledged by your colleagues. You have helped the West to know the East in a world grown suddenly small. Men of goodwill in every land have cause to give you thanks - Reuter." 130

(ترجمہ): اے بین الاقوامی دانا سیاستدان! آپ کی نافع الناس شخصیت کے اثر کی بدولت وہ تاریک اور پیچ دار راستہ جس میں اس صدی کے افراد واقوام امن کے حصول کے لئے کوشاں ہیں روشن ہوگیا ہے۔آپ نے اپنے تحمل سے جو دراصل روحانی قوت کا نتیجہ ہے اور اپنے حوصلہ سے جس کے پیچھے آپ کی اخلاقی قوت کا جذبہ کارفرما ہے اور بین الاقوامی قانون میں مہارت کے زور سے کیا لیگ آف نیشنز ،کیا عالمی عدالت انصاف اور کیا اقوام متحدہ کے ایوانوں میں متعدد نازک مواقع پر اتحاد و یگانگت کی صورت پیدا کر دی ہے۔نیز اقوام متحدہ میں پاکستان کے (مستقل) مندوب کی حیثیت سے اور آج کل سترھویں جنرل اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے آپ کے رفقائے کار نے آپ کی اخلاقی اور سیاسی قیادت کے سامنے نہایت تشکر اور امتنان کے جذبات کے ساتھ سر تسلیم خم کیا ہے۔آج کی سمٹتی ہوئی دنیا میں آپ نے اقوام مغرب کو مشرق کے مسائل سمجھنے میں جو خدمات سرانجام دی ہیں ان کی وجہ سے اگر ہر ایک ملک کا سمجھ دار طبقہ آپ کی بے لوث خدمات پر اظہار تشکر کرے تو بالکل حق بجانب ہوگا۔131

حضرت مصلح موعود کے احسانات پر قلم اٹھانے کی اہم تحریک

جولائی ۱۹۶۳ء میں میر داؤد احمد صاحب مینیجنگ ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز نے احباب جماعت کو موثر تحریک کی کہ وہ حضرت مصلح موعود کے احسان، محبت اور شفقت کے واقعات تحریر فرما کر دفتر ریویو کو ارسال فرما دیں تا ان کو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے اس طرح پیشگوئی ’’وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔‘‘ کی تاریخی اور واقعاتی رنگ میں شہادت دنیا کے سامنے آجائے گی۔

آپ نے مزید توجہ دلائی کہ اس ضمن میں ایسے واقعات بھی درج کئے جائیں جن سے حضور کی مندرجہ ذیل صفات پر بھی روشنی پڑتی ہو۔

(۱) تبحر علمی (۲) سخت ذہین اور فہیم ہونا (۳) دل کا حلیم ہونا (۴) خاص قبولیتِ دعا (۵) انفاسِ قدسیہ کی بدولت روحانی بیماریوں کا علاج کرنا (۶) اسیروں کی رستگاری کا موجب ہونا (۷) خدمت اسلام کی سچی تڑپ اور اس کے لئے جدوجہد (۸) غیر معمولی یادداشت (۹) غریب پروری۔[132]

احباب جماعت نے اس تحریک پر بہت عمدہ واقعات سپرد قلم کئے جو جامعہ احمدیہ کے علمی وادبی رسالہ ''مجلۃ الجامعہ'' (جلد ۴ نمبر ۲) ''مصلح موعود نمبر'' میں اشاعت پذیر ہوئے۔

کتب مسیح موعود علیہ السلام کے انگریزی تراجم

احمدیت کا عالمی اثر ونفوذ جب تیزی سے بڑھنا شروع ہوا تو غیر ممالک کی یونیورسٹیوں سے یہ مطالبات آنے شروع ہوئے کہ بعض طلبہ نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لئے اپنے تحقیقی مقالہ (Thesis) کا مضمون تحریک احمدیت (Ahmadiyya Movement) رکھا ہے۔ انہیں بانی جماعت احمدیہ کی کتابوں سے اور آپ کے اپنے الفاظ میں ان کے سوالات سے متعلق مواد مہیا کیا جائے۔ اس سال یہ مطالبات لندن، پیرس اور امریکہ سے بھی مرکز میں پہنچے۔

ظاہر ہے کہ ایسے مقالے تبھی تیار ہو سکتے تھے کہ اصل کتابیں انگریزی زبان میں مع انڈیکس کے شائع شدہ ہوں اور ریسرچ کرنے والے اُن کا براہ راست مطالعہ کر کے اپنی ضرورت کے مطابق مواد اخذ کر سکیں۔ لیکن اب تک صورت حال یہ تھی کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے انقلاب انگیز وسیع لٹریچر میں سے وکالت تبشیر کی طرف سے وسط ۱۹۶۳ء تک صرف درج ذیل چھ کتب کے تراجم شائع ہو سکے تھے۔ اسلامی اصول کی فلاسفی، الوصیت، مسیح ہندوستان میں، چشمہ مسیحی، ایک غلطی کا ازالہ، کشتی نوح (حصہ تعلیم)۔

تجلیات الٰہیہ، چشمہ معرفت اور ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' کے تراجم کی تکمیل ہو چکی تھی۔ مگر ان کے چھپنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اسی طرح حقیقۃ الوحی کے صرف پہلے ۶۹ صفحات اور آئینہ کمالات اسلام کا صرف ایک حصہ انگریزی میں منتقل کیا جا سکا تھا۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے اس صورتحال کے پیش نظر الفضل

مورخہ ۱۶ جون ۱۹۶۳ء میں ایک ضروری اعلان کے ذریعہ جماعت کے اہل علم وقلم طبقہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ تبلیغ اسلام کی غرض سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے غیر زبانوں خصوصاً انگریزی میں تراجم شائع کرنا ہماری اہم ترین ذمہ داری ہے اور گو وکالت تبشیر نے سلسلہ کے لٹریچر کو دوسری زبانوں میں چھپوا کر گذشتہ سالوں میں خاصا کام کیا ہے تاہم جو کام کرنا باقی ہے وہ اپنی مقدار اور وسعت کے اعتبار سے بہت زیادہ ہے اور اسے جماعت کے مجموعی اور انفرادی تعاون کے بغیر سرانجام نہیں دیا جا سکتا اس مقصد کے حصول کے لئے تین صورتیں بیک وقت اختیار کرنا مناسب ہوں گی۔[133]

اوّل۔ ہر سال بعض کتب انتخاب کر لی جائیں اور شروع سے لے کر آخر تک ترجمہ کروائی جائیں۔

دوم۔حضور کی کتب میں سے ایسے حصے یا ابواب منتخب کر لئے جائیں جہاں کسی ایک سوال کے مختلف پہلوؤں کا ایک ہی جگہ مسلسل اور مفصل جواب آ گیا ہو۔ایسے حصص کو ترجمہ کرا کے کتابچوں کی صورت میں شائع کرا دیا جائے۔

سوم۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض سوالات کے مختلف پہلوؤں پر اپنی مختلف کتابوں میں روشنی ڈالی ہے ایسے پہلوؤں کے متعلق ان کتابوں میں سے اقتباسات جمع کرا لئے جائیں اور پھر کتابی صورت میں مرتب کر کے ان کا انگریزی ترجمہ شائع کرایا جائے۔

صاحبزادہ صاحب نے احباب جماعت سے اپیل کی کہ

(۱) وہ مشورہ دیں اور کوئی اور مفید تجویز پیش کریں۔

(۲) کم از کم پانچ کتابیں ایسی تجویز کریں جن کا ترجمہ اُن کے نزدیک فوری طور پر ہونا چاہئیے۔

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے جو حصے بعض سوالات کا مکمل جواب ہیں ان کی نشان دہی کریں۔

(۴) اس امر سے مطلع فرمائیں کہ آپ (بامعاوضہ یا بغیر معاوضہ) کسی کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر سکیں گے۔

(۵) کیا آپ (بامعاوضہ یا بغیر معاوضہ) کسی ترجمہ شدہ کتاب کا انڈیکس تیار کر سکیں گے۔

(۶) جو صاحب ترجمہ یا انڈیکس تیار کرنے کے قابل ہوں ان کے نام و پتہ سے مطلع فرمائیں۔

مقدس احمد یہ حلقہ قادیان سے متعلق محکمہ بحالیات کا غیر منصفانہ نوٹس

مقدس احمد یہ حلقہ قادیان کے بعض مکانات کی نیلامی کا معاملہ عرصہ چھ سال سے مرکزی محکمہ بحالیات (بھارت) سے زیر تصفیہ چلا آرہا تھا۔ مارچ ۱۹۵۸ء میں جماعت کے ایک مرکزی وفد نے جناب پنڈت جواہر لال نہرو وزیراعظم ہندوستان سے ملاقات کی۔ انہوں نے یقین دلایا کہ موجودہ احمدی ایریا جس میں جماعت احمد یہ کے مقدس پیشوا اور ان کے خلفاء کے مکانات اور مساجد اور مقدّس مقامات شامل ہیں اس میں کسی غیر کو دخل اندازی کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ حسب سابق ہر حال میں یہ احمد یہ جماعت کے پاس ہی رہے گا اور اس میں جو بعض متروکہ مکانات ہیں ان کی کم از کم ریزرو قیمت صدر انجمن احمد یہ قادیان سے وصول کر کے انجمن کو ان کے مستقل حقوق ملکیت دے دیئے جائیں گے۔ وزیر بحالیات جناب مہر چند صاحب کھنہ نے بھی ملاقات کے دوران اپنے محکمہ کے اس موقف کے متعلق پوری یقین دہانی کرائی۔

لیکن جب عملی طور پر ایسے مکانات کی ریزرو قیمت لگائی گئی تو وہ ان مکانوں کی خستہ حالت کے مقابل پر بہت زیادہ رکھی گئی اور قادیان میں اس قسم کے دیگر مکانات کی قیمتوں سے جو محکمہ بحالیات نے خود بذریعہ عام نیلامی فروخت کئے۔ ڈھائی گنا زیادہ مطالبہ کر دیا گیا جس پر صدر انجمن احمد یہ قادیان کی طرف سے مرکزی وزارت بحالیات کو متعدد مرتبہ محضر نامے بھجوائے گئے نیز توجہ دلائی گئی کہ انجمن کی واگذارشدہ جائیدادیں چونکہ گذشتہ ساڑھے تیرہ سال سے حکومت کے ناجائز قبضہ میں رہی ہیں۔ اس لئے ایسی جائیدادوں کی واجبی آمد اور کرایہ کی حساب فہمی بھی صدر انجمن احمد یہ کے ساتھ کی جائے۔

لیکن اس طرف تو کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس کے مقابل محکمہ مذکورہ کی طرف سے ۸ جون ۱۹۶۳ء کو نوٹس موصول ہوا کہ صدر انجمن احمد یہ ایک ماہ کے اندر اندر سات لاکھ چونسٹھ ہزار سات سونوّے روپے حکومت کو ادا کر دے ورنہ احمد یہ ایریا کے مکانوں کو بذریعہ عام نیلام فروخت کر دیا جائے گا۔134

اس غیر منصفانہ نوٹس پر دنیا بھر کے احمدیوں میں انتہائی تشویش اور اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

۱۱ جون ۱۹۶۳ء کو مقامی جماعت احمد یہ قادیان کا مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمد یہ قادیان کی زیر صدارت ایک غیر معمولی اجلاس مسجد مبارک میں ہوا جس میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعہ جناب پنڈت جواہر لال صاحب نہرو وزیراعظم بھارت سے خصوصاً اور دیگر ارکان حکومت

سے عموماً پر زور اپیل کی گئی کہ وہ محکمہ بحالیات کے اس غیر دانشمندانہ اور غیر منصفانہ فیصلہ پر نظر ثانی کا حکم صادر کر کے ایک پُر امن اور پابند قانون جماعت کے حقوق کا تحفظ کریں۔

قرارداد کا مکمل متن اخبار ''بدر'' کی ۱۳ جون ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں چھاپ دیا گیا اور اس کی نقول وزیراعظم صاحب ہندوستان کے علاوہ ڈاکٹر رادھا کرشنن صاحب پریذیڈنٹ ہندوستان، ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس پریذیڈنٹ ہندوستان، مہر چند صاحب کھنہ مرکزی وزیر بحالیات اور جناب بخشی غلام محمد صاحب وزیراعلیٰ کشمیر کی خدمت میں بھی بھجوائی گئیں۔

مرکزی قرارداد کی اشاعت کے بعد جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور بعض بیرونی ممالک کی جماعتوں نے بھی بھارتی حکومت کو اس فیصلہ پر نظر ثانی اور ہمدردانہ توجہ کے لئے ریزولیوشن بھجوائے۔

ہندوستان کے مسلم پریس نے بھی اس نوٹس کے خلاف احتجاجی نوٹ شائع کئے۔ چنانچہ روزنامہ ''ہندوستان'' (بمبئی) اور روزنامہ ''اجمل'' بمبئی نے اپنے ۱۹/ اور ۲۱ جون ۱۹۶۳ء کے پرچوں میں ''صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کا مسئلہ'' کے عنوان سے محکمہ بحالیات کے نوٹس پر کڑی تنقید کی اور اس معاملے کا تفصیلی پس منظر تحریر کر کے جناب پنڈت جواہر لال صاحب نہرو اور مرکزی وزیر بحالیات اور دیگر مرکزی افسروں سے درخواست کی کہ وہ مداخلت کر کے نوٹس کو منسوخ کرائیں۔ اسی طرح ہفت روزہ ''روشنی'' (سرینگر) مورخہ ۲۵ جون ۱۹۶۳ء نے ''مرکزی حکومت کا غیر دانشمندانہ رویہ'' کے زیر عنوان ایک احتجاجی اداریہ تحریر کیا۔ جس میں احمدیہ جماعت کے عقائد اور پُر امن تعلیمات پر روشنی ڈالنے کے بعد ذکر کیا کہ کس طرح ایک غیر ذمہ دار افسر کے غلط فیصلہ کی بناء پر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کے جواب'' کو ممنوع قرار دیا جس سے ایک بین الاقوامی مذہبی جماعت کے مذہبی جذبات شدید طور پر مجروح ہوئے اور زمین کے طول وعرض سے احتجاجی قراردادیں حکومت پاکستان کو موصول ہوئیں۔ یہاں تک کہ حکومت کو اپنے موقف کی غلطی کا یقین ہوا اور اسے ضبطی کا حکم واپس لینا پڑا۔ اخبار ''روشنی'' نے مزید لکھا۔ کہ محکمہ بحالیات کا نوٹس بھی کسی افسر نے دیا ہے جو غیر دانشمندانہ اور غیر ذمہ دارانہ ہے۔ اس مذہبی مقدس حلقہ کے ساتھ تمام دنیا کے احمدیوں کے مذہبی جذبات وابستہ ہیں لہٰذا حکومت کو چاہئیے کہ وہ اس بین الاقوامی اور پُر امن جماعت کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس نوٹس کو منسوخ کرے اور اقلیتوں کے متعلق اپنی سیکولر پالیسی کا اظہار فرمائے۔[135]

یکم جولائی ۱۹۶۳ء کوایک مرکزی وفد جو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت وتبلیغ، شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال،نواب غلام احمد خاں صاحب ایڈووکیٹ حیدرآباد دکن اور مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار ''آزاد نوجوان'' (مدراس) پر مشتمل تھا دہلی گیا۔ وفد کی ملاقات شری مہر چند صاحب کھنہ (وزیر بحالیات)، جنرل شاہنواز صاحب، ہمایوں کبیر صاحب، شری مرار جی ڈیسائی (وزیر مال) اور انیس احمد صاحب عباسی ایڈیٹر ''قومی آواز'' سے ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں وزارت بحالیات نے اپنے محکمہ کے افسران کی رپورٹوں کی بناء پر اس حد تک اتفاق کرلیا کہ بجائے ڈھائی گنا ریزرو پرائس کے جائیدادوں کی اصل مارکیٹ قیمت کے مطابق ریزرو قیمت کا چوالیس فیصدی جماعت سے وصول کیا جائے۔ اس بناء پر وزارتِ بحالیات نے اپنا مطالبہ دولاکھ چوبیس ہزار سات سوروپیہ تک محدود کردیا لیکن صدر انجمن احمدیہ کی تقریباً چودہ لاکھ کی رقم ادا کرنے سے معذوری ظاہر کردی جو اس کے ذمہ واجب الادا تھی۔

جناب وزیرِ بحالیات نے ملاقات کے دوران بہشتی مقبرہ کے بڑے باغ کی قیمت کو محکمہ کے مطالبہ سے کم کرانے کا وعدہ کیا۔ قبل ازیں وزارتِ بحالیات نے اپنے نوٹس مجریہ ۶ جون ۱۹۶۲ء میں یہ بھی تحریر کیا کہ اس نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رہائشی مکان کی قیمت کو مطالبہ میں شامل نہیں کیا لیکن وزارت بحالیات نے بالآخر یہ مطالبات بھی مسترد کردیئے۔136

انجمن کی مالی حالت اُن دنوں مخدوش تھی لیکن مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ حکومت کے مطالبہ کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کرلی جائے۔

چنانچہ ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء کو شیخ عبدالحمید صاحب عاجز (ناظر بیت المال) اور ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مولف ''اصحاب احمد'' نے دہلی میں جنرل شاہنواز خاں صاحب مرکزی وزیر اور محکمہ بحالیات کے ڈپٹی سیکرٹری سوتری پرشاد سے ملاقات کی اور انجمن کی طرف سے پانچ سالوں میں مطلوبہ رقم کی ادائیگی پر اظہار رضامندی کیا۔ اور دہلی سے واپسی کے بعد ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳ء کو محترم عاجز صاحب اور چوہدری سعید احمد صاحب جالندھر تشریف لے گئے جہاں انہوں نے محکمہ کے ڈی آر ایم او کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کی تکمیل کی اور پہلے سال کی قسط کی رقم قرض لے کر بذریعہ سٹیٹ بنک جالندھر جمع کرادی اس طرح یہ معاملہ مستقل طور پر طے ہوا۔137

حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا دورہ روس

اخبار پاکستان ٹائمز لاہور ۲۷ جون ۱۹۶۳ء نے یہ خبر شائع کی کہ چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب صدر جنرل اسمبلی نے روس، ڈنمارک، فن لینڈ، سوئٹزر لینڈ، پولینڈ اور چیکوسلوا کیہ کا دورہ کرنے کے بعد بیان دیا کہ روس نے تعلیمی ترقی اور معیار زندگی کے میدانوں میں بہت ترقی کی۔ میں آج سے پچاس سال قبل ایک طالب علم کی حیثیت سے وہاں گیا تھا۔ اس عرصہ میں جس رفتار سے ترقی ہوئی ہے اسے دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ قیام روس کے دوران آپ نے روسی وزیر اعظم نکیتا خروشیف سے بھی ملاقات کی۔[138]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مشرقِ بعید میں

اس سال صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر نے پہلی بار مشرقِ بعید کا دورہ کیا۔

آپ ربوہ سے ۱۱ جولائی ۱۹۶۳ء کو صبح ساڑھے چھ بجے بذریعہ کار لاہور روانہ ہوئے۔ اہل ربوہ کثیر تعداد میں احاطہ تحریک جدید میں جمع ہوئے۔ حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔ مکرم کمال یوسف صاحب مبلغ سکنڈے نیویا اس دورہ میں سیکرٹری کی حیثیت سے آپ کے ہمرکاب تھے[139]۔ ۱۵ جولائی کی شام کو آپ بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے ہانگ کانگ پہنچے۔

اس دورہ میں آپ ہانگ کانگ، سنگاپور، انڈونیشیا اور بنکاک (تھائی لینڈ) تشریف لے گئے۔ احمدیہ مشنوں اور جماعتوں کا معائنہ کیا۔ کئی اجتماعات سے خطاب کیا۔ احمدی مبلغین کو توسیعِ تبلیغ اور احمدی دوستوں کو دینی و علمی تربیت کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی اور جہاں ابھی تبلیغی مشن قائم نہیں ہوئے تھے وہاں نئے مشنوں کے قیام کا بالغ نظری سے جائزہ لیا۔ جماعت کے ساتھ براہ راست رابطہ اور تعلق پیدا کرنا بھی دورہ کا اہم مقصد تھا چنانچہ آپ فرداً فرداً ہر امیر و غریب سے ملے اُن کی باتیں سنیں اور اُن کے مسائل کا حل پیش کیا۔[140]

ہانگ کانگ: (مشرقی چین)۔ (۱۵ تا ۱۹ جولائی) اس وقت تک یہاں کوئی مقامی باشندہ احمدی نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر لطیف احمد خاں صاحب، سلیم احمد صاحب ناصر باجوہ، رحمت اللہ صاحب اور بعض دوسرے پاکستانی دوستوں پر مشتمل ایک نہایت مختصر سی جماعت موجود تھی جس کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ دورہ بہت مفید ثابت ہوا۔ آپ نے تمام احباب کا اجلاس بلایا اور ڈاکٹر لطیف احمد صاحب کو

پریذیڈنٹ نامزد کر کے باقاعدہ جماعتی تنظیم کی داغ بیل رکھی اور تبلیغ کو کامیاب، موثر اور وسیع کرنے کے لئے اہم ہدایات دیں اور تبلیغی لائحہ عمل تجویز فرمایا۔[141]

سنگاپور: (۱۹ تا ۲۱ جولائی) یہاں مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور، عبدالحمید صاحب سالکین اور دوسرے احمدی احباب نے آپ کا استقبال کیا۔ مکرم سالکین صاحب اور مبلغ سنگاپور نے جماعت کی ترقی کے لئے بعض تجاویز پیش کیں جس پر دوبارہ تفصیلی بحث کو انڈونیشیا سے واپسی تک ملتوی کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے اس غرض سے انڈونیشیا کا دورہ مکمل کرنے کے بعد ۸ تا ۱۱ راگست تین روز قیام فرمایا ہے[142]۔ ۲۰ جولائی کی شب آپ کوالالمپور میں قیام فرما رہے۔ اس جگہ مولانا محمد سعید صاحب انصاری بطور مبلغ انچارج متعین تھے اور انہی کی مساعی کے نتیجہ میں یہ نئی جماعت معرض وجود میں آئی تھی۔ ۲۱ جولائی کی صبح کو آپ مشن ہاؤس تشریف لے گئے۔ مولانا انصاری صاحب نے مقامی احباب کا تعارف اسمٰعیل بن کرسہ پریذیڈنٹ جماعت کی معیت میں کرایا جس کے بعد مشن ہاؤس کی مسجد میں آپ کی زیر صدارت اجلاس ہوا بعد ازاں اس ملک میں اسلام کی ترقی سے متعلق مقامی جماعت کی چھ تجاویز زیر غور آئیں۔ میاں صاحب نے مفید مشورے دیئے اور ضروری فیصلے کئے گئے۔

انڈونیشیا: (۲۲ جولائی تا ۷ راگست) انڈونیشیا میں ان دنوں سات پاکستانی اور دس انڈونیشین مبلغ اشاعت اسلام میں مصروف عمل تھے جن کے رئیس التبلیغ سید شاہ محمد صاحب تھے۔ جکارتہ کے ہوائی اڈہ پر تاسیک ملایا، سنگاپرنا، گاروٹ، بنڈونگ، سوکانومی، بوگوڑ، میئران، سورابایا، پاڈانگ، لومت وغیرہ کی دور دراز جماعتوں کے نمائندگان نے صاحبزادہ صاحب کا پُرجوش استقبال کیا۔ ۲۳ جولائی کو آپ کی انڈونیشیا کے وزیر اطلاعات (جو نائب وزیر اعظم بھی تھے) مسٹر ڈاکٹر حاجی ارسلان عبدالغنی سے ایک وفد کی صورت میں ملاقات ہوئی جس میں رئیس التبلیغ صاحب، جنرل سیکرٹری اور کمال یوسف صاحب شامل تھے۔ وہ افریقہ میں جماعت احمدیہ کی ترقی اور اس کے نتیجہ میں اسلامی غلبہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اور کئی امور پر تبادلہ خیالات کیا۔ پریس نے وسیع پیمانے پر اس ملاقات کا ذکر کیا۔ ۲۴ جولائی کو آپ نے بنڈونگ تشریف لے جاتے ہوئے رستہ میں ایک خانہ خدا کا افتتاح فرمایا۔ بنڈونگ میں آپ نے اجتماع خدام الاحمدیہ میں شرکت فرمائی اور زریں نصائح سے نوازا۔ نیز خدام میں انعامات تقسیم فرمائے۔[143]

۲۶-۲۷ جولائی کو بنڈونگ میں انڈونیشیا کی احمدیہ جماعتوں کی شاندار سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا افتتاح بھی آپ نے فرمایا اور روح پرور اختتامی خطاب بھی کیا[144]۔ اس کانفرنس میں مسٹر ارسلان عبدالغنی صاحب نائب وزیراعظم و وزیر اطلاعات انڈونیشیا نے بھی شرکت کی اور اپنی تقریر کے دوران صاحبزادہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ 'انقلابی دور میں قریب تھا کہ ہم اسلام کو بھول جاتے اس وقت صرف اور صرف جماعت احمدیہ کا لٹریچر ہماری اسلامیات کے احیاء اور تجدید کے لئے ہمارے کام آیا اور میں نے آپ کا ڈچ ترجمہ قرآن بھی پڑھا ہے۔' [145]

یہ تاریخی کانفرنس بنڈونگ کے گلوراہال میں منعقد ہوئی اور اس میں انتہائی گرانی اور سفر کی شدید صعوبتوں کے باوجود ۶۰ جماعتوں کے دوہزار نمائندگان نے شرکت فرمائی[146]۔ اس موقع پر ۵۲ احباب بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔[147]

۲۶ جولائی کی شام کو ایک پرشکوہ ہال میں آپ کے اعزاز میں استقبالیہ کا انتظام تھا۔ اس موقعہ پر آپ نے انگریزی میں ہمارے بیرونی مشنز (Our Foreign Missions) کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ جو غیر احمدی حلقوں میں خاص طور پر بہت مقبول ہوئی۔ ریڈیو انڈونیشیا نے اس کو مفصل نشر کیا اور اخبارات نے نمایاں سرخیاں دے کر تقریر کے مضمون اور جماعت احمدیہ کی عیسائیت کے خلاف تبلیغی سرگرمیوں کو خوب سراہا۔ بنڈونگ کے مؤقر اخبار "Pikiran Rakjat" نے اپنی ۲۷ جولائی ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''مغربی یورپ اور افریقہ کو مسلمان بنانے کی دلیرانہ کوشش جماعت احمدیہ کے بیرونی مشنوں کے انچارج مرزا مبارک احمد صاحب نے احمدیہ کانگرس کے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ یورپ، مغربی دنیا میں تبلیغ اسلام کی مساعی کو ایک زبردست چیلنج سمجھتا ہے۔

جماعت احمدیہ کی عالمی شخصیت نے بتایا کہ لندن، زیورچ، ہمبرگ، فرینکفورٹ اور ہیگ میں ہماری مساجد اور ناروے، سویڈن ڈنمارک کی فعّال اسلامی جماعتیں اسلام کی ترقی کا نشان ہیں۔ ایک ہزار کے قریب امریکن اسلام قبول کر چکے ہیں اور افریقہ میں خصوصیت سے جماعت احمدیہ کی مساعی بارآور ثابت ہوئی ہیں اور اس میں سے بھی خصوصیت سے غانا میں ۱۲ اخبارات، ۴۶ سکول، ۳۴۳ مساجد جماعت احمدیہ کی مساعی کے نتیجہ میں معرض وجود میں آئیں۔ روسی ترجمہ قرآن بھی اب جلد اشاعت پذیر ہوگا۔'' [148]

آپ بنڈونگ کی اہم جماعتی تقریبات میں قریباً ایک ہفتہ تک شبانہ روز مصروف رہے جس کے بعد یکم اگست کو اندرون ملک کی احمدی جماعتوں کے دورہ پر روانہ ہوئے۔اسی روز آپ نے سنگاپرنا کی مسجد محمود کا افتتاح کیا۔تاسیک ملایا میں خطبہ جمعہ دیا۔شام کو ایک استقبالیہ میں شرکت کی۔ ۳/اگست کو واپس بنڈونگ آئے۔۴/اگست کو بوقت عصر بوگور کی جماعت سے خطاب کیا۔ ۵/اگست کو آپ جاکرتا پہنچے۔

جکارتہ میں ۶/اگست کو آپ نے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے وزیر مذاہب سے تین گھنٹہ تک ملاقات کی۔۷/اگست کو آپ نے خدام الاحمدیہ انڈونیشیا کے مرکزی عہدیداروں سے ملاقات کی اور ان کے اجلاس کو خطاب کیا ہے۔[149]

عشاء کے بعد مسجد جکارتہ میں آپ کی خدمت میں الوداعی ایڈریس پیش کیا گیا۔آپ نے فرمایا کہ جماعت نے جس رنگ میں حسن سلوک اور نیک جذبات کا اظہار کیا ہے میں اس کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔مکرم کمال یوسف صاحب دورۂ انڈونیشیا کی روئیداد میں رقمطراز ہیں:۔

''کہ اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل ۹۰ بیعتیں ہوئیں۔''[150]

سنگاپور (۸ تا ۱۰/اگست) انڈونیشیا کا دورہ مکمل کرنے کے بعد آپ تین روز تک دوبارہ سنگاپور میں قیام فرما رہے۔یہاں آپ کے اعزاز میں جماعت کی طرف سے استقبالیہ دیا گیا۔جس میں غیراحمدی، ہندو، سکھ اور عیسائی انگریز بھی تھے۔صاحبزادہ صاحب نے اس موقع پر ہمارے بیرونی مشن کے زیرعنوان انگریزی میں تقریر فرمائی جس کا ترجمہ مولانا محمد سعید صاحب انصاری نے کیا۔ دوران قیام مشن کے بقیہ مختلف مسائل زیرغور آئے اور مشورہ ہوا۔مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری مبلغ سنگاپور نے دورہ کی کامیابی کے لئے ہرممکن جدوجہد فرمائی۔[151]

بنکاک، تھائی لینڈ (۱۲/اگست تا ۱۴/اگست) سنگاپور سے آپ ۱۱/اگست کو ایک بجے شب بنکاک وارد ہوئے۔آپ کی آمد کی اطلاع صرف قاضی حبیب الدین احمد صاحب (آپ ان دنوں SEATO میں بطور لائبریرین کام کر رہے تھے) کو تھی۔تھائی لینڈ کے مسلمانوں کے پریذیڈنٹ اور شیخ الاسلام تھائی لینڈ کی صاحبزادی آپ کے استقبال کے لئے موجود تھی۔بنکاک میں قاضی صاحب نے لنچ دیا جس میں سیٹو کے اعلیٰ افسران اور پاکستانی سفارت خانہ کے نمائندگان بھی شامل ہوئے اور

مختلف موضوعات پر آپ سے تبادلہ خیالات کیا۔۱۳/اگست کو شیخ الاسلام نے عصرانہ دیا۔آپ نے انہیں بتایا کہ میں تھائی لینڈ میں یہ جائزہ لینا چاہتا ہوں کہ یہاں بدھوں میں تبلیغ اسلام کا راستہ کیسے کھل سکتا ہے۔شیخ الاسلام آپ سے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر وترجمہ دریافت کرتے رہے اور جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔اس وقت تھائی لینڈ کے مسلمانوں کے پریذیڈنٹ اور اسلامی سکول کے ڈائریکٹر بھی موجود تھے۔[152]

الغرض آپ کا یہ سفر ہر اعتبار سے بہت کامیاب رہا جس سے مشرق بعید کی احمدی جماعتوں میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔

سفر میں ہر جگہ خصوصاً انڈونیشیا میں اخلاص ومحبت کے والہانہ نظارے دیکھنے میں آئے۔محترم کمال یوسف صاحب جاکرتا سے روانگی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس وقت جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔جماعت کے اخلاص اور صاحبزادہ صاحب کی ذات کے ساتھ محبت کو دیکھ کر اور یہ تصور کر کے کہ چند منٹ میں جہاز میاں صاحب کو دور لے جائے گا سب سے زیادہ خیال جو دل میں آتا تھا وہ یہ تھا کہ کاش حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جن کی مساعی اور دعاؤں کے نتیجہ میں اتنی عظیم الشان جماعت ملی۔یہاں موجود ہوتے اور اپنی دعاؤں کا پھل خود دیکھتے۔وہاں کے احباب اپنے محبوب کو دیکھتے۔برادرم محمد نسب جب سماٹرا سے جاوا حضرت میاں صاحب کو ملنے کے لئے آئے تو آتے ہی حضرت صاحب کی صحت کا پوچھا پھر کہنے لگے کہ حضرت صاحب یہاں کبھی نہیں تشریف لائے۔پھر کہنے لگے خدا کی اس میں کچھ حکمت ہوگی ان الفاظ کے بعد رونے کی وجہ سے ہچکیوں کی آواز آنے لگی۔نوجوان اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود طبیعت پر بالکل قابو نہ رہا۔بلک بلک کر بچوں کی طرح رونے لگے اور پھر جلد ہی اُٹھ کر باہر چلے گئے۔جب کچھ طبیعت سنبھلی تو پھر اندر آگئے۔یہ ذہنی کیفیت صرف نسب صاحب کی ہی نہیں تھی اکثر دوستوں کا یہی حال تھا۔حضور کا نام آیا تو آنسو تھے کہ تھمتے ہی نہیں تھے۔''[153]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کم وبیش ایک ماہ کے تبلیغی سفر کے بعد۱۴/اگست کو بنکاک سے کراچی اور۱۶/اگست کو کراچی سے بذریعہ تیز گام لاہور پہنچے اور شام کو بذریعہ کار مرکز احمدیت ربوہ میں وارد ہوئے جہاں آپ کا پُرتپاک استقبال کیا گیا۔[154]

انصاراللہ ضلع حیدرآباد کا اجتماع، مسجد کا سنگ بنیاد اور استقبالیہ تقریب

اگرچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ان دنوں اپنی علالت اور ناسازی طبع کے باعث براہ راست جماعتی جلسوں سے خطاب نہیں فرماتے تھے لیکن آپ کی دعاؤں کے یہ حیرت انگیز اثرات دیکھنے میں آئے کہ نہ صرف جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی تعداد میں ہر سال غیر معمولی اضافہ ہوا بلکہ انصار اللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کی ذیلی تنظیموں کے اجتماعات سے پوری جماعت میں زبردست حرکت پیدا کر ڈالی۔ یہ اجتماعات، دعاؤں اور ذکر الٰہی کے روح پرور اور دینی ماحول میں ہوتے اور جماعت میں ایک نہایت پاک اور روحانی تبدیلی کا موجب بنتے تھے۔

اس سال ۲۷۔۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو حیدرآباد (سندھ) میں انصار اللہ ضلع حیدرآباد کا اجتماع منعقد ہوا۔ جس میں خیرپور اور حیدرآباد ڈویژن کی پچاس سے زائد مجالس کے قریباً چھ صد انصار نے شمولیت فرمائی یہ اجتماع علمی، دینی، روحانی اور تربیتی اعتبار سے سندھ کے پہلے تمام اجتماعات سے سبقت لے گیا۔ اجتماع کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے بھی شرکت فرمائی اور بہت ایمان پرور اور بصیرت افروز خطابات سے نوازا۔ اجتماع کے موقع پر آپ نے ضلع حیدرآباد اور ضلع تھرپارکر میں آباد مسیحیوں اور ہندوؤں میں منظّم تبلیغ کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور اس ضمن میں ایک ٹھوس اور جامع سکیم احباب کے سامنے رکھی۔

اجتماع کے اختتام پذیر ہونے کے بعد آپ نے (۲۸ جولائی کو) پانچ بجے سہ پہر مسجد حیدرآباد کا سنگ بنیاد رکھا۔ ساڑھے پانچ بجے شام ڈاکٹر عبدالسلام خاں صاحب ایم بی بی ایس، ڈی ایم آر ای نے اپنی کوٹھی واقع لطیف آباد میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے اعزاز میں وسیع پیمانہ میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں احباب جماعت کے علاوہ حیدرآباد کے ہر طبقہ کے معززین نے شرکت کی اور آپ سے ملاقات کر کے مختلف علمی موضوعات پر تبادلہ خیالات کیا۔ 155

ایک نہایت مبارک تحریکِ دعا اور اس کی عظیم برکات

سیدنا حضرت مصلح موعود کی ذات مقدس سے مخلصین جماعت کو جو بے مثال اور والہانہ محبت وعقیدت

تھی وہ خلافتِ ثانیہ کے آخری دور میں پورے نقطہ عروج تک پہنچ گئی تھی جبکہ عشاق احمدیت جلسوں اور خطبوں میں اپنے محبوب آقا کا چہرہ دیکھنے تک کو ترس گئے اور ان کی حسرتیں دل ہی دل میں بے قرار تمنائیں بن کے رہ گئیں۔ اُن دنوں پوری دنیائے احمدیت حضور کی شفایابی کے لئے سرتاپا سوز و گداز اور مجسم دعا بنی ہوئی تھی۔

ایسے دردانگیز ماحول میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے وسط ۱۹۶۳ء میں نہایت پُر زور الفاظ میں یہ مبارک تحریک فرمائی کہ کم از کم تین ہزار احباب عہد کریں کہ وہ یکم اگست سے ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء تک غلبہ اسلام اور حضور کی کامل و عاجل صحت یابی کی دعاؤں اور بالالتزام تہجد کے ساتھ تین سو مرتبہ درود شریف پڑھتے رہیں گے کیونکہ الٰہی بشارتوں کو جلد تر دیکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجنا بہت ضروری اور مفید ہے۔ 156

حضرت صاحبزادہ صاحب نے علاقائی امراء سے درخواست کی کہ وہ اس بابرکت تحریک میں شمولیت کے لئے اجتماعی اور انفرادی طور پر مخلصین کو تحریک فرمائیں اور یکم اگست سے پہلے پہلے دفتر صدر صدر انجمن کو ان کے اسماء گرامی سے مطلع فرمائیں۔ 157

اس مبارک تحریک کے جاری ہونے پر ابھی تیسرا ہفتہ بھی نہیں آیا تھا کہ جناب الٰہی کی طرف سے اس کی نسبت مبشر خوابوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے الفضل (۲۰/ اگست ۱۹۶۳ء) میں تحریر فرمایا:۔

’’تہجد، دعاؤں اور درود شریف کی جو تحریک (یکم اگست تا ۹ ستمبر ۱۹۶۳ء) مَیں نے پچھلے دنوں کی تھی۔ اس تعلق میں بیسیوں دوستوں نے اپنی خوابیں بیان کی ہیں جس سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارا رب جو قادر و توانا ہے۔ ہماری اس ناچیز کوشش کو شرفِ قبولیت عطا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک دعا گو بزرگ دوست کو جنہوں نے اپنا نام بعض وجوہ کی بناء پر اس تحریک میں نہیں لکھوایا تھا۔ یکم اگست کی رات خواب میں کہا گیا۔ اٹھو اور غلبۂ اسلام کے لئے دعائیں کرو ایک اور دوست کی زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے۔

بَارَکَ اللّٰہُ لَکُمْ فِیْ ھٰذِہِ الْمُجَاھَدَۃِ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اس مجاہدہ کو بہت سی برکتوں کا موجب بنائے۔ ایک اور دوست نے لکھا ہے کہ مبارک تحریک دعا میں میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے شمولیت سے تردد کر رہا تھا لیکن دل میں جوش موجزن تھا۔ چنانچہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ مجھے کسی نے آواز دی بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ ہم

تم کو سب نظارے دکھائیں گے اور دیں گے۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ جوانی کی حالت میں صحتِ کاملہ کے ساتھ دکھائے جائیں۔ چنانچہ میں نے حضور کو کامل صحت کے ساتھ کام کرتے دیکھا۔ پھر آواز آئی کوئی اور خواہش ہے۔ خاکسار نے خواہش کا اظہار کیا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہو جائے تو بہت اچھا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کروائی گئی پھر آواز آئی کوئی اور خواہش ہے تو کہو خاکسار نے کہا کہ اگر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہو جائے تو بہت مشکور ہوں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ میں دل میں بہت خوش ہوا اور خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ پھر بعد میں خواب میں کہا گیا کہ دیکھو تم نے اس مبارک تحریک میں شامل ہونے کا ارادہ کیا تو خدا تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہ تم لوگوں کے ساتھ کس طرح شاندار سلوک کرے گا۔

اس کے علاوہ بھی دوستوں کو اس مجاہدہ کے بابرکت ہونے کے متعلق بہت سی خوابیں آئی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمارے گھروں کو اپنے نور، برکت، فضل اور رحمت سے بھر دے اور ہماری اولادوں کو ان حسنات میں حصہ دار بنائے جو کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی رحمت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت کے طفیل حاصل ہو سکتی ہیں۔ آمین

جن دوستوں نے اس تحریک میں نام نہیں لکھوائے ان سے بھی درخواست ہے کہ وہ بھی ان ایام میں کثرت سے دعائیں کریں اور درود شریف پڑھیں اور حتی الوسع نماز تہجد پڑھنے کی کوشش کریں تاکہ وہ بھی ایک حد تک ان برکات میں حصہ دار بن سکیں۔

خاکسار مرزا ناصر احمد

صدر۔صدر انجمن احمدیہ"[158]

اس مبارک تحریک پر خدا کے فضل سے برصغیر پاک و ہند کے قریباً آٹھ ہزار مخلصین احمدیت نے باقاعدہ شمولیت اختیار فرمائی۔ (اخبار بدر (قادیان) نے یکم اگست ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں شامل ہونے والے درویشان قادیان اور دیگر بھارتی احمدیوں کی فہرست شائع کی تھی) اور ان کے ذوق وشوق اور جوش وخروش کو دیکھ کر اُن کے ماحول میں بھی دین سے لگاؤ اور درود شریف کے وِرد کا بہت چرچا ہوا اور ان کے بچوں نے بھی روحانی رنگ کے اس پر کیف چلّہ کے ایام میں کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھا اور جب یہ چالیس روزہ مجاہدہ بظاہر اختتام پذیر ہوا تو لمبا عرصہ باقاعدگی سے نماز تہجد ادا کرنے

اور ذکر الٰہی اور درود شریف میں انہماک کی وجہ سے ہزاروں قلوب میں ذکر وفکر اور روحانیت سے ایک طبعی لگاؤ، فطری وابستگی اور گہرا شغف پیدا ہو چکا تھا علاوہ ازیں بہتوں کو اللہ تعالیٰ نے متواتر مبشر خوابیں دکھائیں اور بعض ایسے احباب کو جو ابتداء میں اس روحانی قافلہ میں شریک نہیں تھے خوابوں کے ذریعہ اس امر کی تحریک ہوئی کہ وہ اس بابرکت اور نیک کام میں شامل ہوں۔ الغرض روحانیت کی ان فضاؤں میں یہ مجاہدہ پوری جماعت کے لئے خوشکن اثرات کا حامل ثابت ہوا۔[159]

جناب شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم اے معتمد صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے اس مبارک تحریک کی برکات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''پچھلے دنوں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے یہ تحریک فرمائی تھی کہ احبابِ جماعت میں سے کم از کم تین ہزار دوست یہ عہد کریں کہ متواتر ۴۰ دن تک اسلام کے غلبہ اور فتح اور حضرت خلیفۃ المسیح اطال اللہ بقاءہ کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے پُرسوز دعاؤں اور بالالتزام نماز تہجد کی ادائیگی کے علاوہ روزانہ کم از کم ۳۰۰ مرتبہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہیں گے۔ اس تحریک میں آٹھ ہزار کے قریب دوستوں نے باقاعدہ طور پر حصہ لیتے ہوئے اپنے نام بھجوائے اور ان کے علاوہ ہزاروں دوست ایسے بھی ہیں جو کسی مجبوری کی وجہ سے نام تو نہیں بھجوا سکے۔ مگر وہ ان دعاؤں میں شریک ضرور رہے۔ اور جماعت کے کمسن بچوں نے بھی اور نہیں تو کم از کم درود شریف کے ورد کے نیک کام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی تعداد میں حصہ لیا۔ ان میں سے بعض نے تو ۳۰۰ پر اکتفا نہیں کی۔ اس سے بہت زیادہ تعداد میں درود شریف پڑھتے رہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شدید عشق اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بدولت ہمیں نصیب ہوا۔ جن کی آمد کی ایک اہم غرض یہ تھی کہ وہ خدا کے فضل سے ایک ایسی روحانی جماعت پیدا کریں جو صحیح معنوں میں عاشقِ رسول ہو اور جس کا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت للّٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے اندر ایک نیک تبدیلی پیدا کرے۔ ایک عظیم تبدیلی جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہو۔ اس کے لئے بے شمار فضلوں کی جاذب اور اس کی بے انتہاء برکتوں کی حامل مبارک تحریک دعا نے احباب جماعت کو اس نیک کام کی طرف متوجہ کر دیا اور اس میں یکسر منہمک کر دیا۔ اس طرح کہ وہ اکثر شب و روز دعاؤں میں مصروف رہے۔ اس بابرکت تحریکِ دعا میں شریک دوستوں کی اکثریت نے خدا کے فضل سے اپنے اندر ایک نیک تبدیلی محسوس کی اور خدا کی یاد میں

محویت، ذکر الٰہی کے شغف، درود شریف میں انہماک اور نوافل اور دعاؤں کے طفیل خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے دل دھل گئے غفلت اور سستی دور ہوگئی اور ان میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی اور للّٰہیت اور فدائیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر خدا کے فضل سے انہوں نے خدمت دین کے لئے اپنے دل میں شدید تڑپ محسوس کی۔

تحریک دعا کے دوران بہت سے دوستوں کی طرف سے صدر محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں خط موصول ہوئے جن میں انہوں نے اس تحریک کے بابرکت ہونے کی گواہی دی۔ اور اس امر کا اعتراف کیا کہ یہ تحریک ان کے لئے اور جماعت کے لئے خدا تعالیٰ کے بہت سے فضلوں کو کھینچنے کی باعث ہوئی۔ انہوں نے ذاتی طور پر اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کے نور کو جلوہ گر دیکھا۔ اور یہ محسوس کیا کہ وہ روحانی دوڑ میں روز بروز خدا تعالیٰ کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب نے اپنے خط میں لکھا:۔

''آپ کی تحریک مبارک جاری کردہ ایک شیریں نہر روحانی جس میں سے گزرتے آج تیسواں روز ہوا بے شمار رحمتوں اور برکتوں سے پُر، مایوسیوں کو دور کرنے والی صبر اور شکر کی طاقت دینے والی، غموم و ہموم کے بادلوں سے باسلامت پار اتارنے والی ثابت ہوئی۔ .... درود شریف پڑھنے کا حکم بیعت فارم میں موجود ہے۔ اور ہر احمدی پر یہ فرض ہے۔ مگر میں بیعت کے بعد بھی صرف نماز میں درود پر اکتفا کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے بے شمار فضلوں کا وارث بنائے۔ آپ نے ایسے وقت یہ تحریک فرمائی کہ نہ صرف حضور اقدس کی صحت اور اسلام کی ترقی ہی اس سے معلوم و مشہود ہوئی بلکہ اس کا یہ اثر ہوا کہ خود مجھے اس نورانی عالم میں لے گئی۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نوع بشر کو لانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے اس کا ایک بھاری فائدہ یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کلام اللہ کا مرتبہ معلوم ہوا۔ عشق جس کا نام ہے اور معشوق جس کی شہرت ہے۔ اس کا آج تک پتہ ہی نہ تھا۔ میں اپنے تصورات کی بھول بھلیوں میں چکر کاٹ رہا تھا کہ اچانک یوں ہوا کہ خدا کے مامور کے فرزند کی ایک پاک مطہر تحریک سے قلب، عشق کے راز سے یوں آشنا ہو گیا جیسے کسی اندھے کو روشنی کی کرن نظر آجائے اور وہ پھڑک اٹھے۔

اس عرصہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق استاذی المعظم حضرت علامہ محدث سید میر محمد اسحٰق صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں وہ نور اور اس کی چمک اس کی پُر محبت نظر چشم پُرنم

دل سوزاں درفراق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بیان نہیں کرسکتا۔ مبارک ہو آپ کو صد مبارک یہ تحریک آپ کے لبِ مبارک سے ظاہر ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ .... ماہ رواں میرے لئے ایک بے حد تکلیف دہ شکل لے کر چڑھا تھا۔ جس کی برداشت کی طاقت مجھ میں نہ تھی ساتھ ہی آپ کی تحریک مبارک جاری ہوگئی۔ وہ غم اور کرب وقلق اور اضطراب جاتا رہا۔ الحمدللہ''

صاحبِ موصوف دل کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے خیالات اور جذبات کا اظہار کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ٹوٹے پھوٹے فقرات کی تہہ میں جذبات کی شدت اور تلاطم کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے گا جس کا نقشہ کھینچنے کے لئے ان کے پاس مناسب الفاظ نہیں ہیں۔ یہی کیفیت خدا کے فضل سے اس بابرکت تحریک میں شریک ہونے والے اکثر دوستوں کی ہے مگر زبان میں یارا نہیں کہ دلی جذبات کا پوری طرح اظہار کرسکے۔ اور قلم میں طاقت نہیں کہ نہاں درنہاں دلی احساسات کا نقشہ کھینچ سکے۔ عاشق صادق اپنا سینہ چاک کر کے اپنے رب کے حضور پیش کردیتا ہے اور اس محبوب شغل میں اسے جو لذت آتی اور جو لطف حاصل ہوتا ہے اسے وہی جانتا ہے۔ وبس۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ اٰل محمدٍ و بارک وسلم انک حمید مجید۔ ''[160]

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری

امریکہ کی ڈینور یونیورسٹی نے حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کو بتاریخ ۱۶؍اگست ۱۹۶۳ء ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگری دی۔ نیز حسب ذیل الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔

''چوہدری محمد ظفراللہ خاں جنرل اسمبلی کے صدر جس کی آپ نازک اور بحرانی مباحثات میں صابرانہ مزاحمت، فکرانگیز ٹھہراؤ اور وسیع ہمت کے ساتھ قیادت کرتے ہیں۔ پارلیمانی اصلاح کے معمار...... بین الاقوامی شہرت کے جج، دانا اور روشن دماغ سیاستدان! تقریباً نصف صدی سے انسانیت کے لئے آپ کی گرانقدر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ جس انداز سے آپ عدل وانصاف کی نشوونما اور امن کے مقصد کے لئے سعی کررہے ہیں اور جس جوش وخروش سے آپ عمدہ زندگی کے روحانی وسائل کی منادی کررہے ہیں۔ اس سے روح انسانیت کو زندگی ملتی ہے وہ پھلتی اور پھولتی ہے اور نئے سرے سے اُمید دلاتی ہے کہ آزاد دماغ درحقیقت ایک خوشحال مستقبل کے لئے اس کی قیادت کریں گے۔''

ڈاکٹریٹ کی یہ دوسری اہم اعزازی ڈگری تھی جو۱۹۶۳ء میں حضرت چوہدری صاحب کو عطا کی گئی۔جون میں کولمبیا یونیورسٹی نے آپ کو ڈاکٹر آف لاز کی ڈگری دی تھی۔161

جناب عبدالسلام میڈسن کا دورہ متحدہ عرب جمہوریہ

جمہوریہ ڈنمارک کے مشہور ڈینش نواحمدی جناب عبدالسلام صاحب میڈسن نے جولائی ۱۹۶۳ء میں متحدہ عرب جمہوریہ کا مطالعاتی دورہ کیا۔اس سلسلہ میں **النشرة الثقافية الجمهورية العربية المتحدة** کے بلیٹن بابت ماہ اگست ۱۹۶۳ء میں درج ذیل خبر شائع ہوئی۔......۵ جولائی ۱۹۶۳ء کو شیخ عبدالسلام مداسین (میڈسن) شیخ المسلمین ڈنمارک اسکندریہ پہنچ گئے۔۱۵ طالبات اور ۵ طلباء بھی ان کے ہمراہ تھے جو اس سال ڈنمارک میں مشرف باسلام ہوئے انہوں نے متحدہ عرب جمہوریہ کا دورہ کیا۔وزارتِ تعلیم نے اہم مقامات اور دینی وثقافتی مراکز دیکھنے کا ایک جامع پروگرام مرتب کیا۔162

’’فضل عمر پبلک لائبریری‘‘ کراچی کا افتتاح اور علامہ نیاز فتح پوری کا پُر اثر خطاب

۳۰ ؍اگست ۱۹۶۳ء کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے زیر اہتمام ’’فضل عمر پبلک لائبریری‘‘ (مارٹن روڈ) کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی اس موقعہ پر علامہ نیاز فتح پوری نے ایک پُر اثر خطاب کیا۔آپ نے فرمایا:۔

’’احمدی تحریک کا ذکر تو میں عرصے سے سنتا چلا آ رہا تھا۔لیکن خود اس پر غور وفکر کرنے کا موقع حال ہی میں ملا۔اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر تعلیم اسلام کا مقصود واقعی بلند کردار، حسنِ عمل اور طہارتِ نفس ہے (جس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا) تو اس وقت غالباً احمدی جماعت ہی وہ جماعت ہے جس نے صحیح معنے میں اس مقصد عظیم کو سمجھا اور اسے اجتماعی حیثیت بخشی۔

......تمام مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے ارتقاء انسانی کا یہ بلند نظریہ پیش کیا اور اس کو بروئے کار لانے کے لئے عقائد کو یکسر عمل میں تبدیل کر دیا۔

دنیا کے تمام مذاہب مخصوص تھے مخصوص اقوام کے لئے۔لیکن اسلام کا خطاب تمام عالم انسانی سے تھا۔معمورہ دنیا کی پوری ہیئت اجتماعی سے تھا اور اسی بناء پر اس نے ’’اکمل ادیان عالم‘‘ ہونے کا

دعویٰ کیا۔ الغرض یہ تھا اصل مفہوم و مقصود اسلام کا جو افسوس ہے کہ عہد سعادت و عہد خلفاء راشدین کے بعد رفتہ رفتہ فراموش ہو گیا اور مسلمان بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کو اصلاح و اجتماع کی دعوت دیتے خود افتراق و انتشار کا شکار ہو گئے اور مذہب نام رہ گیا صرف روایات کا۔

یہ حالت صدیوں تک جاری رہی یہاں تک کہ اسلام کو مرد بیمار سمجھ کر چاروں طرف سے اس پر حملے ہونے لگے اور اس کی کسمپرسی انتہاء کو پہنچ گئی۔ یہی وہ وقت تھا اور یہی وہ فضا تھی ہندوستان کی جب ایک مرد عمل سرزمین قادیان سے اٹھا اور اس نے تن تنہا تمام مخالف طوفانوں کا مردانہ وار مقابلہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ مدھم تو ہو سکتا ہے لیکن اسے بجھایا نہیں جا سکتا۔

لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ (التوبة: ۳۳)

اس وقت مجھے اس سے بحث نہیں کہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کس حیثیت سے پیش کیا یا یہ کہ اپنے آپ کو کیا سمجھا بلکہ صرف یہ کہ کیا کیا یا کیا کر دکھایا اور کیونکر ایسی مضبوط اور باعمل جماعت قائم کر سکے جس کی بے پناہ عملی قوت کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔

وَ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یشآء

احمدی جماعت کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گذرا تاہم اتنا زمانہ یقیناً گزر چکا ہے کہ اگر یہ تحریک بے جان ہوتی اور اس کی بنیاد کمزور ہوتی تو دوسری جماعتوں کی طرح یہ بھی ختم ہو چکی ہوتی لیکن جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تحریک ایک مختصر گاؤں سے شروع ہو کر نصف صدی کے اندر تمام دنیا کے تمام گوشوں تک پہنچ جاتی ہے تو ہم کو اس کی استقامت عزم کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ استقامت کسی جماعت میں اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اس کا بانی و مؤسس خود بڑا مخلص انسان ہو۔

کیست کہ کوشش فرہاد نشاں باز دہد
مگر آں نقش کہ از تیشۂ بہ خار اماند

جماعت احمدی کا دائرہ عمل جس حد تک وسیع ہو چکا ہے اس کی تفصیل کا موقع ہے نہ ضرورت لیکن اس وقت یہ ظاہر کر دینا غالباً نامناسب نہ ہوگا کہ اس کا نصب العین صرف قرآن اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تعلیمات اسلام، اخلاق اسلام اور غایت ظہور اسلام کی عملی مثالیں بھی قائم کرنا ہے۔ یعنی وہ صرف یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو جاتے کہ اخلاق بلند کرو بلکہ اپنے کردارِ عمل سے بھی اس تعلیم کی برکات کا ثبوت دیتے ہیں اتنا صاف، روشن اور واضح ثبوت جس سے غضِ بصر ممکن

ہی نہیں چنانچہ اگر تحریک احمدیت کے آغاز سے اس وقت تک کی ان تمام خدمات کا جائزہ لیں جو اس نے خالص اخلاقی نقطہ نظر سے مفاد عامہ کے لئے انجام دی ہیں تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔انہوں نے مدارس قائم کئے۔شفاخانے تعمیر کرائے، انہوں نے بلاتفریق مذہب و ملت طلبہ کے وظائف مقرر کئے۔غرباء ومساکین کا مفت علاج کیا۔ یتامٰی کی کفالت کی۔ بیواؤں کے دکھ درد میں شریک ہوئے اوران کی یہ گرانقدر خدمات وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہیں۔

اب سے شاید دوتین سال قبل کی بات ہے جیسا کہ فضل عمر ہسپتال (ڈسپنسری) کراچی کی عمارت دیکھنے کا موقع مجھے ملا تھا اور یہ معلوم کر کے حیران رہ گیا جب مجھے بتایا گیا کہ یہ تعمیر محض یہاں کے احمدی نوجوانوں کے ہاتھوں وجود میں آئی ہے تو معاً میرا ذہن قادیان کے اس مجاہد اعظم کی طرف منتقل ہوا جس کے فیضانِ تعلیم نے ایثاروقربانی اور سعی وعمل کا یہ جذبہ اپنے متبعین میں پیدا کیا۔اوراس خیر جاریہ کی تشکیل کے لئے اتنے جاں نثار وفدائی پیدا کردیئے۔ پھر میں یہاں سے چلا گیا لیکن اس کا اتنا گہرا اثر دل پر لے گیا کہ اس کے بعد جب کبھی کسی نے احمدی تحریک کا ذکر چھیڑا تو میں نے اس کی قوت عمل کے ثبوت میں ہمیشہ اپنے اس نئے تجربہ کو پیش کیا۔"[163]

علامہ نیاز فتحپوری اس ولولہ انگیز تقریر کے بعد احباب جماعت کے ساتھ لائبریری میں تشریف لے گئے اور لائبریری کی ممبرشپ کا پہلا کارڈ پُر کیا۔آپ کے بعد شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت کراچی اور قائد خدام الاحمدیہ کراچی اور دیگر احباب نے رکنیت قبول کی۔اس طرح لائبریری کا حوصلہ افزاء ماحول میں آغاز ہوا۔اس لائبریری میں اس وقت دو ہزار سے زائد کتب موجود تھیں جو مذہبی، ادبی، تاریخی، معاشی اور فنی مضامین پر مشتمل تھیں۔لائبریری کے ساتھ دارالمطالعہ بھی تھا جس میں سلسلہ کے اخبارات ورسائل کے علاوہ دیگر اخبارات اورادبی رسائل بھی موجود تھے۔[164]

قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کا وصال

(سوانح اور سیرت وشمائل)

اس سال کا نہایت درجہ روح فرسا اور انتہائی الم انگیز واقعہ، سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نامور اور صاحب قلم فرزند اور خدائی نشانات کے مظہر قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی وفات حسرت آیات ہے جو ایک عظیم الشان علمی وقلمی جہاد کے نتیجہ میں واقع

ہونے کے باعث اپنے اندر شہادت کا رنگ رکھتی ہے اور آپ کی رویاء وکشوف کے عین مطابق ظہور میں آنے کی وجہ سے خدا کی ہستی کا ایک نشان ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب ایک برگزیدہ ہستی اور مقدس وجود تھے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے حقیقی دست و بازو تھے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک منٹ دینِ حق کے لئے وقف تھا اور آپ عُسر و یسر، سفر وحضر اور صحت و علالت غرض کہ ہر صورت میں خدمت دین میں سرشار رہتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کے قیامت خیز ایام میں آپ پر دل کی بیماری کا شدید اور خطرناک حملہ ہوا اور اگرچہ آپ کئی ہفتے صاحب فراش رہنے کے بعد بظاہر صحت یاب ہو گئے مگر دل کی کیفیت پوری طرح بحال نہ ہوئی۔ اس کے علاوہ نقرس (Gout) کی بہت پرانی تکلیف تھی جس کے بعد ۷۔۸ سال سے ذیابیطس کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا تھا۔ دل کی تکلیف سے آپ کو کبھی کبھی تنفّس کی تنگی یا دل کے درد کا دورہ ہو جاتا تھا جو دینی کاموں کے ہجوم اور جماعتی تفکّرات کا ردّعمل ہوتا تھا۔ مگر آپ برابر اپنے خدا سے کئے ہوئے عہد کو نبھائے چلے جا رہے تھے اور دیوانہ وار سلسلہ کے کاموں میں سرگرم عمل رہتے تھے۔

آپ کی مرض الموت یعنی آخری بیماری کا آغاز جون ۱۹۶۳ء میں ہوا جبکہ ربوہ میں آپ نے نگران بورڈ کے ایک اجلاس کی صدارت فرمائی۔ طبیعت پہلے سے ناساز اور مضمحل تھی لیکن آپ نے حسب معمول دین کو مقدم کرنے کے لئے پاک جذبہ سے اجلاس میں شرکت فرمائی اور کمزوری طبع کے باوجود کئی گھنٹے تک اجلاس کو جاری رکھا اور بہت سے جمع شدہ امور کو نپٹانے میں اپنی پوری طاقت وقوت صرف کر دی مگر یہی محنت و کاوش بالآخر جان لیوا ثابت ہوئی۔ انتڑیوں اور معدے میں سوزش اور گھبراہٹ کے آثار نمایاں ہو گئے۔ پراسٹیٹ بڑھ گئے اور کمزوری انتہاء تک پہنچ گئی۔

جب یہ تکلیف شدت اختیار کر گئی تو آپ ڈاکٹری مشورہ کے مطابق ۲۸ جون ۱۹۶۳ء کو بغرض علاج ربوہ سے لاہور تشریف لائے[165]۔ یکم جولائی کی شام کو ڈاکٹروں کے ایک بورڈ نے جو تین سرجنوں اور تین فزیشنوں (کرنل ملک صاحب، کرنل عطاء اللہ صاحب، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سرجن میو ہسپتال، کرنل محمود الحسن صاحب ملٹری ہسپتال، ڈاکٹر محمد اختر خاں صاحب فزیشن میو ہسپتال، ڈاکٹر محمد رشید چودھری صاحب، ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب) پر مشتمل تھا[166]۔ آپ کا طبی معائنہ کیا۔ معائنہ کے دوران آپ کو ڈھائی گھنٹے تک میز پر لیٹے رہنا پڑا جس سے آپ کو کوفت ہوئی۔

ڈاکٹروں نے متفقہ رائے دی کہ آپریشن کی کوئی فوری ضرورت نہیں۔ کچھ ادویہ دی گئیں اور فی الواقع علاج سے کچھ افاقہ بھی ہوا۔لیکن آسمانی مشیت کچھ اور بتلا رہی تھی چنانچہ کئی ماہ سے آپ کو متعدد منذر خوابیں اپنی وفات کی نسبت آ رہی تھیں جن سے آپ کو قطعیت کی حد تک یقین ہو چکا تھا کہ واپسی کا وقت قریب ہے۔خوابوں کا یہ سلسلہ لاہور میں بھی بدستور جاری رہا اور آپ نے اس کا واضح ذکر صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب اور دوسرے احباب سے بھی فرمایا۔
صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نے ڈاکٹروں سے مشورہ کیا۔اُن کی رائے تھی کہ تشویش کی کوئی بات نہیں آپ کی دونوں اصل بیماریاں کنٹرول میں ہیں اور شدید بے چینی اور بے خوابی کی تکالیف عارضی ہیں جو انشاءاللہ جلد دور ہو جائیں گی۔آپ نے سُن کر فرمایا کہ ’’ڈاکٹروں کی رائے پر نہ جانا‘‘۔

اس کے بعد ڈاکٹری مشورہ پر آپ ۱۷جولائی کو بذریعہ کار گھوڑا گلی کے لئے روانہ ہو گئے۔آپ کے ساتھ ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب اور آپ کے خادم خاص بشیر احمد بھی تھے۔راستہ میں آپ نے چند گھنٹوں کے لئے جہلم ڈاک بنگلہ میں بھی قیام فرمایا۔آپ سات بجے شام راولپنڈی پہنچے۔مقامی جماعت کی طرف سے چوہدری احمد جان صاحب امیر جماعت احمدیہ نے آپ کا استقبال کیا۔
دوسرے روز ۱۸جولائی کو آپ ساڑھے سات بجے گھوڑا گلی پہنچ گئے۔ یہاں پہلے دو تین روز آپ کی طبیعت پرسکون اور خاصی بہتر ہو گئی۔ساملی سینی ٹورم کے ڈاکٹر اور سول سرجن مری آپ کو دیکھنے کے لئے پہنچ گئے اور باقاعدگی سے آپ کا معائنہ کرنے لگے اور آپ کی شفایابی کی قوی امید پیدا ہو گئی لیکن آپ نے پہلے کی طرح پھر منذر خواب دیکھی اور اس وجہ سے آپ مقررہ پروگرام سے پہلے ہی ۶/اگست کو واپس لاہور تشریف لے آئے جہاں علاج کا نیا دور شروع ہوا۔ڈاکٹروں نے بیماری کا دوبارہ جائزہ لیا اور نئی دوائیں تجویز کیں۔ڈاکٹر محمد یعقوب خاں روزانہ آپ کی خدمت میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے۔ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ جب آپ کو بلڈ پریشر اور نبض وغیرہ دیکھنے کے بعد بتایا جاتا کہ نارمل ہیں تو فرماتے آپ کہتے ہیں نارمل اور ٹھیک ہے۔مگر میں تو محسوس کرتا ہوں کہ اب میرے اندر کچھ باقی نہیں رہا۔انہی دنوں آپ نے بہت تکرار سے یہ ذکر فرمایا کہ مجھے بہت منذر خوابیں آئی ہیں اور اب میری وفات کا وقت قریب ہے۔پھر کئی دفعہ بتایا کہ ایک ہی طرح کی خواب ربوہ سے چلتے وقت اور گھوڑا گلی اور لاہور میں آئی ہے ایک دفعہ فرمایا کہ اب میری عمر ۷۰ سال سے زائد ہو چکی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا۔ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ ڈاکٹر صاحب اور بعض

دوسرے دوستوں نے کئی دفعہ عرض کیا کہ خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں مگران باتوں کا آپ پر قطعاً کوئی اثر نہ تھا اور آپ کوموت کے قریب ہونے کا یقین کامل تھا۔[167]

۲۴؍اگست کے قریب آپ نے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا''اب تو چل چلاؤ ہی ہے'' اس طرح ایک خط میں بالوضاحت یہ ذکر فرمایا کہ میری زبان پر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا یہ شعر جاری ہوا ہے کہ ۔

بھر گیا اب تو باغ پھولوں سے
آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا

المختصر آسمانی اشارات، القاء اور رؤیا کی بناء پر آپ کو جناب الٰہی کی طرف سے قطعی طور پر علم ہو چکا تھا کہ آپ کی واپسی کا وقت قریب آن پہنچا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکے گا۔

حتیٰ کہ ماہ جون کے آخر میں آپ نے ربوہ سے روانگی کے وقت اپنی تجہیز و تکفین کے لئے علیحدہ رقم گھر دے دی پھر لاہور سے مزید رقم ارسال فرمائی اور پیغام دیا کہ میری وفات پر دوست آئیں گے۔ ان دنوں گھر کے عام خرچ سے زیادہ اخراجات ہوں گے اس لئے یہ رقم بھجوار ہا ہوں ایک روز ایک خط بھی اپنے خادم خاص بشیر احمد صاحب سے لکھوا کر بھیجا جو ایک قسم کا الوداعی خط تھا۔ بعض قرائن سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ پر یہ انکشاف بھی ہو چکا تھا کہ آپ اکتوبر سے قبل اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں گے۔ چنانچہ ایک بیرون از پاکستان خط کے جواب میں آپ نے لکھوایا کہ آپ نے لکھا ہے کہ آپ لوگ اکتوبر میں پاکستان آئیں گے لیکن اکتوبر میں تو میں یہاں نہیں ہوں گا۔

یہ ایک عجیب بات تھی کہ ایک طرف آپ اپنی وفات کی طرف بار بار اشارہ فرما رہے تھے اور احباب سے بھی اس کا ذکر کر رہے تھے مگر دوسری طرف سبھی ڈاکٹر مطمئن تھے اور انہیں اس قسم کا کوئی فوری خطرہ نظر نہ آتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اصل خطرے والی بیماریاں کنٹرول میں ہیں اور شدید گھبراہٹ اور بے خوابی کی تکالیف محض عارضی ہیں بالکل اسی رائے کا اظہار اعصابی امراض کے ماہر (Neurophysician) ایک انگریز ڈاکٹر مِلر (Miller) نے بھی کیا جو اتفاقاً اُن دنوں پاکستان سے گزرتے ہوئے آسٹریلیا جا رہے تھے۔ ۲۸؍اگست کو انہوں نے معائنہ کیا۔ دیگر معالجین نے بیماری کی پوری سرگزشت سنائی۔ خود آپ نے اپنی علالت کے تمام حالات ایک نوٹ کی شکل میں ترتیب وار لکھوائے ہوئے تھے جو ڈاکٹر صاحب نے توجہ سے پڑھے اور پھر دریافت کیا کہ آپ کی

مصروفیات کیا ہیں؟ حضرت قمر الانبیاء نے فرمایا کہ میں زیادہ تر تصنیف اور لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں۔انہوں نے پوچھا کہ آپ کی آخری تصنیف کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا فیملی پلاننگ کے متعلق۔ انہوں نے مسکرا کر کہا کہ اس کے حق میں یا اس کے خلاف۔ تو آپ نے فرمایا کہ بعض حالات میں اس کے حق میں اور بعض حالات میں اس کے مخالف۔

انہوں نے تمام کوائف معلوم کرنے اور حالات کا جائزہ لینے کے بعد ڈاکٹروں کی موجودگی میں کہا کہ میری رائے میں جو دوائیں میں نے تجویز کی ہیں۔ان کے استعمال سے دو ہفتہ میں خاصہ افاقہ ہو جائے گا اور وثوق سے کہا کہ چند ہفتوں میں بہتری کا آغاز ہو جائے گا اور امید ہے کہ دو تین ماہ کے اندر آپ اس بیماری (Neurosis) پر قابو پالیں گے اور اپنا کام معمول کے مطابق دوبارہ جاری کر سکیں گے۔ بہرحال اس انگریز ماہر ڈاکٹر کی رائے بھی آپ کے معالجین کے عین مطابق تھی کہ آپ کا اعصابی مرض گو تکلیف دہ ہے مگر خطرناک نہیں ہے۔موصوف نے جو دو یہ تجویز کیں وہ لاہور سے دستیاب نہ ہو سکیں۔اسی دن انگلستان سے بذریعہ کیبل گرام ان کے منگوانے کے لئے آرڈر بھیج دئے گئے۔

ڈاکٹر ملر آپ کو دیکھ کر ساتھ والے کمرہ میں آئے اور کہنے لگے "He looks like a Biblical Prophet" یعنی آپ انبیائے بائیبل کے مشابہ دکھائی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ملر کی ملاقات کے دوسرے ہی دن ۲۹ ؍اگست کی شام کو آپ کا درجہ حرارت سو (۱۰۰) ہو گیا جو ۳۰ ؍اگست کو ۱۰۷ تک پہنچ گیا اور آپ پر غنودگی طاری ہو گئی تاہم اس حالت میں بھی آپ کی زبان مبارک پر اکثر دعائیہ کلمات جاری رہے جن کا ایک آدھ لفظ ہی سمجھ میں آتا تھا جیسے ربنا یا ایک لفظ طیر دھیما سا سنائی دیا۔ایک وقت میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ عربی میں کسی سے لمبی گفتگو فرما رہے ہیں[168]۔ یہ گویا دنیا سے عملی انقطاع اور عقبیٰ سے رابطہ کی ابتداء تھی۔

یکم ستمبر کی صبح کو حضرت میاں صاحب کی طبیعت از حد ناساز ہو گئی۔ جس پر چوہدری اسد اللہ خاں صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی ہدایت پر دارالذکر میں اجتماعی دعا ہوئی۔امیر صاحب نے درد بھری آواز میں کہا۔ غافلو! تم سے ایک نعمت چھینی جا رہی ہے۔ان الفاظ سے دلوں کو زبردست دھکا لگا۔چیخوں اور سسکیوں کے ساتھ دعا شروع ہوئی۔آنکھیں رو رہی تھیں اور دل ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ دعا ختم ہوئی۔صدقہ کی رقوم اکٹھی کی گئیں اور احمدی افسردہ اور مضطرب دلوں کے ساتھ واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔

شام کو بخار کی شدت سے حضرت میاں صاحب پر غنودگی طاری تھی۔ ڈاکٹروں کی ایک پوری ٹیم صلاح ومشورہ میں مصروف ہوگئی۔ ملک منور احمد صاحب جاوید کا بیان ہے کہ انہیں دو مرتبہ حضرت میاں صاحب کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ دیکھا کہ غنودگی کی حالت میں فرما رہے تھے ''اللہ تیرا شکر ہے۔ اللہ تیرا شکر ہے''۔ 169

۲ ستمبر کا سارا دن اسی عالم میں گذرا اور بیماری تشویشناک صورت اختیار کرگئی۔ شام کے وقت بہت سے احباب کوٹھی نمبر۲۳ ریس کورس کے احاطہ میں نماز مغرب کے لئے جمع تھے۔ ہر شخص کرب واضطراب میں ڈوبا ہوا تھا۔ کوٹھی کے لان میں مغرب کی اذان ختم ہوتے ہی عین اس وقت جبکہ نماز شروع ہو رہی تھی حضرت قمر الانبیاء کی طبیعت یکا یک متغیر ہوگئی، سانس رک گیا، دو ایک کوششیں مصنوعی تنفس کی کی گئیں مگر بے سود، جس بلاوے کا آپ کئی ماہ سے انتظار کر رہے تھے۔ وہ آن پہنچا اور آپ کی روح مقدس ۶ بج کر ۴۸ منٹ پر قفس عنصری سے پرواز کرگئی 170۔ اور آپ چشم زدن میں اپنے آسمانی مولا کی آغوش رحمت میں پہنچ گئے۔ اس طرح نبیوں کا چاند جو ستر برس تک اس جہان کے افق پر ضیا پاشی کرتا رہا۔ یکا یک غروب ہو کر اگلی دنیا میں طلوع ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب نماز کے معاً بعد دوڑ کر اندر گئے۔ اپنے مقدس باپ اور مسیح محمدیؑ کے لخت جگر کا بازو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے بوسہ دیا آپ اسی کیفیت میں چند لمحوں تک دعائیں کرتے رہے۔ ازاں بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور دیگر افراد خاندان مسیح موعود آپ کے کمرہ میں پہنچے۔ 171

اس حادثہ کی اطلاع اسی وقت بذریعہ ٹیلیفون ربوہ میں دے دی گئی۔ اگلے دن ریڈیو پاکستان اور اخبارات نے پورے ملک میں یہ خبر پہنچا دی۔

لاہور میں وفات کی خبر آن واحد میں پھیل گئی اور لاہور کے ہر حصے اور علاقے سے غمزدہ اور سوگوار احمدی دیوانہ وار کوٹھی میں پہنچنے لگے۔ سارا صحن بھر گیا۔ سڑک پر ٹریفک کا کنٹرول کرنا مشکل ہو گیا۔ اس موقعہ پر حضرت قمر الانبیاء کے صاحبزادگان اور دوسرے افراد خاندان مسیح موعود نے صبر وتحمل کا بے مثال نمونہ دکھلایا اور غم سے نڈھال ہونے کے باوجود آنے والوں کو تسلی دیتے رہے۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے فرمایا ''ہمارا ازلی ابدی خدا بے عیب ہے۔ اس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہم اس کی رضا پر راضی ہیں''۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے احباب کے جذبات کو مدنظر رکھتے ہوئے سب کو حضرت قمرالانبیاء کے جسد اطہر کی زیارت کرائی۔ 172

لاہور سے سوگوار قافلہ کی سُوئے ربوہ روانگی

رات سوا دس بجے آپ کی نعش مبارک ایک قافلہ کے جلو میں ایمبولینس کار کے ذریعہ لاہور سے ربوہ کے لئے روانہ ہوئی۔ غمزدوں کا یہ قافلہ سات کاروں، دو بسوں اور دو ایمبولینس پر مشتمل تھا۔ ایک بس جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواتین مبارکہ تھیں سب سے پہلے حرکت میں آئی۔ قافلے کے باقی حصے ایک ایک کر کے کوٹھی سے نکل کر گیارہ بجے شاہدرہ پہنچے سب سے آگے حضرت میاں صاحب والی ایمبولینس تھی جس میں سید حضرت اللہ پاشا صاحب اور محترم میجر (بعد ازاں بریگیڈیئر) وقیع الزمان صاحب تھے اور سب سے آخر میں لاہور کے ایثار پیشہ احمدی جوانوں کی بس تھی جس میں شیخ ریاض محمود صاحب، اخوند فیاض احمد صاحب، ملک منور احمد صاحب جاوید اور دیگر خدام سوار تھے۔ یہ قافلہ ساری رات بارش، ہوا کے طوفان اور کالے اور مہیب بادلوں میں چلتا رہا۔ رستہ میں دو کاریں خراب ہو گئیں۔

قافلہ تین بجے کے قریب چنیوٹ سے آگے جونہی چناب کے پل پر پہنچا پہلی گاڑی جس میں حضرت میاں صاحب ابدی نیند سو رہے تھے خراب ہو گئی جس کو ٹھیک کرنے میں دیر لگ گئی جس کے بعد بالآخر ساڑھے تین بجے شب کے قریب یہ قافلہ خدا کے مسیح کی مقدس امانت لے کر ربوہ کی حدود میں داخل ہوا۔ 173

اس وقت اہل ربوہ ایک قیامت سے دوچار تھے اور گھر گھر سوگ کی گہری کیفیات سے دوچار تھا۔ چنانچہ جب آپ کا جسد خاکی ربوہ پہنچا تو ہزاروں احباب کی بے ساختہ چیخیں نکل گئیں اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ربوہ کے اڈہ سے البشریٰ کوٹھی تک ہر طرف خلقت ہی خلقت نظر آتی تھی۔

غسل اور تجہیز و تکفین

قافلہ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ۳ ستمبر چار بجے صبح نعش مبارک کو غسل دیا گیا غسل خالدِ احمدیت محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد، حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی اور محترم حکیم عبداللطیف صاحب شاہد (جنہیں گزشتہ سال حضرت میاں صاحب کی طرف سے حجِ بدل کا

فریضہ ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا) نے دیا۔ نیز غسل دینے میں مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل اور مکرم سید مبارک احمد شاہ صاحب اور مکرم حمید احمد صاحب اختر ابن مکرم عبدالرحیم صاحب مالیر کوٹلوی نے بھی حصہ لیا۔ اور مذکورہ بالا ہر سہ اصحاب کا ہاتھ بٹایا۔ بعدازاں تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ کفن کا ایک حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اصحاب خاص حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب اور محترم خواجہ عبیداللہ صاحب نے ہاتھ سے سیا تھا۔ 174

حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حادثہ کی اطلاع

سیدنا حضرت مصلح موعود چونکہ خود لمبے عرصہ سے صاحب فراش تھے اس لئے رات کو حضور کی خدمت میں عمداً یہ خبر نہ پہنچائی گئی۔ حضور انور صبح بیدار ہوئے تو حضرت میاں صاحب کے متعلق خود ہی دریافت فرمایا جس پر حضرت ام متین نے اس حادثہ کی اطلاع دی اور پھر الفضل کا تازہ پرچہ بھی سامنے کر دیا جس میں نہایت جلی حروف سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی وفات کی مفصل خبر دی گئی تھی۔ 175 حضور کو طبعی طور پر اس کا بے حد صدمہ اور قلق ہوا لیکن آپ نے رضا بالقضاء کی ایسی حیرت انگیز مثال قائم کی جو ہمیشہ مشعل راہ رہے گی پہلے دو روز تو آپ اس حادثہ کا ذکر کرنے سے بھی گریز کرتے رہے لیکن ضبط کی وجہ سے چہرہ پر سرخی آ جاتی تھی۔ اپنی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ (بیگم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب) سے فرمایا کہ میاں صاحب مجھ سے چھوٹے تھے ایک اور موقع پر حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی وفات کا ذکر کیا اور بچپن کے بعض واقعات بھی بیان فرمائے۔ 176

پاکستان اور بیرون ملک سے ہزاروں مشتاقان دید کی آمد

حضرت میاں صاحب کی وفات کی خبر سن کر ۲ ستمبر کی شب کو ہی بیرون جات کے احباب ربوہ پہنچنے شروع ہو گئے۔ لیکن ۳ ستمبر کی صبح سے تو باہر سے آنے والے احباب کا ایک تانتا بندھ گیا۔ ہزاروں مشتاقان دید ملک کے طول و عرض سے اس برگزیدہ ہستی کی نماز جنازہ اور آخری دیدار کے لئے گاڑیوں اور بسوں سے پہنچ گئے۔ آنے والوں کی کثرت سے جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی آمد کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ مسافروں سے لدی ہوئی لاریوں کی آمد کا سلسلہ ۳ ستمبر کی صبح سے شروع ہو کر شام تدفین کے وقت تک برابر جاری رہا۔ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب کی ہدایت پر طارق ٹرانسپورٹ کی تمام بسیں سارا دن لوگوں کو ربوہ لانے میں مصروف رہیں۔ 177

آخری زیارت کا شرف

کوئٹہ کراچی اور بعض دوسرے شہروں سے تو لوگ ہوائی جہازوں کے ذریعہ لاہور یا لائل پور ہوتے ہوئے ربوہ پہنچے۔ مکرم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل، مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی اور مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب اور بعض دیگر درویش قادیان سے تشریف لائے نیز ایک خاص تعداد میں مستورات بھی بیرونجات سے ربوہ آئیں جنہیں لجنہ اماء اللہ کے ہال میں ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا۔

احباب کی اس قدر کثیر تعداد کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا تھا کہ احباب کو حضرت میاں صاحب کے چہرہ مبارک کی زیارت کا موقع دینے کا انتظام اوّلین فرصت میں کیا جائے تا کہ سب احباب زیارت کا شرف حاصل کر سکیں چنانچہ مستورات کے لئے صبح دس بجے سے ۱۲ بجے تک اور مردوں کے لئے اڑھائی بجے سے ساڑھے چار بجے تک کا وقت مقرر کیا گیا لیکن یہ وقت ناکافی ثابت ہوا۔ مستورات نے ایک خاص نظام کے ماتحت دس بجے صبح سے ڈیڑھ بجے دوپہر تک زیارت کا شرف حاصل کیا پھر بھی بہت سی مستورات کو وقت کی قلت کے باعث اس شرف سے محروم رہنا پڑا۔ نماز ظہر کے بعد دو بجے سے مردوں کو زیارت کا موقع دیا گیا سب سے پہلے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناظر و وکلاء صاحبان، امرائے اضلاع ربوہ کے صدران محلّہ جات مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدیداران نے باری باری زیارت کی۔ بعد ازاں جملہ احباب باری باری ایک قطار کی شکل میں حضرت میاں صاحب کے جنازہ کے پاس سے تیز رفتاری سے گزر کر زیارت کا شرف حاصل کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ۲ بجے سے لے کر سوا پانچ بجے تک مسلسل جاری رہا اس عرصہ میں قریباً دس ہزار افراد چہرہ مبارک کی آخری زیارت سے مشرف ہوئے اس کے باوجود احباب کی ایک بہت بڑی تعداد ابھی باقی تھی چنانچہ مجبوراً اس سلسلہ کو بند کرنا پڑا۔ اس موقعہ پر محروم دیدار احباب کی بیتابی اور اضطراب کی حالت قابل دید تھی وہ ڈیوٹی پر مقرر افراد کی منتیں کرتے بے حال ہوئے جا رہے تھے کہ کسی طرح انہیں اپنے جان و دل سے عزیز مربی و محسن کے چہرہ مبارک کی آخری بار ایک جھلک نصیب ہو جائے۔ ادھر جن احباب کو آخری دیدار کا شرف حاصل ہوا ان کی حالت بھی کچھ کم غیر نہ تھی کون سی آنکھ تھی جو آنسو نہ بہا رہی تھی اور کون سا دل تھا جو غم کی پوٹ نہ بنا ہوا تھا بعض احباب کی تو طبیعت پر ہزار ضبط کے باوجود چیخیں نکل گئیں۔ اس وقت بعض عمر رسیدہ اصحاب بچوں کی طرح روتے اور بلکتے ہوئے دیکھے گئے۔ [178]

جنازہ اٹھانے اور کندھا دینے کا منظر

آخری زیارت کا سلسلہ مجبوراً بند کرنے کے بعد جنازہ حضرت میاں صاحب کی کوٹھی سے ساڑھے پانچ بجے شام اٹھایا گیا۔ کوٹھی کے احاطہ میں جنازہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد، صحابہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام ناظر و وکلاء صاحبان امراء اضلاع صدر صاحبان محلّہ جات مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی مجالس عاملہ کے ارکان نے اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ کوٹھی کے باہر سڑک کے ساتھ ساتھ بہشتی مقبرہ تک سڑک کے دونوں طرف احباب جماعت قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ جنازہ جب کوٹھی سے باہر سڑک پر پہنچا تو تمام دیگر احباب کو کندھا دینے کی اجازت دی گئی۔ ہر چند کہ اس خیال سے کہ سب دوستوں کو کندھا دینے کا موقع مل سکے جنازہ کی چارپائی کے ساتھ دونوں طرف بہت لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے اور جنازہ کے اردگرد خدام کی ڈیوٹیاں مقرر کر دی گئی تھیں کہ وہ بسہولت کندھا دینے میں لوگوں کی مدد کر سکیں پھر بھی احباب کا ہجوم اس قدر تھا اور کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے وہ اس قدر بیتاب تھے کہ نظام پورے طور پر برقرار نہ رہ سکا۔ لوگ کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اس طرح ہزار ہا غمناک مخلصین کے کندھوں پر جنازہ چھ بجے شام کے قریب بہشتی مقبرہ پہنچا۔

نماز جنازہ

بہشتی مقبرہ کے وسیع احاطہ میں (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے نماز جنازہ پڑھائی جس میں قریباً پندرہ ہزار احباب شریک ہوئے۔ بہت سے احباب نے جو لاریوں کے ذریعہ اسی وقت ربوہ پہنچے تھے اڈہ سے سیدھے بہشتی مقبرہ پہنچ کر نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ نماز میں احباب پر رقت کا ایک ایسا عالم طاری تھا جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں سفیدی سے قبلہ رخ خطوط لگا دی گئی تھیں۔ لیکن یہ انتظام ناکافی ثابت ہوا اور صفوں کی تعداد اندازہ سے کہیں زیادہ ہو گئی اور بعد میں آنے والے احباب نماز میں شریک ہونے کی خاطر احاطہ سے باہر ہی صفیں بناتے چلے گئے۔

تدفین اور اجتماعی دعا

نماز جنازہ کے بعد نعش مبارک مزار حضرت اماں جاں کی چاردیواری کے اندر لے جائی گئی۔ چار دیواری کا احاطہ محدود ہونے کے باعث خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افراد کے علاوہ صحابہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، ناظر و وکلاء صاحبان امرائے اضلاع صدر صاحبان محلّہ جات اور انصار اللہ وخدام الاحمدیہ کے عہدیداران کو ہی جنازہ کے ہمراہ چار دیواری کے اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ باقی احباب چار دیواری سے باہر بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں کھڑے دعائیں کرتے اور درود شریف پڑھتے رہے۔

تابوت کو قبر کے اندر اتارنے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے صاحبزادگان محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کے علاوہ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور بعض دوسرے صاحبزادگان نے حصہ لیا۔ بعد ازاں چار دیواری کے اندر موجود احباب نے قبر کو مٹی دی اور قبر تیار ہونے پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ایک پُرسوز اور رقت آمیز دعا کرائی۔ جس میں جملہ احباب شریک ہوئے۔ حضرت میاں صاحب کے جسدِ اطہر کو حضرت اماں جان نور اللہ مرقدھا کے قدموں کی جانب چار دیواری کے جنوبی قطعہ میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس طرح ہزارہا محزون وغمناک قلوب، اشکبار آنکھوں اور سوز و گداز سے معمور دردمندانہ دعاؤں کے درمیان اُس مقدس و بابرکت وجود کا جسدِ اطہر جو عظیم الشان خدائی نشانوں اور آسمانی بشارتوں کا مظہر ہونے کے باعث جماعت کے ایک ستون کی حیثیت رکھتا تھا اور ابتلاؤں کے اوقات میں احباب جماعت کے لئے ایک ڈھارس کا کام دیتا تھا اور قدم قدم پر کمال دانشمندی اور غیر معمولی فراست کی بدولت بہ تائید و توفیق الٰہی ان کی رہنمائی فرماتا تھا۔ سپرد خاک کر دیا گیا۔[179]

حضرت مصلح موعود کا تعزیتی مکتوب

حضرت قمر الانبیاء کے المناک حادثہ ارتحال پر حضرت مصلح موعود کی خدمت اقدس میں مخلصین جماعت کی طرف سے بکثرت تعزیتی تار اور خطوط موصول ہوئے جن کے جواب میں حضور نے حسب ذیل مکتوب تحریر فرمایا:۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر آپ نے جس گہری ہمدردی اور غم کے جذبات کا اظہار بذریعہ تار کیا ہے۔ میں اُس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے آپ کو اس کی بہترین جزاء عطا فرمائے اور دین ودنیا میں ہر قسم کی مکروہات سے بچا کر خیر وبرکت سے متمتع کرے۔

عزیز مجھ سے چھوٹے تھے مگر اللہ کی مشیت کے ماتحت وہ پہلے اٹھا لئے گئے۔ دل اُن کی وفات سے زخم خوردہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیں ہر چیز پر مقدم ہے اور اُسی کے آستانہ پر جھکنے سے ہماری نجات ہے۔ اگر مومن اس قسم کے ابتلاؤں میں ثابت قدمی دکھائے اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہ پر پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے چلنے لگے تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ سست ہو جائے تو اپنے پہلے مقام کو بھی کھو بیٹھتا ہے۔ پس ابتلاؤں کا آنا مومنوں کے لئے بڑے فکر کا موجب ہوتا ہے اور جماعت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ایسے ابتلاؤں کے وقت پہلے سے بھی زیادہ جوش اور ہمت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے کھڑی ہو جائے اور اپنی آئندہ نسلوں کی درستی کی فکر کرے۔ ہم میں سے کون ہے جس نے ایک دن اپنے رب کے حضور حاضر نہیں ہونا پھر کیوں ہم اپنے فرض سے غافل رہیں۔ ہمیں ہمیشہ اپنے دلوں کو ٹٹولتے رہنا چاہئیے اور اچھے قائم مقام اور اعلیٰ درجہ کی نیک نسلیں چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے تمام اعزّہ ومتعلقین کے ساتھ ہو۔

خاکسار مرزا محمود احمد
۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء ''

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے شکریہ تعزیت کا پیغام

الفضل ۲۳ ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کے صفحہ اوّل پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے شکریہ تعزیت کا حسب ذیل پیغام شائع ہوا۔

''مندرجہ ذیل پیام شکریہ تعزیت کا ہر احمدی بہن بھائی کے پاس جہاں جہاں اور جس کے پاس الفضل پہنچے ایک امانت ہے اور میری درخواست ہے کہ دیانتدارانہ فرض جان کر اپنے قریبی دوستوں ہمسایوں کو جن کو اخبار نہ ملتا ہو پہنچاویں اور جمعہ یا جو بھی اجتماع ہو اس میں جناب امام یا صدر صاحب سنادیں تا جنہوں نے کمال ہمدردی اور محبت سے خطوط لکھے۔ تاریں دیں۔ ان کو میرا شکریہ پہنچ جائے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ میں بوجہ علالت کے نہ خود لکھ سکتی ہوں نہ اس قدر خطوط کا بار کسی دفتر پر ڈال سکتی ہوں۔ جن پر پہلے ہی کاموں کا کافی بوجھ ہے۔ مبارکہ

برادران وخواہرانِ عزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ کی تاریں اور خطوط دلی ہمدردی کے دربارۂ تعزیت حضرت منجھلے بھائی صاحب ملے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ سب بھی دل کی گہرائیوں سے سچے درد سے ہمارے برابر کے شریکِ غم ہیں مگر مومن کو جب بھی کوئی صدمہ کوئی نقصان جانی و مالی کسی قسم کا بھی پہنچے۔ تو اس کے لئے ہمارے مہربان مولیٰ کریم کا یہی ارشاد ہے کہ وہ یہی کہے **انا للہ و انا الیہ راجعون۔**

اس کے معنےٰ کسی بھی وفات پر یہ کہہ کر صبر کرنے پر اور اتنا ہی سمجھ لینے پر کہ ''ہم بھی اللہ کے ہیں اور اس کے پاس ہم نے بھی جانا ہے۔ ختم نہیں ہوتے بلکہ یہ سوچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جانب دوڑیں کہ یہ صدمہ یہ نقصان خواہ ہمارے گناہوں اور غفلتوں کا نتیجہ ہے یا تیری اے عالم الغیب، مالک یہی مصلحت تھی بہرحال ہر دھکا کھا کر ہر صدمہ اٹھا کر ہم مایوس نہیں ہوں گے۔ ہم تیری ہی طرف لوٹیں گے۔ ہم تیرا دامن اور بھی مضبوطی سے تھام لیں گے۔ ہم تجھے اور زیادہ چلاّ چلاّ کر عاجزی سے پکاریں گے کہ ہم پر اور کرم فرما۔ ایک نعمت واپس لی ہے تو اور اس سے بڑھ کر عطا فرمادے۔ آخر ہم تیرا دَر چھوڑ کر کہاں جائیں ہمارے گناہوں کو بخش، ہماری پکار کو سن۔ ہم کسی حال میں تیری رحمت سے، تیری نظر کرم سے مایوس ہونے والے نہیں ہو سکتے کچھ بھی ہو ہم نے تو تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اردو کی ایک زنانہ مثال ہے۔ ''ماں بچے کو مارے بچہ ماں ہی ماں پکارے'' یہی حال مومن کے قلب کا ہونا چاہئیے۔ اگر مشیت ایزدی سے کوئی امر صدمہ پہنچانے والا وارد ہو جائے تو وہ مایوس ہو کر پیچھے نہ ہٹے۔ دعاؤں میں سست نہ ہو بلکہ ماں ہی ماں پکارنے والے بچہ کی طرح اللہ ہی اللہ پکارتا چلا جائے اور زیادہ انعام اور زیادہ رحمتیں اپنے مالک اپنے خالق، اپنے مجیب وقریب خدا سے طلب کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔

والسلام۔ مبارکہ''

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا تعزیتی مکتوب

اس موقعہ پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے تعزیتی تار، خطوط یا ریزولیوشن بھجوانے والے حضرات کو جو تعزیتی مکتوب بھجوایا۔ اُس کا متن یہ ہے۔

''حبی فی اللہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر آپ کی طرف سے ہمدردی اور تعزیت کا تار/خط/ریزولیوشن ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت میاں صاحب موصوف ایسے مقدس ومطہر اور بابرکت وجود کی رحلت ہمارے لئے انتہائی رنج والم کا باعث ہے۔ ورضینا برضاہ اناللہ و انا الیہ راجعون مگر یہ ایک خدائی امتحان ہے۔ اور ایسے امتحان خدائی جماعتوں کو ہمیشہ ہی پیش آیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو یہ امتحان ہمت واستقلال اور صبر وصلوٰۃ سے برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے پاؤں میں ذرا بھی لغزش نہ آئے اور ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں۔

حضرت میاں صاحب موصوف نے اپنی زندگی میں خلافت کے ساتھ وابستگی، خدمت وفدائیت اور کمال درجہ اطاعت کا جو اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرمایا وہ ہمارے لئے مشعل راہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اس اعلیٰ ترین نمونے کو اپنا کر اور اس پر کماحقہٗ عمل پیرا ہو کر ہی ہم اس خدائی امتحان میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور یہی وہ بہترین طریقہ ہے۔ جس کے ذریعے ہم حضرت میاں صاحب موصوف کے ساتھ اپنی محبت اور اخلاص وعقیدت کا اظہار کر کے آپ کی بلندی درجات اور اپنی فلاح ونجاح کا موجب بن سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت میاں صاحب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کے قرب میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرماوے۔

والسلام۔ خاکسار

(مرزا ناصر احمد)

صدر۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ''

اخبار ’’پیغام صلح‘‘ لاہور کا نوٹ

اخبار ’’پیغام صلح‘‘ لاہور نے ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں حسب ذیل نوٹ سپرد اشاعت کیا۔

’’یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ثانی جناب مرزا بشیر احمد صاحب کچھ عرصہ بیمار رہنے کے بعد ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء کو میوہسپتال لاہور میں وفات پا گئے (یہ غلط فہمی ہے وفات گھر پر ہوئی تھی)۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، ان کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا جہاں دوسرے دن سُپرد خاک کیا گیا۔

مرزا بشیر احمد صاحب (اختلاف عقائد سے قطع نظر) بہت سی خوبیوں کے انسان تھے۔ وہ ایم۔اے ہونے کے علاوہ علومِ دینیہ سے گہری واقفیت رکھتے تھے اور سیرت نبویؐ اور دیگر مسائل پر عمدہ کتابیں، انہوں نے تصنیف کی ہیں۔ اس کے علاوہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کی موجودہ بیماری میں جماعت کو سنبھالنے اور نظامِ جماعت کو برقرار رکھنے میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ چند سال پیشتر صدر انجمن احمدیہ کے اوپر ایک نگران بورڈ بنایا گیا تھا جس کے صدر میاں بشیر احمد صاحب مقرر کئے گئے۔

غرض جماعتِ ربوہ میں ان کی حیثیت ایک طرح نائب خلیفہ کی تھی، اور اس جماعت کو ان کی وفات سے بہت بڑا نقصان پہنچا ہے، جس کی تلافی بظاہر حالات ناممکن نظر آتی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ ہمیں اُن کے فرزند اور ان کی بیگم صاحبہ اور دیگر لواحقین سے دلی ہمدردی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ احباب سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔‘‘

تعزیت کا تار (از طرف غیر مبایعین)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات کی خبر موصول ہونے پر سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے نام حسب ذیل تعزیتی تار بھیجا گیا۔

’’ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ثانی مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر جو ایک اعلیٰ درجہ کے مصنّف اور مشہور سکالر تھے۔ اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی رُوح کو امن واطمینان عطا فرمائے‘‘۔ [180]

اس تار کی نقول حضرت بیگم مرزا بشیر احمد صاحب کو (جو حضرت مولانا غلام حسن صاحب پشاوری کی صاحبزادی ہیں) اور آپ کے فرزند مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو بھی بھیجی گئیں۔

اخبار ”بھیم پتریکا“ جالندھر کا نوٹ

مسٹر ایل ۔ آر۔ بالی صاحب ایڈیٹر اخبار ”بھیم پتریکا“ جالندھر نے ”جناب مرزا بشیر احمد صاحب“ کے زیر عنوان لکھا۔

”احمدی جماعت کے ممتاز رہنما اور ٹھکرائی ہوئی خلق کے عظیم خدمت گزار مرزا بشیر احمد صاحب ایک لمبی علالت کے بعد چند دن ہوئے پاکستان میں رحلت فرما گئے ۔ مرزا بشیر احمد صاحب علم وادب، بلند ترین انسانی قدروں کا مجسمہ تھے انہوں نے اپنی ساری زندگی بنی نوع انسان کی بہتری و بہبودی کے لئے صرف کی ۔ اچھوت پکارے جانے والے کروڑوں دبے کچلوں کو سماجی غلامی سے نجات دلانے کے لئے جو قابل داد خدمت انہوں نے اپنے حیران کن طریقوں سے سرانجام دی ۔ اس کے لئے انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یاد کیا جاتا رہے گا۔

قادیان پنجاب کے ضلع گورداسپور کا وہ نامور قصبہ ہے جہاں احمدی تحریک پیدا ہوئی پھولی اور پھلی ۔ ہندوستان کی تقسیم کے زہریلے اثرات سے مفلوج ہو چکے بہت سے ہندوستانیوں کو اب شاید اتنا بھی علم نہ ہوگا کہ جناب بشیر احمد صاحب کا وطن بھی پنجاب ہی تھا ۔ وطن ہی نہیں پنجاب خاص طور پر قادیان ان کا دارالعلوم بھی تھا ۔ احمدی تحریک کا جنم ستھان ہونے کے ناطے اُن کے لئے قادیان تیرتھستان بھی ۔ مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات سے احمدیوں نے اپنا قمر الانبیاء (نبیوں کا چاند) کھودیا ۔ ہندوستان خاص طور پر پنجاب نے اپنا ایک بہادر سپوت کھودیا ۔ جو سچائی، نیکی اور بے خوفی کی مشعل اٹھائے ہر ظلم واستبداد کے خلاف سینہ تان کر لڑا کرتا تھا اور اچھوتوں نے اپنا ایک ایسا محسن کھو دیا ۔ جو برسوں ان کی ترقی کی خاطر جدوجہد کرتا رہا۔

ادارہ بھیم پتریکا مرزا صاحب کی اس بے وقت وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور مرزا صاحب کے دیگر مداحوں کے غم میں شریک ہوتا ہے ۔“ [181]

سلسلہ کے جرائد ورسائل کے خصوصی نمبر

حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدا نما شخصیت کے فضائل وشمائل اور عظیم خدمات کا ذکر خیر ہمیشہ جاری رکھنے کے لئے سلسلہ کے جرائد و رسائل مثلاً الفضل شمارہ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۶۳ء، مصباح ماہ دسمبر ۱۹۶۳ء، الفرقان اپریل، مئی ۱۹۶۴ء اور مسلم ھیرلڈ لندن، نے خصوصی نمبر شائع کئے جو نہایت ایمان افروز معلومات پر مشتمل تھے [182] ۔ اس کے علاوہ مکرم شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل)

نے آپ کی حیاتِ مقدسہ پر ایک مبسوط کتاب بعنوان ''حیات بشیر'' بھی تصنیف فرمائی ہے۔

وحی ربانی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا ذکر مبارک

حضرت صاحبزادہ صاحب کی علالت و وفات اور پریس کا ذکر کرنے کے بعد اب آپ کی عظیم شخصیت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود کی ولادت کے قریباً تین سال بعد اللہ تعالیٰ نے ۱۰ دسمبر ۱۸۹۲ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بذریعہ الہام یہ انکشاف فرمایا کہ عنقریب ایک عظیم الشان فرزند آپ کو عطا ہونے والا ہے جو قمر الانبیاء ہوگا یعنی نبیوں کا چاند۔ الہام کے الفاظ یہ تھے۔

یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَمْرُکَ یَتَاَتّٰی یَسُرُّ اللّٰہُ وَجْھَکَ وَیُنِیْرُ بُرْھَانَکَ. سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام تجھے حاصل ہو جائے گا۔ خدا تیرے منہ کو بشاش کرے گا اور تیرے برہان کو روشن کر دے گا اور تجھے ایک بیٹا عطا ہوگا اور فضل تجھ سے قریب کیا جائے گا۔ اور میرا نور نزدیک ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے یہ الہام بغرض اتمام حجت کتاب آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶۶ (مطبوعہ فروری ۱۸۹۲ء) میں شائع کر دیا۔

اس وحی ربانی کے عین مطابق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۲ شوال ۱۳۱۰ھ بروز جمعرات پیدا ہوئے جس پر حضور نے اشتہار دیا کہ۔

> ''۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء سے چار مہینے پہلے صفحہ ۲۲۶ آئینہ کمالات اسلام میں بقید تاریخ شائع ہو چکا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک اور بیٹے کا اس عاجز سے وعدہ کیا ہے جو عنقریب پیدا ہوگا۔ اس پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ **سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ** یعنی عنقریب تیرے لڑکا پیدا ہوگا اور فضل تیرے نزدیک کیا جائے گا۔ یقیناً میرا نور قریب ہے۔ سو آج ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء کو وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کو خود اپنی زندگی کا اعتبار نہیں۔ چہ جائیکہ یقینی اور قطعی طور پر یہ اشتہار دیوے کہ ضرور عنقریب اس کے گھر میں بیٹا پیدا ہوگا خاص کر ایسا شخص جو اس پیشگوئی کو اپنے صدق کی علامت ٹھہراتا ہے۔ اور تحدی کے طور پیش کرتا ہے۔ اب چاہئے کہ شیخ محمد حسین اس بات کا بھی جواب دیں کہ یہ پیشگوئی کیوں پوری

ہوئی۔کیا یہ استدراج ہے یا نجوم یا اٹکل ہے اور کیا سبب ہے کہ خدا تعالیٰ بقول آپ کے ایک دجال کی ایسی پیشگوئیاں پوری کرتا جاتا ہے جن سے ان کی سچائی کی تصدیق ہوتی ہے۔[183]

نیز حضور علیہ السلام نے اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے رقم فرمایا:۔

''میرا دوسرا لڑکا جس کا نام بشیر احمد ہے۔اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۲۶۶ میں کی گئی ہے اور اس کتاب کے صفحہ ۲۶۲ کی چوتھی سطر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پیشگوئی کی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے اور پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ یَاْتِیْ قَمَرُ الْاَنبیآءِ وَ اَمْرُکَ یَتَأَتّٰی یَسُرُّ اللّٰہُ وَجْھَکَ وَیُنِیْرُ بُرْھَانَکَ. سَیُوْلَدُ لَکَ الْوَلَدُ وَیُدْنٰی مِنْکَ الْفَضْلُ اِنَّ نُوْرِیْ قَرِیْبٌ [184] یعنی نبیوں کا چاند آئے گا اور تیرا کام بن جائے گا۔ تیرے لئے ایک لڑکا پیدا کیا جائے گا اور فضل تجھ سے نزدیک کیا جائے گا۔یعنی خدا کے فضل کا موجب ہوگا۔اور نیز یہ کہ شکل و شباہت میں فضل احمد سے جو دوسری بیوی سے میرا لڑکا ہے مشابہت رکھے گا اور میرا نور قریب ہے۔(شائد نور سے مراد پسر موعود ہو) پھر جب یہ کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' جس میں یہ پیشگوئی تاریخ دہم دسمبر ۱۸۹۳ء درج ہے اور جس کا دوسرا نام ''دافع الوساوس'' بھی ہے۔فروری ۱۸۹۲ء میں شائع ہوگئی جیسا کہ اس کے ٹائیٹل پیج سے ظاہر ہے تو ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء کو جیسا کہ اشتہار ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء سے ظاہر ہے۔اس پیشگوئی کے مطابق وہ لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا اور درحقیقت وہ لڑکا صورت کی رو سے فضل احمد سے مشابہ ہے جیسا کہ پیشگوئی میں صاف اشارہ کیا گیا۔اور یہ لڑکا پیشگوئی کی تاریخ دسمبر ۱۸۹۲ء سے تخمیناً پانچ مہینے بعد پیدا ہوا۔اور اس کے پیدا ہونے کی تاریخ میں اشتہار ۲۰/اپریل ۱۸۹۳ء کو چھپوایا گیا۔ جس کے عنوان پر یہ عبارت ہے منکرین کے ملزم کرنے کے لئے ایک اور پیشگوئی خاص محمد حسین بٹالوی کی توجہ کے لائق ہے''۔[185]

ازاں بعد حضرت اقدس علیہ السلام نے ''حقیقۃ الوحی'' میں آپ کی ولادت کو خدائی نشان قرار

دیتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

’’پینتیسواں نشان یہ ہے کہ پہلا لڑکا محمود احمد پیدا ہونے کے بعد میرے گھر میں ایک اور لڑکا پیدا ہونے کی خدا نے مجھے بشارت دی۔اور اس کا اشتہار بھی لوگوں میں شائع کیا گیا۔چنانچہ دوسرا لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔‘‘ 186

حضرت صاحبزادہ صاحب کی ولادت کے بعد حضور علیہ السلام کو متعدد الہامات اور کشوف ورؤیا آپ کی نسبت ہوئے جن سے آپ کی عظمت شان اور جلالت مرتبت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اوّل۔ فرمایا ’’ایک دفعہ ہمارے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں بہت خراب ہو گئی تھیں پلکیں گر گئی تھیں اور پانی بہتا رہتا تھا۔آخر ہم نے دعا کی تو الہام ہوا۔ **بَرَّقَ طِفۡلِیۡ بَشِیۡرٌ** یعنی میرے لڑکے بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہوگئیں۔اس الہام کے ایک ہفتہ بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا دے دی اور آنکھیں بالکل تندرست ہو گئیں۔اس سے پہلے کئی سال انگریزی اور یونانی علاج کیا گیا تھا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا تھا بلکہ حالت ابتر ہوتی جاتی تھی۔187

دوم۔فرمایا ’’صبح کے وقت الہام ہوا۔اوّل خواب میں دیکھا کہ گویا میں بڑی مسجد میں ہوں۔بشیر احمد میرا لڑکا میرے پاس ہے۔وہ مشرق اور کچھ شمال کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے اس طرف زلزلہ گیا ہے اور مجھے زلزلہ آنے سے پہلے الہام ہوا۔ **اِنِّی مَعَ الرَّسُوۡلِ اَقُوۡمُ** اور پھر الہام ہوا **مَظۡھَرُ الۡحَقِّ وَالۡعَلٰی** یعنی وہ ایسا امر ہوگا جس سے حق کھلے گا اور حق ظاہر ہوگا‘‘۔188

سوم۔ ’’شب گزشتہ کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اس قدر زنبور ہیں (جن سے مراد کمینہ دشمن ہیں) کہ تمام سطح زمین ان سے پُر ہے اور ٹڈی دل سے زیادہ ان کی کثرت ہے۔اس قدر ہیں کہ زمین کو قریباً ڈھانک دیا ہے اور تھوڑے ان میں سے پرواز بھی کر رہے ہیں جو نیش زنی کا ارادہ رکھتے ہیں مگر نامراد رہے اور میں اپنے لڑکوں شریف اور بشیر کو کہتا ہوں کہ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھو اور بدن پر پھونک لو کچھ نقصان نہیں کریں گے اور وہ آیت یہ ہے۔

وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ (الشعراء: ۱۳۱) 189

چہارم۔ ''عالم کشف میں ایک اشتہار دکھایا گیا اس کے سر پر لکھا ہوا ہے۔
اَلْمُبَارَکُ پھر بطور وحی کے زبان پر جاری ہوا۔ **بَرَکَۃٌ زَائِدَۃٌ عَلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ**
اس کے بعد ایک رؤیا ہوا کہ میں رات کو اٹھا ہوں۔ پہلے بشیر احمد، شریف احمد ملے۔
پھر میں آگے جاتا ہوں کہ پہرے والوں کو دیکھوں تو میں کہتا ہوں یا کوئی کہتا ہے کہ:۔
اس کے آگے فرشتے پہرہ دے رہے ہیں''۔190

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

پنجم۔ ''ایک گھنٹہ ہوا ہوگا ہم نے دیکھا کہ والدہ محمود قرآن شریف آگے رکھے ہوئے پڑھتی ہیں جب یہ آیت پڑھی
وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ﴿۷۰﴾ (النساء:۷۰) جب اُولٰٓئِکَ پڑھا تو محمود سامنے آ کھڑا ہوا۔ پھر دوبارہ اُولٰئِکَ پڑھا تو بشیر آ کھڑا ہوا۔ پھر شریف آ گیا۔ پھر فرمایا جو پہلے ہے وہ پہلے ہے''۔191

جلیل القدر انتظامی خدمات

جیسا کہ حق تعالیٰ نے قبل از وقت خبر دی تھی۔ آپ مطلع عالم پر نبیوں کا چاند بن کر طلوع ہوئے اور اپنے نورِ ایمان، نورِ علم اور نورِ فراست سے عمر بھر دوستوں کو منور کرتے رہے۔ آپ کا مقدس وجود نہایت بابرکت وجود تھا۔ جماعت احمدیہ کے اہم ترین انتظامی امور آپ کے سپرد کئے گئے جن کو آپ نے حسن تدبر، معاملہ فہمی، جانفشانی کے ساتھ سرانجام دے کر بے شمار مثالی نمونے قائم کر دکھائے جو ہمیشہ مشعل راہ کا کام دیں گے۔ آپ کی مہتم بِالشّان خدمات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو (۱۹۱۱ء) مجلس معتمدین کی ممبری، (۱۹۱۴ء) مجلس معتمدین کی صدارت، الفضل کی ادارت (۱۹۱۵ء) تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے سٹاف میں شمولیت، مبلغین کلاس کی نگرانی (۱۹۱۶ء) صادق لائبریری کی نگرانی (۱۹۱۷ء) ریویو آف ریلیجنز (اردو۔ انگریزی) کے قائمقام ایڈیٹر، بمبئی کے تبلیغی وفد میں شرکت، قادیان کی پہلی مرکزی لائبریری کے نگرانِ اعلیٰ، وزیر ہند سے ملاقات، (۱۹۱۸ء) ریویو آف ریلیجنز کی ادارت اور پُر مغز مضامین کی اشاعت، کمیٹی ''انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ'' کی ممبری، تقرر

بطور افسر تعلیم، آپ کے زیر انتظام درزی خانہ اور مدرسۃ الحفاظ کا اجراء (۱۹۱۹ء) نظارتوں کا قیام اور آپ کا تقرر بحیثیت ناظر امور عامہ (۱۹۲۲ء) قائمقام ناظر اعلیٰ اور ناظر اوّل کے فرائض کی بجا آوری، پرنس آف ویلز سے ممبر وفد کی حیثیت سے ملاقات (۱۹۲۳ء) افسر صیغہ ''انسداد فتنہ ارتداد ملکانہ'' صدر کمیٹی انتظامات احمدیہ ٹورنامنٹ، نگران اعلیٰ جلسہ سالانہ ۱۹۲۳ء، (۱۹۲۴ء) بہائی فتنہ کے لئے کمیشن میں بطور ممبر تقرر، سفر یورپ کے دوران امیر ہند حضرت مولانا شیر علی صاحب کی نیابت (۱۹۲۷ء) ناظر تعلیم وتربیت کا منصب، (۱۹۲۸ء) پہلی بار امیر مقامی مقرر ہوئے۔(۱۹۳۱ء) صدر انجمن احمدیہ کے قواعد وضوابط کی تشکیل وترتیب میں سرگرم اور نمایاں حصہ (۱۹۳۲ء) قائمقام ناظر تالیف وتصنیف کے فرائض کی انجام دہی، (۱۹۳۳ء) دوبارہ ناظر تعلیم وتربیت کے عہدہ پر، احمدیہ یونیورسٹی کے قیام کی تجویز اور کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے مساعی جمیلہ، قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی کا آغاز، حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور رویاء وکشوف کے مجموعہ کی تیاری میں کمیٹی کی رہنمائی اور اعانت، (۱۹۳۴ء) جائنٹ ناظر بیت المال اور قائمقام ناظر تالیف وتصنیف کے فرائض، امانت فنڈ کمیٹی میں شرکت (۱۹۳۶ء) قائمقام ناظر اعلیٰ کے فرائض (۱۹۳۷ء) نظارت تعلیم وتربیت کا چارج (۱۹۳۸ء) مقامی امیر اور قائمقام ناظر اعلیٰ (۱۹۳۹ء) خلافت جوبلی کے جملہ انتظامات اور لوائے احمدیت کے ڈیزائن سے متعلق کمیٹیوں میں شرکت، ہجری شمسی کیلنڈر کی تیاری میں مصروفیت، (۱۹۴۰ء) انتظامات جلسہ سالانہ کے لئے پہلے رابطہ افسر، (۱۹۴۲ء) انگریزی ترجمۃ القرآن پر نظر ثانی کے لئے بورڈ کا قیام اور بحیثیت ممبر آپ کی شبانہ روز مساعی، (۱۹۴۴ء) ''کالج کمیٹی'' اور ''مجلس مذہب وسائنس'' کی صدارت، (۱۹۴۶ء) الیکشن حلقہ مسلم تحصیل بٹالہ کے دوران انتظامات کی کامیاب نگرانی، عبوری حکومت میں قائداعظم کی شمولیت کے لئے حضرت مصلح موعود کی معیت میں سفر دہلی (۱۹۴۷ء)، ناظر اعلیٰ کی حیثیت میں تقسیم ہند کے موقع پر مختلف اہم خدمات اور حضرت مصلح موعود کی ہجرت پاکستان (۳۱/اگست ۱۹۴۷ء) کے بعد قادیان اور ضلع گورداسپور کے لئے امیر کے فرائض کی بجا آوری۔ ۲۲ستمبر۱۹۴۷ء کو پاکستان میں تشریف آوری اور صیغہ حفاظت مرکز (بعد ازاں نظارت خدمت درویشاں (یہ نام اپریل ۱۹۶۰ء میں تجویز ہوا) کے ناظر کی حیثیت سے نئی ذمہ داریوں کا آغاز (۱۹۴۸ء) دو ماہ کے لئے ناظر اعلیٰ کے فرائض (۱۹۵۰ء) حکومت پاکستان کے فائیننس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ''زکوٰۃ کمیٹی'' کا تقرر اور جماعت احمدیہ کے ممتاز علماء کے دوش بدوش اس کے لئے مواد کی

فراہمی (۱۹۵۳ء) پاکستان کے دستور اساسی سے متعلق بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی سفارشات پر جماعتی نقطہ نظر سے غور وفکر اور مفید مشورے، (۱۹۵۵ء) دوسرے سفر یورپ کے دوران حضرت مصلح موعود کے مقرر فرمودہ امیر مقامی (۱۹۶۰ء) مجلس عاملہ انصار اللہ کے رکن خصوصی (۱۹۶۱ء) مجلس افتاء کی ممبری، مجلس مشاورت کی پہلی بار صدارت، صدر نگران بورڈ کی حیثیت سے جماعتی سرگرمیوں کی ابتداء، جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلح موعود کی املا فرمودہ اختتامی تقریر پڑھنے کی سعادت، (۱۹۶۲ء) مجلس مشاورت کی دوسری بار صدارت، مجلس افتاء کی اعزازی رکنیت، (۱۹۶۳ء) مجلس مشاورت کی تیسری بار صدارت، نگران بورڈ کے طویل اجلاسوں کی صدارت اور جماعتی مسائل حل کرنے کے لئے آخری انتھک اور اعصاب شکن جدوجہد۔

حضرت قمرالانبیاء کی سرتاپا جہاد زندگی کا یہ نہایت مختصر سا خاکہ ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر کے ۱۲ قسطوں پر مشتمل مضمون الفضل از ۲۹/اکتوبر ۱۹۶۳ء تا ۱۲ مئی ۱۹۶۴ء کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے (یہ مضمون مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ کی کتاب ”حیات بشیر“ کے پہلے باب کی زینت ہیں)۔اصل مضامین سے آپ کی حیاتِ قدسیہ کی تفصیلات اور آپ کی بے پناہ مصروفیات کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔آپ نے ایک دفعہ تحریر فرمایا:۔

”میرا ذاتی حال تو یہ ہے کہ میں نے بسا اوقات کئی کئی ماہ تک مثلاً الیکشن (۴۵۔۱۹۴۴ء کا الیکشن جس کے دوران جماعت احمدیہ نے تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی بھرپور مدد کی تھی) میں یا ملکی تقسیم کے انقلاب وغیرہ میں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے کبھی اکیس گھنٹے اور کبھی بائیس گھنٹے اور کبھی تئیس گھنٹے اور کبھی پورے کے پورے چوبیس گھنٹے مسلسل خدمت کا موقع پایا ہے۔(اور یہ محض خدا کا فضل تھا جس نے اُس کی توفیق دی) اور کبھی بھی تکان یا کوفت کا احساس تک نہیں ہوا“۔ 192

سیرت وشمائل پر طائرانہ نظر

آپ کی خدا نما شخصیت خلافت کی اطاعت کے لحاظ سے نہایت ارفع واعلیٰ مقام پر فائز تھی اور حضرت مصلح موعود کی ذات مقدّس کے بعد پوری جماعت کی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز تھی اور آپ کی خوبو، صفات اور جمالی اخلاق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور یہی وجہ تھی کہ خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کو ایک مثالی عشق تھا جو زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ پر حاوی تھا اور ہر موقعہ پر ایک صاف شفاف چشمہ کی طرح پھوٹ پڑتا تھا۔آپ کی یہ وجدانی کیفیت فطری تھی جو

بچپن سے آپ کو ودیعت کی گئی تھی خود فرماتے ہیں:۔

’’میں نہیں جانتا کہ اس کی وجہ کیا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے بچپن سے حدیث کے علم کے ساتھ ایک قسم کا فطری لگاؤ رہا ہے اور جب کبھی بھی میں کوئی حدیث پڑھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں گویا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شریک ہو کر حضور کے مقدس کلام سے مشرف ہو رہا ہوں۔ میرا تخیل مجھے آج سے چودہ سو سال قبل مکہ مکرمہ کی مسجدِ حرام اور مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی اور حرمین شریفین کی گلیوں اور عرب کے صحرائی رستوں میں پہنچا کر رسول اکرم ﷺ کی روحانی صحبت اور معنوی رفاقت کا لطف عطا کر دیتا ہے۔ اور پھر میں کچھ وقت کے لئے دنیا سے کھویا جا کر اس فضا میں سانس لینے لگتا ہوں جس میں ہمارے محبوب آقا نے اپنی خداداد نبوت کے تئیس مبارک سال گزارے۔

لیکن غالباً جس حدیث نے میرے دل اور دماغ پر سب سے زیادہ گہرا اور سب سے زیادہ وسیع اثر پیدا کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایسے ارشاد سے تعلق رکھتی ہے جس میں فقہ اور علم کلام کا تو کوئی عنصر شامل نہیں۔ مگر میرے ذوق میں وہ اسلام اور روحانیت کی جان ہے روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ایک غریب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ماتھے پر عبادت اور ریاضت کا تو کوئی خاص نشان نہیں تھا مگر اس کے دل میں محبتِ رسول کی ایک چنگاری تھی جس نے اس کے سینہ میں ایک مقدس چراغ روشن کر رکھا تھا۔ اس نے اس کی دائمی تڑپ کے ماتحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرتے ڈرتے پوچھا کہ ’’یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا ’’تم قیامت کا پوچھتے ہو‘‘ کیا اس کے لئے تم نے کوئی تیاری بھی کی ہے اس نے دھڑکتے ہوئے دل اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا۔ ’’میرے آقا! نماز روزے کی تو کوئی خاص تیاری نہیں لیکن میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت ہے۔ آپ نے اسے شفقت کی نظر سے دیکھا اور فرمایا۔ **المرء مع من احبّ** یعنی پھر تسلی رکھو کہ خدائے ودود کی خاطر محبت کرنے والے شخص کو اس کے محبوب سے جدا نہیں کرے گا۔‘‘

یہ حدیث میں نے بچپن کے زمانہ میں پڑھی تھی۔ لیکن آج تک جو میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہوں میرے آقا کے یہ مبارک الفاظ قطب ستارے کی طرح میری آنکھوں کے سامنے رہے ہیں۔ اور میں نے ہمیشہ یوں محسوس کیا کہ گویا میں نے ہی رسولِ خدا سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے مجھے ہی یہ جواب عطا فرمایا۔ اور اس کے بعد میں اس نکتہ کو کبھی نہیں بھولا کہ نماز اور روزہ اور حج اور زکوۃ سب برحق

ہے۔مگر دل کی روشنی اور روحانیت کی چمک خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی‘‘۔[193]

آپ صاحب کشف والہام اور مستجاب الدعوات تھے۔آپ کے قول وفعل اور ہر حرکت وسکون میں اخلاق محمدی ہی کا جلوہ نظر آتا تھا۔بچپن ہی سے دین کی خدمت کا زبردست جذبہ رکھتے تھے۔ ہر کام میں اپنے مولا کی رضا کو مدنظر رکھتے تھے اور راضی برضا رہتے تھے۔طبیعت پر درویشی، خاکساری اور قناعت کا رنگ غالب تھا۔اطاعت امام میں سب کے لئے نمونہ تھے۔مرکزِ احمدیت،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ، مبلغین احمدیت، واقفین زندگی، سلسلہ کے مرکزی اداروں کے اساتذہ اور درویشان قادیان سے خصوصاً اور باقی سب جماعت سے عموماً بے انتہاء محبت والفت رکھتے تھے۔احمدی نوجوانوں کی تربیت اور ترقی کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ماتحتوں کی دلجوئی اور قدر افزائی آپ کا نمایاں وصف تھا۔عظیم حوصلہ اور زبردست قوت برداشت کے مالک تھے۔ بدعات کے خلاف گویا شمشیر برہنہ تھے۔قومی اور ملی مفادات کو ہر چیز پر فوقیت دیتے تھے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا آپ کا شعار تھا۔سلسلہ کے اموال اور امانتوں کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے اور اس بارے میں غیر ذمہ داری کا ادنیٰ سا مظاہرہ بھی آپ کے لئے نا قابل برداشت ہوتا تھا۔لین دین اور دیگر معاملات میں بھی بہت باریک نظر محتاط اور نکتہ نواز تھے۔خود بھی حسّاس تھے اور دوسروں کے جذبات واحساسات کی پاسداری کرتے تھے۔اہم تاریخی عکسی تصاویر اور تبرکات کو محفوظ رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔طبیعت میں بہت نفاست تھی۔ گھریلو زندگی بھی مثالی تھی۔ باغات لگانے کے بہت شائق تھے اور فن تعمیر سے خاص شغف تھا۔ آپ کا حلقہ احباب نہایت درجہ وسیع تھا۔ غیر از جماعت اصحاب بھی آپ کو خاص احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان سے ملاقات پر بہت خوش ہوتے تھے۔آپ کا دامن شفقت سب بنی نوع انسان کے لئے پھیلا ہوا تھا۔مصیبت زدوں کی امداد کو باعث سعادت سمجھتے تھے۔آپ کا دروازہ سبھی کے لئے کھلا تھا اور آپ کی قیامگاہ ایک ایسا دربار عام تھا جہاں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔

ہر مفوضہ کام غیر معمولی ذمہ داری اور گہرے غور وفکر کے ساتھ انجام دیتے تھے اور محنت شاقہ کے عادی تھے مگر سب توکل خدا ہی پر تھا اس لئے دعاؤں سے کسی لحظہ غافل نہیں ہوئے ہوں گے بلکہ آپ کی کامیاب اور انقلاب انگیز زندگی کا ایک ایک سانس دعاؤں سے معمور رہا۔[194]

قمرالانبیاءفنڈ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا وجود باجود جماعت کے لئے بے انتہا خیر و برکت کا موجب تھا۔ آپ کے نیک کاموں کو جاری رکھنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ''قمرالانبیاء فنڈ'' کے نام سے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں ایک مد کھولنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس جمع شدہ رقم کو حضور انور کی منظور فرمودہ کمیٹی کے ذریعہ خرچ کرنے کا اعلان کیا گیا۔[195]

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت مخلصین سلسلہ نے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق پائی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی حیاتِ مقدّسہ پر پانچ بصیرت افروز مضامین

حضرت صاحبزادہ صاحب کے سانحہ رحلت پر شعرائے احمدیت نے آپ کی یاد میں بکثرت نظمیں کہیں اور اہل قلم حضرات نے آپ کے فضائل وشمائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔ اس سلسلہ میں پانچ بصیرت افروز مضامین بنیادی حیثیت کے حامل تھے جنہیں آپ کا کوئی سوانح نگار نظرانداز نہیں کرسکتا۔ ان مضامین میں دو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے رقم فرمودہ تھے اور بقیہ تین حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب، (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (خلف اکبر حضرت قمرالانبیاء) کے قلم سے نکلے تھے۔ ان مضامین کے بعض اہم اور چیدہ چیدہ حصے بطور نمونہ ذیل میں سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے تاثرات

ا۔ میرے منجھلے بھائی

''تمہیں کہتا ہے مُردہ کون تم زندوں سے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں قائم تمہاری نیکیاں باقی

وہ تو سال بھر سے کہہ رہے تھے کہ میں جارہا ہوں مگر دل ہمارے بھلا کب مانتے تھے۔ اکثر میں نے کہا منجھلے بھائی! حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو فرماتے تھے خواب کا آجانا بہتر نشانی ہے کہ دعا وصدقات سے بلاٹل جاتی ہے۔ ناگہانی مصیبت سے خدا محفوظ رکھے جس میں دعا کی توفیق بھی نہیں مل سکتی۔ بڑی معصومیت سے ''اچھا'' کہہ دیتے مگر پھر جب ملو وہی اشارے رخصت کے وہی ذکر۔

مگر وقت آچکا تھا تقدیر مبرم تھی چودھویں کا چاند اُبھر رہا تھا کہ ہمارے گھر کا چاند ''قمرالانبیاء''

بعد غروبِ آفتاب اس دنیائے فانی سے غروب ہو کر اپنے بھیجنے والے اپنے مالکِ حقیقی کی آغوش رحمت میں طلوع ہو گیا اور ہم تکتے رہ گئے۔انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. ......''

......اس میرے پیارے بھائی میری اماں جان کے بشریٰ (ان کو حضرت اماں جان پیار سے بشریٰ کہہ کر اکثر پکارتی تھیں) کی کامیاب زندگی خدماتِ دینی اور بڑے بھائی کے حقیقی معنوں میں قوت بازو بن کر رہے۔تمام جماعت کے لئے مشعلِ راہ بنے، دلوں کی تسکین ثابت ہونے اور اپنی شان آب و تاب سے دکھلا کر رخصت ہونے پر اس غم میں بھی بے اختیار دل کہتا ہے اور بے حد جذبۂ شکر و امتنان سے کہتا ہے کہ الحمد للہ الحمد للہ میرے بھائی نے ناکام زندگی نہیں پائی جیسا ہونا چاہئے تھا جیسی مراد حضرت مسیح موعودؑ کی تھی ویسی ہی حیاتِ مفید و مبارک گزار کر انجام بخیر پایا۔......

حضرت منجھلے بھائی کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو ہر ایک پُر کرنے کی کوشش کرے جو بوجھ وہ اتار چکے تم اٹھاؤ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا قدرتِ ثانی کا سلسلہ شروع ہوا مگر خلافتِ اولیٰ کے وقت سے ہی میرے بھائیوں نے اپنا فرضِ اولین جان کر خدمتِ دین کے لئے اپنے شب و روز وقف کر دیئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمام زمانہ کے لئے رحمت تھے کیونکہ آپ سچے عاشق خادم رحمۃ اللعالمینؐ تھے۔آپ تمام جماعت بلکہ تمام مخلوق کے لئے باپ اور ماں کی مشترکہ محبت رکھتے تھے۔باپ کی طرح تربیت بھی تھی سختی اور نرمی بھی اور ماں کی طرح نرمی اور محبت۔ مامتا کی طرح کا پیار بھرا سلوک بھی۔آپ کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائیوں نے مل کر وہ کام بانٹ لیا۔ بڑے بھائی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ جماعت کے شفیق باپ بنے۔مگر باپ آخر از راہِ تربیت کڑی نظر بھی رکھتا ہے اور رعب قائم رہے اس لئے اس کو ذرا کبھی کبھی ریز رو بھی رہنا پڑتا ہے مگر ماں بچے کی غلطیوں پر پردے بھی ڈالتی ہے۔ چھپ چھپ کر سمجھاتی ہے۔ باپ کی ناراضگی کا خوف دلاتی ہے۔ مارتی ہے تو فوراً سینہ سے لگا کر پیار کرتی اور پیار سے کہتی ہے کہ دیکھو تمہارے بھلے کے لئے تو کہتی ہوں کہ اگر ابّا تمہارے دیکھیں تو کیا کہیں۔غرض یہ ماں کا پیار سارے خاندان ساری جماعت کے لئے ایک قدرتی سمجھوتہ کے طور پر منجھلے بھائی صاحب کے سپرد رہا اور ہمیشہ نبھایا خوب نبھایا۔ وہ نیک نیت، خوش خلق اور منکسر المزاج تھے۔خود بہت حساس مگر دوسرے کے احساسات کا بھی بہت خیال رکھنے والے۔خدا اور اُس کے رسولؐ کے عشق میں سرشار مگر ہر وقت ڈرنے والے، ہر وقت فکر تھا کہ گنہگار ہوں۔غریب نواز ہمدرد غرض ایک خوبیوں کا مجموعہ تھا ایک نیکیوں کا گلدستہ تھا جس کو

اب اس کے خالق نے اپنی جنتِ اعلیٰ کے لئے پسند کر لیا۔‘‘ 196

۲۔ میرے منجھلے بھائی کی گھریلو زندگی

’’خدا تعالیٰ کے فضل واحسان سے میرے بھائیوں کا ظاہر تو تھا ہی بہترین مگر باطن بھی پاکیزہ رہا۔میری نظر نے تمام تعلقات رشتہ اور محبت کوالگ رکھتے ہوئے جب بھی غور کیا ظاہر سے بھی بہتر ان کے دلوں کو پایا۔کوئی نفاق نہیں ،کوئی ریا نہیں ،کوئی مکّاری نہیں ، نہ کسی سے بغض وحسد ، نہ دنیا کے معاملات کے لئے غصّہ اور انتقام کا جذبہ ، ہمیشہ صاف شفاف دل والے رہے ، یہی نمونہ گھریلو زندگی میں حضرت منجھلے بھائی صاحب کا بھی ہمیشہ دیکھا اور ہمیشہ رہا۔وہ بھی بہت اچھے بھائی بہت اچھے بیٹے ، اچھے شوہر ، اچھے آقا ، اچھے عزیز ، اچھے ہمسایہ ، اچھے دوست ، اچھے رفیق تھے۔اچھے صلاح کار ، نیک مشورہ دینے والے اور ہر ایک کا بھلا چاہنے والے تھے۔

بچپن : مجھے کبھی یاد نہیں کہ بہت چھوٹی عمر میں بھی کبھی کسی بھائی نے مجھے کڑوی نظر سے بھی دیکھا ہو یا لڑے جھگڑے ہوں۔بڑے بھائی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) تو خیر بڑے تھے۔ان کا پیار تو ہمیشہ مجھے سب سے بڑھ کر ملا مگر میرے منجھلے بھائی چھوٹے بھائی بھی اُس عمر سے اب تک ہمیشہ شفیق اور چاہنے والے ہمدرد رہے۔

میری ہوش میں پہلا نظارہ منجھلے بھائی کے بچپن کا جو مجھے بہت صاف یاد ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہیں باہر سے تشریف لائے تھے۔گھر میں خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔آپ آکر بیٹھے میں پاس بیٹھ گئی اور سب معہ حضرت اماں جان بھی بیٹھے تھے کہ ایک فراخ سینہ چوڑے منہ والا ہنس مکھ لڑکا سرخ چوگوشیہ مخملی ٹوپی پہنے بےحد خوشی کے اظہار کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے سامنے کھڑا ہو کر اچھلنے کودنے لگا یہ میرے پیارے منجھلے بھائی تھے۔حضرت اقدس مسکرا رہے ہیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ ’’جاٹ ہے جاٹ‘‘۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بچپن میں ’’تُو‘‘ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔حضرت اماں جان روکتی تھی کہ اب تم ’’تُو‘‘ نہ کہا کرو تو حضرت مسیح موعودؑ فرماتے۔تم روکو نہیں اس کے منہ سے مجھے ’’تُو‘‘ کہنا پیارا لگتا ہے‘‘۔

پھر ذرا بڑے ہوئے تو خود ہی ’’تُو‘‘ کہنا تو چھوڑ دیا مگر ایسا حجاب رہا کہ تم آپ بھی نہ کہا۔یونہی بات کر لیتے مگر ’’تو‘‘ کی جگہ کچھ نہ کہتے۔طبیعت میں سنجیدگی اور حجاب بہت جلدی پیدا ہو گیا تھا۔بہت

کم بولتے اور کم ہی بے تکلف ہو کر سامنے آتے تھے۔ ویسے طبیعت میں لطیف مزاح بچپن سے اب تک تھا۔ ایسی بات کرتے چپکے سے کہ سب ہنس پڑتے اور خود وہی سادہ سا منہ بنائے ہوتے۔ حضرت اماں جان فرماتی تھیں کہ اوّل تو بچوں کو کبھی میں نے مارا نہیں ویسے ہی کسی شوخی پر اگر دھمکایا بھی تو میرا بشریٰ ایسی بات کرتا کہ مجھے ہنسی آ جاتی اور غصہ دکھانے کی نوبت بھی نہ آنے پاتی۔

ایک دفعہ شائد کپڑے بھگو لینے پر ہاتھ اٹھا کر دھمکی دی تو بہت گھبرا کر کہنے لگے۔ ''نہ اماں کہیں چوڑیاں نہ ٹوٹ جائیں''۔ اور حضرت اماں جان نے مسکرا کر ہاتھ نیچے کر لیا۔

حضرت والدہ صاحبہ سے تعلق

حضرت اماں جان سے محبت بھی بے حد کرتے تھے اور ادب و احترام بھی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور روز آ کر بیٹھنے کے علاوہ مسجد میں جاتے آتے وقت بھی ضرور خیریت پوچھ کر اور باتیں کر کے جاتے۔ اپنے دل کا ہر درد دکھ حضرت اماں جان سے بیان کرتے اور حضرت اماں جان کی دعا پیار و محبت کی تسلی سے تسکین پاتے حضرت اماں جان کی ملازموں تک کو ادب سے پکارتے اور ان کا ہر طرح خیال رکھتے تھے۔ جب کسی بڑھیا پرانی بے تکلّف خادمہ سے مذاق بھی کرتے تو بڑے ہی انکسار سے کہ سب ہنس دیتے اور وہ نادم سی ہو جاتی۔ ابتداء سے ہی جب آمدنی کم اور گزارا اپنا بھی مشکل تھا ضرور ہر ماہ چپکے سے کچھ رقم حضرت اماں جان کے ہاتھ میں ادب اور خاموشی سے دے دیتے۔ آپ کو کوئی حاجت نہ تھی مگر ان کی دلداری کے خیال سے واپس نہ کرتی تھیں۔ ہر وقت اماں جان کے آرام کا خیال رہتا اور خدمت کی تڑپ۔ اس معاملہ میں وہ بالکل بڑے بھائی کے نقشِ قدم پر چلے اور ان سے کم نہ رہے۔ آپ کی آخری بیماری میں پروانہ وار پھرتے تھے۔ کسی وقت ان کے دل کو چین نہ تھا۔ برآمدے میں ہی ٹہلتے پھرتے اور وہیں رہتے۔ کئی بار آ کر دیکھتے ہاتھ پکڑتے۔ السلام علیکم کہتے اور چلے جاتے۔ ہر وقت بعض پردہ دار خدمت کرنے والوں کی وجہ سے کمرہ میں رہ نہ سکتے تھے ورنہ وہ تو پٹی نہ چھوڑتے۔

شادی ہوئی تو آج کل کی پود کو دیکھتے ہوئے بچہ ہی تھے مگر بہت سنجیدگی اور وقار سے وہ پہلے پہل کے دن بھی گزارے۔ کوئی ناپختگی یا بچپن کی علامت لڑائی جھگڑا کسی قسم کی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی حالانکہ ہر وقت کا ساتھ تھا۔ صرف عزیزہ امۃ السلام کی پیدائش پر شرمائے۔ ان کو نہ کبھی گود میں لیا نہ بات کی، جب وہ بیاہی گئیں تو شرم ٹوٹی اور بولنے چالنے لگے۔ عزیزہ امۃ السلام کا بچپن تو حضرت

اماں جان اور حضرت بڑے بھائی صاحب کی ہی گود میں گزرا۔ انہوں نے ہی سب لاڈ پیار کیئے ناز اٹھائے۔ ان کی شادی کے وقت بھی سب اماں جان اور بڑے بھائی پر فیصلہ چھوڑا کہ آپ کو ہی اختیار ہے اور بعد میں دوسرے بچوں کے مواقع پر بھی یہی طرزِ عمل قائم رہا۔ اگر حضرت اماں جان نے کہہ دیا کہ فلاں لڑکی سے کردو اپنے اس لڑکے کا۔ تو بلا چون و چرا منظور تھا۔ اسی طرح لڑکیوں کا معاملہ بھی۔ سب ان دونوں بزرگ ہستیوں پر ہمیشہ چھوڑا۔

منجھلی بھابی جان بیاہ کر آئیں تو نہ معاشرت نہ طور وطریق نہ وضع لباس وغیرہ نہ زبان کچھ بھی مشترک نہ تھا اور آخر نادان کم عمر تھیں وہ بے چاری بھی۔ کئی بار اگر وہ تعلقات بگاڑنے والے ہوتے تو بگڑ سکتے تھے مگر ایسی خوش اسلوبی سے نبھایا کہ ایسے نمونے ملتے مشکل سے ہی ہیں۔ ادھر سال ہا سال سے وہ بیمار بھی چلی آ رہی ہیں۔ اتنے دراز عرصہ میں انسان اور اتنے کاموں والا جس کے کندھوں پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ہوں اور خود بیمار ہو اس سے غفلت بھی ہو سکتی ہے۔ کسی وقت بے دھیان بھی ہو سکتا ہے۔ مگر کبھی ان کی خدمت اور دیکھ بھال سے غافل نہ ہوئے۔ ذرا ذرا دیر کے بعد اس حال میں کہ اپنی ٹانگیں لڑکھڑا رہی ہیں۔ طبیعت خراب ہے۔ ان کی خبر پوچھنے ان کے کمرے میں جا رہے ہیں۔ ان کی خادمات کی خاطریں ہو رہی ہیں کہ اس بے کس بیمار و لاچار کو چھوڑ کر نہ چل دیں۔ غرض بچپن کی حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھوں کی لگائی خوب نبھائی۔

اولاد کے لئے بہترین شفیق باپ تھے۔ کسی بات پر سمجھاتے بھی تو نرمی سے اکثر شاید اس خیال سے کہ میں نرمی کروں گا کسی امر کی اصلاح مدنظر ہوتی تو دوسرے عزیز کو قریب سے کہتے کہ ذرا میرے فلاں بچہ کو تم اس معاملہ میں سمجھانا۔ مجھ سے بھی یہ خدمت لی ہے۔ غرض آپ کی گھریلو زندگی کا بھی ہر پہلو ایک نمونہ تھا۔ سوچ کر ایک ہلکی ہلکی بوندیں پڑنے کا سماں تصور میں آتا ہے کہ ٹھنڈی خوشگوار ہوا چل رہی ہے اور ابرِ رحمت سے قطرے گر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر تا ابد برستی رہے۔ آمین

مبارک بزرگ ہستیوں کا ذکر خیر کرنا اور ان کے اخلاق و شمائل کو محفوظ رکھنا بے صبری اور جزع فزع میں ہرگز شامل نہیں۔ یہ تحریریں تو نوجوانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتی ہیں۔ الفضل کے مضامین یا جو بعد میں بھی لکھا جائے آئندہ تاریخ احمدیت کا ایک اہم باب ہوں گے۔ ان بزرگ ہستیوں کی جدائی کا احساس تو صرف یہاں تک ہونا چاہیئے اور ضرور ہوگا کہ آج افسوس ہم ایک اور نعمت الٰہی سے محروم ہو گئے۔ اصل چیز جس کا خیال خصوصیت سے جوان طبقہ کو رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ ان کی قربانیاں

ان کے کام ان کے اخلاق دیکھیں اور پختہ عزم سے آگے بڑھیں عہد کریں کہ آئندہ ہم اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش میں لگے رہیں گے اور نیکیوں اور خدمتِ دین میں قدم آگے ہی آگے بڑھائیں گے۔خدا تعالیٰ سب کا ناصر رہے اور اگر آج ایک چاند ایک بشیر ہم سے رخصت ہو کر اپنے مولیٰ کے حضور میں حاضر ہو گیا تو اس کے عوض ہمارا رب ہزاروں ''بشیر'' ہم کو عطا فرمائے۔آمین ثم آمین۔

(مبارکہ)''[197]

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے تاثرات

۳۔ پیکر ایثار و وفا

''محض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کی ذرہ نوازی نے اس عاجز کے لئے صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کی مشفقانہ رفاقت نصف صدی سے زیادہ عرصہ کے لئے میسر فرما دی اور اس تمام عرصے میں یہ عاجز متواتر اُس پاک اور صافی چشمۂ فیض سے متمتع ہوتا رہا اور اُس بےنفس اور ہمہ تن متواضع ہستی کی طرف سے پیہم موردِ الطاف وعنایات رہا۔......

......اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں الید العلیا سے نوازا تھا اور خاکسار کا مشاہدہ اور تجربہ سترہ سال کے سن سے لے کر ستر سال کی انتہاء تک یہی رہا کہ وہ ہاتھ ہر حالت میں بلند و بالا ہی رہا کبھی فضل الٰہی نے اسے نیچا نہ ہونے دیا۔ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

یہ تمام کیفیت کچھ خاکسار کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی۔اَن گنت احباب اس کے مورد و شاہد ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ خویش و درویش، اپنا اور پرایا، جو بھی اس چشمے تک آیا بے سیراب ہوئے نہ لوٹا۔اگر کبھی کمی رہی تو ظرفِ سائل میں نہ کہ فیضِ ساقی میں............

حضرت صاحبزادہ صاحب کی پاکیزہ زندگی سن شعور سے لے کر دمِ واپسیں تک ہمارے لئے ایک نیک نمونہ اور مشعلِ راہ رہی۔جب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹریکولیشن کی سند حاصل کرنے کے بعد آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں تعلیم جاری رکھنے کے لئے تشریف لائے تو خاکسار بھی گورنمنٹ کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔اُن ایّام میں بعض پہلوؤں سے سلسلے کی مخالفت اور جماعت کے ساتھ عناد بہت شدّت کا رنگ لئے ہوئے تھے۔لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب کا نیک کردار آپ کا حسنِ سلوک، اعلیٰ خُلق اور وقار وہ درجہ رکھتے تھے کہ نہ صرف طلباء بلکہ اساتذہ بھی آپ کے ساتھ تلطّف کے ساتھ پیش آتے تھے اور آپ کا احترام کرتے تھے۔پروفیسروں میں سے مسٹر جی اے وادن

تو خاص طور پر آپ کے مدّاح تھے۔ کالج کے زمانے میں صاحبزادہ صاحب نہ صرف جماعت میں حاضری کی پابندی کرتے تھے اور مطالعہ میں توجہ سے مصروفیت رکھتے تھے بلکہ کالج کے دیگر جائز مشاغل میں بھی مناسب حصہ لیتے تھے خاکسار کو یاد پڑتا ہے کہ کھیل تفریح میں سے فٹ بال میں آپ شریک ہوا کرتے تھے۔

موجودہ صورت سے تو خاکسار واقف نہیں لیکن اُس زمانے میں کالج کے ابتدائی سالوں میں ہوسٹل میں رہنے والے طلباء کو سات دیگر طلباء کے ساتھ ایک کمرے میں رہنا تھا۔ صاحبزادہ صاحب بھی چونکہ ہوسٹل میں قیام پذیر تھے اس لئے انہیں بھی یہی صورت درپیش تھی جس میں انہیں خلافِ معمول دقتوں اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ کھانے کا انتظام بھی ان دنوں ہوسٹل میں کوئی ایسا تسلّی بخش نہیں تھا۔ دو وقت سالن اور چپاتی پر گذران تھی لیکن صاحبزادہ صاحب نے اپنا وقت کالج اور ہوسٹل میں نہایت بشاشت اور خندہ پیشانی سے گزارا۔ نہ ماتھے پر شکن آیا نہ زبان پر حرفِ شکایت۔ حضرت اماں جان اوسطاً ہر مہینے آپ کے لئے خشک میوہ ایک کنستر بھر کر ارسال فرمادیا کرتی تھیں لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے سب دوستوں کو اس میں شریک فرمالیا کرتے تھے۔ خاکسار کا اندازہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کا حصّہ اس تبرک میں حضرت صاحبزادہ صاحب کے حصے سے کہیں بڑھ کر ہوا کرتا تھا۔

غرض کالج کے تمام زمانے میں اگرچہ صاحبزادہ صاحب کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہوا لیکن آپ نے اپنے لئے کسی خصوصیت یا امتیاز کی نہ خواہش کی نہ اسے پسند فرمایا۔ قناعت، فروتنی، حلم اور مسکنت کو شعار رکھا اور یہ صفات عمر بھر آپ کا امتیاز رہیں۔

خاکسار ۱۹۱۴ء کے آخر میں تعلیم سے فارغ ہوکر انگلستان سے واپس آیا اور انگلستان کے قیام کے عرصے میں صاحبزادہ صاحب کی رفاقت سے جو محرومی ہوگئی تھی وہ دُور ہوگئی البتہ کسی قدر بُعد مکانی ضرور پیش آ گیا۔ کیونکہ خاکسار کی رہائش اوّل دو سال سیالکوٹ میں رہی اور آخر اگست ۱۹۱۶ء میں لاہور میں منتقل ہوگئی لیکن جب قادیان حاضر ہونے کا موقعہ میسّر آتا تو خاکسار حضرت صاحبزادہ صاحب کا مہمان ہوتا۔ یہ صورت سالوں رہی لیکن ایک لحظہ بھر بھی کبھی خاکسار نے اپنے تئیں آپ کے ہاں مہمان شمار نہیں کیا بلکہ ہر لحاظ سے آپ کے گھر کو بے تکلّفی میں اپنا ہی گھر محسوس کیا اور آرام میں

اسے اپنے گھر سے بہت بڑھ کر پایا اور یہی کیفیت اُن تمام احباب کی بھی ہوا کرتی تھی جو قادیان کے سفر اور قیام کے دوران میں خاکسار کے رفیق ہوا کرتے تھے۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ صاحبزادہ صاحب کے علم وحِلم آپ کے اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ ستودہ میں جلد جلد اضافہ ہوتا گیا اور آپ کے علم اور سرگرمیوں کے میدان وسیع سے وسیع تر ہوتے گئے۔ بہت جلد خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلے اور جماعت میں آپ کو ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی جس کے نتیجے میں آپ کے تعلقات بھی بہت وسیع ہوتے گئے اور تمام جماعت ہی نہیں بلکہ بہت سا طبقہ غیر از جماعت احباب کا بھی آپ کے اخلاقِ حسنہ کا مورد و معترف اور گرویدہ ہوتا گیا۔ ان تفاصیل کا بیان آپ کے سوانح نگار کے ذمے ہے خاکسار کو یقین ہے کہ محترم جناب شیخ عبدالقادر صاحب جنہوں نے اس مقدس فرض کو اپنے ذمے لینے کا اظہار کیا ہے بہت جلد اس سے کماحقہٗ عہدہ برآ ہوکر جماعت اور سلسلہ کو اپنا احسان مند بنائیں گے۔

خاکسار اسی پر کفایت کرتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی ایک نہایت اہم خدمت کی طرف مختصر سا اشارہ کردے۔ یوں تو صاحبزادہ صاحب کی تمام زندگی ہی بنی نوع انسان، اسلام اور سلسلے کی خدمت کے لئے وقف رہی اور گونا گوں رنگ میں آپ کو اس خدمت کے مواقع بفضل اللہ میسّر آتے رہے جن سے آپ نے پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت تندہی اور جانفشانی سے اسلام اور سلسلہ احمدیہ کے استحکام کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تعلیمی، تربیتی اور اخلاقی فیض ہمیشہ جاری رہے گا اور یہی آپ کی حقیقی یادگار ہوگا۔ لیکن ان سب میں سے ممتاز اور اہم وہ خدمت اور وہ قربانی ہے جو آپ سے حضرت المصلح الموعود (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ومتّعنا اللہ بطول حیاتہٖ) کی بیماری کے عرصہ کے ہر لحظے نے طلب کی اور جسے آپ نے حد درجہ بے دریغی اور کمال بے نفسی سے پورا کیا اور سرانجام دیا۔ یہ عرصہ تمام جماعت کے لئے اور درجہ بدرجہ خدّامِ مخلصین کے لئے لیکن سب سے کہیں بڑھ کر اور کئی گُنا زیادہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے لئے صبر آزما اور دردناک طور پر طالبِ بے نفسی اور کیفِ راضی برضا رہا ہے۔ اس تمام عرصے میں جس طور پر آپ نے اپنا جسم اور اپنی روح، اپنے قویٰ اور اپنی استعدادیں، اپنے وسائل اور اپنا وقت، اپنی امنگیں اور اپنے ارادے، اپنی صحت اور اپنی زندگی مرضیٔ مولیٰ کے سپرد اور حوالے رکھیں وہ آپ ہی کا حصّہ تھا اور کسی اَور سے ممکن نہ ہوتا۔'' 198

(حضرت)صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے تاثرات

۴۔’’حضرت میاں بشیر احمد صاحب کی یاد میں‘‘

’’حضرت میاں صاحب کے اخلاق میں انبیاء کے اخلاق کی جھلک پائی جاتی تھی جس طرح چاند اپنی روشنی میں سُورج کا مرہونِ منت ہوتا ہے اسی طرح آپ انبیاء کے نور سے حصہ پاتے تھے۔ آپ موحّد تھے۔آپ متوکل تھے۔آپ متّقی تھے۔آپ جرأت مند تھے۔آپ سخی تھے اور غریبوں کے ہمدرد تھے۔بے سہاروں کے مددگار تھے اور یتیموں اور بیواؤں کے سرپرست،سخت ذہین اور ذکی الحس، سخت فہیم اور دُوربین نظر رکھنے والے،طبیعت بہت ہی متواضع اور متوازن تھی اور معاملات کے ایسے صاف تھے جیسے بارش کے بعد دُھلا ہوا آسمان، آپ وجیہہ اور باوقار تھے لیکن مجسّم انکسار، مسائل کی کُنہ تک پہنچنے کے عادی تھے۔آپ کی نگاہ تفاصیل اور جزئیات کے آخری کناروں تک سرایت کر جاتی تھی۔صادق القول اور صادق الوعد تھے۔عدل وانصاف پر قائم اور مظلوموں کی تائید میں کمربستہ، نہایت غیور، حیادار، وفا کے پُتلے،قصورواروں کو معاف کرنے والے،عیب داروں کے عیب پوش، اُمر بالمعروف ونہی عن المنکر ، صاحبِ عقل ودانش اور صاحبِ دل، خداداد فلسفہ اور منطق کے حامل، شاعر اور ادیب، صاحبِ تحریر اور صاحبِ تقریر،موقعہ شناس اور حلیم الطبع محتاط،نگران، ثابت القول، باریک بین، متوکّل، مستغنی، سادہ مزاج، خوش خلق، شیریں کلام، بذلہ سنج،نکتہ رس،نکتہ نواز، حاضر جواب، حاضر دماغ،نظر شناس، عالم، عامل، عارف، عابد، زاہد غرضیکہ حسب ظرف ومرتبہ آپ نے اُن تمام صفاتی رنگوں سے اپنی فطرت کو رنگین کر رکھا تھا جن میں انبیاء علیہم السلام سرتا پا رنگین ہوا کرتے ہیں یہ وہی رنگ ہیں جن میں جب ایک مخصوص توازن پایا جاتا ہے تو خود بخود نور کا ظہور ہوتا ہے اور یہ وہی نور ہے جس کا کمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی ذات میں ہوا کیونکہ آپ کی صفاتِ حسنہ میں ایک ایسا بے مثل امتزاج، ایک ایسا کامل توازن تھا جس کے وجود سے یہ صفات سراپا نور اللہ میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں۔اسی کا دوسرا نام صبغۃ اللہ ہے اور یہی وہ رنگ ہے جس کے حصولِ تام سے بشر اور نور کا کوئی جداگانہ وجود نہیں رہتا لیکن یہ ایک علیحدہ بحث ہے میں تو اس وقت اُس نبیوں کے چاند کا ذکر رہا تھا جس نے اپنی توفیق اور بساط کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے نور سے حصہ پایا تھا اور جس طرح مادی چاند اپنی تابانی میں سورج سے کہیں کم ہونے کے باوجود اس کے نور کے

ہر جُز سے فیضیاب ہوتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت میاں صاحب بھی اسی تمثیل کے مطابق صفاتِ نبوت سے زندگی بھر فیضیاب ہوتے رہے۔......

آپ کی عادت تھی کہ آپ نصیحتیں اکثر احادیث کے بیان کے ساتھ یا بعض تائیدی واقعات اور قصّے سنا کر کیا کرتے تھے اور پھر ہمیشہ ان کو دہراتے رہتے تھے تا کہ وہ مخاطب کے خوب ذہن نشین ہو جائیں۔ آپ سے ایک ایک حدیث اور ایک ایک واقعہ میں نے بیسیوں مرتبہ سنا ہے بعض آپ کی طبیعت سے ناواقف سننے والے بعض دفعہ آپ کو یہ یاد دلانے کی کوشش کرتے تھے کہ آپ یہ واقعہ ہمیں ایک مرتبہ پہلے بھی سنا چکے ہیں تو آپ ہاتھ کے قوی اشارہ کے ساتھ اسے روک کر جاری رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرزِ بیان میں ایسی لذّت ودیعت کی ہوئی تھی کہ مَیں بغیر ذرہ بھر مبالغہ کے کہتا ہوں کہ اُس بسا اوقات سنے ہوئے واقعہ میں پھر ایک نیا لطف بھرا ہوتا تھا اور اس میں مخفی سبق دل میں ازسرِ نو تازہ ہو جایا کرتا تھا۔ آپ حضرت خلیفۂ اوّل کی سوانح حیات میں سے جو واقعات بار بار سُنایا کرتے تھے اُن میں سے ایک وہ چُھریوں والا واقعہ بھی تھا جس میں حضرت خلیفہ اوّل کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک بزرگ نے آپ کو نصیحت کی تھی کہ جس طرح قصاب اپنی کُند ہوتی ہوئی چھریوں کو وقتاً فوقتاً ایک دوسرے سے رگڑتا رہتا ہے تا کہ ان کی کھوئی ہوئی آب واپس آ جائے ویسے ہی ہم صفات لوگوں کے ملتے رہنے سے گرد آلود صفات کی چمک دمک بحال ہوتی رہتی ہے۔ بارہا میں نے آپ کی زبان سے یہ واقعہ سنا ہے کبھی تو زور اس پہلو پر ہوتا تھا کہ ملتے رہنا یکطرفہ فائدہ کا موجب نہیں ہوتا بلکہ دونوں فریق ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں اور کبھی یہ فکر دامنگیر ہوتا تھا کہ کہیں اگلی نسلیں گذرتے ہوئے بزرگوں کی صحبت ترک کر کے اپنی طبیعت کو زنگ آلود نہ کر لیں۔ آپ کی شدید خواہش تھی کہ احمدیت کی نئی نسلیں اپنے بزرگوں سے بار بار کے استفادہ سے ایسی آبدار ہو جائیں کہ ان کے گذر جانے کے بعد خود ان میں بھی ایک دوسرے کو چمکانے کی خاصیت پیدا ہو چکی ہو۔

آپ کی طرزِ کلام میں شوکت اور قوت پائی جاتی تھی۔ آپ کی بات کا انداز ایک ایسے نقاش کی طرح تھا جو کسی بساط پر مضبوط ہاتھوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نقش جما رہا ہو۔ آپ جب کوئی پیغام بھجواتے تھے تو پیغامبر کو تین مرتبہ سُنا کر اُس سے اُسے دہرانے کا تقاضہ کرتے تھے اور ہمیشہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا۔

آپ کی روزمرہ کی زندگی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باریک در باریک پیروی

کی برکت سے چاند ستاروں کی طرح درخشاں ہو چکی تھی۔ہمسایوں کا خاص خیال اوران سے شفقت کا سلوک، اعزّہ واقارب کو تحائف بھجواتے رہنا اور ہر خوشی اور غمی کے موقعہ پر انہیں یاد رکھنا، بچوں سے غیر معمولی پیار اور ان کی چھوٹی چھوٹی خواہشات کو پورا کرنے کا خیال، بیماروں کی عیادت اور حاجتمندوں کی حاجت روائی، کوئی ایک بات ہو تو کہوں ہر ہر بات کے ساتھ کئی کئی واقعات وابستہ ہیں۔قادیان میں ہمارا گھر آپ کی ہمسائیگی میں تھا بلکہ دروازہ سے دروازہ ملا ہوا تھا اور جہاں تک مجھے یاد ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ کو کوئی تحفہ آیا ہو یا گھر میں کوئی پسندیدہ چیز بنی ہو اور آپ نے اُس میں سے کچھ ہمارے ہاں نہ بھجوایا ہو ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا۔کبھی ہمارے ہاں سے کوئی تحفہ جاتا تو برتن کبھی خالی واپس نہ بھیجتے گھر میں جو کچھ بھی تحفہ کے لائق پاتے کچھ نہ کچھ بھجوا دیتے بغیر تکلف کے۔بغیر اس حجاب کے کہ وہ تحفہ آئے ہوئے تحفہ سے بظاہر کم تر ہے۔مجھ سے ہمیشہ یہ فرماتے تھے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہی طریق تھا۔بچوں سے محبت اور پیار کرتے تھے اور یہ ارشاد تب بھی ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے پیار فرمایا کرتے تھے۔آپ اس پیار میں اتنے بڑھے ہوئے تھے کہ ہمیشہ اپنی الگ الماری میں بچوں کے لئے گولیاں، ٹافیاں، غبارے، مرمرہ، پھلیاں، آم پاپڑ اور سردیوں کے موسم میں چلغوزے اور دیگر خشک میوہ جات وغیرہ مقفّل رکھتے تھے۔الماری کیا تھی گویا ایک چھوٹے بچوں کی دلچسپی کی دکان تھی۔البتہ اس دکان سے پیسوں کے نہیں بلکہ ہمیشہ محبت اور شفقت اور معصوم خوشیوں کے سودے ہوا کرتے تھے۔بچے بڑی کثرت سے ''عموں صاحب'' کو ''سلام'' کرنے جاتے اور واپسی پر صرف سلامتی کی دعا ہی نہیں بلکہ اپنی اشتہاء کی دوا بھی لے کر لوٹتے تھے۔خاندان کے بچّے بھی کچھ کم نہ تھے غیر از خاندان بچوں کو بھی جب آپ کی اس شفقت کا علم ہوتا تو پُر امید نگاہوں سے جو کبھی مایوس نہیں لوٹیں۔سلام کی سعادت حاصل کرنے کو حاضر ہونے لگتے۔کبھی آپ تھکے نہیں نہ ماندہ ہوئے ہمیشہ مسکراتے ہوئے اور بعض اوقات اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں ان بچوں کی غیر معمولی عقیدت پر ایک آدھ فقرہ چُست کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے الماری کھولتے اور کبھی خود ہی اُس بچہ کے لئے کوئی تحفہ پسند فرماتے کبھی پوچھتے کہ بتاؤ اس چیز میں سے کیا لو گے۔عموماً بچے اس سوال سے سخت گھبراتے تھے اور ''عمّوں صاحب'' ان کی اس اُلجھن کو بھانپتے ہوئے دونوں چیزوں میں سے کچھ نہ کچھ دے دیا کرتے تھے۔

میں تو کچھ اس بناء پر کہ گھر قریب تھا اور کچھ آپ کی خاص شفقت کے زعم میں اور کچھ اس لئے

بھی کہ مجھے اور بچوں سے کچھ زیادہ ہی بھوک لگا کرتی تھی اکثر دن میں کئی کئی مرتبہ جاتا اور کبھی آپ کو اپنے سلاموں سے تنگ آتے نہیں دیکھا اور یہ بھی ایک بلا مبالغہ حقیقت ہے کہ صرف یہی ایک وجہ میرے آنے جانے کی نہیں تھی۔آپ کی مسلسل بے لوث محبت کی بنا پر مجھے آپ سے ایسا پیار ہو چکا تھا کہ بار بار آپ کے پاس آنے جانے کو بھی جی چاہتا تھا۔جہاں تک کہ آپ کی عنایات کا تعلق ہے یہ تو ایک ایسا کنواں تھا کہ اگر پیاسے نہ آئیں تو خود پیاسوں کے پاس پہنچ جانے کا عادی تھا۔ایک دفعہ ہم سب چھوٹے بھائیوں کو حضور ایدہ اللہ نے مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور کی نگرانی میں ڈلہوزی بھجوایا۔ ان دنوں میں آم کا موسم ختم ہونے کو تھا اور آخری موسم کے آم ''فجری'' رہتے تھے۔آپ نے میرے لئے باریک خوبصورت رنگین کاغذوں میں لپٹے ہوئے فجری آموں کی ایک پیٹی بند کروائی (آپ جب بھی کسی کو کوئی تحفہ دیتے تھے نہایت سلیقے سے سجا کر دیا کرتے تھے) پھر تاکید فرمائی کہ ان کو کھانے سے پہلے یہ احتیاط کر لینا کہ نہ تو یہ ذرّہ بھر کچّے ہوں نہ ایک اعشار یہ زیادہ پکے ہوں۔کیونکہ فجری آموں کی یہ کمزوری ہے کہ ذرا بھی زیادہ پک جائیں یا ذرا کچے رہ جائیں تو مزہ بالکل بگڑ جاتا ہے۔ البتہ پورے پکے ہوئے آم بہت عمدہ اور لطیف ہوتے ہیں۔آپ فرماتے تھے کہ فجری آم اپنا بہترین مزہ پہاڑ پر دیتا ہے۔چنانچہ ان تاکیدوں کے ساتھ آپ نے وہ آموں کی پیٹی میرے ساتھ روانہ فرمائی۔

............آپ کی عنایات محض بہت بچپن کی عمر تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ خاصی بڑی عمر کے اہلِ خاندان بھی اس پہلو سے آپ کی نظر میں بچے ہی تھے۔اگرچہ آخری عمر میں ذمّہ داریوں کے بے حد بوجھ اور تفکّرات کے غیر معمولی طور پر بڑھ جانے سے بچوں کا خیال پہلے کی طرح نہیں رکھ سکتے تھے مگر پھر بھی جب کبھی کوئی موسمی پھل یا ہندوستان کے کیلے آئے ہوئے ہوں تو آپ کے کمرے میں نوعمر زائرین کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھ جایا کرتی تھی لیکن باوجود شدید مصروفیت کے یہ پسند نہ فرماتے تھے کہ کسی کو صاف صاف نکل جانے کے لئے کہیں۔مبادا اس کے جذبات کو ٹھیس لگے۔چند ہی ماہ کی بات ہے قادیان سے کیلے آئے ہوئے تھے اک بڑی عمر کی بچی نے جا کر خاص طور پر سلام کیا۔اُسی خلوص کے ساتھ آپ نے برجستہ فرمایا:۔

''وعلیکم السلام مگر کیلے ابھی کچے ہیں۔

حاضر جوابی اور نہایت ہی لطیف اور پاکیزہ مزاح آپ پر ختم تھے۔اور یہ مزاح جس انوکھے رنگ میں آپ نصیحت کے لئے استعمال کرتے تھے۔وہ رنگ آپ ہی کا حصہ تھا۔قادیان کی بات ہے غالباً

جلسہ کے دن تھے کئی نوجوان باہر آپ کے مردانہ صحن میں مجلس کر رہے تھے اور چونکہ ان میں سے بعض سگریٹ بھی پیتے تھے اس لئے اس ڈر سے کہ حضرت میاں صاحب اوپر سے نہ آ جائیں اندر سے کنڈے لگا کر سگریٹ نوشی کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہی آپ تشریف لے آئے دروازہ کھلوایا السلام علیکم کہا اور باہر تشریف لے گئے۔ مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کمرہ میں داخل ہو کر آدمی گنے۔ ایک دو تین چار پانچ چھ سات اور خاموشی سے سات الائچیاں جیب سے نکال کے میز پر رکھ کر باہر چلے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد سب کمرے والے اس لطیف مذاق پر بے اختیار ہنس دیئے مگر اس ہنسی میں جو خفّت تھی وہ شاید آج تک اُن کو نہ بھولی ہو۔

ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ نشہ کا تو کیا سوال ساری عمر مجھے کبھی کسی غیر منشّی چیز کی بھی عادت نہیں پڑی حتّٰی کہ جب میں سمجھتا ہوں کہ چائے کی بھی عادت سی ہو چلی ہے تو کچھ دیر کے لئے اسے ترک کر دیتا ہوں۔

آپ کے مزاح اور نصیحت کے امتزاج کے سلسلہ میں ایک بہت پرانی بات یاد آ گئی۔ ابّا جان اور امی جب کبھی سفر پر جاتے تھے تو مجھے اور بھائی خلیل کو عموں صاحب کے ہاں چھوڑ جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ہمیں بعض اوقات کئی کئی مہینے آپ کے ہاں ٹھہرنے اور آپ کی صحبت سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملتا تھا۔ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا چچی جان بسبب بیماری روزہ رکھنے سے معذور تھیں مگر سحری کے وقت تہجد کی غرض سے اور کچھ کھانے پر خیال رکھنے کی خاطر باقاعدہ ساتھ اٹھا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم سحری کھا رہے تھے کہ کسی خادمہ کی غلطی پر چچی جان نے ذرا اونچی آواز میں اسے سخت سُست کہا۔ عموں صاحب ان سے تو کچھ نہ بولے مگر مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگے تم جانتے ہو نا کہ تمہاری چچی جان بیمار ہیں بیچاری روزے تو نہیں رکھ سکتیں البتہ ذکر الٰہی کے لئے اس وقت ضرور اٹھتی ہیں وہ دن اور رمضان کا آخری روزہ پھر چچی جان نے کبھی سحری کے وقت آواز بلند نہیں کی۔

مزاح کا یہ لطیف رنگ خود بخود بغیر کسی کوشش کے ایسا با موقعہ ابھرتا تھا کہ فضا کو رنگین بنا دیتا تھا اور بعض اوقات تو اس میں ایسا بے ساختہ پن پایا جاتا تھا کہ ظہور کے وقت تک مزاح چُپ چاپ سنجیدگی کے پردوں میں چھپا رہتا تھا اور کسی کو کانوں خبر نہ ہوتی تھی۔

لطیف پُر وقار مزاح اور نصیحت کی دلنشین آمیزش جس رنگ میں آپ کر سکتے تھے شاذ و نادر ہی کوئی کر سکتا ہوگا۔ اس کی بیسیوں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں بلکہ شاید ہی آپ کی زندگی کا کوئی ایسا دن ڈوبا

ہوگا جس میں آپ کی زبان سے کوئی ادبی شہ پارہ نہ نکلا ہو مگر افسوس کہ نہ تو یہ سب باتیں محفوظ ہوسکی ہیں اور نہ ہی یہ موقعہ ہے کہ اس ذکر کو لمبا کیا جاسکے۔

میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نصیحت صرف مزاح کی ملونی کے ساتھ ہی کیا کرتے تھے بلکہ آپ ایک قادرالکلام فصیح و بلیغ عالم تھے اور ہمیشہ اقتضائے حال کے مطابق کلام فرماتے تھے۔ جب سنجیدگی کی ضرورت محسوس کرتے تو سنجیدگی سے کام لیتے تھے اور جب جلال کا موقع ہوتا تھا تو جلال کا اظہار فرماتے۔

قادیان کا ذکر ہے کہ ایک مرتبہ گھر کے کسی فرد کا ذکر ہوا گرمیوں کی شام تھی چچی جان باہر صحن میں پلنگ پر بیٹھی تھیں اور عموں صاحب مجھے بازو سے پکڑے ہوئے ٹہل رہے تھے کسی کا ذکر ہو رہا تھا جس نے حضرت عموں صاحب تک کسی کی کوئی بات غلط اور نامناسب رنگ میں پہنچائی تھی جس سے ناحق آپ کے دل میں کچھ رنج پیدا ہو گیا۔ مگر چونکہ آپ ہمیشہ ایسے موقعہ پر متعلقہ شخص سے دریافت کر لیا کرتے تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کو حقیقت حال معلوم ہوگئی چنانچہ اسی کے متعلق آپ مجھ سے افسوس کا اظہار فرما رہے تھے کہ بعض لوگ خواہ مخواہ فتنہ کا موجب بن جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت چچی جان نے کہا کہ میں تو آپ کو ہمیشہ کہتی ہوں کہ وہ شخص ناقابلِ اعتماد ہے مگر پھر بھی آپ اس سے تعلق رکھتے ہیں اس پر آپ نے وہیں قدم روک لئے اور ایک ایسی آواز میں جو غصہ والی اور اونچی تو نہیں تھی مگر اس میں بے پناہ قوت پائی جاتی تھی۔ فرمایا دیکھو مجھے ایسا مت کہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نگاہ رکھتا تو اس کا کسی بندہ سے تعلق نہ ہوتا وہ اپنے بندے کی کسی خوبی پر نظر رکھ کر اس سے تعلق رکھتا ہے پس وہ میری کیسی ہی بدخواہی کرے میں اس سے تعلق نہیں توڑوں گا۔ پھر دھیمی نرم آواز میں فرمانے لگے تم جانتی ہو کہ اُس میں بعض بہت بڑی خوبیاں بھی ہیں اور پھر ایک دو نمایاں خوبیوں کا ذکر فرمانے لگے۔ اپنے تمام واقفیت کے حلقہ پر نظر دوڑا کر میں پورے وثوق اور شرح صدر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اس زمانہ کے بہترین ناصحین میں سے تھے۔

آپ کی تحریری صلاحیتوں کے بارہ میں اس موقع پر کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ آپ کی تصانیف سے ایک جہان واقف ہے اور محض یہ دہراتے رہنا کہ آپ بہت اچھا لکھنے والے تھے کوئی خاص قیمت نہیں رکھتا۔ سلطان القلم کے عظیم الشان وارث کے اس امتیازی ملکہ کے بارہ میں ضرورت ہے کہ آپ کی

تمام تصانیف کو مدّنظر رکھتے ہوئے ٹھوس علمی مقالہ جات لکھے جائیں کیونکہ آپ کی تحریر کا سطحی حُسن تو سب پر عیاں ہو جاتا ہے اس کی مخفی درمخفی خوبیوں کے ادراک اور اظہار کے لئے غوطہ خور محقق کی ضرورت ہے۔

میں یہ علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ آپ اپنے ہر لفظ کو عبارت میں اس طرح برمحل سجاتے تھے جیسے کوئی ماہر صراف زیورات میں جوہر ٹکار ہا ہو۔ ہر پہلو سے جانچ کر آپ جس لفظ کو جہاں بٹھا دیتے تھے الّا ماشاء اللہ کسی ادیب کی طاقت نہ تھی کہ تحریر کے ظاہر و باطن کو بگاڑے بغیر اسے اس مقام سے اٹھا سکے۔ ہلا سکے۔

آپ کی یہ احتیاط الفاظ کی پَرکھ تک ہی محدود نہ تھی بلکہ رحمت وشفقت کے بعد اگر کوئی رنگ آپ کی شخصیت پر غالب تھا تو وہ احتیاط ہی کا رنگ تھا۔ احتیاط اور پھر احتیاط اور پھر احتیاط اور پھر بھی آپ تسلی نہ پاتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری طبیعت میں احتیاط کمزوری کی حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ اور اس پہلو سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ میری بڑھی ہوئی احتیاط نے مجھ سے اقدام اور فیصلہ کی طاقت چھین لی ہے اس کے برعکس حضرت صاحب میں فوری فیصلہ کی طاقت اور بے دھڑک جرأت مندانہ اقدام کرنے کی صلاحیت موجود ہے میں تو یہ سوچتا رہ جاتا ہوں کہ ایسا کرنا اچھا ہوگا یا بُرا اور حضرت صاحب اس عرصہ میں فیصلہ ہی نہیں بلکہ عمل کر کے دکھا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ہی ان کے کام درست فرما دیتا ہے۔ پھر آپ کئی مرتبہ فرماتے کہ دیکھو ایک لیڈر کے لئے فوری فیصلے اور بے دھڑک اقدام کی طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ پس یہ احتیاط کا رنگ اپنے غلبہ کی وجہ سے ایک پہلو سے کمزوری بن گیا تھا مگر آپ کی بہت سی دیگر صفات کو اس غالب رنگ نے چار چاند بھی لگا رکھے تھے۔

آپ کے مشوروں میں اسی احتیاط نے ایک غیر معمولی وزن بھی پیدا کر دیا تھا خصوصاً بے صبرے نوجوانوں کے لئے تو یہ مشورے ایک روشنی کے مینار کا کام دیتے تھے۔ نوجوانوں پر ہی کیا موقوف آپ تو جگ مشیر تھے۔ آپ کی محتاط طبیعت اور حدید نظر دور دور کے خطرات کو بھانپ لیا کرتی تھی۔ جماعتی مسائل میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آپ کے مشوروں کو بہت وزن دیتے تھے اور انفرادی مسائل میں ہر کس و ناکس آپ کے مشوروں سے استفادہ کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا تھا۔ نادار اور بے کس تو صرف علاج ہی نہیں پوچھتے تھے بلکہ دوا بھی مانگا کرتے تھے۔ پس یہ ایک ایسا جگ وکیل تھا جس کے

لئے فیس لینے کا تو کیا سوال بارہا مقدمہ کے اخراجات بھی پلّہ سے دینے پڑتے تھے۔

ابھی چند دن کی بات ہے کہ ایک ملنے والی افسوس کے لئے آئی اور بڑی حسرت سے یہ کہا کہ تمہارے ہاں افسوس کے لئے آئی ہوں مگر حق یہ تھا کہ تم لوگ یعنی حضرت میاں صاحب کے خاندان کے افراد ہم بے کسوں سے افسوس کرتے۔ تمہارے تو گھر رستے بستے رہیں گے اور تمہیں دنیاوی سہاروں کی بھی کمی نہیں مگر ہم مشکل کے وقت کس سے دُکھڑے کیا کریں گے۔ کس سے مشورے مانگیں گے۔ اُس نے یہ کہا اور دلی درد سے اس کی آواز بھرّا گئی اور میں سوچنے لگا کہ ٹھیک ہی تو کہتی ہے آج ایک بیکسوں کا سہارا دردمند مشیر ہم میں باقی نہیں رہا وہ جس کے فیض کا دروازہ سب پر یکساں کھلا تھا وہ پیارا وجود وہ بہت ہی پیارا وجود جاتا رہا۔ اس وقت مجھے آپ کی موت ایک دفعہ پھر محسوس ہوئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر خلا کا بھیانک پن اس وجود کی عظمت اور چمک دمک سے براہ راست نسبت رکھتا ہے جس کے کھو جانے سے وہ خلا پیدا ہوا ہو۔ غالبؔ نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ہر اک مکان کو ہے مکیں سے شرف اسدؔ
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے

بعض محبوبوں کے گذر جانے پر چمن اُداس ہو جاتے ہیں اور بعض کے گذرنے پر ویرانے۔ مگر خدا کے کچھ فقیر بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کشکول میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حُسن کی خیرات ہوتی ہے۔ جب خدا کے یہ برگزیدہ گذرتے ہیں تو چمنستانوں کو بھی اداس چھوڑ جاتے ہیں اور ویرانوں کو بھی اور بیابانوں کے چہروں سے بھی وحشت برسنے لگتی ہے۔ خدا کے خوشحال اور مفلوک الحال بندے یہی تو ہیں جو اس دنیا کی زندگی میں چمنستانوں اور ویرانوں کے مناظر پیش کرتے ہیں۔

مصوّرِ کائنات نے تصویرِ کائنات کچھ اسی طرح پر کھینچ رکھی ہے کہ وہ منبعِ حُسن تو اپنی جگہ پر قائم اور غیر فانی ہے۔ مگر آنی جانی ہے ہر وہ صورت جو اس سے فیضیاب ہوتی ہے سب ایک ایک کر کے اٹھتے جاتے ہیں حتّٰی کہ اُس حُسنِ تام کا وہ کامل مظہر بھی باقی نہیں رہا چودہ سو برس پہلے جس کا حُسن ایسا چمکا تھا کہ............ اس حُسن کا فیض آج تک جاری و ساری ہے۔ حضرت میاں صاحب کے اندر بھی جتنی خوبیاں تھیں اُسی فیض رساں کے فیض سے تھیں۔

سنّتِ رسول ؐ کی پیروی کا آپ کو اس قدر اہتمام تھا کہ باریک در باریک پہلو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے۔ کیا بلحاظ رحم اور کیا بلحاظ عدل اور کیا بلحاظ مساواتِ اسلامی ہر اس روش پر سے ہو کر

گزرتے رہے جس پر سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عشاق کا قافلہ گزرا تھا۔ اپنے خادموں پر ایسی شفقت تھی اور ان کے مقام کو ایسا اٹھاتے تھے کہ وہ برابر کرسیوں اور پلنگوں پر بیٹھتے تھے یہاں تک کہ گھر کے بعض افراد کبھی شکوے کے رنگ میں یہ کہہ دیتے تھے کہ میاں صاحب نے نرمی کر کر کے نوکروں کا دماغ خراب کر دیا ہے کوئی کہتا تھا کہ آپ کے نوکر بدتمیز ہو جاتے ہیں مگر حضرت میاں صاحب نے کبھی ان امور کی پرواہ نہیں کی اور کبھی اسوۂ رسولؐ کی پیروی میں پشیمان نہیں ہوئے۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ کبھی کبھی یہ بھی ہونا چاہئے کہ نوکروں کو میز پر بٹھا کر مالک انہیں کھانا کھلائیں تا کہ نفس کے تکبّر کا کیڑا ہلاک ہو جائے۔ تکبّر سے شدید نفرت تھی اور طبیعت ایسی منکسر اور عاجز تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ نوکر تو خیر نوکر ہیں آپ کے خادم بشیر نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ قادیان کی ایک بوڑھی خاکروبہ سلام کے لئے حاضر ہوئی اور زمین پر بیٹھنے لگی تو آپ نے فرمایا اٹھو کرسی پر بیٹھو۔ اور وہ عورت جسے گھر کے ایک خادم کے سامنے بھی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی اور جس کی ساری عمر خاک میں لتھڑے ہوئے گزری اسے باصرار آپ نے کرسی پر بٹھایا اور بشیر سے کہا کہ قادیان سے آئی ہے۔ پرانی خادمہ ہے۔ اس کے لئے چائے لاؤ لیکن اس نے یہ کہہ کر ابھی فلاں کے گھر سے چائے پی کر آئی ہوں معذرت پیش کر دی۔ پھر آپ بڑی ہمدردی سے کافی دیر تک اس کے حالات پوچھتے رہے۔ ذرّہ نوازی کی ایسی مثالیں ہر زمانہ میں ہی کم ملتی ہیں مگر آج کی دنیا میں تو خصوصاً اخلاق کے یہ انمول مظاہرے عنقا ہوتے جاتے ہیں۔ .... پس جب مَیں نے بشیر سے یہ واقعہ سُنا تو حضرت میاں صاحب کے لئے دل سے خود بخود ایک بے اختیار دعا نکلی۔ ایک ایسی دعا جو ایک غیر ارادی حرکت کی طرح دل سے پھوٹتی ہے۔ اب ایسے ذرّہ نواز، ایسے منکسر المزاج وجود ہم میں کتنے رہ گئے ہیں جو ہیں خدا انہیں سلامت رکھے اور جو گذر گئے انہیں اپنی رحمتوں کے سائے تلے جگہ دے۔ آمین۔

اس عادت سے سخت چڑتے تھے کہ کوئی بزرگ اصرار کے ساتھ کوئی چیز دے اور اگلا انکار کرتا رہے کہ نہیں مجھے ضرورت نہیں۔ کبھی آپ کھانے کے لئے کسی بچہ کو پیار سے کچھ دیتے تھے اور وہ یہ کہہ دیتا تھا کہ نہیں میرا پیٹ بھرا ہوا ہے یا میں کھا کر آیا ہوں تو آپ سخت ناپسند فرماتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ مقصود صرف کھانا نہیں ہوا کرتا بلکہ محبت کی ایک پیشکش کو قبول کرنا اصل چیز ہے خصوصاً جب کوئی بزرگ اظہارِ شفقت کے طور پر کوئی چیز دے تو برکت کے خیال سے اسے ضرور نعمت سمجھ کر قبول کرنا

چاہئیے۔آپ کو اس امر کا اتنا خیال رہتا تھا کہ اگر خواب میں بھی کوئی کسی بزرگ کی دی ہوئی چیز کا انکار کرتا تو آپ سخت تنگی محسوس کرتے۔ایک مرتبہ قادیان میں آپ کی ایک صاحبزادی نے آپ کو اپنی ایک خواب سنائی کہ مَیں دیکھتی ہوں کہ حضرت اماں جان کھانا کھا رہی ہیں اور مَیں اور امۃ الباسط (میری ہمشیرہ) کھیلتی ہوئی آپ کے پاس چلی جاتی ہیں۔امّاں جان ہمیں کچھ کھانے کے لئے دیتی ہیں تو مَیں معذرت کر دیتی ہوں کہ اماں جان میرا پیٹ بھرا ہوا ہے اور امۃ الباسط لے کر کھا لیتی ہے۔ بس ان کا یہ بیان کرنا تھا کہ حضرت عموں صاحب کا چہرہ غصّہ سے تمتما اٹھا اور سخت تکلیف سے کہا کہ یہ تمہاری کیا عادت ہے کہ بزرگوں کا انکار کر دیتی ہو۔اب دیکھو کہ تم ایک برکت سے محروم رہ گئیں اور بار بار یہی کہتے رہے۔انہوں نے بہت احتجاج کیا کہ ابا جان میرا اس میں کیا قصور ہے۔یہ تو خواب تھی اور خواب پر کس کو اختیار ہوتا ہے مگر آپ پھر بھی تأسف کا اظہار کرتے رہے اور فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ خواب ہے مگر خوابیں بھی تو عادت کے مطابق آتی ہیں۔تمہیں عادت ہے کہ جب تمہیں کوئی بزرگ چیز دے تو تم تکلف کرتی ہو اسی لئے تمہیں خواب بھی ویسی ہی آئی ہے۔اس چھوٹے سے واقعہ سے بھی آپ کی سیرت کے کئی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔آپ کی فطری سعادت، حضرت اماں جان کی محبت اور آپ کے تقدس اور عظمت کا احساس اور بزرگوں سے ہر خیر و برکت کے حصول کی تمنا یہ تینوں ایسی باتیں ہیں جو آپ کی شخصیت کا ایک لازمی جز تھیں۔ جہاں تک آسمانی برکتوں کا تعلق ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی بھوک نہ مٹنے والی تھی۔ بے شمار برکتوں کے وارث ہونے کے باوجود اور باوجود اس کے کہ آپ کا دامن برکتوں سے چوٹی تک بھرا ہوا تھا۔آپ کی حصول برکت کی پیاس بجھنے میں نہ آتی تھی۔توحیدِ صافی کا ایک پاکیزہ سمندر آپ کے سینہ میں موجیں مارتا تھا۔عیاذاً باللہ ظاہری تبرکات وغیرہ کو آپ کا باعثِ برکت سمجھنا کسی توہم پرستی یا شرک کی بناء پر نہیں تھا۔آپ موحّد تھے۔ آپ کے اور شرک کے مابین بُعد المشرقین تھا۔آپ کی تو روح توحید ہی کے پانی پر جیتی تھی۔صدق اور توحید آپ کی روحانی کائنات کے دو غیر متزلزل ستون تھے۔............

بہت ہی دعا گو اور دعاؤں کی تاکید کرنے والے تھے اور ذاتِ باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے تھے۔خود سب کے لئے دعا کرتے تھے اور سب سے دعا کے خواہاں تھے۔صحابہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کو تو خاص اہتمام سے دعا کے لئے لکھتے رہتے تھے۔ ہر اہم کام سے پہلے استخارہ کرتے تھے اور دوستوں کو بھی اسی کی تلقین فرماتے تھے۔صاحبِ کشف والہام تھے۔ایک دفعہ مجھ سے ذکر فرمایا کہ عین بیداری

کے عالم میں جبکہ دوسرا پاس نہ تھا غیب سے بالکل صاف آواز سُنائی دی۔ ''السلام علیکم‘‘ لیکن عام طور پر اپنے الہامات اور رؤیا کے بیان سے گریز فرماتے تھے۔

ایک طرف اطاعت کا یہ حال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہر حکم پر **سمعنا و اطعنا** کی تصویر بنے رہتے تھے تو دوسری طرف صداقت کا یہ عالم تھا کہ ایک ایسی جرأت کے ساتھ جو صرف توحید پرستوں کو عطا ہوتی ہے اپنی سچّی اور سیدھی رائے دینے سے قطعاً نہیں ہچکچاتے تھے خواہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی رائے اور مزاج کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ محض حضور ایدہ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اپنی دلی رائے کو بدلنا آپ کا شیوہ نہیں تھا۔ کئی مرتبہ آپ کو مسائل میں اختلاف ہوتا تھا کئی مرتبہ دوسرے امور میں فرماتے تھے کہ رائے کے اختلاف میں انسان بے اختیار ہے البتہ جب حضرت صاحب میری رائے کے خلاف فیصلہ فرما دیتے ہیں تو بے چون و چرا اس پر عمل کرتا ہوں۔ دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بے کم و کاست اپنی صحیح رائے بیان کرے اور اطاعت کا تقاضا یہ ہے کہ جب صاحبِ امر اس کے خلاف فیصلہ کر دے تو پوری تسلیم و رضا کے ساتھ اس پر عمل کرے۔ یہی مذہب تھا جس پر آپ ہمیشہ عمل پیرا رہے۔

یہ بالکل برداشت نہیں تھا کہ کوئی احمدی سلسلہ سے کٹ کر الگ ہو جائے اس لئے ایسے لوگ جو کسی انتظامی سختی کی تلخی سے پیچھے ہٹ رہے ہوں یا کسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں آخر دم تک انہیں واپس لانے کی کوشش میں مصروف رہتے۔ کبھی احسان کر کے کبھی سمجھا بجھا کر کبھی شکایات کے جائز حصہ کو دور کر کے کبھی لمبے لمبے خطوط کے ذریعہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی توتیں بخشی تھیں وہ سب بروئے کار لے آتے کہ کسی طرح اس ڈوبتے ہوئے کو بچالوں۔ فرماتے تھے کہ حضرت صاحب کو اللہ تعالیٰ نے نگران کے مقام پر کھڑا کیا ہے اس لئے ان کو یہی زیبا ہے کہ باقی بھیڑوں کو بچانے کے لئے بیمار بھیڑوں کو الگ کر دیں اور نظامِ سلسلہ کی حفاظت کا کڑا انتظام کریں۔ باقی میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں کہ اس تلخ فیصلہ کی نوبت ہی نہ آئے۔

آپ صرف سلسلہ سے دور ہوتے ہوئے افراد کو ہی بچانے کی کوشش نہیں فرماتے تھے بلکہ اخلاقی یا تعلیمی لحاظ سے ضائع ہوتے ہوئے نوجوانوں کے لئے بھی آپ کا ماں کی طرح محبت کرنے والا دل سخت بے قرار ہو جایا کرتا تھا۔ یقیناً سلسلہ کے بہت سے ایسے افراد ہیں جو محض آپ کی بے لوث شفقت، بروقت راہنمائی اور دردمندانہ دعاؤں کے نتیجہ میں ہلاکت سے بچ گئے۔ اگر وہ احسان

فراموشی بھی کریں تو ان کی خوش حال زندگیاں ہمیشہ زبانِ حال سے آپ کو دعائیں دیتی رہیں گی۔

دعاؤں کی آپ کو کمی نہیں۔ نہ تھی نہ ہوگی۔ آپ کو تو اپنے عالمِ وجود میں آنے سے پہلے بھی ایک نبی کی نیم شبی دعائیں حاصل تھیں اور وجود کے بعد بھی اس دنیا کی زندگی میں ان دعاؤں کے ٹھنڈے سائے تلے آپ نے پرورش پائی اور اُس دنیا کی زندگی میں بھی وہ دعائیں ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہیں گی۔ دعاؤں کی آپ کو کمی نہیں کہ اصحاب کرام، بزرگانِ سلسلہ اور جملہ عاشقانِ مسیح موعود علیہ السلام کی پُرخلوص دعاؤں کے علاوہ ان یتیموں اور بیواؤں اور مسکینوں اور بے سہاروں کی دعائیں بھی آپ کو بہت میسّر رہی ہیں جن کے دُکھ درد آپ نے اپنے سینے سے لگا رکھے تھے۔

......خدا تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں آپ کو قربِ وفات کی خبر دے دی تھی۔ بہت سی ایسی واضح رؤیا تھیں جن کا آپ ذکر تو کرتے تھے مگر تفصیل نہیں بتاتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی بار یہ الہام ہو چکا تھا کہ

''آؤ بلبل چلیں کہ وقت آیا''

کئی لوگوں نے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ منذر رؤیا صدقہ و خیرات سے ٹل جاتے ہیں مگر آپ فرماتے کہ میں یہ جانتا ہوں مگر باوجود اس کے مجھے یقین ہے کہ میرا وقت آ چکا ہے۔

آپ کو اپنی وفات کے قرب کا روزِ روشن کی طرح یقین تھا مگر افسوس کہ کسی اور کو یقین نہ آیا۔ بچوں تک کو یقین نہ آیا کہ اس صادق القول باپ کی یہ بات بھی پوری ہو کر رہے گی۔ ۲۲ر ستمبر کو میں مری سے واپسی پر لاہور پہنچا۔ اسی روز آپ کی صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ ڈھاکہ کے لئے روانہ ہوئی تھیں۔ اُن سے بار بار کہا کہ ''امۃ المجید اب تم مجھ سے پھر نہیں ملوگی''۔ اور روتے ہوئے اُسے رخصت کیا۔ اس دن طبیعت اس خیال سے سخت اداس اور بے قرار رہی۔ پھر دوسرے روز برادرم مرزا انور احمد کے ساتھ آپ کی صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ نے ربوہ واپس جانا تھا میں بھی اسی کار میں ساتھ جا رہا تھا۔ جب وہ سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئیں تو فرمایا کہ اچھا تم چلی جاؤ اب یہ آخری ملاقات ہے۔ آپ بہت ہی محبت کرنے والے اور رقیق القلب تھے۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب جاری تھا۔ پھر باوجود سخت نقاہت کے لڑکھڑاتے ہوئے اٹھے اور باہر کار تک اپنی بچی کو چھوڑنے کے لئے آئے۔ آنکھیں اشک آلود تھیں اور ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہے تھے۔ مرزا انور احمد اس انتظار میں تھے کہ عمّوں صاحب اندر جائیں تو کار چلاؤں مگر مَیں جانتا تھا کہ جب تک کار نہیں چلے گی واپس نہیں پھریں گے چنانچہ میں نے کہا کہ عمّوں صاحب کمزور ہیں اور مشکل سے کھڑے ہیں اس

لئے اب اور انتظار نہ کرو۔ چنانچہ کار چل پڑی اور عموں صاحب روتے ہوئے واپس چلے گئے۔ جانے سے پہلے ہی مجھ سے وعدہ لے لیا تھا کہ پھر جلد آؤں گا۔ چنانچہ ۲۹ کو سیالکوٹ کے جلسہ پر جاتے ہوئے لاہور خدمت میں حاضر ہوا۔ اس روز تقریباً تمام دن اور اکثر رات اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ نیند سے گھبراتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب مَیں سوؤں تو دیکھتے رہنا۔

یہ دن اور یہ رات غالباً آپ کی بیماری کے سب سے زیادہ بے چین دن رات تھے۔ جماعت کا سخت فکر دامنگیر تھا۔ حضور ایدہ اللہ کی بیماری کی تشویش بیقرار کر رہی تھی۔ ضرورتمندوں کا فکر تھا۔ مظلوموں کا فکر تھا۔ اُن شکایات کرنے والوں کا فکر تھا جو کسی جماعتی عہدیدار سے شاکی ہو کر دادرسی کے لئے آپ کی خدمت میں التجا کرتے تھے چنانچہ آخری بیماری میں ربوہ اپنے ملازم بشیر سے کہہ رکھا تھا کہ میری بیماری کی وجہ سے لوگ مجھ سے پہلے کی طرح مل نہیں سکتے۔ اب یہ تمہارا فرض ہوگا کہ ہر ضرورتمند کی ضرورت کی اطلاع مجھے پہنچایا کرو۔ کوئی حاجتمند ہو تو اس کی بھی مجھے اطلاع دو۔ کوئی شکایت کرنے والا ہو تو اُس کی بھی مجھے اطلاع دو۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کو تلاش کرو اور جو رقعے لانے والے ہیں ان کے رقعے مجھ تک پہنچاؤ۔ پھر فرمایا کہ اب مَیں خدا کے سامنے بری الذّمہ ہو گیا ہوں اور اگر کوئی کوتاہی ہوئی تو تم جوابدہ ہو گے۔ آپ کی بے حد حساس طبیعت کے لئے نگران بورڈ کا بوجھ طاقت سے کہیں زیادہ تھا مگر یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس بوجھ کے نیچے پیسا جاؤں گا۔ آپ نے خدا کی خاطر اسے اٹھانے سے گریز نہیں کیا۔ مجھے تو اس میں ذرّہ بھر بھی شک نہیں کہ آپ کی شدید اعصابی بے چینی کی اصل ذمہ دار وہ بوجھل جماعتی ذمہ داریاں تھیں جو بہرحال آپ ہی کو اٹھانی تھیں۔ اس پر وفات کی قبل از وقت اطلاع اور فطری انکساری اور بڑھی ہوئی احتیاط کے نتیجہ میں یہ خوف کہ میں ان ذمہ داریوں کو کماحقہٗ ادا نہیں کر سکا اب اپنے خدا کو کیا جواب دوں گا یہ سب امور تھے جنہوں نے آپ کو ایک شدید کرب میں مبتلا کر رکھا تھا اور آپ **لَا لِی وَ لَا عَلَیَّ** کا منظر پیش کر رہے تھے۔

اسی قسم کی ایک سخت گھبراہٹ کے موقعہ پر میری ایک بہن نے سوال کیا کہ آپ تو خدا کے برگزیدہ بندے ہیں آپ موت سے کیوں ڈرتے ہیں تو آپ نے بڑے جلال سے فرمایا کہ مجھے موت کی کچھ بھی پرواہ نہیں پھر یہ کہتے ہوئے رو پڑے کہ دراصل مجھ میں اپنے خدا کو حساب دینے کی طاقت نہیں۔ پس یہی ایک تمنّا ہے کہ وہ بے حساب بخش دے۔ بعض دوسرے موقعوں پر بھی آپ نے اپنی اس شدید خواہش کا اظہار ملنے والوں سے کیا کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے بے حساب بخش دے۔ پس آؤ

ہم سب اس دعا میں لگ جائیں کہ اے میرے غفور الرحیم خدا تو اپنے اس مخلص بندے کو بے حساب بخش دے۔ تجھے عجز پیارا ہے اور یہ تو ایسے عاجز تھے کہ زندگی بھر تیرے حضور خاک میں ملے رہے! اے آقا تو اپنے پیارے مسیح کے اس پاک لختِ جگر کو بخش دے جسے اپنی تمام عمر کی نیکیوں کے باوجود تیرے حضور حساب دینے کی طاقت نہیں۔ رحم کی نظر فرما کہ تیرا یہ بندہ بے کسوں پر رحم کیا کرتا تھا۔ شفقت کی آنکھ سے دیکھ کہ اس کا دل ہر کس و ناکس کے لئے شفیق تھا۔ اے عیب پوشوں کے عیب پوش اس کی کمزوریوں کو اپنی ستّاری سے ڈھانک لے۔ رحمت اور بخشش کی نظر فرما کہ تیرے سوا اور کوئی بخشنے والا نہیں۔!'' [199]

صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے تاثرات

۵۔''حضرت ابّا جان کی زندگی کے بعض نمایاں شمائل''

''میری طبیعت پر ابا جان کی زندگی کا جو سب سے گہرا اثر ہے وہ آپ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عشق کی کیفیت ہے۔ آپ کا طریق تھا کہ گھر کی مجالس میں احادیث، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے حالات اکثر بیان فرماتے رہتے تھے۔ میرے اپنے تجربہ میں یہ ذکر سینکڑوں مرتبہ کیا ہوگا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر سے آپ کی آنکھیں آبدیدہ نہ ہوئی ہوں بڑی محبت اور سوز سے یہ باتیں بیان فرماتے تھے اور پھر ان کی روشنی میں کوئی نصیحت کرتے تھے۔ اسی عشق کے جذبہ میں آپ نے اپنی مشہور تصنیف ''خاتم النبیین'' کی تین جلدوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات قلم بند فرمائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق روایات اپنی دوسری مشہور تصنیف ''سیرۃ المہدی'' میں جمع کیں جو تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ ہر دو تصانیف آپ نے محنت اور تحقیق کے علاوہ بڑی محبت سے لکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے حد محبت کرتے تھے اور حضور کے خلافت پر فائز ہونے کے بعد اپنا جسمانی رشتہ اپنے نئے روحانی رشتہ کے ہمیشہ تابع رکھا۔ دینی معاملات کا تو خیر سوال ہی کیا تھا دنیاوی امور میں بھی یہی کوشش فرماتے تھے کہ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ حضور کی تکریم کے علاوہ کمال درجہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ پیش کرتے تھے۔ میں نے اس کی

جھلکیاں بہت قریب سے گھریلو ماحول میں دیکھی ہیں۔آپ کی اطاعت اورفرمانبرداری کا رنگ بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ نبض دل کے تابع ہو۔عمر بھراس تعلق کوکمال وفاداری سے نبھایا اوراس کیفیت میں کبھی کوئی رخنہ پیدانہ ہونے دیا۔مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ میرے ایک بھائی پرحضور ناراض ہوگئے اور اس ناراضگی کا ''الفضل'' میں اعلان بھی فرمایا۔ابا جان نے مشورہ کے لئے ہم سب کو اکٹھا کیا۔بچوں کے علاوہ جواحباب اس وقت موجود تھے۔ان میں ہمارے چچا جان (حضرت مرزا شریف احمد صاحب) اور غالباً مکرمی درد صاحب بھی شامل تھے۔میں نے پہلی مرتبہ روتے ہوئے ابا جان کو اس مجلس میں دیکھا۔بڑا کرب اورقلق تھا اورفرماتے تھے کہ مجھے اپنی اولاد کی دنیوی حالت کی نہ خبر ہے نہ فکر۔اور شائد میری طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ مجھے کبھی یہ بھی دلچسپی نہیں پیدا ہوئی کہ مظفر کی تنخواہ کیا ہے۔ اپنے ایک مکتوب میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں ''میری آمدنی اس وقت صرف تنخواہ تک محدود ہے جوخرچ کے مقابل بہت کم ہےاور دوسری طرف بچوں کے ساتھ میں نے کبھی کسی طرح کا اشتراک رکھا نہیں بلکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کس بچہ کی کتنی آمد ہےاور کتنی نہیں؟ لیکن بہرحال خدا کے فضل پر بھروسہ کرکے بیٹھے ہیں کہ وہ جلد کوئی رستہ کھول دے گا''[200]

لیکن باوجوداس تکلیف کے خود حضور کی خدمت میں کوئی درخواست پیش نہ کی اور شایداس جذبہ سے نہ کی کہ آپ کی طرف سے ایسی تحریرانتظامی اور جماعتی معاملات میں مداخلت تصور نہ ہو۔البتہ میرے متعلقہ بھائی کو بار باراور تاکیداً تلقین کرتے رہے کہ حضور سے معافی کی درخواست اوراستدعا کرتے رہواوراس معاملہ میں خود بھی دعا فرماتے رہےاوراپنے دوستوں اور بزرگوں کی خدمت میں بھی دعا کے لئے باقاعدہ لکھتے رہے۔

حضور کا سلوک بھی ابا جان سے بہت شفقت کا تھا اور ہمیشہ خاص خیال رکھتے تھے اور اہم معاملات میں مشورہ بھی لیتے تھے۔ضروری تحریرات خصوصاً جو گورنمنٹ کو جانی ہوتی تھیں۔ان کے مسودات ابا جان کو بھی دکھاتے تھے اوراس کے علاوہ اہم فیصلہ جات اور سکیم پرعملدرآمد کا کام اکثر ابا جان کے سپرد کرتے تھےاوراس بات پر مطمئن ہوتے تھے کہ یہ کام حسب منشاء اورخوش اسلوبی سے ہوجائے گا۔

حضرت اماں جان کا بھی ابا جان بہت احترام کرتے تھےاوران کے وجود سے جو برکات وابستہ تھیں۔ان سے کماحقہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔مجھے یاد ہے کہ قادیان میں آپ کا معمول

تھا کہ شام کا کھانا قریباً روزانہ حضرت اماں جان کے ساتھ کھاتے تھے۔ کھانا معاً مغرب کی نماز کے بعد کھایا جاتا تھا اور نماز سے فارغ ہو کر سیدھے اماں جان کے گھر جاتے تھے اور شام کا کھانا وہیں کھاتے تھے۔ برادرم مکرم مرزا ناصر احمد صاحب کے علاوہ جو ہمیشہ اماں جان کے ساتھ ہی رہے میں بھی شامل ہو جایا کرتا تھا اور بعض دفعہ اور عزیز بھی۔ کبھی کبھی ماموں جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب) بھی ہوتے تھے اور اس موقعہ پر ابا جان اور ماموں جان میں کسی نہ کسی دینی موضوع پر گفتگو شروع ہو جاتی۔ بعض مرتبہ حضرت اماں جان تنگ آ کر فرمایا کرتی تھیں۔ میاں اب بس کرو کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔

ایسے مواقع پر بعض مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بھی مغرب کی نماز کے بعد مسجد سے فارغ ہو کر راستہ میں گھر جاتے ہوئے ٹھہر جایا کرتے تھے۔ ایسے مواقع پر حضور بیٹھتے کم تھے بلکہ صحن یا کمرہ میں موسم کے مطابق جہاں کہیں کھانے کا انتظام ہو ٹہلتے رہتے تھے اور گفتگو فرماتے جاتے تھے۔

حضرت اماں جان کو بھی ابا جان سے بہت پیار تھا۔ میری نظروں کے سامنے اب بھی اماں جان ان سیڑھیوں کے اوپر جو ہمارے قادیان کے مکان کو حضرت صاحب اور حضرت اماں جان کے مکان سے ملاتی ہیں کھڑی دکھائی دیتی ہیں ہاتھ میں پلیٹ ہوتی جس میں کوئی کھانے کی چیز جو انہوں نے پکائی ہوتی تھی پکڑی ہوتی تھی اور ابا جان کو آواز دے کر بلاتی تھیں کہ میاں تمہارے لئے لائی ہوں، لے لو۔ ایسے وقت میں کبھی صرف ''میاں'' کہہ کر پکارتی تھیں۔ کبھی ''میاں بشیر'' اور کبھی صرف ''بشریٰ''۔ اسی محبت کے نام کی یاد میں ابا جان نے ربوہ کے مکان کا نام ''البشریٰ'' رکھا اور اسے گھر کے دونوں طرف نمایاں کر کے کندہ کروایا۔

اپنی آخری بیماری کے ایام میں ابا جان والدہ کو جاتے ہوئے کہہ گئے تھے کہ میری وفات کے بعد میری الماری میں ایک چھوٹا سا اٹیچی کیس ہے۔ وہ مظفر کو کہنا خود کھولے چنانچہ جب میں نے اسے کھولا تو اس میں بعض اور ذاتی کاغذات کے علاوہ کچھ حضرت مسیح موعود کے دستی لکھے ہوئے خطوط اور چند لفافوں میں کچھ روپے پڑے تھے اور ہر ایک کے ساتھ مختصر سا نوٹ تھا کہ یہ رقم حضرت اماں جان نے بطور عیدی کے ابا جان کو دی تھی اور آپ نے تبرکاً اسے محفوظ رکھا ہوا تھا۔ عیدی کی بعض رقوم قادیان کی دی ہوئی تھیں اور ہندوستانی نوٹ میں تھیں۔ اس لئے ان کے لئے آپ نے اسٹیٹ بینک سے اجازت لے رکھی تھی اور وہ اجازت نامہ نوٹوں کے ساتھ غیر معمولی اہتمام کے ساتھ نتھی کر کے رکھا ہوا تھا۔

حضرت اماں جان کے ابا جان کے ساتھ اس تعلق کا حضرت صاحب کو بھی احساس تھا۔ جب قادیان سے یہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ مقامی حکام کے ارادے اچھے نہیں اور وہ کسی نہ کسی بہانے ابا جان کو قید کرنا چاہتے ہیں تو حضرت صاحب نے اس وجہ سے اور پھر جماعتی کاموں کی خاطر ابا جان کو حکم دیا کہ پاکستان چلے آئیں۔ ابا جان بڑے مخدوش حالات میں قادیان سے روانہ ہوکر لاہور پہنچے۔ حضرت صاحب نے ابا جان کے لاہور بخیریت پہنچنے پر سجدۂ شکر کیا اور پھر ننگے پاؤں شوق سے ابا جان کا ہاتھ پکڑ کر حضرت اماں جان کے پاس لے آئے اور فرمایا ''لیں اماں جان! آپ کا بیٹا آ گیا ہے''۔

صحابہ حضرت مسیح موعود سے بھی ابا جان کو بہت گہرا لگاؤ تھا اور ان کی بہت عزت اور احترام کرتے تھے۔ ان میں ہر طبقہ کے لوگ تھے اور ہر ایک کے ساتھ یکساں محبت اور مروّت سے پیش آتے تھے اور ان کا بہت خیال رکھتے تھے اور بعض کو دعاؤں کے لئے باقاعدہ لکھتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ پاکیزہ گروہ اب آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا ہے اور اب تو خال خال رہ گئے ہیں۔ ان سے ملتے رہنا چاہئیے اور ان کی برکات سے فائدہ اٹھانا چاہئیے اور نوجوانوں کو چاہئیے کہ کوشش کریں کہ وہ اپنے اندر انہیں اصحاب کے خلوص، فدائیت اور تعلق باللہ کا رنگ پیدا کریں۔

ایک اور چیز جو ابا جان میں نمایاں نظر آتی تھی وہ اسلام اور احمدیت کا مستقبل تھا۔ اکثر احادیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور الہامات کی روشنی میں اس کا گھر کی مجالس میں اور دوسرے دوستوں میں ذکر فرماتے تھے اور اس یقین سے بیان فرماتے تھے کہ یہ احساس پیدا ہوتا تھا کہ گویا کسی واقع شدہ بات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جماعت میں بہت سے اندرونی اور بیرونی فتنے اٹھے لیکن جہاں آپ ان سے چوکس ضرور ہوتے وہاں ان کی مکمل ناکامی اور اس کے بالمقابل جماعت کی ترقی کے یقین سے پُر ہوتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ ایسے ہی کسی موقع پر مکرمی درد صاحب مرحوم نے مجھ سے بات کی۔ فرمانے لگے کہ ان معاملات میں جماعت کے بعض چیدہ چیدہ لوگ بھی گھبرا اٹھتے ہیں لیکن میاں صاحب کا یہ حال ہے کہ جیسے کوئی مضبوط چٹان کھڑی ہو اور اس پر پانی کی لہریں اٹھ کر پڑتی ہوں۔ لیکن وہ وہیں کی وہیں بغیر کسی تزلزل کے قائم و دائم کھڑی ہو۔ جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا کہ آپ کی طبیعت میں شفقت بہت تھی۔ لیکن باوجود ایسی نرم اور شفیق طبیعت رکھنے کے جہاں دین کا معاملہ آ جائے وہاں دوستوں سے بھی سختی دکھانے میں اجتناب نہ کرتے۔ اپنے عمر بھر کے ایک دوست سے جن سے ہمیشہ بڑی شفقت سے پیش آتے ان سے ایک مرتبہ حضور کسی جماعتی معاملہ میں ناراض

ہوئے۔اس دوست نے ابا جان کو ایک ذریعہ سے پیغام بھجوایا کہ میں ملنے آنا چاہتا ہوں۔آپ نے فرمایا حضرت صاحب اس سے ناراض ہیں آپ کہہ دیں کہ پہلے حضرت صاحب سے معافی لے، میں پھر ملوں گا یوں نہیں مل سکتا۔

ابا جان کی زندگی کا ایک اور نمایاں پہلو بنی نوع انسان کی ہمدردی تھا۔میں نے آپ جیسا شفیق انسان اور کوئی نہیں دیکھا۔ ہر آن اسی کوشش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی رنگ میں لوگوں کے کام آ سکیں آپ کا دروازہ ہر دردمند کے لئے کھلا رہتا تھا۔لوگوں کی تکالیف اوران کی پریشانیوں کے بیان کو بڑے تحمل سے سنتے تھے اوراپنی طاقت اور موقع کے مطابق امداد فرماتے تھے کسی کو اس کے بچوں کی تعلیم کے لئے مشورہ دے رہے ہیں۔کسی کو ملازمت کے لئے، کسی کو علاج معالجہ کے لئے، کسی کو مقدمات کی پریشانی کے بارے میں، کسی کو کاروبار اور تجارت میں، کسی کو رشتہ کے بارے میں، ہر ضرورت مند آپ کے پاس آتا تھا اور آپ بڑے اطمینان سے اس کی بات سنتے تھے اوراسے صحیح مشورہ دیتے اوراس کی حتی المقدور امداد فرماتے تھے۔غرباء کی طرف بالخصوص توجہ دیتے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ایسے مواقع کوشش سے ڈھونڈتے تھے کہ میں کسی طور سے لوگوں کے بوجھ ہلکے کرسکوں اور ان کی پریشانیوں میں ایک گھر کا فرد ہوکر شامل ہوسکوں۔ہم بچوں کو ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ انسان کو نافع الناس وجود بننا چاہئیے۔ایسی زندگی جوصرف اپنی ذات کے لئے ہووہ کوئی زندگی نہیں۔

اپنی اس خصوصیت سے اپنے اوپر ہر تکلیف بخوشی قبول فرماتے تھے۔تعزیت کے لئے جو احباب تشریف لائے ان میں سرگودھا کے ایک غیر از جماعت دوست بھی تھے وہ جس صاحب کے ساتھ آئے تھے انہوں نے بیان کیا کہ جب سے انہوں نے حضرت میاں صاحب کے وصال کی خبر سنی ہے۔انہیں اس کا شدید صدمہ ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔یہ دوست کہنے لگے کہ میں ایک مقدمہ میں ماخوذ تھا اور بغیر کسی تعارف یا واقفیت کے ربوہ حضرت میاں صاحب کے مکان پر چلا آیا اور اطلاع بھجوائی کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔خادم جواب لایا کہ میاں صاحب فرماتے ہیں میری طبیعت اچھی نہیں۔پھر کسی وقت تشریف لائیں تو بہتر ہوگا۔وہ کہنے لگے میں اپنی تکلیف میں تھا اس لئے میں نے اصرار کیا کہ میں نے ضرور ملنا ہے۔اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ میاں صاحب مکان سے باہر بڑی تکلیف اور مشکل سے دیوار کے ساتھ قریباً دونوں ہاتھوں سے سہارا لئے آہستہ آہستہ چلے آرہے ہیں۔وہ دوست کہنے لگے میں بہت پشیمان ہوا کیونکہ مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ کو اس قدر

تکلیف ہے آ کر برآمدہ میں بیٹھ گئے اور میرے حالات بڑی توجہ سے سنے اور فرمایا میں آپ کے لئے ضرور دعا کروں گا اپنی ایسی بیماری کی حالت میں ایک غیر معروف شخص کی خاطر اس طرح باہر چلے آنا آپ کی ہمدردی بنی نوع انسان کے خاصہ کی ایک مثال ہے۔ میں نے بیسیوں مرتبہ یہی کیفیت دیکھی ہے۔ اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے تا لوگوں کو سکھ نصیب ہو۔ اور ان کے ہر قسم کے معاملات میں گہری دلچسپی لے کر ان سے پوری ہمدردی فرماتے تھے مشورہ بھی دیتے تھے اور جہاں ہو سکے امداد بھی فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ صرف ملاقات تک محدود نہ تھا بلکہ اس سلسلہ میں بے شمار خطوط آتے تھے اور آپ ہر ایک کو بغیر توقف جواب دیتے تھے۔ چنانچہ اس آخری بیماری میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور تعزیت کے خطوط میں ایک صاحب نے لکھا کہ میاں صاحب کا خط ان کی وفات کی خبر کے بعد انہیں ملا۔

دوستوں سے ہمدردی کرتے وقت بڑی شفقت اور نرمی سے اپنا ہاتھ دوسرے کے کندھے پر مخصوص انداز میں رکھتے تھے اور دلاسا دیتے تھے۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں۔ جنہیں اس کا تجربہ ہوا ہو۔

آپ کی بے پایاں شفقت جہاں دوسروں کے لئے تھی۔ وہاں اپنے دوستوں کے لئے اور زیادہ ہوتی تھی اور اس نیک سلوک اور مروّت کا سلسلہ اپنے دوستوں کی اولادوں تک کے لئے قائم رکھتے تھے۔ ایک دوست نے مجھ سے بیان کیا کہ اپنی والدہ محترمہ (اہلیہ حکیم قطب الدین صاحب) کا جنازہ وہ ربوہ لے کر گئے۔ رات کے ساڑھے تین بجے کے قریب پہنچے۔ حضرت میاں صاحب کو اطلاع ملی۔ اسی طرح رات کو تشریف لے آئے اور تجہیز و تکفین تک میں شامل رہے اور ہر طرح ان کے غم میں شریک رہے اور ہمدردی فرماتے رہے۔ اسی طرح صوفی عبدالرحیم صاحب لدھیانوی نے بیان کیا کہ ان کی والدہ (میر عنایت علی شاہ صاحب کی اہلیہ) کا تابوت جب وہ تدفین کے لئے لائے تو ابا جان نے کمال ہمدردی سے ان کے غم میں شرکت کی اور فرمانے لگے کہ میر صاحب کو تو ہم اپنے گھر کا فرد سمجھتے ہیں۔

اسی طرح اپنے بچوں کے دوستوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک رکھتے تھے اور ان کا خاص خیال کرتے تھے پچھلے ایام میں جب ہمارے دوست کرامت اللہ صاحب کراچی میں شدید بیمار ہوئے اور اپریشن کے لئے انگلستان گئے تو ابا جان ان کے لئے بہت دعا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی تاکید سے دعا کے لئے کہتے تھے۔ خود کرامت اللہ صاحب کو خط میں لکھا کہ ''میں تو آج کل آپ کے لئے مجسم دعا بن گیا ہوں'' پھر دوبارہ جب کرامت صاحب علاج کی غرض سے انگلستان تشریف لے گئے تو پھر ان کی بیماری کا شدید احساس تھا اور جہاں خود بھی دعا کرتے تھے وہاں دوستوں کو بھی تحریک کرتے

تھےاور بالکل ایسے رنگ میں اور اضطراب سے کرتے تھے کہ جیسے کوئی اپنا بچہ بیمار ہو۔

ہم بہن بھائیوں سے بھی بہت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔اولاد کا احترام کرتے تھےاور جب کبھی ہم باہر سے جلسہ وغیرہ اور دوسرے مواقع پر گھر جاتے تھےتو ہر ایک کے لئے بہت اہتمام فرماتے تھے خود تسلی کرتے تھے کہ سونے والے کمرہ میں بستر وغیرہ ہر چیز موجود ہے۔غسل خانے میں پانی، صابن،تولیہ موجود ہے۔یوں احساس ہوتا تھا کہ جیسے کسی برات کا اہتمام ہو رہا ہےاور ہمیں شرم آتی تھی لیکن خود ذوقاً یہ اہتمام فرماتے تھے۔ہم واپس جاتے تو کمرے میں آ کر دیکھتے کہ کوئی چیز بھول کر چھوڑ تو نہیں گئے۔اگر کچھ ہوتا تو اسے حفاظت سے رکھوا دیتے اور ہمیں اطلاع ضرور دیتے کہ فلاں چیز تم یہاں چھوڑ گئے ہو میں نے رکھوالی ہے پھر آؤ تو یاد سے لے لینا۔

مجھے فرمایا کرتے تھے کہ بچوں کی تربیت کے معاملہ میں میرا وہی طریق ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔میں انہیں نصیحت کرتا رہتا ہوں۔لیکن دراصل سہارا خدا کی ذات ہےجس کے آگے جھک کر میں دعا گو رہتا ہوں کہ وہ تم لوگوں کو اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرماوے اور دین کا خادم بناوے۔

ہمیں جب بھی نصیحت فرماتے تو اس میں اس بات کو ملحوظ رکھتے کہ سُبکی کا پہلو نہ ہو۔فرمایا کرتے تھے کہ اگر نصیحت ایسے رنگ میں کی جاوے کہ دوسرے کی خفت ہو تو وہ ٹھیک اثر پیدا نہیں کرتی بلکہ بعض دفعہ الٹا نتیجہ پیدا کرتی ہے۔مجھے یاد ہے کہ بچپن میں جب بھی میری کوئی حرکت پسند نہ آئی تو اس کے متعلق تفصیل سے خط لکھتے تھے اور بڑے مؤثر اور مدلّل طور پر نصیحت فرماتے تھے۔کسی خادمہ یا چھوٹے بچے کے ہاتھ خط اس ہدایت سے بھیجتے کہ پڑھ کر اسے واپس کر دو۔اس طریق میں ایک پہلو تو یہی ہوتا تھا کہ دوسروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ یا نصیحت کا اچھا اثر نہ پڑے گا اور دوسرے بعض مواقع پر شاید حجاب بھی مانع ہوتا ہو۔

ہم بہن بھائیوں کو دین کے کسی معاملہ میں دلچسپی لینے اور کام سے بہت خوش ہوتے تھےاور اپنی خوشی کا اظہار بھی فرماتے تھےاور یہی خواہش رکھتے تھے کہ دنیوی زندگی کا حصہ ایک ثانوی حیثیت سے زیادہ اہمیت حاصل نہ کرے۔

والدہ کی گذشتہ سات سالہ لمبی بیماری کے دوران میں جس میں بعض ایام میں بیماری کی شدت اور تکلیف بہت بڑھ جاتی تھی۔آپ نے جس خوشی اور صبر وتحمل سے ان کی تیمارداری کی وہ آپ ہی کا

حصہ تھا۔ باوجود اس کے کہ خود بیمار رہتے تھے لیکن پھر بھی دن اور رات میں متعدد مرتبہ والدہ کے کمرہ میں تشریف لاتے طبیعت پوچھتے اور بیٹھے دعائیں کرتے رہتے۔ میری آنکھوں کے سامنے سب نظارے اب بھی تازہ ہیں۔ بعض مرتبہ خود اتنی تکلیف میں ہوتے تھے کہ مشکل سے چل سکتے تھے لیکن اس حالت میں بھی کراہتے، سوٹی یا دیوار کا سہارا لیتے ہوئے آتے اور کافی دیر پاس بیٹھ کر تسلی دیتے اور دعائیں کرتے رہتے۔

سچ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم بھائی بہن بھی والدہ کی خدمت کرتے رہے (اور اللہ تعالیٰ مزید کی بھی توفیق دے) اور گو ہم جوان تھے۔ لیکن یہ ساری حضرت ابا جان کی خدمت کا پاسنگ بھی نہ تھی اور میں تو کئی مرتبہ اس Contrast کا احساس کرتے ہوئے شرمندہ ہوجاتا تھا۔

میرے خیال میں آپ کی اپنی بیماری میں زیادہ حصہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی علالت اور والدہ کی بیماری کے گہرے اثر کا تھا۔ حضور کی بیماری سے بالخصوص بہت فکرمند رہتے اور اس کے جماعتی لحاظ سے بداثرات سے چوکس رہتے۔ خود بھی بہت دعائیں کرتے تھے اور اخبارات اور اپنی مجلس میں دوستوں کو بھی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ اپنی آخری بیماری میں بھی جب ایک روز خبر آئی کہ حضور کی ران پر زخم کے آثار ہیں تو اس پر بہت پریشان تھے اور آبدیدہ ہو کر مجھے فرمایا۔ یہ بڑے فکر کی بات ہے۔

طبیعت کے لحاظ سے آپ بہت حساس تھے اور لوگوں کے جذبات کا خاص خیال رکھتے تھے اور خود بھی اس معاملہ میں کسی کی لغزش کو محسوس فرماتے تھے۔

طبیعت میں نفاست تھی اور باریک بینی، ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقہ سے رکھتے تھے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی سے گھبراتے تھے۔ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ نظارہ آتا ہے کہ جب اپنی بیماری کی شدت کے آخری ایام میں اغلباً ۳۱ راگست کی بات ہے۔ میں پاس بیٹھا تھا۔ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھراتا ہوا آپ کا ہاتھ اٹھا اور اسے سرہانے میز کی طرف بڑھایا۔ میں نے محسوس کیا کہ گھڑی جو میز پر پڑی تھی وہ کچھ ترچھی پڑی تھی اسے سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے جلدی سے اسے سیدھا کر کے رکھ دیا۔ اُس کے کچھ وقفہ کے بعد پھر کانپتا ہوا ہاتھ میز کی طرف بڑھایا اور دو قلم جو ترچھے پڑے تھے انہیں بڑی احتیاط سے سیدھا کر کے رکھا اور پھر غنودگی کی سی کیفیت میں آنکھیں بند کر لیں۔...... اس میلان طبیعت کے لحاظ سے ہر چیز کو تحریر میں لے آتے تھے اور چھوٹے سے چھوٹے معاملہ کی ایک علیحدہ فائل

کھول کر اس میں تمام متعلقہ کاغذات اہتمام سے رکھتے تھے۔ خط لکھتے وقت یا یادداشتی نوٹ نمبروار لکھتے اور انہیں سرخ سیاہی سے نمایاں کر لیا کرتے تھے۔ ایک سے زائد کاغذ کو پن کے ساتھ نتھی کرتے۔ غرضیکہ نفاست اور باریک بینی کے اس میلان کا مظاہرہ ہر جگہ ہوتا تھا۔

انتظامی قابلیت خدا نے بہت دے رکھی تھی اور ہر انتظامی معاملہ میں بڑی تفصیل میں جاتے تھے اور اس کے کسی پہلو کو نظر انداز نہ ہونے دیتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ موٹی موٹی باتیں تو ذہن میں آ ہی جاتی ہیں لیکن انتظامی ناکامی چھوٹی باتوں کی طرف سے غفلت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔

طبیعت کے اس محتاط پہلو کا نتیجہ تھا کہ جہاں تحریر کو بڑی احتیاط سے دیکھتے اور درستی فرماتے وہاں زبانی ارشاد کو دوسرے سے دہروالیا کرتے تھے تا غلط فہمی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

معاملہ کے بہت صاف تھے ہر چیز کا باقاعدہ حساب رکھتے اور اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ خود کرتے اور نہ دوسرے کی طرف سے پسند فرماتے۔ قرض سے بہت بچتے تھے۔ خود تنگی برداشت کر لیتے لیکن قرض سے حتی الوسع گریز کرتے اور اگر کبھی ناگزیر ہو جائے تو اس کی ادائیگی میں کمال باقاعدگی سے کام لیتے۔ طبیعت کا یہ خاصہ صرف مالی لین دین تک محدود نہ تھا بلکہ ہر شعبہ میں نمایاں ہوتا۔ سیدھی بات کو پسند فرماتے اور پیچدار بات سے بیزاری کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

لباس بہت سادہ پہنتے تھے اور تنگ لباس کو برداشت نہ کرتے تھے۔ سفید قمیص اور شلوار، کھلا لمبا کوٹ اور پگڑی پہنتے تھے۔ کبھی کبھی خصوصاً غیر رسمی مواقع پر ٹوپی بھی پہن لیتے تھے۔ شروع میں دیسی جوتی پہنا کرتے تھے لیکن بعد میں گرگابی طرز کا کھلا بغیر تسموں والا بوٹ۔ یہی سادگی رہائش میں پسند فرماتے تھے۔ اور نمائش کی چیزوں سے گھبراتے تھے۔ رہائش میں مشقت پسند فرماتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب شروع شروع Air Condition کا رواج بڑھا اور میں نے ایک خریدا تو میری طبیعت پر یہ بات گراں گزری کہ میں اپنے لئے کوئی ایسا آرام ڈھونڈوں جو ابا جان کے استعمال میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اس کیفیت کے مدنظر اور ربوہ کی شدید گرمی کا احساس کرتے ہوئے ایک Air Condition تحفۃً بھیجا اور آدمی بھیج کر اسے آپ کے کمرے میں لگوا دیا۔ اسے استعمال فرماتے رہے لیکن ایک مرتبہ خراب ہو گیا تو خفگی سے فرمایا کہ مظفر نے خواہ نخواہ مجھے اس کی عادت ڈال دی ہے اور اس کے بند یا خراب ہونے سے اب مجھے تکلیف ہوتی ہے ورنہ میں اپنے لئے کسی ایسی سہولت کو مرغوب نہیں پاتا۔

طبیعت میں بلند پایہ مزاح بھی تھا اور بعض مرتبہ نصیحت کرتے وقت اس جوہر سے کام لیتے تھے۔ اپنے ایک پرانے رفیق (مکرمی درد صاحب) کا ایک بچہ باہر سے ربوہ آیا اور بغیر ملاقات واپس چلا گیا تو اسے لکھا کہ میں نے سُنا ہے تم آئے تھے لیکن اغلباً تم نے اپنے بزرگوں سے تعلقات کو کافی سمجھا اور ملاقات کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا۔

علمی تحقیق کا ذوق رکھتے تھے اور نوجوانی کے زمانہ سے اسلام اور احمدیت کی خدمت میں اپنا قلم اٹھایا اور ۲۴ کے قریب قیمتی کتب اور رسائل کا روحانی خزانہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ اس کے علاوہ الفضل میں باقاعدگی سے ہر موقع پر مضامین لکھتے رہے۔ طرز تحریر بہت دلکش اور سادہ تھا اور مشکل سے مشکل مضمون کو سادگی سے نبھانے والی اور بڑی صاف تحریر تھی جو اپنے خلوص کی وجہ سے دل میں اترتی جاتی تھی۔ اپنی کتب میں ’’سیرۃ خاتم النبیین‘‘ اور ’’سیرۃ المہدی‘‘ کے علاوہ ’’تبلیغ ہدایت‘‘ کو بھی اس خیال سے پسند فرماتے تھے کہ یہ میری جوانی کے زمانہ کی یادگار ہے۔ جب آپ نے یہ مفید کتاب لکھی تو آپ کی عمر اس وقت ۲۹ سال تھی۔

مرکز احمدیت سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ شروع میں قادیان اور پھر اب ربوہ سے بھی یہ وابستگی قائم رہی۔ مرکز سے باہر جانا آپ کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا تھا اور سوائے خلیفہ وقت کے حکم یا اشد طبی ضرورت کے باہر نہ جاتے تھے۔ قادیان سے عشق قائم رہا اور درویشان کی خدمت بڑے ذوق اور شوق سے کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور تحریرات کی روشنی میں اس پختہ یقین پر قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اپنے وقت پر مرکز احمدیت جماعت کو واپس دلائے گی اور کوئی دنیاوی تدبیر اس میں حائل نہ ہو سکے گی۔ فرمایا کرتے تھے کہ الہامات اور حضرت اقدسؑ کی تحریرات میں وقت کا تعیّن نہیں بلکہ یہ اشارہ ہے کہ یہ واقعہ اچانک اور ایسے رنگ میں ہوگا کہ بظاہر ناممکن نظر آئے گا اور اس کی درمیانی کڑیاں نظر سے اوجھل رہیں گی۔

مرکز سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ اپنی آخری بیماری کے ایام میں جب گھوڑا گلی طبی مشورہ کے تحت تشریف لے گئے تو ایک منذر خواب کی بناء پر فرمایا کہ پروگرام سے پہلے واپس چلیں اور مجھے کہنے لگے کہ پرندہ اپنے گھونسلے میں ہی خوش رہتا ہے میں تو ربوہ جانا پسند کروں گا لیکن چونکہ وہاں بجلی کا انتظام ناقص ہے اور شاید طبی لحاظ سے بھی لاہور سے گزرنا مناسب ہو اس لئے لاہور جانا پڑتا ہے ایسی کیفیت کے تحت میرے چھوٹے بھائی مرزا منیر احمد کو تاکیداً فرمایا کہ دیکھو میرا جنازہ ربوہ بغیر کسی توقف کے

لے جانا۔ چنانچہ اسی خواہش کے مدنظر ہم رات کو ہی لاہور سے چل پڑے اور رات کے ساڑھے تین بجے ربوہ پہنچے۔

مضمون میرے اندازہ سے کچھ لمبا ہو گیا ہے لیکن میں ایک دو امور کا ذکر کر کے اسے ختم کرتا ہوں۔ ذاتی دعاؤں میں ابا جان دو باتوں کے لئے بہت دعا فرمایا کرتے تھے۔ اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے راستہ پر چلنے کی توفیق بخشے اور دوئم انجام بخیر ہو۔ اس آخری امر کے لئے بڑی تڑپ رکھتے تھے اور ہمیشہ اس پر زور دیا کرتے تھے۔ مجھے کئی بار فرمایا کہ ایک انسان ساری عمر نیکی کے کام کرتا ہے لیکن آخر میں کوئی ایسی بات کر بیٹھتا ہے جو خدا کی ناراضگی کا مورد ہو جاتی ہے اور جہنم کے گڑھے کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ ایک دوسرا انسان ساری عمر بداعمالی میں گزارتا ہے لیکن آخر میں ایسا کام کر جاتا ہے جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو جاتا ہے سو اصل چیز انجام بخیر ہے اور اس کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئیے۔ خود اپنے لئے اس کی ہمیشہ سے بہت دعا فرمایا کرتے تھے اور کسی سے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ بڑے اضطرار سے یہ دعا کی اور خدا سے درخواست کی کہ اس بارہ میں مجھے کوئی تسلی دے دے۔ اس دعا پر جو اغلباً قرآن شریف کی تلاوت کے دوران میں کر رہے تھے یکدم قرآن شریف کے سامنے دونوں ورق سفید ہو گئے اور دائیں ورق پر موٹے الفاظ میں صرف یہ دو لفظ لکھے نظر آئے۔ بغیر حساب۔

غرضیکہ تعلق باللہ، عشق رسولؐ، مسیح زمان سے گہری روحانی وابستگی، خلیفہ وقت کی بے مثال اطاعت اور فرمانبرداری، خلق خدا سے بے پایاں شفقت، غرباء سے ہمدردی، مرکز سے گہرا لگاؤ اور اسلام اور احمدیت کے مستقبل پر کامل یقین آپ کی زندگی کے خصوصی پہلو تھے۔ اپنی ساری عمر اپنی تمام تر طاقت اس کوشش میں صرف کی کہ خدا کا نام بلند ہو اور اس کی مخلوق کی بھلائی ہو۔ عین جوانی میں وقفِ دین کا عہد باندھا اور آخری سانس تک اسے بڑے ذوق اور شوق سے نبھایا۔ احمدیت کی یہ مایۂ ناز شخصیتیں زمانہ کے لحاظ سے ہمارے بہت قریب کھڑی ہیں اور ہم ان کی قدر و منزلت اور مقام کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔ لیکن اسلام اور احمدیت کا آنے والا مؤرخ ان کے خط و خال کو اجاگر کرے گا اور تاریخ کے اس دَور سے نہیں گزر سکے گا جب تک وہ مسیح محمدی کے ان پروانوں کو خراجِ تحسین نہ ادا کرے۔ یہ خوش قسمت لوگ مسیح محمدی کی فوج کے صفِ اوّل کے سپاہی ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد ایک اور صرف ایک تھا کہ اسلام دوبارہ زندہ ہو اور دنیا کو ایک زندہ خدا اور ایک زندہ نبی (محمد صلی اللہ

علیہ وسلم) کی پہچان ہو۔ ان بزرگوں نے اپنی تمام طاقتیں اور کوششیں اس مقصد کے حصول کے لئے بے دریغ خرچ کر دیں اور خدمتِ دین کا حق ادا کیا۔ اسلام اور احمدیت کے پودے کی اپنے خون اور قربانی سے آبیاری کی اور دنیا کی کوئی کشش اس کے راستہ میں حائل نہ ہونے دی۔ دین سے باہر کسی چیز میں کبھی دلچسپی لی تو فروعی اور وقتی طور پر اور زندگی اور ہر توجہ کا مرکزی نقطہ ہمیشہ خدمتِ دین رہا۔ اپنی تمام زندگی کا یہی Moto رہا کہ دین دنیا پر بہرحال مقدم رہے اور اپنے پر ہر موت اس لئے وارد کی تا اسلام زندہ ہو‘‘۔ 201

تالیفات

کلمۃ الفصل (۱۹۱۵ء)، الحجة البالغة (جولائی ۱۹۱۷ء)، اہل بمبئی کے نام حق کا پیغام (۱۹۱۷ء)، تصدیق المسیح والمہدی (دسمبر ۱۹۱۷ء)، حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق چند اصولی باتیں (مئی ۱۹۱۸ء)، سیرت خاتم النبیینؐ حصہ اوّل (۱۹۲۰ء)۔ (ڈاکٹر انور محمود خالد اپنی کتاب ’’اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ میں لکھتے ہیں ’’سیرت خاتم النبیینؐ‘‘ احمدی اہل قلم کی کتب سیرت میں سب سے اہم کتاب ہے کیونکہ ایک تو یہ ان کے قادیانی نقطہ نگاہ کی ترجمانی کرتی ہے اور دوسرے اس میں مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دئے گئے ہیں۔ یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد (طبع دوم) ۱۹۲۵ء میں دوسری جلد ۱۹۳۱ء میں اور تیسری جلد ۱۹۴۹ء میں شائع ہوئی۔ جلد اوّل میں ابتداء سے ہجرت تک کے واقعات ہیں۔ دوسری جلد ہجرت سے ۵ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے اور تیسری جلد غزوہ بنی قریظہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلیغی خطوط ارسال کرنے تک کے احوال کا احاطہ کرتی ہے۔ مرزا بشیر احمد صاحب (ایم اے) کا طرز تحریر بڑا اسلجھا ہوا ہے اور وہ اپنی بات منطقی انداز میں سمجھانے پر قادر ہیں۔ ’’سیرت خاتم النبیینؐ‘‘ میں اُن کی ادبی سلیقہ مندی اور علمی توازن کا بھرپور مظاہرہ ہوا ہے۔ مصنّف کے مخصوص قادیانی خیالات سے قطع نظر، یہ کتاب سیرت کی اچھی کتابوں میں شمار کی جاسکتی ہے‘‘) 202 تبلیغ ہدایت (دسمبر ۱۹۲۲ء) اردو۔ سندھی، سیرت المہدی حصہ اوّل (دسمبر ۱۹۲۳ء)، ہمارا خدا (۱۹۲۷ء)، سیرت المہدی حصہ دوم (دسمبر ۱۹۲۷ء)، سیرت خاتم النبیین حصہ دوم (۱۹۳۱ء)، کشمیر کے حالات (۱۹۳۱ء)، امتحان پاس کرنے کے گُر (۱۹۳۴ء)، گلدستہ عرفان (اسی مجموعہ کو شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے دسمبر ۱۹۶۳ء میں محمد احمد اکیڈیمی لاہور کی طرف سے ’’کلام بشیر‘‘ کے نام سے شائع کیا تھا جس میں صرف ایک نظم کا اضافہ تھا)۔ منظوم کلام (اکتوبر ۱۹۳۴ء)،

Islam and Slavery (۱۹۳۵ء) سیرت خاتم النبیینؐ حصہ دوم سے ماخوذ، ایک اور تازہ نشان (فروری ۱۹۳۷ء) اردو، انگریزی، ہدایت نامہ تعلیم و تربیت (۱۹۳۸ء)، سیرت المہدی حصہ سوم (اپریل ۱۹۳۹ء)، سلسلہ احمدیہ (دسمبر ۱۹۳۹ء)، مسئلہ جنازہ کی حقیقت (۱۹۴۱ء)، مجلس انصاراللہ کا قیام۔ ذمہ داری (اپریل ۱۹۴۵ء)، اسلام اور غلاموں کی آزادی۔ Islam na uhuru wa watumwa سواحیلی (سیرت خاتم النبیینؐ حصہ دوم سے ماخوذ) (۱۹۴۶ء)، روحانیت کے دوز بردست ستون (جون ۱۹۴۶ء) اردو۔ انگریزی، پنجاب کی امکانی تقسیم (۱۹۴۷ء)، خالصہ ہوشیار باش (مئی ۱۹۴۷ء)، مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان اوراس کے مقابل پر تقسیم پنجاب کا سوال (مئی ۱۹۴۷ء)۔

قیام پاکستان کے بعد

مظالم قادیان کا خونی روزنامچہ (۱۹۴۷ء) اردو۔انگریزی، دعوت الایمان ’’ہماری تعلیم‘‘ (نومبر ۱۹۴۸ء) اردو۔ انگریزی۔عربی۔سندھی، استحکام پاکستان (اکتوبر ۱۹۴۸ء)، سیرت خاتم النبیینؐ جلد سوم جُزاوّل (۱۹۴۹ء)، خیرخواہان پاکستان کے نام دردمندانہ اپیل (فروری ۱۹۵۰ء)، چالیس جواہر پارے (نومبر ۱۹۵۰ء) اردو۔انگریزی، اشتراکیت اوراسلام (۱۹۵۱ء) اردو۔انگریزی۔انڈونیشین، اچھی مائیں (جنوری ۱۹۵۳ء)، ختم نبوت کی حقیقت (۳۰ راپریل ۱۹۵۳ء) اردو۔انگریزی، چندوں کے متعلق جماعت کی اہم ذمہ داری (مئی ۱۹۵۵ء)، Two Pillars Of Spirituality. (۱۹۵۶ء)، جماعتی تربیت اوراس کے اصول (۱۹۵۶ء) اردو۔انگریزی، روحانیت کے دوز بردست ستون (۱۹۵۶ء) اردو۔ انگریزی، قرآن کا اوّل و آخر (۱۹۵۷ء) اردو۔ انگریزی، احمدیت کا مستقبل (اکتوبر ۱۹۵۷ء) اردو ۔ انگریزی، نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں (فروری ۱۹۵۸ء)، سیلاب کی تباہ کاریاں (اگست ۱۹۵۹ء)، عید کی قربانیاں (اکتوبر ۱۹۵۹ء)، خاندانی منصوبہ بندی (نومبر ۱۹۵۹ء)، سیرت طیبہ (۱۹۶۰ء) اردو۔عربی۔انگریزی، تربیتی مضامین (۱۹۶۰ء)، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری اور ہمارا فرض (مئی ۱۹۶۰ء)، ورثہ میں لڑکیوں کا حصہ (جولائی ۱۹۶۰ء)، غالب کون ہوگا اشتراکیت یا اسلام (اگست ۱۹۶۰ء)، دورُخی وفاداری کا سوال (دسمبر ۱۹۶۰ء) اردو۔ انگریزی، درّ منثور (۱۹۶۱ء) اردو۔ انگریزی، اچھی تربیت کا ذریعہ۔ اولاد کی فکر کرو (۱۵راگست ۱۹۶۱ء) اردو۔ فرانسیسی، درّ مکنون (۱۹۶۲ء) اردو۔ انگریزی، آئینہ جمال (۱۹۶۳ء) اردو ۔

انگریزی، بے پردگی کے رجحان کے متعلق جماعتوں کو مزید انتباہ (مئی ۱۹۶۳ء)، حقیقی اسلام (سلسلہ احمدیہ سے ماخوذ۔نظارت دعوت وتبلیغ قادیان نے شائع کیا۔سال اشاعت درج نہیں)

غیر مطبوعہ کتب

سیرت المہدی (حصہ چہارم)، سیرت المہدی (حصہ پنجم)

ان دونوں کتابوں کے مسودے آپ نے جون ۱۹۵۸ء میں میر مسعود احمد صاحب خلف حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کے سپرد فرما دیئے تھے۔[203]

(اب اس جلد کی اشاعت کے وقت یہ دونوں حصے بھی شائع ہو چکے ہیں۔)

اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کا ہمیشہ یہ دستور رہا کہ اپنی کتب سے رائلٹی وصول کرنا تو رہا ایک طرف آپ کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ اپنے لئے کوئی ذاتی نسخہ ناشر سے مفت حاصل کریں بلکہ آپ پہلے اس کی قیمت اپنی جیب سے عطا کرتے اور پھر اس کا مطالعہ فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک بار فرمایا:۔

''اپنی کتابوں کی اشاعت اور فروخت وغیرہ سے میرا کوئی مالی تعلق نہیں ہوتا اور نہ ان کے نفع نقصان میں میرا کوئی حصہ ہوتا ہے میں ہمیشہ خالصۃً ثواب اور خدمت دین کی خاطر کتاب لکھتا ہوں اور کتاب کی اشاعت یا اس کے مالی نفع نقصان کے پہلو سے میرا کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ اپنے لئے یا اپنے دوستوں کو تحفہ دینے کے لئے جو نسخے لیتا ہوں وہ بھی اپنے پاس سے قیمت دے کر خریدتا ہوں تا میرے ثواب میں کمی نہ آئے''۔[204]

جرائد ورسائل میں مضامین

الفضل میں آپ کے قلم سے جو مضامین شائع ہوئے ان کی مکمل فہرست مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل انچارج صیغہ زودنویسی ربوہ نے مرتب فرمائی جو حیات بشیر (مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ) کے صفحہ ۴۵۷ تا ۴۸۸ میں چھپ چکی ہے۔الفضل کے علاوہ بدر (قادیان)''ریویو آف ریلیجنز''،الفرقان، خالد اور دیگر رسائل میں بھی آپ کی تحریرات سپرد اشاعت ہوئیں۔آپ کے مضامین غیر معمولی ذوق وشوق توجہ اور دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔ اور قلوب واذہان پر اس کے انقلابی اثرات مرتب ہوتے تھے۔(آپ کے مضامین کا مجموعہ ''مضامین بشیر'' کے نام سے انصاراللہ پاکستان نے شائع کیا ہے)

مکتوبات

حضرت قمرالانبیاء کی نگارشات میں آپ کے مکتوبات کو بھی نہایت درجہ اہمیت حاصل ہے۔

آپ کے بعض اہم خطوط جناب ملک صلاح الدین صاحب نے ’’مکتوبات اصحاب احمد جلد اوّل (مطبوعہ محبوب المطابع الیکٹرک پریس جامع مسجد دہلی اگست ۱۹۵۲ء) (صفحہ ۸۱ تا ۹۶)، جلد دوم (مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور) میں اور مکرم مولانا شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ’’سوانح حیات حضرت قمرالانبیاء‘‘ مطبع نقوش پریس لاہور ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۴۴ تا ۲۸۵ میں شائع کردئے ہیں۔ اسی طرح حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے نام آپ کے روح پرور خطوط الفضل ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۱۔۱۳ میں اور جناب میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے نام آپ کے بعض خطوط الفضل ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵ میں چھپ چکے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں آپ نے ایک اہم مکتوب حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے نام لکھا تھا جسے حضرت سیدہ نے الفضل سالانہ نمبر ۱۹۶۳ء میں محفوظ کردیا۔ حضرت قمرالانبیاء نے بعض قیمتی مکتوب حکیم عبداللطیف صاحب شاہد گجراتی کو لکھے تھے جبکہ آپ نے انہیں ۱۹۶۲ء میں اپنی طرف سے حج بدل کے لئے بھجوایا تھا۔ یہ مکتوبات بھی الفضل ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں شائع شدہ ہیں علاوہ ازیں آپ کے سوانح نگار مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سوداگرمل) مربی سلسلہ احمدیہ نے آپ کے بہت سے مکتوبات ’’حیات بشیر‘‘ (صفحہ ۲۹۶ تا ۳۲۴) میں ہمیشہ کے لئے ریکارڈ کردیئے ہیں۔ آپ کے متعدد خطوط ماہنامہ ’’الفرقان‘‘ قمرالانبیاء نمبر (اپریل مئی ۱۹۶۴ء) میں شائع شدہ ہیں۔ تاہم آپ کے بیش قیمت خطوط ومراسلات کا بیشتر حصہ ابھی تک نایاب اور غیر مطبوعہ شکل میں ہے اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ انمول خزانہ اب کہاں کہاں موجود ہے اور کہاں تک زمانہ کی دست برد سے بچ سکا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی سوانح حیات پر مطبوعہ لٹریچر

حضرت صاحبزادہ صاحب کے وصال کے معاً بعد آپ کی مندرجہ ذیل سوانح عمریاں شائع ہوئیں:

(۱) ’’حیات بشیر‘‘ (مرتبہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل، کل صفحات ۵۰۴)، یہ کتاب سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں بیش بہا اضافہ ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی مستند، مفصل اور جامع سوانح کی حیثیت سے ہمیشہ یادگار رہے گی اور کوئی سوانح نگار اور مورّخ حضرت قمرالانبیاء کی سوانح حیات پر قلم اٹھاتے ہوئے اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ کتاب کا دیباچہ حضرت چوہدری محمد

ظفر اللہ خاں صاحب کا رقم فرمودہ ہے۔اور اس کا پہلا اور نواں باب مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زودنویسی کی عرقریزی، جانکاہی اور محنت شاقہ کا نتیجہ ہے موخر الذکر باب میں ان تمام مضامین اور مختصر نوٹوں کی مکمل فہرست دی گئی ہے جو حضرت میاں صاحب کے قلم مبارک سے الفضل میں شائع ہوئے۔

شعرائے احمدیت مثلاً حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، جناب ثاقب صاحب زیروی، جناب عبدالمنان صاحب ناہید، جناب میر اللہ بخش صاحب تسنیم، جناب عبدالسلام صاحب اختر، جناب قیس مینائی صاحب، جناب مولانا محمد شفیع صاحب اشرف کی دلگداز اور رقت انگیز نظمیں بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔(تاریخ اشاعت اگست ۱۹۶۴ء)

۲۔ ''حیات قمر الانبیاء'' (مولفہ مولانا شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی)، یہ سوانح جو کتابی سائز کے ۲۸۸ صفحات پر مشتمل تھی۔مختصر ہونے کے باوجود جامعیت کا پہلو لئے ہوئے تھی اور نہایت عمدہ، شگفتہ اور دلکش اسلوب میں مرتب کی گئی تھی۔(تاریخ اشاعت ۲۰ ستمبر ۱۹۶۴ء)

۳۔نبیوں کا چاند (مولفہ جناب فضل الرحمٰن نعیم صاحب) کل صفحات ۱۷۶، تاریخ اشاعت ۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء پیش لفظ مرزا عبدالحق صدر نگران بورڈ وامیر صوبائی کا مرہون منت ہے۔

اولاد: (۱) صاحبزادی امۃ السلام بیگم صاحبہ ولادت ۷/اگست ۱۹۰۷ء وفات ۲ جون ۱۹۸۰ء (بیگم صاحبزادہ مرزا رشید احمد صاحب)، (۲) مرزا حمید احمد صاحب اوّل (متوفی ۱۹۱۰ء)، (۳) صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (سابق امیر صاحب جماعتہائے متحدہ امریکہ، سابق فنانس سیکرٹری وڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن حکومت پاکستان) ولادت ۲۸ مئی ۱۹۱۳ء، وفات ۲۳ جولائی ۲۰۰۲ء (۴) صاحبزادہ مرزا حمید احمد صاحب، ولادت ۳ جنوری ۱۹۱۵ء، وفات ۲۸ جنوری ۱۹۸۸ء (۵) صاحبزادی امۃ الحمید بیگم صاحبہ، ولادت ۱۶/اگست ۱۹۱۶ء، وفات ۱۸/اگست ۱۹۸۶ء (بیگم نواب محمد احمد خاں)، (۶) صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب۔ولادت ۲۶/اگست ۱۹۱۸ء، وفات یکم دسمبر ۱۹۹۹ء (۷) صاحبزادہ مرزا مبشر احمد صاحب اوّل (متوفی ۱۹۲۱ء)، (۸) صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب ریٹائرڈ بریگیڈیئر، ولادت ۲۲/ اگست ۱۹۲۲ء وفات ۸ جون ۲۰۰۲ء (۹) صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب ایم اے سابق پرنسپل سیکنڈری سکول گھانا مغربی افریقہ ولادت ۱۸ جولائی ۱۹۲۴ء (۱۰) صاحبزادی امۃ المجید بیگم صاحبہ۔ولادت ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء وفات ۲۰ جولائی

۱۹۹۸ء (بیگم بریگیڈیئر وقیع الزمان صاحب)، (۱۱) صاحبزادی امۃ اللطیف بیگم صاحبہ ولادت ۴ نومبر ۱۹۳۵ء (بیگم سید محمد احمد صاحب ونگ کمانڈر)۔ 205

حضرت مصلح موعود کا ولولہ انگیز اور زندگی بخش پیغام

مصلح موعود کی نسبت الہاماً خبر دی گئی تھی کہ ''وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا'' 206۔ اس آسمانی بشارت کے مطابق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے حادثہ رحلت کے موقع پر حضرت مصلح موعود کی اولوالعزمی کا ایک حیرت انگیز نمونہ دیکھنے میں آیا۔

ایک ایسے وقت میں جبکہ مشرق و مغرب کی احمدی جماعتوں پر غم واندوہ کے بادل چھائے ہوئے تھے اور جماعتی صفوں میں زبردست خلا پیدا ہو چکا تھا۔ حضور نے ۸ ستمبر ۱۹۶۳ء کو بستر علالت سے ایک ولولہ انگیز پیغام دیا جس نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک زندگی کی ایک نئی برقی لہر دوڑا دی۔

حضور نے اس پُرشوکت پیغام میں حضرت قمر الانبیاء کی وفات کا ذکر یا اشارہ کئے بغیر تمام احمدیوں کو ان کے بنیادی مقصد حیات یعنی اشاعتِ اسلام کی طرف بلایا اور حکم دیا کہ وہ اپنی غفلتوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے سربکف ہو جائیں اور اپنی زندگیاں اس مقدس فریضہ کے لئے وقف کر دیں تا ساری دنیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آسمانی آواز سے گونج اٹھے۔

حضور کے اس فرمان مبارک کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

برادرانِ جماعت!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

میں نے آپ لوگوں کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ ہماری جماعت کے قیام کا حقیقی مقصد صرف یہی ہے کہ ہم اسلام کو ساری دنیا میں پھیلائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا کے کونے کونے میں قائم کر دیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک

جماعت نے اس بارہ میں اپنے فرض کو صحیح طور پر محسوس نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان میں عیسائیت نے اسلام کے خلاف اپنے حملہ کو تیز کر دیا ہے اور وہ لوگ اس کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کر رہے ہیں لیکن مسلمان کہلانے والے جن کے نبی ؐ کی زبان پر خدا تعالیٰ نے یہ الفاظ جاری کئے۔ یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا (الاعراف:۱۵۹) اے لوگو مَیں تم سب کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران:۱۱۱) تم سب سے بہترین امّت ہو جن کو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کو دُنیا میں پھیلاتے اور بدی سے لوگوں کو باز رکھتے ہو وہ سُستی اور غفلت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن دوسروں کا کیا گلا اگر آپ لوگ ہی اپنے فرض کو صحیح رنگ میں ادا کرتے تو میں سمجھتا ہوں آج دنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے والے کہیں نظر نہ آتے بلکہ ساری دنیا پر اسلام کی حکومت ہوتی اور تمام دل نگینِ محمدؐ سے منقش ہوتے اور بجائے گالیوں کے اس مقدّس انسان پر درود اور سلام بھیجا جاتا۔ اب بھی وقت ہے کہ اپنی پچھلی سُستی کا کفارہ ادا کرو۔ اپنی غفلتوں کو ترک کرو اور اُس دروازہ کی طرف دوڑو جس کے سوا تمہارے لئے کہیں پناہ نہیں اور ایک پختہ عہد اور نہ ٹوٹنے والا اقرار اس بات کا کرو کہ تم اپنے مال اور اپنی جانیں اور اپنی ہر ایک چیز اشاعت اسلام کے لئے قربان کرنے پر تیار رہو گے اور اِس مقدّس فرض کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دو گے۔ یہی وہ سچا اور حقیقی جواب ہے جو غیر مسلموں کے مقابلہ میں ہماری طرف سے دیا جا سکتا ہے۔

یہ امر یاد رکھو کہ ہماری عزت ہمارے اعلیٰ درجہ کے لباسوں اور بڑی بڑی جائیدادوں میں نہیں ہے یہ لباس تو چوڑھے اور چمار بھی پہن لیتے اور بڑی بڑی جائیدادیں پیدا کر لیتے ہیں۔ ہماری عزت اسی میں ہے کہ ہم اپنی زندگیاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق بنائیں اور رات دن آپؐ کے پیغام کی اشاعت کریں تا کہ ہماری شکلوں کو دیکھ کر ہی لوگ پکار اٹھیں کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بیٹے ہیں اوران کی موجودگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا ہمارے لئے ناممکن ہے۔ دشمن اس لئے حملہ کرتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ابتر خیال کرتا ہے لیکن اگر اسے معلوم ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کروڑوں بیٹے دنیا میں موجود ہیں اور اگر اسے معلوم ہو کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ساری جان اور اپنے سارے دل سے پیار کرتے ہیں اور ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ اس پاکبازوں کے سردارؐ کی جوتیوں کی خاک پر بھی فدا ہے تو پھر اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ آپؐ پر حملہ کر سکے۔

پس تبلیغ کے لئے اپنے آپ کو وقف کرو اور اسلام کی اشاعت پر زور دو تا کہ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتے ہیں وہ آپ پر درود اور سلام بھیجنے لگیں۔ مکہ کے لوگوں کی گالیاں آخر کس طرح دور ہوئیں۔ اسی طرح کہ وہ اسلام کو قبول کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دورد بھیجنے لگے۔ پس اب بھی یہی علاج ہے اور یہی وہ تدبیر ہے جس سے ہر شریف الطبع انسان اسلام کی خوبیوں کا قائل ہو جائے گا اور ہر شریر الطبع انسان مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر مرعوب ہو جائے گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ تمام جماعتوں کے امراء اور سیکرٹریان اس تحریک کے پہنچتے ہی اپنے اپنے علاقہ کے احمدیوں کو پوری طرح اس میں حصہ لینے کی تلقین کریں گے اور صدر انجمن احمدیہ اس کی نگرانی اور انتظام کرے گی اور ان سے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کرنے کے لئے اپنے اوقات وقف کرنے کا مطالبہ کریں گے۔ ہر احمدی کو سال میں کم از کم ایک ہفتہ غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے وقف کرنا چاہئیے۔ بے شک اس کے لئے انہیں ایک لمبی قربانی سے کام لینا پڑے گا لیکن یہی قربانیوں کی رات ہے جو ایک خالص خوشی کا دن اُن پر چڑھائے گی اور دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پھر زندگی کا سانس لینے لگ جائے گی کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے آئے ہیں کہ وہ دنیا کو زندہ کریں اللہ تعالیٰ آسمان سے اُن کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (الانفال : ۲۵) اے مومنو اللہ اور اس کے

رسولؐ کی آواز پر لبیک کہو جب کہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلاتا ہے۔پس دنیا کی زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کرنے میں ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم احیاء دین اور اشاعت اسلام کے کام کو اس زور سے اختیار کریں کہ دنیا کے کونہ کونہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آوازیں آنے لگیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کو اس امر کی سچی توفیق عطا فرمائے اور قیامت تک اسلام کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اُونچا لہراتا رہے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد ۸ستمبر۱۹۶۳ء 207

مالابار میں نصرتِ خداوندی کا عظیم نشان

جماعت احمدیہ کی تاریخ تائید ونصرت کے آسمانی نشانوں سے بھری پڑی ہے۔یہ نشان دنیا کے ہر براعظم اور ہر ملک میں ظاہر ہوئے ہیں۔اس سال مالابار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ''اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ'' کا جس شاندار رنگ میں ظہور ہوا وہ عظیم نشان کی حیثیت رکھتا ہے۔جس کی تفصیل مولوی محمد عمر صاحب فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔

''مالابار میں علاقہ بڈاگرا (Badagara) اہل سنت والجماعۃ کا ایک مرکز ہے اور احمدیوں کے شدید معاندین کا ایک گڑھ ہے۔خدا تعالیٰ نے یہاں بھی ایک چھوٹی سی جماعت مکرم ایم پی محی الدین صاحب اوران کے اہل وعیال کے ذریعہ قائم فرمائی۔اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی بغرض مشن ہاؤس تعمیر ہوئی۔اسی اثناء میں ۱۹۵۳ء کے اوائل میں مالابار کے ایک مشہور غیر احمدی واعظ مولوی ای کے ابوبکر صاحب نے مقامی مسجد میں جماعتِ احمدیہ کے خلاف ایک زہرآلود تقریر کی جس کے آخر میں انہوں نے تمام مسلمانوں کو احمدیوں کے خلاف بھڑکانے اوران کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا کہ:۔

''مجھے اس بات نے بے حد تکلیف پہنچائی ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کے درمیان ایک قادیانی کافر ومرتد اپنے اہل وعیال سمیت ایک عرصہ سے رہ رہا ہے۔یہ بات تمام مسلمانوں کے لئے عار اور ذلت کا باعث ہے۔ایک مرتد اور کافر کے اردگرد بسنے والے چالیس گھروں پر اس کی وجہ سے قہر نازل ہوتا ہے۔اس لئے تم لوگوں کو اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیئے۔اور تمہارا ایمان اب خطرہ میں ہے۔اس لئے اب یہ تمہارا دینی فرض بن چکا ہے کہ تم اپنی تمام طاقتوں اور قوتوں کو جمع کرکے اس رنگ میں اس

قادیانی مرتد کواہل وعیال سمیت اس علاقہ سے جبراً نکال دو کہ حکومت کوئی مداخلت نہ کر سکے۔اس کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات کو مکمل طور پر منقطع کر کے کلیۃً اس سے بائیکاٹ کردو۔وغیرہ۔‘‘

اس زہر افشانی کا مسلمانوں پر بہت گہرا اثر ہوا اور پہلے سے زیادہ ان غریبوں کو اپنے ظلم وستم کا شکار بنانے لگے۔ان کا صرف یہ مقصد تھا کہ کسی نہ کسی رنگ میں ان احمدیوں کو اس علاقہ سے نکال دیں۔ اوران کی مسجد کو ویران کردیں اوراس طرح اس علاقہ سے احمدیت کا نام ونشان مٹادیں۔

ان کو اپنی اس کوشش اور سازش میں ایک عارضی کامیابی اس رنگ میں حاصل ہوئی کہ مکرم محی الدین صاحب کی زوجہ ثانیہ جو کہ تا حال غیر احمدی تھی۔ان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئی۔اور دشمنوں کی صف میں جا کھڑی ہوئی۔اس کے علاوہ ان کے خلاف مختلف قسم کے مقدمات دائر کئے گئے اور ذریعہ معاش کے تمام راستے بند کر دئے۔ بالآخران لوگوں کی درندگی اس رنگ میں ظاہر ہوئی کہ مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۶۲ء کو مکرم محی الدین صاحب اوران کے دولڑکوں اور دونوں بہوؤں کو اوران کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو مقدمات میں ہار جانے کی وجہ سے گھر سے نکال دیا۔اب ان کے لئے اس علاقہ میں سوائے خدا کے اور کوئی سہارا نہیں تھا۔اوپر آسمان اور نیچے زمین چاروں طرف دشمن ہی دشمن جو ہر آن ان کی جان کے درپے تھے۔!!!

اور دوسری طرف مخالفین میں خوشی،مسرت اور شادمانی کی لہر دوڑ گئی تھی۔اور اپنے مقصد کی کامیابی کے نتیجہ میں ہر بچہ بوڑھا خوشی سے اچھلتا کودتا تھا۔

لیکن ان لوگوں کو کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ نے آسمان پر ان کی خوشی اور شادمانی کو ماتم میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

محی الدین صاحب نے اس مسجد کے گرد اپنے ڈیرے ڈال دیئے اوراپنی دونوں بہوؤں کو ان کے میکے بھیج دیا۔اور سینہ سپر ہوکر مخالفت کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ دن بھی دکھایا کہ ان کے ایک لڑکے نے اسی مسجد کے قریب ایک خوبصورت اور خوشنما گھر تعمیر کیا۔اوراس طرح خدا تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ عزت اور وقار کے ساتھ اس گھر میں بودوباش اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔الحمدللہ

اس طرح جن کمزوراحمدیوں کو مخالفین نے محض قبولِ حق کے باعث ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید ونصرت سے انہیں نوازا اوراس طرح حق کے مخالفین اپنے بدارادوں میں خائب وخاسر

رہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:۔

فَأُنْزِلَ مِنْ رَّبِّ السَّمَاءِ سَكِيْنَةٌ عَلٰى صُحْبَتِيْ وَ اللّٰهُ قَدْ كَانَ يَنْصُرُ

یعنی جب میری جماعت ہر دنیوی سہارا سے مایوس اور ہر طرف سے ناامید ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس جماعت پر سکون اور طمانیت نازل فرماتا ہے۔اور اپنی مدد و نصرت سے انہیں نوازتا ہے۔

......الغرض اس نئے تعمیر شدہ مکان کا افتتاح اور مکرم محی الدین صاحب کی ایک سوتیلی لڑکی کی شادی کی مشترکہ تقریب ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو عمل میں آئی۔اس تقریب کو کامیاب بنانے کے لئے کالیکٹ، کنانور، کوڈالی اور بینگاڈی سے کافی تعداد میں احمدی حضرات آئے ہوئے تھے۔محترم مولوی بی عبداللہ صاحب فاضل مبلغ انچارج کیرالہ اور مکرم مولوی محمد ابوالوفاء صاحب مبلغ کالیکٹ بھی مدعو تھے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ غیر احمدیوں نے ہمارا بالکل بائیکاٹ کر دیا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے قلوب کو ہمارے لئے مسخر کر دیا اور ہندوؤں نے ہر رنگ میں ہمارے ساتھ تعاون کیا اور ہر قسم کی مدد دی''۔[208]

مرکزی نمائندہ مشرقی افریقہ میں

دوسرے ممالک کی طرح مشرقی افریقہ میں بھی مجاہدین تحریک جدید کی تبلیغی سرگرمیاں تیزی سے بڑھ رہی تھیں اور وقت کا تقاضا تھا کہ کوئی مرکزی نمائندہ ان مشنوں کا جائزہ لے اور جماعتوں اور مبلغوں کے مشورہ سے ان کی ترقی اور وسعت کے لئے ضروری تجاویز بروئے کار لائی جائیں۔اس ضرورت کے پیش نظر تحریک جدید کی طرف سے محترم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال اوّل کو مرکزی نمائندہ کی حیثیت سے بھجوایا گیا۔آپ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۳ء کو ربوہ سے مشرقی افریقہ تشریف لے گئے۔ ۱۷ ستمبر کو بذریعہ ہوائی جہاز نیروبی پہنچے اور کینیا اور یوگنڈا کے دورے کے بعد ۵ را کتوبر کو دارالسلام کے ہوائی اڈے پر اُترے جہاں مشنریز کانفرنس اور فنانس کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی اور مشن ہاؤس کا دورہ کر کے ۹ را کتوبر کو واپس روانہ ہو گئے۔[209]

مغربی پاکستان کی وزیر تعلیم ربوہ میں

۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء کو جامعہ نصرت ربوہ کا پہلا شاندار جلسہ تقسیم اسناد منعقد ہوا۔اس میں وزیر تعلیم مغربی پاکستان محترمہ بیگم محمودہ سلیم صاحبہ نے شرکت کی اور جامعہ نصرت کے شاندار نتائج پر اظہار

خوشنودی کرتے ہوئے کہا:۔

''آپ کا ادارہ صوبے کے صفِ اوّل کے اداروں میں سے ایک ہے جو پسماندہ علاقوں کی ضروریات کو بڑی عمدگی سے پورا کر رہا ہے۔ یہ فرض ناشناسی ہوگی۔ اگر میں اس ادارہ کے کارپردازوں کو مبارکباد نہ دوں۔ انہوں نے تعلیمی مفادات کی بہت قابلِ فخر خدمت سرانجام دی ہے''۔[210]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا سفرِ مشرقی پاکستان

سال ۱۹۶۳ء کا ایک یادگار اور ناقابل فراموش واقعہ (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب کا سفر مشرقی پاکستان ہے۔ جس کے دوران آپ نے ۲۱ ستمبر سے ۲/اکتوبر تک جماعتوں کا وسیع پیمانہ پر دورہ فرمایا۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ، جناب شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج مغربی پاکستان ہائیکورٹ، چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور جناب محمد احمد صاحب انور حیدرآبادی بھی تشریف لے گئے۔

یہ مرکزی وفد ۲۱ ستمبر کی شام کو ڈھاکہ کے فضائی مستقر پر اترا۔ مولوی محمد صاحب بی اے (وفات ۵/اکتوبر ۱۹۸۷ء) امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی پاکستان اور دوسرے عہدیداران جماعت نے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور حضرت صاحبزادہ اور آپ کے ہمسفر رفقاء کو بکثرت ہار پہنائے۔ اگلے روز مقامی پریس نے آپ کی آمد اور دورہ کے پروگرام پر مشتمل خبریں شائع کیں۔

۲۲ ستمبر کی صبح کو یہ وفد بذریعہ ہوائی جہاز چٹاگانگ پہنچا۔ ہوائی اڈے پر سینکڑوں احمدی موجود تھے جنہوں نے گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔ دارالتبلیغ چٹاگانگ میں جماعت چٹاگانگ کی طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں استقبالیہ ایڈریس پیش کیا گیا۔ شام کو ایک جلسہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ ان دونوں تقاریب سے آپ نے ایمان افروز خطاب فرمایا اور احباب کو دنیا میں اشاعت وغلبہ اسلام کے لئے بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرنے کی پرزور تلقین فرمائی اور پوری مستعدی اور جذبہ اور جوش کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

۲۳ ستمبر کو حضرت صاحبزادہ صاحب دیگر ارکان وفد اور بعض مقامی احباب کے ساتھ کپتائی تشریف لے گئے واپسی پر چتنارام کے مقام پر بدھوں کی ایک قدیم خانقاہ بھی دیکھی۔ شام کو جماعت چٹاگانگ کی طرف سے آپ کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک استقبالیہ دیا گیا جس میں بعض مسلمان

اور ہندو معززین اور سربرآوردہ حضرات نے شرکت کی۔اس موقع پر شیخ بشیر احمد صاحب نے ایک مختصر مگر بہت مؤثر تقریر میں حاضرین سے آپ کا تعارف کرایا۔تقریر کا خلاصہ چٹا گانگ کے اخبار ایسٹرن ایگزامینر (Eastern Examiner) میں شائع ہوا۔

۲۴ ستمبر کو دوپہر سے قبل حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس علاقہ میں احمدیت کے فروغ کا جائزہ لیا اور شام کو مسلم انسٹی ٹیوٹ ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ سے فاضلانہ خطاب فرمایا۔آپ کے علاوہ شیخ بشیر احمد صاحب اور مولانا ابوالعطاء صاحب نے بھی اسلام کے مختلف پہلوؤں پر نہایت مؤثر اور بصیرت افروز تقاریر فرمائیں۔

۲۵ ستمبر کی صبح کو آپ مع دیگر ارکان قافلہ چٹا گانگ سے واپس ڈھاکہ تشریف لائے اگلے روز آپ سٹیمر کے ذریعہ جیسور اور کھلنا ہوتے ہوئے جناب مولوی محمد صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب اور مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی معیت میں نرائن گنج پہنچے جہاں احباب نے والہانہ استقبال کیا۔

۲۷ ستمبر کی صبح کو آپ نے ڈھاکہ کی نئی آبادی میں صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کے مکان کا سنگ بنیاد رکھا پھر ڈھاکہ کے تعلیمی ادارے دیکھے۔جس ادارہ میں بھی تشریف لے گئے۔اس کے سربراہ نے آپ کا استقبال کیا۔واپس آکر آپ نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ میں احمدی احباب کو روحانی ترقی میں نمایاں امتیاز حاصل کرنے اور اخوت ومحبت کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھانے کی تلقین فرمائی۔

جمعہ کے بعد جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کا چوالیسواں تاریخی جلسہ سالانہ شروع ہوا جو ۲۹ ستمبر کی شام تک نہایت کامیابی سے جاری رہا اور ایمان واخلاص اور دعا کے روح پرور ماحول میں اختتام پذیر ہوا۔جلسہ میں پانچ ہزار کے قریب حاضرین تھے جن میں شہر کے بہت سے معززین بھی شامل تھے۔حضرت صاحبزادہ صاحب اور مرکزی وفد کی اہم علمی اور تربیتی موضوعات پر بصیرت افروز تقاریر ہوئیں۔جو بہت انہماک اور دلچسپی سے سنی گئیں۔جلسہ کے دوسرے مقررین کے نام یہ ہیں سید اعجاز احمد صاحب مربی سلسلہ، چوہدری احمد رفیق صاحب، شیخ محمود الحسن صاحب، محمد سلیم اللہ صاحب اور مولوی غلام صمدانی صاحب خادم پلیڈر۔

جلسہ ہی کے ایام میں انجمن احمدیہ مشرقی پاکستان کی طرف سے حضرت صاحبزادہ صاحب اور دیگر ممبران وفد کے اعزاز میں ۵ بجے شام استقبالیہ دیا گیا۔یہ ایک بہت وسیع اور پُر رونق تقریب تھی جس میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق جج جسٹس امیر الدین صاحب، محترم جسٹس باقر صاحب، ڈویژنل

کمشنر جناب جی احمد صاحب، ڈاکٹر قاضی مطہر حسین صاحب، مولانا فضل الکریم صاحب ایڈووکیٹ اور دیگر متعدد شخصیات اور اعلیٰ افسران نے شرکت فرمائی۔ اس موقعہ پر بھی حاضرین کی درخواست پر حضرت صاحبزادہ صاحب اور ارکان وفد نے خطاب فرمایا اور بعض سوالوں کے جواب دیئے۔

۳۰ ستمبر کو حضرت صاحبزادہ صاحب مرکزی وفد کے ارکان اور مولوی محمد صاحب (امیر صوبائی) شمس الرحمٰن صاحب بیرسٹر ایٹ لاء (صوبائی جنرل سیکرٹری)، محمد سلیمان صاحب (صوبائی سیکرٹری مال) اور بعض دیگر احباب کی معیت میں بذریعہ ٹرین برہمن بڑیہ تشریف لے گئے اور اسٹیشن سے ایک جلوس کی شکل میں جامع مسجد احمدیہ میں پہنچے جہاں آپ نے سب سے پہلے حضرت مولوی سید عبدالواحد صاحب کے مزار مبارک پر اجتماعی دعا کی۔ بعدازاں مسجد میں جناب غلام صمدانی صاحب وکیل، زعیم انصاراللہ نے جماعت احمدیہ برہمن بڑیہ کی طرف سے ایڈریس پیش کیا۔ یہ ایڈریس مطبوعہ تھا اور زمان پرنٹنگ ورکس (Zaman Printing Works, 32/1 Kamartuly lane, Dacca - I) ۳۲/۱ کمارتولی لین ڈھاکہ۔ ا سے طبع کرایا گیا تھا۔ (اس کی ایک کاپی شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے۔)

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ایڈریس کے جواب میں ایک ایمان افروز تقریر کی اور احباب جماعت کو بہت قیمتی نصائح سے نوازا۔ پھر نماز عشاء کے بعد آپ نے ایک استقبالیہ میں شرکت فرمائی جس کا اہتمام مقامی جماعت نے آپ کے اعزاز میں کیا تھا۔ اس تقریب میں متعدد مسلمان معززین کے علاوہ بعض مقامی افسران نیز بعض ہندو اور عیسائی صاحبان بھی موجود تھے۔ جناب غلام صمدانی صاحب نے وفد کا تعارف کرایا بعدازاں خاصی دیر تک سوال و جواب کا دلچسپ سلسلہ جاری رہا۔

تقریب کے اختتام پر احمدی پاڑہ (محلّہ) میں تشریف لے آئے اور آدھ یا پون گھنٹہ کے مختصر قیام کے بعد ۳ بجے شب اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے اور بذریعہ ٹرین قریباً چار گھنٹے کے بعد ڈھاکہ پہنچے۔ اس رات برہمن بڑیہ کے تمام مخلص احمدی احباب جاگتے رہے اور کمال اخلاص ومحبت سے آپ کو الوداع کیا۔

یکم اکتوبر کی شام کو آپ نرائن گنج تشریف لے گئے۔ مسجد احمدیہ میں تقریر فرمائی اور عہدیداران کو دارالتبلیغ کے لئے مزید زمین حاصل کرنے کے بارے میں ہدایات دیں اور پھر سب دوستوں کو

شرف مصافحہ بخشا اور ساڑھے آٹھ بجے شب ڈھاکہ پہنچے جہاں محترم ایس ایم حسن صاحب نے آپ کے اعزاز میں وسیع پیمانہ پر ایک عشائیہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس موقع پر خواجہ شہاب الدین صاحب، ایم اصغر صاحب چیف سیکرٹری حکومت مشرقی پاکستان، محترم جی احمد صاحب کمشنر ڈھاکہ ڈویژن اور چوٹی کے تاجر صاحبان بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ عشائیہ میں مختلف موضوعات پر دلچسپ گفتگو ہوتی رہی۔

مشرقی پاکستان کے پریس نے وفد کی مصروفیات اور جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کے جلسہ سالانہ کے متعلق بہت نمایاں اور صحیح صحیح اور تفصیلی خبریں شائع کیں اور قابل تعریف حد تک فراخدلی اور دلچسپی کا ثبوت دیا۔

۲؍اکتوبر کی شام کو روانگی کا پروگرام تھا۔ جماعت احمدیہ ڈھاکہ کے جملہ احباب نے ہوائی اڈا پر حضرت صاحبزادہ صاحب اور ارکانِ وفد (شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج مغربی پاکستان جو دو روز کے لئے چٹا گانگ ٹھہر گئے تھے چند روز بعد واپس تشریف لائے) کو دلی دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب بذریعہ طیارہ ڈھاکہ سے روانہ ہو کر اگلے روز ۳؍اکتوبر کو لاہور پہنچے اور سوا چار بجے سہ پہر بذریعہ موٹر کار روانہ ہو کر سات بجے شب کے قریب ربوہ تشریف لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دورۂ مشرقی پاکستان کے کوائف عرض کئے۔

۴؍اکتوبر کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک ربوہ میں ایک جلسہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ جس میں ارکان وفد نے اس دس روزہ نہایت کامیاب دورہ کے نہایت ایمان افروز حالات بیان کئے اور وہاں کی احمدی جماعتوں کی للّٰہیت، صبر و استقلال، ایثار و قربانی، محبت و اخلاص اور جذبہ خدمت و فدائیت کی بہت تعریف کی اور جملہ جماعتوں کے نظم وضبط اور ڈسپلن کو بہت سراہا۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے مؤثر صدارتی خطاب میں بتایا کہ اس دورہ کی تین اغراض تھیں۔

اوّل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی خداداد قوت قدسیہ کی مدد سے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والوں کے درمیان جو بےنظیر رشتہ اخوت قائم فرمایا ہے۔ اسے دیکھا جائے اس سے حظ اٹھایا جائے۔ اور اس پر خدا تعالیٰ کا شکر بجالا کر اسے مضبوط سے مضبوط تر کرنے سے ملنے اور ملاقات کرنے

کی تقریب پیدا ہوگئی۔امسال جلسے پر گذشتہ سال کی نسبت دگنی تعداد میں احباب تشریف لائے تھے۔ ہم عینی شاہد ہیں اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جماعت میں باہمی محبت و اخلاص اور رشتہ اخوت کے قیام کی جو خبر دی تھی وہ بڑی شان سے پوری ہوئی ہے۔

دوسری غرض یہ تھی کہ وہاں غیر از جماعت دوستوں سے مل کر غلط فہمیوں کا تدارک کریں اور انہیں بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عشق قرآن اور عشق رسول کا کیا بے پناہ جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا کیا ہے اور کس طرح اس جذبہ کے زیر اثر ہمیں دنیا بھر میں اسلام کو غالب کرنے اور مختلف ملکوں اور قوموں کے افراد کو اپنی ہی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والہ وشیدا بنانے کی توفیق مل رہی ہے۔ وہاں جو مختلف تقاریب اور جلسے بالخصوص جلسہ سالانہ کے مختلف اجلاس منعقد ہوئے ان میں افسران، پروفیسر، طلباء ڈاکٹرز، تاجر وصناع وغیرہ ہر طبقہ کے لوگ بڑی کثرت سے شریک ہوئے۔تقاریر سے استفادہ کیا جائے اور سوال و جواب کے ذریعہ اپنے شکوک کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

دوم ۔ جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کے سامنے حقیقی اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض پیش کر کے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔

سوم ۔مشرقی پاکستان میں ایک کروڑ کے قریب غیر مسلم آباد ہیں۔ان میں ہندو، بدھ مت والے اور عیسائی شامل ہیں۔عیسائیوں کی تعداد گو تھوڑی ہے لیکن ان کی مشنری سرگرمیاں بہت تیزی اختیار کرتی جارہی ہیں۔سواس دورہ کا اہم مقصد یہ تھا کہ دیگر مذاہب بالخصوص عیسائیت کی طرف سے وہاں اسلام کے خلاف جو سرگرمیاں جاری ہیں۔اُن کا مطالعہ کر کے دفاع کی تیاری کی جائے پھر اس کے خلاف جوابی حملے کے لئے سکیم مرتب کی جائے۔

سو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ یہ دورہ ان ہر سہ گونہ مقاصد کے اعتبار سے بہت کامیاب ثابت ہوا۔

جہاں تک دورے کی پہلی غرض کا تعلق ہے میں اور میرے رفقاء کو متعدد جماعتوں میں جا کر دوستوں سے ملنے کا موقعہ ملا اور پھر انجمن احمدیہ مشرقی پاکستان کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دور دراز علاقوں تک کے احمدی احباب سے ملنے اور ملاقات کرنے کی تقریب پیدا ہوگئی۔جلسہ سالانہ میں ہر طبقہ کے لوگ افسران، پروفیسر، طلباء، ڈاکٹرز، تاجر وصناع متوسط طبقہ کے لوگ اور کام پیشہ سب ہی

بکثرت شریک ہو کر تقاریر سے مستفید ہوتے رہے اور سوال و جواب کے ذریعے اپنے شکوک رفع کراتے رہے۔اس اعتبار سے بھی یہ دورہ بہت کامیاب ثابت ہوا۔

تیسری غرض یہ تھی کہ وہاں کی غیر مسلم آبادی تک پیغام اسلام پہنچانے کا انتظام کیا جائے بالخصوص عیسائیوں کی سرگرمیوں کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ اس دورہ میں ہمیں بچشم خود وہاں کے حالات کا جائزہ لینے اور ایک حد تک سروے کا موقع ملا۔ چٹاگانگ کے علاقہ میں بدھ خانقاہوں میں گئے۔اور ان کے مہنتوں سے ملاقات کی اور نیز عیسائی مرکز (Island of Peace) کو بھی دیکھا۔اس سروے کے نتیجہ میں مجھے شدید احساس ہوا کہ ہمیں ان غیر مسلم اقوام میں تبلیغ کا ایک منصوبہ تیار کرنا چاہئیے اور پھر اسے عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنی چاہئیے چنانچہ جلسہ سالانہ کی آخری تقریر میں اس منصوبہ کا مَیں نے اعلان کیا کہ ہر آئندہ دس سال کے اندر اندر کم از کم دو لاکھ غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام بنائیں گے اس کے لئے ہمیں اپنے وسائل کو مجتمع کر کے اس کے لئے بھرپور کوشش کرنا ہوگی مشرقی پاکستان کے احباب نے اس منصوبہ کا گرم جوشی سے استقبال کیا ہے۔میں خدا تعالیٰ کے سلوک اور اس کے وعدوں پر بھروسہ کرتے ہوئے امید رکھتا ہوں کہ اگر ہم پورے اخلاص اور جذبہ سے کام کریں تو دو لاکھ ہی نہیں دس پندرہ لاکھ غیر مسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل ہو سکتے ہیں۔اس کے لئے ہمیں اپنے اموال، اپنے اوقات، اپنی جانیں وقف کرنا ہوں گی۔ پورے علاقے کا سروے کر کے وہاں کی ضروریات کا جائزہ لینا ہوگا اور پھر مختلف علاقوں میں مراکز قائم کر کے مبلغین بھجوانے ہوں گے۔اس ضمن میں میری استدعا یہ ہے کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مشرقی پاکستان کے احباب کو اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ان کے دل میں تبلیغ اسلام کی لگن تیز سے تیز تر ہوتی جائے۔ان کی زبانوں میں اثر پیدا ہو وہ آرام سے نہ بیٹھیں اور چین سے نہ سوئیں جب تک کہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنا کر لاکھوں لاکھ غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام نہ بنالیں۔211

مشرقی افریقہ میں احمدیوں کی جدّ وجہد مسٹر ایچ۔ جے۔ فشر کی نظر میں

مسٹر ایچ جے فشر (Mr. Humphrey J. Fisher) کو ۱۹۵۸ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے مغربی افریقہ بھجوایا گیا۔ مسٹر فشر نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے احمدیت کا مضمون منتخب کیا وہ تین ماہ سے زائد عرصہ تک مغربی افریقہ میں ٹھہرے اور سرکاری اور غیر سرکاری

اداروں سے ریسرچ میں امداد لی اور بالآخر اس سال ۱۹۶۳ء میں انہوں نے Ahmadiyyah کے نام سے اپنا مقالہ شائع کر دیا۔

اس کتاب کے آخر پر انہوں نے مشرقی افریقہ میں جماعت کی تبلیغی مساعی پر ایک خصوصی نوٹ دیا جس میں احمدیہ مشن مشرقی افریقہ کی بنیاد، ابتدائی مبلغ، ٹبورا اور ٹانگانیکا کی مساجد کی تعمیر، اخبارات کی اشاعت اور سواحیلی ترجمہ قرآن اور دوسرے اسلامی لٹریچر کی اشاعت پر مستشرقین کے مخصوص انداز اور لب ولہجہ میں روشنی ڈالی ہے۔ اس نوٹ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

مشرقی افریقہ میں احمدیت

مشرقی افریقہ کے ساحل پر قدم رکھنے والے اوّلین مبلغ جو ممباسہ میں ۱۹۳۴ء کے دوران اترے (شیخ) مبارک احمد (صاحب) ہیں جو اَب بھی مشرقی افریقہ کے صوبہ کے انچارج ہیں۔ آپ مشرقی افریقہ میں مقیم ایشیائی احمدیوں کی درخواست پر آئے جنہوں نے آپ کے اخراجات ادا کئے۔ سب سے پہلے ٹبورا میں ہیڈ کوارٹر قائم کیا گیا جہاں ۱۹۴۲ء میں خاص اہمیت کی حامل مسجد کی تعمیر شروع ہوئی جو ۱۹۴۴ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔ (احمدیہ مسجد مشرقی افریقہ کا انداز مغربی افریقہ کی (مسجد کی) نسبت زیادہ مشرقی ہے۔ جہاں صرف سالٹ پانڈ کی مسجد کے مینار ہیں)۔

ٹبورا میں ایک پریس قائم کیا گیا لیکن اسے بند کرنا پڑا۔ مشن کی توسیع کے ساتھ کئی مبلغین مدد کے لئے آئے۔ ایک تو جنگ (عظیم ثانی) کے دوران اور مزید کئی اس جنگ کے معاً بعد۔ نیروبی، ممباسہ، کسومو، دارالسلام اور جنجہ میں مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ساتویں مسجد کمپالا میں زیر تعمیر ہے جماعت کا مرکز ٹبورا سے نیروبی منتقل ہو چکا ہے۔ سکول مساجد کے قدم بہ قدم قائم نہ ہو سکے۔ ٹبورا میں سب سے پہلا سکول بند ہو گیا۔ البتہ جنجہ میں دوسرا سکول کھل گیا ہے۔ احمدیوں نے حکومت کو یہ تحریک کرنے کی جدوجہد کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے لئے سکول قائم کرے۔ اس سلسلہ میں جماعت نے ٹرسٹی شپ کونسل سے ۱۹۵۶ء میں احتجاج کیا۔ (جماعتی) تنظیم مغربی افریقہ کی نسبت زیادہ وحدانی طرز کی ہے (شیخ) مبارک احمد صاحب سارے مشرقی افریقہ کے واحد امیر ہیں اور وہ ربوہ (مرکز) کے سامنے براہ راست جوابدہ ہیں (یہی حیثیت ہر مشنری انچارج کی ہوتی ہے)۔ جماعت احمدیہ، حکومت کے ہاں تینوں سابقہ برطانوی علاقوں (کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا) میں خلافت کی فوقیت (خلافت کی برتری سلسلہ احمدیہ کے عالمی نظام کا لازمی جزو ہے) کے خصوصی تذکرہ کے ساتھ رجسٹرڈ شدہ ہے۔ شاید یہ

امر نائیجیریا میں آئینی اختلاف کے پیش نظر ہو گو فی الحقیقت رجسٹریشن اس وقت عمل میں آئی جب حکومت نے ۱۹۵۳ء میں ماؤ ماؤ ایمر جنسی نافذ کرتے ہوئے ہر سوسائٹی کے لئے رجسٹریشن لازمی قرار دے دی۔ ربوہ کے ساتھ تعلّق مشرقی افریقہ کے طلباء کے ذریعہ مستحکم ہوا جن میں سے آٹھ ۱۹۵۹ء میں ربوہ میں زیر تعلیم تھے۔

(شیخ) مبارک احمد (صاحب) نے ۱۹۳۶ء میں سواحیلی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنا شروع کیا۔ قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی گئی جو (حضرت مرزا) محمود احمد صاحب کی تحریرات پر مبنی ہے جس میں عیسائیت سے متعلق روایتی مناظرانہ رنگ ہے (دراصل صاحب مقالہ اس پر خفا ہیں کہ سواحیلی ترجمہ وتفسیر قرآن میں پادریوں کے وساوس واعتراضات کا علمی وتحقیقی جواب کیوں دیا گیا)۔ قرآن کریم کا یہ ترجمہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار کی تعداد میں طبع ہوا (ماہنامہ) ریویو آف ریلیجنز نے مئی ۱۹۵۵ء میں لکھا کہ پہلا ایڈیشن قریب الاختتام ہے اور دوسرا جلد شائع ہو جائے گا جبکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۵۹ء میں اس کے چار ہزار نسخے ابھی سٹاک میں موجود تھے (مقالہ نویس اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکے)۔ افریقن اور پاکستانی ممبران پر مشتمل کمیٹی نظر ثانی شدہ ایڈیشن تیار کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ سواحیلی ترجمہ قرآن کے نسخے ہولا جیل اور دوسرے جیل خانوں میں بھجوائے گئے جہاں ماؤ ماؤ قیدی زیر حراست ہیں۔ لوگنڈا، کیکیو اور کامبا زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمہ کا کام شروع ہو چکا ہے۔

(شیخ) مبارک احمد صاحب نے اپنی آمد کے چند سال بعد ایک سواحیلی اخبار شائع کرنا شروع کیا جس کی ماہوار اشاعت آج بھی جاری ہے۔ ۱۹۵۷ء میں (مرکز) ربوہ کی ہدایت کے مطابق آپ نے انگریزی اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز کا اضافہ کیا جواب ہر دو ہفتہ بعد شائع ہوتا ہے۔ ایک اخبار یوگنڈا میں بھی شائع ہوتا ہے۔ ان سب اخبارات کو پاکستانی (مبلغین) ترتیب دیتے ہیں۔ اخبار ''ایسٹ افریقن ٹائمز'' اپنے ہمعصر مغربی افریقہ کے اخبار ٹروتھ کی نسبت بہتر پرچہ ہے۔ اور زیادہ معقول، حقیقی خبریں، مذہبی پراپیگنڈہ اور نزاعی امور بہتر طباعت کے ساتھ شائع کرتا ہے۔

(مشن کی طرف سے) چند ایک پمفلٹ بھی شائع ہوئے ہیں۔ مثلاً حکیم (فضل الرحمٰن صاحب) کی تصانیف لائف آف محمد کا سواحیلی ترجمہ بیشتر پمفلٹ سواحیلی زبان میں ہیں جبکہ دوسری

زبانوں میں بھی شائع شدہ ہیں۔ یہاں تحریر وتصنیف اور ترجمہ کا کام مغربی افریقہ کی نسبت زیادہ متحرک انداز میں جاری ہے۔ بعض مبلغین سواحیلی سیکھ چکے ہیں اور چند افریقن احمدی دینی امور میں پختہ کار ہو چکے ہیں تا کہ اشاعت کا کچھ کام اُن کے ہاتھوں میں منتقل کیا جا سکے۔

متعصب اور کٹر مخالفت شدید قسم کی معلوم ہوتی ہے۔ (شیخ) مبارک احمد صاحب کا کہنا ہے کہ اسی وجہ سے ٹبورا کا سکول بند ہوا۔ جماعت احمدیہ کے سواحیلی ترجمہ قرآن پر کٹر لوگوں کی تنقید کے جواب میں سواحیلی زبان میں ایک پمفلٹ تحریر کیا گیا ہے۔ (آخری پیراگراف میں جماعتی مساعی اور سواحیلی ترجمہ قرآن کی وقعت وعظمت کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کا مقصد مغربی کلیسیا سے مجاہدین احمدیت کی یلغار کی ہیبت دور کرنے کے سوا کچھ نہیں)۔

الشیخ محمود شلتوت کا بیان جماعت احمدیہ کی نسبت

ممباسہ (مشرقی افریقہ) کے ڈائریکٹر آف اسلامک مشن اور ممباسہ کی مشہور درسگاہ ''تہذیب مسلم سکول'' کے پرنسپل جناب اے کے الشیخ العلوی صاحب اس سال قریباً سات ماہ تک مصر کی یونیورسٹی الازھر میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران آپ کی ازھر یونیورسٹی کے ریکٹر شیخ الازھر الاستاذ محمود شلتوت سے بھی ملاقات ہوئی انہوں نے بڑے جذبہ سے اور پُرزور انداز میں فرمایا کہ احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں وہ اسی کلمہ طیبہ پر ایمان واعتقاد رکھتے ہیں جن پر ہمارا اعتقاد وایمان ہے۔ چنانچہ الشیخ العلوی نے واپس پہنچ کر پریس کو حسب ذیل بیان دیا۔

"I spent about 7 months at the Al Azhar University of Egypt, where I came in contact with many eminent Shaikhs possessed of great knowledge of Islamic faith. But the personality which impressed me most was that of Shaikh Mahmud al Shaltoot, Rector of the university. A highly gifted scholar of Islam and an authority on Muslim Jurisprudence, the Shaikh is a fearless exponent of his views and convictions. To a question I put to him as to what he

thought about Ahmadies, he very emphatically said, "They are our brothers in Islam. They adhere to the same KALIMA as we. Don't they?" On being asked how he looked upon the Ahmadiyya belief in the death of Chirst, the learned Rector observed that, he was in full agreement with it, Christ died like all the other prophets of God, adding that that was his conviction and he did not care whether it bent support to Ahmadiyya beliefs or anyone else."

(ترجمہ) میں نے قریباً سات ماہ مصر کی الازھر یونیورسٹی میں گزارے جہاں مجھے بہت سی ایسی مشہور اور اہم شخصیتوں سے ملنے کا موقعہ میسّر آیا جو اسلامی علوم کے ماہر ہیں۔ مگر مجھے سب سے زیادہ متاثر علامہ الشیخ محمود شلتوت کی شخصیت نے کیا جو شیخ الازہر ہیں۔ موصوف نہایت بلند پایہ محقق ہیں اور اسلامی مسائل میں سند مانے جاتے ہیں وہ اپنے نظریات اور عقائد میں نہایت پختہ ہیں۔ مَیں نے جب اُن سے دریافت کیا کہ احمدیوں کے متعلق ان کا کیا خیال ہے تو انہوں نے پُرجوش لہجہ میں فرمایا کہ ''وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ کیا یہ واقعہ نہیں کہ وہ بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔'' پھر اس سوال پر کہ وہ احمدیوں کے عقیدۂ وفاتِ مسیحؑ پر کیا رائے رکھتے ہیں۔ فاضل شیخ الازہر نے فرمایا کہ انہیں اس عقیدہ سے پورا پورا اتفاق ہے یقیناً حضرت مسیحؑ خدا کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح وفات پا گئے ہیں۔ مزید فرمایا کہ میرا یہی پختہ اعتقاد ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ اس سے احمدیوں یا کسی اَور کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے یا نہیں۔212

اِس اخباری بیان کے مطابق جناب شیخ العلوی نے زور دیا ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے سب مسلمان فرقوں کو باہم مل کر کام کرنا چاہئیے اور کسی قسم کی فرقہ داری کا رنگ اختیار نہ کرنا چاہئیے۔213

جنوبی افریقہ کے ایک معزز سنّی مسلمان کا حقیقت افروز اعتراف

جنوبی افریقہ کے مشہور شہر جوہانس برگ کے ایک قدیم مسلمان خاندان کے معزز فرد جناب ایس کے جمال کئی سالوں سے جماعت احمدیہ کے ترجمان ''ایسٹ افریقن ٹائمز'' (نیروبی) کا مطالعہ کرتے

آ رہے تھے اور وہ جماعت احمدیہ کی ان مخلصانہ خدمات سے از حد متاثر تھے جو وہ افریقہ میں اشاعت اسلام اور تردید عیسائیت کے سلسلہ میں بجا لا رہی تھیں وہ خود بھی علم دوست شخصیت تھے اور مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور اگر چہ وہ اہل سنت والجماعت خیال وعقیدہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ جرأت بخشی کہ وہ افریقہ میں اشاعت اسلام کی جدوجہد سے متعلق اپنی مخلصانہ اور دیانتدارانہ رائے کا کھلے بندوں اور برملا اظہار کریں چنانچہ انہوں نے ۲۶ ستمبر ۱۹۶۳ء کو جنوبی افریقہ سے ایڈیٹر ’’ایسٹ افریقن ٹائمز‘‘ کے نام حسب ذیل مراسلہ لکھا جو یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں چھپا:۔

ترجمہ: ’’جناب من! اسلام اور عیسائیت کے سلسلہ میں جو قیمتی اور بلند پایہ مضامین اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز میں شائع کئے جاتے ہیں۔ مَیں قدر دانی کے جذبات کے پیش نظر آپ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں ان مضامین کو پڑھ کر ہمیشہ حظ اٹھاتا ہوں بالخصوص وہ اداریئے جو عیسائیت کے رد اور اسلام کی حمایت ودفاع میں آپ نے تحریر کئے۔ بے حد قابلِ قدر ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کی مجال نہیں کہ احمدی حضرات کا اس میدان میں مقابلہ کر سکے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم سنّی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن حق دار کو اس کا حق دینا بھی ضروری اور لابدی ہے۔

میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ ایسے ادارے یا انجمنیں جو تبلیغ اسلام کے فریضہ کو غیر مسلموں میں بجا لا رہی ہیں۔ احمدی حضرات کے تیار کردہ لٹریچر سے خوب فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور اس علم کلام کے زور سے اپنی تبلیغ کو غیر مسلموں میں مؤثر بناتے ہیں۔ احمدی حضرات نے بائبل کا بہت گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور ہم سنّی آپ حضرات کی محنت شاقہ اور جدوجہد کے نتیجہ میں جو علمی تحقیقات عیسائیت کے بارہ میں کی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی انجمنوں یا اداروں نے آپ کا شکریہ ادا کرنے اور قدر دانی کے جذبات کے اظہار میں بخل سے کام لیا ہے۔ لیکن میں ایسے ناشکرا پن کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ اور چاہتا ہوں کہ آپ کا اور جماعت احمدیہ کا قدر دانی کے جذبات کے ساتھ دلی خلوص سے بھرپور شکریہ کا اظہار کروں کہ آپ نے عیسائیت کی تردید کے لئے بائبل کا گہرا اور تحقیقی مطالعہ کر کے زبردست مواد عیسائیت کے ابطال کے لئے تیار کر دیا ہے بلکہ احمدی حضرات اپنی انتھک کوششوں سے اس مواد میں دن بدن اضافہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایسٹ افریقن احمدیہ مسلم مشن کا اخبار اس حقیقت کے ثبوت میں ایک روشن اور تابندہ نشان ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ

یہ اخبار عیسائیت کے لئے ایک تکلیف دہ اور خاردار کانٹا ہے۔ مشرقی افریقہ اور مغربی افریقہ میں اشاعتِ اسلام کا زبردست کام خالصتہً جماعت احمدیہ کی اَنتھک کوششوں اور مستقل جدوجہد کے نتیجہ میں انجام پا رہا ہے کوئی سُنّی عالم اس عزت کا مستحق نظر نہیں آتا''۔[214]

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا پہلا مقامی اجتماع

۲۵۔۲۶۔۲۷ستمبر ۱۹۶۳ء میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا پہلا مقامی اجتماع منعقد ہوا۔ یہ اجتماع گول بازار ربوہ کے ملحقہ میدان میں ہوا۔ اس اجتماع کے موقع پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے خصوصی پیغام دیئے۔ یہ دونوں اہم پیغامات چوہدری عبدالعزیز صاحب واقفِ زندگی مہتمم مقامی نے پڑھ کر سنائے[215]۔ یہ پیغامات ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا خصوصی پیغام

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرانِ عزیز!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بیمار ہوں مگر آپ کے مہتمم صاحب مکرم (مقامی) نے مجبور کر دیا۔ قریباً بند آنکھوں سے لکھ کر یہ چند سطور ارسال ہیں۔ ان کے خط سے تین روز پہلے میں نے خواب بلکہ نیم خوابی کی حالت میں نظارہ سا دیکھا کہ چند جوان میرے سامنے کھڑے ہیں اور میں ان کو کچھ نصائح کر رہی ہوں۔ اس کے بعد ان کو مخاطب کر کے مگر بلا اختیار یہ مصرعہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا میری زبان پر جاری ہوا:

عیب چینی نہ کرو مفسد و نمّام نہ ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک واقعہ ہمیں سنایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کو کسی شخص نے آن کر کہا کہ فلاں شخص آپ کو ایسا ایسا برا بھلا کہتا ہے۔ ان بزرگ نے سنکر فرمایا کہ اس نے مجھ پر تیر چلایا مگر وہ راہ میں گر پڑا۔ تم نے اس کو اٹھا کر لا کے میرے سینے میں چبھو دیا۔ گویا دکھ دینے والے تم ہوئے۔ تو آپ لوگ بھی ان عیوب سے بچیں۔ نیک خیالات رکھیں اور نیکی پھیلائیں۔ اپنے گرتے ہوئے بھائیوں کے بازو اور سہارا بن جائیں۔

نیز آپ ہمیں حاسد محسود کی کہانی بھی سنایا کرتے اور فرماتے کہ خدا محسود بنائے حاسد نہ بنائے۔ حسد بہت برائیوں کی جڑ ہے۔خدا اس مرض سے بچائے۔اس کا مریض کھجلی کے مریض کی طرح اس کو قسم قسم سے ابھارتا اور اس آگ کو بجھنے نہیں دیتا۔ جو دراصل اسی کو جلا رہی ہوتی ہے۔ جب ضمیر اس کو نادم کرنا چاہتا ہے۔تو وہ عیب چینی سے ایک جھوٹی تسلی اپنے دل کو دیتا ہے اور بدگمانی کی راہ اختیار کر کے جو حسد کا ایندھن ثابت ہوتی ہے اس دوزخ کو بھڑکاتا ہے۔ حسد اس کی آنکھ پر ایسی پٹی باندھ دیتا ہے کہ وہ نہیں سوچتا کہ اپنا ہی برا کر رہا ہے، محسود کا کچھ نہیں بگڑ رہا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ان امراض سے محفوظ رکھے۔ اور اپنے بھائیوں کو بھی پیار اور محبت سے نیک اخلاق سکھانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

دعا بڑی دولت ہے بہت بڑی نعمت ہے۔ جہاں اس سے اپنے مالک و خالق کی محبت بڑھتی ہے۔ وہاں مخلوق کے لئے بھی محبت و شفقت زیادہ ہوتی ہے۔قلب کی صفائی کا مجرب نسخہ دعا ہے اس سے کام لیں۔ جب اپنے بھائیوں کے لئے دعا کریں گے۔تو آپ محسوس کریں گے کہ ان کی محبت اور ان کی ہر قسم کی بہی خواہی کی خواہش سچے دل سے آپ کے نفوس میں ترقی پا رہی ہے۔ایک خاص نرمی اور پیار سب کے لئے دل میں پیدا ہوگا اور سختی کے بھی خواہی خیالات مٹ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔

والسلام

مبارکہ

۶۳-۹-۸'' [216]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا پیغام

آپ نے بھی اس اہم اجتماع کے لئے ایک مفصل پیغام دیا جس میں نوجوانانِ احمدیت کو نہایت بیش قیمت نصائح کیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ربوہ کے خدام ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ ستمبر کو اپنا ایک تربیتی اجتماع منعقد کر رہے ہیں۔ تربیت کی غرض سے ایسے اجتماعات خدا تعالیٰ کے فضل سے بے حد مفید ثابت ہوتے ہیں اور ایسے اجتماع قوم کی زندگی کی علامت بھی ہوتے ہیں۔

اس اجتماع کے لئے مجھ سے بھی پیغام بھجوانے کی خواہش کی گئی ہے۔ چنانچہ اس خواہش کے احترام میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

ربوہ کے خدام پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے انہیں ایسی جگہ رہنے کی توفیق عطا فرمائی جہاں سے اس ضلالت و گمراہی کے دَور میں سعادت مند روحیں ہدایت کی روشنی حاصل کر رہی ہیں اور اس مقدس بستی کی گونا گوں برکات و فیوض سے کرۂ ارض پر بسنے والی نیک روحیں متمتع ہو رہی ہیں اور آج دنیا میں یہ ایک ایسی بستی ہے جہاں سے ایک منظّم طریق پر اسلام کی اشاعت اور حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم کرنے کی انتھک کوشش کی جارہی ہے اگرچہ یہ سعادت آپ کے لئے باعثِ فخر ہے مگر اس میں بسنے کی وجہ سے چند فرائض اور ذمہ داریاں بھی آپ پر عائد ہوتی ہیں۔آپ کی سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری تو یہ ہے کہ آپ یہاں اپنی زندگی اس طرح بسر کریں کہ آپ احمدیت کی چلتی پھرتی تصویر نظر آئیں اور آپ کا ہر فعل حقیقی اسلام کی تعلیم کے مطابق ہو۔ نیک نمونہ دکھائیں تا کہ دیکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔اور اپنی زندگی کو خدا تعالیٰ کی خاطر بسر کریں کیونکہ جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

> ''خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کرے۔نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچا دے۔امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو،مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں ہوتا۔اس کا سچا وعدہ ہے کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (العنکبوت:۷۰) خدا تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا وہ آخر منزل مقصود پر پہنچا۔''[217]

سو میں خدام الاحمد یہ سے کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کی خاطر سعی کریں۔دنیا کے لوگ مادی فائدہ کی خاطر کیا کچھ نہیں کرتے لیکن کامیابی پھر بھی یقینی نہیں ہوتی۔مگر اللہ تعالیٰ کی طرف خلوصِ نیت سے رجوع کرنے والا کبھی تہی دست نہیں لوٹتا۔اس خدائی دربار میں رسائی حاصل کرنے کے لئے آپ کو اعمال صالحہ کی ضرورت ہے اور اس کی توفیق پانے کے لئے دعا کی ضرورت ہوگی۔آپ کو چاہئیے کہ رات کو اٹھیں اور دعائیں کریں۔دل کو درست کریں،کمزوریوں کو چھوڑ دیں۔ اطاعت نظام کو بشاشت سے قبول کریں۔اتحاد و اتفاق کا کامل نمونہ بنیں اور خدا تعالیٰ کی منشاء کے مطابق اپنے قول و فعل کو بنائیں۔اس طرح جب اپنے نفس کی تربیت ہو جائے گی۔تو تبلیغ کا کام

آسان ہو جائے گا۔تبلیغ ایک نہایت اہم فریضہ ہے جو بانی احمدیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ہر احمدی پر فرض کیا گیا ہے۔کفر وضلالت کی گھٹاؤں کو دور کر کے اسلام کی سچی تعلیم کو دنیا میں رائج کرنا ہر احمدی کا فرض اولین ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام پر آنے والے فتنوں کے دور کرنے کو اس زمانہ کی سب سے بڑی عبادت قرار دیا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

''ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس زمانہ کے درمیان جو فتنہ اسلام پر پڑا ہوا ہے،اس کے دور کرنے میں کچھ حصہ لے۔ بڑی عبادت یہی ہے کہ اس فتنہ کے دور کرنے میں ہر ایک مسلمان کچھ نہ کچھ حصہ لے۔اس وقت جو بدیاں اور گستاخیاں پھیلی ہوئی ہیں، چاہیے کہ اپنی تقریر اور علم کے ذریعے سے اور ہر ایک قوت کے ساتھ جو اس کو دی گئی ہے۔مخلصانہ کوشش کے ساتھ ان باتوں کو دنیا سے اٹھا دے۔اگر اسی دنیا میں کسی کو آرام اور لذت مل گئی تو کیا فائدہ۔اگر دنیا میں ہی درجہ پالیا تو کیا حاصل۔عقبیٰ کا ثواب لو،جس کی انتہا نہیں۔ہر ایک مسلمان کو خدا تعالیٰ کی توحید وتفرید کے لئے ایسا جوش ہونا چاہیے جیسا کہ خود اللہ کو اپنی توحید کا جوش ہے۔ غور کرو کہ دنیا میں اس طرح کا مظلوم کہاں ملے گا۔جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔کوئی گند اور گالی اور دشنام نہیں جو آپ کی طرف نہ پھینکی گئی ہو۔کیا یہ وقت ہے کہ مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ رہیں؟اگر اس وقت کوئی شخص کھڑا نہیں ہوتا اور حق کی گواہی دے کر جھوٹے کے منہ کو بند نہیں کرتا اور جائز رکھتا ہے کہ کافر لوگ بے حیائی سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتہام لگاتے جائیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے جائیں۔ تو یاد رکھو کہ وہ بے شک بڑی باز پرس کے نیچے ہے۔چاہیے کہ جو کچھ علم اور واقفیت تمہیں حاصل ہے، وہ اس راہ میں خرچ کرو اور لوگوں کو اس مصیبت سے بچاؤ۔ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اگر تم دجال کو نہ مارو تب بھی وہ مر ہی جائے گا۔مثل مشہور ہے ۔ ہر کمالے را زوالے۔تیرھویں صدی سے یہ آفتیں شروع ہوئیں اور اب وقت قریب ہے کہ اُس کا خاتمہ ہو جائے،اس لئے ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے پوری کوشش کرے۔نور اور روشنی لوگوں کو دکھائے۔''[218]

اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ کو حضور کی اس تعلیم کے مطابق عمل کرنے کی توفیق

دے تا احمدیت کی فتح کا دن قریب سے قریب تر آ جائے اور قیامت کے دن ہم سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک سرخرو ہوں ۔ آمین یارب العٰلمین ۔ والسلام

خاکسار مرزا ناصر احمد ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء‘‘ 219

بشیر ہال کا افتتاح

تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کی عمارت میں اس سال ایک وسیع اور خوبصورت ہال کا اضافہ ہوا جس کا نام حضرت قمر الانبیاء کی یاد میں ’’بشیر ہال‘‘ رکھا گیا۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۶ / اکتوبر ۱۹۶۳ء کو اس ہال کا افتتاح کیا اور سکول کے ممبران، اسٹاف اور طلبہ کو تلقین فرمائی کہ وہ اپنے اندر وہ بلند پایہ اوصاف پیدا کریں جو حضرت میاں صاحب کا طرۂ امتیاز تھے۔ اس تقریب میں صدر انجمن اور تحریک جدید کے ناظران، وکلاء صاحبان اور نگران بورڈ کے ارکان کے علاوہ ملک حبیب الرحمٰن صاحب (وفات ۲۰ ستمبر ۱۹۸۷ء) ڈپٹی ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز اور چنیوٹ اور لالیاں کے ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ تقریب کے اختتام پر طلباء میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ 220

تعلیم الاسلام کالج گھٹیالیاں کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد اور ہوسٹل کی عمارت کا افتتاح

اگست ۱۹۶۱ء سے صدر انجمن احمدیہ کی زیرنگرانی ضلع سیالکوٹ کی احمدی جماعتوں کے ایثار اور قربانی کے نتیجہ میں قصبہ گھٹیالیاں میں انٹرمیڈیٹ کالج جاری تھا۔ اس سال ۱۳ / اکتوبر ۱۹۶۳ء کو کالج کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا اور اس کے ہوسٹل کی عمارت کا افتتاح عمل میں آیا۔

اس سلسلہ میں سید حسنات احمد صاحب ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی صدارت میں ایک خصوصی تقریب منعقد ہوئی جس میں صدر صاحب کالج کمیٹی بابو قاسم دین صاحب نے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس کے جواب میں آپ نے ایک ایمان افروز تقریر فرمائی اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے بیس ہزار کا چیک اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی طرف سے چھ ہزار کا چیک بطور عطیہ کالج کمیٹی کے صدر صاحب کو عطا فرمایا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے بعد ڈپٹی کمشنر سید حسنات احمد صاحب نے خطاب کیا اور

اپنی تقریر میں اس امر پر بہت مسرّت کا اظہار فرمایا کہ تعلیم الاسلام انٹرمیڈیٹ کالج کے قیام کے ذریعہ اس علاقہ میں علم کو فروغ دینے کے لئے جو عظیم الشان کام شروع کیا گیا ہے۔اسے انتہائی توجہ، عزم اور محنت کے ساتھ آگے بڑھایا جا رہا ہے۔آپ اس امر پر خاص طور سے بہت متعجب ہوئے کہ کس طرح ایک سال کے قلیل عرصہ میں ہوسٹل کی عمارت کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر بظاہر ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ یہ ادارہ اس علاقہ میں بلاامتیاز مذہب وملت علم کو پھیلانے کا ایک اہم اور موثر ذریعہ ثابت ہوگا۔جناب ڈپٹی کمشنر صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں اپنی جیب سے ایک صد روپیہ کی رقم کالج کو دینے کا اعلان کرتے ہوئے حاضرین مجلس کو بھی عطیہ جات دینے کی تحریک کی۔جس پر مختصر سے وقت میں کئی ہزار روپے نقد اور وعدوں کی صورت میں جمع ہو گئے۔221

تقاریر کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے کالج کے ہوسٹل کی عمارت کا افتتاح فرمایا اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے دست مبارک سے کالج کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا اور اجتماعی دعا کرائی۔

اس علاقہ کا یہ ایک مثالی اجتماع تھا جس میں ضلع سیالکوٹ کی قریباً تمام احمدی جماعتوں کے نمائندگان، غیر از جماعت معززین، اعلیٰ حکام اور یونین کونسل کے چیئرمین کثرت کے ساتھ شامل ہوئے۔علاوہ ازیں سلسلہ احمدیہ کی متعدد مرکزی شخصیات اور پنجاب کی احمدی جماعتوں کے امراء صاحبان کی تشریف آوری نے اس کی رونق کو دوبالا کر دیا۔اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب کرام کو سیالکوٹ سے گھٹیالیاں لانے کے لئے ایک خاص لاری کا انتظام کیا گیا اور تین صد اصحاب کی خدمت میں عصرانہ پیش کیا گیا۔ 222

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب دوبارہ عالمی عدالت کے جج

خدا کے فضل وکرم سے بطل احمدیت حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو اب عالمی سطح پر جو مناصب اور اعزازات عطاء ہوئے ایشیاء کی مسلم تاریخ میں اُن کی کوئی نظیر نہیں مل سکی۔اس سال ۲۱/اکتوبر ۱۹۶۳ء کو اقوام متحدہ کی حفاظتی کونسل اور جنرل اسمبلی نے آپ کو دوبارہ عالمی اسمبلی کا جج نو سال کیلئے منتخب کرلیا۔قبل ازیں آپ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۱ء تک اس معزز عدالت کے جج رہے تھے۔223

یہ دوبارہ انتخاب ایک اعجازی نشان کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ ایشیائی اور افریقی ممالک کی آواز کے نتیجہ میں صورت حال نے یکا یک پلٹا کھایا اور سخت مقابلہ کے باوجود آپ کامیاب ہو گئے۔ جس کی ایمان افروز تفصیل آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے۔

”عالمی عدالت کی رکنیّت کیلئے میرا دوبارہ انتخاب“

”اقوامِ متحدہ کے ۱۹۶۳ء کے سالانہ اجلاس میں عالمی عدالت کے لئے پانچ ججوں کا انتخاب ہونا تھا کیونکہ فروری ۱۹۶۴ء میں صدرِ عدالت اور چار ججوں کی میعاد ختم ہونے والی تھی۔ ریٹائر ہونے والوں میں صدرِ عدالت تو فرانس سے تھے اور ایک جج برطانیہ سے تھے چونکہ یہ دونوں ممالک مجلسِ امن کے مستقل رکن ہیں لہٰذا دو ججوں کا انتخاب انہی دو ملکوں سے ہونا تھا۔ باقی تین ریٹائر ہونے والے جج لاطینی امریکن ملکوں سے تھے۔ عالمی عدالت کے قیام کے وقت اقوامِ متحدہ کے اراکین کی کل تعداد اکیاون تھی جن میں سے بیس لاطینی امریکن ممالک تھے۔ عالمی عدالت کے پندرہ ججوں کے انتخاب کے متعلق یہ مفاہمت تھی کہ پانچ تو مجلسِ امن کے مستقل اراکین ممالک یعنی ریاستہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین سے منتخب ہوں گے اور دس باقی ممالک سے۔ چونکہ ابتداء میں باقی ممالک میں بیس لاطینی امریکن ممالک تھے لہٰذا باقی دس ججوں میں سے چار جج لاطینی امریکن ممالک سے منتخب ہوتے۔ ۱۹۶۳ء تک یہ نسبت قائم رہی۔ ۱۹۶۳ء تک اراکین اقوامِ متحدہ میں ایشیائی اور افریقی عنصر نصف سے تجاوز کر چکا تھا لیکن عدالت کی رکنیت میں چینی جج کے علاوہ صرف ایک ایشیائی اور ایک افریقی جج تھا۔ جب ۱۹۶۳ء کے انتخاب کا وقت آیا تو ایشیائی اور افریقی ممالک کی طرف سے کہا گیا کہ اقوامِ متحدہ میں ان کی تعداد کو دیکھتے ہوئے انہیں عدالت کی رکنیت میں مزید حصہ ملنا چاہئیے اور تین لاطینی امریکن ججوں کے ریٹائر ہونے پر ایک جج لاطینی امریکہ سے، ایک افریقن ممالک سے اور ایک ایشیائی ممالک سے منتخب ہونا چاہئیے۔ ایشیائی ممالک سے ایک تو مجھے نامزد کیا گیا اور دوسرے امیدوار جو نامزد ہوئے وہ لبنان سے تھے۔ ایشیائی سیٹ کے لئے مقابلہ میرے اور لبنانی امیدوار کے درمیان تھا۔ مقابلہ سخت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے معجزانہ رنگ میں مجھے کامیابی عطا کی۔ الحمدللہ“ [224]

خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع اور
(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا قیمتی مقالہ

اس سال خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع ۲۵، ۲۶، ۲۷ر اکتوبر ۱۹۶۳ء کو انعقاد پذیر ہوا جس میں ۲۱۲ مجالس کے ۲۵۰۴ خدام نے شرکت کی۔ یہ اجتماع ذکر الٰہی اور علمی و دینی مصروفیات کے پاکیزہ ماحول میں جاری رہا۔ تلقین عمل کے ایمان افروز پروگرام میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۲۶ر اکتوبر کی شب کو ایک پرمغز اور قیمتی مقالہ پڑھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مصلح موعود کی ان بیش قیمت اور زریں ہدایات پر مشتمل تھا جو دنیا بھر کے احمدی نوجوانوں کے لئے مستقل لائحہ عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اپنے مقالہ کے آغاز میں آپ نے خدام کو اس بنیادی نکتہ کی طرف توجہ دلائی کہ وہ کوئی نیا پروگرام بنانے کے مجاز نہیں ان کی راہیں حضرت مصلح موعود خود متعین فرما چکے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا:۔

''حضرت (خلیفۃ المسیح) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاص اغراض و مقاصد کے لئے جماعت میں مجلس خدام الاحمدیہ کا اجراء فرمایا تھا۔ اور خود اس مجلس کا لائحہ عمل تجویز فرما کر اس معین اور محدود دائرہ میں خدام کو آزادانہ جدوجہد کرنے کی ہدایت فرمائی تھی۔ اور خدام کے لئے ان راہوں کی نشاندہی خود کی تھی۔ جن پر انہیں چلنا تھا اور انہیں تاکید فرمائی تھی کہ

''کوئی نیا پروگرام بنانا تمہارے لئے جائز نہیں۔'' 225

پس آپ کا پروگرام وہی ہے جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے اور آپ کا فرض ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات ہر وقت سامنے رکھیں اور ان کی روشنی میں اور ان کے مطابق مقررہ دائرہ کے اندر رہتے ہوئے اپنے پروگرام بنائیں۔ حضور کی علالت کے دنوں میں آپ کی یہ ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ کوئی وفا شعار خادم کوئی باادب اور فرمانبردار بچہ عارضی جدائی کے ایام میں جو بوجہ سفر یا بیماری ہو اپنے آقا اور روحانی باپ کے ارشادات کو نظر انداز نہیں کیا کرتا اور آج میں آپ بھائیوں کو جن کا صدر میں ایک لمبا عرصہ تک رہ چکا ہوں۔ آپ کی اسی بنیادی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں، تا ایسا نہ ہو کہ دنیا آپ کو اپنے آقا کا بے وفا خادم یا اپنے روحانی باپ کی ناخلف اولاد سمجھے۔ پس یاد رکھیں کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک فعّال جماعت ایک فدائی

جماعت، ایک ایثار اور قربانی کرنے والی جماعت دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو یہ نہ سمجھتی ہو کہ زبان کے رس میں ہی ساری کامیابی ہے۔ کیونکہ

''اصل چیز باتیں کرنا نہیں بلکہ کام کرنا ہے۔'' 226

پس اپنے دلوں میں سے ہر قسم کی نمود کا خیال مٹا کر محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہوئے اور فخر ومباہات کے خیالات سے پاک ہو کر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کو جذب کرو اور دنیا کے لئے ایک نیک مثال قائم کرو اور آپ میں سے ہر ایک یہی خیال کرے کہ میں ہی احمدیت کا ستون ہوں۔ اگر میں ذرا بھی ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو جماعتی نظام اور امام ہمام کے ارشادات کی چھت کو نقصان پہنچے گا۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو کہ ایمان انسان کی جوانی کو بڑھاتا اور حوصلوں کو بلند کرتا ہے۔ پس مایوسی کے خیالات اپنے دل میں نہ آنے دو اور اپنے حوصلے کو بلند رکھو۔ اور یہ عزم اور ارادہ لے کر کھڑے ہو کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنا اور اندھیرے میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو اس قادر وتوانا کی معرفت سے مالا مال کرنا ہے۔ اسلام کا کامل نمونہ بن کر حزب اللہ میں داخل ہو جاؤ۔ پھر تمہیں ذاتی نصرت بھی حاصل ہوگی اور طفیلی بھی۔''

مقالہ کے آخر میں آپ نے نوجوانان احمدیت کو پورے زور کے ساتھ اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''آپ کو ایک لحظہ کے لئے بھی یہ حقیقت نہیں بھلانی چاہئیے کہ آپ کا قیام اس لئے کیا گیا ہے کہ جماعت کو مضبوطی اور ترقی حاصل ہو۔ اگر آپ کے کسی کام یا حرکت کی وجہ سے جماعت میں تفرقہ اور شقاق پیدا ہو تو آپ سے زیادہ کوئی شقی اور بد بخت نہ ہوگا ہمارے پیارے امام بڑے ہی درد کے ساتھ ہمیں نصیحت فرماتے ہیں:۔

> ''خدام الاحمدیہ کو اور انصاراللہ دونوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ انہیں اپنے آپ کو تفرقہ اور شقاق کا موجب نہیں بنانا چاہئیے۔ اگر کسی حصّہ میں شقاق پیدا ہوا تو خدا تعالیٰ کے سامنے تو وہ جوابدہ ہوں گے ہی۔ میرے سامنے بھی وہ جوابدہ ہوں گے۔ یا جو بھی امام ہوگا اس کے سامنے انہیں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ہم نے یہ مواقع ثواب حاصل کرنے کے لئے مہیا کئے ہیں۔ اس لئے مہیا نہیں کئے کہ جو طاقت پہلے سے حاصل ہے اس کو بھی ضائع کر دیا جائے۔'' 227

نیز فرمایا:۔

’’میں اس بات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ احمدی پہلے ہیں اور خدام الاحمدیہ بعد میں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک احمدی کو جو دیکھنا چاہتے ہیں ہمیں وہ احمدی بننا چاہئے۔‘‘ 228

اگرچہ ذیلی تنظیمیں الگ الگ بنائی گئی ہیں لیکن ان سب کا مقصد ایک ہی ہے کہ وہ غلبہ اسلام کے لئے اپنی استعدادوں اور صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کریں اور ان سب کی مجموعی کاوش سے مردان حق کا یہ قافلہ جادہ مستقیم پہ رواں دواں رہے اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوتا رہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے ۲۰ جولائی ۱۹۴۵ء کو خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا تھا:۔

’’خدام الاحمدیہ نمائندے ہیں جوش اور امنگ کے اور انصاراللہ نمائندے ہیں تجربہ اور حکمت کے۔ اور جوش اور امنگ اور تجربہ اور حکمت کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہوسکتی۔‘‘ 229

یہ ایک نہایت قیمتی اور پر معارف ہدایات اور ارشادات پر مبنی مقالہ تھا جس نے فرزندانِ احمدیت کو ان کی ذمہ داریوں اور دائرہ کار سے متعلق نہایت احسن انداز میں بہرہ ور کیا۔

حضرت مصلح موعود کا انصاراللہ مرکزیہ کے اجتماع پر بصیرت افروز پیغام

اس سال انصاراللہ مرکزیہ کا نواں سالانہ اجتماع ۱۔۲۔۳ نومبر ۱۹۶۳ء کو نہایت کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس منفرد اور مثالی اور روحانیت سے لبریز اجتماع میں ۲۲۸ مجالس کے ۱۱۹۴ /ارکان، ۵۵۵ نمائندگان اور ۱۹۵۲ زائرین نے شرکت کی۔ پورا اجتماع اثر و جذب کے ڈوبے ہوئے ماحول میں ہوا۔ اس اجتماع میں پہلی بار مشرقی پاکستان کے نمائندگان بھی شامل ہوئے۔ اس اجتماع کو یہ خصوصی اعزاز حاصل ہوا کہ حضرت مصلح موعود نے علالت طبع کے باوجود اسے اپنے روح پرور اور بصیرت افروز پیغام سے نوازا جو حضور کی زیر ہدایت (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ پیغام کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے:

’’برادرانِ جماعت احمدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ لوگ جو اپنے سالانہ اجتماع میں شمولیت کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ میں آپ سب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کے

ایمان اور اخلاص میں برکت دے اور آپ کو اور آپ کی آئندہ نسلوں کو بھی خدمتِ دین کی ہمیشہ زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماتا رہے۔

انصار اللہ کی تنظیم درحقیقت اسی غرض کے لئے کی گئی ہے کہ آپ لوگ خدمتِ دین کا پاک اور بےلوث جذبہ اپنے اندر زندہ رکھیں اور وہ امانت جسے آپ نے اپنے بچپن اور جوانی میں سنبھالا اور اُسے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھا۔ اس کی اب پہلے سے بھی زیادہ نگہداشت کریں اور اپنے بچوں اور نوجوانوں کو بھی اپنے قدم بقدم چلانے کی کوشش کریں۔ بےشک ان کی تنظیمیں الگ الگ ہیں لیکن اطفال الاحمدیہ آخر آپ کے ہی بچے ہیں اور خدام بھی کوئی علیحدہ وجود نہیں بلکہ آپ لوگوں کے ہی بیٹے اور بھائی ہیں۔ پس جس طرح ہر باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے۔ اسی طرح انصار اللہ کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کے حالات اور ان کے اخلاق کا جائزہ لیتے رہیں اور اگر خدانخواستہ ان میں کوئی کمزوری دیکھیں تو نرمی اور محبت کے ساتھ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی ظاہری جدوجہد کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت کو جذب کریں اور سب سے بڑھ کر اپنا نیک نمونہ ان کے سامنے پیش کریں تا کہ ان کی فطرت کا مخفی نور چمک اٹھے اور دین کے لئے قربانی اور فدائیت کا جذبہ ان میں ترقی کرے۔ اگر جماعت کے یہ تینوں طبقات اپنی اپنی ذمہ داری کو سمجھنے لگ جائیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری قومی زندگی ہمیشہ قائم رہ سکتی ہے۔ افراد بےشک زندہ نہیں رہ سکتے لیکن قوم اگر اپنے آپ کو روحانی موت سے محفوظ رکھنا چاہے تو وہ محفوظ رکھ سکتی ہے۔ پس کوشش کرو کہ خدا تمہیں دائمی روحانی حیات بخشے۔ کوشش کرو کہ تم اپنے پیچھے نیک اور پاک نسلیں چھوڑ کر جاؤ تا کہ جب تمہاری موت کا وقت آئے تو تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تمہاری زبان اللہ تعالیٰ کی حمد کر رہی ہو۔

تمہیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہئیے کہ ہر زمانہ میں حالات کے بدلنے کے ساتھ خدمت دین کے تقاضے بھی بدل جایا کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں عیسائیت کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے جس کے استیصال کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو بھیجا اور کسر صلیب کا کام آپ کے سپرد فرمایا۔ پس اس زمانہ میں سب سے بڑی نیکی خدائے واحد کے نام کی بلندی اور کفر و شرک کی بیخ کنی کرنا ہے۔ جس کے لئے جماعت کو مالی اور جانی ہر قسم کی قربانیوں سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس امر کو دیکھتے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے دوستوں سے کہا تھا کہ پاکستان میں عیسائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر شخص کو سال بھر میں کم از کم ایک ہفتہ وقف کرنا چاہئیے۔ مجھے معلوم نہیں کہ جماعت نے عملی رنگ میں اس کا کیا جواب دیا اور صدر انجمن احمدیہ نے اس کی نگرانی کے لئے کیا کوشش کی لیکن اگر ابھی تک ہماری جماعت نے اس کی طرف پوری توجہ نہ کی ہو تو میں ایک دفعہ پھر آپ لوگوں کو اس فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ عیسائیت کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدم سے لے کر اب تک کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جس نے اپنی امت کو دجال کے فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اتنے بڑے فتنہ کے ہوتے ہوئے ہماری جماعت کس طرح آرام کی نیند سو سکتی ہے اور کس طرح چھوٹی چھوٹی باتوں میں وہ اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر سکتی ہے۔ جب کسی کے گھر میں آگ لگ جاتی ہے تو لوگ بیٹھ کر گپیں ہانکنے نہیں لگ جاتے بلکہ پاگلانہ طور پر ادھر ادھر دوڑنے اور آگ پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہی احساس ہماری جماعت کے اندر بھی موجود ہو تو کفر و شرک کی آگ جو اس وقت دنیا کو جلا کر خاکستر کر رہی ہے۔ اُس کو بجھانے کے لئے آپ لوگوں کے اندر کیوں بے تابی پیدا نہ ہو۔ پس میں آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ وقت کی نزاکت کو سمجھو اور اس جہاد کی طرف آؤ جس سے بڑا جہاد اس زمانہ میں اور کوئی نہیں آج ایک بہت بڑی روحانی جنگ دُنیا میں لڑی جا رہی ہے اور اسلام کے مقابلہ میں ایک بڑا بھاری فتنہ سر اٹھائے ہوئے ہے۔ ہماری تو راتوں کی نیند بھی اس فکر میں اڑ جانی چاہئیے اور ہمیں اپنے تمام پروگرام اس نقطہ کے ارد گرد مرکوز کرنے چاہئیں۔ بے شک تزکیۂ نفس بھی ایک بڑی ضروری چیز ہے اور دعاؤں اور ذکر الٰہی سے کام لینا بھی ہر مومن کا فرض ہے مگر تبلیغ اسلام ایک نہایت وسیع اور عالمگیر نیکی ہے۔ جس میں حصہ لینے والا تزکیۂ نفس اور دعاؤں اور ذکر الٰہی کی دولت سے بھی

محروم نہیں رہے گا پس دجالی فتنہ کے مقابلہ کے لئے اجتماعی کوشش کرو۔اپنے اموال کی ہمیشہ قربانی کرتے رہو اور اپنے اوقات کو اس غرض کے لئے وقف کرو تا کہ اسلام دُنیا میں غالب آئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا کے کونہ کونہ میں قائم ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کے اس اجتماع کو ہر لحاظ سے خیر و برکت کا موجب بنائے اور آپ کو اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور وقت کے تقاضوں کو صحیح رنگ میں شناخت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ لوگوں میں ایسا جذبِ روحانی اور اخلاص پیدا کرے کہ آپ لاکھوں لاکھ لوگوں کو احمدیت میں داخل کرانے کا موجب بن جائیں تا کہ قیامت کے دن ہم شرمندہ نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں اور خطاؤں کو معاف فرماتے ہوئے اپنی رحمت کی چادر میں ہمیں چھپا لے اور اپنے دین کے سچے اور جاں نثار خادموں میں شامل کرے۔اے خدا تو ایسا ہی کر۔

والسلام

مرزا محمود احمد“ 230

تحریک جدید کی عظیم الشان عالمی خدمات پر ایک ٹھوس اور مؤثر تقریر

اس اجتماع انصاراللہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے ”تحریک جدید کے کام کی وسعت“ پر ایک نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ذیل میں اس اہم تقریر کا ضروری حصہ سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔نقشہ عالم پر اُن دنوں مجاہدین احمدیت کس وارفتگی اور جانفروشی کے ساتھ اسلام کو پھیلانے میں مصروف عالم تھے؟ اس کا اندازہ صاحبزادہ صاحب کے پیش کردہ اعداد و شمار اور حقائق سے بخوبی لگ سکتا ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

”تحریک جدید کے قیام پر انتیس سال کا عرصہ گذر چکا ہے اس عرصہ میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور استحکام سلسلہ کا جو کام اس تحریک کے ذریعہ ہوا اور جو وسعت اور برکت تحریک جدید کو حاصل ہوئی وہ میں اعداد و شمار کے ساتھ پیش کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریک یقیناً ایک الٰہی تحریک ہے اور خدا تعالیٰ کے خاص منشاء سے جاری کی گئی ہے۔

تبلیغی مشن: اس وقت مندرجہ ذیل ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں انگلستان، سپین، سوئٹزرلینڈ، ہالینڈ، جرمنی، سکنڈے نیویا کے ممالک بھی سویڈن، ڈنمارک اور ناروے، شمالی امریکہ، برٹش گی آنا، نائیجیریا، غانا، سیرالیون، لائبیریا، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، ٹوگولینڈ، کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا، ماریشس، جنوبی افریقہ، اسرائیل، لبنان، شام، عدن، سنگاپور، کوالالمپور، برما، سیلون، انڈونیشیا، بورنیو، فجی۔

دنیا کی کل آبادی دوارب باسٹھ کروڑ ہے۔اس وقت تک جن ممالک میں مشن کھولے جاسکے ہیں اُن کی آبادی باون کروڑ ہے گویا دنیا کی آبادی کے ۵/ ۱حصہ میں اس وقت تک کام شروع ہو چکا ہے۔ اِن ممالک میں مشنوں کی کل تعداد ۶۶ ہے۔جن میں اِس وقت ۶۹ مرکزی مبلغ کام کررہے ہیں اور ۸۳ لوکل مبلغ ہیں۔کل مبلغین جو اس وقت میدانِ عمل میں ہیں ان کی تعداد ۱۵۲ ہے۔بعض ممالک ایسے بھی ہیں جہاں اس وقت کوئی مبلغ تو نہیں لیکن وہاں جماعتیں قائم ہیں اور مرکز کی براہ راست نگرانی اور ہدایات کے ماتحت تبلیغ واشاعتِ اسلام کا کام کررہی ہیں۔ان میں فلپائن، جاپان، ڈچ گی آنا اور مصر اور سائپرس شامل ہیں۔

میڈیکل مشنریز: گزشتہ دوتین سال میں میڈیکل مشنریز کی تحریک بھی جاری کی گئی ہے جو ابھی ابتدائی حالت میں ہے۔اس وقت نائیجیریا اور سیرالیون میں تین میڈیکل مشنری کام کررہے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کا بڑا نیک اثر پیدا ہورہا ہے۔افریقہ کے بعض اَور ممالک میں بھی اِس کو جاری کرنے کا ارادہ ہے۔

تعلیمی خدمات: روحانی اور جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ افریقہ کی پسماندہ اقوام میں تعلیمی خدمات کے لحاظ سے بھی تحریک جدید کے ذریعہ نمایاں اور قابلِ قدر کام کیا گیا ہے جس کا اعتراف وہاں کے ملکی راہنما اور سیاستدان متعدد مرتبہ کرچکے ہیں۔اس ضمن میں بیسیوں ایسی تحریرات موجود ہیں جن میں غیر از جماعت مسلمان راہنماؤں نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کی تعلیمی خدمات قابل قدر اور شکریہ کی مستحق ہیں۔اس ذریعہ سے بھی ہم نے ہزاروں مسلمان نوجوانوں کو عیسائیت کے دجل کا شکار ہونے سے بچایا ہے کیونکہ اس ذریعہ سے بھی عیسائیت افریقہ میں نفوذ حاصل کررہی تھی۔افریقہ میں اس وقت ۴۵ سکول جماعت کے زیر انتظام چلائے جارہے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مزید سکول جاری کردیئے جائیں گے۔

مساجد کی تعمیر: تبلیغ وتربیت کا ایک اور موثر ذریعہ مسجد کا قیام ہے۔اس وقت تک غیر ممالک میں جماعت ہائے احمدیہ نے ۲۹۱ مساجد تعمیر کی ہیں جن میں سے بعض ہزاروں پونڈ کے خرچ سے بنائی گئی ہیں۔ انگلستان اور یورپ میں اس وقت چار مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں مسجد کے لئے زمین خریدی جا چکی ہے لیکن مسجد کی تعمیر اُس وقت تک ملتوی رکھنا ہوگی جب تک کہ مسجد زیورک کے اخراجات پورے نہیں ہوجاتے۔ضمناً میں احباب کی خدمت میں یہ امر بھی عرض کر دیتا ہوں کہ زیورک کی مسجد پر چار لاکھ سے زائد روپیہ خرچ ہوا ہے پاکستانی جماعتوں کے ذمہ دو لاکھ اسی ہزار روپیہ لگایا گیا تھا لیکن ابھی تک صرف ایک لاکھ روپے کی وصولی ہوئی ہے۔اب جب تک یہ پہلا قرضہ بیباق نہیں ہوجاتا کسی اور مسجد کا بنانا مشکل ہوگا۔

قرآن مجید کے تراجم: لٹریچر کی اشاعت کے ضمن میں سب سے اوّل اور مقدم قرآن شریف کے مختلف زبانوں میں تراجم کا کام ہے۔اس وقت تک انگریزی، ڈچ، جرمنی اور سواحیلی میں قرآن شریف کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔قرآن شریف انگریزی کی تفسیر مکمل ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ فرانسیسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ اس وقت پریس میں ہے روسی، اٹیلین، سپینش اور ڈینش زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔لیکن ابھی تک طبع نہیں کروائے جا سکے۔ان زبانوں کے علاوہ افریقہ کی بعض لوکل زبانوں میں بھی قرآن مجید کے تراجم کروائے جا رہے ہیں۔قرآن کریم کے تراجم کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے دو انتخاب اس وقت تک شائع کروائے گئے ہیں۔ایک تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا انتخاب کردہ مجموعۂ احادیث ”چالیس جواہر پارے“ اور دوسرے ”ریاض احادیث النبیؐ “۔

غیر ملکی زبانوں میں کتب سلسلہ کی اشاعت: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفائے سلسلہ اور سلسلہ کے دیگر بزرگوں اور خادموں کی جو کتب مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر طبع ہوچکی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ (۱) اسلامی اصول کی فلاسفی (انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی زبانوں میں)، (۲) الوصیت (انگریزی) ، (۳) ہماری تعلیم (انگریزی)، (۴) چشمۂ مسیحی (انگریزی)، (۵) مواہب الرحمٰن، (۶) مکتوب احمد (عربی)، (۷) تحفۂ بغداد (عربی)، (۸) التبلیغ (عربی)، (۹) مسیح ہندوستان میں (انگریزی)، (۱۰) احمدیت یعنی حقیقی اسلام (انگریزی)، (۱۱) دعوت الامیر

(انگریزی)، (۱۲) حیات طیبہ (انگریزی)، (۱۳) نظامِ نو (انگریزی و ترکی)، (۱۴) میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں (انگریزی اور فرانسیسی)، (۱۵) محمد صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے نجات دہندہ (انگریزی)، (۱۶) دنیا کا محسن (۱۷) احمدیت کیا ہے۔ (انگریزی)، (۱۸) اسلام کا اقتصادی نظام (انگریزی) (۱۹) اسلام اور دیگر مذاہب (عربی)، (۲۰) دیباچہ تفسیر القرآن (انگریزی، ترکی)، (۲۱) اشتراکیت اور جمہوریت (انگریزی)، (۲۲) سلسلۂ احمدیہ (انگریزی)، (۲۳) پیامِ احمدیت (فارسی)، (۲۴) سیرۃ طیبہ (انگریزی)، (۲۵) احمدیت کا مستقبل (انگریزی)، (۲۶) روحانیت کے دوستون (انگریزی)، (۲۷) درّ منثور (انگریزی)، (۲۸) درّ مکنون (انگریزی)، (۲۹) اسلام اور کمیونزم (انگریزی)، (۳۰) خاتم النبیینؐ کے معنی (انگریزی)، (۳۱) مسیح کشمیر میں (انگریزی، فرانسیسی)، (۳۲) بابی اور بہائی مذہب (انگریزی)، (۳۳) وجود باری تعالیٰ (انگریزی)، (۳۴) جماعت احمدیہ اور انگریز (عربی)، (۳۵) اسلام ترقی کی شاہراہ پر (انگریزی، فرانسیسی)، (۳۶) ہمارے بیرونی مشن (انگریزی)، (۳۷) اسلام اور غلامی (انگریزی)، (۳۸) اسلام افریقہ میں (انگریزی)، (۳۹) اشاعتِ اسلام اور ہماری ذمہ داریاں (انگریزی)، (۴۰) نماز (فرانسیسی)، (۴۱) مقامات النساء (انگریزی)، (۴۲) حیات احمد (عربی)، (۴۳) تعبیر اسلام (انگریزی) An Interpretation of Islam۔

ان کتب کے علاوہ بعض دیگر کتب کے تراجم کروائے جا چکے ہیں جو ذرائع میسر آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ طبع کروا دیئے جائیں گے۔ ان میں چشمۂ معرفت، آئینہ کمالات اسلام، کشتی نوح (فرانسیسی)، حقیقۃ الوحی، نور الحق، تقدیر الٰہی، سیر روحانی، تفسیر سورۂ مریم، تفسیر سورۂ کہف، آئینہ جمال، تبلیغ ہدایت، ختم نبوت کی حقیقت وغیرہ کتب شامل ہیں۔

کتب سلسلہ کے علاوہ مشنوں کی طرف سے جو جرائد اور اخبارات دنیا کی مختلف زبانوں میں نکالے جا رہے ہیں اُن کی تعداد اس وقت ۲۲ ہے۔

نئے مشنوں کا قیام: چند سال ہوئے حضرت مصلح موعود نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ ہر سال ایک مشن ضرور کھولنا چاہیئے۔ حضور کی اس خواہش کے احترام میں گزشتہ دس سال کے عرصہ میں ہم نے کم و بیش پندرہ نئے مشن کھولے ہیں۔ گو ہمارے مالی وسائل اس کے متحمل نہ تھے لیکن خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہر سال ہم نے اپنا قدم آگے بڑھانے کی کوشش کی ہے۔[231]

مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب (مشرقی پاکستان) کی شہادت

نومبر۱۹۶۳ء میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے شہر برہمن بڑیہ کے سالانہ جلسہ پر غیراحمدیوں نے حملہ کر دیا اور شدید پتھراؤ کیا جس کے نتیجہ میں بہت سے احمدی شدید زخمی ہو گئے۔ان میں دو دوست مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے راہِ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔ان شہداء کے حالات بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:۔

''۳نومبر۱۹۶۳ء کو احمدیہ جماعت برہمن بڑیہ کا سالانہ جلسہ بعد نماز مغرب لوک ناتھ ٹینک کے میدان میں مکرم سید سہیل صاحب سی ایس پی کی زیر صدارت شروع ہوا۔

سید سہیل احمد صاحب سی ایس پی آج کل اسلام آباد میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اور ان کا سارا خاندان بہت مخلص ہے۔وہ اس وقت ڈھاکہ میں حکومت کے ڈپٹی سیکرٹری بھی تھے اور خدام الاحمدیہ میں اسسٹنٹ ریجنل قائد کے عہدہ پر فائز تھے۔یعنی بڑے عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بھی انہوں نے خدمات دینیہ سے سرمو انحراف نہیں کیا۔بڑی جرأت سے عہدے لیا کرتے تھے اور بڑی جرأت سے اور عمدگی سے ان کو نبھاتے تھے۔

جلسہ شروع ہوئے دس پندرہ منٹ گزرے تھے کہ ملاؤں نے ہلہ بول دیا اور جلسہ گاہ پر شدید پتھراؤ کیا۔مخالفین نے جلسہ گاہ کی تاریں کاٹ دیں جس سے سارے علاقے میں اندھیرا چھا گیا۔لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔محترم سید سہیل احمد صاحب اور بعض دوسرے احمدیوں نے کرسیاں سر پر رکھ کر اپنی حفاظت کی۔مخالفین کے ہلہ بولنے کے بہت دیر بعد پولیس جب وقوعہ پر پہنچی تو وہ اس طوفانی بارش کے بعد نظر آئی جو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر معجزانہ طور پر نازل فرمائی تھی اور جس سے خود دشمن ہی تتر بتر ہو چکا تھا۔دشمن کے اس حملہ کے نتیجے میں بہت سے احمدی احباب زخمی ہوئے جنہیں رات کے وقت برہمن بڑیہ ہسپتال میں داخل کروایا گیا۔ان میں سے دو دوست مکرم عثمان غنی صاحب اور مکرم عبدالرحیم صاحب کی حالت بہت نازک تھی اور وہ شدید زخموں سے جانبر نہ ہو سکے اور اگلے روز ۴نومبر۱۹۶۳ کی صبح کو دونوں اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

شہید عثمان غنی صاحب شاہ طور یہ ضلع مانک گنج کے رہنے والے تھے اور اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔نہایت مخلص، خاموش طبع، خدمت گزار اور نرم خو شخصیت کے حامل تھے احمدی ہونے کے

بعد فوج میں بھرتی ہوکر کراچی چلے گئے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد موصوف سلسلہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۵ برس تھی اور آپ غیر شادی شدہ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے آپ کے چھوٹے بھائی جناب ڈاکٹر اولاد حسین صاحب اور آپ کی ہمشیرہ احمدی ہوئیں۔

شہید عبدالرحیم صاحب برہمن بڑیہ ضلع تارواں گاؤں کے رہنے والے تھے۔ شہادت کے وقت ان کے دو بچے اور تین بچیاں تھیں جو سب سلسلہ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔ بڑے بیٹے مکرم مسلم صاحب سرکاری ملازم ہیں اور چھوٹے بیٹے مکرم رستم صاحب آج کل بیلجیئم میں مقیم ہیں۔'' 232

بھارت میں چار معرکۃ الآراء مناظرے

اس سال کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں بھارت کے طول وعرض میں نہ صرف احمدیت کی تبلیغ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر دعوت وتبلیغ) کی زیرنگرانی پورے جوش وخروش سے جاری رہی بلکہ چار معرکۃ الآراء مناظرے بھی ہوئے جن سے احمدیت کی دھاک بیٹھ گئی اور بھارتی احمدیوں کے حوصلے غیر معمولی طور پر بڑھ گئے۔

(۱) مناظرہ ارّو ضلع رانچی (منعقدہ ۱۵ مئی ۱۹۶۳ء)

موضوع وفات مسیح، احمدی مناظر جناب سید فضل عمر صاحب کٹکی، غیر احمدی مناظر جناب مولوی عبدالغفار صاحب مظفرنگری۔ 233

(۲) مناظرہ کلکتہ (منعقدہ ۷ جولائی ۱۹۶۳ء)

موضوع ختم نبوت، احمدی مناظر مولانا محمد سلیم صاحب مجاہد بلاد عربیہ، غیر احمدی مناظر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب سونگھڑوی دیوبندی۔ 234

(۳) مناظرہ پونچھ (منعقدہ ۲۹ و ۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء)

موضوع: نبوت وصداقتِ حضرت مسیح موعودؑ، احمدی مناظر جناب مولانا محمد سلیم صاحب، شیعہ مناظر سید احمد رضوی صاحب۔ 235

(۴) مناظرہ یادگیر علاقہ میسور (تحریری) منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ نومبر ۱۹۶۳ء

موضوع: وفات مسیح وختم نبوت وصداقت حضرت مسیح موعودؑ، احمدی مناظر مولانا محمد سلیم صاحب، غیر احمدی مناظر مولوی عبدالواحد صاحب رحمانی۔

اس مناظرہ کے انتظام وانصرام وجملہ اخراجات یادگیر کے مخلص بزرگ حضرت سیٹھ شیخ حسن کے خاندان نے برداشت کئے۔ان دنوں سیٹھ عبدالحی صاحب جماعت یادگیر کے امیر تھے۔یہ تحریری مناظرہ، مناظرہ یادگیر کے نام سے چھپ چکا ہے۔اس مناظرہ میں مولانا محمد سلیم صاحب کے مندرجہ ذیل معاونین تھے۔مولانا ابی عبداللہ فاضل مالاباری، مولانا شریف احمد صاحب امینی، مولانا بشیر احمد صاحب، مولوی سمیع اللہ صاحب، مولوی حکیم محمد دین صاحب، مولوی محمد عمر صاحب، مولوی عبداللطیف صاحب ملکانہ، مولوی فیض احمد صاحب (مقامی مبلغ)، چوہدری فیض احمد صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان۔[236]

سیدنا حضرت مصلح موعود کا تاریخ احمدیت سے متعلق اہم پیغام

۴ دسمبر ۱۹۶۳ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی نے برادرانِ جماعت کے نام ''تاریخ احمدیت'' کے سلسلہ میں ایک نہایت اہم پیغام دیا جس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے۔یہ پیغام الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کے صفحہ اوّل پر جلی قلم سے سپرد اشاعت کیا گیا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جیسا کہ احباب کو علم ہے مولوی دوست محمد صاحب شاہد میری ہدایت کے ماتحت تاریخ احمدیت لکھ رہے ہیں۔الحمد للہ کہ خدا کے فضل سے انہوں نے اس کا چوتھا حصہ بھی مکمل کر لیا ہے۔استاذی المکرّم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل کے بلند مقام اور آپ کے عظیم الشان احسانات کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد آپ کے زمانہ کی تاریخ کی اشاعت میں پورے جوش و خروش سے حصہ لے اسے خود بھی پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے بلکہ میں تو یہ بھی تحریک کروں گا کہ جماعت کے وہ مخیّر اور مخلص دوست جو سلسلہ کے کاموں میں

ہمیشہ نمایاں حصہ لیتے رہے ہیں تاریخ احمدیت کے مکمل سیٹ اپنی طرف سے پاکستان اور ہندوستان کی تمام مشہور لائبریریوں میں رکھوا دیں تا اس صدقۂ جاریہ کا ثواب انہیں قیامت تک ملتا رہے۔اور وہ اور ان کی نسلیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہوتی رہیں۔آمین

والسلام
خاکسار مرزا محمود احمد
(خلیفۃ المسیح الثانی)۶۳/۱۲/۴''

جماعت احمدیہ کراچی کا پہلا سالانہ تربیتی اجتماع

قبل ازیں جماعت احمدیہ کراچی کے خدام، انصار اور لجنہ اماء اللہ کے الگ الگ اجتماعات ہوتے تھے۔اس سال جماعت احمدیہ کراچی کا مشترکہ سالانہ اجتماع پہلی بار۲۳،۲۴ نومبر۱۹۶۳ء کو احمدیہ ہال میں منعقد ہوا جس میں مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح و ارشاد، مولانا ابوالعطاء صاحب، مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید نے اہم دینی مسائل پر عالمانہ اور پُرمغز تقاریر فرمائیں۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے پہلے روز ''اسلام اور موجودہ زمانے کے تقاضے'' کے موضوع پر دوسرے روز آخر میں ''جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر پُراثر خطاب فرمایا۔

موجودہ زمانے کے تقاضوں کے تعلق میں آپ نے سرمایہ داری اور اشتراکیت کے اقتصادی نظام اور بے پردگی کے رجحانات، اخلاق اور قومیت کا خصوصی ذکر کیا، قرآن کریم اور اسلامی تعلیم کی روشنی میں موجودہ زمانے کے تقاضوں کے بارہ میں اظہار خیال فرمایا۔آپ نے فرمایا کہ موجودہ زمانے کے سائنسی تقاضوں کو صرف اسلام ہی پورا کرسکتا ہے کیونکہ سائنسی تحقیقات عیسائیت کی تعلیم کے برعکس قرآنی تعلیم کی تائید کرتی ہے۔

(حضرت) صاحبزادہ صاحب نے جماعتی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اسلام کی حالت آج وہی ہے جو ابتدائے اسلام میں جنگ حنین کے وقت تھی جبکہ خدا کا رسول اکیلا رہ گیا تھا اور صحابہ کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔خدا کا موعود خلیفہ آج ہمیں آواز دے رہا ہے کہ آؤ اور میرے ساتھ مل کر

طاقت ورحملہ آوروں کو پسپا کرو۔

شرک جن مختلف رنگوں میں مسلمانوں میں جڑ پکڑ رہا ہے۔آپ نے اُن کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا خاص طور پر فرض ہے کہ ان رسومات کی اصلاح کرے اور توحید کو اس کی اصلی شکل میں پیش کرے۔آپ نے فرمایا ممبران جماعت کو عہدیداروں کے انتخاب میں تقویٰ، پرہیزگاری اور دیانت داری کو مقدّم رکھنا چاہئیے۔خلافت سے وابستگی اور اس کے استحکام کے لئے پُرزور کوشش کریں،صداقت مسیح موعودؑ کو عملی نمونہ سے قائم کریں اور اپنی اولادوں کی بھی فکر کریں۔

بعدازاں صدر جلسہ شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی نے مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مصلح موعود کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لئے دعا اور صدقہ کی تحریک کی۔اجتماعی دعا پر جلسہ کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔

مسلسل بارش کے باوجود اجتماع میں بشمول مستورات قریباً تین ہزار حاضری تھی۔ متعدد غیراز جماعت دوستوں نے بھی شرکت فرمائی۔جماعت کراچی کی طرف سے سب احباب کے دوپہر کے کھانے کا تسلی بخش انتظام تھا۔ 237

حضرت سیدہ امّ وسیم صاحبہ کا انتقالِ پُرملال

قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیراحمد صاحب کے انتقال کے تین ماہ بعد امّ وسیم حضرت سیدہ عزیزہ بیگم صاحبہ حرم حضرت مصلح موعود بھی ۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کی رات اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔اس طرح جماعت کو ایک اور قومی صدمہ اور ملی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔آپ کی نماز جنازہ اگلے روز (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصراحمد صاحب نے بہشتی مقبرہ کے احاطہ میں پڑھائی جس میں ربوہ اور پاکستان کے طول وعرض سے آنے والے قریباً چھ ہزار مخلصین شریک ہوئے۔آپ کا جسد خاکی حضرت اماں جان کے مزار مقدس کی چاردیواری میں سپرد خاک کیا گیا۔ 238

حضرت سیدہ ام وسیم حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدّہ کی بڑی صاحبزادی تھیں 239 جو یکم فروری ۱۹۲۶ء کو حضرت مصلح موعود کے عقد میں آئیں 240۔آپ کا وجود ایک خدائی نشان کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ آپ اُن خوش نصیب خواتین مبارکہ میں سے تھیں جو اللہ تعالیٰ کے پاک وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان میں داخل

ہوئیں۔اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:۔

''تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا۔''[241]

آپ نے عرب کے ایک متمول گھرانے میں پرورش پانے کے باوجود بہت سادہ طبیعت پائی تھی۔آپ بہت تقویٰ شعار، مخلص اور منکسر المزاج خاتون تھیں بالخصوص غرباء کے ساتھ بہت محبت و شفقت کا سلوک روا رکھتی تھیں اور علالت طبع کے باوجود اکثر اوقات اُن کے گھروں میں خود تشریف لے جاتیں اوران کے دکھ سکھ میں شریک ہوتی تھیں۔[242]

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ تحریر فرماتی ہیں:۔

''آپ بہت باقاعدگی سے لجنہ اماء اللہ کے اجلاسوں میں شرکت کرتیں۔ ماہانہ جلسوں اور درس کا انتظام ایک لمبے عرصہ تک آپ کے ذمہ رہا جسے آپ خوش اسلوبی سے ادا کرتی رہیں۔جلسہ سالانہ کے موقع پر بھی ہر سال مفوضہ خدمت بجالاتیں اور جو بھی کام سپرد کیا جاتا بشاشت قلب سے بجالاتیں۔''[243]

آپ کو تحریک جدید کی اولین مجاہدات میں شمولیت کی سعادت بھی حاصل تھی۔[244]

آپ کے بطن سے دو فرزند پیدا ہوئے۔(۱) محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر دعوت و تبلیغ قادیان بعدازاں ناظر اعلیٰ و امیر مقامی قادیان)، (۲) صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب (واقف زندگی افسر امانت تحریک جدید)

صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کو کئی سال تک خصوصاً بیماری کے آخری ایام میں اپنی والدہ ماجدہ کی شب روز خدمت کی سعادت نصیب ہوئی مگر صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب جو ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء سے قادیان میں درویشانہ زندگی گذار رہے تھے اور اگرچہ اس عرصہ میں کئی بار پاکستان تشریف لائے۔ مگر حضرت سیدہ کی وفات کے وقت آپ قادیان میں تھے کہ سوا نو بجے شب آپ کو یہ اندوہناک اطلاع ملی اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا فوری انتظام ہوا کہ آپ اگلے دن ساڑھے بارہ بجے کے قریب ربوہ پہنچ گئے۔اور نماز جنازہ اور تدفین کے انتظام میں شامل ہوئے چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ میرے پاس پاسپورٹ بھی تھا اور ویزا بھی چنانچہ خاکسار

۶ دسمبر بروز جمعہ صبح پانچ بجے قادیان سے روانہ ہوکر قریباً ساڑھے بارہ بجے جمعہ سے تھوڑی دیر قبل ربوہ پہنچ گیا اور مجھے اپنی والدہ مرحومہ کی آخری زیارت اوران کے جنازہ اور تدفین میں شمولیت کی توفیق مل گئی اور یہ سب عین میری والدہ مرحومہ کے بتلائے ہوئے کے مطابق ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ خاکسار جب ۱۷نومبر کوان سے آخری بار (جوزندگی میں بھی آخری بار کی ملاقات تھی) مل کر قادیان واپس جانے لگا تو گلے لگا کر فرمانے لگیں کہ بیٹا ایسا معلوم ہوتا ہے زندگی میں پھر تمہیں نہ دیکھ سکوں گی۔'' اسی طرح بعض ملنے والی مستورات سے بھی یہ فرمایا کہ ''وسیم تو مجھے آکے دیکھ لے گا لیکن میں اسے نہ دیکھ سکوں گی۔ ....اس سانحہ کا ایک دردناک پہلو یہ بھی ہے کہ میری بیوی اور میری تینوں بچیاں بوجہ پاسپورٹ و ویزا کے ختم ہو جانے میرے ساتھ ربوہ نہ آسکیں اس سے قبل ہمارے عمو صاحب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر وہ ربوہ پہنچ گئی تھیں اور خاکسار اپنے بہت ہی پیارے عمو صاحب کی آخری زیارت سے محروم رہا تھا۔'' 245

شیخ الازھر السید محمود شلتوت کی وفات

اس سال جامعۃ الازھر (مصر کی قدیم اسلامی یونیورسٹی) کے ریکٹر الاستاذ الاکبر السید محمود شلتوت ۱۲/۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء کی درمیانی شب انتقال کر گئے۔

آپ ۱۸۹۳ء/۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔آپ کا شمار عہد حاضر کے ممتاز اور عظیم علماء میں سے ہوتا تھا۔اسلامی فقہ اوراسلامی قانون پر آپ کو بہت عبور حاصل تھا آپ نے چھبیس کتابیں اپنی یادگار چھوڑیں جن میں سے مشہور یہ ہیں۔

التفسیر . حکم الشریعة فی استبدال النقد بالهدی. القرآن و المرء ة. القرآن و القتال، هٰذا هو الاسلام، عنصر الخلود فی الاسلام، الاسلام و التکافل الاجتماعی. فقه السنّه. احادیث الصباح فی المذیا ع. فصول شرعیة اجتماعیة. حکم الشریعة الاسلامیة فی تنظیم النسل . الدعوة المحمدیه. فقه القرآن و السنّه. توجیهات الاسلام . الاسلام عقیدةً و شریعةً . الاسلام و الوجود و الدولی. الفتاویٰ 246

استاذ محمود شلتوت اجتہاد کے دروازے کو بند نہیں سمجھتے تھے۔انہوں نے ''دار التقریب بین المذاهب الاسلامیه '' نامی ادارہ کی تشکیل وتعمیر میں بھرپور کردار ادا کیا۔اس ادارہ کا بنیادی مقصد

مختلف اسلامی مذاہب کوایک دوسرے کے نزدیک کر کے عملی اقدامات کرنا تھا۔شیخ شلتوت اسی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس ادارے کے زیرانتظام منعقد ہونے والے اجتماعات میں مصری عوام اپنے ایرانی، لبنانی، عراقی اور پاکستانی بھائیوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھتے ہیں۔حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، امامی اور زیدی مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک ہی میز کے اردگرد جمع ہوتے ہیں اور سب نہایت مودبانہ عالمانہ اور پاکیزہ انداز کے ساتھ ایک دوسرے سے برادرانہ مودت، تعاون، محبت کا اظہار کرتے ہیں[247]۔آپ کی یہ خصوصیت دنیائے احمدیت میں ہمیشہ یادرکھی جائے گی کہ آپ نے علماء کی مخالفت کے باوجود ۱۹۴۲ء میں بڑی دلیری سے وفات مسیح کا فتویٰ دیا اور آخردم تک اس پر پوری ایمانی قوت کے ساتھ ڈٹے رہے اور فرمایا میرا یہ دلی ایمان اور عقیدہ ہے اور میں اس بات کی قطعاً پروانہیں کرتا کہ اس سے احمدیوں کو یا کسی اور کو ان کے معتقدات سے مدد ملتی ہے۔[248]

وفات سے تین سال قبل ۳ نومبر ۱۹۶۰ء کو مولانا شیخ نوراحمد صاحب منیر مبلغ بلاد عربیہ نے قاہرہ میں آپ سے ملاقات کی۔اس ملاقات کا انتظام اخبار الجمھوریہ کے ایڈیٹر کے ذریعہ ہوا تھا۔شیخ صاحب نے دوران گفتگو عرض کی کہ آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا فتویٰ دے کر علمی کاوش اور انتہائی جرأت کا ثبوت دیا ہے۔اس پر آپ نے فرمایا۔’’مِنَ الْوَاجِبِ لِلْعَالِمِ اَنْ یَکُوْنَ اَمِیْناً فِیْ رِسَالَتِہٖ‘‘ یعنی عالم دین پر واجب ہے کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں امین ہو۔[249]

الاستاذ الاکبر الشیخ محمود شلتوت احمدیوں کو مسلمان سمجھتے تھے اور اس کا آپ کھلے بندوں اظہار کیا کرتے تھے چنانچہ ۲۴ جولائی ۱۹۶۲ء کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ڈنمارک کے احمدی جناب عبدالسلام صاحب میڈسن سے تبادلہ خیالات کرتے ہوئے کہا کہ’’ان الاحمدیین ان یعتقدون بکون محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کما اوضحتم فانھم مسلمون حقاً یعنی احمدی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر اعتقاد رکھتے ہیں تو وہ بلاشبہ مسلمان ہیں۔[250] بعدازاں انہوں نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل ممباسہ کی ایک اسلامی درسگاہ کے پرنسپل الشیخ علوی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ احمدی ہمارے مسلمان بھائی ہیں اور کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ وہ بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں جو ہم پڑھتے ہیں۔[251]

متحدہ عرب جمہوریہ کے صدر جمال عبدالناصر کا تار

علامہ محمود شلتوت کی وفات پر محترم ناظر صاحب امور خارجہ صدر انجمن احمدیہ نے متحدہ عرب جمہوریہ

کے صدر جناب جمال عبدالناصر کی خدمت میں ایک تار ارسال کیا۔جس میں جماعت احمدیہ پاکستان کی طرف سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا گیا۔

اس کے جواب میں صدر موصوف نے ایک برقی پیغام کے ذریعہ جماعت احمدیہ پاکستان کا نہایت پُرخلوص طور پر شکریہ ادا کیا۔برقی پیغام درج ذیل ہے۔

''قاہرہ ۱۹ دسمبر۔حکومت متحدہ عرب جمہوریہ

بخدمت ناظر صاحب امور خارجہ

احمدیہ......کمیونٹی۔ربوہ (پاکستان)

شیخ شلتوت مرحوم کی وفات پر آپ نے جماعت احمدیہ کی طرف سے جس مخلصانہ طریق پر تعزیت کا اظہار کیا ہے۔میں اس پر آپ کا اور جملہ افراد جماعت کا نہایت پر خلوص طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

جمال عبدالناصر''[252]

حضرت مصلح موعود کا جلسہ سالانہ قادیان کے لئے روح پرور پیغام

مرکز احمدیت قادیان میں جماعت احمدیہ کا بہتر واں سالانہ جلسہ ۱۸۔۱۹۔۲۰ دسمبر ۱۹۶۳ء کو اپنی شاندار روایات کے ساتھ منعقد ہوا۔اس روحانی اجتماع میں ہندوستان کے سینکڑوں مخلصین احمدیت کے علاوہ پاکستان کے قریباً دوسو احباب قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر قافلہ کی معیت میں وارد قادیان ہوئے اور جلسہ کی برکات سے مستفید ہونے کی سعادت حاصل کی۔علاوہ ازیں ۱۲۷ دوست انفرادی پاسپورٹ پر پاکستان اور دیگر ممالک سے شامل جلسہ ہوئے۔احمدیوں کے علاوہ غیر احمدی حضرات اور غیر مسلم دوستوں نے بھی تمام معلومات افروز تقاریر پوری توجہ اور دلچسپی سے سنیں۔

حضرت مصلح موعود نے اس مقدس جلسہ کے لئے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا جو محترم قریشی محمود احمد صاحب نے افتتاحی اجلاس میں پڑھ کر سنایا۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

''درویشانِ قادیان! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم لوگ قادیان جو احمدیت کا مرکز ہے اس میں بیٹھے ہو۔تم خوش قسمت ہو۔
میں اس سے محروم ہوں۔ دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں اسلام کی خدمت کی توفیق
دے۔آمین۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء‘‘ 253

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا وجد آفرین پیغام

حضرت مصلح موعود نے حضرت قمر الانبیاء کے وصال کے بعد ’’ناظر خدمت درویشاں‘‘ کا عہدہ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو عطا فرمایا تھا اس لئے (حضرت) صاحبزادہ صاحب نے بھی ناظر خدمت درویشاں کی حیثیت سے اس جلسہ پر درج ذیل پیغام بھجوایا جو قریشی صاحب موصوف ہی نے پڑھ کر سنایا۔

’’دیارِ مسیح کے خوش بخت مکینو! اور دیارِ حبیب کی زیارت کی سعادت پانے والو! تم پر بہت بہت سلام ہوں اور بے شمار صلوٰۃ وسلام ہوں تمہارے مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی رُوح بنی نوع انسان کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے تڑپی اور بے قرار ہوئی اور آستانۂ الوہیت پر جھکی اور گداز ہوئی۔اور جن کی تضرعات نے عرشِ ربِ کریم کو ہلایا۔اور خدائے ذوالمجد والعلیٰ نے جن کی تضرعات کو سنا اور تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعتِ ہدایت کے سامان آسمان سے پیدا کئے۔اور جہاں قرآن کریم جیسی کامل اور مکمل اور ابدی ہدایت نازل فرمائی۔ وہاں ہمارے اس زمانے میں تکمیل اشاعتِ ہدایت کے لئے اُس نے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو فنا فی الرسول کا مقام حاصل کرنے کی سعادت عطا کی۔اور اس کی توفیق سے آپ کا حساس اور عاشقِ رسول دل اسلام اور بنی نوع انسان کی ہمدردی میں پگھلا اور گداز ہوا۔اور خدائے رحمان کی رحمت جوش میں آئی۔اس طرح خدا تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے آپ ہی کے ذریعہ تکمیل اشاعت ہدایت کی بنیاد رکھی اور زمین قادیان ’’محترم‘‘ بنائی گئی ہے۔مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے ظل کے طور پر ارضِ حرم ٹھہری جس کے ’’الدار‘‘ کا خدائے قادر و توانا خود محافظ بنا۔اور اس مبارک بستی کو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اپنی پناہ میں لے لیا۔اس بستی نے زندہ خدا کے زندہ نشان ہزاروں کی تعداد میں دیکھے اور اس میں بسنے والے جو صدق وصفا اور محبت و وفا سے اپنے ایمانوں پر ثابت قدم رہے۔مہبطِ انوارِ الٰہی بنے اور دنیا کے لئے ایک نمونۂ مثال ٹھہرے اور حجۃ اللہ علی الارض قرار پائے۔اس پیاری بستی کے تم مکین ہو اور

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عاشق صادق کی تم پر بڑی ہی لطف وعنایات ہیں۔ پس اپنے دلوں کو شکر وامتنان کے جذبات سے ہمیشہ لبریز رکھو اور اپنے خدا تعالیٰ کے لئے اپنے نفسوں پر ایک موت وارد کرو تا تم ایسے طور پر زندہ کئے جاؤ جس کے بعد کوئی فنا نہیں اور اپنے مالوں اور اپنے وقتوں اور اپنی طاقتوں اور اپنی عزتوں اور اپنے جذبات کو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وقف کر دو کہ اس کے بعد تمہیں کوئی گھاٹا اور نقصان نہیں۔ اور اُسی کے ہو جاؤ اور اُسی کے لئے ہو جاؤ تا آسمانی رحمتوں، برکتوں، نصرتوں اور تائیدات کے دروازے تم پر کھولے جائیں اور ایک ابدی عزت تمہیں حاصل ہو اور اپنے رب کی نگاہ میں آسمان پر تم وقار پاؤ۔ جیسا کہ اس خدائے ذوالاقتدار کے وقار کو اس زمین پر قائم کرنے کے لئے تم نے اپنی زندگیوں کا ہر لحہ وقف کر رکھا ہے۔

خدائی صفات کے مظہر بننے کی کوشش میں لگے رہو کہ اس نے انسان کو اپنی شکل پر پیدا کیا ہے۔ مگر بے وقوف اور بدبخت انسان تکبر وغرور، شعوری خود پسندی، نخوت اور اسی طرح کے دیگر گناہوں یا غفلتوں اور کوتاہیوں سے اپنے چہرے کو داغدار کر لیتا ہے مگر تم ہر وقت چوکس اور بیدار رہو تا شیطان کسی بھی خفیہ سوراخ سے تمہارے دلوں، تمہارے خیالات یا تمہارے اعمال میں راہ نہ پا سکے۔ اور تمہارا وجود جیسا کہ خدا چاہتا ہے اور جیسا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا ہے۔ اور جیسا کہ مسیح موعود و مہدی معہودؑ کی خواہش سے خدا نما آئینہ بن جائے۔ اور تم واقعی اور حقیقی طور پر خدائے تعالیٰ کی تمام صفات کے مظہر بن جاؤ۔ اور وہ تم سے راضی ہو اور تم اس سے۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا خدا تعالیٰ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت نے ہر نیک وبد اور مومن وکافر کو اپنی ربوبیت کی چادر میں لیا ہوا ہے۔ پس تمہاری ربوبیت سے بھی کوئی شخص باہر نہ رہے۔ اپنے ہمسایوں سے الفت وشفقت سے پیش آؤ۔ کیا ہندو اور کیا سکھ اور کیا دہریہ اور کیا دوسرے مذاہب والے سب کے سب ہی تمہاری ہمدردی، غمخواری اور خیر خواہی سے پورا پورا حصہ لیں۔ سب سے نیک سلوک کرو۔ ان کی دنیوی ترقیات کے لئے کوشش کرو اور ان سے اخلاق سے پیش آؤ۔ ان کے دکھوں میں برابر کے شریک ہو اُن کی تکالیف دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرو۔ غرضیکہ ہر رنگ میں ان کے سچے خیر خواہ بن جاؤ اور اپنی راتوں کو متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ اپنے رب سے ان کی دین اور دنیا کی بھلائی چاہو۔ تا تمہارا عمل زندہ گواہ ہو۔ اس بات کا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی طور پر اور حقیقی معنوں میں رحمۃ للعالمین ہیں۔

اسلام اور احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے ہر ملک میں پھیل چکے ہیں اور جس ملک میں بھی جو احمدی رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اُن کو یہی حکم ہے کہ وہ اپنے اپنے ملک کے وفادار رہیں اور اپنی اپنی حکومتوں کے قوانین کی پابندی جزء ایمان سمجھیں۔ اگر اسلام ہمیں یہ زریں ہدایت نہ دیتا تو دنیا میں فساد عظیم بپا ہو جاتا۔ اسلام تو ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم:۴۲) کے وقت آیا اور اس کی نیک اور پاک تعلیم اور اصلاح و آشتی کے پیغام نے ہر قسم کے فتنہ فساد کی جڑیں اکھاڑ کر رکھ دیں اور دنیا کو امن، سلامتی اور صلح اور آشتی کا ایک بے مثل ایک انمول اصول سکھایا اور ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس زریں اصول پر کاربند رہیں۔ اور اپنے عمل سے اس پاک اصول کے حسن اور دلکشی کو دنیا پر اجاگر کریں۔

خدا تعالیٰ ہمارے اور آپ کے ساتھ ہو اور رحمتوں اور عنایات سے ہمیشہ سب کو نوازتا رہے اور ہمیں ہر دکھ اور درد سے بچائے اور ہر شریر کی شرارت سے ہمیں پناہ میں رکھے کہ وہی ہمارا ملجاء و ماؤی ہے۔ وہی ہماری پناہ ہے وہی رب جو رحمٰن اور رحیم بھی ہے۔ اور ذوالجلال والاکرام بھی۔ آمین۔ یارب العالمین۔

فقط خاکسار مرزا ناصر احمد۔ ناظر خدمت درویشاں

۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء" 254

قافلہ قادیان ۱۹۶۳ء

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ناظر خدمت درویشان کی طرف سے قادیان کے سالانہ جلسہ پر جانے والے احباب کے لئے ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کی الفضل میں اعلان شائع کروایا گیا کہ قادیان کے لئے قافلہ انشاء اللہ تعالیٰ لاہور سے ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء بذریعہ ریل روانہ ہوگا۔ اہل قافلہ کے قیام کا انتظام جودھامل بلڈنگ متصل رتن باغ میں کیا گیا تھا۔

نیز امیر قافلہ قریشی محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ نمبر ۴ میکلوڈ روڈ لاہور کو مقرر کیا گیا۔ اور صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب جوائنٹ امیر مقرر کئے گئے۔

نوٹ: اس جلسہ سالانہ پر جانے والے احباب کی فہرست الفضل ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۔۵ پر شائع شدہ ہے۔ جس کے مطابق دوسو (۲۰۰) احباب اس موقع پر قادیان گئے تھے۔

جلسہ سالانہ ربوہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ کا بہتّرواں جلسہ سالانہ ۲۶ دسمبر کو شروع ہو کر ۲۸ دسمبر کی شام کو ہر لحاظ سے نہایت کامیابی سے اور غیر معمولی آسمانی تائید و برکات کے ساتھ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہو گیا الحمدللہ۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ شمعِ احمدیت کے پروانے اس سال پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں جوق درجوق اپنے روحانی مرکز میں جمع ہوئے حتیٰ کہ ان کی تعداد ایک لاکھ کے لگ بھگ پہنچ گئی۔ نہ صرف ملک کے کونے کونے سے بلکہ دنیا کے دور دراز ممالک سے بھی احباب نے دیوانہ وار اپنے اس مقدس روحانی اجتماع میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی۔

جلسہ سالانہ میں جو موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق نہایت بلند پایہ اہم دینی، علمی، اخلاقی اور تربیتی تقاریر پر مشتمل تھا، سلسلہ کے متعدد بزرگوں اور جید علماء نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کم وبیش تمام تقاریر ہی بہت ایمان افروز، نہایت ضروری اور ذہنوں اور روحوں کو جلا بخشنے والی تھیں۔

اس سال بھی ہر شب باقاعدگی کے ساتھ مسجد مبارک میں نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔ شدت کی سردی کے باوجود دور ونزدیک کے احباب اتنی کثرت سے نماز تہجد میں شریک ہوتے رہے کہ مسجد مبارک اپنی وسعت کے باوجود ناکافی ثابت ہوتی رہی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا پوری بستی نے ہی نیند سے بیزار ہو کر مسجد کا رخ کر لیا ہے۔

گو حضور انور علالت طبع کے باعث پہلے کی طرح سب دوستوں سے ملاقاتیں نہیں فرما سکتے تھے تاہم جلسہ کے ایام میں قریباً روزانہ احمدی جماعتوں کے محدود افراد کو حضور انور کی خدمت میں حاضر ہونے اور حضور کی زیارت کرنے کا شرف حاصل ہوتا رہا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے علالت طبع کے باوجود اس مبارک اجتماع کے لئے دو انقلاب انگیز پیغامات دیئے جن سے شمع خلافت کے پروانوں کو زبردست قوت عمل بخشی اور قافلۂ احمدیت غیر متزلزل ایمان وعرفان کے پرچموں کو لہراتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف گامزن ہو گیا۔

حضرت مصلح موعود کا افتتاحی پیغام

(یہ افتتاحی پیغام ۲۶ دسمبر ۱۹۶۳ء کے افتتاح کے موقع پر حضور کے ارشاد کے ماتحت خالد احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے پڑھ کر سنایا)

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

برادران جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے آپ لوگوں کو اس سال پھر یہ توفیق عطا فرمائی کہ آپ اس کے مامور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دنیوی علائق اور زنجیروں کو توڑ کر اپنی روحانی اور علمی ترقی کے لئے مرکزِ سلسلہ میں تشریف لائے۔ یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اس کے مامور کو قبول کیا اور پھر اس کی طرف سے جو آواز اٹھی اسے آپ نے سنا اور اس پر عمل کیا۔ بے شک ہمارا یہ جلسہ دوسرے دنیوی جلسوں سے مشابہت رکھتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے اُن سے ایک نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ وہ لوگ محض دنیوی ترقی اور مفاد سے تعلق رکھنے والی سکیموں کے ماتحت اکٹھے ہوتے ہیں لیکن آپ لوگوں کا یہ اجتماع خالص روحانی ہے۔ جس سے کوئی دنیوی غرض وابستہ نہیں بلکہ آپ صرف اس لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول کی باتیں سن کر اپنے ایمانوں کو تازہ کریں اور اس کے دین کی خدمت کا ایک نیا جذبہ اپنے اندر پیدا کر کے واپس جائیں۔ پس آپ لوگوں کی مشابہت دنیادار لوگوں سے نہیں بلکہ آپ ان صحابہ کرامؓ سے مشابہت رکھتے ہیں جو غزوۂ حنین میں اپنی سواریوں کی گردنیں کاٹ کر خدا کے رسولؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں جب کفار کے تیر اندازوں نے اسلامی لشکر پر اپنے تیروں کی بوچھاڑ کی تو اس وقت مکہ کے نومسلم جو بڑے بڑے دعوؤں کے ساتھ اگلی صفوں میں جا رہے تھے۔ وہ تیروں کی بوچھاڑ کی تاب نہ لا کر پیچھے کی طرف بھاگے اوران کے بھاگنے کی وجہ سے صحابہؓ کی سواریاں بھی بدک گئیں اور وہ بھی پیچھے کی طرف دوڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ میدان خالی ہو گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے چند صحابہؓ کے ساتھ کھڑے رہ گئے۔ اُس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ عباسؓ تم زور سے آواز دو کہ

''اے وہ صحابہؓ جنہوں نے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔
اور اے وہ لوگو جو سورۂ بقرہ کے زمانہ سے مسلمان ہو خدا کا رسول تم کو بلاتا ہے۔''

صحابہؓ کہتے ہیں ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی تو ہمیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے حشر کا دن ہے اور صورِ اسرافیل پھونکا جا رہا ہے۔ اس وقت ہم میں سے جس کی سواری مڑ سکی اس نے موڑ لی اور جس کی سواری نے مڑنے سے انکار کیا اس نے تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی اور خود دوڑتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

اس زمانہ میں بھی اسلامی لشکر اعداء کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے اور آج بھی کفر کا ہر سپاہی اسلام پر تیروں کی بوچھاڑ کر رہا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اظلال کے ذریعہ مسلمانوں کو آواز دے رہے ہیں کہ اے مومنو! تمہاری سواریاں کہاں جا رہی ہیں۔ آؤ اور میرے اردگرد جمع ہو جاؤ۔ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ آپ نے صحابہؓ کی طرح اپنے دنیوی علائق کی سواریوں کی گردنیں کاٹیں اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرنے کے لئے اس کے مرکز میں جمع ہو گئے۔ پس مَیں آپ لوگوں کو اس قربانی کی توفیق ملنے پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی آپ کو اس سلسلہ کی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانی کی توفیق دے۔ آپ کے عمل میں برکت ڈالے اور آپ کو نیکی اور تقویٰ کی صلاحیتوں سے ہمیشہ بہرہ ور رکھے۔

مجھے ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر آنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ عَلٰی نَھْجِ الصَّلَاحِ وَالْعِفَّۃِ یعنی اے خدا آنے والے تو آئیں گے مگر تُو انہیں توفیق عطا فرما کہ وہ نیکی اور اخلاص اور عفت کے راستوں پر چلتے ہوئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں آئیں اور تیری رضا حاصل کریں۔ پس تقویٰ اور عفت کے راستوں پر قدم ماریں اور ان ایام کو دعاؤں اور ذکر الٰہی میں بسر کریں اور آپس میں اخوت اور محبت بڑھانے کی کوشش کریں کہ اِسی میں خدا اور اُس کے رسول کی خوشنودی ہے اور اسی میں ہماری جماعت کی ترقی وابستہ ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو اس اجتماع کی برکات سے بہرہ ور فرمائے اور ابدالآباد تک اُس کی تائید اور نصرت آپ کے شاملِ حال رہے۔ آمین یارب العالمین۔

خاکسار مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی
۶۳/۱۲/۲۵" [255]

حضرت مصلح موعود کا اختتامی پیغام

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

برادران جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اپنے خاص فضل سے یہاں تین دن دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں بسر کرنے اور خدا اور اس کے رسول کی باتیں سننے کی جو توفیق عطا فرمائی ہے اس کا یہ احسان تقاضا کرتا ہے کہ اب آپ پہلے سے بھی زیادہ دعاؤں اور انابت الی اللہ پر زور دیں اور سلسلہ کی اشاعت اور اسلام کی ترقی کے لئے والہانہ جدوجہد

سے کام لیں اوراس بارہ میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ یہ امر یاد رکھیں کہ وہی شاخ سرسبز رہ سکتی ہے جس کا اپنے درخت کے ساتھ پیوند ہو۔ ورنہ اگر ایک تازہ شاخ کو درخت سے کاٹ کر پانی کے تالاب میں بھی ڈال دیا جائے تو وہ کبھی سرسبز نہیں رہ سکتی۔ پس مرکز کے ساتھ اپنے تعلقات کواستوار رکھواوراسلام اوراحمدیت کی اشاعت پر بہت زور دواوراپنی آئندہ نسل کی درستی کا فکرکرو۔ مجھےنظر آ رہا ہے کہ جماعت کواپنی آئندہ نسل کی درستی کا خاص فکر نہیں اور یہ ایک نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تحریک جدید کے دَوراوّل میں تو بڑی کثرت کے ساتھ لوگوں نے حصہ لیا۔مگر نئے دَور میں شامل ہونے والوں کی تعداد ان کی نسبت کے لحاظ سے بہت کم ہے اور پھر جو لوگ وعدہ کرتے ہیں وہ وقت کے اندر اپنے وعدوں کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ اشاعتِ اسلام کا کام کسی ایک نسل کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ قیامت تک اس نے جاری رہنا ہے۔ پس اپنے اندر صحیح معرفت پیدا کرواوراپنی آئندہ نسلوں کواسلام کا بہادر سپاہی بنانے کی کوشش کرواور اس نکتہ کوکبھی مت بھولو کہ قربانی اپنا پھل تو ضرور لاتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر قربانی کا پھل قربانی کرنے والا ہی کھائے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ساری قربانیوں کا پھل وہ خود ہی کھائے اس سے زیادہ نادان اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک وادیٔ غیر ذی زرع میں رکھا مگر اس کا پھل ایک مدت دراز کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ظاہر ہوا اور دنیا اس پھل کو دیکھ کر حیران رہ گئی پھر تم کیوں یہ خیال کرتے ہو کہ تمہاری قربانیوں کا بدلہ تمہیں آج ہی ملنا چاہئیے۔ اگر تمہاری نسل کسی وقت بھی تمہاری قربانیوں سے فائدہ اٹھالے تو حقیقتاً تمہاری قربانیوں کا پھل تمہیں مل گیا۔ پس اپنے ذہنوں میں جِلا اور اپنے فکر میں بلندی پیدا کرواور قربانیوں کے میدان میں ہمیشہ آگے کی طرف قدم بڑھاؤ۔ اگر تم ایسا کروگے تو خدا تعالیٰ اپنی تائیدات سے تمہیں اس طرح نوازے گا کہ تم دنیا کے میدان میں ایک فٹ بال کی حیثیت نہیں رکھو گے بلکہ تم اس برگزیدہ انسان کا ظِل بن جاؤ گے جس کے متعلق

آسمانی نوشتوں میں یہ کہا گیا تھا کہ وہ کونے کا پتھر ہوگا جس پر وہ گرے گا وہ بھی چکنا چور ہوگا اور جو اس پر آ گرا وہ بھی چکنا چور ہوگا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے مردوں اور ان کی عورتوں اور ان کے بچوں اور ان کے بوڑھوں کو اپنے فرائض کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انہیں اپنے فضل سے وہ طاقت بخشے جس سے وہ اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کر دیں۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین یا رب العالمین

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

۲۸ دسمبر ۱۹۶۳ء'' 256

جلسہ کے متعلق ایک معزز غیر احمدی کے مشاہدات

اس جلسہ سالانہ میں سرگودھا کے ایک غیر احمدی معزز دوست جناب محمد اکرم خاں صاحب کو بھی شرکت کا موقعہ ملا اور وہ یہاں قال اللہ اور قال الرسول کے روح پرور نغموں کو سن کر از حد متاثر ہوئے اور انہوں نے ایک مکتوب میں اپنے مشاہدات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

''ایک تاثّر ۔ ایک حقیقت

جناب مدیر ''لاہور'' ہدیۂ تسلیمات! میں آپ کی خدمت میں اپنا ایک مشاہدہ بھجوا رہا ہوں۔ امید ہے آپ اسے ''لاہور'' میں شائع کر کے اُن غلط فہمیوں کا ازالہ کر دیں گے جو ہمارے (اپنی طرف سے مجبور) علماءِ سوء اسلام کی ایک فدائی جماعت کے متعلق آئے دن پھیلاتے رہتے ہیں۔

جناب والا! بعض ''بگاڑ'' بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اُن میں سے ''سنوار'' کے پہلو نکل آتے ہیں۔ ہماری بس سرگودھا سے آتی ہوئی احمد نگر کے برابر پہنچ کر کچھ ایسی بگڑی کہ ہم مایوس ہو کر پیدل ہی چنیوٹ کی سمت روانہ ہو گئے۔ اور پھر کوئی پون میل کی پیدل مسافت کے بعد ربوہ کے اڈے پر آ گئے۔ جہاں ان دنوں خوب گہما گہمی تھی۔ دل نے کہا۔ چلو آج ربوہ کی سیر اپنی آنکھوں سے بھی کر دیکھیں۔ لائلپور کا ایک مولوی تو منبر پر سوار ہو ہو کر اکثر اس جماعت کے متعلق عجیب و غریب فیلر چھوڑتا رہتا ہے۔ چنانچہ میں سیدھا وہاں سے جلسہ گاہ میں پہنچا۔ جہاں ستر پچھتر ہزار کے لگ بھگ افراد زمین پر پرالی پر بیٹھے اپنی جماعت کے علماء کی تقریریں سن رہے تھے۔ جب مَیں پہنچا۔ ایک سوئٹزرلینڈ کا گورا مسلمان، انگریزی میں حاضرین جلسہ کو خطاب کر رہا تھا۔ میں اُس کی تقریر کا جتنا حصہ سن پایا یہ تھا۔

(ترجمہ) ’’میرے بھائیو! میں سوئٹزرلینڈ سے آیا ہوں۔سوئٹزرلینڈ کی جماعت نے آپ سب کی خدمت میں السلام علیکم کے بعد دلی شکریہ کا نذرانہ بھی بھجوایا ہے کیوں کہ آپ سب نے بڑی محبت کے ساتھ سوئٹزرلینڈ کی مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ میں آج آپ لوگوں سے خطاب کرتا ہوا پھولا نہیں سماتا کہ آپ کی اسلام کی محبت کے طفیل ہمیں بھی اسلام جیسی نعمت غیر مترقبہ ملی۔اور وہاں بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے شیدائیوں کی ایسی ایک جماعت پیدا ہوئی۔ جو صبح سویرے اٹھتے اور رات کو بستروں میں گھستے وقت اب اپنے سینوں پر صلیب کا نشان بنانے کی بجائے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھتی ہے۔‘‘

سبحان اللہ اس مختصر سی تقریر میں کتنا اثر اور جذب تھا کہ ہر طرف سے نعروں کا غلغلہ بلند ہو گیا اور میرے اردگرد اس تقریر کو سن کر کتنے ہی اَپ ٹو ڈیٹ احباب کے گالوں پر محبت اور مسرت کے آنسو بہہ نکلے۔ اس خوشی میں کہ مولا کریم نے انہیں ایک اور ملک میں اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کا نام پہنچانے کی توفیق دی۔ یہیں کرسیوں والے بلاک ہی میں مجھے میرے ایک لائکپوری پروفیسر مل گئے۔ انہوں نے رات کے کسی اجلاس کی کارروائی سنائی۔جس میں چار درجن کے لگ بھگ بیرونی مشنریوں نے حاضرین کو خطاب کیا تھا۔ اپنی اپنی زبان میں اُن کی زبانیں مختلف تھیں۔ لہجے مختلف تھے۔اُن کے رنگ اور چہروں کے نقوش بھی ایک دوسرے سے مختلف تھے۔لیکن جب وہ اپنی تقریروں کے دوران میں ہمارے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے تھے۔یا قرآن کی کسی آیت اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی حدیث تلاوت کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

سب ایک ہی درخت کے پھل ہیں۔ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں۔جنہیں اس جماعت کے بانی نے اپنے آقا و مولاؐ کے نام پر اُسی کے دین کی اشاعت کے لئے یکجا کر کے ’’**جامع المتفرقین**‘‘ کا خطاب حاصل کر لیا ہے۔

اس بے آب و گیاہ زمین کے بھی عجیب بھاگ جاگے ہیں۔سرکاری کاغذات میں یہ صدیوں سے بنجر قدیم اور بے آب و گیاہ چلی آ رہی تھی۔لیکن آج اس کے سینے پر ستّر اسی ہزار مسلمان ٹھہرے ہوئے تھے جو اس کڑاکے کی سردی میں اس کلّر زدہ زمین پر صرف اس لئے اپنے آرام و آسائش کو تج کر آئے تھے کہ..........خدائے قدوس کی توحید کے ترانے گائیں اور اس کی عظمت کے راگ الاپیں۔

یہاں نہ کوئی ہوٹل ہے، نہ سینما، نہ تماشا گاہ ہے نہ کوئی ریس کورس ہے اور نہ کوئی تفریحی پارک

لیکن اس کے باوجود خدائے ذوالجلال نے اس مٹی کو ایسا نواز دیا ہے کہ بس ہر طرف سے لوگ کھنچے چلے آتے ہیں۔ ع......ایں سعادت بزورِ بازو نیست

۲۸ دسمبر کا پہلا اجلاس ختم ہوا تو مجھے دو جرمنوں اور ایک انڈونیشی مسلمان سے ملاقات کا موقع ملا۔انڈونیشی انگریزی آہستہ آہستہ بولتا تھا۔مگر اسلام کے لئے سرتاپا محبت تھا۔اُس کا کہنا تھا کہ

''اگر اس جماعت کا انڈونیشیا میں مرکز نہ ہوتا تو آزادی کی جدوجہد کے ایام میں شاید ہمارا سارا ملک ہی کمیونسٹ بن چکا ہوتا۔مگر ان مبلغوں نے ہمیں اسلام صرف بتایا ہی نہیں اُس پر قائم رہنے میں بھی مدد دی۔

افسوس کہ مجھے ایک شادی میں شرکت کی وجہ سے وہاں سے جلد لوٹنا پڑا۔لہٰذا مجبوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اُس وقت اسٹیج سے کوئی احمدی شاعر اپنے اس شعر سے میرے دلی جذبات کی ترجمانی کر رہا تھا۔

یہ بزم ناز ہے کس جاں نثارِ دینِ احمدؐ کی
یہاں تو سرنگوں ہے کجکلاہوں کی رعونت بھی

مگر میں سارا رستہ یہی سوچتا رہا۔ہمارے ملاّ لوگ بھی خوب ہیں انہوں نے تکفیر سازی کو اب باقاعدہ پیشہ ہی بنا لیا ہے۔یہ نہ خود کام کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں۔اور دین کے نام پر ایسے ایسے جھوٹ بولتے ہیں کہ بے دینی بھی ان کی مکاریوں سے پناہ مانگ اٹھتی ہے۔کجا یہ کہ باہر یہ پھیلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابل پر اپنا ایک نیا نبی گھڑ رکھا ہے۔اور کجا یہ حقیقت کہ یہاں کا ذرّہ ذرّہ دل و جان سے آمنہؓ کے اُس رسولؐ پر فدا ہے۔سمجھ میں نہیں آتا۔یہ محدود علم کے لوگ کب تک کیچڑ کی دیواریں بن کر حق کی تلاش کرنے والوں کا راستہ روک کر کھڑے رہیں گے۔اللہ ہر ایک کو یہ توفیق دے کہ وہ اجہلوں کی ہر قسم کی لعنت وملامت سے بے نیاز ہو کر اس جماعت کی طرح اُس روشنی کو پھیلانے کی سعادت حاصل کرے جو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وجودِ باجود کی صورت میں ہمیں نصیب ہوئی۔آمین۔'' 257

حوالہ جات

(صفحہ ا تا ۲۰۸)

1 صدق جدید ۱۱ جنوری ۱۹۶۳ء

2 الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

3 بدر ۱۰/۱کتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰

4 ملوا کی جرنل بابت ۱۸ فروری ۱۹۶۳ء بحوالہ روزنامہ الفضل ۹/اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

5 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲۔۱۳

6 تفصیل ’’تاریخ احمدیت‘‘ جلد ہشتم طبع اول صفحہ ۲۳۷ تا ۲۵۷ میں آ چکی ہے

7 کتابچہ مولوی منظور احمد چنیوٹی سے مطالبہ صفحہ ۴، ۵

8 کتابچہ مذکور صفحہ ۶

9 کتابچہ مذکور صفحہ ۶

10 کتابچہ مذکور صفحہ ۷

11 کتابچہ مذکور صفحہ ۷۔۸

12 الفضل یکم مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

13 الفضل ۶/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

14 ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۷۰۔ ایڈیشن ۲۰۰۳ء

15 الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

16 الوصیت طبع اوّل صفحہ ۸، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹

17 الفضل ۲۳/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

18 The Pakistan Time April 5, 1963

19 الفضل ۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵، الفضل ۲۷/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

20 الفضل مئی ۱۹۶۳ء

21 الفضل ۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

22 الفضل ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

23 الفضل ۱۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴

24 الفضل ۱۵۔۱۸ مئی ۱۹۶۳ء
25 الفضل ۱۸ مئی ۱۹۶۳ء
26 الفضل ۱۱ مئی ۱۹۶۳ء
27 الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
28 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء
29 الفضل ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔ متن قرارداد کا ترجمہ
30 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۱۲
31 ترجمہ۔ الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
32 ترجمہ۔ الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
33 ترجمہ۔ الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
34 الفضل ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
35 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
36 ترجمہ۔ الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۱۲
37 ترجمہ۔ الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
38 الفضل مئی ۱۹۶۳ء
39 الفضل ۱۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
40 الفضل ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
41 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
42 الفضل ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
43 الفضل ۱۶ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
44 الفضل ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
45 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
46 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
47 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
48 الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
49 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
50 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
51 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

52 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
53 الفضل ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
54 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
55 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
56 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
57 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸۔۹
58 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
59 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۶
60 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
61 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
62 الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
63 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
64 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
65 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
66 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
67 الفضل ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
68 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
69 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
70 الفضل ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲
71 الفضل ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲
72 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
73 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
74 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
75 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
76 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
77 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
78 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
79 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

80 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
81 الفضل ۱۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
82 الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
83 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
84 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
85 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
86 الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
87 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
88 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
89 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
90 الفضل ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
91 لاہور ۲۹/اپریل ۱۹۶۳ء
92 لاہور ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۹
93 ابوالعطاء جالندھری ۷ مئی ۱۹۶۳ء۔ضمیمہ ’’الفرقان‘‘ ربوہ مئی ۱۹۶۳ء۔الف۔ب
94 ہفت روزہ ’’پیغام قائد‘‘ سرگودھا ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
95 ہفت روزہ ’’عقاب‘‘ سرگودھا ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲
96 بحوالہ الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
97 المنبر لائل پور ۱۷/۲۴ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴ بحوالہ الفرقان ربوہ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
98 پندرہ روزہ طوفان ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰
99 ’’تنظیم اہلحدیث‘‘ لاہور ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
100 الفضل ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
101 کتاب ’’تجربات ہیں جو امانت حیات کی‘‘ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۰۹
102 اخبار ’’نوائے وقت‘‘ لاہور ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء
103 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
104 الفضل یکم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
105 الفضل ۹ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
106 الفضل ۶ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
107 الفضل ۲۷ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

108 الفضل ۳/اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

109 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵، الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

110 الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

111 ڈیلی اسٹنڈرڈ نیروبی بابت ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء بحوالہ الفضل ربوہ ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲

112 ممباسہ ٹائمز مورخہ ۲۱ جون ۱۹۶۲ء بحوالہ الفضل ۲۶ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲

113 ترجمہ۔ رسالہ ''انصار اللہ'' ربوہ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۲۔۴۳

114 خالد جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۹

115 الفضل ۱۴ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۵ و ۱۵ فروری ۱۹۵۶ء صفحہ ۵

116 الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۷

117 مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو اردو انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۴۶ طبع سوم ناشر فیروز سنز لمیٹڈ لاہور جنوری ۱۹۸۴ء، اردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد اوّل صفحہ ۸۶۱ مطبع غلام علی نز د جامعہ اشرفیہ اچھرہ لاہور اشاعت اوّل ۱۹۸۷ء

118 اخبار ''امروز'' لاہور ۵ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱، ۸۔ اخبار پاکستان ٹائمز لاہور ۵ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱، ۴

119 ''مابدولت'' صفحہ ۱۷۰ تا ۱۷۲

120 ''مابدولت'' صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۹

121 ''مابدولت'' صفحہ ۲۱۲۔۲۱۳

122 ''مابدولت'' صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۸

123 الفضل ۱۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۔ ترجمہ از پنجابی

124 الفضل ربوہ ۱۸ مئی، ۲۱ مئی، ۲۹ مئی ۱۹۶۳ء

125 الفضل ۵ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

126 الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

127 رسالہ خالد ربوہ۔ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۳۔۴۴

128 الفضل ۱۰/اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵ رپورٹ جناب مرزا عبدالحق صاحب سیکرٹری نگران بورڈ

129 الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء

130 اخبار پاکستان ٹائمز ۵ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

131 الفضل ۷ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

132 الفضل ۲۵ جولائی ۱۹۶۳ء

133 غیر ملکی زبانوں میں کتب سلسلہ کی اشاعت کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو صاحبزادہ صاحب کی تقریر مطبوعہ الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

134 اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۱۲

135 اخبار بدر قادیان ۴ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲

136 اخبار بدر قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲، ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۵۔ کتاب ’’کچھ باتیں کچھ یادیں‘‘ صفحہ ۹۲۔۹۶ مولفہ جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز قادیان مطبوعہ چوپڑہ پرنٹنگ پریس باغ کریم بخش جالندھر ۱۹۸۵ء

137 اخبار بدر قادیان ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲، ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۵۔ کتاب ’’کچھ باتیں کچھ یادیں‘‘ صفحہ ۹۲۔۹۶ مولفہ جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز قادیان مطبوعہ چوپڑہ پرنٹنگ پریس باغ کریم بخش جالندھر ۱۹۸۵ء

138 الفضل ۲۹ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

139 الفضل ۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

140 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳ کالم ۱

141 الفضل ۹ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

142 الفضل ۱۴ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

143 الفضل ۱۶ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

144 آپ کی افتتاحی تقریر کا خلاصہ الفضل ۲ نومبر ۱۹۶۳ء میں اور اختتامی خطاب کا ملخص الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۳ء میں شائع شدہ ہے

145 الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

146 الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

147 الفضل ۸ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

148 ترجمہ۔الفضل ۹ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

149 الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۔۵

150 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

151 الفضل ۳ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

152 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴

153 الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴

154 الفضل ۱۸ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

155 الفضل یکم اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

156 یہ تحریک ابتدائی طور پر نوے دن کے لئے جاری کی گئی پھر اسے صرف ایک ماہ کے لئے کر دیا گیا۔ بعدازاں حضرت صاحبزادہ صاحب نے اعلان فرمایا کہ اسے یکم اگست سے ۹ ستمبر تک ممتد کیا جاتا ہے۔ الفضل ۱۸ راگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

157 الفضل ربوہ ۲۲، ۲۵ جون، ۱۱ جولائی ۱۹۶۳ء

158 الفضل ۲۰ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ا

159 رسالہ ’’انصار اللہ‘‘ ربوہ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۱۔۴۲

160 الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۔۴

161 ترجمہ اخبار پاکستان ٹائمز ۲۱ر اگست ۱۹۶۳ء بحوالہ اخبار الفضل ۲۳ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

162 بحوالہ الفضل ۲۳ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

163 الفضل ۲ر اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۔۸

164 الفضل ۱۲ر اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

165 الفضل ۲۹ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ا

166 بحوالہ الفضل ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۲

167 الفضل خاص نمبر ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۲

168 الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

169 الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

170 الفضل ۴ ستمبر و ۲۹ر اکتوبر ۱۹۶۳ء

171 الفضل ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ا۔ ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳،۴

172 الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳،۴۔ مضمون ملک منور احمد صاحب جاوید لاہور۔ نائب ناظر ضیافت ربوہ

173 الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

174 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ا

175 الفضل ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

176 الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

177 الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔ مضمون بشیر طاہر صاحب لاہور

178 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ا۔۸

179 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

180 پیغام صلح لاہور ۴ ستمبر ۱۹۶۳ء

181 بحوالہ اخبار بدر قادیان ۱۸ر اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲

182 بدر ۴ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۴ میں اس خصوصی اشاعت کا ذکر ملتا ہے

183 اشتہار ۲۰ر اپریل ۱۸۹۳ء مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۲۳

184 دیکھو صفحہ ۲۲۶ آئینہ کمالات اسلام

185 تریاق القلوب صفحہ ۹۲ مطبوعہ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۰

186 حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۷ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۷

187 نزول المسیح صفحہ ۲۳۲ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۰۸

188 تذکرہ صفحہ ۶۰۴ طبع چہارم ۲۰۰۴ء ۲۰ /اپریل ۱۹۰۷ء

189 تذکرہ ایڈیشن ۲۰۰۴ء صفحہ ۵۶۵، ۵۶۶۔ (۲۱/اگست ۱۹۰۶ء)

190 بدر ۲۷/اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱، الحکم ۳۰/اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱، تذکرہ ایڈیشن ۲۰۰۴ء صفحہ ۴۶۰ (یکم مئی ۱۹۰۵ء)

191 تذکرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۳ از حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ تذکرہ ایڈیشن ۲۰۰۴ء صفحہ ۶۷۹

192 حضرت مصلح موعود کی خدمت میں مکتوب غیر مطبوعہ مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۵۰ء سے اقتباس۔ اصل مکتوب شعبہ تاریخ احمدیت کے ریکارڈ میں موجود ہے

193 ''عرض حال'' چالیس جواہر پارے مولفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ۱۳ نومبر ۱۹۵۰ء

194 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو'' حیات بشیر'' مرتبہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ

195 الفضل یکم اپریل ۱۹۶۴ء

196 الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۳

197 الفضل خاص نمبر ۲۹/اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۷۔۸

198 رسالہ ''الفرقان'' قمر الانبیاء نمبر اپریل ۱۹۶۴ء

199 ماہنامہ ''خالد'' فروری ۱۹۶۴ء

200 مکتوب مورخہ ۲۵/اگست ۱۹۴۸ء۔ غیر مطبوعہ

201 الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳ تا ۷

202 ''اردو نثر میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' صفحہ ۶۸۷۔۶۸۸۔ ناشر اقبال اکادمی پاکستان ۱۱۶ میکلوڈ روڈ، لاہور طبع اوّل ۱۹۸۹ء

203 ملاحظہ ہو الفضل ۱۸ جون ۱۹۵۸ء۔

204 الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۵۲ء

205 ''حیات بشیر'' صفحہ ۴۲۱۔۴۲۲

206 سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۷ حاشیہ۔ مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۵۲

207 الفضل ربوہ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

208 ہفت روزہ ''بدر'' قادیان ۳۱/اکتوبر ۱۹۶۳ء، صفحہ ۸

209 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱- الفضل ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳- الفضل ۱۹۔۳۰ جنوری ۱۹۶۴ء

210 الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

211 الفضل ربوہ ۲۲ ستمبر تا ۶/اکتوبر ۱۹۶۳ء

212 ایسٹ افریقن ٹائمز یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

213 بحوالہ ''الفرقان'' نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴۔۵

214 الفضل ۱۲/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

215 مفصل روداد اجتماع الفضل ۲۷ تا ۲۹ ستمبر ۱۹۶۳ء میں شائع شدہ ہے

216 الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

217 ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۹۱

218 ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲

219 الفضل ۲/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

220 الفضل ۸/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

221 عطیہ جات دینے والے مخیّر اصحاب کی فہرست الفضل ۲۷/ اکتوبر ۱۹۶۳ء کے صفحہ ۴ پر شائع شدہ ہے

222 الفضل ۱۶/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸ و ۲۷/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

223 الفضل ۲۲/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

224 تحدیثِ نعمت صفحہ ۱۵۷۔ مؤلفہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب طبع دوم دسمبر ۱۹۸۲ء مطبع پاکستان پرنٹنگ ورکس ریٹی گن روڈ لاہور

225 روزنامہ الفضل قادیان ۱۰/ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰

226 الفضل ۱۰/ اپریل ۱۹۳۸ء صفحہ ۷

227 الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۵

228 یہ مقالہ ماہنامہ خالد ربوہ نومبر دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۱۔۲۶ میں چھپا ہے

229 الفضل قادیان ۳۰ جولائی ۱۹۴۵ء صفحہ ۳

230 الفضل ۳ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۸

231 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

232 خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ جون ۱۹۹۹ء بمقام مسجد الفضل لندن

233 اخبار بدر قادیان مورخہ ۶ جون، ۲۷ جون ۱۹۶۳ء

234 بدر ۳/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

235 بدر ۱۴ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵ تا ۸

236 بدر ۲۸ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲

237 الفضل ربوہ ۵۔۶ دسمبر ۱۹۶۳ء

238 الفضل ۷۔۸ دسمبر ۱۹۶۳ء

239 وفات ۱۰ جنوری ۱۹۵۵ء بعمر ۸۰ سال۔ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

240 الفضل ۵۔۹ فروری ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۳

241 اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

242 الفضل ۷ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

243 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد سوم صفحہ ۱۹۴ مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ طبع اوّل ۲۵ دسمبر ۱۹۷۲ء

244 سیرت نصرت جہاں بیگم حصہ اوّل صفحہ ۴۳۷ مؤلفہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم قادیان۔تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۹۴۳ء

245 الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

246 الاعلام۔الجزءالسابع صفحہ ۳۱۷۔تالیف خیرالدین الزرکیلی۔دارالعلوم للملابسین بیروت الطبعة السابعہ ۱۹۸۶ء

247 ''امت واحدہ'' صفحہ ۲۳۔ ۲۷ ناشر ایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد پاکستان ۔ ۱۹۸۶ء ۔ ۱۳۶۴ھش

248 تفصیل ''تاریخ احمدیت'' جلد نہم صفحہ ۲۹۷ تا ۳۱۳ میں گذر چکی ہے۔مفصل فتویٰ آپ کی کتاب الفتاویٰ میں بھی چھپ چکا ہے ناشر کتاب الادارة العامة الثقافة الاسلامیہ بالازھر۔سن اشاعت جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ مطابق دسمبر ۱۹۵۹ء

249 الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

250 رسالہ ''البشریٰ'' ربوہ اکتوبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۸

251 ایسٹ افریقن ٹائمز یکم ستمبر ۱۹۶۳ء

252 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

253 بدر قادیان ۲ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

254 بدر قادیان ۲ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

255 الفضل یکم جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔۴

256 الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔۸

257 ہفت روزہ لاہور ۶ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۲

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال

۱۹۶۳ء میں کئی اکابر اور بزرگ صحابہ راہ گیر عالم بقا ہوئے۔حضور کے پاک باز صحابہ میں سے کسی کا اس جہان سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا کوئی ایسا صدمہ نہیں جو بھلایا جا سکے۔ یہ نادر وجود ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے تھے اور جو باقی رہ گئے ان کی شمع حیات بھی چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہی تھی اور تابعین پر سلسلہ کی خدمت کی ذمہ داریاں روز بروز بڑھتی جا رہی تھیں۔اس سال ۴ جنوری کی تاریخ گویا یوم الحزن تھی کیونکہ اس روز حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کے تین صحابۂ کرام کا انتقال ہوا۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ صوبہ سرحد

ولادت : یکم ستمبر ۱۸۸۳ء بمطابق ۲۸ شوال ۱۳۰۰ھ۔ [1]

بیعت:تحریری: ۱۵ جنوری ۱۹۰۲ء۔ بیعت دستی دسمبر ۱۹۰۲ء [2]

حضرت قاضی صاحب کی خودنوشت روایات مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۷، ۱۸ شوال ۱۳۰۲ھ مطابق ۹، ۱۰/ اگست ۱۸۸۵ء کو ہوتی مردان میں ہوئی۔ [3]

وفات: ۴ جنوری ۱۹۶۳ء [4]

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب سلسلہ احمدیہ کے نہایت پر جوش خادم اور صاحب کشف والہام اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے (آپ کے قلمی نوٹس میں متعدد رؤیا و کشوف اور الہامات کا تذکرہ ملتا ہے۔قلمی نوٹس شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں)۔آپ مسلسل ساٹھ سال تک ایک جری پہلوان کی طرح خدمت دین میں پورے جذبہ ایمانی کے ساتھ مصروفِ جہاد رہے۔آپ کا شجرہ نسب کئی واسطوں کے ساتھ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔آپ کے خاندان میں حضرت سلطان ابراہیم ادہم، فرخ شاہ، بادشاہ کابل اور حضرت شیخ مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشاہیر امت گذرے ہیں۔آپ کے جدِّ اعلیٰ قاضی محمد قابل ایران کے بادشاہ نادر شاہ کے عہد حکومت میں ہوتی (متّصل مردان) میں آ کر آباد ہوئے اور قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔آپ کے پڑدادا حضرت قاضی میر عبدالصمد صاحب حضرت سید احمد بریلوی کے مرید اور معاون تھے۔آپ کے والد ماجد کا نام قاضی محمد صدیق تھا۔

حضرت قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔۹۶۔۱۸۹۵ء میں بارہ سال کی عمر میں مشن ہائی سکول پشاور میں داخل ہوئے۔۱۹۰۱ء میں اسلامیہ ہائی سکول پشاور میں داخلہ لیا۔ ۱۵جنوری ۱۹۰۲ء میں اپنے انگریزی کے استاد حضرت منشی خادم حسین صاحب بھیروی کی تحریک پر بیعت کا خط لکھا۔

آپ پہلی بار قادیان دارالامان ۲۴دسمبر ۱۹۰۲ء کو تشریف لے گئے۔[5] جلسہ سالانہ میں شرکت کی اور حضرت اقدس علیہ السلام کے دست مبارک پر مسجد مبارک میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ یہی وہ بابرکت ایام تھے جبکہ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب رئیس اعظم خوست اپنے شاگردوں سمیت قادیان میں موجود تھے اور مہمان خانہ میں آپ کے مقابل کے کمرے میں رونق افروز رہتے تھے۔

قادیان سے واپسی کے بعد آپ نے زوروشور سے احمدیت کا پیغام پہنچانا شروع کردیا۔شاہی باغ میں اسلامیہ ہائی سکول، مشن ہائی سکول، میونسپل بورڈ ہائی سکول، نیشنل ہائی سکول کے فٹبال گراؤنڈ قریب قریب تھے۔اسلامیہ ہائی سکول کے طلباء کے ذریعہ باقی سکولوں کے طلباء کو بھی آپ کے احمدی ہونے کا علم ہوگیا اور پھر تمام شہر میں آپ کی شہرت ہوگئی اور شاہی باغ تبلیغ احمدیت کا مرکز بن گیا جس کے نتیجہ میں میرزا شربت علی صاحب ان کے برادر بزرگ امیر خسرو اور مولانا محمد یعقوب خاں صاحب بی اے (ایڈیٹر لائٹ) جیسے متدین وجود احمدی ہوگئے۔[6]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں آپ متعدد بار قادیان تشریف لے گئے۔ جون جولائی ۱۹۰۴ء میں آپ کو پہلے قادیان اور پھر گورداسپور میں جانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے کا زریں موقعہ ملا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اقتداء میں نماز

قیام گورداسپور کے دوران ۲۱ جولائی ۱۹۰۴ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر وعصر کی نماز قصر اور جمع کر کے خود پڑھائیں۔ یہ ایک یادگار اور تاریخی موقعہ تھا۔اس مبارک نماز میں بیس بزرگوں کو حضرت امام الزمان علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔جن میں اوّل نمبر پر حضرت قاضی صاحب تھے۔چنانچہ ایڈیٹر صاحب ''بدر'' حضرت بابو محمد افضل صاحب نے لکھا:۔

''ایک بجے کا وقت تھا کہ حضرت امام الزمان علیہ السلام نے چند ایک موجود خدام کو ارشاد فرمایا

کہ نماز پڑھ لی جاوے سب نے وضو کیا۔ نماز کے لئے چٹائیاں بچھیں۔ حاضرین منتظر تھے کہ حسب دستور سابقہ کسی حواری کو امامت کے لئے ارشاد فرماویں گے کہ اس اثناء میں خود حضرت امام الزمان علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھے اور اقامت کہے جانے کے بعد آپ نے نماز ظہر اور عصر قصر اور جمع کر کے پڑھائیں حضور علیہ السلام کو امام اور خود کو مقتدی پا کر حاضرین کے دل باغ باغ تھے۔ ان مقتدیوں میں کئی ایسے اصحاب تھے جن کی ایک عرصہ سے آرزو تھی کہ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نماز میں خود امام ہوں اور ہم مقتدی۔ اُن کی امید آج بر آئی اور مجھ پر بھی یہ راز کھلا کہ امام نماز کی جس قدر توجہ الی اللہ زیادہ ہوتی ہے۔ اسی قدر جذب قلوب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چونکہ خدا کے فضل سے اس مبارک نماز میں مَیں خود بھی شریک تھا۔ اس لئے دیکھا گیا کہ بے اختیار دلوں پر عاجزی اور فروتنی اور حقیقی عجز و انکسار غالب آتا جاتا تھا اور دل اللہ تعالیٰ کی طرف کھچا جاتا تھا اور اندر سے آواز آتی تھی کہ دعا مانگو۔ قلب رقیق ہو کر پانی کی طرح بہہ بہہ جاتا تھا اور اس پانی کو آنکھوں کے سوا اور کوئی راستہ نکلنے کو نہ ملتا تھا اور اس مبارک وقت کے ہاتھ آنے پر شکریہ الٰہی میں دل کو ہرگز گوارا نہ تھا کہ سجدہ سے سر اٹھایا جاوے غرضیکہ عجیب کیفیت تھی اور ایک متقی امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جو جو بخششیں اور رحمت از روئے حدیث شریف مقتدیوں کے شامل حال ہوتی ہیں ان کا ثبوت دست بدست مل رہا تھا چونکہ یہ ایک ایسا عجب وقت تھا جس کے میسر آنے کی عمر بھر میں بھی امید نہ تھی۔ اور محض فضل ایزدی سے ہمیں اور چند ایک دیگر احبابِ ملّت کو میسر آ گیا اس لئے مناسب ہے کہ اس مبارک وقت کے موجودہ مقتدیوں کے نام قلمبند کر دیئے جائیں۔ جن کی خدا تعالیٰ نے اس طرح عزت افزائی فرمائی اور آئندہ نسلوں کے لئے یہ ایک یادگار رہ جائے۔

اُن اصحاب کی فہرست جنہوں نے حضرت امام الزمان علیہ السلام کے مقتدی بن کر نماز ادا کی۔

(۱) محمد یوسف صاحب طالب علم پشاور اسلامیہ سکول ہائی کلاس

(۲) مولوی عبدالعزیز صاحب منتظم ساکن گوہد پور سیالکوٹ

(۳) محمد ابراہیم صاحب کلارک ساکن گوہد پور سیالکوٹ

(۴) عطا محمد صاحب زمیندار ساکن گوہد پور سیالکوٹ

(۵) خلیفہ نورالدین صاحب سٹیشنری شاپ جموں

(۶) عبدالرحیم صاحب ولد خلیفہ نورالدین صاحب

(۷) بابو غلام غوث صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ

(۸) غلام رسول صاحب باورچی امرتسر

(۹) عبدالعزیز صاحب ٹیلر ماسٹر میرٹھ

(۱۰) عبدالعزیز صاحب مدرس ایمن آباد

(۱۱) حافظ محمد حسین صاحب ڈنگوی

(۱۲) میاں شہاب الدین صاحب لدھیانہ

(۱۳) حیدر شاہ صاحب گرداور شورکوٹ ضلع جھنگ

(۱۴) حسین صاحب۔ساکن کھٹالہ

(۱۵) میاں شادی خاں صاحب تاجر سیالکوٹ

(۱۶) مولوی یار محمد صاحب مخلص قادیان

(۱۷) مولوی عبداللہ صاحب

(۱۸) نعمت خاں صاحب محکمہ پلیگ گورداسپور

(۱۹) میاں خیرالدین صاحب ساکن سیکھواں ضلع گورداسپور

(۲۰) محمد افضل خادم احمدی جماعت ایڈیٹر و مینیجر اخبار ''بدر''[7]

اگلے سال ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو لاہور کے احاطہ داتا گنج بخش میں بمقام منڈوہ میلا رام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشہور لیکچر ہوا۔ جو آپ نے بھی سنا۔ اور دوسرے دن ۴ ستمبر کو حضور علیہ السلام کے ساتھ دوبارہ گورداسپور گئے۔ اس دفعہ جماعت احمدیہ پشاور کے قریباً بیس افراد آپ کے ہمراہ تھے۔ وہاں ایک ہفتہ سے زائد قیام رہا۔ ازاں بعد مئی ۱۹۰۶ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے رخصتانہ کے موقعہ پر قادیان گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں آپ کو آخری بار نومبر ۱۹۰۷ء میں وہاں پندرہ دن تک قادیان دارالامان کی برکات سے متمتع ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔[8]

۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے مسجد مبارک میں بعد از نماز ظہر حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کی بیعت کی پھر دسمبر ۱۹۰۸ء کے جلسہ سالانہ پر گئے۔ پھر قریباً ہر سال قادیان جاتے رہے۔

جلسہ سالانہ ۱۹۱۲ء کے موقعہ پر آپ نے اپنی پشتو کتب کا مجموعہ ''ابلاغ حق'' حضرت خلیفہ اول

کی خدمت میں پیش کیا۔حضور بہت خوش ہوئے۔اور ۲۸ دسمبر ۱۹۱۲ء[9] کو آپ کو ایک خصوصی تحریر دی جس میں حضور نے رقم فرمایا:۔

''انشاء اللہ بہت دعا کروں گا۔ایک رؤیا ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایران برباد ہوگئی۔اب گو مجھے تبرّا کرتے ہیں مگر اس کی پرواہ نہیں۔میں اب فوجیں تیار کرتا ہوں اللہ کرے تم بھی افسرِ فوج ہو جاؤ۔''[10]

حضرت قاضی صاحب خلافت ثانیہ کے آغاز میں ہی ایک پُر جوش مبلغ اور قلمی مجاہد کی حیثیت سے صوبہ سرحد کے مطلع پر ابھر آئے تھے اور بہت جلد اپنی تقریروں اور تحریروں سے سرحد کی مذہبی فضا پر چھا گئے۔خصوصاً لاہوری تحریک کے اثرات زائل کرنے میں آپ نے فی الحقیقت ''افسر فوج'' کا کردار ادا کیا۔آپ ہی کی تحریک پر ۱۹۴۰ء میں حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحب پشاوری نے حضرت مصلح موعود کی بیعت خلافت کی۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ایک ابتدائی سالانہ رپورٹ میں آپ کی شاندار علمی خدمات کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں ملتا ہے۔

''مخالفین سلسلہ کے مقابل میں تحریر و تصنیف اور تبلیغ کے کام میں ہمارے مکرم و معظم جناب مولانا قاضی محمد یوسف صاحب احمدی جس طرح ہمیشہ سے ممتاز ہیں اسی طرح سالِ حال میں بھی انہوں نے کوئی موقع فروگذاشت نہیں کیا جس میں انہوں نے یہاں کے غیر مبائعین پر اتمام حجت نہ کیا ہو۔ احباب اخبارات سلسلہ میں ان کے خیالات کا مطالعہ اکثر کرتے ہی رہے ہوں گے۔اس کے علاوہ انہوں نے ایک انعامی چیلنج لکھ کر انجمن ہذا کی طرف سے شائع کرایا جس پر کئی ماہ گزر گئے مگر مخالفین میں سے کسی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔جناب قاضی صاحب موصوف اپنی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے ہماری جماعت کے روح رواں ہیں اور اس لئے ہماری جماعت کے اندرونی نظام، استحکام اور روز افزوں ترقی و کامیابی کا سہرا انہی کے سر ہے۔''[11]

''انجمن ہذا کی لائبریری ۱۹۱۴ء سے بدستور جاری ہے جس میں جناب قاضی محمد یوسف صاحب احمدی کی مساعی جمیلہ اور حسن انتظام سے علاوہ سلسلہ کی جملہ کتب کے بہت سی دیگر مفید اور نادر کتابیں بھی مہیا کی گئی ہیں۔سال زیر رپورٹ میں مبلغ ۳۵ روپے کی کتابیں لائبریری میں ایزاد کی گئیں۔''[12]

اپریل ۱۹۳۵ء میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی مدیر الحکم نے آپ کی روایات سپرد اشاعت کرتے ہوئے لکھا:۔

''قاضی صاحب ایک زبردست اہل قلم اور مشہور مصنّف اور شاعر ہیں۔صوبہ سرحد میں ان کی شخصیت تمام احمدیوں میں مسلّمہ ہے۔منکرین خلافت کے ردّ میں ان کی قوتِ علمی نے بڑا کام کیا۔''[13]

''۹جون ۱۹۳۵ء کو پشاور بازار قصہ خوانی میں ایک احراری عبدالعزیز نے آپ پر پستول سے حملہ کیا مگر خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے آپ کی حفاظت فرمائی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی بریت کے واسطے پستول میں گولی ٹیڑھی کر دی اور پستول چل نہ سکا اور آپ نہ صرف دشمن کے بھرپور وار سے معجزانہ طور پر بچ گئے بلکہ خدا نے اس کے توہینِ رسول کے الزام کو جھوٹا ثابت کیا اور اسے ۹ سال قید کی سزا ہوئی۔''[14]

۱۹۳۹ء خلافت جوبلی کے موقع پر مردانہ سٹیج سے چودہ ایڈریس حضرت خلیفة المسیح الثانی کی خدمت میں پیش کئے گئے ان میں چھٹے نمبر پر صوبہ سرحد کا ایڈریس پیش کیا گیا۔[15] جس کی سعادت حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے حصہ میں آئی۔اس ایڈریس کا ذکر حضرت مصلح موعود نے خاص طور پر نہایت درجہ خوشنودی کے رنگ میں درج ذیل الفاظ میں فرمایا:۔

> ''مجھے بتایا گیا ہے کہ ہر ایک نمائندہ نے وعدہ کیا تھا کہ تین منٹ کے اندر اندر اپنا ایڈریس ختم کر دے گا۔لیکن سوائے اس ایڈریس کے جو صوبہ سرحد کی جماعتوں کی طرف سے پیش کیا گیا اور کسی نے یہ وعدہ پورا نہیں کیا۔پھر وہ جس طرح پیش کیا گیا ہے اس میں حقیقی اسلامی سادگی کا نمونہ نظر آتا ہے۔اور اس لئے میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں اور محض چھاپ لینے کو میں سادگی کے خلاف نہیں سمجھتا۔باقی جو ایڈریس پیش کئے گئے ہیں ان میں سادگی کو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔حقیقی سادگی وہ ہوتی ہے جسے انسان ہر جگہ اور ہمیشہ نباہ سکے اور اس کی قدردانی کے طور پر میں ان سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان کا سارا ایڈریس پڑھوں گا۔''[16]

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کی دینی خدمات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔آپ نے ایک لمبے عرصہ تک پہلے قادیان اور پھر ربوہ میں مجلس مشاورت میں نمائندگی کے کامیاب فرائض ادا کئے اور بعض سب کمیٹیوں کے ممبر بھی مقرر ہوئے۔آپ نے تیرھویں صدی کے مجدّد اور حضرت سید احمد بریلوی اور

حضرت شاہ اسماعیل شہید کے مزار بالاکوٹ پر کتبے نصب کرائے۔ آپ کی وہ مساعی جمیلہ جو آپ نے بہت سے احباب کو ملازمتیں دلانے اور تعلیم دلوانے میں کیں کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

آپ ایک لمبا عرصہ تک امیر صوبہ سرحد کے منصب پر فائز رہے اور آخر دم تک اپنے فرائض کمال مستعدی، جوش عمل، اور زبردست ولولہ کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ آپ کے زمانہ امارت میں صوبہ سرحد کی جماعت نے غیر معمولی ترقی کی۔[17] پشاور شہر، سول کوارٹرز پشاور، بگٹ گنج مردان، ہوتی، کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خاں، کیمل پور، ایبٹ آباد میں شاندار مساجد تعمیر ہوئیں۔ آپ نے مہتران چترال، سرداران افغانستان اور انگریزی حکام تک بڑی جرأت سے احمدیت کا پیغام پہنچایا اور کامیاب مباحثے کئے۔ اپریل ۱۹۴۸ء میں جب حضرت مصلح موعود نے قیام پاکستان کے بعد صوبہ سرحد کا کامیاب سفر فرمایا تو آپ کو حضور کی معیّت کا شرف حاصل ہوا۔

آپ کے ذریعہ سے صوبہ سرحد کے چوٹی کے خاندانوں تک آواز پہنچی اور متعدد شرفاء اور معززین شامل احمدیت ہوئے۔ جن کی فہرست درج ذیل کی جاتی ہے۔

فہرست مبایعین بزمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(۱) بابو دلاور خان صاحب ولد محمد امیر خان صاحب ساکن اسماعیلیہ ضلع مردان[18]

(۲) خانزادہ امیر اللہ خان صاحب خلف خداداد خان اسماعیلیہ ضلع مردان

(۳) حضرت مولوی عطاء اللہ شہید ساکن اسماعیلیہ ۱۹۰۴ء

(۴) بابو محمد عالمگیر خان صاحب اوورسیئر ساکن اسماعیلیہ ۱۹۰۵ء

(۵) میرزا شربت علی خان صاحب خلف محمد عمر خان صاحب ساکن کوچہ بھوانی داس جہانگیر پورہ شہر پشاور ۱۹۰۴ء

(۶)(۷) امیر خسرو صاحب اور حیدر علی خان صاحب پسران محمد عمر خان صاحب کوچہ بھوانی داس ۱۹۰۴ء

(۸) الف دین صاحب متبنّٰی عبدالکریم صاحب ٹھیکیدار منڈی بیری طالب علم اسلامیہ ہائی سکول پشاور

(۹) خان زادہ محمد یوسف خان صاحب خلف خاوی خان صاحب ساکن زیدہ ضلع مردان طالبعلم اسلامیہ ہائی سکول پشاور ۱۹۰۴ء

(۱۰) خان محمد ارشاد علی خان صاحب خلف خان محمد ابراہیم خان صاحب ساکن زیدہ ضلع مردان مقیم ہری پور ۱۹۰۶ء

(۱۱) حضرت مولوی مظفر احمد صاحب حافظ قرآن ساکن کلانور مقیم مالاکنڈ ۱۹۰۴ء
(۱۲) محترم خان بہادر سعد اللہ خان صاحب خٹک صوبیدار میجر سوات لیوی مالاکنڈ ساکن امیر و۔ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور بذریعہ حضرت حافظ مولوی مظفر احمد صاحب۔

بزمانہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل و حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

(۱) خان زادہ گل محمد خان صاحب خلف شاہ محمد خان صاحب ساکن زیدہ بزمانہ طالب علمی مقیم پشاور حال ایڈووکیٹ صوابی ضلع مردان ۱۹۱۰ء
(۲) خان زادہ علی بہادر خان صاحب
(۳) خان زادہ عبدالعزیز خان صاحب
(۴) خان زادہ عبدالقیوم خان صاحب پسران رسالدار میجر عبدالقادر خان صاحب ساکن زیدہ ضلع مردان ۱۹۱۰ء
(۵) خان زادہ محمد دلاور خان صاحب۔ خان بہادر خلف خان عبدالقادر خان صاحب رئیس ساکن جھنڈا ضلع مردان
(۶) خان بہادر شیر خان صاحب خلف سمندر خان صاحب ساکن زیدہ طالبعلم مشن ہائی سکول پشاور
(۷) شیر افضل خان صاحب خلف عبدالقادر خان صاحب ساکن جھنڈا طالب علم مشن ہائی سکول پشاور
(۸) ملک فیض محمد خان صاحب خلف شاد محمد خان صاحب ساکن زیدہ ضلع مردان ۱۹۱۰ء
(۹) ملک محمد ایوب خان صاحب نمبردار شیخ محمدی ضلع پشاور ۱۹۱۱ء
(۱۰) عبدالرؤف خان صاحب پسر کلاں محمد ایوب خان صاحب شیخ محمدی ۱۹۱۱ء
(۱۱) استاد صاحب گل صاحب ساکن شیخ محمدی
(۱۲) احمد گل صاحب برادر استاد صاحب گل صاحب شیخ محمدی
(۱۳) عبدالاحد صاحب پوسٹ مین شیخ محمدی
(۱۴) فقیر محمد خلف محمد امیر صاحب مدرس مڈل سکول زیدہ طالب علم مشن ہائی سکول پشاور
(۱۵) فیض احمد صاحب میناری ساکن محلّہ خویشگی گھنٹہ گھر پشاور
(۱۶) محمد عمر خان صاحب افغان ساکن شیر شاہی سمت مشرقی افغانستان

(۱۷) صاحبزادہ عبدالمطلب صاحب ساکن لنڈی اخون محمد ضلع پشاور
(۱۸) نور گل خان صاحب ساکن نودہ ضلع مردان ملازم خان محمد اسلم خان صاحب برہ خان خیل مردان ۱۹۱۲ء
(۱۹) میاں شہاب الدین صاحب مشن کالج پشاور خلف میاں شفیع الدین صاحب سرخ ڈھیری ضلع مردان ۱۹۱۲ء
(۲۰) اخوندزادہ فضل خالق صاحب ساکن میاں عیسٰی صاحب شب قدر ضلع پشاور ۱۹۱۲ء
(۲۱) قاضی عبدالخالق صاحب خلف قاضی نصیرالدین صاحب ہری پور ہزارہ مشن کالج پشاور ۱۹۱۲ء
(۲۲) شیخ عبدالخالق صاحب نومسلم کمپونڈر مشن ہسپتال پشاور حال مقیم ربوہ ۱۹۱۳ء
(۲۳) سالومن صاحب کرسچن نومسلم مشن کالج پشاور ۱۹۱۳ء
(۲۴) صاحبزادہ محمد ہاشم خان صاحب مجدّدی ساکن شیر شاہی افغانستان مقیم تراہی ضلع پشاور ۱۹۱۳ء
(۲۵) محمد صفدر جان صاحب پٹواری خلف الرشید استاد محمد جہانگیر خان قاضی خیل ہوتی ۱۹۱۱ء
(۲۶) قاضی محمد عمر صاحب خلف الرشید قاضی عبدالحق صاحب قاضی خیل ہوتی ضلع مردان پٹواری ۱۹۱۱ء
(۲۷) قاضی محمد شفیق صاحب خلف قاضی محمد صدیق صاحب قاضی خیل ہوتی ایم اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ مردان ۱۹۱۲ء
(۲۸) محمد یعقوب خان صاحب بابڑ ساکن پیر پیائی ضلع پشاور ۔ بی اے ۔ بی ٹی ۔ دسمبر ۱۹۱۲ء ایڈیٹر اخبار لائٹ لاہور
(۲۹) کرنل صاحبزادہ احمد خان صاحب خلف سید لطیف صاحب خلف حضرت سید امیر صاحب ساکن کوٹھا ضلع مردان ۱۹۱۲ء
(۳۰) محمد شریف صاحب کہنہ دوز ساکن لنڈی اخون محمد پشاور ۱۹۱۳ء
(۳۱) مولوی عبدالحی خان صاحب کلرک میونسپل بورڈ پشاور خلف مولوی عبدالرحیم صاحب پنشنر اے ای سی ساکن شاہی بالا پشاور ۱۹۱۲ء
(۳۲) ملتان خان صاحب ساکن شاہی بالا مقیم اچینی پایان ۱۹۱۲ء
(۳۳) محمد عجب خان صاحب خلف خواجہ محمد صاحب ساکن اسماعیلیہ کلرک دفتر کمانڈنٹ فرنٹیئر کانسٹیبلری سرحد مقیم پشاور
(۳۴) بابو نصر اللہ خان صاحب خلف مرزا نظیف اللہ خان صاحب ساکن طورو مردان ۱۹۱۲ء

(۳۵) بابوگل بادشاہ صاحب ساکن پیر پیائی ضلع پشاور ۱۹۱۲ء پوسٹماسٹر پنشنر
(۳۶) قاضی عبدالرؤف صاحب خلف قاضی نصراللہ خان صاحب ساکن لنڈی ارباباں پشاور ۱۹۱۴ء
(۳۷) مولوی عبدالقیوم صاحب سواتھی ایڈووکیٹ مانسہرہ ۱۹۱۸ء
(۳۸) قاضی مظہرالحق صاحب خلف مولوی منہاج الدین صاحب ساکن کوٹ نجیب اللہ پشاور ۱۹۱۸ء
(۳۹) بابو غلام محمد صاحب صوفی ساکن ڈیرہ اسماعیل خان پشاور
(۴۰) محمد رستم خان صاحب خلف صوبہ دار محمد دلاور خان ساکن جلوزائی پشاور
(۴۱) محمد نجیم خان صاحب ساکن پنج پیر ضلع مردان
(۴۲) محمد سرفراز خان صاحب خلف محمد شریف صاحب ساکن موچی پورہ شہر پشاور ۱۹۱۷ء
(۴۳) منشی غلام محمد خان صاحب بلوچ محرر دفتر چیف کمشنر سرحد پشاور ساکن بستی سوری لنڈاں ضلع ڈیرہ غازی خان
(۴۴) سکندر خان صاحب بلوچ برادر منشی غلام محمد خان صاحب
(۴۵) مختار احمد صاحب ایم۔اے
(۴۶) افتخار احمد صاحب پسران حضرت حافظ مولوی مظفر احمد صاحب مرحوم پشاور
(۴۷) میاں بہادر دین صاحب ساکن چمکنی ضلع پشاور سوداگر جفت چرم کوچہ گل بادشاہ پشاور
(۴۸) میاں عبداللطیف صاحب شفق بی اے
(۴۹) میاں عبدالرفیق صاحب
(۵۰) میاں عبدالرشید صاحب
(۵۱) میاں عبداللہ جان صاحب
(۵۲) میاں عبدالحمید صاحب پسران میاں بہادر دین صاحب موصوف
(۵۳) حضرت میرزا محمد رمضان علی خان صاحب خلف ملّاں عبدالرزاق صاحب کوچہ رسالدار پشاور
(۵۴) مولوی غلام رسول صاحب ریڈر سیشن جج پشاور ساکن پنڈی لالہ ضلع گجرات مقیم پشاور
(۵۵) میرزا شربت علی خان ۱۹۳۶ء
(۵۶) میاں احمد جان صاحب خیاط پسر محمد خلیل صاحب پشاور
(۵۷) حضرت محمد اسماعیل صوفی کوچہ کاچ پڑاں پشاور ۱۹۲۵ء

(۵۸) بابونصر اللہ خان صاحب طور و ۱۹۱۵ء
(۵۹) خانزادہ تاج محمد خان صاحب خلف خان خداداد خان صاحب آف اسماعیلیہ ضلع مردان
(۶۰) خانزادہ امیر زادہ خان صاحب صوبے دار
(۶۱) خانزادہ عبدالرحمٰن خان صاحب
(۶۲) خانزادہ محمود احمد خان صاحب
(۶۳) خانزادہ عزیز احمد خان صاحب
(۶۴) خانزادہ عبدالرحیم خان صاحب پسران امیر اللہ خان صاحب ساکن اسماعیلیہ ضلع مردان
(۶۵) امیر محمد خان صاحب خلف شیر محمد خان صاحب بذریعہ عموش امیر احمد خان صاحب ساکن اسماعیلیہ ضلع مردان
(۶۶) میاں اعراف اللہ صاحب کا کاخیل ساکن دھوبیاں ضلع مردان پنشنر پوسٹ ماسٹر ۱۹۲۳ء
(۶۷) میجر جنرل احیاءالدین صاحب خلف خان بہادر میاں وسیع الدین صاحب سرخ ڈھیری مردان ۱۹۲۴ء
(۶۸) محترمہ قانتہ بیگم صاحبہ بذریعہ میجر جنرل احیاءالدین صاحب برادر
(۶۹) والدہ صاحبہ میاں فضل ہادی صاحب سرخ ڈھیری بذریعہ پشتو کتب
(۷۰) میاں فضل ہادی صاحب بی اے۔بی ٹی کا کاخیل سرخ ڈھیری ضلع مردان
(۷۱) محترم خان صاحب میاں فضل حق صاحب بی اے رئیس نرئے ضلع مردان
(۷۲) میاں فضل رحیم صاحب خلف صاحب شاد میاں کا کاخیل سرخ ڈھیری کلرک انہار
(۷۳) خان بہادر میاں وسیع الدین صاحب خلف میاں برہان الدین صاحب ساکن ڈھیری مردان
(۷۴) اخون زادہ محمد شاہ صاحب خلف اخون زادہ حضرت شاہ صاحب ساکن دوبیان ضلع مردان ۱۹۲۳ء
(۷۵) محمد نوشاد خان صاحب خلف حضرت شاہ صاحب ساکن دوبیان ضلع مردان
(۷۶) سمندر خان صاحب ساکن کیری ہزارہ ۱۹۱۷ء
(۷۷) مولوی عبدالرحمٰن صاحب ساکن کیری بذریعہ سمندر خان صاحب کیری ہزارہ
(۷۸) میر حبیب اللہ شاہ صاحب ساکن داتہ ضلع ہزارہ ۱۹۲۰ء

(۷۹) پیر احمد زمان شاہ صاحب خلف میر حبیب اللہ شاہ صاحب داتوی ضلع ہزارہ ۱۹۲۰ء
(۸۰) کرامت اللہ خان صاحب خلف سعد اللہ خان صاحب بابڑ ساکن پیر پیائی ضلع پشاور
(۸۱) ملک چراغ شاہ صاحب موضع اچینی پایان ضلع پشاور ۱۹۲۶ء
(۸۲) محمد جمشید خان صاحب بی اے۔ایل ایل بی ایڈووکیٹ ساکن اچینی پایان ضلع پشاور
(۸۳) مقبول شاہ صاحب بی اے ساکن اچینی پایان پشاور
(۸۴) اسرار حسین صاحب خلف ملک صندل خان صاحب نمبر دار اچینی پایان پشاور
(۸۵) میمون شاہ صاحب
(۸۶) محمد اکبر شاہ صاحب پسران چراغ شاہ صاحب اچینی پایان پشاور
(۸۷) مہر دل خان صاحب ساکن اسپانڈ ضلع پشاور
(۸۸) ملک کندل خان صاحب سفید ڈھیری بذریعہ مباحثات ۱۹۲۶ء
(۸۹) فقیر محمد خان صاحب سفید ڈھیری
(۹۰) فیض محمد خان صاحب ساکن سفید ڈھیری بذریعہ مباحثات ۱۹۲۶ء
(۹۱) ملک عبد القیوم خان صاحب خلف ملک ایوب خان صاحب ساکن شیخ محمدی پشاور
(۹۲) رحمت اللہ خان صاحب جیسون موضع شیخان پانڈی ۱۹۱۰ء
(۹۳) ڈاکٹر محمد رمضان صاحب ترک ساکن نملی ہزار ۱۹۲۸ء
(۹۴) محمد صادق صاحب ترک
(۹۵) محمد رفیق صاحب ترک برادرزادگان ڈاکٹر محمد رمضان صاحب
(۹۶) گل زمان خان ساکن ہوتی بذریعہ پشتو کتب
(۹۷) عبد الکریم بابا صاحب اہل حدیث اچینی پایان
(۹۸) ارباب محمد عجب خان صاحب بی اے۔ساکن تہکال بالا پشاور
(۹۹) ملک وحید الزمان صاحب خلف مولوی عبد الرحمٰن صاحب ساکن تیمور کھولہ ہزارہ
(۱۰۰) ملک نور احمد صاحب نمبر دار شیخ محمدی پشاور
(۱۰۱) ملک عبد الغنی خان صاحب صدر جماعت شیخ محمدی پشاور
(۱۰۲) استاد صاحب گل صاحب شیخ محمدی پشاور

(۱۰۳) صاحبزادہ خلیل الرحمٰن صاحب بازید خیل پشاور
(۱۰۴) صاحبزادہ سیف الرحمٰن خان صاحب بذریعہ خان بہادر محمد دلاور خان صاحب بازید خیل پشاور
(۱۰۵) میرزا یوسف علی خان صاحب
(۱۰۶) میرزار جب علی خان صاحب پسران نوروز علی خان صاحب ساکن چڑہ کوبان شہر پشاور
(۱۰۷) میرزا اندر علی خان صاحب ساکن پشاور
(۱۰۸) خان صاحب شیخ خدا بخش صاحب پنشنر اے سی ۔ پشاور
(۱۰۹) مستری میاں محمد صاحب مکی
(۱۱۰) میجر عبدالحمید صاحب خلف راجہ سید اکبر خان صاحب اوران کے والد راجہ سید اکبر خان صاحب پنشنر محرر سیشن جج پشاور ساکن کہوٹہ ضلع جہلم
(۱۱۱) حضرت اللہ مہمند صاحب ساکن عمرے بانڈہ پشاور بذریعہ گل زمان خان صاحب ہوتی
(۱۱۲) شاہ پور خان صاحب بذریعہ محمد صفدر جان صاحب غزنی خیل ہوتی
(۱۱۳) محمد الطاف خان صاحب باجوڑی کلرک محکمہ انہار بذریعہ گل زمان خان صاحب ہوتی ۔[19]

حضرت قاضی صاحب نے اردو، فارسی اور پشتو (نظم ونثر) میں عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اردو کتب ورسائل

(۱) النبوۃ فی القرآن (۱۳۵۰ھ) (۲) النبوۃ فی الوحی والالہام (۳۰ جنوری ۱۹۲۱ء) (۳) النبوۃ فی الاحادیث (دسمبر ۱۹۲۰ء) (۴) چیلنج انعامی یکصد روپیہ دربارہ نبوت (۵) درعدن نظم اردو (۶) کتاب الحیات (یکم دسمبر ۱۹۳۷ء) (۷) مولوی محمد علی صاحب کا موجودہ مذہب خلاف احمد آخر زمان (اگست ۱۹۴۰ء) (۸) امتیاز (۹) احمدؑ جری اللہ (۱۷/ اگست ۱۹۳۲ء) (۱۰) احمدؑ مدعی نبوت (۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۳ء) (۱۱) احمد مدار نجات (۱۳۵۲ھ، ۱۹۳۳ء) (۱۲) اسمہ احمدؑ (۱۳۵۱ھ، ۱۹۳۲ء) (۱۳) احمد علیہ السلام کے دعویٰ کی بنیاد (۱۳۵۲ھ) (۱۴) تذکرۃ الحسن (۱۳۵۲ھ) (۱۵) ایک غلط فہمی کا ازالہ (۱۶) اناجیل کا یسوع اور قرآن کا عیسیٰؑ (۱۳۵۳ھ، ۱۹۳۴ء) (۱۷) صیانۃ الصالحین (۱۳۵۳ھ، ۱۹۳۴ء) (۱۸) احمد کی پاکیزہ زندگی (۱۳۵۳ھ، ۱۹۳۴ء) (۱۹) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مقدسہ (۲۰) مجھے میرا مذہب کیوں پیارا ہے۔ (۱۹۳۴ء) (۲۱) وفات حضرت عیسیٰ

ناصری (۱۹۳۵ء) (۲۲) تنقید بر اشتہار یوم الدعاء (۲۳) آنے والا مسیح آ گیا (۲۴) دو درجن چیلنج (۲۵) سیدنا حضرت محمدؐ اور قیام امن (۲۶) عاقبۃ المکذ بین حصہ اول افغانستان ۱۹۳۶ء (۲۷) عاقبۃ المکذ بین حصہ دوم (قلمی)۔ (۲۸) یسوع اور آسمان (۲۹) یسوع اور صلیب (۳۰) کیا یسوع خدا تھا؟ (۳۱) کیا یسوع خدا کا بیٹا تھا؟ (۳۲) کیا یسوع نبی تھا؟ (۳۳) کیا یسوع بے گناہ تھا؟ (۳۴) عیسائیت کی اصلیت نمبر ا۔ ۱۳۵۱ھ (۳۵) عیسائیت کی اصلیت نمبر ۲ (۳۶) یسوع اور تثلیث (۳۷) خالق الطیور (۳۸) عالم الغیب (۳۹) محی الموتیٰ (۴۰) کلمۃ اللہ (۴۱) روح اللہ (۴۲) عیسیٰؑ درکشمیر (۴۳) عیسائیوں کے نام ایک خط (۴۴) روح القدس (۴۵) فتح مبین (۴۶) کھلا خط بنام مولوی ثناء اللہ (۴۷) ماسٹر نظام الدین کے نام چیلنج (۴۸) ماسٹر نظام الدین کے نام دوسرا چیلنج (۴۹) میر مدثر شاہ صاحب کے دو مذہب (۵۰) میر مدثر شاہ صاحب کا مذہب خلاف حضرت احمد علیہ السلام (۵۱) اشتہارات تردید غیر مبایعین دربارہ توہین رسول (۵۲) اشتہارات تردید مولوی کفایت حسین شیعہ (۵۳) اشتہارات تردید انجمن اشاعت اسلام پشاور (۵۴) قاطع الانف الشیعۃ (۵۵) عقائد احمدیہ (۵۶) خواجہ کمال الدین صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب (۵۷) مختصر تاریخ احمدیت درسرحد قلمی (۵۸) شہدائے حق (۱۹۵۸ء)[20] (۵۹) تاریخ احمدیہ سرحد (۶۰) احمد موعودؑ ۔ (۶۱) جماعت احمدیہ اور احرار۔

دیگر اردو کتب (جو خلافت لائبریری ربوہ کی فہرست میں ہیں)

(۱) مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن (۱۹۴۰ء) (۲) کفر توڑ (دسمبر ۱۹۲۰ء) (۳) تردید کتاب کلمہ فضل رحمانی (۴) رسالہ احمد (۵) تقریریں (جون ۱۹۱۴ء) (۶) جماعت احمدیہ اور احرار (۱۹۵۳ء) (۷) جواب حقائق قرآن[21] (۸) چیلنج دربارہ انقطاع نبوت (۹) حقیقة المسیح مع حقیقة الیسوع و مطاع نبی (۱۰) حضرت احمدؑ کا فرمان (۱۱) عرضداشت (۱۲) خلاصہ عقیدہ احمدیہ (۱۳) تین چیلنج دربارہ شیعہ (۱۴) عیسائیت قدیم بت پرستی کا چربہ (۱۵) سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۱۹۳۵ء، ۱۹۳۶ء)۔

فارسی کتب

(۱) درعدن فارسی نظم (۱۹۱۹ء)[22] (۲) احمد موعود (۱۳۵۱ھجری ۔ ۱۹۳۲ء) (۳) انسان کاملؐ

(۴) آیت خاتم النبیین ؐ وتفسیر سلف صالحین (۱۳۵۴ھجری ۔ ۱۹۳۵ء) (۵) وفات حضرت عیسیٰ ناصریؑ (۶) عقائد احمدیہ (۷) فضیلت سیدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ برجمیع انبیاء (۸) خلاصہ عقائد احمدیہ فارسی منظوم [23]

تصانیف بزبان پشتو

(۱) وفات المسیح ناصریؑ (۲) آثار قیامت (۱۹۱۱ء) (۳) نزول المسیحؑ (۱۹۱۲ء) (۴) عقائد احمدیہ (۱۹۱۲ء) (۵) خروج دابۃ الارض (۱۹۱۱ء) (۶) خروج الدجّال (۱۹۱۲ء) (۷) خروج یاجوج ماجوج (۱۹۱۲ء) (۸) تحفۃ النبوت (۱۹۱۲ء) (۹) ضمیمہ تحفۃ النبوت ابلاغ حق (۱۰) الاسلام (۱۹۱۲ء) (۱۱) التبلیغ نمبر ا پشتو نظم (۱۹۱۳ء) (۱۲) دلائل قرآنیہ بر وفات عیسیٰ ناصریؑ (۱۳) التبلیغ نمبر ۳ دلائل وفات عیسیٰ ناصریؑ از سلف صالحین (۱۹۱۳ء) (۱۴) تردید دلائل حیات حضرت عیسیٰ ناصریؑ (۱۹۱۳ء) (۱۵) حقیقۃ المہدی (۱۹۱۳ء) (۱۶) تذکرۃ النبیؐ من جانب رضاء اللہ (۱۷) تذکرۃ النبیؐ منجانب خان بہادر محمد دلاور خان (۱۳۴۰ھجری) (۱۸) درعدن پشتو بطرز نظم (۱۹) حقیقۃ الیسوع (۲۰) حقیقۃ المسیح (۲۱) النبوۃ فی القرآن (۱۳۵۰ھجری) (۲۲) الموعود فی القرآن (۲۳) تفسیر خاتم النبیین وسلف صالحین (۱۳۵۴ھجری، ۱۹۳۵ء) (۲۴) مطاع نبی (۲۵) مطالبات برھانیہ (۲۶) عذاب اور رسول (۲۷) التبلیغ نمبر ا (۲۸) پشتو دیوان احمدی (۲۹) آہ! نادر شاہ (۳۰) احمدیت اور افغانستان (۳۱) احسن الحدیث (۳۲) پشتو ضرب الامثال (۳۳) قواعد پشتو (۳۴) افغانستان اور احمدیت (۳۵) پشتو کا قاعدہ (۳۶) درہبی کتاب (۳۷) دوئم کتاب [24] (۳۸) ترجمہ قرآن مجید بزبان پشتو ناشر نظارت اشاعت ربوہ (۱۹۹۰ء)

پمفلٹ

(۱) کھلا خط بنام جناب مولوی محمد علی صاحب وکیل لاہور و پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور (۱۲ مئی ۱۹۳۴ء) (۲) مولوی محمد علی صاحب کے جماعت احمدیہ سے دو سوال اور ان کے جوابات (۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء) (۳) ’’بہتان عظیم‘‘ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کے رفقائے کار کا اخبار پیغام صلح ضلع لاہور، ’’اخبار زمیندار‘‘ اور اخبار مدینہ بجنور میں جماعت احمدیہ کے خلاف ناپاک پراپیگنڈا (۳۰/ اپریل ۱۹۳۵ء) (۴) مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے منسوخ ہونے کا سوال (۲۵ جولائی ۱۹۴۰ء) (۵) مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقائے کار کا

مذہب حضرت احمد مسیح موعودؑ کی تحریرات اور خود ان کے اپنے سابقہ مذہب کے خلاف ہے ، (اگست ۱۹۴۰ء) (٦) چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ جمیع فرق اسلامیہ کے لئے بیس ہزار روپے کا انعامی چیلنج ۔یکم اکتوبر ۱۹۵۲ء

غیر مطبوعہ کتب و متفرق رسائل

(۱) وفاة المسیحؑ مفصّل (۲) مطیع نبی (۳) درمنثور (۴) خطاب بہ بنی اسرائیل[25] (۵) تذکرہ آل عمر[26] (٦) تاریخ بنی اسرائیل قلمی (۷) پشتو لغات (۸) تفسیر القرآن چار جلد (۹) عیسائیت قدیم یہودیت کا چربہ (۱۰) احمد کا کام (۱۱) الفرقان (۱۲) مظہر العجائب۔

اس بلند پایہ لٹریچر کے علاوہ حضرت قاضی صاحب کے قلم سے الحکم، بدر، ریویو آف ریلیجنز اردو، فاروق اور الفضل میں متعدد مضامین شائع ہوئے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے ''سیرت المہدی'' کی تین جلدوں میں آپ کی بیان فرمودہ کئی ایمان افروز روایات شامل فرمائی ہیں۔

سرحد میں سب سے پہلے آپ نے پشتو اور فارسی میں رسائل اور کتابیں شائع کیں۔۱۹۱۲ء میں قرآن کریم باترجمہ وتفسیر سنایا اور آسٹریلیا، برما، جزائر شرق الہند، ایران، افغانستان ، بلوچستان، بنگال، کشمیر، حیدرآباد دکن، آزاد قبائل میں آپ کی تصانیف بکثرت پہنچیں۔افغانوں کا احمدیت سے متعلق سرمایۂ علم عرصہ دراز تک آپ ہی کی کتب رہیں۔[27]

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

''حضرت قاضی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابی تھے اور عرصہ دراز تک جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد کے امیر رہے۔اوران کے ذریعہ کثیر التعداد لوگوں نے احمدیت کوقبول کیا۔بہت مخلص اور سلسلہ احمدیہ کے فدائی بزرگ تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔اوران کی اولاد اور دیگر عزیزوں کا دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو''۔[28]

حضرت قاضی صاحب کے شمائل وعادات

مکرم ومحترم کیپٹن محمد سعید صاحب دارالرحمت غربی ربوہ حضرت قاضی صاحب کے شمائل و اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''مجھے قاضی صاحب سے اپریل ۱۹۲۴ء سے تعارف ہے جبکہ بوجہ ملازمت میں لاہور سے تبدیل ہو کر لنڈی کوتل اور پھر پشاور تعینات ہوا۔ قاضی صاحب مہمان نوازی اور سخاوت میں کمال درجہ کے انسان تھے۔ اپنے مہمانوں سے بے حد محبت کرتے اور مجھے بھی مہمانوں کے ہمراہ گھر پر لے جاتے۔ بہت خاطر تواضع کرتے۔ مہمانوں سے بیٹھ کر دیر تک باتیں کرتے ان کی خیریت پوچھتے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے حالات دریافت فرماتے۔ کسی صاحب کو کوئی حاجت ہوتی تو اس کے ساتھ جا کر پوری کوشش کر کے کام کرا دیتے۔ لوگوں کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ قاضی صاحب کی زبان اس قدر شیریں تھی کہ لوگ محبت سے ان کا کلام سنتے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے فدائی تھے۔ آپ کو حضرت احمد علیہ السلام یا احمد قادیانی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آپ غیر احمدی اور مخالف علماء سے سخت سے سخت باتیں سن کر نہایت متانت اور مومنانہ انداز میں دلائل پیش کر کے ان کو چپ کرا دیتے تھے۔ آپ نے پشتو، فارسی اور اردو میں متعدد تبلیغی رسائل اور کتابیں لکھیں۔ آپ کا منظوم کلام بھی موجود ہے۔ بالعموم عصر کی نماز کے بعد قرآن کریم کا درس دیتے تھے جس میں احمدی و غیر احمدی شامل ہوتے۔ درس ایسا پُر لطف ہوتا جسے چھوڑنے کو جی نہ چاہتا۔ مخالفین گلی سے گزرتے گالیاں دیتے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں پر پتھر چلاتے مگر کیا مجال کہ درس میں ذرا بھر بھی رکاوٹ ہو۔ مغرب کی نماز کے بعد انجمن کے اردگرد رہنے والے اپنے اپنے گھروں سے روٹی لا کر مسجد میں مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھاتے۔ کھانا کھاتے جاتے اور قاضی صاحب پُر لطف کلام سناتے چلے جاتے۔ ہر آدمی سن کر دل میں مسرت محسوس کرتا۔ ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور باہر تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے۔ مجھے ان کے ساتھ اسلامیہ کالج سفید ڈھیری، پبـــی، مردان، نوشہرہ اور پشاور کے مضافات میں جانے کا موقع ملا ہے۔ خوانین کے مکان پر جا کر ان کے علماء اور گاؤں کے عوام کو بلا کر ایسی عمدہ باتیں کرتے کہ ان کے شبہات پل بھر میں دور کر دیتے۔ دلائل کی ایسی دیوار کھڑی کر دیتے کہ کوئی عالم اسے توڑ نہ سکتا۔ قاضی صاحب کے کلام کو لوگ بطور اتھارٹی تسلیم کرتے۔ غیر مبائع حضرات سے بھی ملتے ان سے تبادلہ خیالات کرتے ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے۔ انہیں اپنی مسجد میں لاتے اور خاطر و مدارات کرتے۔ قیدیوں اور دیگر محتاجوں کی بھی مدد کرتے اور ان کے گھر والوں کی حسب توفیق امداد فرماتے۔ گھر، باہر، بازار میں چلتے پھرتے، کسی کی موت پر، گاڑی میں، تانگہ پر غرض ہر حالت میں احمدیت کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے۔ غرض ایک غیور اور جواں مرد، راست گو اور احمدیت کے فدائی بزرگ تھے۔ جنہوں نے ساری عمر تبلیغ اسلام میں

گزاردی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرے اور پسماندگان پر فضل عظیم نازل کرے۔ آمین یارب العالمین‘‘۔[29]

مکرم ومحترم آدم خان صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ مردان تحریر کرتے ہیں:۔

’’قاضی محمد یوسف صاحب سے میرا تعلق ایسے وقت میں ہوا جب کہ وہ اپنی ملازمت سے ریٹائر ہو چکے تھے۔ میں نے ان کو تبلیغ حق میں بڑا نڈر اور بے حد مخلص پایا۔ تقسیم پاکستان سے قبل پشاور کا واقعہ ہے کہ سمندر خاں نامی ایک بدبخت انسان نے قاضی صاحب کے خلاف افترا باندھا کہ انہوں نے نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے۔ اس افترا کو پیغام صلح میں شائع کر دیا گیا۔ باقی اخبارات نے بھی اس کی تشہیر کی۔ گو حضرت قاضی صاحب نے اس کی تردید میں بیانات شائع کئے لیکن ایک شخص نے قصہ خوانی بازار میں قاضی صاحب پر پستول سے حملہ کر دیا خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ کارتوس مس ہو گیا اور قاضی صاحب نے حملہ آور کو موقع پر ہی پکڑ لیا۔ معاملہ حکومت تک گیا اور وہ شخص قید ہوا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قاضی صاحب کی بریت کر دی۔

حضرت قاضی صاحب ہوتی میں رہتے تھے۔ لیکن ان کو ہر جگہ احمدی جماعتوں میں مساجد بنوانے کی دھن لگی رہتی تھی۔ ایبٹ آباد کی مسجد کی تعمیر میں ان ہی کی مساعی اور ہمت کا خاص دخل ہے۔ اکثر تبلیغی سفر کرتے رہتے تھے میں نے ان کے ساتھ ایک تبلیغی سفر کیا اور اس امر کا مشاہدہ کیا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ہر جگہ ان کی تائید ونصرت کے لئے غیر معمولی انتظام کر دیتا تھا۔‘‘[30]

مکرم چوہدری جمال احمد صاحب قادیانی واقف زندگی چیچہ وطنی حضرت قاضی صاحب کی سیرت کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

’’جن خوش قسمت پھلوں نے ’’شمع مسیح‘‘ کے پروانے بن کر ’’نجوم‘‘ کا مقام پایا۔ تھوڑے ہی دن گزرے کہ ان میں سے ایک ’’درخشندہ ستارہ‘‘ اپنی منزل مراد کو پہنچا۔............ یعنی حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت احمدیہ سابق صوبہ سرحد وفات پا کر اپنے حقیقی مولیٰ کے پاس جا پہنچے۔ مجھے آپ کو کچھ عرصہ تک قریب سے دیکھنے کا موقع میسر آیا مگر اس مختصر سی رفاقت نے میرے قلب ونظر پر بہت گہرے نقوش اجاگر کئے۔ جہاں آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک قابل مصنف، قابل مبلغ، اعلیٰ درجہ کے منتظم، بہترین نگران اور امین تھے وہاں آپ کو اپنے پختہ ایمان اور بصیرت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام اور درجہ کے ساتھ گہرا رابطہ بھی تھا اور اس معاملہ میں آپ

غیر معمولی طور پر غیور واقعہ ہوئے تھے۔جن لوگوں نے خلافت ثانیہ کے آغاز پر حضور علیہ السلام کے مقام کو کم کرنے کی کوشش کی۔وہ انہیں کسی رعایت کے مستحق نہیں سمجھتے تھے۔اپنے حلقۂ امارت میں اپنے تقویٰ، روحانیت،علم، وجاہت اور جوش تبلیغ کے سبب ممتاز اور منفرد مقام رکھتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ آپ سالہا سال تک ''صوبائی امیر'' کی حیثیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نائب کے طور پر اس علاقہ میں نمایاں رہے۔آپ ایک باعمل ''مرد مجاہد'' تھے جن کی زندگی تربیتِ جماعت اور تبلیغ دین کے لئے وقف تھی۔سابق صوبہ سرحد میں نصف صدی تک ایک نڈر، بہادر اور راست گو مبلغ بن کر شہر شہر اور قریہ بہ قریہ پھر کر خدا کی آواز ''**اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح**'' سناتے رہے۔یہاں تک کہ پشاور کے بازار میں آپ پر پستول سے قاتلانہ حملہ بھی ہوا اور معجزانہ طور پر آپ سلامت رہے بلکہ خود کود کر حملہ آور کو پکڑ لیا اور پولیس کے حوالے کر دیا۔جب جماعتوں میں دورہ کرتے تو سب کے لئے دعا کرتے ہر شخص کے دکھ درد کو سنتے اور ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے۔ہر جگہ احمدیہ مساجد کی تعمیر کی تلقین کرتے اور بار بار توجہ دلاتے۔میں نے بالاکوٹ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی کے مزار پر آپ کا لگوایا ہوا سنگ مرمر کا کتبہ دیکھا جس پر نیچے یہ حروف تھے۔''قاضی محمد یوسف احمدی''

اپنے عرصہ ملازمت میں انگریز افسروں کو بھی اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔عیسائیوں سے بھی مباحثات کرتے رہے۔اپنی تقریر وتحریر میں حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا ذکر ''حضرت احمد'' کے الفاظ سے کیا کرتے تھے۔بالعموم قال اللہ اور قال الرسول ہی گفتگو کا موضوع رہتا تھا۔تکلفات سے بالا تھے۔مرکز کا نمائندہ ہونے کے سبب میرے ساتھ غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔علاقہ کے مخصوص ماحول اور طبائع کے پیش نظر اپنے تجربہ کی بناء پر ہدایات سے نوازتے۔تازندگی میرے لئے دعا فرماتے رہے۔مانسہرہ میں قیام کے دوران میری رہائش گاہ پر بھی تشریف لاتے رہے۔۱۹۵۹ء میں جب حضرت اقدس مصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ موسم گرما گزارنے کے لئے ایبٹ آباد تشریف لائے تو حضور نے آپ کو یاد فرمایا۔آپ باوجود علالت کے حاضر ہو کر شرف یاب ہوئے۔ایک دفعہ پھر مانسہرہ تربیتی دورہ پر تشریف لائے تو کئی روز قیام فرمایا۔ساتھ مربی سلسلہ مولانا چراغ الدین صاحب فاضل بھی تھے ان دنوں خصوصاً حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے مقام پر تقاریر اور نجی گفتگو فرماتے رہے۔ایک دن میری رہائش گاہ پر تشریف لائے تو میں نے اپنی ذاتی ڈائری آپ کے سامنے رکھ دی اس کے صفحہ نمبر ۱۰۳ پر اپنے ہاتھ سے یہ نوٹ لکھ دیا کہ:۔

''اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو لمبی عمر، صحت اور علم اور روحانیات میں ترقی دے اور اعمال صالحہ (تبلیغ احمدیت) کی کامیاب توفیق عطا کرے اور احمدیہ مشن جہاں آپ ہوں مقبول ہوتا جائے اور آپ سے لوگ حق پاویں۔ والسلام۔ قاضی محمد یوسف احمدی، ہوتی ضلع مردان

نزیل مانسہرہ ہزارہ ۳؍اگست ۱۹۶۰ء''

اس نوٹ کے ایک ایک لفظ سے آپ کی اشاعت احمدیت کی تڑپ آشکارا ہوتی ہے۔ اور آپ کی زندگی کے جو مقاصد تھے۔ میرے لئے انہیں کے لئے دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان الفاظ کو قبولیت بخشے۔ مختصر یہ کہ حضرت قاضی صاحب کو قریب سے دیکھنے والے کو ''**اصحابی کالنجوم**'' کا مفہوم صحیح طور پر سمجھ میں آ جاتا تھا۔ [31]

اولاد: حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کے غیر مطبوعہ قلمی نوٹ (مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۵۹ء) صفحہ ۱۵۔۱۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو شادیاں کیں۔ دونوں سے دس دس یعنی کل ۲۰ بچے پیدا ہوئے۔ پہلی بیوی سے قاضی محمد احمد صاحب، قاضی محمود احمد صاحب اور ایک دختر محترمہ آمنہ بیگم اور دوسری بیوی سے قاضی بشیر احمد صاحب، قاضی مسعود احمد صاحب، محترمہ بی بی عائشہ، محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ، محترمہ زبیدہ ناہید صاحبہ، محترمہ قدسیہ نسرین صاحبہ وغیرہ کے نام درج فرمائے ہیں۔ [32]

حضرت خان عبدالمجید خان صاحب کپورتھلوی

ولادت ۱۸۸۵ء [33] بیعت: ۸ مارچ ۱۸۹۲ء [34] وفات: ۴ جنوری ۱۹۶۳ء [35]

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق حضرت منشی محمد خان صاحب کپورتھلوی کے صاحبزادہ تھے۔ اور اُن خوش قسمت اصحاب میں سے تھے جو سالانہ جلسہ قادیان ۱۸۹۲ء میں شامل ہوئے۔ [36] عرصہ تک جماعت احمدیہ کپورتھلہ کے پریذیڈنٹ رہے۔ آپ سلسلہ احمدیہ کے سچے فدائی اور بہت عابد وزاہد اور دعا گو بزرگ تھے۔ قال اللہ اور قال الرسول پر عمل کرنے اور ہمیشہ عمل پیرا رہنے میں کوشاں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد مواقع پر آپ کو بشارات سے نوازا اور ایسے غیر معمولی طور پر آپ کو کامیاب فرمایا کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ [37]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذاتی تعلق اور رابطہ کا شرف رکھتے تھے اور حضور کی خدمت میں دعائیہ خطوط باقاعدگی سے ارسال کرتے اور اسے ایک دینی اور روحانی فریضہ سمجھتے تھے۔ (حضرت اقدس علیہ السلام

کے نام آپ کے اخلاص و محبت سے لبریز بعض خطوط شعبہ تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں)

آپ کا ایک اور نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ پابندی اور تعہد کے ساتھ ہر نماز مسجد میں ادا کرتے اور یہی آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی غذا تھی۔ اور بڑھاپے اور کمزوری کے باوجود اس میں فرق نہیں آنے دیا۔ سلسلہ کے بزرگوں اور مرکزی کارکنوں کی مہمان نوازی میں بے حد بشاشت اور سرور محسوس کرتے اور ذاتی توجہ سے اس کا اہتمام فرماتے۔

حضرت خاں صاحب لمبا عرصہ تک ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ نے اپنے فرائض نہایت عمدگی سے ادا کئے اور ملازمت کا طویل عرصہ نیک نامی سے گذارا۔ آپ کی دیانت، امانت اور عدل وانصاف کا کپورتھلہ میں عام چرچا تھا۔ ریٹائر ہونے کے بعد بھی لباس میں وضع داری کو قائم رکھا۔ موسم گرما میں اکثر کوٹ اور پگڑی وغیرہ زیب تن کر کے مسجد میں آتے خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۲) کے ارشاد خداوندی پر عمل پیرا رہتے تھے۔ آپ کے اندر وقار اور سکینت کا یہ رنگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کے مبارک طریق کی والہانہ اطاعت و فرمانبرداری سے پیدا ہوا تھا۔

۱۹۴۷ء کے قیامت خیز دور میں آپ کپورتھلہ سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ اور تا دم واپسیں ماڈل ٹاؤن سی بلاک میں قیام پذیر رہے۔[38] جہاں حضرت میاں محمد یوسف صاحب (نائب امیر جماعت لاہور) اور حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر جیسے بزرگ اصحاب بھی رہائش رکھتے تھے۔

قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ سپرد قلم فرمایا:۔

''خان عبد المجید خاں صاحب موصوف نہ صرف خود ایک نہایت اور سادہ مزاج مخلص صحابی تھے بلکہ ان کے والد بزرگوار خان محمد خان صاحب مرحوم بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم ترین صحابیوں میں سے تھے اور اوّل درجہ کے مخلص اور فدائی بزرگ تھے جن کے وجود سے کسی زمانہ میں کپورتھلہ کی جماعت کو خاص زینت حاصل تھی۔ کپورتھلہ کی جماعت وہ ممتاز جماعت تھی جسے بڑا امتیاز حاصل تھا اور وہ ایسے افراد پر مشتمل تھی جو اپنے اخلاص اور فدائیت اور نیکی میں خاص شان رکھتی تھی۔ اس جماعت کے تین بزرگ تو خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قرب اور اپنے اخلاص اور محبت میں غیر معمولی طور پر ممتاز تھے یعنی خان محمد خان صاحب (والد خان عبد المجید خاں صاحب مرحوم)

اور منشی اروڑا صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب۔ اگر میں ان تین بزرگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گرد گھومنے والے چاند اور ستارے کہوں تو ہرگز بے جا نہ ہوگا۔ یہ وہی بزرگ جماعت ہے جن کے اخلاص کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا تھا کہ میں یقین کرتا ہوں کہ جس طرح یہ دوست دنیا میں میرے ساتھ رہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اور ان کی اولادوں کو اپنے خاص فضلوں اور رحمتوں سے نوازے۔ آمین والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء'' 39

اولاد: محترمہ امۃ اللہ بیگم صاحبہ، محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ، خان عبدالحمید خاں صاحب، محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ، محترمہ زبیدہ بیگم صاحبہ۔ 40

آپ کی ایک نواسی مکرمہ قیصرہ بیگم صاحبہ (مرحومہ) مکرم صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود کی اہلیہ تھیں۔

حضرت صوفی محمد فضل الٰہی صاحب

ولادت ۱۸۸۶ء بیعت: ۱۹۰۲ء وفات: ۴ر جنوری ۱۹۶۳ء 41

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت صوفی کرم الٰہی صاحب کے صاحبزادے اور حضرت مصلح موعود کے کلاس فیلو تھے۔ حضرت مولانا شیر علی صاحب، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب جیسے بزرگ اور شفیق اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ بسلسلہ ملازمت شملہ، میرٹھ اور آگرہ میں رہے اور ہر جگہ سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہے۔ آگرہ میں کچھ عرصہ سیکرٹری تعلیم و تحریک جدید رہے۔ پھر سیکرٹری مال مقرر ہوئے۔ درس قرآن دینے کا شغف بھی تھا۔ چہرہ پُرکشش اور پُرنور تھا۔ تہجد گذار اور صاحب کشف و الہام تھے۔ غیر احمدی بلکہ ہندو تک آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب آپ کو آگرہ میں ایک مکان چھوڑنا پڑا تو محلّہ والوں کو بہت فکر دامنگیر ہوا اور فیصلہ کیا کہ آپ کو اس محلّہ سے جانے نہ دیا جائے اور پھر خود ہی ایک موزوں مکان کا بندوبست اسی محلّہ میں کر دیا۔ حالانکہ آپ کا خاندان اس محلّہ میں اکیلا احمدی تھا اور محلّہ میں کئی لوگ احمدیت کے مخالف بھی تھے مگر سبھی آپ کی پارسائی اور تقویٰ شعاری کے معترف تھے۔ کئی لوگ پہلی ملاقات میں ہی آپ کے گرویدہ ہو جاتے اور کہہ اٹھتے کہ آپ بزرگ اور ولی اللہ ہیں۔

صفائی اور سادگی کا ایک چلتا پھرتا نمونہ تھے۔خلوت کو جلوت پر مقدم رکھتے تھے اور بہت کم گو تھے۔[42]

اولاد: شریف احمد صاحب،عزیز احمد صاحب(لندن) [43]

حضرت مولوی فضل دین صاحب آف مانگٹ اونچا

ولادت ۱۸۸۸ء بیعت:۱۹۰۴ء وفات: ۲۷ر جنوری ۱۹۶۳ء۔[44]

ابتدائی تعلیم ڈی وی سکول حافظ آباد میں حاصل کی۔بچپن سے ہی علم جغرافیہ سے بہت دلچسپی تھی۔ابتداء میں آپ کے والد سجاول صاحب اور خود بھی احمدیت کے سخت مخالف تھے۔والد صاحب نے تو آخری عمر میں سال ۱۹۳۹ء میں بیعت کی لیکن مولوی صاحب اپنے خسر محمد دین صاحب اور خالہ مریم بی بی صاحبہ کی تبلیغ سے ۱۹۰۴ء میں داخل احمدیت ہو گئے اور لمبا عرصہ تک حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سے اکتساب فیض کیا اور قرآن پڑھنے کی توفیق ملی۔

آپ خلافت ثانیہ کے ابتدائی زمانہ میں کئی سال تک جماعتی مدرسہ مانگٹ اونچے کے مدرس رہے بعدازاں دو تین سال تک انسپکٹر بیت المال کی حیثیت سے ضلع گوجرانوالہ، گجرات، شاہ پور، جھنگ، ملتان، منٹگمری، جالندھر اور لدھیانہ کے اضلاع کا دورہ کیا اور درس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۳ء تک آپ شیخوپورہ میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ ازاں بعد آپ نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے یوپی کے مختلف شہروں میں درس قرآن دیتے رہے۔مثلاً مین پوری، فرخ آباد، آگرہ، سہارن پور، شاہجہان پور، لکھنو، دہلی، کانپور، صالح نگر، ساندھن۔

یوپی میں آپ یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء سے لے کر ۱۹ر جولائی ۱۹۴۷ء تک تبلیغی خدمات بجا لاتے رہے۔بعدازاں آپ کو امیر جماعت حیدرآباد سید بشارت احمد صاحب کی درخواست پر حیدرآباد دکن میں متعین کیا گیا۔قیام حیدرآباد دکن کے دوران یادگیر، اُوٹ کور، چنتہ کنٹہ، تیماپور، حیدرآباد اور سکندرآباد کی مخلص جماعتوں میں تعلیم قرآن کا زبردست ولولہ اور ذوق و شوق پیدا ہوا اور خصوصاً حضرت میر محمد سعید صاحب، حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب، حضرت سیٹھ محمد غوث صاحب اور حضرت سید بشارت احمد صاحب کے مشہور احمدی خاندانوں کی بیگمات اور صاحبزادیاں آپ کے ذریعہ قرآن شریف کی آسمانی نعمت سے خوب فیضیاب ہوئیں۔[45]

آپ وفات سے چند سال پہلے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے اور اپنے آبائی وطن مانگٹ اونچے میں وفات پائی اور اب بہشتی مقبرہ ربوہ کی خاک میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

اولاد: (مراد بی بی صاحبہ کے بطن سے) (۱) جمال دین صاحب (۲) عرفان احمد صاحب (۳) بشارت احمد صاحب (۴) سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی محمد اسماعیل اسلم صاحب واقف زندگی۔

(آپ کے ایک پوتے رضوان احمد شاہد صاحب ابن عرفان احمد صاحب مبلغ آئیوری کوسٹ اور ایک نواسے طاہر احمد مبشر صاحب ابن مولوی محمد اسماعیل اسلم صاحب مربی سلسلہ ہیں)

حضرت منشی دیانت خان صاحب نادون ضلع کانگڑہ

ولادت ۱۸۸۰ء بیعت وزیارت: ۱۸۹۶ء وفات: ۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ کبار میں نادون ضلع کانگڑہ کے دو بزرگ حضرت منشی امانت خان صاحب (نمبر ۱۷۵) اور حضرت منشی شہامت خان صاحب (نمبر ۲۷۹) تھے۔ حضرت منشی دیانت خان صاحب ان کے بھائی تھے۔ آپ اپنے خودنوشت حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

''سال ۱۸۸۰ء کا ذکر ہے۔ قصبہ نادون میں ایک فقیر سائیں قلندر شاہ رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ پنجاب کی طرف سے سیر کر کے گیا تو میرے بھائی منشی شہامت خان صاحب کو کہا کہ خاں میاں امام مہدی پیدا ہوگئے ہیں مگر ابھی ظاہر نہیں ہوئے ہیں۔ مجاہدہ میں ہیں افسوس میں اُن کے دعویٰ تک (دنیا) میں نہیں رہوں گا۔ میرے بھائی نے پوچھا وہ کہاں پر ہیں؟ تو اُس نے جواب دیا کہ بٹالہ کے پاس قادیں ایک بستی ہے اس جگہ پر ہیں۔''

نیز فرماتے ہیں:۔

''سال ۱۸۹۶ء میں کمترین...... قادیان پہنچا۔ ایک بزرگ سے جن کا نام میں نہیں جانتا (اس وقت میری عمر ۱۶ سال کی تھی) ذکر کیا کہ میں حضرت امام مہدی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے حضور کے حضور پیش کر دیا۔ حضور نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ جب میں نے نادون کا نام لیا تو حضور نے برادران کا حال پوچھا۔ جو پوچھتے تھے عرض کر دیتا تھا حضور نے فرمایا چند روز ابھی اس جگہ رہو کمترین نے کہا میری والدہ بہت ضعیف ہے۔ زیادہ دن ٹھہر نہیں سکتا۔ گھر سے اجازت لے کر نہیں آیا ہوں۔ اس واسطے جلدی چلا جانا ہے بیعت کر کے دوسرے روز واپس چلا گیا۔ افسوس حضور کی صحبت میں زیادہ دیر ٹھہرنے کا موقعہ نہ ملا۔''[46]

(حضرت منشی صاحب نے اپنی روایات میں لکھا ہے کہ اُن کے بھائیوں نے ۱۸۸۹ء میں بیعت کی تھی، یہ سہو معلوم ہوتا ہے۔ بیعت اولیٰ کی تاریخی فہرست میں جو مارچ ۱۸۸۹ء سے ۲۸/اکتوبر ۱۸۹۲ء تک کے زمانہ پر مشتمل ہے۔ان کا نام موجود نہیں ہے۔)

اولاد: رشید احمد خان صاحب باٹا پور لاہور، چوہدری عزیز احمد خان صاحب (متوفی ۱۹۵۸ء)[47]

آپ کے ایک پوتے مکرم ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ اس وقت انگلستان میں خدمات دینیہ بجالا رہے ہیں اور آپ کے ایک پڑپوتے مکرم احسان احمد خان صاحب ابن مکرم وسیم احمد خان صاحب ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کے سانحہ لاہور میں شہید ہوئے۔

حضرت مولوی محمد عزیز الدین صاحب

ولادت ۲۲/جون ۱۸۸۸ء[48]۔ بیعت: ۱۹۰۱ء[49]۔ وفات: ۳۱/جنوری ۱۹۶۳ء[50]۔

مکیریاں ضلع ہوشیار پور کے ایک جید عالم دین حضرت مولوی وزیر الدین صاحب تھے (۳۱۳ صحابہ کبار میں آپ کا نام نمبر ۱۴ پر درج ہے)[51] جو براہین احمدیہ کی اشاعت پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کا اشتیاق لئے پا پیادہ مکیریاں سے قادیان حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی لیکن حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں مامور نہیں ہوں تاہم آپ اس یقین سے لبریز رہے کہ آپ ہی امام مہدی ہیں اور پھر مع اہل وعیال حضور کی خدمت میں حاضری دینے اور دعاؤں کی درخواست کرنے لگے۔ آپ کی چھ لڑکیاں تھیں اور اب تک اولاد نرینہ سے محروم تھے حضرت اقدس کی دعاؤں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹا عطا فرمایا جس کا نام حضور علیہ السلام نے محمد عزیز الدین رکھا۔ اس خدائی شان کو دیکھ کر خاندان کے سب چھوٹے بڑے سجدات شکر بجالائے۔ یہ ۲۲ جون ۱۸۸۸ء کی بات ہے۔

حضرت مولوی محمد عزیز الدین صاحب نے اپنے والد مکرم کے زیر سایہ ورنیکلر مڈل کا امتحان، بعد میں میٹرک تک تعلیم قادیان دارالامان میں حاصل کی تھی۔ آپ کو حضرت مصلح موعود، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے ہم مکتب ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔ حصول تعلیم کے بعد ریلوے میں ملازم ہو گئے اور ہندوستان میں کئی مقامات پر اسٹیشن ماسٹر کے فرائض بجالاتے رہے اور ہر جگہ اپنے علم، اخلاق اور تقویٰ سے لوگوں کو گرویدہ اور فریفتہ بنایا۔

سلسلہ کے لٹریچر پر خاصا عبور تھا۔اس لئے تبلیغی مسائل میں دوسروں پر احمدیت کی دھاک بٹھا دیتے۔ فارسی اور عربی میں بھی دسترس حاصل تھی۔الفضل کے اہم مضامین، خطبات امام اور مرکزی تحریکات غیر احمدی معزّزین کی مجالس میں سنانے کا اہتمام فرماتے۔بعض تعلیم یافتہ غیر مسلموں نے آپ سے گورمکھی اور ہندی لٹریچر کا مطالعہ کیا اور انہیں مرکز اور سلسلہ احمدیہ سے گہرا لگاؤ پیدا ہو گیا۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فدائی و شیدائی تھے اور ہمیشہ خلافت کے دامن کے ساتھ والہانہ شان کے ساتھ وابستہ رہے۔حضرت مصلح موعود کی ذات مقدس سے غیر معمولی عقیدت تھی چنانچہ ۳/جون ۱۹۳۰ء کو جب لاہور کے اخبار ٹریبیون میں حضور کی جھوٹی خبر چھپی تو آپ ضبط نہ کر سکے اور بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور یہ کہتے ہوئے تو آپ کی ہچکی بندھ گئی کہ خدایا ہم نے پوری طرح قرآن نہ سیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔پھر ہم نے تیرے پہلے خلیفہ سے کچھ کلام پاک کی معرفت حاصل کی اور حضرت خلیفہ ثانی کے مبارک وجود نے پھر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر انوار زمانے کی بہار دکھانا شروع کی تھی۔ابھی بہت تفسیر باقی ہے کروڑوں لوگ تو اس خزانے سے محروم اور ترستے ہوئے دنیا سے گزر چکے ہیں الغرض آپ ماہی بے آب کی طرح ایسے بے قرار ہوئے کہ آپ کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی اور جب تک اس غلط خبر کی تردید نہیں پہنچی آپ کو چین نہیں آیا۔

دینی مطالعہ آپ کی زندگی کے مستقل مشاغل میں شامل تھا اور آپ کی روحانی غذا کی حیثیت رکھتا تھا۔ذوق مطالعہ کی تسکین کے لئے باقاعدہ بجٹ بناتے۔تنخواہ سے پس انداز کرتے رہتے اور جب مرکز جانے کا اتفاق ہوتا سلسلہ کا نیا لٹریچر ضرور خرید کر لاتے۔قلیل آمد میں بھی سلسلہ کے تمام اخبارات کے باقاعدہ خریدار تھے جوانی میں وصیت کی توفیق پائی اور جائیداد کے پانچویں حصہ کی وصیت کر کے اسے بہت اخلاص سے نبھایا۔آپ کی وفات کے بعد خاندان کو علم ہوا کہ آپ کی وصیت پانچویں حصہ کی تھی لیکن پائی پائی اپنی زندگی میں بے باق کیا ہوا تھا۔وصیت کے علاوہ تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں میں بھی حسب توفیق حصہ لیتے رہتے تھے۔

خاندان میں بہت ہر دلعزیز تھے۔مزاج صوفیانہ تھا۔ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے۔ بزرگان سلسلہ اور واجب الاحترام ہستیوں کی از حد تعظیم کرتے اور ان کی خدمت میں عجز و انکسار سے حاضر ہوتے تھے۔

خوش نویسی انہیں اپنے والد مکرم کے ورثہ میں ملی تھی۔تحریر ایسی تھی جیسے موتی پروئے ہوئے ہوں۔خط و کتابت میں بہت با قاعدہ تھے اور نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت بابرکت میں باقاعدہ خطوط لکھو۔اُن کی نگاہ میں مبلغین احمدیت اور واقفین کی بہت قدر و منزلت تھی اور ان کی ملاقات سے قلبی اور روحانی لذت محسوس کرتے۔تبلیغی واقعات بہت دلچسپی سے سنتے اور علمی نکات و معارف سے بہت محظوظ ہوتے تھے۔جسمانی صحت و صفائی کا خاص خیال رکھتے تھے۔لباس ہمیشہ صاف ستھرا سادہ اور اسلامی وضع کا زیب تن فرماتے۔بلا ناغہ سیر اور روزانہ غسل آپ کا معمول رہا۔اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اپنے نمونہ سے انہیں سچے اور فدائی احمدی کی طرح لیل و نہار گذارنے کا خوگر بنایا۔

بیکاری سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ ہمیشہ خدمت خلق میں مصروف رہتے۔نقد امداد کے علاوہ ادویہ بھی مفت دیتے تھے۔غیر احمدی رشتہ داروں نے آپ کو فرشتہ سیرت کا خطاب دے رکھا تھا۔ متوکل بزرگ تھے۔آپ نے بہت ہی سادگی سے اپنی عمر گذاری۔تکلف سے کوسوں دور تھے۔زبان پر کبھی حرف شکایت نہیں آنے دیا۔نہ کبھی کسی خواہش کا اظہار فرمایا۔خدا تعالیٰ کی جناب سے جو کچھ میسر آیا اس پر قانع اور خوش رہے۔

آپ اپنے کاموں میں بہت با قاعدہ تھے اور پابندی وقت کا خوب خیال رکھتے تھے۔اپنے مسلمان اور غیر مسلم غرضیکہ ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے دوستوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔لین دین کے معاملات میں نہایت صاف تھے۔حق سے زیادہ دینا آپ کو بہت پسند تھا۔اسی لئے خدا تعالیٰ نے آپ کو کبھی مقروض نہیں ہونے دیا اور نہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ صاف گوئی میں اُن کا کوئی جواب نہ تھا۔کبھی لگی لپٹی نہ رکھتے۔ ہر بات صاف صاف کہہ دیتے تھے۔ خدمت دین کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے تھے اور اس وجہ سے اپنے بیٹے مولوی حکیم محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ سے انہیں بہت محبت تھی۔مولانا صاحب تقریباً ۲۲/۲۳ سال کی طویل مدت تک آپ سے ہزاروں میل دور بھارت میں رہے۔(حتیٰ کہ وفات کے وقت وہ آپ کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکے۔) لیکن آپ نے کمال صبر سے یہ جدائی برداشت کی اور انہیں عمر بھر غم مفارقت کا احساس تک نہ ہونے دیا۔مبادا خدمت دین میں کوئی کمزوری واقعہ ہو۔باوجود شدید علالت اور ضعف کے۱۹۶۲ء کے جلسہ سالانہ ربوہ میں شامل ہوئے اور ربوہ میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی۔[52]

اولاد: (۱) محترمہ صالحہ فاطمہ صاحبہ مرحومہ خوشدامن صاحبہ مولوی محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ (۲) صلاح الدین صاحب مرحوم (۳) محمد علیم الدین صاحب (وفات ۳۰؍اگست ۱۹۹۸ء) بی اے، ایل ایل بی سابق اسسٹنٹ فنانشل ایڈوائزر فنانس ڈیپارٹمنٹ مرکزی حکومت پاکستان و امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد (۴) مولوی حکیم محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ ۲۰۱۱ء سے صدر، صدر انجمن احمدیہ قادیان[53] (۵) عطاء اللہ صاحب مرحوم (۶) محترم رشید الدین صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ کراچی (وفات ۱۰؍فروری ۱۹۹۹ء) (۷) صفیہ بیگم صاحبہ اہلیہ جناب بشیر احمد صاحب کپورتھلوی

حضرت منشی عبدالخالق صاحب کپورتھلوی

ولادت ۱۸۸۵ء[54] بیعت وزیارت: ۱۹۰۲ء[55] وفات: ۲۴فروری ۱۹۶۳ء۔

آپ کے والد ماجد مولوی محمد حسین صاحب (ساکن پریم چیت پور علاقہ ریاست کپورتھلہ) ۳۱۳ صحابہ کبار میں سے تھے جن کا نام حضرت اقدس علیہ السلام نے ۱۳۵ نمبر پر درج فرمایا ہے۔[56]

خود لکھتے ہیں ''میں ۱۹۰۳ء، ۱۹۰۴ء میں...... قادیان میں تعلیم پاتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بہت سے معجزات تابعدار نے اپنی آنکھوں دیکھے اور ایمان تازہ ہوتا رہا۔''

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

''خاکسار نے حضور علیہ السلام کے ساتھ اکثر بلکہ بہت کثرت سے نمازیں ادا کی ہیں۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور بعد میں حضرت مولوی نورالدین صاحب اعظم خلیفہ اوّل امامت کرایا کرتے تھے اور حضور علیہ السلام امام کے داہنے طرف کھڑے ہو کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے بعد نماز حضور علیہ السلام اکثر تشریف فرما مسجد میں ہی ہوتے تھے۔ مختلف مسائل اور مہمانوں کے سوالات کا جواب حضور فرمایا کرتے تھے جو ایمانی ترقی کا موجب ہوتا تھا۔ سیر میں بھی حضور علیہ السلام مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام سیر میں تیز قدم جاتے تھے۔ حضرت مولوی عبداللطیف صاحب شہید کو جب حضور علیہ السلام کابل کے لئے رخصت فرمانے لگے تو خاکسار ہمراہ گیا تھا۔ کئی دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام کو چندہ دیا۔ کئی دفعہ اندر بھیج دیا جس پر حضور علیہ السلام نے اپنی قلم سے تحریر فرمایا ہوا تھا کہ رقم پہنچ گئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ افسوس ہے کہ وہ مبارک تحریریں جو میرے

اور میری اولاد اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے موجب ازدیاد ایمان ہوتیں گم ہو گئیں۔خاکسار نے حضور علیہ السلام کی صحبت میں ایمانی ترقی کی۔[57]

محترم منشی صاحب نے شروع میں ریاست کپورتھلہ میں پٹواری کے طور پر ملازمت شروع کی۔ بعض دفعہ قائمقام گرداور اور قائم مقام نائب تحصیلدار بھی ہوئے۔۱۹۲۲ء میں ملازمت ترک کر کے مستقل طور پر قادیان تشریف لے آئے اور عرصہ دراز تک حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب کی زیر نگرانی نظارت ضیافت قادیان کے کارکن کی حیثیت سے لنگر خانہ میں خدمات بجالاتے رہے اور اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔تحریک شدھی کے زمانہ میں آنریری مبلغ اسلام کے طور پر علاقہ ملکانہ میں کام کیا۔آپ اس دور کے بہت ایمان افروز واقعات سنایا کرتے تھے۔

لنگر خانہ کے بعد آپ لمبے عرصہ تک بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ رہے۔ ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد شروع شروع میں ربوہ سے متصل احمد نگر میں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کا آغاز ہوا۔ان دنوں اکثر اساتذہ اور کارکنان کا قیام احمد نگر میں تھا۔حضرت منشی عبدالخالق صاحب بھی مستقل طور پر یہیں رہائش پذیر ہو گئے۔

آپ نماز باجماعت کے بہت پابند تھے۔جب آپ مسجد میں دو ایک نمازوں میں نظر نہ آتے تو اندازہ ہوتا تھا کہ یا سفر پر گئے ہیں یا بیمار ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوتا۔آپ کا وجود مسجد کی رونق تھا۔حد درجہ ملنسار، خلیق، ہنس مکھ، زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے۔مہمان نوازی کا بہت جذبہ تھا۔آپ کی یہ نمایاں خوبی تھی کہ ناراضگی کو دل میں جگہ نہیں دیتے تھے اور انہیں اپنے قصوروار کو معاف کرنے میں خوشی محسوس ہوتی تھی اور اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ قصور آپ کا ہے تو وہ خود معذرت کرنے میں ہمیشہ سبقت لے جاتے تھے۔جماعتی تحریکات میں بالعموم اپنی طاقت سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔اپنے دوستوں کے نہایت مخلص دوست تھے اور تکلیف اٹھا کر بھی اُن کی امداد کرتے تھے۔

زندگی کے آخری سالوں میں آپ کو بہت تنگدستی درپیش تھی مگر آپ نے ہر حالت میں مومنانہ صبر اور حوصلہ کا نمونہ دکھایا۔اخلاص کا یہ عالم تھا کہ پہلے آپ کی وصیت ۱/۱۰ کی تھی مگر آخری سالوں میں ۱/۵ حصہ کی کر دی تھی۔مرض الموت کے دوران ضعف بہت ہو گیا مگر چہرہ پر مسکراہٹ رہتی تھی۔

آپ نے اپنے پیچھے ایک بیوہ چار بیٹے اور چار بیٹیاں بطور یادگار چھوڑیں۔[58]

آپ کے ایک داماد مکرم ماسٹر محمد شفیع اسلم صاحب امیر المجاہدین تھے۔جنہوں نے اپنی تالیف ''میری کہانی''میں بھی آپ کے حالات درج فرمائے ہیں۔(حضرت منشی صاحب کے ایک نواسے مکرم الیاس احمد اسلم صاحب نے مسجد النور ماڈل ٹاؤن لاہور میں ۲۸ مئی ۲۰۱۰ء کو شہادت کا عظیم مرتبہ پایا۔)

حضرت حکیم قریشی شیخ محمد صاحب

ولادت: ۱۸۸۷ء[59] بیعت: ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء[60] (زیارت اس سے قبل)

وفات: ۱۴مارچ ۱۹۶۳ء [61]

حضرت قریشی صاحب آف دہرانوالہ داروغیاں ضلع گورداسپور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ایک عظیم الشان نشان کے گواہ تھے جس کی تفصیل میں آپ فرماتے ہیں:۔

''موضع طالب پور پنڈوری میں میرا ایک رشتہ دار عبدالقادر نامی تھا جو میرا استاد بھی تھا۔ میں جب کبھی وہاں جایا کرتا تھا تو اس کے ساتھ سلسلہ کے متعلق اور حضرت صاحب کے متعلق گفتگو ہوا کرتی تھی کیونکہ میں نے بیعت کر لی ہوئی تھی اور میں اُن دنوں قادیان میں رہا کرتا تھا اور حضرت خلیفہ اوّل کے مطب میں پڑھا کرتا تھا اور طریق علاج سیکھا کرتا تھا۔

ایک دفعہ میرا ایک اور رشتہ دار جس کا نام فضل احمد تھا وہ بھی غیر احمدی تھا موضع طالب پور میں گیا تو اس کے ہاتھ عبدالقادر مذکور نے ایک اپنی لکھی ہوئی تحریر جو کچھ نثر اور کچھ نظم اور نہایت فحش اور گندی گالیوں سے بھری ہوئی تھی میرے پاس بھیجی اور زبانی پیغام بھیجا کہ اس کا جواب دیویں۔ میں نے وہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کو دکھلائی اور انہوں نے حضور علیہ السلام کے حضور پہنچا دی۔حضور نے دیکھ کر فرمایا جو متلاشی حق ہیں ان کے اعتراضات کا جواب تو ہماری کتابوں میں بارہا دیا گیا ہے مگر اس گندہ ذہنی اور خواہشات کا کیا جواب ہوسکتا ہے اب خدا تعالیٰ ہی انصاف کرے گا۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ نہ وہ اکیلا بلکہ ایک اس کا داماد بھی تھوڑے دنوں بعد طاعون سے ہلاک ہو گیا۔حضرت اقدسؑ ان دنوں حقیقۃ الوحی لکھ رہے تھے جس میں آپ نے ایسے لوگوں کے واقعات لکھے ہیں جنہوں نے کسی نہ کسی طرح سے مباہلہ کیا چنانچہ میں نے ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کے ذریعہ حضرت صاحب کو اس کی اطلاع کی کہ حضور وہ شخص عبدالقادر نامی بھی معہ اپنے رشتہ داروں کے طاعون سے ہلاک ہو گیا ہے تو حضور نے مجھ کو بلایا۔ میں اور میرا ایک

ماموں زاد بھائی اس کا نام میاں شیخ محمد ہے جو قادیان کا رہنے والا اور پوسٹ مین ہے۔(فہرست صحابہؓ قادیان میں آپ کا نام ۳۳۸ نمبر پر موجود ہے اور آپ کے کوائف حسب ذیل لکھے ہیں: شیخ محمد ولدیت میاں غلام قادر صاحب حلقہ مسجد اقصیٰ قادیان پیدائشی احمدی ۱۹۰۳ء سن زیارت ۱۸۹۳ء۔ آپ کی خودنوشت روایات رجسٹر روایات جلد ۱۳ صفحہ ۳۹۴۔۴۰۰ میں درج ہیں[62])۔دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور نے اس وقت مہندی لگائی ہوئی تھی اور پوستین جو زرد رنگ کی ہوتی تھی، پہنی ہوئی تھی اور آپ اس وقت نئے مہمانخانہ کے اوپر جس میں اب حضرت میاں بشیر احمد صاحب رہتے ہیں۔ (یہ بیان ۱۱ نومبر ۱۹۳۹ء کا ہے) ٹہل رہے تھے۔حضور نے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔میں نے عرض کی کہ حضور اُس نے خود ہی دعا کی تھی کہ یاالٰہی جلدتر انصاف کر جھوٹ کا دنیا سے مطلع صاف کر۔سو خدا تعالیٰ نے اس کو جو جھوٹا تھا مٹا دیا اور طاعون سے تھوڑے ہی دنوں کے اندر ہلاک کر دیا بلکہ ایک اس کا داماد بھی جو اس کا تیمار دار تھا ہلاک ہوا۔

حضور نے دریافت فرمایا کہ اس کی کوئی اور تحریر اور مضمون بھی تمہارے پاس ہے تو ہم نے عرض کیا کہ حضور ہمارے پاس تو اور کوئی تحریر نہیں ہے شاید اس کے گھر سے کوئی اور مضمون مل جاوے مگر یہ جو تحریر ہے اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔حضور نے فرمایا کہ ہم اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھنا چاہتے ہیں تم وہاں جا کر دریافت کرو کہ کوئی اور مضمون بھی اس کا ہے یا نہیں؟ تمہارا نام بھی کتاب میں درج ہو جائے گا اور بعض دفعہ ایسے امور بھی مغفرت کا موجب ہو جاتے ہیں۔

خیر پھر میں اور میرا ماموں زاد بھائی شیخ محمد دونوں ہی طالب پور میں گئے اور بہت جستجو کی کہ اس کی کتابیں دیکھیں مگر کوئی اور مضمون نہ ملا۔حضور نے پھر اس کو ہی حقیقۃ الوحی میں درج فرما دیا۔‘‘[63]

حضرت حکیم مولوی اللہ بخش خاں صاحب زیروی

ولادت:۱۸۸۷ء[64] بیعت:اپریل ۱۹۰۵ء[65] وفات:۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء[66]

زیرہ ضلع فیروزپور میں احمدیت کی داغ بیل عالم ربانی حضرت مولانا مولوی علی محمد صاحب کے ہاتھوں پڑی۔حضرت حکیم مولوی اللہ بخش صاحب آپ ہی کے شاگرد تھے جنہیں حضرت مولانا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بارہ میں استخارہ کرنے کی تلقین فرمائی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت واضح رؤیا کے ذریعہ امام الزمان کی سچائی آپ پر آفتاب کی طرح نمایاں کر

دی۔ بعدازاں آپ زیرہ کے دو اور عشاق احمدیت حضرت منشی کاکو خاں صاحب اور حاجی محمد دین صاحب کمبوہ کی معیت میں ۵ / اپریل ۱۹۰۵ء کو تخت گاہ مسیح زمان قادیان دارالامان روانہ ہوئے اور وہاں پہنچتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اقدس نے مولانا علی محمد صاحب کے نام یہ پیغام دیا کہ مولوی صاحب سے کہیں کہ اب وہ غزنوی باغ کی بجائے احمدی باغ کی بلبل ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زیرہ میں بہت جلد ایک مضبوط اور مخلص جماعت دے گا۔

حضرت مولانا علی محمد صاحب کو لمبی عمر نصیب نہ ہوئی لیکن آپ اپنے فیض تربیت اور روحانی توجہ سے اپنے شاگرد رشید (حضرت حکیم صاحب) کے قلب و ذہن میں احمدیت کے ساتھ ایسا عشق اور والہیت بھر گئے کہ احمدیت ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا بن کر رہ گئی۔

آپ کے فرزند جناب ثاقب زیروی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''مجھے یاد نہیں کہ زندگی میں اُن سے کسی شخص نے کسی موضوع پر کوئی بات کی ہو اور آپ نے تیسرے یا چوتھے فقرے ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل یا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایمان افروز ذکر نہ چھیڑ دیا ہو...... آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس مشن کی اشاعت و تبلیغ کی لگن زندگی کا مقصد وحید بن کر جاگزیں ہوگئی۔ حضرت ابا جان کا انداز تبلیغ آپ کے مزاج اور لباس کی طرح نہایت سادہ، پُرسوز اور درد آفریں ہوتا تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے مہینے مختلف امراض کے لئے ادویہ کا ایک صندوقچہ بھر کر تبلیغی دورہ کے لئے نکل کھڑے ہوتے اور قریہ بہ قریہ، دیہہ بہ دیہہ پھر کر بیمار انسانیت کی خدمت بھی بجالاتے اور ساتھ کے ساتھ تشنہ روحانیت دنیا تک امام الزماں کے ظہور پُرنور کا مـــــژدہ جانفزا بھی پہنچاتے۔ لوگوں کو قرآن کریم پڑھاتے۔ اس کا ترجمہ و تفسیر ذہن نشین کراتے۔ احادیثِ نبویؐ کا درس دیتے اور یُوں آہستہ آہستہ غیر محسوس طور پر دلوں میں دین کی چنگاری بھی سُلگاتے چلے جاتے۔ تبلیغ کے لئے آپ کا انتخاب بھی عام طور پر انوکھا، سادہ اور دوسروں سے مختلف ہوتا تھا۔ آپ تبلیغ کے لئے عام طور پر ایسی روحیں اور دل چنتے جن پر دوسروں کی نگاہ کم از کم پڑتی ہو اور جو دنیا والوں کی نگاہ میں بڑے کم مایہ اور معمولی ہوتے مگر احمدیت کی جلا پاتے ہی یہ ذرّے ایسے آفتاب بنتے کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہو جاتیں۔ اسی طرح کے دو ایک چکروں کے بعد نومبر کی پہلی یا دوسری تاریخ ہی کو گھر سے نکل کھڑے ہوتے۔ سال

کے اس آخری دورے میں زیر تبلیغ دلوں کے روحانی استحکام کا جائزہ لیتے ۔ ان کے ذہنوں کے اشکال و شبہات کھنگالتے، انہیں دُور کرتے ۔ جلسہ سالانہ کی برکات ذہن نشین کراتے اسلام کی اجتماعی شان و شوکت کا نظارہ کھینچتے اور یوں پھرتے پھراتے جب ہفتوں کی مسافت کے بعد دارالامان پہنچتے تو اُن کے ساتھ ہر سال پندرہ بیس تازہ واردان کا قافلہ ہوتا جن میں سے اگر آٹھ دس بیعت کر جاتے تو باقی آئندہ سالوں کے لئے پوری طرح تیار ہو جاتے اور ان کے دل احمدیت کے متعلق خوش ظنیوں سے بھر جاتے اور یوں ہر سال چراغ سے چراغ جلتا چلا جاتا۔“ [67]

حضرت حکیم صاحب کی اسی تڑپ، لگن بلکہ جنون کا انعام اور حاصل تھا کہ آپ کی کوشش سے ضلع فیروز پور میں قریباً گیارہ مخلص جماعتیں قائم ہو گئیں۔ [68] اور زیرہ، فیروز پور اور قصور کے درجنوں دیہات میں آپ کے ہاتھوں احمدیت کا بیج بویا گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زیرہ شہر میں ساٹھ گھرانوں پر مشتمل ایک مضبوط، مخلص، فعّال اور بااثر جماعت عطا فرمائی جس کی اپنی خوبصورت مسجد اور عیدگاہ تھی اور قصبے کی میونسپلٹی کے تین مسلمان ممبروں میں سے دو ممبر اکثر و بیشتر اسی جماعت میں سے ہوتے تھے۔ [69]

الغرض حضرت حکیم صاحب احمدیت کے سچے فدائی بہت دعا گو اور تبلیغ سے شغف رکھنے والے بزرگ احمدیت اور احمدیت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

اولاد: (۱) مکرم محمد اقبال صاحب مرحوم (وفات ۴ دسمبر ۱۹۳۳ء) [70] (۲) جناب محمد صدیق صاحب (ثاقب زیروی) مدیر ”لاہور“ (۳) مکرم محمد بشیر صاحب (انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز) (۴) محترمہ حفیظہ بیگم صاحبہ (اہلیہ چوہدری نیاز الدین احمد سلہری) [71]

حضرت میاں اللہ دتہ صاحب تر گڑی ضلع گوجرانوالہ

ولادت ۱۸۷۹ء بیعت: ۱۹۰۳ء وفات: ۵/اپریل ۱۹۶۳ء [72]

آپ کا بیان ہے کہ ”جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحب شہید مقدمہ کرم الدین کے لئے جہلم تشریف لے جا رہے تھے اس موقعہ پر ریلوے اسٹیشن گوجرانوالہ پر گاڑی کے کمرہ میں شرف زیارت حاصل کیا اور بعد ازاں خط کے ذریعہ اسی سال میں نے بیعت کر لی۔“

آپ کے والد جمال الدین صاحب سلسلہ کے سخت مخالف تھے آپ نے اُن کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت اقدس میں درخواست دعا کی۔حضرت نے فرمایا تم دعاؤں میں لگے رہواور ہم بھی دعائیں کریں گے۔اللہ تعالیٰ دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔اس کے بعد آپ کے والد سولہ سال برابر مخالفت پر ڈٹے رہے۔آپ نے ایک دفعہ ان کو تحریک کی کہ آپ کم از کم قادیان کا جلسہ دیکھو کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں جواب دیا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تک حق اور جھوٹ نہ دیکھوں مجھے موت نہیں آئے گی۔تمہارے کہنے پر ہرگز نہیں جاؤں گا۔چنانچہ پھر وہ اپنی مرضی سے ہی جلسہ پر گئے اور جلسہ کے دوران ہی بیعت کر لی اور ایک سال زندہ رہ کر مارچ ۱۹۲۴ء میں فوت ہو گئے۔[73]

حضرت سید مبارک علی شاہ صاحب باہری لدھیانوی

ولادت:۱۸۸۴ء یا ۱۸۸۵ء [74] بیعت بذریعہ خط:۱۹۰۳ء

بیعت دستی:۱۹۰۵ء وفات:۱۰/اپریل ۱۹۶۳ء[75]

آپ کو سلسلہ احمدیہ کے فدائی بزرگ حضرت قاضی خواجہ علی صاحب لدھیانوی کے برادر نسبتی ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔طالب علمی کے زمانہ میں احمدیت کے شدید مخالف تھے اور مولویوں کے فتوؤں کے مطابق احمدیوں کے پاس بیٹھنا،ان کی بات سننا اوران کی کتابیں پڑھنا گناہ سمجھتے تھے۔اگر حضرت قاضی صاحب گھر تشریف لاتے تو وہ دوسرے دروازے سے نکل جاتے اور جب وہ گھر میں موجود رہتے آپ کھانا کھانے بھی نہیں آتے تھے مگر چونکہ فطرت میں سعادت تھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُن کا رخ یکا یک احمدیت کی طرف کر دیا اور آپ ملاّؤں کے فتاوی کو بالائے طاق رکھ کر احمدیہ مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔شاہ صاحب کے خودنوشت حالات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فوری تبدیلی ایک کتاب ’’تذکرہ غوثیہ‘‘ کے ایک مقام کو دیکھنے سے واقع ہوئی جہاں’’ **لیترکن القلاص فلایسعیٰ علیھا** ‘‘ کی حدیث رقم تھی۔‘‘[76]

اس روحانی انقلاب کے بعد حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی سب سے پہلی تصنیف لطیف جو آپ کے مطالعہ میں آئی وہ تحفہ گولڑویہ تھی۔ازاں بعد آپ کو حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی کتاب ’’سلک مروارید‘‘ پڑھنے کا موقعہ ملا۔۱۹۰۵ء میں آپ قادیان تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر شرف بیعت حاصل کیا۔شاہ صاحب کا بیان ہے کہ:۔

''۱۹۰۷ء میں مَیں کلکتہ پہنچا جہاں میرے اور دوست پہلے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے پہلی ملاقات میں مجھ سے یہ مطالبہ کیا کہ اب تم کلکتہ پہنچ گئے ہو۔ اگر تم اپنا انفلوئینس (اثر) قائم رکھنا چاہتے ہو تو ہیٹ کا استعمال کرو۔ میں نے جواب دیا کہ میں آزاد نہیں ہوں۔ جب تک اس کے متعلق دریافت نہ کرلوں استعمال نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں تحریر کیا جس کا جواب حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے دیا کہ ہیٹ میں ایک قباحت تو یہ ہے کہ اُسے اجنبی دیکھنے والا شخص مسلمان نہیں سمجھتا اس لئے وہ اسلامی سلام سے محروم رہ جاتا ہے۔ دوسری یہ کہ اس سے سجدہ ادا نہیں ہوسکتا اس لئے شرعاً ممنوع ہے۔ الفاظ شاید اور ہوں مگر مفہوم یہی تھا جو میں نے سمجھا کیونکہ یہ خط اور دوسرے بہت سے خطوط گھر والوں کی بے احتیاطی سے ضائع ہوگئے اس لئے بجنسہٖ نقل نہیں کرسکتا۔

چونکہ مجھے حضرت اقدس علیہ السلام کی پاک صحبتوں میں زیادہ بیٹھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اگر ملا بھی تو بہت دُور جہاں کوئی بات سنائی نہیں دیتی تھی اس لئے میں حضور کی بیان کردہ کوئی بات عرض کرنے سے معذور ہوں۔ 77

ذیل میں حضرت سید مبارک علی شاہ صاحب لدھیانوی مکینیکل انجینئرز کے قلم سے ان کے خود نوشت حالات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں۔

''اپنی یادداشت اور تحقیق کی روشنی میں ذیل کے کوائف قلمبند کرتا ہوں۔

میری پیدائش کی تاریخ کا صحیح علم نہیں۔ میری سب سے بڑی ہمشیرہ جو والدین کی سب سے بڑی اولاد تھی کی پیدائش اس قحط کے ایام میں ہوئی تھی جو کہ ۱۹۱۷ بکرمی میں پڑا تھا اس سے تین سال چھوٹی دوسری ہمشیرہ اوران سے تین سال کے وقفہ سے میرے بھائی سردار علی شاہ، کرم علی شاہ و برکت علی شاہ پیدا ہوئے اوراس سے چار سال بعد تیسری ہمشیرہ اوراس کے تین تین سال کے وقفہ سے دو ہمشیرگان اور خاکسار پیدا ہوا گویا میری پیدائش بڑی ہمشیرہ سے پچیس یا چھبیس سال بعد ہوئی۔ اس حساب سے میری پیدائش ۱۸۸۶ء بنتی ہے اور تاریخ ۱۴ ربیع الثانی تھی۔ یہ سب روایات والدہ محترمہ کی ہیں۔ جو میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بیان فرمائیں۔ نیز یہ بھی بتایا کہ میرے (خاکسار کے) جد امجد سفیدوں سے معہ اپنے چھوٹے بھائی کے ایک غلام اور لونڈی کے ہمراہ سفر کرتے ہوئے خانپور پہنچے جو کہ پٹیالہ کی ریاست کا سرحدی گاؤں ہے۔ خانپور میں اس وقت راؤ خانا کی اولاد جو کہ مسلمان راجپوتوں کا ایک زبردست گھرانا تھا آباد تھی۔ ان راجپوتوں نے آنے والے نو واردوں کو اپنے پاس

بچوں کی طرح رکھا۔ اس وقت دادا محترم کی عمر قریباً بارہ سال تھی صحیح نام تو معلوم نہیں ہو سکا مگر عام معروف نام میاں سادی تھا جو ہو سکتا ہے کہ سعد الدین ہو یا سعادت علی ہو یا کچھ اور۔ سفیدوں سے ہجرت کی وجہ جو والدہ مکرمہ نے بتائی وہ جنگ یا وباء تھی جو بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہمارے خاندان کے مورث اعلیٰ باہرہ ملک مصر سے وارد ہندوستان ہوئے تھے۔ اور انہوں نے دریائے جمنا کے دائیں کنارے ایک اونچے ٹیلے پر قیام کیا اور اپنا فرض منصبی (تبلیغ) ادا کرنے لگے۔ اور اس جگہ کا نام اپنے وطن مالوف کی نسبت سے باہری رکھا۔ اس کے بعد خاندان کے متعدد جوان شاہی افواج میں شامل ہو کر خدمات بجالانے لگے۔ چنانچہ ہمارے خاندان کے چند نوجوان اپنے ہی کمانڈر کے زیر کمان تھے۔ حکومت مغلیہ نے مبلغ اسلام کی حیثیت سے یا فوجی خدمات کے صلہ میں خاندان کے رکن اعلیٰ کو سولہ گاؤں کی جاگیر معافی عطا کی جس کا مرکز سفیدوں تھا۔ سلطنت مغلیہ کے ضعف کے پیش نظر سکھوں نے پنجاب میں اودھم مچانا شروع کیا اور ریاستیں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ ہماری تمام جاگیر ریاست جنبہ کے حصہ میں آ گئی۔ چونکہ جاگیر معافی تھی۔ ہمارے بزرگوں نے سرکاری لگان ادا کرنے سے سرکاری پٹہ کی بنا پر انکار کیا۔ اور اس پر آخری وقت تک اڑے رہے۔ یہاں تک کہ ریاست نے قتل عام کا ایسا مظاہرہ کیا کہ معصوم بچوں کو بھی تہ تیغ کر دیا۔ چنانچہ سفیدوں کا گنج شہیداں آج تک شہادت ادا کر رہا ہے۔ بہت سی خواتین نے اپنے معصوم بچوں کو کسی نہ کسی ذریعہ وہاں سے نکال دیا اور خود اپنی عزت کی حفاظت کرتی ہوئی کنوؤں میں ڈوب کر مر گئیں۔ انہیں میں ہمارے جد امجد کی والدہ محترمہ بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماوے کہ یہ غلطی عزت جیسی قیمتی متاع کی حفاظت میں سرزد ہوئی۔

میرے جد امجد کے گھر میں بیس لڑکے اور کچھ لڑکیاں جو شاید دو یا تین تھیں پیدا ہوئیں۔ اور ایک ایک دن میں دو دو لڑکوں کے جنازے گھر سے نکلے۔ صرف دو لڑکے یعنی میرے والد محترم اور چچا بچے، میرے والد محترم کا اسم گرامی سید فتح الدین تھا اور چچا جان کا نام معروف میاں شیرا تھا جو غالباً شیر الدین یا شیر محمد یا شیر علی ہوگا۔ وہ عین جوانی کے عالم میں جبکہ میرے والد محترم کے گھر میں پانچ بچے پیدا ہو چکے تھے وہ کنوارے ہی فوت ہو گئے۔ میری عمر قریباً تین سال کی تھی جبکہ والد محترم کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ قریب چھ سال کی عمر میں یعنی ۱۸۹۱ء میں مجھے لودھیانہ میری بڑی ہمشیرہ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ جن کو میں پہلے بی بی کے نام سے اور پھر ان کے بچوں کی نقل کرتے ہوئے جن میں سے کوئی مجھ سے

بڑا اور کوئی چھوٹا تھا۔اماں نام سے پکارنے لگا۔۱۸۹۱ء کی عید الفطر کے دوسرے دن جو غالباً ماہ مئی میں تھی مسجد میں جو کہ بعد میں احمدیہ مسجد کے نام سے موسوم ہوئی جس میں چند معززین نے مل کر جس میں میرے بہنوئی حضرت قاضی خواجہ علی صاحب بھی شامل تھے۔ایک مکتب قائم کیا ہوا تھا جس کا نام انہوں نے مدرسہ احمدیہ رکھا تھا تعلیم شروع کی۔قریباً دو یا تین سال کے بعد مجھے گورنمنٹ سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ چونکہ میں نے مدرسہ احمدیہ میں قرآن کریم کے علاوہ اردو اور حساب وغیرہ بھی کافی کیا تھا۔ اس لئے ہیڈ ماسٹر صاحب نے خوشی سے مجھے تیسری جماعت میں داخل کر لیا۔تیسری جماعت کے آخری امتحان میں نمایاں کامیابی پر سکول کی طرف سے خاکسار کو انعام دیا گیا۔لیکن اسی سال میرا بھانجا جو میری ہی عمر کا تھا۔ پانچویں جماعت کے امتحان میں فیل ہو گیا۔ چونکہ گورنمنٹ اسکول کے امتحانات اکتوبر میں اور دوسرے سکولوں کے امتحان دسمبر میں ہوا کرتے تھے۔اس لئے ہم دونوں کو گورنمنٹ سکول سے نکال کر اسلامیہ سکول میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں چوتھی جماعت کے سالانہ امتحان میں خاکسار کو دینیات میں اول انعام حاصل ہوا۔ اور پانچویں جماعت میں وظیفہ، چھٹی جماعت میں انگریزی کے کورس میں چند اسباق کے بعد ایک نظم تھی۔

"O Heavenly Father by whose hand thy people still are fed."

جس کا ابتدائی حصہ یہ تھا۔

جس پر مجھے اعتراض پیدا ہوا کہ ہمیں انگریزی کے پردہ میں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔اور میں نے انگریزی کی تعلیم بالکل ترک کر دی۔ اور کسی کی نصیحت میرے لئے مؤثر ثابت نہ ہوئی۔ اساتذہ نے محبت اور سختی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر بے سود آخر ۹۸ء کے اکتوبر میں تعلیم ترک کر کے تونسہ کا سفر اختیار کیا اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان پہنچا اور خواجہ اللہ بخش صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی مگر وہاں میری دینی تعلیم کا بندوبست نہ ہو سکنے کی وجہ سے ایک دوسرے بزرگ کے ہمراہ جنہوں نے تعلیم کا بندوبست کرنے کا وعدہ کیا روانہ ہوا، جنہوں نے لیہ پہنچ کر مجھے ایک مولوی صاحب کے سپرد کر دیا۔ جہاں پندرہ بیس دن قیام کر کے تعلیم کا کوئی بندوبست نہ پا کر واپس لوٹا اور محمود کوٹ ریلوے اسٹیشن پر ایک نانبائی کی دوکان پر کام کرنے لگا اور پھر اسی کے ساتھ شیر شاہ ریلوے اسٹیشن پر آیا۔ موسم گرما میں اسٹیشن پر پنکھا قلی کا کام اختیار کیا۔اور اسی اثناء میں میرے ضمیر نے تعلیم کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ جو حصہ تعلیم مذہب کے خلاف نظر آئے۔اسے ترک کر کے زبان سیکھ لینی

چاہیئے ۔ چنانچہ اکتوبر ۹۹ء کو واپس لدھیانہ پہنچا۔ اور سکول میں داخل ہو کر تعلیم شروع کی اور ساتویں کے امتحان میں کامیاب ہو گیا۔ دوسرے سال یعنی جنوری ۱۹۰۱ء میں مڈل کے امتحان میں شامل ہوا۔ مگر تاریخ جغرافیہ میں فیل ہو گیا۔ کچھ فیل کا رنج اور کچھ گھر والوں کی طرف سے ملامت سے تعلیم کا خیال ترک کر کے ڈاکخانہ میں چٹھی رسانی شروع کر دی......۔

میں رڑکی کالج میں مکینیکل تعلیم کے لئے داخل ہوا۔ اس وقت وہاں کوئی احمدی نہ تھا۔ میں جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کیا کرتا تھا۔ دوسرے سال ہماری کلاس میں ایک طالب علم مسمی محمد امین پسر بابو امام الدین اوورسیئر سکنہ بھیرہ داخلہ میں آ گیا۔ اور ایک طالب علم لودھیانہ کا مسمی گل محمد بھی۔ وہ دونوں بیرک نمبرے میں رہتے تھے اور میں بیرک نمبر ۱۰ میں۔ میں اکثر رات کو بیرک نمبرے میں گل محمد صاحب کے پاس جایا کرتا تھا۔ چند یوم کے بعد جبکہ مجھے محمد امین کی احمدیت کا علم ہوا۔ تو میں نے بجائے گل محمد کے پاس بیٹھنے کے محمد امین کے پاس بیٹھنا شروع کیا جو گل محمد کے لئے قدرے دکھ کا موجب ہوا چنانچہ گل محمد نے مذہبی گفتگو شروع کی اب میں نے روزانہ جانا شروع کیا۔ اور مسئلہ زیر بحث نبوت ہی تھا۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ فاتحہ پیش کرائی۔ اسی پر کئی دن بلکہ کئی ہفتے گفتگو ہوتی رہی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے گل محمد صاحب کو احمدیت کی صداقت کا قائل کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء ماہ جولائی میں ہم دونوں نے قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ محمد امین کی زبانی ایک اور طالب علم کا پتہ ملا جو کہ اوورسیئر کلاس کا طالب علم تھا اور دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور کا رہنے والا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء کے شروع سے ہی ہم نے باجماعت نماز کا بندوبست کیا اور اتفاقاً انہوں نے مجھ کو ہی امام صلوٰۃ منتخب کیا۔...... جمعہ کی نماز کے متعلق حضرت مولانا نورالدین صاحب کی خدمت میں لکھا گیا کہ نماز جمعہ کے لئے کم از کم کتنے آدمیوں کی موجودگی ضروری ہے۔ جواب ملا کہ ہر باجماعت نماز کے لئے کم از کم دو آدمیوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک امام اور ایک مقتدی۔ چنانچہ اس کے بعد نماز جمعہ بھی پڑھی جانے لگی۔ کالج کورس ختم کرنے کے بعد اپرنٹس شپ یعنی عملی تعلیم کے لئے اٹک، کلکتہ اور بانکی پور وغیرہ مقامات میں رہا۔ صرف کلکتہ کے مقام پر بعض یوپی کے مسلمانوں نے مخالفت کی۔ ۱۹۰۹ء میں تعلیمی کورس ختم ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں بھی گیا۔ کسی نہ کسی رنگ میں مخالفت نے میرا ہمیشہ ساتھ دیا۔ غالباً اسی طریق سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ بیدار رکھا۔ الحمدللہ۔ ۱۹۱۳ء میں جبکہ ملاکنڈ ٹنل میں کام کر رہا تھا۔ میرے ایک دور کے

رشتہ دار اور قریبی دوست کے ذریعہ شرغہ خیل قبیلہ کی ایک خاتون سے جو بچپن ہی سے والدین کے سایہ سے محروم ہو چکی تھی۔اس کے حقیقی بھائی کی تولیت میں میرا نکاح بتاریخ ۱۳ جون ۱۹۱۳ء کو ہو گیا۔اکتوبر ۱۹۱۵ء میں پہلا بچہ محمد احمد پیدا ہوا۔دسمبر ۱۹۱۷ء میں دوسرا بچہ نصیر احمد پیدا ہوا جو ۱۰ ماہ اور کچھ دن کا ہو کر اکتوبر ۱۹۱۸ء میں انفلوئنزا کے حملہ سے فوت ہو گیا۔انفلوئنزا کا حملہ اس کی والدہ پر بھی ہوا اور بچہ کی وفات کے صدمہ سے انتہائی صورت اختیار کر گیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بالآخر صحت ہو گئی۔اکتوبر ۱۹۱۹ء میں مبارکہ خاتون مرحومہ پیدا ہوئی اور جولائی ۱۹۲۱ء میں صفیہ خاتون اور یہ سب بچے لودھیانہ واٹر ورکس کے کوارٹروں میں پیدا ہوئے۔دسمبر ۱۹۲۲ء میں اشرف علی پیدا ہوا۔اکتوبر ۱۹۲۶ء میں منیر احمد اور جولائی ۱۹۲۹ء میں صادقہ عفت پیدا ہوئی اور ۱۹۳۷ء میں پانچواں لڑکا پیدا ہوا جو گیارہ دن کا ہو کر فوت ہو گیا اور یہ سب بچے لودھیانہ شہر میں پیدا ہوئے۔فقط والسلام۔

مبارک احمدی بکٹ گنج، مردان ۳/اپریل ۱۹۵۴ء

اولاد:

(۱) سید محمد احمد صاحب (ولادت ۱۹۱۵ء۔وفات ۱۲ جنوری ۱۹۶۲ء)

(۲) سید نصیر احمد صاحب (ولادت ۱۹۱۶ء ۔وفات ۱۹۱۸ء)

(۳) سیدہ مبارکہ خاتون صاحبہ (ولادت ۱۹۱۹ء ۔وفات ۱۹۴۴ء)

(۴) سیدہ صفیہ خاتون صاحبہ (ولادت ۱۹۲۱ء ۔وفات ۱۹ مارچ ۱۹۸۱ء)

(۵) سید اشرف علی صاحب (ولادت ۱۹۲۲ء) رہائش ناصر آباد ربوہ

(۶) سید منیر احمد صاحب باہری سابق مبلغ برما و ناظم وقف جدید
(ولادت ۱۹۲۶ء۔وفات: ۲۳/اکتوبر ۲۰۱۲ء)

(۷) سیدہ صادقہ خاتون (ولادت ۱۹۲۹ء حال G-10/3۔اسلام آباد)

(۸) ایک بیٹا جس کا نام بھی تجویز نہیں ہوا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں فوت ہوا بعمر سات دن [78]

حضرت خواجہ بھائی محمد عبداللہ صاحب ولد خواجہ گلاب صاحب

ولادت: ۱۸۸۶ء۔بیعت: ۱۹۰۴ء۔وفات: ۶ جون ۱۹۶۳ء بعمر ۷۷ سال [79]

آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے مکرم محمد علی صاحب احمدی آف لاہور لکھتے ہیں:۔

آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک مخلص فرد تھے۔تہجد گذار دعا گو تھے۔خاندان سیدنا حضرت مسیح

موعود علیہ السلام کے ساتھ بڑی محبت رکھتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔غرباء پروری کے دلدادہ تھے مجھے غالباً ۴۵۔۱۹۴۴ء میں اپنے لڑکے حفیظ احمد کی تعلیم کے لئے قادیان دارالامان میں رہائش رکھنے کی ضرورت پیش آئی۔مَیں بوجہ تنگی کے نہ تو ہوسٹل کا خرچ برداشت کرسکتا تھا۔نہ ہی کسی ہوسٹل کا خرچ اٹھا سکتا تھا۔میں نے برسبیل تذکرہ آپ سے ذکر کیا کہ میں اپنے لڑکے کو قادیان میں تعلیم دلوانا چاہتا ہوں مگر میں خرچ برداشت نہیں کرسکتا۔اگر آپ مہربانی فرمائیں تو آپ کو ہفتہ عشرہ کے بعد فیض اللہ چک سے آٹا دال وغیرہ دے جایا کروں گا۔آپ اس کا اپنے گھر میں انتظام کردیں۔آپ نے نہایت ہی شفقت سے فرمایا کہ اگر آٹا دال لانا ہے تو پھر کسی اور جگہ انتظام کرلیں۔میرے دستر خوان پر تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے چوبیس افراد کھانا کھاتے ہیں۔اگر آپ کا لڑکا بھی کھانا کھالیا کرے گا تو میرے خرچ میں کونسی زیادتی ہوجائے گی۔

پھر فرمانے لگے آپ اگر فیس بھی ادا نہ کرسکیں تو وہ بھی میں ادا کردیا کروں گا۔آپ کی بڑی بہو میرے بچے کے ساتھ اپنے بچوں جیسی محبت کرتی تھیں اور ہر لحاظ سے بچے کے ساتھ دلداری کرتی تھیں۔

میرا لڑکا ۱۹۴۷ء تک قادیان میں ان کے گھر رہ کر تعلیم حاصل کرتا رہا۔میرا لڑکا بیان کرتا ہے ایک دن بھی ایسا نہیں آیا کہ مجھے محترمہ آپا جان نے کبھی ناراضگی کا اظہار فرمایا ہو یا مجھے کبھی بچوں سے الگ رکھا ہو۔جو چیز اپنے بچوں میں تقسیم کرتیں اس میں مجھے برابر شریک کرتیں۔

۱۹۴۷ء میں فسادات ہوئے تو میرا لڑکا حفیظ احمد چند روز پہلے فیض اللہ چک چلا گیا۔بچے کے جانے کے بعد فیض اللہ چک میں فساد شروع ہوگیا۔بھائی جان اور آپ کا خاندان بہت پریشان رہا کہ بچے کو فیض اللہ چک کیوں بھیج دیا۔ہم لوگ فیض اللہ چک سے قادیان اس حالت میں آئے کہ نہ تو ہمارے پاس کپڑے تھے نہ نقدی تھی آپ نے نہایت ہی شفقت سے میرے اہل وعیال کو کپڑے بھی دیئے بستر بھی دئے اور نقد بھی مدد کی۔ایک اور واقعہ غالباً ۱۹۴۶ء کا ہے کہ ایک نومسلم ہندو گھرانے کا آپ کی دکان میں رہا کرتا تھا۔ایک دن آپ کا لڑکا عبدالغفور نومسلم سے کسی بات پر جھگڑ پڑا۔لڑکے کی زبان سے کوئی سخت لفظ نکل پڑا۔جس پر محترم بھائی جی نے اپنے لڑکے کو ڈانٹ کر دکان سے نکال دیا اور اس نومسلم سے بہت ہمدردی اور دلجوئی کی اور فرمانے لگے اس بیچارے نے مذہب چھوڑا، بہن بھائی چھوڑے، ہمارے پاس آیا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہمدردی کریں۔سبحان اللہ۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں کس قدر خلوص محبت اور ہمدردی کا جذبہ پایا جاتا تھا۔
۱۹۴۷ء میں جب آپ ہجرت کر کے پاکستان آئے تو آپ پر ایک وقت تنگی کا بھی آیا فرمانے لگے کہ رمضان شریف آیا اور حال یہ تھا کہ پیسہ روپیہ سب خرچ ہو چکا تھا۔بعض اوقات باسی روٹی کھا کر روزہ رکھا۔اور صرف پانی پر ہی افطار کیا۔مگر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ صبر شکر سے دن گذارے۔ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے رہے۔کہ اے میرے آقا تو محض اپنے فضل وکرم سے میری سب مشکلات دور فرما اور میرے لئے غیب سے رزق عطا فرما......اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضل کیا۔اور آپ نے وہی مہمان نوازی اور غرباء پروری شروع کر دی۔آپ کے پوتے رشید احمد کی دکان اڈہ بس ربوہ میں تھی۔آپ کی خواہش پر لڑکے آپ کو دکان پر لے جاتے آپ وہاں پر یہی خواہش کرتے تھے کہ مجھے قادیان لے چلو اور یہ خواہش شدت سے ان کے دل میں آخر دم تک کروٹیں لیتی رہی۔آپ نے اپنا ایک لڑکا (خواجہ عبدالستار) حفاظت مرکز قادیان کے لئے وقف کر دیا تھا جو ابھی تک قادیان دارالامان میں درویش ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کی قربانی کو قبول فرمائے۔آمین

ایک مرتبہ بھائی جی نے مجھ سے ذکر کیا کہ عبدالستار اس وقت تک قادیان میں درویش ہی رہے گا جب تک کہ قادیان دارالامان ہمیں مل نہیں جاتا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی ساری اولاد مخلص احمدی ہے۔آپ کے بڑے لڑکے خواجہ عبدالحمید صاحب مرکز میں کارکن ہیں۔“ [80]

حضرت آغا سلطان احمد صاحب لدھیانوی

ولادت اندازاً ۱۸۸۵ء ۔آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے البتہ بیعت کے سن کا تعین نہیں ہوسکا۔وفات: بعمر ۷۸ سال ۱۶ جون ۱۹۶۳ء [81]

آپ کے والد آغا عبدالوھاب خاں صاحب لدھیانوی شہزادگان سادات کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ان کو بیعت سے قبل خواب میں حضرت مسیح موعود کی شبیہ مبارک اور قادیان کا نقشہ اور مسجد اقصیٰ کا نظارہ دکھایا گیا۔انہوں نے صبح اپنے گھر میں یہ خواب سنایا تو تمام افراد بہت متاثر ہوئے اور پھر کایک خدا کا ایسا فضل ہوا کہ تیسرے روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام اچانک لدھیانہ تشریف لے آئے تو آغا سلطان احمد صاحب نے اپنے والد بزرگوار اور اپنے بھائیوں کے ساتھ حضور کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔یہ واقعہ حضرت اقدس کے دعویٰ کے ابتدائی سالوں کا ہے۔

سلسلہ بیعت میں شامل ہونے کے بعد آپ نے عہد کیا کہ میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا جسے انہوں نے عمر بھر خوب نبھایا۔ اوائل عمر میں خوشنویسی کا کام کرتے تھے آپ عرصہ تک قادیان میں اخبار بدر، الفضل اور سلسلہ کے رسائل اور مختلف لٹریچر قلیل تنخواہ پر لکھتے رہے۔ ۱۹۴۴ء کے جلسہ مصلح موعود لدھیانہ کے دوران انہوں نے مہمانوں کے قیام و طعام میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ جماعت احمدیہ لدھیانہ کے امیر بھی رہے اور دارالبیعت کے قریب احمدیہ مسجد کی تعمیر بھی کرائی۔

آپ کے دل میں احمدیت کا ایک سچا عشق اور جوش موجزن تھا۔ ساری عمر نیکی، تقویٰ، صبر و استقامت، بردباری، درویشی اور سادگی میں بسر ہوئی۔ مزاج صوفیانہ تھا۔ خلوت کے بے حد دلدادہ تھے۔ دل کے سخی تھے اور ہر ایک سے ہمدردی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔

پاکستان بن جانے کے بعد ہجرت کر کے لاہور تشریف لے آئے اور یہیں بیرون بھاٹی دروازہ میں انتقال ہوا۔ آپ حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے برادر نسبتی تھے۔ [82]

حضرت ڈاکٹر ظفر حسن صاحب

ولادت: ۲۰ دسمبر ۱۸۸۲ء [83] بیعت: ۱۹۰۳ء [84] وفات: ۲۵ جون ۱۹۶۳ء [85]

آپ دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے اور میڈیکل سکول امرتسر میں تعلیم کے دوران مسیح وقت پر ایمان لائے۔ ڈاکٹری کے آخری سال میں جبکہ آپ کی تبلیغی سرگرمیاں زوروں پر تھیں اور قادیان سے تعلق بہت پختہ ہو چکا تھا سکول کے عملہ نے آپ کو احمدیت سے منحرف کرنے کے لئے سخت دباؤ ڈالا حتیٰ کہ سکول کے پرنسپل اور پروفیسروں نے آپ کو بلا کر کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تم کلاس میں ہوشیار ہو اور ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم تمہیں اس سال کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اس پر آپ نے ایک مفصل مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تحریر کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے یہ خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غالباً سنایا یا پڑھنے کے لئے پیش کیا۔ بعد ملاحظہ حضرت اقدسؑ نے ارشاد فرمایا۔ بشیر احمد! ظفر حسن کو لکھ دو کہ دنیا کی کوئی طاقت اُن کو فیل نہیں کر سکتی۔ جونہی ارشاد ڈاکٹر صاحب کو پہنچا۔ انہوں نے فوراً اپنے پروفیسروں اور خصوصاً پرنسپل کو بتا دیا کہ آپ تو اس ناچیز کو فیل کرنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں لیکن حضرت مسیح زمان بشارت دے رہے ہیں کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے فیل نہیں کر سکتی۔ سکول کے سٹاف نے یہ بات سن کر

پہلے سے زیادہ مخالفانہ رویہ اختیار کرلیا۔ بایں ہمہ خدا کے مقدس مسیح کے مبارک ہونٹوں سے نکلے ہوئے الفاظ معجزانہ شان کے ساتھ پورے ہوئے اور آپ نہ صرف کامیاب ہوگئے بلکہ آپ کی تقرری کا خط (Appointment Letter) بھی ساتھ ہی پہنچ گیا۔ فالحمدللہ۔

ابتداء میں آپ کے والد ملک نظام الدین صاحب نے احمدیت قبول نہیں کی تھی گو مخالفت میں بھی حصہ نہیں لیا تھا۔ آپ نہایت نرمی سے اُن کی خدمت میں احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہا کرتے تھے۔ اسی دوران عوام میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ مرزا صاحب پلاؤ، زردہ، قورمہ وغیرہ کھاتے ہیں حالانکہ نبی اور رسول کی ایسی خوراک نہیں ہوتی۔ یہ سن کر آپ کے والد صاحب نے ارادہ کرلیا کہ خود قادیان جائیں گے اور اپنی آنکھوں سے جا کر حضرت مرزا صاحب کی خوراک دیکھیں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے قادیان پہنچے اور دوسرے چند مہمانوں کے ساتھ مسجد مبارک میں ہی ٹھہرے۔ جب نماز مغرب کے بعد مہمانوں کے لئے کھانا آیا تو آپ نے کھانے سے انکار کردیا کیونکہ وہ تو یہ ارادہ کرکے گئے تھے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھ کھانا کھائیں گے یا کم ازکم یہ معلوم کریں گے کہ وہ کیا کھانا کھاتے ہیں۔ خدا کی قدرت! تھوڑی دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی مسجد مبارک میں تشریف لے آئے اور آپ کا کھانا بھی وہاں آ گیا۔ مہمانوں کا جو کھانا آیا وہ گوشت اور روٹی تھی اور آپ کے لئے روٹی اور مونگ کی دال۔ یہ دیکھ کر آپ پر لوگوں کے اعتراض کی حقیقت کھل گئی۔ آپ قادیان سے بہت اچھا اثر لے کر واپس آئے اور بعد میں جلد ہی بیعت کر لی اور ہجرت کرکے قادیان چلے گئے اور اگست ۱۹۳۰ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

حضرت ڈاکٹر ملک ظفر حسن صاحب دوران ملازمت ہمیشہ ماتحتوں سے حسن سلوک اور مروّت سے پیش آتے طبیعت بہت سادہ تھی اور ہر قسم کے تکلّفات سے بیگانہ تھے۔ اسلامی شعار کے سختی سے پابند تھے اور ملٹری میں ملازم ہونے کے باوجود شروع سے ہی داڑھی رکھتے تھے۔ دوران ملازمت بلکہ اخیر عمر تک علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اور تبلیغی جنون کا یہ عالم تھا کہ ہر ملنے والے غیر احمدی دوست سے فوراً گفتگو کا رُخ تبلیغ کی طرف موڑ دیتے تھے۔ آپ جب ملٹری ہسپتال فیروز پور میں متعین تھے جمعہ کی نماز باقاعدگی کے ساتھ اپنی رہائش گاہ پہ پڑھاتے تھے جس میں ملٹری کے احمدی ملازمین دور و نزدیک سے آپ کے ہاں تشریف لاتے۔ عصر کی نماز کے بعد آپ درس قرآن بھی دیا کرتے تھے۔

ملازمت کے دوران ہی آپ نے قادیان میں اپنا مکان بنوالیا اور پنشن کے بعد ہجرت کر کے قادیان آ گئے اور اپنی خدمات آنریری طور پر نور ہسپتال میں پیش کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ڈسٹرکٹ سولجر بورڈ کے ممبر بن گئے اور اپنے اثر ورسوخ سے جماعت کے متعدد افراد اور بیوگان کے وظائف وپنشن مقرر کروائیں۔ آپ نے تقسیم ملک تک یہ ذمہ داری نہایت ایمانداری سے نبھائی۔86

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب کا بیان ہے کہ:۔

''تقسیم ملک سے قبل جب آپ قادیان میں پنشن لے کر آئے تو نہایت محبت سے غرباء کا علاج کرتے تھے اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ بہت مرنجان مرنج بزرگ تھے۔''87

مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی اے واقف زندگی نے آپ کی وفات پر لکھا:۔

''محترم ڈاکٹر صاحب بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ نہایت خلیق اور ملنسار تھے۔ ہمدرد اور سلسلہ کے لئے قربانی کرنے والے وجود تھے۔ خاکسار کو سن ۴۵۔۱۹۴۴ء میں سلسلہ کے بعض کاموں کے سلسلہ میں محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کے ساتھ نشست و برخاست کا موقعہ ملا۔ باوجود اس کے کہ آپ فوجی ملازمت سے سبکدوش ہو کر آئے تھے۔ آپ میں تکبر ونخوت یا ناجائز تفاخر وتکلّف کا شائبہ تک نہ تھا۔ آپ کی ہر حرکت سے مومنانہ انکسار اور خدمت گذاری کا جذبہ نمایاں ہوتا تھا۔ سلسلہ حقہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دلی عقیدت اور اخلاص رکھتے تھے۔ باوجود پیرانہ سالی اور ضعف جسمانی کے آپ سلسلہ کی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتے تھے اور ایسی خدمات بجالاتے ہوئے آپ میں انشراح صدر کی کیفیت پائی جاتی تھی چنانچہ کسی جماعتی کام کے لئے جب بھی آپ کو دفتر میں بلایا گیا۔ آپ آنریری خدمت بجالانے کے لئے فوراً پہنچ جاتے اور ایسے مواقع حاصل ہونے پر خوشی محسوس کرتے۔''88 آپ ۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء کو ۱۰/۱ کی وصیت کر کے نظام الوصیت سے وابستہ ہوئے اور کچھ عرصہ اس میں اضافہ کر کے ۶/۱ کی وصیت کر دی اور اسے اخیر وقت تک کمال جوانمردی سے نبھایا۔ چندوں میں باقاعدگی آپ کا خاص معمول تھا۔ سلسلہ کی ہر تحریک میں حصہ لیتے اور پھر پورے اہتمام سے اس کا حساب رکھتے تھے۔ الغرض سلسلہ کے فدائی اور تبلیغ اور مالی قربانی میں قابل قدر نمونہ تھے۔

آپ نے اپنے پیچھے ۱۱۵ بچے پوتے پوتیاں، نواسے اور نواسیاں یادگار چھوڑیں۔89

اولاد: (۱) محترمہ اقبال بیگم صاحبہ (۲) ملک مظفر احمد صاحب مرحوم (ملک منور احمد صاحب

جاوید سابق قائد خدام الاحمدیہ ضلع لاہور حال نائب ناظر ضیافت ربوہ اور ملک محمود احمد صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں)(۳)محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ مرحومہ(۴)محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ(۵)محترمہ فرخندہ بیگم صاحبہ مرحومہ(۶)ملک حبیب حسن صاحب مرحوم(۷)محترمہ سعادت بیگم صاحبہ مرحومہ(۸)محترمہ عزیز بیگم صاحبہ(۹)محترمہ مریم بیگم صاحبہ۔[90]

حضرت سیّد ولایت شاہ صاحب انسپکٹر وصایا

ولادت: ۱۸۹۲ء بیعت:۱۹۰۳ء وفات:۱۶جولائی۱۹۶۳ء۔[91]

شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں ایک مختصر سی بستی ہے جہاں سادات کا ایک قدیم خاندان آباد چلا آرہا ہے۔اس خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب بخارا سے ہندوستان میں آئے تھے۔یہ معلوم نہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے ساتھ یا اس سے پہلے فروکش ہوئے پھر دہلی چلے گئے رستہ میں اسی خاندان کے ایک بزرگ کا مزار ہے جن کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے شیر کے ساتھ مقابلہ کرکے اُسے مار دیا تھا۔پھر یہیں اس بزرگ نے وفات پائی۔حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب دہلی سے شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ میں لاہور تشریف لائے۔شاہ وقت نے ان کے گذارہ کے لئے لاہور میں کچھ زمین دی[92] یہ خاندان بعدازاں شاہ مسکین میں آباد ہوا۔جہاں خاندان کے بزرگوں کے مزار پر ہر سال ایک بھاری میلہ ہوا کرتا تھا۔جس میں ہر قسم کی مشرکانہ رسوم اور بدعات داخل ہوگئی تھیں اور مروّجہ عرسوں کی طرح قوّالی کا بازار گرم ہوتا۔

حضرت سید ولایت شاہ صاحب اپنے بزرگوں کے سجّادہ نشین تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو احمدیت کی نعمت سے نوازا اور وہ دل و جان سے حضرت مسیح موعود کے عاشق صادق بن گئے تاہم ۱۹۱۷ء تک انہوں نے بدستور یہ میلہ جاری رکھا ازاں بعد آپ کو یہ فکر لاحق ہوا کہ ہم قبول احمدیت کے باوجود میلے کئے جارہے ہیں۔آخر ہمارے ماننے کا کیا فائدہ ہوا۔چنانچہ آپ نے ۱۹۱۸ء سے میلہ کی تاریخوں میں تبلیغی جلسہ شروع کردیا اور سب سے پہلے حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی کو قادیان دارالامان سے منگوا کر تقریر کروائی اور پھر عمر بھر ہر سال باقاعدہ جلسے کراتے رہے۔حضرت حافظ صاحب کی تقریر کا کرانا تھا کہ اردگرد دیہات میں ایک زبردست جوش پیدا ہوگیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع ہوگئی علاقہ کے ایک بااثر عالم نے مکمل بائیکاٹ کا فتویٰ دیا۔اس کے اثر سے سب دکانداروں نے سودا سلف دینا بند کردیا۔آپ کسی گاؤں میں جاتے تو بچے پیچھے لگ

جاتے اور خوب تالیاں بجاتے مسجد میں داخل ہوتے تو دھکے دے کر باہر نکال دیئے جاتے اور مسجد کا فرش پانی سے دھویا جاتا غرضیکہ آپ کا ہر طرح بائیکاٹ ہوا اور ایذا رسانی کی کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ آپ نے اس دور ابتلا میں ہر تکلیف کو محض اللہ کی خوشنودی کے لئے بڑی خوشی سے برداشت کیا اور اس صبر آزما زمانہ کو بڑی ہمت اور دعاؤں سے گزارا۔ آپ حضرت مصلح موعود کی خدمت اقدس میں بار بار دعاؤں کے لئے خط لکھتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور حضور کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو ہر میدان میں نمایاں کامیابی ہوئی۔ جلسوں کا سلسلہ جاری ہونے کے بعد تقریباً بیس سال تک بستی شاہ مسکین مناظروں کی آماجگاہ بنی رہی۔ سلسلہ کے بزرگ اور چوٹی کے علماء اور مقررین نے یہاں آ کر پیغام حق پہنچایا اور احمدیت کی آواز علاقہ کے کونے کونے میں گونجنے لگی۔ ان جلسوں اور مناظروں کے اخراجات حضرت شاہ صاحب خود برداشت کرتے تھے اور تبلیغ حق کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ آپ کی نیکی کا اثر شاہ مسکین کے ماحول میں بہت تھا اور یہی وجہ ہے کہ بعض سرکاری مقدمات اور گھریلو جھگڑوں میں آپ سے ثالثی کے فرائض انجام دینے کی درخواست کی جاتی اور آپ عدل وانصاف سے فیصلہ صادر کرتے تھے۔

ابتداء میں آپ اور آپ کے مخلص بھائی اپنا چندہ پانچ چھ میل کے فاصلہ پر واقع جماعت احمدیہ بھینی میں ادا کیا کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۲۳ء میں شاہ مسکین میں مستقل جماعت قائم ہوگئی جس کا سیکرٹری آپ کو مقرر کیا گیا۔ آپ نے یہ خدمت کمال جانفشانی سے ادا کی۔ ۱۹۳۴ء میں تحریک جدید کا آغاز ہوا تو آپ اپنے بھائیوں سمیت اس کے مالی جہاد میں شامل ہو گئے [93]۔ ۱۹۳۹ء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک ماہ تبلیغ کے لئے وقف کیا اور مرکز کے ماتحت ضلع گورداسپور میں خوش اسلوبی سے مجوزہ فرائض انجام دئے اور مرکز سے سند خوشنودی حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں حضور نے وقف کی خصوصی تحریک کی جس پر آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے سید امین شاہ صاحب کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ سید امین شاہ صاحب جو نیکی اور تقویٰ میں اپنے باپ کے وارث تھے۔ ساری عمر نہایت اخلاص و ایثار کے ساتھ معلّم اور دیہاتی مبلغ کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۰ مئی ۱۹۶۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے موقعہ پر آپ نے اپنے گاؤں کے ایک غیر مسلم مرد اور تین غیر مسلم مستورات کو اپنے ہاں پناہ دی، ہر طرح اُن کی حفاظت کی اُن کا بہت سا سامان واپس دلایا ان کی

خوراک کا انتظام کیا اور چھ ماہ تک اپنے پاس رکھا۔اس کے بعد ان کے لواحقین ہندوستان سے ٹرک لے کر آ گئے تو اُن کے سپرد کر کے نہایت عزت و احترام سے روانہ کیا۔

حضرت مصلح موعود نے ہجرت کے بعد رتن باغ میں قیام کے دوران ارشاد فرمایا کہ پاکستان کی مقامی جماعتیں اپنے مہاجر بھائیوں کو بطور امداد ساتھ لے جائیں۔اس ارشاد پر آپ نے نہایت والہانہ طور پر لبیک کہا اور لاہور سے چھوٹے بڑے قریباً ۱۱۴ احمدیوں کو گھر لائے اور بڑی ہمدردی سے اُن کے قیام و طعام کا انتظام فرمایا۔بعض ان میں سے جلد ہی اپنا بندوبست کر کے چلے گئے۔ان جانے والوں کو اپنی گرہ سے کرایہ دے کر روانہ کیا۔بعض احباب ۷، ۸ ماہ تک مقیم رہے جن کا مستقل انتظام کر کے انہیں رخصت کیا اور بعض کو زمین دلا دی اور اس طرح کئی خاندانوں کو از سر نو آباد کر دیا۔

۴۹۔۱۹۴۸ء میں آپ انسپکٹر وصایا مقرر کئے گئے۔حضرت مولوی عطا محمد صاحب سابق ہیڈ کلرک دفتر بہشتی مقبرہ قادیان و ربوہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”تقسیم ملک کے بعد ۱۹۴۹ء میں یہ دفتر بہشتی مقبرہ لاہور میں بطور انسپکٹر کے کام کرنے لگے۔اپنے کام میں نہایت محنتی اور دیانت دار تھے۔ اور ان کی نیکی اور تقویٰ کا اثر تھا کہ جس علاقہ میں یہ دورہ پر جاتے کامیاب رہتے اور کافی وصایا بھیجتے رہتے تھے۔بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے۔دعاؤں کے بڑے عادی تھے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور یقین و ایمان رکھتے ہوئے دعائیں کرتے رہتے تھے۔اللہ تعالیٰ اُن کی دعاؤں کو سنتا تھا۔شاہ صاحب مرحوم انسپکٹر وصایا کی آسامی سے ساٹھ سالہ عمر ہونے پر ریٹائر ہو گئے تھے لیکن اُن کے حسن کارکردگی کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ نے دوبارہ ان کو اسی آسامی پر لگا لیا تھا۔[94]

حضرت شاہ صاحب اس خدمت کے سلسلہ میں شاہ مسکین سے ربوہ جانے کے لئے ایک قریبی اڈہ سے بس پر سوار ہوئے۔جڑانوالہ سے ۱۳ میل دور بس بے قابو ہو گئی۔ڈرائیور اسے سنبھال نہ سکا اور وہ ایک درخت سے ٹکرا گئی۔آپ شدید زخمی ہو کر بے ہوشی کی حالت میں کچھ فاصلے پر جا گرے اس وقت زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور کپڑے خون سے سرخ ہو چکے تھے۔آپ کو پہلے نزدیک کے ایک سرکاری ہسپتال میں داخل کرایا گیا پھر لاہور میو ہسپتال میں لے جایا گیا۔ڈاکٹر صاحب نے داخل کرنے کے لئے نام لکھنا شروع کیا۔ابھی نام درج ہو رہا تھا کہ آپ نے پانی مانگا دو گھونٹ پانی پیا تھا کہ واپسی کا پیغام آ گیا اور آپ اپنے پیارے اور حقیقی رفیق اعلیٰ کے حضور پہنچ گئے اور یوں مجاہدانہ زندگی بسر کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا اور زندہ جاوید ہو گئے۔[95]

حضرت شیخ عبدالشکور صاحب آف حافظ آباد

ولادت: اندازاً ۱۸۸۵ء بیعت:۱۹۰۲ء وفات: ۱۹ جولائی ۱۹۶۳ء بعمر ۷۸ سال

مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور سلسلہ کے کاموں میں آخر عمر تک بڑھ چڑھ کر قربانی کرتے رہے۔[96]

حضرت عنایت بیگم صاحبہ بیوہ مرزا محمد علی صاحب

ولادت ۱۸۸۰ء بیعت:۱۹۰۳ء وفات:۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء۔[97]

آپ کو خاندان حضرت مسیح موعود سے قرابت داری کا شرف حاصل تھا اور آپ کے والد مرزا غلام قادر صاحب آف لنگر وال ضلع گورداسپور کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے شوہر مرزا محمد علی صاحب ۱۹۰۳ء میں وفات پا گئے اور آپ عین جوانی میں بیوہ رہ گئیں۔خاندان کی مالی حالت اس وقت اچھی نہ تھی مگر اس کے باوجود آپ نے صبر اور استقلال اور تقویٰ اور عفّت کے ساتھ اپنی بیوگی کا ساٹھ سالہ دور گزارا جو احمدی مستورات کے لئے ایک شاندار مثال ہے۔آپ نے اپنے دونوں یتیم بیٹوں (مرزا نذیر علی صاحب۔مرزا ضمیر علی صاحب) کی ہر ممکن عمدہ تربیت کی اور انہیں مروّجہ تعلیم دلائی۔

مرحومہ نہایت ہی اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں اور اپنے سینہ میں ایک نڈر اور فیاض دل رکھتی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ اور پردہ کا پابند ہونے کے علاوہ ایمانی جرأت کا ایک نمونہ تھیں۔آپ کے تعلّقات حضرت تائی صاحبہ (حرمت بی بی) اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب (برادر اکبر حضرت مسیح موعود) سے بھی تھے۔انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک بیعت نہیں کی تھی اس لئے مرحومہ جب کبھی اُن سے ملتیں وہ ان کے احمدی ہونے پر بہت جزبز ہوا کرتی تھیں۔مرحومہ ان کی زجر وتوبیخ کو تو گوارا کر لیتی تھیں مگر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شان مبارک کے خلاف کوئی بات سُننا آپ کے لئے ناقابل برداشت تھا۔حضرت تائی صاحبہ نے ۱۹۱۶ء میں بیعت کر لی۔[98] تو آپ کو بے حد خوشی ہوئی کہ الحمدللہ حضرت مسیح موعود کا الہام ''تائی آئی''۔[99] نہایت شان سے پورا ہوا ہے۔

مرحومہ کو جھوٹ اور غیبت سے قطعی نفرت تھی۔آپ اپنے ہمسایوں کی ہمدرد اور غمگسار تھیں اور محلّہ کی تمام احمدی، غیر احمدی اور غیر مسلم مستورات پر مرحومہ کا خداداد رعب تھا۔[100]

حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب پنشنر

ولادت ۲۱ جولائی ۱۸۹۶ء بیعت: ۱۹۰۵ء وفات: ۱۴؍ اگست ۱۹۶۳ء [101]

آپ ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ میں حضرت حکیم محمد عبداللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو ایک نامور حکیم تھے۔ (ماچھیواڑہ کے اولین احمدی جناب فرزند حسین صاحب ولد علی نواز صاحب تھے جن کا نام رجسٹر بیعت اولیٰ میں نمبر ۴۶ پر موجود ہے) آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی۔ مشن ہائی سکول لدھیانہ میں میٹرک تک پڑھے اور ڈاکٹری نمایاں امتیاز کے ساتھ ویٹرنری کالج لاہور سے پاس کی۔ بہت دعا گو بزرگ تھے دوسری یا تیسری جماعت میں تھے کہ نماز باقاعدگی سے پڑھنی شروع کی اور پھر کوئی ناغہ نہیں ہوتا تھا اور بالآخر نماز عصر پڑھتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

ابھی مڈل کے طالب علم ہی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عاشق صادق تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک مجالس سے فیض حاصل کرنے اور حضرت خلیفہ اوّل کے درس قرآن و حدیث سے استفادہ کرنے کے قیمتی مواقع آپ کو میسر آئے۔ قرآن مجید کی تلاوت اور اسلامی تعلیم پر کاربند ہونا آپ کی زندگی کا لائحہ عمل تھا۔ اپنے تمام بچوں کو خود قرآن مجید باترجمہ سکھلایا۔ ان کی تربیت واصلاح کے لئے کوشاں رہتے اور نمازوں کی پابندی کی سخت تاکید کرتے تھے۔

سلسلہ احمدیہ اور نظام خلافت سے غیر متزلزل تعلق اور وابستگی تھی۔ تبلیغی اور تربیتی کاموں میں پورے جوش وخروش سے حصہ لیتے۔ تبلیغ کا انداز انتہائی موثر اور دلنشین تھا۔ جہاں بھی رہے شہر و دیہات کے نیک خصلت لوگوں کے نام اخبار الفضل جاری کرواتے رہے۔ انہیں تفسیر کبیر اور دیگر کتب خرید کر دیتے تھے۔ یہ بات آہستہ آہستہ سعید روحوں کی سلسلہ احمدیہ سے وابستگی کا ذریعہ بن جاتی تھی۔ اخلاق اور قلب ونظر کی طرح دسترخوان بھی وسیع تھا۔ مہمان کے آنے پر بڑی خوشی کا اظہار کرتے۔ جب تک ملازمین کو کھانا نہ دے دیتے۔ خود نہ کھاتے تھے۔

ہر طبقہ وخیال کے لوگ یکساں طور پر آپ کے گرویدہ تھے اور آپ کے وجود کو اسلام واحمدیت کا کامل نمونہ سمجھتے تھے۔ سلسلہ کی ہر تحریک میں نہ صرف خود حصہ لیا بلکہ اپنے بچوں اور دیگر عزیز واقارب کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ خاندان حضرت مسیح موعود سے بے حد انس تھا۔ خلافت کے شیدائی تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے بزرگوں سے ذاتی مراسم تھے۔ آپ انتہائی مخیّر تھے۔ ایک باثمر و سایہ دار درخت کی مانند اپنے سارے افراد خاندان حتّٰی کہ معمولی شناسائی رکھنے والے احباب کے لئے بھی سکون اور تسلی کا ذریعہ تھے۔ ہر ایک کے دکھ میں برابر کے شریک تھے اور ہر کسی کے غم میں تڑپ تڑپ کر بے قرار دعائیں کرتے تھے اور اس وقت تک اُن کے لئے بالالتزام دعاؤں میں منہمک رہتے جب تک اُن کا غم دور نہ ہو جاتا۔ ہر روز صبح و شام گرد و نواح کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔

حافظہ غضب کا تھا زندگی کی تمام اہم باتیں اتنی تفصیل سے یاد تھیں کہ حیرانی ہوتی تھی۔ حواس خمسہ تیز تھے۔ اوزان وغیرہ کا اندازہ تقریباً سو فیصدی درست ہوتا۔ قادیان میں جلسہ سالانہ کے لئے لکڑی کی شہتیریاں ہر سال کرایہ پر لی جاتی تھیں۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر لکڑی کی کچھ گیلیاں ہر سال خرید لی جائیں تو آہستہ آہستہ سارا سٹاک اپنا ہو جائے گا اور یوں سالانہ کرایہ کی بچت ہو جائے گی اور پھر چند سال میں ہی قیمت پوری ہو جائے گی۔ حضور نے یہ تجویز بے حد پسند فرمائی اور گیلیاں خریدنے کا ارشاد فرمایا:

حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے فرمایا:۔

''جو لوگ اُن سے واقف نہیں ان کے نزدیک فرد واحد فوت ہوا ہے لیکن یہ جاننے والے ہی جانتے ہیں کہ اس ایک شخص کے وفات پا جانے سے درحقیقت ہزار انسان فوت ہو گئے ہیں کہ وہ جملہ اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔'' [102]

محترمہ سیّدہ منیرہ ظہور صاحبہ کا بیان ہے:۔

''میرے سسر حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب ۲۱ جولائی ۱۸۹۶ء کو ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ میں جناب حکیم محمد عبداللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے جو ماچھیواڑہ کے ایک نامور حکیم اور اپنے علاقہ کے اولین احمدی تھے۔ ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی اور میٹرک مشن ہائی سکول لدھیانہ سے کیا۔ نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ ہر جماعت میں نمایاں پوزیشن حاصل کرتے رہے۔ وظیفہ بھی لیتے رہے۔ قرآن مجید باترجمہ باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ چھوٹی عمر سے ہی مبشر خوابیں دیکھتے تھے۔ نماز کے سختی

سے پابند تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرا جو بچہ باقاعدہ نماز نہ پڑھے گا میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا۔ آپ وٹرنری ڈاکٹر تھے لیکن مایوس مریض بھی دُور دُور سے علاج کے لئے آتے اور شفایاب ہو کر جاتے تھے۔ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ۴/ ۵ دارالرحمت غربی ربوہ میں ہی قیام پذیر تھے اور یہیں ۱۴راگست ۱۹۶۳ء کو ۵ بجے شام وفات پائی۔ آپ موصی تھے بہشتی مقبرہ میں خاص قطعہ صحابہؑ بانی سلسلہ احمدیہ میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اولاد میں ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں۔ سب کو اچھی تعلیم دلائی اور احمدیت کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دی۔ بچوں کو بچپن سے ہی چندہ دینے کی تحریک کرتے تھے۔ حلقۂ احباب نہایت وسیع تھا حضرت میرزا بشیر احمد صاحب، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہان پوری، حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحب جیسے اعلیٰ پایہ کے بزرگان دین سے گہرے مراسم تھے۔ قدرت ثانیہ کے مظہر اول کی درس وتدریس کی مجلسوں میں بھی شمولیت رہی۔ آپ نے ۵ نومبر ۱۹۰۵ء میں بمقام لدھیانہ ۹ سال کی عمر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گوکہ پیدائشی احمدی تھے۔ مریضوں، ناداروں، بیواؤں اور یتیموں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اور حتی الوسع مدد بھی کرتے تھے۔ لیکن ریاء کا پہلو کبھی نمایاں نہ ہوتا تھا۔ صبح سویرے محلے میں نماز کے لئے جگانے کے لئے اور اکثر مریضوں کے گھروں میں عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ آپ کے ہاتھ میں شفا بہت تھی۔ حافظہ بڑے غضب کا تھا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بہت سے اشعار زبانی یاد تھے۔ بڑے باخدا تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام عزیز واقارب کو اپنے ہاں آنے اور ٹھہرنے کی دعوت دیتے اور ان کی آمد اور اپنے ہاں ٹھہرانے میں خوشی محسوس کرتے۔ اسی طرح رمضان شریف کا خاص اہتمام کرتے۔ باقاعدہ تہجد گزار تھے۔ خاندان حضرت بانی سلسلہ سے خاص انس تھا حضرت فضل عمر سے خاص محبت تھی۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیت پر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے کہ یہ انعام محض اس کے فضل واحسان سے حاصل ہوا ہے نظام جماعت سے وابستگی کی تلقین فرماتے تھے۔ نہایت دعاگو اور متوکل تھے۔ احمدیت کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ اپنے پرایوں سے بڑی محبت اور ہمدردی سے پیش آتے تھے۔“ [103]

اولاد: بیٹے:۔ مکرم سید محمد منظور صاحب مرحوم، مکرم سید ظہور احمد شاہ صاحب مرحوم، مکرم سید مسعود احمد شاہ صاحب مرحوم، مکرم سید مقبول احمد شاہ صاحب مرحوم۔

بیٹیاں: مکرمہ سیدہ محمودہ پروین صاحبہ زوجہ مکرم سید بشیر احمد شاہ صاحب، مکرمہ سیدہ مسعودہ پروین صاحبہ زوجہ مکرم سید عبید اللہ شاہ صاحب، مکرمہ سیدہ نسیم اختر صاحبہ حال کینیڈا اہلیہ مکرم مبارک احمد خاں لودھی صاحب، مکرمہ سیدہ شمیم اختر صاحبہ حال ربوہ زوجہ مکرم سید ادریس احمد شاہ صاحب۔ [104]

حضرت مہتاب بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

ولادت: ۱۸۸۳ء بیعت: ۱۹۰۳ء وفات: ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء [105]

آپ حضرت مسیح موعود کے صحابی حضرت بابا جیون بٹ صاحب آف امرتسر کی صاحبزادی تھیں۔ (آپ پشمینہ بافی کا کام کرتے تھے رہائش قلعہ بھنگیاں امرتسر میں تھی۔ بیعت ۱۸۹۴ء [106] وفات ۱۸ ستمبر ۱۹۳۰ء۔ آپ موصی نہیں تھے مگر حضرت مصلح موعود کی اجازت خاص سے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کئے گئے [107])

حضور علیہ السلام کی تحریک اور منظوری سے آپ کا عقد حضرت مولانا سرور شاہ صاحب سے ہوا۔ نکاح حکیم الامت حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی نے حضور کی موجودگی میں پڑھا اور خود ہی دوصد روپیہ مہر مقرر کیا۔ حضرت اقدس علیہ السلام بھی دعا میں شریک ہوئے۔ رخصتانہ کے موقعہ پر حضرت بابا جی نے کہلا بھیجا کہ ہم سب کچھ دیں گے مولوی سرور شاہ صاحب کچھ بھی ساتھ نہ لائیں۔ ادھر مولوی صاحب کے پاس ایک پیسہ بھی نہیں تھا۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحب نے فرمایا کہ یہ معلوم ہونے پر کہ آپ رخصتانہ کے لئے امرتسر جا رہے ہیں دس روپے دیئے اور حضرت مولانا نورالدین صاحب نے فرمایا کہ برات میں کسی کو ساتھ نہ لے جائیں آج تیرہ دوست مجھ سے مل کر امرتسر گئے ہیں اور میں نے انہیں کہا ہے کہ وہ امرتسر اسٹیشن پر ٹھہریں اور آپ کی برات میں شامل ہوں چنانچہ یہ لوگ اسٹیشن پر موجود تھے اُن کے ہمراہ مولوی صاحب ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسری کے مکان پر پہنچے جہاں چند اور دوست بھی شامل ہوئے اور یہ برات حضرت بابا جی کے پاس پہنچی۔ رخصتانہ کی تقریب ہوئی اور حضرت مولوی صاحب محترمہ مہتاب بیگم صاحبہ کو بیاہ کر قادیان لائے اور ازدواجی زندگی کا مبارک دور شروع ہوا۔ [108]

ایک دفعہ ان کے دانت میں شدید درد تھی۔ دواؤں سے فائدہ نہ ہوا۔ حضرت اماں جان نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ حضور نے دارالمسیح میں بلوا کر ان کی موجودگی میں دو نوافل ادا کئے۔ انہیں یوں محسوس ہوا کہ اس دانت کے نیچے سے قدرے دھویں والا شعلہ نکل کر آسمان کی طرف جا رہا

ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں آرام آ گیا۔ اور بھی بہت سی قبولیت دعا کی شہادتیں آپ سے مروی ہیں۔

حضرت مہتاب بیگم صاحبہ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر مرزا نصیر احمد صاحب مرحوم پسر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ایک ماہ دودھ پلانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ آپ خدا کے فضل سے موصیہ تھیں۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مسجد برلن کی تحریک فرمائی تو آپ نے ۳۰ روپے چندہ ادا کیا۔ آپ حضرت سید سرور شاہ صاحب کے آرام کا بہت خیال رکھتیں۔ جب گھر میں ہوتے تو کبھی ادھر ادھر نہ جاتیں نہ ان کے مطالعہ میں بچوں کو جانے دیتیں۔ گھر کے اکثر اخراجات کا حسن تدبر سے انتظام کرتیں اور گھر کے نظم وضبط کی کڑی نگرانی رکھتیں۔

آپ کے نواسے لکھتے ہیں کہ گھر کے متعلق ہر کام سلیقے سے کرتیں گھر کے افراد کے علاوہ دو چار کشمیری طلباء بچے بچیاں اور ملازموں کی دیکھ بھال بڑے ذوق اور ڈھنگ سے کرتیں۔ سلسلہ کے لٹریچر کے علاوہ حضرت قاضی اکمل صاحب کے گھر آنے والے تمام رسائل کا مطالعہ کرتیں۔

آخری عمر تک باپردہ گھر سے جاتیں۔ بے حد دعا گو اور ملنسار خاتون تھیں۔ حضرت سید سرور شاہ صاحب کی اہلیہ اول سے بیٹی فاطمہ بیگم تھیں۔ ان کی شادی کے وقت بڑی فراخ دلی سے ان کا جہیز تیار کیا۔ ان کی اپنی حقیقی بیٹیوں کی طرح پرورش کی۔ [109]

اولاد: حضرت مہتاب بیگم صاحبہ کے بطن سے حسب ذیل اولاد ہوئی۔

(۱) سید ناصر احمد شاہ صاحب مرحوم (۲) سید مبارک احمد صاحب سرور (۳) سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ

حضرت میاں عبدالکریم صاحب آف فتح پور ضلع گجرات

ولادت ۱۸۸۰ء یا ۱۸۸۱ء بیعت: ۱۸۹۶ء وفات: ۲۵ ستمبر ۱۹۶۳ء

روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۱ جون ۲۰۱۲ صفحہ ۵،۶ پر آپ کے حالات و واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے جس کا ملخص ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

حضرت میاں عبدالکریم صاحب ابن علی احمد صاحب ۱۸۸۰ء میں فتح پور ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی۔ آپ کے ہمسائے میں ایک بزرگ شخص حضرت سید محمد احمد شاہ صاحب رہا کرتے تھے جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا سن کر قادیان تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ واپس گاؤں آ کر آپ نے حضرت صاحب کی تعلیمات کا پرچار کرنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں حضرت میاں

عبدالکریم صاحب نے بھی اپنے احمدی ہونے کا اعلان کر دیا۔آپ نے دستی بیعت ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے سفر جہلم کے دوران کی۔

قبول احمدیت کے دوران آپ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے گئے۔کھیتوں کو تباہ کیا۔آپ کی صاحبزادی کی قبر کو اکھیڑ کر لاش کو باہر پھینک دیا گیا۔لیکن آپ نے کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔آپ نماز تہجد کے عادی تھے۔اور شاید ہی زندگی میں کبھی نماز تہجد ادا نہ کر سکے ہوں۔

دیہاتی ماحول میں جب زمین دار اپنے مال مویشی اپنی زمینوں اور ڈیروں پر لے کر جاتے ہیں تو اکثر اوقات جانور آتے جاتے ہوئے راستہ میں قریب ملحقہ کھیتوں میں گھس کر لوگوں کی فصلوں کا نقصان کر دیتے ہیں۔

میاں صاحب اتنے محتاط تھے کہ جب اپنے جانور باہر زمینوں پر لے کر جایا کرتے تھے تو اس وقت اپنے سب چھوٹے بڑے جانوروں کے مونہہ باندھ لیا کرتے تھے تا کہ آپ کے جانور کسی کے کھیت میں مونہہ نہ ماریں اور کسی کا نقصان نہ ہو۔اس لئے لوگ آپ کی ایمانداری کی مثال دیا کرتے تھے۔

حضرت سید محمود احمد شاہ صاحب کی زندگی میں ان کے ہاں روایتی طور پر تعلیم القرآن کا سلسلہ فیض جاری تھا۔ان کی وفات کے بعد یہ درس مکرم میاں صاحب کے ہاں منتقل ہو گیا اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تعلیم القرآن کا مبارک سلسلہ تقریباً ایک صدی تک حضرت میاں صاحب اور پھر ان کی وفات کے بعد ان کی بہو محترمہ عنایت بیگم صاحبہ (گاؤں کے خورد و کلاں آپ کو احترام سے بہن جی کہتے تھے) کی نگرانی میں چلتا رہا۔گاؤں کے بیشتر بچے اور بچیوں نے بلا تفریق مذہب و عقائد قرآن پاک اور بنیادی دینی تعلیم اسی درس میں حاصل کی۔ بلا مبالغہ ہزاروں لوگوں نے بالواسطہ یا بلا واسطہ اس مکتب علم وعرفان سے اکتساب کیا۔

ساری عمر جب تک آپ کی صحت نے اجازت دی،اپنی جماعت میں امامت کے فرائض ادا کرتے رہے۔آپ نے عرصہ دراز تک جماعت احمدیہ فتح پور (اس دور میں سات آٹھ قریبی دیہاتوں کے احمدی بھائیوں کی ایک ہی جماعت ہوتی تھی) سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی سعادت حاصل کی۔

چونکہ آپ کا شغل کاشت کاری تھا۔اس لئے کوئی نہ کوئی چھوٹا موٹا جانور،سواری اور بار برداری کے لئے گھر پر رہتا تھا۔اس لئے آپ اپنی سواری پر ہر قریبی گاؤں میں جا کر احمدی بہن بھائیوں سے چندہ جنس کی صورت میں لے کر آتے تھے۔

حضرت مرزا عطاء اللہ صاحب آف لاہور

ولادت ۲۱؍اپریل ۱۸۸۸ء بیعت: قریباً ۱۹۰۱ء وفات: ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۳ء

پنجابی کے مشہور شاعر حضرت بابا مرزا ہدایت اللہ صاحب کے صاحبزادے تھے والد کی وفات کے بعد بعض شر پسند عناصر نے آپ کے مکان کے ساتھ متصل مسجد پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ پانچ سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ دشمن نے آپ کے بڑے بھائی مرزا قدرت اللہ صاحب کے قتل کی سازش بھی کی مگر ناکام رہا۔ اس طویل مقدمے کا زیادہ تر مالی بوجھ آپ نے ہی اٹھایا۔ عدالت نے فیصلہ کیا کہ ہر فریق نماز پڑھنے کا حق دار ہے۔ اس پر احمدی محض للہ مسجد سے ہمیشہ کے لئے دستبردار ہو گئے۔ بڑے صائب الرائے اور ہمدرد انسان تھے عزیز واقارب کی خبر گیری کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ محکمہ تعلیم میں جہاں آپ نے ۳۵ سال سے بھی زیادہ عرصہ ملازمت کی۔ آپ کو مسلمانوں کی خدمت بجا لانے کے بہت سے مواقع میسر آئے۔

اولاد: مرزا عزیز احمد صاحب، صالحہ منہاس صاحبہ، ناصرہ بیگم صاحبہ، رشید بیگم صاحبہ، مرزا خلیل احمد صاحب، مرزا ناصر احمد صاحب، مرزا سعید اللہ بیگ صاحب۔[110]

حضرت مرزا حاکم بیگ صاحب موجد تریاق چشم گجرات

ولادت ۱۸۷۳ء (اندازاً) بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۱۱ نومبر ۱۹۶۳ء[111]

آپ کا اصل وطن جلال پور جٹاں ضلع گجرات تھا اور آپ اس قصبہ کی جماعت احمدیہ کے روح رواں تھے۔ احباب جماعت آپ ہی کے گھر میں جمعہ ادا کرتے تھے۔ چندہ خود اکٹھا کرتے اور جلسہ سالانہ پر جانے کے لئے دوستوں کو شوق دلاتے تھے۔ آپ شروع سے ہی بے دھڑک اور نڈر احمدی تھے اور سلسلہ احمدیہ کا پیغام پہنچانے میں دیوانہ وار مصروف رہتے تھے اور غیر احمدی دوستوں کے علاوہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں سے اکثر تبادلہ خیالات جاری رکھتے تھے۔ جلال پور جٹاں میں آپ نے ایک تبلیغی جلسہ بھی کرایا جس میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کے لیکچر ہوئے اور احمدیت کی نمایاں فتح اور دُور دُور تک شہرت ہوئی۔

مطالعہ کتب کا فطری ذوق وشوق رکھتے تھے جونئی کتاب مرکز سے شائع ہوتی منگوا لیتے۔ سلسلہ

کے ابتدائی اخبارات الحکم اور بدر کے خریدار تھے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ نے گجرات شہر کے محلّہ گڑھی شاہدولہ صاحب میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

۱۹۳۴ء میں اہلحدیث عالم حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے گجرات کے اخبار سنیاسی (مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء) میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے نام ایک کھلی چٹھی شائع کی جس میں لفظ توفی کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ کے چیلنج [112] کے سلسلہ میں آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک ہزار روپیہ مسلّمہ منصفین کے پاس جمع کرانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت مرزا حاکم بیگ صاحب نے اس کھلی چٹھی کے جواب میں ایک حقیقت افروز اشتہار شائع کیا جس میں اعلان کیا کہ:۔

''جناب نواب صاحب خاں بہادر چوہدری افضل علی صاحب آنریری مجسٹریٹ درجہ اوّل گجرات یا حکیم محمد حسین صاحب ایم اے پرنسپل گورنمنٹ کالج گجرات یا رائے بہادر لالہ کدار ناتھ صاحب رئیس اعظم گجرات یا ڈاکٹر شیخ عبدالرشید صاحب جو کہ حافظ صاحب کے مقتدی ہیں یا حاجی شیخ عبدالعزیز صاحب اہلحدیث جو آپ کے محسن بھی ہیں ان میں سے جن پر حافظ صاحب کو اعتماد ہو ان کے پاس میں ایک ہزار روپیہ نقد جمع کرا دوں گا بشرطیکہ حافظ صاحب پہلے صاف طور پر اس امر کا اعلان کریں کہ وہ حسب مطالبہ مندرجہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۸۔۹۱۹ توفی کے معنی قبض روح اور وفات کے علاوہ قبض روح مع الجسم زندہ اٹھا لینا دکھائیں گے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی امر کے ساتھ اس انعامی اشتہار کو مشروط کیا ہے۔''

آپ نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ:۔

''ہماری رائے میں اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کم از کم پانچ پرچے ہونے چاہئیں پہلے پرچہ میں حافظ صاحب کو اُن تمام مثالوں کا ذکر کر دینا ضروری ہوگا جن کے معنی اُن کے زعم میں جسم اور روح کو بہ ہیئت کذائی زندہ ہی اٹھا لینا ہوں اور آخری پرچہ میں کسی اور نئی مثال یا دلیل کے پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور مثالیں قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اشعار و قصائد نظم ونثر قدیم و جدید عرب سے پیش کرنی ہوں گی اور ہماری طرف سے اجازت ہوگی کہ حافظ صاحب جتنے دیگر مولویوں سے مدد لینا چاہیں لے لیں اور چونکہ یہ چیلنج انعامی ہے اس لئے ہمیں منصف کی شرط بھی منظور ہے اور اس کا فیصلہ بھی ہمیں مسلّم ہوگا۔ لیکن تفصیلی شرائط متعلقہ تقرر منصف اور تحریر پرچہ جات وغیرہ حافظ صاحب کی طرف سے مطلوبہ اعلان شائع ہو جانے کے بعد طے کی جائیں گی۔ امید ہے کہ

حافظ صاحب کو ہمارے اس جائز مطالبہ کے پورا کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔‘‘

یہ اشتہار اخبار الفضل نے بھی اپنی ۲۵ مارچ ۱۹۳۴ء کی اشاعت میں مکمل طور پر چھاپ دیا۔

حافظ عنایت اللہ صاحب نے اشتہار کا جواب یہ دیا کہ مجھے بانی سلسلہ احمدیہ کی جائیداد کی فروخت سے یہ روپیہ ملنا چاہیئے ۔ میں مرزا حاکم بیگ صاحب کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔ اس پر آپ نے لکھا کہ اس سلسلہ میں حافظ صاحب کی ایک چٹھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کے نام اخبار سنیاسی مورخہ ۵ جولائی ۱۹۳۴ء کو شائع ہوئی ہے حالانکہ انہیں خوب معلوم ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے پاس حضرت مسیح موعود کی کوئی جائیداد نہیں۔ جب آپ کو ایک ہزار روپیہ صرف حضرت اقدس کی جائیداد ہی سے لینا تھا تو پھر مولوی محمد علی صاحب کو مخاطب کرنے کا کیا فائدہ تھا۔ پس یہ محض حیلہ تراشی اور بہانہ سازی ہے جو میرے طریق فیصلہ سے بچنے کے لئے کی گئی ہے پھر مرزا صاحب نے گجرات کی مسلم پبلک سے اپیل کی کہ وہ حافظ صاحب سے یہ مطالبہ کیوں نہیں کرتی کہ وہ عظیم الشان حقیقت جس سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث ناآشنا رہے جو مولوی میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی پر آشکارا نہ ہوئی اور جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو نہ سوجھی وہ حافظ صاحب اپنے سینہ میں مخفی نہ رکھیں۔ اب حافظ صاحب نے پینترا بدل کر یہ حجت کھڑی کی کہ ایک ہزار کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ مزید مجھے دلایا جائے کیونکہ مؤلف ’’عسل مصفّیٰ‘‘ کے بیان کے مطابق مولوی نورالدین خلیفہ اوّل نے ثبوت پیش کرنے والے کو اپنی جیب خاص سے پانچ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ بھی فرمایا تھا۔ اس پر مرزا صاحب نے بذریعہ اشتہار اعلان فرمایا کہ میں پورے چھ ہزار روپے حافظ صاحب کی نذر کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ توفّی کے معنی جبکہ خدا فاعل اور انسان مفعول ہو تو وہ بجز قبض روح کے کوئی اور معنی بتادیں۔ یہ ایک تحریری اقرارنامہ ہے جسے حافظ عنایت اللہ صاحب بذریعہ نالش مجھ سے لے سکتے ہیں نیز یہ کہہ کر اتمام حجت کر دی کہ کیا مسلمانوں پر اب بھی واضح نہیں ہوا کہ مخالف علماء اب اس مسئلہ میں ایسے عاجز آچکے ہیں کہ پورے تینتالیس سال بعد اس چیلنج کو قبول کر کے ایک ہزار روپیہ طلب کرتے ہیں اور جب پیش کیا جاتا ہے تو مقابلہ کی تاب نہ لا کر حیلوں بہانوں سے راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ آپ نے اپنے اشتہار میں مزید لکھا کہ:۔

مولوی صاحب اگر آپ کو واقعی احمدیوں سے مقابلہ کرنے کا شوق ہے تو تبلیغ دین کے معاملہ میں مقابلہ کریں۔ آپ یورپ میں ایک مشن کھولیں پھر ایک دو سال کے بعد اپنا کام ثالثوں کے سامنے

رکھ دیں۔ احمدی اپنے منتخب حصہ میں کام کریں گے۔ ثالثوں کو فیصلہ کرتے ہوئے بھی لطف آئے گا اور آپ کو فیصلہ سنتے ہوئے بھی سرور ملے گا۔ اس مقابلہ سے اسلام کی قوت اور شوکت بڑھے گی اور آپ کی مقابلہ کی عادت کو بھی تسکین ہوگی۔

کام کے لئے مقابلہ کرو۔ محض نام کے لئے مت کرو۔ مسلمانوں کی قوم آپ کی بہت ہی احسان مند ہوگی اگر آپ ایسے مقابلہ کی طرح ڈالیں۔ توفّی کی لفظی بحثیں بہت ہو چکی ہیں وفات مسیح کا عقیدہ اب حقیقت ثانیہ ہو چکا ہے۔ اب سرسبز نہیں ہوسکتا۔ عیسائیوں کے ہاں اب اس عقیدہ پر تمسخر کیا جارہا ہے۔ آپ خواہ مخواہ حیات مسیح کو ثابت کر کے مسیح کی الوہیت دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر الوہیت مسیح ہی کی اشاعت منظور ہے تو اس کے لئے مسلم پلیٹ فارم یا مسلم پریس بجائے کرسچین پلیٹ فارم اور کرسچین پریس زیادہ موزوں ہوگا، اس اشتہار نے علاقہ بھر میں احمدیت کی دھاک بٹھا دی۔

جلسہ سالانہ پر ایک دفعہ فراہمی اجناس کی تحریک ہوئی تو آپ نے نمک مرچ کا خرچ اپنے ذمہ طے کیا۔ آپ تحریک جدید کے انیس سالہ دور اوّل کے مجاہدوں میں سے تھے آپ کا نام ''پانچ ہزاری مجاہدین'' کے صفحہ ۱۷۶ پر درج ہے۔

بڑے صائب الرائے تھے۔ ہمدردی خلائق ان کا خاص وصف تھا۔ بیماروں کی تیمارداری اور مہمان نوازی کا خیال رکھتے تھے۔ خود اپنی آنکھوں میں ککروں کی مرض میں مبتلا رہے اور قریباً گیارہ مرتبہ بڑے بڑے ڈاکٹروں اور یورپین سول سرجنوں سے آپریشن بھی کرائے۔ اس دوران جملہ موثر ادویات یونانی وانگریزی جو اُن کے تجربہ میں مفید ثابت ہوئیں ان کا ایک مرکب سفوف ''تریاق چشم'' ایجاد کیا جو ۱۹۲۰ء سے آخری عمر تک کم منافع اور ایک ہی قیمت پر دیتے رہے جس کے پیچھے محض خدمت خلق کا جذبہ کارفرما تھا۔

آپ کو حکمت کے ساتھ شروع سے ہی خاص دلچسپی اور لگاؤ تھا۔ اکثر کشتہ جات بہت محنت اور جانفشانی سے تیار کرتے تھے۔ دوسرے حکماء سے تبادلہ خیالات کر کے اپنے تجربات کا ذکر کرتے اور ان کو اپنے طریق علاج کے قائل کر دیتے جس سے وہ آپ کی محنت شاقہ اور خالص ادویات کی فراہمی کی جستجو کے مداح ہو جاتے۔ آپ کی گفتگو میں معقولیت اور منطقی پہلو نمایاں رہتا تھا، وکلاء، ڈاکٹر اور علمی ذوق رکھنے والے علمی طبقہ سے آپ کے خصوصی روابط و مراسم تھے۔

کسی بڑے سے بڑے مخالف سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے ہمیشہ بے دھڑک اور نڈر ہو کر خدا کا

پیغام پہنچاتے ۔ خدمت خلق کا فریضہ فطری اور دلی جوش سے ادا کرتے اور بعض اوقات بڑے فخر سے یہ اظہار فرماتے کہ میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ کسی کے رعب میں آیا ہوں ۔ مرکز سلسلہ سے گہری وابستگی رکھتے تھے ۔ ایک موقعہ پر ایک امیدوار اسمبلی نے امداد حاصل کرنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے مرکز سے ہدایت نہ آئے مجھے معذور سمجھا جائے چنانچہ وہ صاحب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حضور قادیان حاضر ہوئے اور وہاں سے آپ کے نام تار بھجوایا۔ جس کے پہنچتے ہی آپ نے اپنے حلقہ اثر سے خاص دوڑ دھوپ کر کے امیدوار کی خواہش سے بڑھ کر ووٹ دلوائے ۔

آخری عمر میں آپ گجرات سے منتقل ہو کر اپنے بیٹے مرزا محمد شریف بیگ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل ریٹائرڈ کے ہاں حویلی منصف چینوٹ میں فروکش ہو گئے تھے اور یہیں انتقال کیا۔

آپ کی وفات پر احمدی اور غیر احمدی حلقوں کی طرف سے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور کثرت سے تعزیتی خطوط موصول ہوئے ۔[113]

حضرت شیخ غلام جیلانی صاحب

ولادت: قریباً ۱۸۸۹ء بیعت: ۱۹۰۳ء وفات: ۱۳ نومبر ۱۹۶۳ء

نیک صالح اور سلسلہ کے فدائی بزرگ تھے اپنے پیچھے چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں ۔[114]

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

ولادت: اگست ۔ ستمبر ۱۸۷۸ء (بمطابق وصیت فارم) ۔ آپ کی تالیف حیات قدسی جلد اصفحہ ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت بھادوں کے مہینہ میں ہوئی ۔ عیسوی کیلنڈر کی رُو سے یہ اگست، ستمبر کے ایام تھے ۔[115]

بیعت تحریری: ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۷ء[116] زیارت: ۱۸۹۹ء[117] وفات ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء ۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ممتاز صحابی، سلسلہ عالیہ احمدیہ کے جید و متبحر عالم ، صاحب رؤیا و کشوف اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے ۔ آپ موضع راجیکی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے ۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے قبل خواب میں دیکھا تھا کہ گھر میں ایک چراغ روشن ہے جس کی روشنی سے سارا گھر جگمگا اٹھا ہے ۔ آپ نے ۱۸۹۷ء میں بذریعہ خط بیعت کی اور اس کے دو سال بعد ۱۸۹۹ء میں قادیان حاضر ہو کر دستی بیعت کا شرف

حاصل کیا۔ بیعت کے بعد علی الخصوص آپ کے علم وعرفان اور تعلق باللہ میں اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی برکت بخشی۔ اور آپ کو روحانی نعماء سے اس قدر حصہ وافر عطا کیا کہ آپ آسمان روحانیت کا ایک درخشندہ ستارہ بن کر نصف صدی سے زائد عرصے تک بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لانے کا وسیلہ بنے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و عرفان کے ساتھ ساتھ الہام اور رؤیا و کشوف کی نعمت سے نہایت درجہ حصہ عطا فرمایا تھا اور خدمت سلسلہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت غیر معمولی رنگ میں عطا فرمائی تھی۔

یوں تو آپ سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کے بعد شروع ہی سے تبلیغ حق میں بے انتہا سرگرم واقع ہوئے تھے اور آپ کی زندگی ہمہ وقت میدان تبلیغ میں ہی بسر ہو رہی تھی۔ لیکن سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باقاعدہ مبلغ کے طور پر آپ نے خلافت اولیٰ کے زمانے میں کام شروع کیا۔ اور پھر قریباً نصف صدی تک ایسے ایسے عظیم الشان تبلیغی کارنامے سرانجام دیئے کہ جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ آپ نے اپنے تبلیغی تجارب اور زندگی میں پیش آنے والے غیر معمولی واقعات کو اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حیات قدسی'' میں محفوظ فرما دیا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں آریوں عیسائیوں اور غیر از جماعت علماء سے صدہا نہایت درجہ کامیاب مناظرے کئے۔ ہزاروں کی تعداد میں معرکۃ الآراء لیکچر دیئے۔ اردو اور عربی میں نہایت اہم علمی موضوعات پر بے شمار قیمتی مضامین رقم فرمائے جو سلسلہ کے جرائد و رسائل اور اخبارات میں شائع ہوئے۔ آپ کی عربی دانی نہ صرف جماعت میں بلکہ جماعت سے باہر بھی غیر از جماعت اہل علم حضرات کے نزدیک مسلّم تھی۔ آپ کے عربی قصائد منقوطہ و غیر منقوطہ نے آپ کی عربی دانی اور علم لدنی کا سب سے لوہا منوالیا تھا۔ آپ کے آقا سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جن کے فیض صحبت سے آپ نے بہت کچھ پایا اور آپ کے علم و عرفان کو جلاء نصیب ہوئی۔ ۸ نومبر ۱۹۴۰ کو خطبہ جمعہ میں آپ کے علم و فضل اور تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے آپ کو حسب ذیل سند قبولیت عطا فرمائی کہ

> ''میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بحر کھولا وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی مگر بعد میں جیسے یک دم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ نے ان کو قبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ

صوفی مزاج لوگوں میں ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ، دلوں پر اثر کرنیوالی اور شبہات اور وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔''

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فروری ۱۹۵۷ء میں آپ کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا مستقل ممبر مقرر فرمایا چنانچہ اس وقت سے آپ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر چلے آرہے تھے علاوہ ازیں آپ افتاء کمیٹی کے بھی رکن تھے۔

مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو اچانک سینہ میں درد محسوس ہوا اور اس کے چند منٹ بعد آپ مولائے حقیقی سے جا ملے۔[118]

آپ اگرچہ ایک مستجاب الدعوات بزرگ تھے اور بکثرت اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں سنتا اور جواب دیتا تھا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ یہ آسمانی برکات ملنے کا حقیقی ذریعہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ امام کی گہری اطاعت اور ادب واحترام ہی سے وابستہ ہے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک موقع پر آپ کو فرمایا:۔

''اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا قرضہ جلد اتر جائے۔ تو خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو بھی شامل کر لے''۔[119]

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مجاہد مصر و ایڈیٹر اخبار الحکم نے آپ کی ایمان افروز روایات سپرد اشاعت کرتے ہوئے یہ نوٹ لکھا:۔

''حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی سلسلہ کے نامور علماء میں سے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں نوجوانی کے عالم میں آئے۔ خدمت دین کے بہت مواقع آپ کو ملے اور اب تک تبلیغ سلسلہ میں ایک گرمجوش سپاہی کی طرح میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ میں نے ۱۹۱۹ء میں آپ کے ساتھ ایک لمبا تبلیغی سفر کیا۔ حضرت مولوی صاحب ان دنوں اعصابی درد میں مبتلا تھے اور سخت تکلیف اٹھا رہے تھے۔ مگر تکلیف کی سخت سے سخت گھڑیوں میں بھی وہ تبلیغ سے نہ رکتے تھے یہ شغف اور والہانہ جوش ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے ملا۔ الغرض حضرت مولوی صاحب کا مقام مجاہدین سلسلہ میں ایک بلند مقام ہے''۔[120]

حضرت مولانا صاحب برصغیر پاک و ہند کے مشہور سورج بنسی خاندان کے چشم و چراغ تھے گوت وڑائچ تھی۔ آپ کا شجرہ نسب آپ ہی کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے ''غلام رسول بن کرم دین صاحب ولد پیر بخش صاحب ولد حاجی احمد صاحب ولد محمد صاحب ولد عبدالغفور صاحب ولد حضرت

میاں نور محمد صاحب ولد خلیفہ عبدالرحیم صاحب ولد حضرت شیخ حاجی ولد سارنگ ولد بیگ ولد لکڑ ولد راجہ ولد مگھو ولد کنور ہری ولد مہاراجہ جیتو ولد راجہ دیر ولد ماہی ولد دیور ولد پانڈو ولد مُولا ولد سِدھ ولد بگا ولد وڈا ولد وڑائچ ولد متّہ ولد تھلپال ولد نارو ولد شاہ ولد کانش ولد ہر بند ولد سورج بنسی۔ مہاراجہ جیتو کی سمادھ اب تک ریاست جیند میں موجود ہے''۔ 121

حضرت مولانا صاحب اپنے خاندانی حالات اور بیعت سے قبل اور بعد کے چند واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں ان کتابوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف سے مجھے ملی تھیں انہی کو زیر مطالعہ رکھتا۔ مولانا امام الدین صاحب نے بھی اس طرف خاص طور پر توجہ فرمائی۔ اور حضرت اقدس کی کتب کو اچھی طرح سے بغور مطالعہ فرمایا۔ تو آپ کے خیالات تکذیب سے تصدیق کی طرف پلٹا کھا گئے۔ اور پھر ہر دن آپ پر تصدیق کے خیالات میں ترقی دینے والا ہی ہوا۔ اور پھر تصدیق کے لئے آپ کے یقینی مراتب میں اس سے بھی ترقی ہوئی۔ 122 چنانچہ ۱۸۹۸ء تک مولوی صاحب بالکل مصدّق ہو گئے۔ اور ۱۸۹۹ء کو مولوی صاحب موصوف بمع خاکسار راقم بغرض بیعت قادیان روانہ ہوئے۔ اور دستی بیعت ہم دونوں نے جمعرات کی شام کو حضرت مسیح پاک کے ہاتھ پر کی۔ حضور اقدس نے بعد بیعت فرمایا کہ درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنا چاہئیے۔ اور نیز فرمایا کہ نماز میں مادری زبان یعنی پنجابی میں بھی دعا کر لی جائے یعنی مسنونانہ دعاؤں کے علاوہ۔ اس پر مولانا امام الدین صاحب نے عرض کیا کہ پنجابی میں نماز کے اندر دعا کرنے سے نماز ٹوٹ تو نہ جائے گی۔ ایسے سوال کو بیعت کرنے کے بعد کرنا مجھے اس وقت سخت ہی ناگوار محسوس ہوا۔ دل میں خیال آیا کہ جب اب بیعت ہو چکی ہے تو اب جیسے حضور فرماتے ہیں اس کے متعلق سوال کرنے کی کونسی گنجائش باقی رہ گئی۔ حضرت نے فوراً جواب دیا کہ نماز ٹوٹی ہوئی تو آگے ہی ہے۔ ہم نے تو ٹوٹی ہوئی کو جوڑنے کے لئے تدبیر بتائی ہے۔ جب ہم واپس ہوئے تو مولوی صاحب تو امرتسر اپنی ہمشیرہ کی ملاقات کے لئے ٹھہر گئے اور میں سیدھا لاہور آ کر نیلا گنبد لاہور میں مدرسۂ رحیمیہ میں داخل ہو گیا۔ اس وقت میری عمر ۱۹ سال کی ہوگی۔ رحیمیہ مدرسہ میں صرف ایک طالب علم حکیم عبدالعزیز پسروری میرا ہم عقیدہ تھا۔ لیکن ابھی تک غیر احمدیوں کے پیچھے نماز اور جنازہ کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ ہی اس وقت تک جماعت کے لئے امتیازی نام تجویز فرمایا گیا تھا۔ بلکہ احمدی نام بعد میں مردم شماری کی تقریب کے موقع پر تجویز ہوا

تھا۔ہم عرصہ تک غیر احمدیوں کے پیچھے ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔پھر ۶ ماہ تک میں مدرسہ رحیمیہ میں تصوّف کا شغل رکھتے ہوئے کسی قدر عربی کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بوجہ کثرت شغل تصوف مدرسہ کے لڑکوں اور استادوں میں مجھے صوفی کے نام سے شہرت دی گئی۔اور مکالمہ مخاطبہ کے وقت عند التذکرہ مجھے صوفی کے نام سے ہی ذکر کیا جاتا۔ جب تعطیلات کے موقع پر میں واپس وطن کو آیا۔تو میں احمدیت کی نعمت کے اظہار کے لئے ایک جوش سے بھرا ہوا تھا۔اب میں نے ہر طرف دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جہاں مجلس دیکھتا وہاں پہنچ کر السلام علیکم کے بعد اہل مجلس کو مبارک باد عرض کرتا۔ وہ پوچھتے کہ کیسی مبارک باد ہے۔ میں عرض کرتا۔حضرت مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہو گئے ہیں۔ وہ پوچھتے کہاں اور کس طرح۔اس کے بعد تبلیغ شروع کر دیتا۔بعض ہنسی میں بات ٹال دیتے۔ بعض انکار کر دیتے۔بعض مخالفت کرتے۔بعض کہتے کہ بھائی صاحبان ان کی بات تو سن لو۔الغرض ایک عرصہ تک جو ۱۲ سال کا ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات تک آنریری طور پر خدا نے مجھے تبلیغ کی توفیق عطا فرمائی۔اور اس عرصہ میں کئی دفعہ مجھے آنحضرتؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت تو اگر ہر روز نہ ہوتی تو ہر ہفتہ میں تو ضرور ہی نصیب ہوتی۔کئی بار مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ خواب میں مل کر کھانا کھاتے دیکھتا۔جب شروع شروع میں میں نے اپنے وطن میں تبلیغ شروع کی تو عوام میں ایک شور برپا ہو گیا۔اور علماء علاقہ سخت برہم اور شدید مخالفت اور جوش غضب سے بھر کر میرے اثرات کو دور کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ چنانچہ علماء نے میرے خلاف اپنا پرانا اور مجرب حربہ استعمال کرنا مفید سمجھا۔اور جابجا خفیہ طور پر مختلف دیہات میں آدمی بھیج کر سب علماء علاقہ کو ہمارے گاؤں موضع راجیکی میں جمع ہونے کے لئے دعوت دی گئی۔ چنانچہ بہت سے علماء بمع اپنے چیلے چانٹوں کے ہمارے گاؤں کی مسجد میں جمع ہو گئے۔اور مجھے بلایا گیا۔ جب میں علماء کی مجلس میں جن کا لیڈر مولوی شیخ احمد ساکن دھریکیں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات تھے پہنچا اور میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحبان فرمائیے کیا ارشاد ہے۔جس کیلئے مجھے بلایا گیا۔تو مولوی شیخ احمد بولے کہ آپ نے مرزا کو مہدی اور مسیح مانا ہے اور اس سے آپ کافر ہو گئے ہیں۔ہم اس لئے آئے ہیں۔اور آپ کو بلایا ہے۔کہ آپ اس کفر سے توبہ کریں۔آپ کے آباء اجداد اولیاء اور صاحبِ کرامت بزرگ ہوئے ہیں آپ ایسے خاندان سے ہو کر جن کی مستورات بھی ولی اور صاحبِ کرامت تھیں۔اور ہم نے سنا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو وضو سے دودھ پلایا کرتی تھیں اور آپ کے

بزرگ اس طرح سے گویا بچپن سے ہی ولی ہوتے تھے۔آپ ایسے خاندان اور بزرگوں کو بدنام نہ کریں۔اوراس کفریہ عقیدہ سے باز آجائیں۔میں نے عرض کیا کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو مرزا صاحب کی حیثیت سے تو نہیں مانا۔بلکہ اس لئے مانا ہے کہ خدا نے انہیں مسیح موعوداور مہدی معہود کی حیثیت میں اپنی طرف سے مبعوث فرمایا ہے اور میں آپ کی صداقت کو قرآنِ کریم اور حدیث کے پیش کردہ معیاروں کی رُو سے ثابت کرتا ہوں۔کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی میں منجانب اللہ اور بالکل صادق ہیں۔مولوی صاحبان نے اس پر شور ڈالا اور اونچی اونچی آواز سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہمیں آپ کے دلائل اور تقریر سننے کی ضرورت نہیں صرف توبہ کرنے کی ضرورت ہے۔آپ توبہ کریں اور کفر سے باز آجائیں۔اس سے زیادہ کوئی بات آپ کے منہ سے ہم سننا نہیں چاہتے۔میں نے عرض کیا کہ پھر یہ تو سِکّھا شاہی ہے۔کہ دلائل کے سوا آپ اپنی طرف سے ایسی کارروائی کرنا چاہتے ہیں جو نہ شرعاً جائز ہے نہ قانوناً نہ عقلاً نہ نقلاً۔بعض مولوی صاحبان نے مجھے جوشِ غضب سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دوحرفی بات کرو۔کفر سے باز آنا ہے یا نہیں۔میں نے کہا۔خدااور رسول اور اسلامی تعلیم کے رُو سے تو میں نے حضرت مرزا صاحب کو مان کر ایمان حاصل کیا ہے۔اب میں اس ایمان سے کیسے توبہ کروں۔اور جس کفر سے آپ توبہ کرانا چاہتے ہیں۔وہ خدا، رسول اور اسلامی تعلیم کا کفر تو نہیں البتہ آپ جیسے علماء کا کفر ہے۔سو آپ کے کفر سے تو میں نے حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر جا کر توبہ کی ہے اب اس توبہ کے بعد میں اور کس قسم کی توبہ کروں۔اس پر علماء اور بھی برافروختہ ہوئے۔اور مولوی شیخ احمد کھڑے ہو گئے۔سینکڑوں آدمیوں کا مجمع تھا۔جس کے سامنے انہوں نے میرے متعلق فتویٰ کفر کا اعلان کر دیا۔کہ یہ شخص مرزائے قادیانی کو مسیح ومہدی مان کر کافر ہو چکا ہے۔اس لئے اس کے ساتھ ملنا جلنا اس کے پاس بیٹھنا اوراس سے سلام کلام اوراس کے ساتھ کھانا پینا شریعت کے رُو سے قطعاً حرام ہے۔ہر ایک مسلمان مرد اور عورت اس سے بکلی پرہیز کرے۔اس پر میرے چچازاد بھائی حافظ غلام حسین صاحب نے میری حمایت میں جوش کے ساتھ انہیں اوران کے حامیوں کو جو انہیں لے کر آئے تھے سخت لفظوں سے مخاطب کیا۔کہ تمہارے اس فتویٰ کفر کی کیا حقیقت ہے۔تم نے محض شرارت سے اعلان کیا ہے۔افسوس تم پر اور تمہارے اس اعلان پر۔

علماء کا یہ اعلان جو میرے متعلق فتویٰ کفر کا کیا گیا۔کیا تھا۔گویا خدا کی طرف سے آسمانی فیوض کی کھڑکیاں کھلنے کا ایک پیش خیمہ تھا۔مجھے علماء کے اس اعلان کی وجہ سے جو غم اور حزن ہوا وہ صرف اس

بات کے لئے ہوا کہ اب تبلیغ کے کام میں اس اعلان سے رکاوٹ پیدا ہوگی۔اور میری بات کو سننے سے ان لوگوں کو جنہوں نے اعلان سنا نفرت ہو جائے گی۔تو اس صورت میں پیغام حق پہنچانے کے متعلق جو سخت دقت پیش آئے گی اس کے ازالہ کی کیا تدبیر ہو سکے گی۔ جب لوگ بمع علماء کے چلے گئے۔تو میں ایک کوٹھڑی میں داخل ہو کر دروازہ بند کر کے سجدہ میں گر گیا۔اور دعا کرنے لگ گیا۔اشکبار آنکھوں کے ساتھ رِقت سے بھری ہوئی چیخوں کی آواز میرے سینے کے اندر سے نکلتی تھی۔رات کو جب میں سویا تو میرے سامنے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کاغذ پیش کیا گیا۔جس پر لکھا ہوا تھا:۔

''مولوی غلام رسول جوان صالح کراماتی''

اس الہامی کلام کے نزول فرما ہونے تک کوئی بھی مجھے مولوی کے لقب سے مخاطب نہیں کرتا تھا اس لئے کہ مولویانہ سند کے علوم کی منزل سے میں ابھی بہت دور سمجھا جاتا تھا۔اس لئے کوئی مجھے میاں صاحب کہہ دیتا کوئی صوفی صاحب۔مولوی غلام رسول صاحب ساکن لنگہ کے والد بزرگوار حکیم مولوی فضل الٰہی صاحب جو ہمارے خاندان کی بزرگی کی وجہ سے میرا بھی بہت ادب کرتے۔اکثر میرے متعلق میاں صاحب کا لفظ ہی استعمال کرتے۔اور دوسرے لوگ بھی عام طور پر میاں صاحب ہی کہتے۔اس الہامی بشارت کے بعد میں نے اس الہامی بشارت کو بہت سے لوگوں سے بیان کر کے کہہ دیا تھا کہ اب میں آسمان پر مولوی قرار پا چکا ہوں اور آسمانی مولویت کے خطاب سے مجھے سرفراز فرمایا گیا ہے۔اب میں نے مولوی ہو جانا ہے۔بعض افراد اس بشارت کو سن کر بطور مذاق یہ بھی کہہ دیتے کہ مولوی بننے والا علم تو آپ نے پڑھا نہیں۔پھر مولوی کس طرح بنیں گے۔لیکن اس کے بعد ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ اس الہامی بشارت نے اپنی صداقت کا جلوہ کس شان سے ظاہر فرمایا۔کہ مولوی کے سوا اب کوئی میرا نام لیتا نہیں۔مولانا امام الدین صاحب اور میں نے جب دونوں نے بیعت کی۔ مہمان خانہ میں ہم اترے۔اس وقت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی بیعت کرنے والوں کے نام لکھا کرتے تھے۔ہم دونوں سے بھی انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ صاحبان کا نام و پتہ جو کچھ ہو مجھے لکھا دیں۔ میں نے اپنے گاؤں کا نام راجیکی بتایا۔نام لکھانا حسن تفاول کے لحاظ سے ایسا مبارک ثابت ہوا کہ میرے گاؤں کا نام اب میرے نام کا جزو بن گیا۔یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مجھے اکثر مولوی راجیکی کے نام سے ہی ذکر فرماتے۔اس الہامی بشارت کے بعد اور اس بشارت کے بعد جو درخت پر چڑھنے اور سارا قرآن

پڑھنے اور اس بڑی کتاب کے پڑھائے جانے کے بعد جو مشرق مغرب تک پھیلی ہوئی اور آسمان کی بلندی تک اونچی تھی ایک طرف خدا تعالیٰ نے میرا سینہ علوم لدنیہ اور معارف دینیہ اور اسرار مخفیہ اور حقائق قرآنیہ اور عجائبات حکمیہ کیلئے کھول دیا۔ اور دوسری طرف میرے لئے ظاہری کتب کے مطالعہ کیلئے اس قدر توفیق بخشی کہ قریباً دس ہزار لغات عربی زبان کی مجھے یاد ہو گی۔ اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تمام کتب اور خصوصاً عربی کتب کو میں نے اس استغراق اور محویت کے ساتھ پڑھا کہ میرے دل اور دماغ میں وہ نقش ہوتی چلی گئیں اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام سے میرے اندر ایک ایسا اثر اور ملکہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ گویا میں عربی زبان میں اگر کچھ لکھنا چاہوں تو میں اس پر قادر ہوں گا۔ اس کے بعد میں نے بعض مخالف علماء کو عربی میں خطوط لکھے۔ اور مقابلہ کیلئے بلایا۔ کہ میرے ساتھ عربی زبان میں مقابلہ کریں۔ یا عربی میں قرآن کریم کے کسی مقام کی آمنے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔ لیکن پنجاب اور ہندوستان کے علماء میں سے کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکا۔ نہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نہ ہی مولوی ابراہیم سیالکوٹی نہ ہی دیوبندی علماء نہ ہی کلکتہ اور بہار اور دربھنگا کے علماء جنہوں نے مونگھیر کے عربی تحریری مناظرہ میں میرے عربی پرچہ لکھنے اور ہزار ہا مخلوق کے سامنے لکھنے اور پڑھنے کے بعد اپنے عجز کی وجہ سے پیٹھ دکھاتے ہوئے میدان مقابلہ سے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ حالانکہ ڈیڑھ سو کے قریب اطراف ہند سے اس مناظرہ کیلئے علماء جمع تھے۔ اس مناظرہ سے پہلے میں نے کشفاً دیکھا کہ میرا ہاتھ ید بیضا کی شکل پر بالکل سفید اور نورانی ہے اور چمکتا ہے اور پھر جب میں مناظرہ کیلئے کھڑا ہوا تو روح القدس آسمان سے مجھ پر نازل کی گئی۔ جس نے مجھے اپنے پورے تصرف کے اندر کر لیا۔ اور میرے قلم کا جنبش عربی زبان میں پرچہ لکھنے کے وقت اور میری زبان عربی پرچہ سنانے کے وقت روح القدس کے تصرف کے نیچے حرکت کرتی تھی۔ اور میں ایک آلہ کی طرح درمیان میں صرف ایک پردہ کے طور پر نظر آتا تھا۔ اور یہ اعجازی اور علمی برکت کا نشان میرے پیارے مسیح محمدی کا نشان صداقت اور جلوہ حقیقت ظاہر ہوا۔ جس پر اسی وقت ساحرانِ موسیٰ کی طرح کئی نوجوانوں نے جو آٹھ کی تعداد سے کم نہ تھے اسی میدان مناظرہ میں اپنی بیعت اور احمدیت کا اعلان کرنا چاہا۔ جنہیں حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب امیر وفد نے فرمایا کہ مکان پر آکر بیعت کر لینا چنانچہ بیعت سے وہ احمدی ہو گئے۔ اور میں جو اتنا خوش الحان نہیں پرچہ سنانے کے وقت ایسی مؤثر اور خوش الحانی سے پرچہ پڑھا کہ مباحثہ مونگھیر کی رپورٹ مرتب کرنے والے صاحب نے لحن داؤدی سے اسے تعبیر فرمایا۔ اس

مناظرہ میں کئی ہزار تک حاضری کی تعداد تھی۔اور پانچ صدر تھے۔دو احمدی دو غیر احمدی اور پانچواں ہندو۔جو ایک بہت بڑا رئیس اور معزز ہندو تھا۔غیر احمدی علماء جیسے مولوی مرتضٰی در بھنگی وغیرہ بار بار شور مچاتے اور کہتے کہ یہ پرچہ پڑھنے سے لوگوں پر اپنا اثر ڈالتا ہے۔اس طرح سے ہم پرچہ نہیں پڑھنے دیں گے۔یہ پرچہ پڑھے تو فرفر پڑھے اور جلد جلد ختم کرنے کی کوشش کرے۔جس پر سب سے بڑے صدر صاحب جو ہندو تھے۔انہوں نے ان مجسم بدتہذیب علماء کو اپنی ناشائستہ حرکات سے روکا۔لیکن وہ بار بار اٹھتے اور شور مچاتے۔آخر صدر صاحب نے فرمایا کہ تمہیں اس پرچہ کے سننے کی نہ تاب سماعت ہے نہ ہی قوت برداشت۔آخر علماء عجز نما شکست اور ذلت آلود ہزیمت کے ساتھ اس میدان مناظرہ سے اس مصرعہ کی مجسم تصویر ہوکر باہر نکلے کہ ع

بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے!

میں اپنے علماء سلسلہ کی طرح کتابوں کے ٹرنک ساتھ رکھنے کی عادت نہیں رکھتا صرف ایک قرآن ساتھ رکھتا ہوں۔اور زیادہ تر دعاؤں سے کام لیتا ہوں۔اگر دعا کی مجھے توفیق مل جائے تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ میں کامیاب ہو جاؤں گا۔دعا کی توفیق نہ مل سکے تو سمجھ لیتا ہوں کہ کوئی ابتلاء مقدر ہے۔پھر استغفار پر زور دیتا ہوں۔پھر علاوہ تبلیغ کے علمی مباحثات و دینی مناظرات کے لئے ہزاروں دفعہ مجھے موقعہ ملا۔اور بعض دفعہ ان مناظرات کی وجہ سے کثرت سے لوگوں نے احمدیت کو قبول کیا۔ایکدفعہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی سے موضع مانگٹ اونچے میں جو علاقہ حافظ آباد میں ہے میرا دو دن مناظرہ ہوا۔جس پر پچاس آدمیوں نے بیعت کی جن کے نام اخبار بدر میں شائع ہوئے۔اسی طرح چک لوہٹ ضلع لدھیانہ میں بحث ہوئی جس پر ۸۰ سے بھی کچھ اوپر لوگوں نے بیعت کی۔اسی طرح ایک دفعہ دہلی سے علماء غیر احمدی جو ماچھی واڑہ ضلع لدھیانہ میں مناظرہ کیلئے بلائے گئے۔ان سے میرا مناظرہ ہوا اور ۳۵/افراد نے بیعت کی۔اسی طرح کئی مواقع پر لوگوں نے حق کو قبول کیا اور غیر احمدی علماء کو میں نے نہ کہ ظاہری علوم کی قوت سے بلکہ روحانی علوم کی طاقت سے پچھاڑا۔اور آنحضرتؐ کے لشکر کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود کے روحانی علوم اور آپ کے عطا کردہ دلائل قاطعہ کی باطل کش برچھیوں سے باطل کو مجروح کیا۔ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے جہلم میں ایک مجمع عظیم میں مجھے اکتسابی علوم سے بے بہرہ ہونے پر طعن کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے علم کا حال ہمیں معلوم ہے آپ نے پڑھا ہی کیا ہے۔صرف پرائمری تک آپ کی تعلیم ہے آپ مرزا صاحب کے رنگروٹ ہیں۔اور میں مولوی فاضل

مفسرقرآن اوراسلام کا جرنیل ہوں۔یہی بات ایک دفعہ ریاست کپورتھلہ میں ایک مجمع کے اندر کہی تھی۔میں نے مولوی ثناءاللہ سے کہا کہ آپ مولوی فاضل اورمفسّرقرآن ہیں عربی میں اوراردو میں آپ نےتفسیرقرآن بھی لکھی ہےاوراسلام کے جرنیل ہونے کا بھی دعویٰ ہےاورمیری نسبت آپ نے تسلیم کیا ہے کہ میں حضرت مرزاصاحب کا رنگروٹ ہوں۔اس جگہ اس مجمع عظیم کے سامنے آپ حضرت مرزاصاحب کے دعاوی کی تکذیب کررہے ہیں کہ آپ کی صداقت کا کوئی نشان ظاہرنہیں ہوا۔اب اسی مجمع عظیم کے سامنے اوراسی وقت میں تازہ نشان حضرت اقدس کی صداقت کا پیش کرتا ہوں جس کا آپ انکارنہ کرسکیں گےاورساتھ ہی اس نشانِ صداقت کواس مجمع کے حاضرین بھی دیکھ لیں گے اور وہ نشان یہ ہے کہ اسی وقت اوراسی مجمع کے سامنے کاغذاورقلم دوات اورقرآن کریم غیرمترجم میرے مقابلہ میں لے کربیٹھ جائیں اورقرآن کریم کے جس مقام سےآپ پسندکریں عربی میں تفسیرلکھیں۔اگراس وقت آپ عربی زبان میں تفسیرلکھنے سے عاجزاورقاصرثابت ہوں اورتفسیرنہ لکھ سکیں اورمیرے جیسا اُمّی جوآپ کے بیان کردہ الفاظ کے مطابق صرف پرائمری پاس شدہ رنگروٹ ہے وہ فصیح عربی میں تفسیرلکھےاورحقائق ومعارف سےمملوتفسیرلکھنے میں ان سب حاضرین کی آنکھوں کے سامنے کامیاب ہوجائےتوکیا یہ تازہ نشان حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ظاہرنہ ہوگا۔پس اگر ہمت ہےاورکسی قسم کی علمی لیاقت پرناز ہےتواس وقت علمی اعجاز پیش کرنے کیلئے بہترین موقعہ ہےاٹھو اورحضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا تازہ نشان دیکھواوراسی وقت اوراسی مجمع کے سامنے دیکھو۔مگریاد رکھوکہ اس وقت میرے مقابلہ میں آپ کاقلم ٹوٹ جائے گااورآپ کی دوات پھوٹ جائے گی۔اور آپ کا کاغذ پھٹ جائے گا۔اورآپ کا ہاتھ کٹ جائے گایعنی آپ کوطاقت نہیں ہوگی کہ میرے مقابلہ میں عربی تفسیرکچھ بھی لکھ سکیں۔چنانچہ اس وقت میری اس تحدی کوتمام مجمع کے حاضرین سن کردنگ رہ گئےاورحاضرین کا خیال تھا کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری اس تحدی کا جواب تفسیرنویسی کیلئے ابھی تیارہوکر دے گااورضروردے گا۔لیکن لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے اس مجمع عظیم جو ہزاروں کی تعداد میں تھا۔اس کے سامنے دیکھا کہ ثناءاللہ میں مقابلہ کی حس نہیں وہ ایک مردہ کی طرح بحالتِ سکوت صرف لاشئہ بے جان محسوس ہورہا ہے۔اورمولوی فاضل کہلانے والاحضرت مسیح موعود علیہ السلام کےایک اُمّی کےاعجازی علم کے سامنے بے جان اورایک عربی تفسیرقرآن لکھنے کامدعی اپنے دعوئ تفسیرنویسی کومسیح پاک کے روحانی شاگرد کے سامنے جو بظاہرسارےقرآن کی عبارت بھی کسی

سے پڑھنے کا موقع حاصل کرنے والا نہ ہو سکا باطل ثابت کر رہا ہے۔اور ایک جرنیل اسلام ہونے کا دعویدار مسیح محمدی کے ایک رنگروٹ کے سامنے ذلّت آلود ندامت اور شکست کے ساتھ پسپا ہو گیا۔ میں نے للکار کر اس وقت کہا کہ کیا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا یہ عجز اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا قوت اعجاز کی روح سے بھرا ہوا زبردست نشان نہیں تو پھر اور کیا ہے۔احمدیت کی اس فتح اور مولوی ثناء اللہ کی اس تازہ شکست سے حاضرین پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔اور بعض فوجی سپاہی جو وہاں آئے ہوئے تھے بعد میں مجھے بلا کر انہوں نے کچھ مسائل سمجھے اور احمدیوں کی علمی طاقت اور دلائل کی بہت تعریف کی اور بعض نے بیعت کرنے کا بھی وعدہ کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ 123

وسط ۱۸۹۹ء میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک منظوم مکتوب لکھا جس کے جواب میں حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے حسب ذیل عربی مکتوب لکھا:۔

”بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیّہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ و نبیّہٖ و آلہٖ، اما بعد فسلامٌ علیک ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ. یا اخی قد تشرّف مکتوبک المنظوم لدی المولانا المسیح الموعود ایّدہ اللّٰہ فَسرَّ مطالعتہ الجناب المذکور غایۃَ السرور و اثنیٰ علیک بما اودعتَ من وُدِّک و اخلاصِک. فیاالقوم لمعرفۃ امام زمانھم و شَدُّوا علی الایمان بہٖ بالنواجذ فھم قوم رضی اللّٰہ عنھم و رضوا عنہ وسوف یجعلھم اللّٰہ فوق الذین اصرّوا علی الانکار وَ جَھدوا بآیاتہ وَسَلِّم منا علی اخنا المولوی امام الدین. عبدالکریم ۷ جولائی ۱۸۹۹ء۔

(ترجمہ) سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور درود وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر ہو۔اس کے بعد آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔اے میرے بھائی آپ کا منظوم خط سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچا۔حضور اس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے اور آپ کی محبت اور اخلاص کی وجہ سے آپ کی تعریف فرمائی۔اے وہ قوم جس کو امام الزماں کی شناخت اور ایمان کی مضبوطی کی توفیق ملی۔یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہو گئے۔اللہ تعالیٰ عنقریب ان کو ان لوگوں پر غالب کر دے گا جنہوں نے انکار پر اصرار کیا اور خدا تعالیٰ کے نشانوں سے منہ موڑا۔ہماری طرف سے ہمارے بھائی مولوی امام الدین صاحب کو السلام علیکم پہنچا دیں۔ عبدالکریم ۷ جولائی ۱۸۹۹ء۔“

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے حضرت پیر سراج الحق صاحب کے قلم سے لکھا ہوا حسب ذیل مکتوب آپ کو موضع راجیکی میں یکم جنوری ۱۹۰۰ء کو موصول ہوا۔

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم۔ حضرت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا مکتوب عربی جس کی سطر سطر اور جملہ جملہ شوق وذوق سے بھرا ہوا وجد دلانے والا تھا ملاحظہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ گاہ گاہ اور بکثرت یہاں آنا چاہیئے ۔خداتعالیٰ ارحم الراحمین ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

والسلام۔ از قادیان ۔ کتبہٗ سراج الحق یکم جنوری ۱۹۰۰ء۔"

اس کے بعد ۱۲ فروری ۱۹۰۰ء کو حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کا رقم فرمودہ درج ذیل مراسلہ پہنچا:۔

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

جناب مولوی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا منظوم خط کارڈ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے پڑھا۔ خداتعالیٰ آپ کے اخلاص ومودّت میں ترقی دے۔ مولوی صاحب! اصل بات یہ ہے کہ یہاں بیٹھنے کے بغیر علم صحیح اور عقیدہ صحیحہ ہاتھ نہیں آسکتے۔ حضرت کی سیرۃ پر میرا رسالہ الحکم کی خبروں میں شائع ہوا ہے۔ امید ہے آپ نے پڑھ لیا ہوگا۔

والسلام

عبدالکریم از قادیان ۱۲ فروری ۱۹۰۰ء" [124]

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب کی یہ تحریک بہت مؤثر اور کارگر ثابت ہوئی اور آپ کو حضرت اقدس کی خدمت میں رہنے کے کئی قیمتی مواقع میسر آئے اور حضرت امام الزمان سے براہ راست فیضیاب ہونے کی بار بار سعادت نصیب ہوئی۔

چنانچہ آپ ۱۹۰۲ء کے سالانہ جلسہ میں شامل تھے اور خوش قسمتی سے مہمان خانہ کے جس کمرہ میں آپ ٹھہرے ہوئے تھے اس میں حضرت شہزادہ سید عبداللطیف صاحب شہید کابل فروکش تھے ازاں بعد آپ کو مشہور سفر جہلم (جنوری ۱۹۰۳ء) میں حضرت اقدسؑ اور شہید مرحوم کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ [125]

۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود نے اپنے دست مبارک سے منارۃ المسیح کا سنگ بنیاد رکھا اور ایک لمبی دعا کرائی جس میں آپ بھی شامل تھے۔[126]

۲۷؍ اکتوبر ۱۹۰۴ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور یکم نومبر کو حضورؑ کا مشہور لیکچر ہوا۔ حضرت مولانا صاحب اس جلسے میں شریک تھے۔ ایک روز قبل ۳۱؍ اکتوبر کو بوقت دوپہر کھانے سے قبل ایک پُر معارف لیکچر ہوا۔ جسے سن کر حضرت مولانا نورالدین (خلیفہ اول) بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔

''میں تو سمجھا تھا کہ نورالدین دنیا میں ایک ہی ہے مگر اب معلوم ہوا ہے کہ ہمارے مرزا نے تو کئی نورالدین پیدا کر دیئے ہیں''۔

اُس وقت مجلس میں چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ماموں چودھری عبداللہ خان صاحب ساکن داتہ زید کا اور شیخ نبی بخش صاحب ساکن ڈیرہ بابا نانک بھی موجود تھے۔[127]

۴؍ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کانگڑہ کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعودؑ جن دنوں باغ میں قیام فرما تھے (ان ہی ایام میں ایک روز تقریباً صبح کے نو دس بجے ایک عربی قصیدہ جس کے تین سو ساٹھ اشعار تھے آپ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالی میں پڑھ کر سنایا[128] مولانا راجیکی صاحب حضور علیہ السلام کے قدموں میں حاضر تھے بلکہ اس زمانہ میں آپ کو چھ ماہ سے زائد عرصہ قادیان میں گزارنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حکیم الامت نورالدین جو عرصہ سے آپ کو طب پڑھنے کی ترغیب دے رہے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپ ذہین آدمی ہیں اس لئے میں آپ کو جلد ہی طب کا علم پڑھا دوں گا۔ خود ہی طبی لٹریچر آپ کے لئے مہیا فرمایا اور اپنے پاس بٹھا کر طب کا سبق دینا شروع کیا پہلے طب احسانی پھر میزان الطب پڑھائی اور طب کے نظریات اور عملی حصہ سے اور ضروری قواعد وضوابط سے آپ کو آگاہ فرمایا۔ حضرت حکیم الامت کی شاگردی میں آنے کے بعد آپ کی کایا پلٹ گئی اور طب کا بے حد شوق پیدا ہوا۔ اور نہ صرف علمِ طب بلکہ تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوّف کے علوم کی ہزارہا کتابیں مطالعہ کیں۔[129]

حضرت مولانا صاحب کا بیان ہے:۔

ایک دن حضرت مولانا (نورالدین) صاحب مہمان خانہ میں تشریف لائے اور ایک طب کی کتاب میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا اب تو میں آپ کو پڑھا کر ہی چھوڑوں گا۔ میں نے جب حضور کی

یہ شفقت دیکھی تو پڑھنے پر مجبور ہو گیا اور حضور سے طب کی بعض کتابیں بالاسباق پڑھتا رہا۔اس کے بعد آپ کی توجہ سے مجھے اس علم کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ میں نے بعض نسخے راہ چلتے مسافروں سے بھی پوچھے ہیں اوران سے فائدہ اٹھایا ہے اور پھر آج تک جو جو مجربات میں نے ہندوستان کے تبلیغی سفروں کے ذریعے اکٹھے کئے ہیں ان کو اگر یکجا کیا جائے تو مجھے امید ہے کہ ان سے سینکڑوں صفحات کی کتاب مرتب ہو سکتی ہے اور ان میں سے اکثر نسخے ایسے صدری مجربات سے ہیں جو بعض خاندانوں میں پشتہا پشت سے مخفی چلے آئے ہیں اور عام لوگ ان سے واقف نہیں ہیں۔علاوہ ازیں تشخیص وعلاج کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے کئی ایسے مریضوں کے بارہ میں کامیابی عطا فرمائی ہے جو ہندوستان کے بعض مشہور اطباء سے مایوس ہو چکے تھے۔ **الحمد لِلّٰہ علیٰ ذالک** 130

حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں:۔

’’جن دنوں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام باغ میں تشریف فرما تھے میں ایک دن حضور کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوا اور اپنے کرتہ کے بٹن کھول کر عرض کیا کہ حضور میرے سینہ پر پھونک ماریں اور دست مبارک بھی پھیریں۔چنانچہ حضور اقدس علیہ السلام نے اس غلام حقیر کی اس خواہش کو شرفِ قبولیت بخشا اور میرے سینہ پر پھونک مارا اور اپنا دستِ مبارک بھی پھیرا‘‘۔ **الحمد لِلّٰہ علیٰ ذالک** 131

۳۰ ستمبر ۱۹۰۵ء کو قبل دوپہر ایک مجلس میں تشریف فرما تھے جس میں آپ کو حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں اپنا ایک فصیح و بلیغ اور بے نقطہ قصیدہ سنانے کا اعزاز نصیب ہوا۔ 132

اسی سال کا واقعہ ہے کہ آپ مہمان خانہ قادیان میں قیام فرما تھے ایک روز حضرت عبدالمجید خان صاحب کپورتھلوی نے آپ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ ان کے ساتھ کپورتھلہ تشریف لے چلیں۔آپ نے معذرت کی کہ حضور اقدس علیہ السلام کی اجازت کے بغیر میں باہر نہیں جا سکتا۔اس پر انہوں نے حضور کی خدمت میں درخواست لکھی حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا ’’ہاں اگر وہ جانا چاہیں تو میری طرف سے اجازت ہے‘‘ چنانچہ آپ بخوشی کپورتھلہ تشریف لے گئے اور تقریباً چھ ماہ تک قرآن مجید کا درس دیا۔قیام کپورتھلہ کے دوران آپ نے حضرت خان عبدالمجید خاں صاحب کی تحریک پر ایک پنجابی سہ حرفی تحریر فرمائی۔جس کے ہر ایک بند میں ان کی خواہش کے مطابق آپ کا نام بھی آتا تھا یہ سہ حرفی غیر مطبوعہ ہے البتہ حضرت مولانا نے حیات قدسی صفحہ ۴۳ پر اس کے چند اشعار اپنی یادداشت کی بنا پر درج کر دیئے ہیں جن سے اس نظم کی علمی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آخری سفرِ لاہور کے دوران احمدیہ بلڈنگس میں رونق افروز تھے حضرت مولانا صاحب کو ان مبارک ایام میں بھی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے اور حضور کی ایمان افروز مجالس سے استفادہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ [133]

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد اپنے وطن راجیکی آ گئے جہاں سے حضرت خلیفہ اول نے بذریعہ خط آپ کو قادیان بلا لیا اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں پانچویں سے لیکر دسویں تک قرآن کریم اور عربی کتب نصاب کی تعلیم پر مقرر فرمایا اس وقت حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دسویں جماعت میں اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب آٹھویں جماعت میں پڑھتے تھے۔

۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو حضرت خلیفہ اول نے نمائندگان جماعت کے سامنے خلافت سے متعلق پُر جلال تقریر فرمائی اور خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سے دوبارہ بیعت لی۔ آپ اس مجلس میں موجود تھے۔ [134]

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد اسی سال آپ حضرت خلیفہ اول کی طرف سے لاہور میں درس و تدریس اور تعلیم و تبلیغ کی غرض سے مقرر کئے گئے۔ جہاں آپ کو چار پانچ سال تک احمدیہ بلڈنگس میں درس قرآن دینے کا موقعہ ملا۔ آپ نے سالہا سال تک حضرت میاں عبدالعزیز مغل صاحب کے مکان مبارک منزل پر بھی قرآن مجید کا درس دیا۔ ان دنوں خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آپ سے قرآن کریم، احادیث اور بعض اور دینی کتب پڑھا کرتے تھے۔ خواجہ صاحب نے حضرت امام ابن قیم کی کتاب ''زادالمعاد'' اور نحو کا رسالہ ''ضریری'' آپ سے پڑھا۔ حضرت قریشی حکیم محمد حسین صاحب (موجد مفرح عنبری) اور میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ [135]

ابھی آپ لاہور میں نئے نئے پہنچے تھے کہ پادری غلام مسیح نے ایک بڑا پوسٹر شائع کیا جس میں مسلمانوں کو ''فضیلت مسیح'' پر مباحثہ کا چیلنج کیا اور لکھا کہ وہ قرآن کریم کے ذریعہ حضرت مسیح کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت کریں۔ لیکچر کا انتظام نیلا گنبد کے پاس ایک بڑے ہال میں کیا گیا۔ عیسائیوں کے اعلانات اور اشتہارات کی وجہ سے مسلمان بھی اپنے علماء کو لے کر پہنچے اور ہال باوجود کافی وسیع ہونے کے بھر گیا۔ حضرت مولانا صاحب احمدی احباب کی معیت میں سٹیج کے قریب ہی تشریف فرما ہوئے۔ جلسہ کی صدارت لاہور کے بڑے بشپ نے کی۔ بہت سے انگریز پادری

کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔صدر جلسہ نے اشتہار ہاتھ میں لے کر اعلان کیا کہ پادری غلام مسیح کے لیکچر کا عنوان فضیلت مسیح بر ہمہ انبیاء از روئے قرآن ہے۔ جو صاحب اس مضمون پر کچھ کہنا چاہیں انہیں دس دس منٹ کا وقت ملے گا وہ اپنے نام ابھی پیش کر دیں تا لیکچر کے اختتام پر باری باری ان کو موقعہ دیا جا سکے۔ پادری غلام مسیح کا لیکچر ختم ہوا تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، مولوی محمد ابراہیم وکیل لاہوری اور بعض دوسرے علماء جنہوں نے نام لکھوائے تھے باری باری کھڑے ہوئے لیکن ان علماء نے پادری صاحب کے مطالبہ کے مطابق اپنے جوابات قرآن کریم سے دینے کی بجائے تورات اور انجیل کی عبارات پڑھ پڑھ کر اپنا وقت ختم کر دیا۔ پادری صاحب نے بار بار مسلمانوں اور ان کے علماء کی اس کمزوری کو واضح کر کے شرم دلائی کہ اگر یہ فضائل جو میں نے مسیح کے متعلق قرآن سے پیش کئے ہیں قرآن کی رُو سے کسی اور نبی میں بھی پائے جاتے تو علماء ان کو ضرور پیش کرتے۔لیکن ان کا ایسا نہ کرنا جملہ انبیاء پر مسیح کی فضیلت ثابت کرتا ہے۔اسی اثناء میں آخر میں صدر صاحب نے آپ کا نام پکارا۔آپ حیران تھے کہ میں نے تو اپنا نام پیش نہیں کیا پھر کس نے لکھا دیا۔حضرت ملک خدا بخش صاحب نے (جو قریب ہی بیٹھے تھے) بتایا کہ میں نے آپ کا نام لکھ کر بھجوا دیا تھا۔آپ جب سٹیج پر کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ کی صوفیانہ وضع اور سادہ لباس دیکھ کر جبہ پوش علماء کے مقابلہ پر آپ کو بہت ہی حقیر خیال کیا اور سمجھا کہ اس آخری تقریر سے اسلام کی اور بھی رسوائی ہوگی اور بہت سے مسلمان مرتد ہو جائیں گے۔مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے زبردست جوابات نے پانسہ ہی پلٹ دیا اور پورا ہال مسلمانوں کے نعروں سے گونج اٹھا اور پادری غلام مسیح کو آپ کے مقابل پر بولنے اور دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ جب آپ ہال سے باہر تشریف لائے تو پچاس ساٹھ جوشیلے مسلمانوں نے آپ کو حلقے میں لے لیا اور بعض نے جوش مسرت سے اوپر اُٹھا لیا اور تسلیم کیا کہ آپ کے جوابات سے اسلام کی خوب نصرت ہوئی ہے۔136

رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۰۔۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا قیام اگرچہ لاہور میں تھا اور خلیفہ وقت کی طرف سے آپ یہیں متعین تھے مگر آپ کو مختلف مقامات پر بغرض تبلیغ جانا پڑتا تھا۔ مثلاً منصوری، میرٹھ، حافظ آباد، شکر گڑھ، سرگودھا، ضلع امرتسر و فیروز پور۔ آپ زیرہ (ضلع فیروز پور) بھی تشریف لے گئے تھے جہاں آپ نے حنفی علماء کو عربی مکتوب کے ذریعہ عربی میں مناظرہ

کرنے یا تفسیر قرآن لکھنے کا چیلنج دیا مگر علماء مرد میدان کیا بنتے وہ تو آپ کا عربی خط پڑھنے سے بھی قاصر رہے۔اس موقعہ پر بارہ افراد نے قبول احمدیت کیا۔137

حضرت مولانا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''۱۹۰۹ء میں خاکسار ایک وفد کی صورت میں میرٹھ شہر میں نو چندی کے میلے کی تقریب پر بغرض تبلیغ گیا۔وہاں پر میں نے بہت ہی مبشر رؤیا دیکھی۔میں نے دیکھا کہ میں اپنے آپ کو سترھویں صدی ہجری میں موجود پاتا ہوں اس میں تمام دنیا مجھے کفِ دست (ہاتھ کی ہتھیلی) کی طرح سامنے نظر آتی ہے۔اس وقت تمام روئے زمین پر مجھے احمدی بادشاہ اور حکومتیں دکھائی دیتی ہیں''۔138

۱۹۱۱ء میں آپ نے جنوبی ہند کا کامیاب تبلیغی دورہ کیا۔حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں بنگلور شہر سے ایک درخواست پہنچی کہ وہاں جماعت اسلامیہ کی طرف سے ایک جلسے کا انتظام کیا گیا ہے اور بلاد ہند کے مختلف علاقوں سے علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔آپ بھی مرکز سے علماء بھجوائیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کے ارشاد پر آپ مع خواجہ کمال الدین صاحب،مرزا یعقوب بیگ صاحب اور لال شاہ صاحب برق پشاوری بنگلور تشریف لے گئے۔اس موقعہ پر بنگلور میں مختلف اطرافین سے مشہور علماء جمع تھے جن میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مؤلف سیرۃ نبویؐ،مولانا شوکت علی اور بعض عرب علماء بھی تھے۔جلسہ بنگلور میں آپ کی معرکہ آرا تقریر سورہ کوثر کی تفسیر پر ہوئی۔تقریر کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی صاحب نے خواجہ کمال الدین صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ صاحب جنہوں نے ابھی تقریر کی ہے کون ہیں؟ ان کی بیان کردہ تفسیر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔میں نے آج تک ۱۰۰ کے قریب تفاسیر سورۃ کوثر کی پڑھی ہیں اور مفسّرین نے جو عجیب وغریب حقائق و معارف اس سورۃ کے بیان کئے ہیں ان پر آگاہی حاصل کی ہے مگر جو کچھ انہوں نے آج بیان کیا ہے یہ بالکل نیا اور اچھوتا ہے اور ان کی تقریر سے مجھے جدید معلومات کا ذخیرہ ملا ہے۔خواجہ صاحب نے ان کو بتایا کہ یہ میرے استاد ہیں اور انہوں نے اس وقت اختصار کے ساتھ بیان کی ہے ورنہ اس کے متعلق وہ لاہور میں بہت زیادہ تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔139

بنگلور سے روانہ ہو کر یہ تبلیغی وفد بمبئی پہنچا اور نواب سید رضوی صاحب کی وسیع وعریض بلڈنگ میں فروکش ہوا۔دوسرے ارکان وفد سیر وتفریح کے لئے باہر چلے جاتے تو آپ ایک علیحدہ کمرہ میں ذکر واذکار کرتے یا نفل پڑھتے یا فریضہ تبلیغ ادا کرتے۔گاہے گاہے آپ خواجہ صاحب کے ساتھ جلسوں

میں شمولیت اور تبلیغی ملاقاتوں کے لئے تشریف لے جاتے۔بمبئی میں آپ کا سرگرم بہائی مشنری محمد ہاشم سے تبلیغی تبادلہ خیالات بھی ہوا۔محمد ہاشم صاحب لاجواب ہو گئے۔بمبئی سے روانہ ہو کر یہ وفد مدراس میں وارد ہوا اور حضرت سیٹھ حاجی عبدالرحمٰن اللہ رکھا صاحب کے ہاں قیام کیا۔140

اگلے سال آپ پہلے ایک جلسہ میں شمولیت کے لئے آگرہ تشریف لے گئے۔بعدازاں مونگھیر (بہار) میں شاندار مباحثہ کیا۔شرائط مناظرہ کے مطابق آپ نے عربی میں پرچہ لکھا جب آپ اسے سنانے کے لئے اُٹھے تو آپ نے محسوس کیا کہ کوئی چیز آسمان سے اتری ہے اور آپ کے وجود اور قویٰ اور حواس پر مسلّط ہو گئی ہے جو دراصل روح القدس کی روحانی تجلی کا نزول تھا۔آپ کی آواز نہ بلند تھی اور نہ آپ خوش الحان تھے لیکن اس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی برکت اور خلیفہ اول کی دعا اور توجہ سے آپ کی آواز اس قدر بلند ہو گئی کہ پندرہ ہزار کے مجمع میں آسانی سے سنائی دینے لگی۔اور لحن داؤدی کا اعجازی نشان بھی آپ کو عطا کیا گیا۔جب آپ نے غیر احمدی علماء کی توقعات کے عین خلاف عربی پرچہ سنانا شروع کیا تو علماء معاندین مثلاً مولوی عبدالوہاب صاحب پروفیسر عربی کلکتہ کالج اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی حیران وششدر رہ گئے اور کسی کو آپ کے مقابل جوابی عربی پرچہ لکھنے کی جرأت نہ ہو سکی۔اور سوائے شور وغل سے آپ کی تقریر میں رخنہ ڈالنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔جس پر صدر جلسہ نے سخت نوٹس لیا اور نہایت رنجیدہ ہو کر اعلان کیا کہ اگر یہ علماء ان بے جا حرکات سے باز نہ آئے تو مناظرہ ختم کر دیں گے اور اپنی صدارت سے مستعفی ہو جائیں گے۔لیکن جب شرم دلانے کے باوجود ان لوگوں نے فتنہ انگیزی جاری رکھی تو انہوں نے جلسہ کو برخاست کر دیا۔اس پر مولوی محمد ابراہیم صاحب جو مخالف علماء کے پیچھے تھے ایک کرسی پر چڑھ کر نعرے بلند کرنے لگے۔ابھی نعرہ کے پورے الفاظ ان کی زبان سے نہ نکلے تھے کہ مولوی صاحب کی کرسی الٹ پڑی اور وہ بری طرح سے زمین پر گرے۔ان کی ٹانگیں اوپر تھیں اور سر نیچے اور پگڑی کہیں دور گری ہوئی تھی۔اور اس پر ستم ظریفی یہ ہوئی کہ جن لوگوں کے سامنے انہوں نے یہ پروپیگنڈا کیا تھا کہ قادیانی علماء عربی بالکل نہیں جانتے۔انہوں نے غصے کی حالت میں ان کو گھیر لیا اور مکّوں اور لاتوں سے اُن کی وہ درگت بنائی کہ الامان والحفیظ!!

ابھی مناظرہ اختتام کو نہیں پہنچا تھا کہ مجمع میں سے آٹھ گریجویٹ اور اچھے تعلیم یافتہ نوجوان حضرت مولانا کی طرف بڑھے اور بتایا کہ ان پر صداقت احمدیت منکشف ہو چکی ہے اور وہ اپنے احمدی ہونے کا اعلان کرنا چاہتے ہیں چنانچہ مناظرہ کے بعد وہ قیام گاہ پر مشرّف احمدیت ہوئے۔اور ان کی

درخواستہائے بیعت سیدنا حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں بھجوادی گئی۔الغرض اللہ تعالیٰ نے مونگھیر میں سلسلہ احمدیہ کو فتحِ عظیم بخشی۔141

اسی سال آپ نے علماءِ سلسلہ کے ایک وفد کے ساتھ بنگال کا طویل سفر کیا۔کلکتہ میں محکمہ پولیس کے ایک افسر سے تصوف کے متعلق گفتگو فرمائی اور احمدیت کے علم کلام کی روشنی میں تصوّف کے بعض نکات بیان فرمائے۔وہ آپ کی باتیں سن کر بہت محظوظ ہوئے اور کہنے لگے میں نے ایسی عارفانہ باتیں پہلے کبھی نہیں سنیں۔

برھمن بڑیہ میں بڑے پیمانے پر ایک جلسے کا انتظام کیا گیا تھا۔اس جلسہ سے سب ممبران وفد نے خطاب فرمایا۔حضرت مولانا راجیکی صاحب نے تقریر کے علاوہ بنگالی عالم مولوی واعظ الدین صاحب کے اعتراضوں کے نہایت مدلّل اور مسکّت جوابات دیئے اور ان کو موقعہ دیا کہ اگر وہ ان جوابات پر قرآن وحدیث کی رُو سے جرح کرنا چاہیں تو بخوشی کر سکتے ہیں لیکن ان کو جرأت نہ ہوئی۔یہ وفد تقریباً سترہ دن تک بنگال کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے تبلیغ حق کا فریضہ ادا کرتا رہا۔اس سفر کے نتیجہ میں آپ ناموافق آب وہوا اور کثرت کار کی وجہ سے شدید بیمار ہو گئے اور عرصہ تک حضرت خلیفہ اول کے زیر علاج رہے۔142

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک میں آپ کو بے شمار تربیتی وتبلیغی خدمات کے مواقع میسر آئے۔

حضرت مولانا صاحب ۱۹۱۴ء کے اوائل کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''ابھی خاکسار اپنے سسرال کے گاؤں میں ہی تھا اور بیماری اور نقاہت بھی باقی تھی کہ مجھے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آپ فوراً لاہور پہنچ کر جماعت کو سنبھالیں۔مولوی محمد علی صاحب اپنے خیالات فاسدہ اور زہریلے اثرات سے جماعت کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔چنانچہ خاکسار فوراً لاہور پہنچ گیا اور آتے ہی جمعہ کے دن احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں جہاں ہم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد سعادت میں ہمیشہ نمازیں پڑھا کرتے تھے جمعہ کے لئے جانے کے واسطے تیاری کرنے لگا۔جب غیر مبائعین کے سرکردہ لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں جمعہ پڑھانے کے لئے احمدیہ بلڈنگس آرہا ہوں تو ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے مجھے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ جمعہ پڑھانے کے لئے احمدیہ بلڈنگس آرہے ہیں۔میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ احمدیہ بلڈنگس میں کوئی مسجد نہیں یہ ہمارا ذاتی مکان ہے اس میں اگر آپ آئے تو

مولوی محمد علی صاحب جو خطبہ جمعہ ونماز پڑھائیں گے ان کے پیچھے آپ نماز پڑھ سکتے ہیں۔آپ کو خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے کی اجازت نہ ہوگی اگر آپ کے اصرار کی صورت میں اور کوئی فساد ہوا تو اس کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

میں نے ڈاکٹر صاحب کے رقعہ کے جواب میں لکھا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے مجھے جماعت لاہور کا امام اور خطیب مقرر فرمایا ہوا ہے اور مولوی محمد علی صاحب کو جو خلافت کے منکر اور باغی ہیں میرے مقابل پر کون امام مقرر کرنے والا ہے؟ میں چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح کا مقرر کردہ ہوں، اس لئے مجھے روکنے کا آپ کو اختیار نہیں۔اس جواب کے بھجوانے کے بعد میں مبائع احباب کے ساتھ خود احمدیہ بلڈنگس چلا گیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب نے اپنی درشت کلامی اور وحشت کا بہت برا نمونہ دکھایا اور کہا کہ یہاں کوئی مسجد نہیں۔ یہ مکان جہاں نماز پڑھی جاتی ہے میری ہمشیرہ کا تعمیر کردہ ہے اور ہماری اپنی جائیداد ہے یہاں پر کسی غیر کا دخل نہیں۔اور ہم اپنے مکان پر کسی کو نماز نہیں پڑھنے دیں گے۔

جب ڈاکٹر صاحب نے مسجد کے مسجد ہونے سے ہی انکار کر دیا اور اس کو اپنا ذاتی ملکیتی مکان قرار دیا تو مبائع احباب نے بعد مشورہ یہی مناسب سمجھا کہ وہ احباب جو دامن خلافت سے وابستہ ہیں مبارک منزل احاطہ میاں حضرت چراغ دین صاحب میں نماز جمعہ ادا کریں۔ چنانچہ اس دن سے مبائعین نے اپنی نماز مبارک منزل میں پڑھنی شروع کر دی اور اہل پیغام کی وہ مسجد جس کو انہوں نے ذاتی مکان قرار دیا تھا ایسی منحوس ثابت ہوئی کہ خلافت ثانیہ کے باغیوں، سلسلہ کے مرتدوں اور منافقوں کی پناہ گاہ بنی''۔[143]

۷ جون ۱۹۱۵ء کو بعد از نماز عصر مسجد اقصیٰ میں حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے نکاح کی مقدس تقریب تھی۔حضرت مصلح موعود نے فیصلہ فرمایا کہ اعلان نکاح مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کریں گے اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کو لاہور بھیجا کہ اپنے ساتھ قادیان لے آئیں۔ چنانچہ آپ قادیان پہنچے اور حضرت مصلح موعود، حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور دوسرے بزرگان سلسلہ کی موجودگی میں آپ نے خطبہ نکاح پڑھا جو الفضل مورخہ ۱۷ جون ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا۔[144]

۶/اپریل ۱۹۱۹ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود کا یہ ارشاد آپ کو لاہور میں ملا کہ مالابار جانے کے لئے تیار ہو کر قادیان آجائیں۔ چنانچہ آپ قادیان حاضر ہو گئے۔ دوسرے دن حضور نے ضروری

ہدایات دیں اور شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کو رفیقِ سفر مقرر فرمایا نیز ہدایت فرمائی کہ ہفتہ عشرہ کے لئے کانپور میں قیام کریں وہاں آجکل مختلف مذاہب کے جلسے ہو رہے ہیں۔

جب آپ کانپور پہنچے تو معلوم ہوا کہ اہل حدیث وسیع پیمانہ پر ایک کانفرنس کر رہے ہیں جس میں شمولیت کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی آچکے ہیں۔ اشتہار میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا مضمون ''اسلام اور قادیان'' لکھا ہوا تھا یہ تقریر کانفرنس کے آخری دن میں رکھی گئی تھی۔اس کے مقابل پنڈت کالیچرن فاضل سنسکرت وعربی کی طرف سے تمام احناف، اہل حدیث اور اہل تشیع کو مناظرہ کا کھلا چیلنج دیا گیا۔اہل حدیث نے اپنی کانفرنس میں مصروفیت کا عذر کرتے ہوئے چیلنج قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اس پر آریہ سماج نے اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا ''آریہ سماج کی عظیم الشان فتح اور اہل اسلام کا کھلا فرار اور شکست'' حضرت مولانا راجیکی صاحب نے اشتہار کا علم ہوتے ہی پنڈت کالیچرن کو رقعہ لکھا کہ اہل اسلام کی طرف سے مناظرہ کے لئے خاکسار تیار ہے۔آپ مناظرہ کی جگہ اور وقت سے اطلاع دیں چنانچہ ۹ بجے وقت مقرر ہوا۔آریہ سماج نے اپنے لئے تو عظیم الشان سٹیج تیار کی لیکن مسلمانوں کے لئے صرف ایک چھوٹی سی میز اور ایک کرسی رکھ دی۔

چونکہ شہر میں اس مناظرہ کی اچھی طرح سے منادی ہو چکی تھی اس لئے لوگ دوسرے جلسوں اور تقریبوں کو چھوڑ کر جوق در جوق میدان مناظرہ میں آنے لگے اور ہزاروں کا اجتماع ہو گیا۔

پنڈت کالیچرن نے مناظرہ میں آپ پر ''قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (بنی اسرائیل:۸۶)'' سے متعلق اعتراضات کئے اور اپنی عربی دانی پر بہت ناز کیا اور اپنے دو عربی رسائل جن میں سے ایک کا نام ''تحقیق الادیان'' تھا حضرت مولانا صاحب کی طرف بھیجے۔

حضرت مولانا صاحب نے اول تو پنڈت صاحب کی عربی دانی پر اظہار مسرت کیا اور بتایا میں بھی عربی، فارسی اور اردو کا شاعر ہوں اگر پنڈت صاحب چاہیں تو اسی وقت عربی نثر یا نظم میں مناظرہ کر سکتے ہیں۔ پھر ان کو توجہ دلائی کہ از روئے وید اگر روح کی ماہیت بیان کر دی جاتی تو وید کے ''حقائق ومعارف'' ظاہر ہو جاتے اور قرآنی جواب کا ''نقص'' بھی واضح ہو جاتا۔

اس کے بعد آپ نے اس آیت کی ایسی روح پرور اور ایمان افروز تفسیر فرمائی کہ پنڈت جی کے اعتراضات کی دھجیاں بکھر گئیں اور وہ بالکل ساکت وصامت ہو کے رہ گئے۔ابھی مناظرہ کا وقت کسی قدر باقی تھا کہ صدر جلسہ نے جو آریہ تھے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پنڈت صاحب نہ تو ویدوں سے

کچھ پیش کر سکے ہیں اور نہ قرآنی تعلیم پر کوئی معقول اعتراض کر سکے ہیں اپنی گھڑی نکالی اور کہا اگر چہ وقت ابھی باقی ہے لیکن چونکہ مجھے ایک ضروری کام ہے اور جس قدر بحث ہو چکی ہے اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنی صدارت کے فرائض بقیہ وقت تک بھی سرانجام دیں ورنہ کسی اور کو اپنی جگہ مقرر کر دیں لیکن صدر صاحب جو آریہ سماج کی کھلی شکست اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے رضامند نہ ہوئے اور اٹھ کر چل دئے۔

مسلمانوں کو ہرگز یہ توقع نہ تھی کہ پنڈت کالیچرن صاحب کے سوالوں کا ایسا شاندار اور مسکت جواب ایک احمدی عالم کی طرف سے دیا جائے گا۔ مناظرہ کے اختتام پر مسلمان پبلک کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ بعض غیر احمدی علماء نے بھی آیت زیر بحث کی تفسیر سن کر کمال مسرت کا اظہار کیا۔ جب آپ آریہ سماج کے پنڈال سے اپنے احباب کے ساتھ باہر تشریف لائے تو اسی آیت کے متعلق ایک لاٹ پادری صاحب سے آپ کی گفتگو ہوئی۔ خدائے ذوالعجائب کے یہ عجیب تصرفات ہیں کہ جس وقت پادری صاحب نے یہ آیت پڑھی تو اسی وقت ایک عجیب نورِ معرفت آپ کے قلب پر نازل ہوا اور ایک نئی حقیقت آپ پر منکشف ہوئی۔ پادری صاحب نے دریافت کیا کہ یَسْـئَـلُوْنَ میں کن لوگوں کا ذکر ہے اور روح سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ قرآن کریم چونکہ ہر زمانہ کے لوگوں سے تعلق رکھتا ہے اس لئے اس وقت روح کے متعلق سوال کرنے والے پادری صاحبان ہی ہو سکتے ہیں۔ پادری صاحب فرمانے لگے کہ پھر یَسْـئَـلُوْنَکَ میں ک خطاب کا پایا جاتا ہے یہ کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ نزولِ قرآن کے وقت تو خدا کا رسول تھا اور اب خدا کے رسول کی نمائندگی کرنے والا کوئی غلامِ رسول ہی ہو سکتا ہے۔ پادری صاحب کہنے لگے کہ آپ غلام رسول ہیں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ معناً بھی یہ خاکسار غلامِ رسول ہے لیکن حسن اتفاق سے میرا نام بھی غلام رسول ہے۔ پادری صاحب فرمانے لگے روح سے مراد آپ کے نزدیک کون سی روح ہے آپ نے روح القدس کی تائید سے یہ جواب دیا کہ وہی روح جسے انجیل یوحنا میں روح حق سے موسوم کیا گیا ہے چنانچہ آیت ۱۶-۱۷ باب ۱۴ میں مرقوم ہے ”اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی“۔

پھر باب ۱۶ (آیت ۷ سے ۱۳ تک) یہ الفاظ ہیں:۔

”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ

مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا''۔

حضرت مولانا نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس پیشگوئی کو شرح و بسط سے بیان فرمایا تو پادری صاحب لاجواب ہو کر کہنے لگے آپ قادیانی تو نہیں!۔آپ نے بتایا کہ خدا کے فضل سے میں احمدی ہوں۔کئی مسلمان جو قبل ازیں آریوں کے مناظرہ میں بھی موجود تھے کہنے لگے آپ نے قرآن کریم کہاں سے پڑھا ہے۔آپ نے فرمایا کہ فی زمانہ قرآنی علوم کا سرچشمہ حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام ہیں اور یہ علوم و فیوض مرکز احمدیت قادیان سے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۰/اپریل ۱۹۱۹ء کو آپ کا مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے اشتہار پر فیصلہ کن مباحثہ ہوا۔ چونکہ آپ کے پاس اخبار اہلحدیث کے اصل پرچہ جات اور مرقع قادیانی وغیرہ موجود تھے اس لئے مولوی ثناءاللہ صاحب کو انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ جب آپ سٹیج سے اترے تو چالیس کے قریب حنفی مسلمان جو اہلحدیثوں کے سخت خلاف تھے آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور پنڈال سے باہر نکال کر اظہار خوشنودی کے طور پر سب احمدیوں کو دودھ پلایا۔

اہلحدیث کانفرنس کے اختتام کے بعد آپ نے مسلمانوں کے ایک لاکھ کے اجتماع میں شرکت کی۔جس میں مختلف مسلمان زعماء نے خلافت ترکی کی امداد کے لئے چندہ کی تحریک کی۔تحریک کرنے والے علماء میں سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔جنہوں نے آپ کو دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا کہ کیا آپ بھی خلافتِ ترکی کے قائل ہیں۔آپ نے نہایت پرشوکت آواز میں جواب دیا کہ خلافتِ اسلامیہ حقّہ کا کون مسلمان قائل نہیں۔آپ اہلحدیث ہیں اور میں احمدی ہوں۔آپ کے نزدیک تو خلافت راشدہ کے تیس سالہ دور کے بعد حکومت کا دور شروع ہو گیا اور جو لوگ خلافتِ ترکی کے قائل ہیں وہ بھی اس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ نہیں سمجھتے نہ فرقہ اہل حدیث کے مسلمان جن میں

سے مولوی ابراہیم صاحب بھی ہیں اور نہ حنفی مسلمان اور نہ اہل تشیع ۔ ہاں سب سے بڑھ کر خلافت علیٰ منہاج نبوۃ کے قائل تو ہم احمدی ہیں جن کا سلسلہ آج بھی خلافتِ حقہ پر قائم ہے۔

اس جواب سے تمام مجمع پر خاموشی کا عالم طاری ہوگیا بعض لیڈروں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی ہمارا سارا کیا کرایا برباد کر دیا۔ بعض نے کہا ایسا جواب اتنے بڑے مجمع میں اس جرأت کے ساتھ دینا صرف احمدیوں کا کام ہے ۔ یہ لوگ ننگی تلواریں ہیں حق کے اظہار سے نہیں ڈرتے ۔ بعض نے کہا کہ دنیا میں ترقی کرنے والی قومیں ایسی ہی ہوتی ہیں ۔

کانپور میں ہفتہ عشرہ قیام کرنے کے بعد آپ بمبئی پہنچے اور وہاں سے بذریعہ جہاز بندرگاہ منگلور کی طرف روانہ ہوئے ۔ جب ساحلِ مالابار دو ایک میل کے فاصلہ پر رہ گیا تو آپ دوسرے مسافروں کے ساتھ ایک کشتی پر سوار ہوئے تو اچانک سمندر میں طوفان آ گیا اور کشتی ڈگمگانے لگی ۔ ملاح اس ہولناک منظر سے خوفزدہ ہوکر زور زور سے یا پیر بخاری یا پیر عبدالقادر جیلانی یا پیر خضر کی صدائیں بلند کرنے لگے ۔ دیکھتے ہی دیکھتے کشتی میں پانی بھرنا شروع ہوگیا اور سب سواریوں کو موت سر پر منڈلاتی ہوئی نظر آنے لگی ۔ ملاحوں کی مشرکانہ صدائیں آپ کے لئے ناقابل برداشت تھیں ۔ آپ جوش کے عالم میں کھڑے ہو گئے اور ملاحوں سے کہا ایسے مشرکانہ کلمات سے توبہ کرو صرف اللہ تعالیٰ کی جناب سے استمداد کرو ۔ یہ سمندر تو میرے قادر و مقتدر خدا کا ایک ادنیٰ خادم ہے جو اس کے دستِ تصرّف کے ماتحت مدّ و جزر دکھاتا ہے پس اگر وہ چاہے تو یہ جوش تموّج اِسی وقت ختم ہوسکتا ہے ۔ آپ نے منہ سے یہ کلمات نکالے ہی تھے کہ سمندر کا خوفناک طوفان یکا یک تھم گیا اور کشتی معمول کے مطابق چلنے لگی ۔ حضرت مولانا راجیکی صاحب فرماتے ہیں :-

''خدا تعالیٰ کے عجائبات ہیں کہ طوفانی لہروں کی شدت کے وقت مجھے اس قدر روحانی طاقت محسوس ہوتی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ اگر ملاح اپنے مشرکانہ کلمات سے باز نہ آئے اور اس وجہ سے کشتی ڈوب گئی تو میں اور عزیز عرفانی صاحب سطح آب پر چل کر بفضلہٖ تعالیٰ سلامتی سے کنارے پر پہنچ جائیں گے ۔ کیونکہ ہم مرکز کی ہدایت کے ماتحت تبلیغِ حق کے لئے جارہے تھے'' ۔

سرزمین مالابار میں آپ کا ورود بہت مبارک ثابت ہوا ۔ مالاباری احمدیوں کو مبائعین اور غیر مبائعین کے عقائد کے متعلق تفصیلی واقفیت ہوئی ۔ پینگاڈی میں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی ۔ پینگاڈی کے علاوہ آپ کنانور میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے درس قرآن کا سلسلہ جاری

کیا جس میں بعض غیر احمدی معززین بھی باقاعدہ شامل ہوتے تھے۔ کنانور کے ایک نہایت مخلص احمدی دوست عبدالغفار کنجی صاحب جو اردو بھی جانتے تھے آپ کی ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں دونوں شہروں میں پچاس کے قریب افراد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔

دوران قیام آپ نے چاٹگام سے آنے والے مخالف علماء کو تحریری اور تقریری مقابلہ کا بھی چیلنج کیا مگر وہ مقابلے پر نہ آئے اور جلد ہی کسی اور جگہ چلے گئے۔ اسی دوران آپ شدید طور پر بیمار ہو گئے۔ پہلے بخار رہا۔ پھر ایک دُنبل نمودار ہوا جو بڑھتے بڑھتے شلغم کے برابر ہو گیا اس شدید علالت میں بھی آپ نے درس و تبلیغ کے کام میں ناغہ کرنا گوارہ نہ کیا۔ آپ کو بار بار آرام کرنے کا مشورہ دیا گیا مگر آپ یہی فرماتے رہے کہ ''معلوم نہیں ابھی اور کتنی زندگی باقی ہے یہ آخری لمحات تو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی میں گزار لیا جائے۔ یہ بخار اور دنبل دونوں مجھے پیغام اجل کے لئے ہوشیار کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں تغافل شعاری اچھی نہیں''۔

ایک ماہر ڈاکٹر نے آپ کا آپریشن کیا اور یہ رائے دی کہ یہ مریض بچتا نظر نہیں آتا۔ خود آپ نے بھی یہی سمجھا کہ میری موت غریب الوطنی میں مقدر ہو چکی ہے۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ اگر میری وفات اسی سرزمین میں واقع ہو جائے تو مجھے کسی ٹیلہ کے پاس دفن کر کے میری لوحِ مزار پر صرف یہی شعر لکھ دینا ع

گر نباشد بہ دوست رہ بردن
شرطِ عشق است در طلب مردن

یعنی اگر محبوب تک پہنچنا ممکن نہیں تو اس کی تلاش میں مرجانا عاشق کے لئے بہتر ہے۔

اس وصیت کے بعد آپ کو بذریعہ رؤیا بشارت دی گئی کہ آپ اس بیماری سے شفایاب ہو جائیں گے۔ حضرت مصلح موعود کا پیغام موصول ہوا کہ مدراس میں ایک امریکن ڈاکٹر اس مرض کے علاج کا ماہر ہے بہتر ہے کہ علاج وہاں کرایا جائے۔ چنانچہ آپ احباب مالابار سے رخصت ہو کر خشکی کے راستہ مدراس پہنچے۔ امریکن ڈاکٹر نے کہا کہ علاج اس شرط پر کیا جائے گا کہ مریض کے پاس کوئی تیماردار نہ رہے۔ مگر حضرت مصلح موعود نے اس کی اجازت نہ دی اور ارشاد فرمایا پانی پت آکر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب سے علاج کروایا جائے۔ چنانچہ آپ بمبئی سے ہوتے ہوئے پانی پت پہنچے جہاں

حضور کا پیغام پہنچا کہ آپ قادیان آجائیں چنانچہ آپ قادیان دارالامان پہنچے اور حضرت مسیح موعودؑ کے مہمان خانے میں قیام فرما ہوئے۔ اور آپ کے لئے پہلی ضیافت حضرت اماں جان نے کی اور کھانا تیار کر کے مہمان خانے میں بھجوا دیا۔ خدا کی قدرت ہر لقمہ آپ کے لئے برکت کا باعث بنتا گیا۔ اور آپ کو محسوس ہونے لگا کہ آپ کی طبیعت پر اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ دو تین روز بعد آپ حضرت مصلح موعود کے حکم سے لاہور آ گئے۔ یہاں آپ کے اہل وعیال تھے۔ لاہور آ کر ایک رؤیا کی بنا پر آپ نے درس قرآن کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو اس تکلیف سے جلد شفا حاصل ہوگئی۔ 145

جن دنوں شدھی کی تحریک زوروں پر تھی حضرت مصلح موعود نے مسلمانوں کو تحریک فرمائی کہ اپنے تجارتی کاروبار کو وسیع کر کے اور اپنی دوکانیں کھول کر اپنی مفلسی دور کریں۔ اس غرض کے لئے حضور نے ایک تنظیم کے ماتحت مبلغین کو مختلف علاقوں میں بھجوایا۔ اسی سلسلہ میں حضرت مولوی صاحب کو جھنگ شہر میں متعین کیا گیا۔ جھنگ میں ان دنوں میاں شمس دین صاحب شہر کے زیادہ بااثر معزز اور شریف طبع رئیس میونسپل کمشنر تھے۔ حضرت مولانا ان کی رہائش گاہ پر پہنچے اور حضرت مصلح موعود کی سکیم سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ مقاصد تو اچھے ہیں لیکن کسی قادیانی کے لئے یہاں بیٹھنا تو درکنار کھڑا ہونے کی بھی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ میاں صاحب کو گھر سے اطلاع ملی کہ ان کی لڑکی جس کو آٹھواں مہینہ حمل کا ہے بوجہ قے قریب مرگ ہے۔ پیغامبر کی اس اطلاع پر آپ نے باہر نکلتے ہوئے السلام علیکم کہا اور پنجابی میں یہ بھی کہا اچھا تُسیں وسدے بھلے اسیں چلدے بھلے۔ ابھی آپ نے دو ایک قدم ہی باہر اٹھائے تھے کہ میاں صاحب نے کہا آپ ذرا ٹھہر جائیں اور اس مرض کے لئے کوئی نسخہ بتا جائیں۔ آپ نے نسخہ بتایا جس سے مریضہ کی قے پانی پیتے ہی رک گئی اور طبیعت فوراً سنبھل گئی۔ یہ کرشمہ قدرت دیکھ کر انہوں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ میرے ہاں ٹھہریں۔ میں روزانہ شہر میں منادی کرا کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام کروں گا۔ چنانچہ وہ حسب وعدہ روزانہ جلسے کا انتظام کرتے اور خود اپنی صدارت میں ان کی تقریر کرواتے۔ ان کے اثر رسوخ اور وقار کی وجہ سے لوگ جوق در جوق جلسہ میں آتے اور آپ کی تقریر کو سنتے یہاں تک کہ شہری مسلمانوں میں اپنی اقتصادی حالت سنوارنے کے لئے خوب بیداری پیدا ہوگئی۔ ۸۰ کے قریب مسلمانوں کی نئی دوکانیں شہر میں کھل گئیں اور جو دکانیں اور کاروبار پہلے موجود تھا زیادہ بارونق ہو گیا۔

یہ غیر معمولی کامیابی دیکھ کر تمام ہندو تلملا اٹھے اور سرکاری افسران کو تار دئے کہ قادیانی مولوی کو اس کارروائی سے روکا جائے۔ 146

۸ستمبر ۱۹۲۶ء سے ۳۱/اکتوبر ۱۹۲۶ء تک آپ نے ایک وفد کے ساتھ سیالکوٹ اور جموں کا کامیاب تبلیغی وتربیتی دورہ کیا147 اسی سال آپ چھ ماہ تک کراچی میں پیغام حق پہنچانے کا فریضہ انجام دیتے رہے۔اس سلسلہ میں دوعربوں سے آپ کی گفتگو بھی ہوئی۔

۳۲-۱۹۳۱ء میں آپ کا تبلیغی ہیڈ کوارٹر سیالکوٹ تھا اور آپ کے حلقہ تبلیغ میں سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات اور شیخوپورہ کے اضلاع شامل تھے۔148

۱۹۳۲ء میں آپ نے دہلی میں ایک غیر منقوط قصیدہ شائع کیا۔اس قصیدہ کے ساتھ ایک دوسرا قصیدہ اور سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ دہلی کا ٹریکٹ ''دعوت الی الحق'' بھی شائع ہوا۔ یہ ٹریکٹ ۲۸صفحات پر مشتمل تھا جس میں ۱۱صفحات کا حضرت مولوی صاحب کا رقم فرمودہ ایک مضمون تھا اور ۸صفحات میں اس کا اردو میں خلاصہ درج کیا گیا تھا۔اس ٹریکٹ میں سیکرٹری صاحب نے علماء دہلی پر اتمامِ حجت کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔''ہم نے مناسب سمجھا کہ اپنے مخالف علمائے کرام کو احقاق حق کا موقعہ دیں۔جس کے لئے ایک ٹریکٹ میں جو عربی نظم ونثر میں ہدیہ ناظرین ہے علمائے کرام کو مخاطب کیا گیا ہے۔کہ اگر حقیقی معنوں میں وہی اسلام کے علمبردار ہیں تو بفحوائے آیت کریم لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعة: ۸۰) ہمارے علماء حضرت علامہ مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کے پہلو بہ پہلو بیٹھ کر زبان عربی میں تفسیر نویسی میں مقابلہ کریں۔اور شرط یہ ہوگی کہ صرف قرآن کریم غیر مترجم اور کاغذ سفید دستہ اور قلم دوات پاس رکھ کر تفسیر لکھی جائے اور اس کے سوا کوئی کتاب پاس رکھنے کی اجازت نہ ہو۔تاکہ دنیا دیکھ لے کہ قرآن کریم کے حقائق ومعارف کس پر کھلتے ہیں اور کس کو اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت حاصل ہے اور ہم محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآن کریم کے کسی رکوع کے انتخاب کا حق بھی ان مخالف علماء کو دیتے ہیں۔اب سنجیدہ لوگوں اور ان حضرات سے جو خشیۃ اللہ رکھتے ہیں اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مخالف علماء کو اس چیلنج کے قبول کرنے پر آمادہ کریں۔اور اگر وہ اب بھی آمادہ نہ ہوں تو گواہ رہیں کہ آج ہم دہلی پر اتمامِ حجّت کر چکے''۔علمائے دہلی اس چیلنج پر دم بخود رہ گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔149

۱۹۳۳ء میں آپ مرکزی ہدایت کے تحت بغرض تبلیغ لکھنؤ تشریف لے گئے جہاں تبلیغی جلسوں

میں تقاریر کے علاوہ آپ نے باقاعدہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا جس میں احمدی اور غیر احمدی بڑے ذوق وشوق سے شامل ہوتے تھے۔ دوران قیام آپ کی مشہور عیسائی مشنری عورت مسز روت سے کامیاب گفتگو ہوئی۔ یہ مشہور پادری مسٹر ایم این ہوز کی بیٹی تھیں۔ دوران گفتگو اس نے اپنی اعانت کے لئے کئی عیسائی مشنری بلائے ہوئے تھے۔ حاضرین کی کل تعداد تیس پینتیس کے قریب تھی۔

حضرت مولانا راجیکی صاحب نے ایسے موثر انداز میں تبادلہ خیالات فرمایا کہ مسز روت آبدیدہ ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ آج یہ پہلا دن ہے کہ میرے دل میں حضرت محمدؐ صاحب کے تقدس اور پاکیزگی کے متعلق ایک گہرا اثر پیدا ہوا ہے اور میں آئندہ آنحضرتؐ کے متعلق کوئی کلمہ تحقیر یا استخفاف کا استعمال نہ کروں گی۔

مسز روت نے مناظرانہ رنگ میں کوئی اعتراض پیش نہ کیا اور نہ اسلام پر کوئی نکتہ چینی کی۔ ایک گھنٹہ تک یہ مجلس قائم رہی اور وہ مختلف مسائل کے بارے میں محبت و عقیدت سے استفسار کرتی رہیں۔ آپ کے قادیان واپس آنے کے بعد بھی روت صاحبہ ایک عرصہ تک خط و کتابت کرتی رہیں۔ یہ روحانی تبدیلی ایک غیر معمولی بات تھی کیونکہ یہ خاتون قبل ازیں اسلام اور آنحضرتؐ کی معاند تھیں اور لکھنؤ میں علمائے اسلام کو متواتر چیلنج دے رہی تھیں لیکن کوئی غیر احمدی عالم اس کا چیلنج قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا تھا۔[150]

۷/اپریل ۱۹۳۴ء کو حضرت مصلح موعود نے مسجد الفضل لائل پور (فیصل آباد) کا افتتاح فرمایا۔ اس موقعہ پر ایک تبلیغی جلسہ بھی منعقد ہوا۔ جس میں اَور مقررین کے علاوہ حضرت مولانا کی تقریر حدیث نزولِ مسیح پر ہوئی۔ جس پر حاضرین نے بہت مسرت کا اظہار فرمایا اور غیر احمدی معززین پر بھی اس کا بہت اچھا اثر ہوا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

''میں نے جو کچھ بیان کیا تھا یہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے معارف کی خوشہ چینی اور آپ کے فیضان علم میں سے ایک قطرہ تھا۔ **فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک**''۔[151]

۱۹۳۵ء میں آپ مرکزی ہدایت کے ماتحت گیارہ ماہ تک حیدرآباد دکن میں مقیم رہے۔ آپ کا قیام سلسلہ کے ایک مخلص بزرگ نواب اکبر یار جنگ صاحب بہادر جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن کے ہاں تھا۔ ایک دن انہوں نے ریاست کے وزراء، امراء اور رؤساء کی پُرتکلف ضیافت کی۔ مندوبین میں مہاراجہ سر کرشن پرشاد، وزیراعظم حیدرآباد اور شاہی طبیب جناب مقصود علی صاحب بھی شامل تھے۔ اس

تقریب پر آپ کی شاہی طبیب اور وزیراعظم سے بعض قرآنی آیات کے متعلق گفتگو ہوئی جو نہایت درجہ ایمان افروز تھی۔[152]

کوئٹہ (بلوچستان) کے مشہور زلزلہ (۳۱ مئی ۱۹۳۵ء) کے بعد آپ کو تبلیغی اغراض کے ماتحت کوئٹہ بھجوایا گیا۔ جہاں آپ کچھ عرصے تک اسلام کی منادی میں سرگرم عمل رہے۔[153]

اہلحدیث عالم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے ساتھ آپ کے بارہا مناظرے ہوئے جس میں ان کو لاجواب ہونا پڑا۔ ستمبر ۱۹۳۸ء میں جبکہ حضرت مولانا صاحب سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ موصوف نے محلّہ اراضی یعقوب کے ایک جلسہ میں آپ کو مقابلہ کا چیلنج دیا اور کہا کہ مرزا صاحب اور مرزائی قرآن کی عبارت صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ ان کے اس ادعا کے باطل ثابت کرنے کے لئے آپ نے ''نعم الرقیم فی جواب دعوۃ ابراہیم'' کے عنوان سے ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں بیاسی اشعار کا قصیدہ بھی شامل کیا اور لکھا کہ:۔

''یہ عربی قصیدہ ان کے اس قول اور دعوت مناظرہ کا جواب ہے۔ اگر میرے اس قصیدہ کے جواب میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا قلم ٹوٹ جائے، ان کی دوات پھوٹ جائے اور ان کا کاغذ پھٹ جائے یعنی ہر طرح سے عربی قصیدہ کا جواب لکھنے سے عاجز ثابت ہوں تو ہم اور تو کچھ نہیں کہتے صرف اتنا بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ وہ آئندہ احمدی افراد کے متعلق اور نیز ہمارے سید و مولیٰ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غلط بیانی کرنے اور لاف زنی سے پرہیز کیا کریں کہ انسانی شرافت اور وقار اسی میں ہے''۔ یہ ٹریکٹ سیکرٹری احمدیہ ینگ فوک ایسوسی ایشن نے شائع کیا جو بعد میں اخبار ''فاروق'' (قادیان) میں بھی چھپ گیا۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب پر اس قصیدہ کا ایسا رعب چھایا کہ وہ اس کے جواب میں ایک شعر نہ لکھ سکے اور پبلک میں سلسلہ احمدیہ کی حقانیت اور علمی قوت کا خوب چرچا ہوا۔[154]

۱۹۴۱ء میں آپ مع مولوی محمد الدین صاحب مبلغ البانیہ تبلیغ کی غرض سے علاقہ کشمیر میں تشریف لے گئے۔ اور بہت سے تبلیغی جلسوں میں شمولیت اور تربیتی اور اصلاحی امور کی سرانجام دہی کا موقعہ ملا۔[155]

اس دور کا ایک خاص واقعہ یہ ہے کہ کشمیری پنڈتوں نے سرینگر میں سری کرشن جی مہاراج کے متعلق ایک جلسہ کیا۔ اور دوسرے مذاہب کے علماء کو بھی تقریر کی دعوت دی۔ مسلمانوں کی طرف سے

صرف آپ کی تقریر تھی جو سب سے پہلے رکھی گئی۔ جب آپ اپنی نشست گاہ سے اٹھ کر سٹیج کی طرف بڑھے تو آپ کے سادہ لباس کو دیکھ کر منتظمین اور حاضرین جلسہ بہت مشوّش ہوئے۔لیکن جب آپ نے کرشن جی کی سوانح حیات کے ظاہری مگر قابلِ اعتراض حصہ کی حقیقت علم ومعرفت کے رنگ میں نمایاں کر کے ان کی پیغامبرانہ شان اور عظمت نمایاں کی تو حاضرین نے جوشِ محبت وعقیدت میں بار بار چیئرز دیئے اور مسرت کا اظہار کیا۔اور وہ لوگ جو آپ کو سادہ وضع اور لباس دیکھ کر سخت متفکر تھے آپ کی کامیاب تقریر سے ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔[156]

۱۹۴۲ء میں حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر ایک اہم کام کی سرانجام دہی کے لئے آپ مہاشہ محمد عمر صاحب، مولانا محمد سلیم صاحب اور گیانی عباداللہ صاحب کیرنگ (اڑیسہ) کے ساتھ تشریف لے گئے۔آپ امیرِ وفد تھے۔اس سفر میں اڑیسہ کے احمدیوں کو آپ سے بے حد عقیدت ہوگئی۔ بیسیوں خدام ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔[157]

صدرانجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۹۴۳-۱۹۴۲ء صفحہ ۱۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مئی ۱۹۴۲ تا اگست ۱۹۴۲ء میں یوپی، بنگال، بہار اور اڑیسہ کے مندرجہ ذیل مقامات کا خصوصی دورہ کیا۔کلکتہ،کھڑک پور،ٹاٹانگر، بھاگلپور،سونگھڑ،رائے پور، بھدرک،کٹک،خوردہ،پوری،کیرنگ۔

۱۹۴۳ء میں آپ تپ محرقہ سے سخت بیمار ہوئے یہاں تک کہ ایک دن آپ کی وفات کی افواہ بھی قادیان میں پھیل گئی۔حضرت میر محمد اسحاق صاحب سیدنا حضرت مصلح موعود کے حضور ڈلہوزی پہنچے اور آپ کے لئے درخواست دعا کی۔حضور نے فرمایا ہم سب مولوی صاحب کی صحت کے لئے دعائیں کررہے ہیں۔چنانچہ آپ روبصحت ہونے لگے۔حضور ڈلہوزی سے قادیان تشریف لائے تو ایک قیمتی چوغہ صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کے ہاتھ آپ کو بھجوایا۔جس کو آپ نے زیبِ تن کیا اور اس کی برکت سے اپنی صحت میں نمایاں ترقی محسوس کی۔ بیماری کے بعد حضرت مصلح موعود نے ۱۰ ستمبر کو حسب ذیل خط آپ کے نام ارسال فرمایا۔

''مکرمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۷ ماہ تبوک ۱۳۲۲ ہش ملا۔اس عمر میں اس بیماری سے شفا واقعی فضلِ الٰہی کا ایک نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس نئی زندگی کو پہلی سے بھی زیادہ مبارک کرے۔

والسلام خاکسار

مرزا محمود احمد''۔ [158]

۱۹۴۴ء میں حضرت مصلح موعود نے ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعود کی چلّہ کشی کے کمرہ میں جن خوش نصیب ۱۳۴ احباب کے ساتھ اجتماعی دعا کرائی ان میں آپ بھی شامل تھے۔[159]

۱۹۴۵ء میں جناب نواب عادل خان صاحب رئیس شہر کی درخواست پر حضرت مصلح موعود نے آپ کو سہارنپور بھجوایا۔ یہاں آپ کے علماء سے کئی معرکے ہوئے۔ ایک عالم جناب ہلالی صاحب نے آپ کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ آپ نے بذریعہ اشتہار عربی اور اردو دونوں طرح کے تحریری اور تقریری مناظرہ کرنے کا اعلان عام کر دیا مگر ہلالی صاحب نے چپ سادھ لی اور مردِ میدان بن کر مقابل پر آنے کی جرأت نہ کر سکے۔[160]

مارچ ۱۹۴۶ء میں آپ دارالتبلیغ پشاور میں متعین کئے گئے۔ ۱۹۴۹ء میں آپ ملازمت سے سبکدوش ہو گئے بایں ہمہ آپ نے تبلیغ وتربیت، درسِ قرآن اور تبلیغی وعلمی خطوط ومضامین کا سلسلہ زور شور سے جاری رکھا۔ قیام پشاور کے دوران آپ نے ۱۲،۱۳ جولائی ۱۹۴۶ء کی درمیانی شب کو رؤیا دیکھا۔ جس پر آپ نے ''المقالات القدسیہ فی الافاضات الاحمدیہ'' کے عنوان سے اپنی زندگی کے ایمان افروز واقعات اور تجربات ومشاہدات ۹ ضخیم جلدوں میں مرتب فرمائے۔ جو آپ کی پوری زندگی کے گویا نچوڑ تھے۔[161] یہ غیر مطبوعہ علمی خزانہ خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہے۔ اور کتاب حیات قدسی کے پانچ مطبوعہ حصے ان کا نہایت مختصر خلاصہ ہیں۔

فروری ۱۹۵۷ء۔ سیدنا حضرت مصلح موعود نے آپ کو باوجود پیرانہ سالی اور ضعف کے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا ممبر نامزد فرمایا۔[162]

خلاصہ یہ کہ مولانا صاحب کی پوری زندگی علمی ودینی خدمات سے لبریز تھی۔ آپ کی مساعی سے ہزاروں لوگ احمدی ہوئے۔[163]

آپ کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ خلافت ثانیہ کے بہت سے علماء کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ جن دنوں آپ لاہور میں قیام رکھتے تھے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے آپ سے فوز الکبیر، حجۃ اللہ البالغہ اور تفسیر بیضاوی پڑھی۔ آپ کی قبولیت دعا اور قبل از وقت آسمانی بشارات پر مشتمل واقعات سے آپ کی خودنویس سوانح بھری پڑی ہے۔[164]

حضرت چوہدری محمد حسین صاحب (والد ماجد ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نوبل انعام یافتہ) تحریر فرماتے ہیں:۔

’’۲۹۔۱۹۲۸ء میں ایک دفعہ جھنگ میں دورہ پر تشریف لے گئے اورغریب خانہ پر قیام فرمایا۔ عزیز عبدالسلام سلمہ اس وقت ننھا بچہ تھا بھاگ دوڑ لیتا تھا لیکن بولتا نہ تھا اس کی والدہ نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ یہ بچہ بولتا نہیں تو آپ نے نہایت محبت سے اسے بلایا لیکن وہ نہ بولا پھر کوشش کی لیکن ناکامی رہی۔آخر آپ نے دعا کی اور فرمایا ’’ایسا بولے گا کہ دنیا سنے گی‘‘۔۱۹۶۲ء میں ریڈیو پر ’’ایٹم برائے امن‘‘ پر پروفیسر عبدالسلام لندن نے برجستہ تقریر کی جو دنیا بھر میں سنی گئی اور سائنس دانوں نے اسے سراہا۔‘‘ 165

بعض متبرک خطوط

حضرت مولانا راجیکی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متبرک خطوط میں سے کئی ایک غیر معمولی حوادث کی نذر ہو گئے۔ جو میرے پاس محفوظ ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کرتا ہوں:۔

(۱)

خط حضرت خلیفۃ المسیح الاول جو حضرت نے مجھے احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر ارسال فرمایا۔

’’السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ وناصر ہو۔ میں آپ پر بالکل خوش ہوں۔ والسلام

نورالدین۔۴ستمبر۱۹۱۲ء

پتہ: بخدمت شریف مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

احمدیہ بلڈنگس۔ڈاک خانہ نولکھا۔لاہور

نوٹ: یہ خط حضور نے مجھے اس وقت تحریر فرمایا جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرے خلاف حضرت کے حضور شکایت لے کر گئے کہ میں اپنے خطبات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درجہ کے اظہار میں غلو کرتا ہوں۔ حضرت خلیفہ اول نے ان کو یہ جواب دیا کہ ’جو درجہ حضرت صاحب کا مولوی راجیکی سمجھتے ہیں میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں اور میرے خط کے جواب میں یہ (مندرجہ بالا) مکتوب بطور خوشنودی کے رقم فرمایا۔

(۲)

خط حضرت خلیفۃ المسیح الاول جو حضور نے مجھے لاہور احاطہ میاں چراغ دین صاحب کے پتہ پر ارسال فرمایا۔ میں اس وقت بیمار تھا۔ اور حضور کی خدمت میں قادیان جانے کی اجازت کے واسطے عرض کیا تھا:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اختیار ہے چاہیں تو بے شک تشریف لائیں۔ یہاں آپ کا گھر ہے اور ہم آپ کے دوست ہیں۔

والسلام

نورالدین ۲۶ مئی ۱۹۱۲ء

پتہ: بخدمت شریف مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔

احاطہ میاں چراغ دین صاحب۔ شہر لاہور

(۳)

مندرجہ ذیل خط سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے نام ستمبر ۱۹۱۳ء میں پیر کوٹ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے پتہ پر جہاں میرے سسرال ہیں موصول ہوا۔ اس وقت میں بیمار تھا۔ (اس بیماری کا ذکر دوسرے مقام پر آچکا ہے)

''مکرمی مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا کارڈ ملا۔ میں آپ کے لئے بہت دعا کرتا ہوں۔ اور ایک عرصہ سے برابر کر رہا ہوں۔ قریباً بلا ناغہ۔ اور اللہ تعالیٰ سے بہت کچھ امید رکھتا ہوں۔ لاہوری فتنہ بیدار ہو رہا ہے اور آگے سے بہت زیادہ سختی سے۔ گویا کوشش کی جاتی ہے کہ اس کام کو ملیا میٹ کر دیا جائے جو حضرت صاحب نے شروع کیا تھا۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم کرے اور فضل کرے۔ اب کے جماعت کا کثیر حصہ ان کے ساتھ ہے۔ میری نسبت طرح طرح کی افواہیں مشہور کی جاتی ہیں۔ کہتے ہیں سلسلہ کا سب سے بڑا دشمن ہے کم سے کم اِنِّیْ مَعَکَ وَ مَعَ اَھْلِکَ کا الہام ہی یاد رکھتے۔ پیغامِ صلح نے الفضل پر اعتراض بھی شروع کر دیئے ہیں۔ خلیفۃ المسیح کے حکم سے ان

سے جواب بھی مانگا ہے۔ مداہنت اور ملمع سازی کو کام میں لایا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ رحم کرے۔ میں ایک کمزور انسان ہوں۔ اس قدر فساد کا روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ خدا کا ہی فضل ہو تو فتنہ دور ہو۔ یہ وقت ہے کہ جماعت کے مخلص دعاؤں سے کام لیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے طالب ہوں۔ شاید الفضل کا اس طرح اچانک نکلنا ہی ان حکمتوں پر مبنی تھا۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب کو بھی میری طرف سے السلام علیکم اور جزاکم اللہ پہنچادیں (میاں عبدالرحمٰن صاحب سے مراد میرے برادر نسبتی ہیں)۔

والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد''

(۴)

عریضہ از طرف خاکسار و جواب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت اقدس صلوات اللہ علیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت مطلوب۔ خاکسار ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیار پور سے فارغ ہو کر مکرمنا حضرت ناظر صاحب کے حکم سے آج رات یعنی ۳؍اپریل کی شام کو واپس دارالامان پہنچا۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضور میرے گھر میں تشریف لائے ہیں۔ اور میں نے چار روپے نذرِ محبت اور نذرِ عقیدت سے پیش کئے ہیں۔ آج تنخواہ ملی تھی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ روپے پیش کرنا تو خواب کا وہ حصہ ہے۔ جو میرے اختیار میں ہے، وہ تو پورا کرلوں باقی حصہ اللہ تعالیٰ کے تصرّف اور قبضہ میں یا حضور کے ارادہ اور منشاء عنایت اور توجہ اور شفقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور میرے اختیار سے باہر ہے۔ سو یہ حقیر رقم مبلغ چار روپے حضور کی خدمت میں ارسال ہے۔ ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

(خاکسار غلام رسول راجیکی) ۴/۴/۳۳

حضور کا جواب جو آپ نے اسی عریضہ کے اوپر قلمِ مبارک سے تحریر فرمایا:۔

''مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جزاکم اللّٰہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ اس کے روحانی پہلو کو بھی پورا کرے۔ اور چاروں اطراف عالم میں آپ کے ذریعہ سے احمدیت کا اعلیٰ اور مصفّٰے بیج بویا جائے۔ والسلام

خاکسار مرزا محمود احمد''

(۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل ارشاد مجھے جھنگ مگھیانہ میں معرفت بابو محمد اسماعیل صاحب سٹیشن ماسٹر موصول ہوا۔

از دفتر ڈاک قادیان

''مکرمی مولوی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۲۷/ ۷/ ۸۔آپ کا خط حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں پہنچا۔حضور نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا کہ ''ہم آپ کے کام سے خوش ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کی زبان میں تاثیر اور کام میں برکت دے''۔

(یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری)''

(۶)

خاکسار نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میری وفات ہوئی ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔ میں نے اس بارہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت بابرکت میں عریضہ لکھا۔جس کے جواب میں حضور کا مندرجہ ذیل ارشاد موصول ہوا:۔

ڈلہوزی ۳۲/ ۹/ ۵ مکرمی حضرت مولوی صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی چٹھی مورخہ ۳۲/ ۸/ ۲۲ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ملاحظہ میں آئی۔حضور نے دعا فرمائی۔''اللہ تعالیٰ خوابوں کو مبارک کرے۔روپیہ مل گیا ہے۔جزاکم اللہ۔وفات تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون پہلے پا جائے۔لیکن آپ میری زندگی میں فوت ہوں تو انشاء اللہ ضرور خود جنازہ پڑھوں گا کہ آپ صحابی، سلسلہ کے مبلغ اور مخلص خادم سلسلہ ہیں''۔والسلام

خاکسار قمر الدین

برائے پرائیویٹ سیکرٹری[166]

حضرت مولانا صاحب کی علم و معرفت میں ڈھلی ہوئی تقریریں نہ صرف جماعت میں بلکہ دوسرے مذہبی حلقوں میں بھی بہت پسند کی جاتی تھیں۔آپ کی ہر تقریر تصوّف میں ڈوبی ہوتی تھی اور جادو کا سا اثر رکھتی تھی۔حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

''میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالیٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی۔مگر بعد میں جیسے یکدم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جاتا ہے۔اسی طرح خدا تعالیٰ نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کر دی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت ہی دلچسپ،دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس کو دور کرنے والی ہوتی ہے۔گزشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی جو رات کے گیارہ ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کر کے انہیں اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی''۔167

جناب سردار دھرمانت سنگھ صاحب پرنسپل سکھ مشنری کالج امرتسر نے بیان کیا کہ:

''میں قادیان میں جلسہ سالانہ میں شریک ہوا۔جب حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے اور میرے ساتھیوں نے آپ کی نہایت سادہ وضع قطع اور لباس کو دیکھ کر سٹیج سے باہر جانا چاہا۔لیکن جب ہم اٹھ کر باہر جا رہے تھے تو آپ کی تقریر کے ابتدائی فقرات ہمارے کانوں میں پڑے جو اس قدر پُر تاثیر اور جاذب توجہ تھے کہ ہم رک گئے۔اور آپ کی تقریر سننے کے لئے بیٹھ گئے۔اور آپ نے جو حقائق و معارف اپنی تقریر میں بیان فرمائے اس سے ہمیں بہت ہی لطف آیا۔چنانچہ تقریر کے بعد ہم آپ کے گھر پر بھی آپ سے عارفانہ نکات سنتے رہے۔اور ہمیں محسوس ہوا کہ آپ کے نہایت سادہ لباس کے اندر معرفت الٰہی اور نور و برکت کا مجسمہ پنہاں ہے پھر تو جب بھی ہم قادیان آتے تو حقائق و معارف سننے کے لئے اکثر آپ کے پاس حاضر ہوتے''۔168

جلسہ سالانہ پر تقاریر

آپ کو جلسہ سالانہ کے مقدس سٹیج سے لمبا عرصہ خطاب کرنے کی توفیق ملی۔آپ کی ہر تقریر اپنے اندر خصوصی اہمیت رکھتی تھی اور نہایت ضروری اور اہم موضوع پر مشتمل ہوتی تھی جیسا کہ مندرجہ ذیل تفصیل سے عیاں ہے۔

تبلیغ حق (۱۹۱۲ء)، [169] اصحاب الفیل (۱۹۱۵ء)(پنجابی تقریر)، تقریر (۱۹۱۶ء)، [170] غیر مبائعین کے بعض اعتراضوں کے جوابات (۱۹۱۷ء)، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مسلمانوں پر احسانات (۱۹۱۸ء)، پیشگوئی اور اس کی حقیقت (۱۹۱۹ء)، غیر مبائعین کے اختلافات (۱۹۲۰ء)، نبوت پر مولوی محمد علی مونگھیری کے اعتراضات کے جوابات (۱۹۲۱ء)، تقریر (۱۹۲۲ء) [171]، حضرت مسیح موعودؑ کی بعض پیشگوئیاں سیدنا محمود کی نسبت (۱۹۲۴ء)، صداقت مسیح موعودؑ (۱۹۲۶ء)، صداقت مسیح موعودؑ (۱۹۲۷ء)، حضرت مسیح موعودؑ اور غیر مبائعین (۱۹۲۸ء)، ختم نبوت (۱۹۲۹ء)، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس نئے رنگ میں پیش کیا (۱۹۳۰ء)، توحید کے متعلق اسلامی نقطہ نظر بمقابلہ دیگر مذاہب (۱۹۳۱ء)، فلسفہ احکامِ شریعت (۱۹۳۲ء)، مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں اختلافات کا ظہور اور اس کے انسداد کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی مساعی جمیلہ (۱۹۳۳ء) حضرت مسیح موعودؑ کا علم کلام (۱۹۳۴ء)، صداقت حضرت مسیح موعودؑ (۱۹۳۵ء)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں جو حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے پوری ہوئیں (۱۹۳۶ء)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم (۱۹۳۷ء)، فلسفہ مسائل حج (۱۹۳۸ء)، حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے (۱۹۳۹ء)، اجرائے نبوت کے فوائد اور انقطاعِ نبوت کے نقصانات (۱۹۴۰ء)، آیت خاتم النبیین کی تشریح (۱۹۴۱ء)، فلسفہ قربانی (ذبیحہ) (۱۹۴۲ء)، فلسفہ احکام نماز (۱۹۴۴ء)، تعلق باللہ (۱۹۵۶ء)۔ [172]

مطبوعات

(پنجابی): جام وحدت ۔ (سی حرفی)۔ تصدیق المسیح ۔ جھوک مہدی والی (اگست ۱۹۰۳ء) (اس مقبول عام نظم کے بیسیوں ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سنائی گئی جبکہ حضور مقدمہ کے دوران گورداسپور میں قیام پذیر تھے۔ حضرت خلیفہ اول اور حضرت مصلح موعود نے بھی اسے بہت پسند فرمایا۔ [173] گلدستہ احمدی ۔ سہاگ نامہ احمدی ۔ کامن احمدی، یہ نظم حضرت مولوی صاحب نے سفر جہلم (جنوری ۱۹۰۳ء) کے دوران لکھی اور اس کے بعد قادیان حاضر ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سنائی۔ اسوقت مجلس میں حضرت مولانا نور الدین صاحب اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب جیسے اکابر سلسلہ بھی موجود تھے۔ حضرت منشی محمد افضل

صاحب ایڈیٹر بدر نے اسے پہلی بار رسالہ کی صورت میں شائع کیا۔[174] گلدستہ رسالت ۔ ڈھولا احمدی۔ قادیانی لعل۔ نصیحت نامہ بطرز سہاگ ۔ ایہہ پاک زمانہ آیا۔ تحفۃ المشتاقین۔

(اردو): رسالہ ''ابّ یا ربّ'' (سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے اسے بہت پسند فرمایا اور اظہار خوشنودی کے طور پر انعام سے بھی نوازا اور اس کے بہت سے نسخے مشہور اور نامی گرامی عیسائیوں اور پادریوں کو بھجوائے ۔[175] اظہار حقیقت (مطبوعہ امرتسر)۔ مباحثہ احمدیان و غیر احمدیان امرتسر۔ توحید باری تعالیٰ۔ کشف الحقائق بجواب حقائق القرآن ۔ تاویل المتشابہات۔ نبوت مسیح موعود۔ مباحثہ لاہور (۲۶ تا ۲۸ جون ۱۹۲۱ء)۔ **التنقید و الخبر الصحیح عن قبر المسیح** (اپریل ۱۹۲۲ء)۔ رقیمۃ المواسات۔ احمدیت کی فاتحانہ عظمت وجلالت ۔ حیات قدسی حصہ اول جنوری ۱۹۵۱ء، دوم ستمبر ۱۹۵۱ء، سوم جنوری ۱۹۵۴ء، چہارم ستمبر ۱۹۵۵ء، پنجم مئی ۱۹۵۷ء۔ چشمہ توحید (افاضات حضرت مولانا راجیکی صاحب) ۱۹۷۳ء۔ فیضان نبوت (افاضات حضرت مولانا راجیکی صاحب) ۱۹۷۸ء۔

(عربی): بے نقط قصیدہ (۱۹۰۵ء)۔ کلمۃ الفضل (مترجم اردو)

غیر مطبوعہ: (اردو)۔ المقالات القدسیہ فی الافاضات الاحمدیہ (۹ مجلدات)

کتاب ''تذکرہ شعرائے پنجاب'' میں حضرت راجیکی صاحب کا ذکر

جناب خواجہ عبدالرشید صاحب نے اپنی کتاب ''تذکرہ شعرائے پنجاب'' میں ۲۸۸ نمبر پر حضرت مولانا صاحب کی نسبت درج ذیل نوٹ سپرد قلم کیا ہے۔

(۲۸۸) مولانا غلام رسول گجراتی

مولانا غلام رسول پسر میان کرم دین دردھی بنام راجیکی از نواحئ شہر گجرات در سال ۱۸۷۷ میلادی متولد گردید و فارسی از میان محمد دین کشمیری آموخت و سکندر نامہ و آثار نثری ابوالفضل را ھم در خدمت استاد خود یاد گرفت۔ سپس بحضور مولانا امام دین رسیدہ مثنوی مولانا روم را یاد گرفت۔ تصانیف متعددی دارد کہ عبارتند از:

حیات قدسی، اظھار حقیقت، توحید باری تعالی، تنقید الحقایق وغیرہ اشعار خوبی را بزبان فارسی میسرود و دارای ذوقی بسیار لطیف و

عـالـی بـود۔ دیـوانش هنوز بچاپ نرسیده است اما اشعاری چند در زیر نقل میگردد که در مدح یکی از دوستان عزیز خود سروده است:

میر صاحب محمد اسماعیل آنـکـه مـی بـود همچو ابن خلیل
وصف او در بیان نمی گنجد گـر بیـانـش کـنیم بـالتفصیل
فطرتش فطرت همه ابرار ذات او متـصف بـوصف جـمیل
قدسیان را شده دلش منزل عــارفــان را بـرسم او تبتیل
منزل قدس بود منزل او بـر زبـانـش حـقـایق از تنزیل [176]

اولاد: اقبال احمد صاحب راجیکی (وفات ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء)[177]
صفیہ بیگم صاحبہ (وفات ۱۴ نومبر ۱۹۸۲ء)[178]
مصلح الدین احمد صاحب راجیکی (وفات ۲۶ فروری ۱۹۵۹ء)
زینب قدسیہ صاحبہ (وفات ۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء)[179]
مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی اے ناظر امور عامہ قادیان (وفات ۱۷ نومبر ۱۹۶۳ء)
مولوی مبشر احمد صاحب راجیکی (وفات ۳ فروری ۱۹۸۷ء)
عزیز احمد صاحب راجیکی (وفات ۳؍ اپریل ۱۹۸۰ء)

حضرت الحاج شیخ منظور علی صاحب لدھیانوی

ولادت: ۱۸۸۷ء۔ بیعت: ۱۸۹۸ء وفات: ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء۔

آپ نے ۱۸۹۸ء میں لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دستی بیعت کی توفیق پائی۔ بہت مخلص فدائی اور دعا گو بزرگ تھے۔ ۲۸ دسمبر کو آپ کی نمازِ جنازہ مکرم مولانا جلال الدین شمس صاحب نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب نے دعا کروائی۔

اولاد: (صاحبزادگان) ڈاکٹر عبداللطیف صاحب عدن۔ عزیز احمد شیخ صاحب کراچی۔ ڈاکٹر شمیم احمد شیخ صاحب لندن۔ ڈاکٹر اختر احمد ربوہ۔ مشتاق احمد شیخ صاحب ربوہ۔

اس کے علاوہ تین بیٹیاں ہیں۔[180]

۱۹۶۳ء میں وفات پانے والے مخلصین جماعت

۱۹۶۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد صحابہؑ کرام کے علاوہ بہت سے مخلصین جماعت بھی وفات پا گئے۔ جن میں سلسلہ اور خلافت سے فدائیانہ تعلق رکھنے والی خواتین بھی تھیں جیسا کہ ذیل کی تفصیلات سے معلوم ہوگا۔

مسٹر مبارک احمد فرائی

سوئٹزرلینڈ کے سب سے پہلے احمدی تھے۔ باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے تھے تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ حضرت مصلح موعود جب دوبارہ یورپ تشریف لے گئے تو آپ کو متعدد بار حضور کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ 181

حضرت سیّدہ عائشہ بیگم صاحبہ (والدہ ماجدہ حضرت سیدہ ام وسیم صاحبہ)

ولادت ۱۸۷۱ء وفات: ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء 182

آپ حضرت سیٹھ ابوبکر یوسف صاحب آف جدّہ کی اہلیہ تھیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خوش دامن تھیں اور مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب کی نانی صاحبہ تھیں۔ اسی طرح مکرم شیخ بشیر احمد صاحب سابق جج لاہور ہائیکورٹ آپ کے داماد تھے اور مکرم کمال یوسف صاحب سابق مجاہد سکینڈے نیویا ممالک آپ کے پوتے ہیں۔

محترمہ محمد الٰہی بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی

مرحومہ اس وقت احمدی ہوئیں جبکہ ان کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کو اپنے والد کی نہایت درجہ سختی کا شکار ہونا پڑا۔ جو احمدیت کے اشد مخالف تھے۔ قرآن کریم کا بہت سا حصہ یاد تھا ادب زبان محاورات اور ضرب الامثال میں ان کی واقفیت حیرت انگیز تھی۔ ۲۹ جنوری ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ 183

پیر زمان شاہ صاحب مانسہرہ

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔ ’’پیر زمان شاہ صاحب مخلص احمدی تھے......

سکول کے زمانے میں میرے شاگرد بھی رہے تھے اور سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا کے بڑے بھائی تھے۔‘‘ 184

حضرت مصلح موعود ۱۹۵۶ء میں جب ایبٹ آباد تشریف لے گئے تو آپ کے مکان میں فروکش ہوئے۔ ضلع مانسہرہ کے امیر تھے۔ ۵؍اپریل ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ 185

نواب سید عبدالمومن صاحب رضوی حیدر آبادی

آپ کے والد بزرگوار حضرت نواب مولوی سید محمد صاحب رضوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۳۱۳ صحابہ کبار میں شامل تھے جن کی نظام حیدر آباد (دکن) کی پھوپھی زاد بہن سے شادی ہوئی تھی۔ مرحوم اشاعتِ احمدیت میں خاص شغف رکھتے تھے۔ ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ 186

محترمہ عنایت بیگم صاحبہ بنت مرزا احمد بیگ اہلیہ مرزا ارشد بیگ قادیان

مرحومہ محترمہ محمدی بیگم صاحبہ (اہلیہ مرزا سلطان محمد صاحب) کی چھوٹی بہن تھی۔ ۳۰ مئی ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔ ان کا جنازہ حکیم عبداللطیف صاحب شاہد گوالمنڈی لاہور نے پڑھایا اور میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ 187

میاں نسیم حسین صاحب ابن سر فضل حسین صاحب

آپ ایک نہایت درجہ مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ مختلف ممالک میں سفیرِ پاکستان کے طور پر اپنے ملک کی نہایت قابلِ قدر خدمات بجالاتے رہے۔ سفارتی مصروفیات کے باوجود آپ کا دینی شغف اور اخلاص وقربانی کا جذبہ قابلِ رشک تھا آپ نے حج کا شرف بھی حاصل کیا اور حرمین شریفین کی دو مرتبہ زیارت کی۔ ۴ جون ۱۹۶۳ء کو بیروت میں وفات پائی۔ 188

الاستاذ احمد حلمی

مصر کے ابتدائی احمدیوں سے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں قادیان کی زیارت کی اور مرکز احمدیت کی برکات سے مالا مال ہو کر اپنے وطن لوٹے۔ جولائی ۱۹۶۳ء میں وفات پائی۔ 189

محترمہ عمدہ بیگم صاحبہ

وفات: آغاز جولائی ۱۹۶۳ء

محترمہ عمدہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نوے سال کی عمر میں لاہور میں وفات پا گئیں۔

آپ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ کی والدہ محترمہ تھیں۔آپ اپنے بیٹے مکرم کرنل ڈاکٹر خلیفہ تقی الدین احمد صاحب کے پاس لاہور میں مقیم تھیں۔آپ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کی پہلی بیوی تھیں۔آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے دو بیٹیوں اور دو بیٹوں سے نوازا تھا۔[190]

مرزا عبدالغنی صاحب

مکرم مرزا عبدالغنی صاحب ۱۸۹۰ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ مکرم مرزا فرزند علی صاحب متولی مسجد وزیر خان لاہور کے صاحبزادے تھے۔آپ کالونیکل سروس میں بھرتی ہوئے۔ ہندوستان میں ابتدائی ٹریننگ کے بعد نیروبی (کینیا) میں فارینسک ڈیپارٹمنٹ میں آپ کا تقرر ہوا۔آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔کئی زبانوں میں مثلاً فارسی،عربی،اردو اور انگریزی میں مہارت رکھتے تھے۔دوران ملازمت برٹش سول سروس میں کئی اہم عہدوں پر فائز رہے۔کرکٹ کے اچھے کھلاڑی تھے۔اکثر مواقع پر نیروبی الیون کی نمائندگی کی۔۱۹۳۱ء میں حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے آپ کے خاندان والوں نے آپ سے قطع تعلق کر لیا اور جائیداد سے بھی محروم کر دیا۔۱۹۳۳ء میں آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ قادیان آ گئے اور محلّہ دارالبرکات میں ایک عالی شان مکان تعمیر کرایا۔(۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس مکان کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔[191]

آپ محاسب خزانہ صدر انجمن احمدیہ رہے۔۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہدایت پر انجمن کا خزانہ قادیان سے ربوہ لیکر آئے۔اور لاہور آ کر جماعت کے اکاؤنٹ میں یہ خزانہ جو تقریباً تین لاکھ روپے تھا جمع کرا دیا۔

۱۹۵۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اجازت سے نیروبی کینیا چلے گئے۔جہاں آپ کے دو بیٹے رہتے تھے۔وہیں جولائی ۱۹۶۳ء میں آپ کی وفات ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بیٹے اور تین

بیٹیاں عطا کیں۔آپ کی اہلیہ حفیظ بیگم صاحبہ ۱۹۸۳ء میں فوت ہوئیں۔[192]

مولانا محمد شہزادہ خان صاحب افغان

۶ستمبر ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے دست مبارک پر بیعت کی۔قبول احمدیت سے لے کر آخر وقت تک سلسلہ احمدیہ کی دینی و علمی خدمات بجالاتے رہے۔صاحب کشوف ورؤیا تھے۔صوبہ سرحد اور سرگودھا میں مبلغ و مربی رہے۔اور عرصہ تک مدرسہ احمدیہ اور جامعہ نصرت میں پڑھاتے رہے۔نظام سلسلہ کی پابندی اور اطاعت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ۱۱راگست ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔[193]

میاں عبدالرحیم صاحب بنوں

سلسلہ احمدیہ سے پہلے خورم گوجر متصل ٹیکسلا میں امام مسجد تھے اور سلسلہ کے کٹر مخالف تھے۔لیکن قبول احمدیت کے بعد اتنے مخلص ثابت ہوئے کہ امامت خیر باد کہہ دی اور اپنی آبائی اراضی جو سو کنال سے بھی زیادہ تھی کسی کے ہاں رہن رکھ کر قادیان میں سکونت اختیار کر لی۔ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد آپ بھی پاکستان آ گئے اور راولپنڈی میں مقیم ہو گئے۔مربی سلسلہ مولوی اسداللہ کشمیری صاحب مرحوم آپ کے داماد تھے۔۱۷راگست ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔[194]

مولوی عطاء الرحمٰن صاحب طالب

حضرت ماسٹر مولا بخش صاحب کے فرزند اور مبلغ امریکہ مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم کے برادر اکبر تھے۔پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل میں اول پوزیشن حاصل کی۔ابتدا میں کچھ عرصہ تبلیغی میدان میں کام کیا پھر تعلیمی خدمات کے لئے پوری عمر وقف کر دی اور مدرسہ احمدیہ، جامعہ احمدیہ اور جامعہ نصرت میں پروفیسر رہے۔نہایت مخلص، درویش طبع اور فرض شناس وجود تھے۔۲۴راگست ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔[195]

السید عبدالرحمٰن قزق بن الحاج محمد قزق

نہایت مخلص اور پُر جوش داعی الی اللہ تھے خدمتِ دین کے لئے آپ نے پوری عمر مالی جہاد کیا۔جماعتی اجتماعات آپ کی رہائش گاہ میں ہوا کرتے تھے۔حیفا سے شام ہجرت کر کے آ گئے تھے مگر اپنے

خرچ پر بڑے ذوق وشوق سے بغرض تبلیغ فلسطینی بستیوں میں تشریف لے جاتے۔۱۲ستمبر۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔196

مولوی غلام نبی صاحب

آپ بہاولپور میں وقف جدید کے آنریری مبلغ تھے۔ ۱۶ستمبر۱۹۶۳ء کو بغرض تبلیغ سائیکل پر سمہ سٹہ جارہے تھے کہ بس کے حادثہ میں شہید ہوگئے۔197

رائے خان محمد بھٹی صاحب

آپ ایک مخلص اور سرگرم احمدی تھے۔آپ پیر مولوی منور دین صاحب آف چک منگلا کی جماعت میں ایک ایسے شخص تھے جنہیں بہت پہلے بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔احمدی ہونے کے بعد تبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اوراس عہد کو بخوبی ادا کرتے رہے۔آپ کی تبلیغ سے گردونواح میں کئی جماعتیں قائم ہوگئیں۔آپ کو جماعت احمدیہ کوٹ سلطان ضلع جھنگ کی بطور صدر جماعت خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

مورخہ۵/۱کتوبر۱۹۶۳ءکو بوقتِ شام قاتلانہ حملے میں جاں بحق ہوگئے۔

اولاد: رائے عبدالحفیظ خاں صاحب198

خواجہ محمد شفیع صاحب پلیڈر چکوال

۱۹۳۰ء میں خواجہ ظہور الدین صاحب بٹ وکیل گوجر خان کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔آپ ان دنوں اجنالہ ضلع امرتسر کے گورنمنٹ ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔خدارسیدہ اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ایک جرم کی سزا زیادہ تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا اس کی سزا بہت تھوڑی ہوگی چنانچہ مجسٹریٹ صاحب نے اتنی ہی سزا دی جتنی آپ کو قبل از وقت بتائی گئی تھی۔خواجہ صاحب فوراً عدالت میں ہی سجدہ میں پڑ گئے اور مجسٹریٹ کے دریافت کرنے پر بتایا خدا تعالیٰ کی بات پوری ہوئی۔اس لئے سجدۂ شکر کیا۔ سبحان اللہ کیسے کیسے خداوالے احمدیت نے پیدا کئے۔۱۷/۱کتوبر۱۹۶۳ءکو وفات پائی۔199

مولوی برکات احمد صاحب راجیکی

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے صاحبزادہ تھے۔۱۹۴۴ء میں خدمت دین کے لئے

اپنی زندگی وقف کی۔۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۷ء (تقسیم برصغیر تک) بطور نائب ناظر امور عامہ خدمات سرانجام دیں۔اس کے بعد آپ کو درویشان قادیان کے مقدس زمرہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔۱۹۵۲ء میں ہفت روزہ بدر کے دوبارہ اجراء پر پہلے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔سلسلہ کے سچے انتھک اور جانثار خادم تھے۔علاوہ ازیں ناظر امور عامہ وخارجہ کے اہم منصب پر کمال خوبی اور حسن عمل سے سرفراز رہے۔قادیان کے غیر مسلم معززین ان کے بلند اخلاق،ملنساری،معاملہ فہمی اور مہمان نوازی کے خصوصی اوصاف کے باعث ان سے بہت مانوس تھے۔درویشان قادیان کے لئے بھی آپ کا وجود بڑے سہارے کا موجب تھا۔۷ انومبر ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔

جناب ملک راج صاحب سابق صدر منڈل کانگریس قادیان نے ان کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔''مولوی صاحب کی وفات صدر انجمن احمدیہ کے لئے یقیناً بہت بڑا حادثہ ہے لیکن ان کے سینکڑوں ہندوسکھ دوستوں کے لئے ان کی وفات کمر توڑ صدمہ سے کم نہیں۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت کا بہت بڑا رفیق اٹھ گیا۔اور شہر کے ہندوسکھ عوام کا عظیم دوست چلا گیا''[200]۔آپ کی اولاد میں مکرم امتیاز احمد راجیکی صاحب مقیم امریکہ ہیں۔

مولوی برکت علی صاحب لائق

آپ گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ میں ٹیچر تھے۔تقسیم ہند سے قبل شہر لدھیانہ میں آپ کا بہت اثر ورسوخ تھا۔تقسیم کے بعد جڑانوالہ میں آگئے۔جہاں آپ امیر جماعت کے طور پر خدمت سلسلہ بجالاتے رہے۔آپ خوش بیان مقرر تھے۔شعر وشاعری سے بھی خاص شغف تھا۔چہرہ نورانی تھا۔ اپنوں اور بیگانوں میں یکساں طور پر مقبول تھے۔۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کو وفات پائی۔[201]

لیفٹیننٹ ڈاکٹر عبدالکریم صاحب آف چک ۹۶ صریح ضلع لائل پور

میاں مولا بخش صاحب آف گجروال ضلع لدھیانہ کے صاحبزادے تھے۔۱۸۸۹ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ڈاکٹر عبدالکریم صاحب کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لدھیانہ میں دیکھا تھا۔گو آپ کی عمر اس وقت چھوٹی تھی اور کسی قسم کی دینی تعلیم آپ نے حاصل نہ کی تھی لیکن حضور کا چہرہ دیکھ کر ہی آپ کے اندر تبدیلی ہونی شروع ہوگئی تھی اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دل سے ہی مرید ہو گئے۔گو آپ نے بیعت ۱۹۱۳ء میں دوران ملازمت افریقہ میں کی (بمطابق

ریکارڈ نظارت بہشتی مقبرہ ربوہ) تقسیم ملک کے بعد ضلع لائل پور (فیصل آباد) میں آباد ہوئے۔ ۲۷دسمبر ۱۹۶۳ءکووفات پائی۔[202]

کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع کیمل پور

آپ اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔طبیعت میں اپنے خاندان کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ احترامِ قانون، سخاوت، سچائی، جرأت، وفاداری وحیاداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ پیغامِ حق پہنچانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ بات ہمیشہ ٹھوس اور مدلّل کرتے تھے۔ رعب و جلال اور ایسی وجاہت تھی کہ کسی کو ان کی موجودگی میں غلط بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انکسار کا یہ عالم تھا کہ جلسہ سالانہ میں باوجود بیماری کے زمین پر بیٹھتے تھے اور امیر ضلع ہونے کے باوجود سٹیج کے ٹکٹ واپس کر دیتے۔ ۲۸دسمبر ۱۹۶۳ءکووفات پائی۔ (آپ کی وصیت نہ تھی لیکن حضرت مصلح موعود کی خاص الخاص اجازت سے بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن کیا گیا)۔[203]

آپ کے بارے میں مزید آپ کے صاحبزادے محترم سلطان رشید خان صاحب امیر ضلع اٹک (سابق کیمل پور) رقمطراز ہیں:۔

’’آپ کا سن پیدائش ۱۹۰۰ء ہے۔ضلع اٹک کے ایک بااثر خاندان کے فرد تھے۔ چنانچہ آپ کے ایک پھوپھی زاد بھائی سردار سر محمد نواز خانصاحب آف کوٹ فتح خان پاکستان کے فرانس میں پہلے سفیر اور نوابزادہ لیاقت علی خان مرحوم کی کابینہ میں وزیر دفاع رہے۔ دوسری پھوپھی کے بیٹے ملک امیر محمد خان نواب آف کالا باغ مغربی پاکستان کے گورنر رہے۔ ایک کرسچیئن مشنری کالج میں پڑھنے کے دوران عیسائیوں کے زیر تبلیغ تھے کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد جلد ۱۹۲۴ء میں بیعت کر لی۔فوج میں ملازمت کی اور کرنل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کو حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔خلافت سے وابستگی میں ایک والہانہ رنگ تھا۔سیدنا حضرت مصلح موعود بعض اوقات انتہائی اہم کام آپ کے سپرد فرماتے۔ چنانچہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے اس کا ذکر خیر اِن کے بیٹے کے خطبہ نکاح کے دوران کیا۔ضلع اٹک میں پہلی دفعہ ۱۹۵۰ء میں ضلعی نظام جاری ہوا تو آپ یہاں کے پہلے امیر ضلع منتخب ہوئے۔اور وفات تک جو ۲۸دسمبر ۱۹۶۳ءکو جلسہ سالانہ ربوہ کے موقع پر ہوئی امیر ضلع اٹک رہے‘‘۔[204]

آپ کے ایک پوتے محترم محمد سلطان خان صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

مکرم ملک سلطان رشید خان صاحب نے ایک اور خط میں لکھا ہے کہ جب حکومت نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب'' ضبط کر لی تو ابا جان کو اس بات کا بہت دکھ ہوا۔ آپ نے امیر محمد خان صاحب گورنر پنجاب کو ردّعمل میں ناراضگی کا خط لکھا تھا اور ان سے ملنے کی کوشش کی۔ لیکن گورنر صاحب نے آپ سے ملنے سے احتراز کیا اور اپنی جگہ اپنے عزیز ملک نواب دین کو ملاقات کی ہدایت کی۔ محترم ملک صاحب نے اس ملاقات میں اپنے جذبات کا زبانی اور تحریری رنگ میں بھی اظہار کیا۔[205]

حوالہ جات

(صفحہ ۲۱۹ تا ۳۲۳)

1 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۸۷
2 الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶ کالم ۳
3 رجسٹر روایات جلد ۷ صفحہ ۱۹۳
4 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
5 قلمی نوٹ حضرت قاضی صاحب صفحہ ۴
6 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۸۷۔۹۱
7 بدر ۲۴ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱۔۲، زیر عنوان ’’مبارک نماز‘‘
8 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۹۳
9 قلمی نوٹ صفحہ ۴
10 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۹۴
11 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۲۰-۱۹۱۹ء صفحہ ۹۷
12 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱۹۲۰ء۔۱۹۱۹ء صفحہ ۸۷
13 اخبار الحکم ۲۱ر اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۵
14 تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۹۷
15 یہ ایڈریس ’’روئیداد جلسہ خلافت جوبلی‘‘ کے صفحہ ۲۶ پر شائع شدہ ہے۔ ناشر بک ڈپو تالیف واشاعت قادیان
16 ’’روئیداد جلسہ خلافت جوبلی‘‘ صفحہ ۱۱۔ مرتبہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد سیکرٹری خلافت جوبلی
17 آپ کی ایک قلمی نوٹ بک میں لکھا ہے ’’یکم جنوری ۱۹۱۵ء لغایت ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۹ء سرحد میں امیر جماعت پشاور اور امیر الامراء اضلاع سرحد اور پشاور ڈویژن کا ڈویژنل امیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مقرر فرمایا۔ صفحہ ۴
18 اخبار الحکم ۳ جولائی ۱۹۰۳ء
19 تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ ۱۰۴ تا ۱۱۲
20 تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶، از حضرت قاضی محمد یوسف صاحب ۱۹۵۹ء
21 رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۰۲
22 تاریخ احمدیہ سرحد۔ صفحہ ۱۱۴۔۱۱۵

23 بحوالہ رسالہ النبوۃ فی الوحی والالہام صفحہ ۸۴
24 تاریخ احمدیہ سرحد۔صفحہ ۱۱۳،۱۱۴
25 تاریخ احمدیہ سرحد۔صفحہ ۱۱۵ فارسی
26 رجسٹر روایات غیر مطبوعہ جلد نمبر ۷ صفحہ ۲۰۲
27 روایات غیر مطبوعہ جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۹۹
28 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
29 روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
30 روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۶
31 روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
32 تاریخ احمدیہ سرحد۔صفحہ ۱۰۰
33 ریکارڈ دفتر وصیت ربوہ
34 رجسٹر بیعت اولیٰ
35 الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
36 ’’آئینہ کمالات اسلام‘‘ ضمیمہ صفحہ ۱۳ نمبر ۲۳۰
37 الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
38 الفضل ۱۵ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۔مضمون مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی اے قادیان۔’’لاہور۔تاریخ احمدیت‘‘ صفحہ ۱۳۸ مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ
39 روزنامہ الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
40 ’’لاہور۔تاریخ احمدیت‘‘ صفحہ ۱۳۸
41 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ
42 الفضل ربوہ ۲۳ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۔مضمون عزیز احمد صاحب لندن
43 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۹۰
44 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ ایضاً الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۸ کالم ۱۔نوٹ از مولوی محمد اسماعیل صاحب اسلم واقف زندگی ربوہ
45 سوانح حیات حضرت مولوی فضل الدین صاحب مولفہ سیٹھ علی محمد اے الہٰ دین صاحب ایم اے ایڈنبرا الہ دین بلڈنگ سکندرآباد مطبوعہ تاج پریس چھتہ بازار حیدرآباد۔فروری ۱۹۵۰ء
46 رجسٹر روایات جلد ۶ صفحہ ۱۹۶۔۱۹۷
47 الفضل ۱۷ فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

48 الفضل ۲ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

49 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

50 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

51 ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۱

52 تلخیص مضمون مولانا حکیم محمد الدین صاحب مبلغ انچارج میسور اسٹیٹ انڈیا مطبوعہ الفضل ۲ تا ۶ جولائی ۱۹۶۳ء بعنوان ’’والد محترم مولوی محمد عزیز الدین صاحب مرحوم کا ذکر خیر‘‘

53 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

54 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

55 خودنوشت روایات رجسٹر روایات جلد ۶ صفحہ ۵۹ غیر مطبوعہ۔ فہرست صحابہؓ قادیان منقولہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم طبع اول ضمیمہ صفحہ ۳۷ نمبر ۳۵

56 ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۴۲ کالم ۳

57 رجسٹر روایات جلد ۶ صفحہ ۶۲

58 الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۵ مضمون خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب، الفضل ۲ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۴ مضمون نور احمد صاحب عابد صدر جماعت احمدیہ احمد نگر

59 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

60 رجسٹر روایات جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۰

61 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

62 فہرست صحابہؓ قادیان مشمولہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم طبع اول ضمیمہ صفحہ ۵۱

63 رجسٹر روایات جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۳۔۳۴۶

64 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

65 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

66 الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

67 الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۵، ’’لاہور تاریخ احمدیت‘‘ صفحہ ۳۹۸۔۴۰۰

68 الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

69 الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

70 الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

71 ’’لاہور تاریخ احمدیت‘‘ صفحہ ۴۰۳

72 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

73 رجسٹر روایات جلد ۳ صفحہ ۶۱۔۶۲
74 الحکم ۲۱/۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۱۔۱۲
75 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
76 یہ کتاب حضرت سید غوث علی شاہ قلندر قادری وفات ۲۵ فروری ۱۸۸۱ء کے ملفوظات پر مشتمل ہے اور مولانا گل حسن شاہ قادری کی تالیف ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں جو خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہے اور ۱۹۱۸ء میں جی اینڈ سنز برقی پریس دہلی سے طبع ہوا۔ یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ لہٰذا اگر شاہ صاحب کی یادداشت میں کوئی سہو نہیں تو اس ایڈیشن میں یقیناً تحریف کی گئی ہے اور حدیث مذکور خارج کر دی گئی ہے۔ تاہم صحیح مسلم کتاب الایمان نزول عیسیٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔
77 الحکم ۲۱/۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۲
78 فہرست مرتبہ مکرم سید منیر احمد صاحب باہری
79 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
80 الفضل ربوہ ۔ ۲۰/ اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
81 الفضل ۲/ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
82 الفضل ۲/ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۔ مضمون حکیم محمد عیسیٰ صاحب چغتائی دہلی دروازہ لاہور
83 الفضل ۱۷/ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
84 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ
85 الفضل ۲۸ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
86 الفضل ۱۷۔۱۸/ اگست ۱۹۶۳ء۔ مضمون ملک مظفر احمد صاحب مرحوم
87 الفرقان جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۲۱
88 الفضل ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
89 الفضل ۱۸/ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
90 فہرست مرتبہ ملک منور احمد صاحب جاوید نائب ناظر ضیافت ربوہ
91 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
92 روایت حضرت سید سردار شاہ صاحب از لاہور۔ تاریخ احمدیت صفحہ ۲۷۸ مولفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ
93 ملاحظہ ہو کتاب ''تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین'' صفحہ ۲۶۴۔۲۶۶ مرتبہ حضرت چوہدری برکت علی صاحب مطبوعہ نصرت پریس ربوہ جون ۱۹۵۹ء
94 الفضل ۶/ اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
95 مضمون سید امین شاہ صاحب معلم اصلاح وارشاد ابن حضرت سید ولایت شاہ صاحب مطبوعہ الفضل ۴۔۵/ اکتوبر ۱۹۶۳ء

96 الفضل یکم اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

97 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔الفضل ۳ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

98 الفضل ۴ مارچ ۱۹۱۶ء

99 البشریٰ صفحہ ۱۱۳ حاشیہ مرتبہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۶۶۵

100 حالات تحریر کردہ قریشی محمد عبداللہ صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ۔الفضل ۷ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

101 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔الفضل ۱۶ر اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

102 الفضل ۲۳۔۲۴ر اگست ۱۹۶۳ء۔مضمون سید ظہور احمد شاہ صاحب ربوہ

103 الفضل ۹ مارچ ۱۹۸۹ء صفحہ ۷

104 یہ تفصیل محترمہ سیدہ فریحہ ظہیر صاحبہ اہلیہ مکرم ظہیر احمد بابر صاحب مربی سلسلہ کی مرسلہ ہے آپ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی پوتی اور مکرم سید ظہور احمد شاہ صاحب کی صاحبزادی ہیں۔

105 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔الفضل ۲۰۔۲۱ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

106 حیات احمد جلد چہارم صفحہ ۴۵۵ مؤلفہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

107 غیر مطبوعہ یادداشت از حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب

108 اصحاب احمد جلد پنجم۔سیرت سرور حصہ اوّل صفحہ ۳۔۶۷۔مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے طبع اوّل اپریل ۱۹۵۸ء

109 ملخص ''حضرت محمد سرور شاہ صاحب'' از برکت ناصر صاحبہ۔صفحہ ۵ تا ۱۵

110 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۸۴ تا ۲۸۷ مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب اشاعت فروری ۱۹۶۶ء۔اخبار الفضل ۶ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

111 الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

112 ازالہ اوہام طبع اوّل صفحہ ۹۱۸-۹۱۹

113 الفضل ۲۸،۳۰ جون ۱۹۶۴ء

114 الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

115 تقویم عمری از حضرت میاں معراج دین صاحب عمر۔معراج منزل نولکھا بازار لاہور ستمبر ۱۹۰۶ء۔

116 حیات قدسی جلد ۱ صفحہ ۱۹۔

117 حیات قدسی جلد ۲ صفحہ ۶

118 الفضل ۷ ادسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔

119 حیات قدسی جلد اول صفحہ ۲۶۸۔جدید ایڈیشن۔نظارت اشاعت ربوہ

120 الحکم ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء صفحہ ۳

121 المقالات القدسیہ فی الافاضات الاحمدیہ۔جلد اقلمی۔غیر مطبوعہ

122 جیسا کہ حضرت مولانا امام الدین صاحب نے ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء کے الحکم میں شائع شدہ بیان میں ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور تصدیق نے جو مولوی غلام رسول راجیکی کو بار بار ہوئی میرے یقین کو اور بھی پختہ کیا۔

123 بشارات رحمانیہ مرتبہ عبدالرحمٰن مبشر صفحہ ۴۸ تا ۵۶

124 حیات قدسی حصہ دوم صفحہ ۹۴-۹۶

125 حیات قدسی جلد چہارم صفحہ ۳۱-۳۲۔ حیات قدسی جلد پنجم صفحہ ۴۶-۴۷

126 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۲۸

127 حیات قدسی حصہ دوم صفحہ ۳۱ تا ۳۳

128 حیات قدسی حصہ دوم ص ۲۲-۲۳

129 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۳۹ تا ۴۱

130 حیات قدسی جلد دوم صفحہ ۸۲

131 حیات قدسی جلد دوم صفحہ ۱۴

132 اخبار الحکم ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء

133 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۷

134 حیاتِ قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۱۳

135 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۵۴-۵۵، ۱۰۴

136 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۳۹ تا ۴۶

137 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۶۰-۶۱

138 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۱۱۱

139 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۴۶-۴۷

140 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۴۶۔۵۵

141 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۴۹ تا ۵۳

142 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۵۵ تا ۵۸

143 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶

144 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۱۹

145 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۶۹ تا ۹۸

146 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۲۱-۲۴

147 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ صفحہ ۴۹-۵۰

148 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۳۲-۱۹۳۱ صفحہ ۱۲ مطبوعہ قادیان

149 اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۲۵-۲۶

150 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۵۹-۶۲

151 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۱۲۸

152 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۱۷تا۲۳

153 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۲۱

154 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۶۶-۷۰

155 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۸۲-۱۸۳

156 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۴۱تا۴۴

157 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۱۶۹-۱۷۰

158 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۲۷-۲۸

159 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۵۳

160 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۰۱تا۱۰۳

161 حیات قدسی جلد سوم صفحہ ۵-۶

162 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۱۳۲

163 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۴۸

164 حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۵

165 الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

166 تلخیص از کتاب بشارات رحمانیہ صفحہ ۱۲۸-۱۳۴۔از مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبشر مولوی فاضل۔مطبوعہ قادیان دسمبر ۱۹۳۹ء

167 الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۴۰ء صفحہ ۵

168 اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۳۱-۳۲

169 بدر ۹ جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۶

170 الفضل ۳۰ دسمبر ۱۹۱۶ء

171 الفضل یکم جنوری ۱۹۲۳ء

172 اخبار الفضل جنوری ۱۹۱۶ء تا شروع ۱۹۵۷ء

173 حیات قدسی حصہ دوم صفحہ ۹۳

174 حیات قدسی حصہ پنجم صفحہ ۴۷-۴۸

175 حیات قدسی جلد چہارم صفحہ ۹۹

176 ’’تذکرہ شعرائے پنجاب‘‘ صفحہ ۲۸۸ ناشر اقبال اکادمی کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ء

177 ریکارڈ دفتر وصیت

178 ریکارڈ دفتر وصیت

179 ریکارڈ دفتر وصیت

180 الفضل ۳ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

181 الفضل ۹ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

182 الفضل ۲۶، ۲۷ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

183 الفضل یکم فروری ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

184 الفضل ۹ / اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۱

185 الفضل ۱۶ / اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

186 الفضل ۱۴ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

187 الفضل ۱۶ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

188 الفضل ۹ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۱ تا ۸

189 الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

190 الفضل ۷ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

191 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۱

192 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

193 الفضل ۲۵ / اگست ۱۹۶۳ء، ۱۷، ۲۱ مئی ۱۹۶۴ء

194 الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

195 الفضل ۲۷-۲۹ / اگست ۱۹۶۳ء ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۳ء ۔ ۸ مئی ۱۹۶۴ء

196 رسالہ البشریٰ ربوہ جلد ۶ نمبر ۲، ۳ صفحہ ۳۴ تا ۳۸

197 الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

198 الفضل ۶ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۶

199 الفضل ۱۴ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵

200 اخبار بدر قادیان ۲۱ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱، ۵ ۔ الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱، ۸

201 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

202 الفضل ربوہ ۵ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

203 الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

204 خط بنام انچارج شعبہ تاریخ احمدیت محررہ ۲۰ دسمبر ۲۰۱۰ء از کوٹ فتح خان، ضلع اٹک

205 خط بنام انچارج شعبہ تاریخ احمدیت محررہ مورخہ ۲۳ جون ۲۰۱۱ء

۱۹۶۳ء کے متفرق اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب

ولادت

(۱) امۃ الحمید حمیرا صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (ولادت ۵ جنوری ۱۹۶۳ء)[1]

(۲) پیر محی الدین طاہر صاحب ابن مکرم پیر معین الدین صاحب (ولادت ۱۹ را پریل ۱۹۶۳ء)[2]

(۳) سید انیس احمد صاحب ابن محترم سید سید احمد ناصر صاحب (ولادت ۹ جون ۱۹۶۳ء)[3]

شادی

صاحبزادہ مرزا اظہر احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود کی شادی ۲ مارچ ۱۹۶۳ء کو قیصرہ بیگم صاحبہ بنت میاں سعید علی خان صاحب سے ہوئی[4] اور یکم دسمبر ۱۹۶۳ء کو صاحبزادہ مرزا مجیب احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی شادی صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ بنت (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ عمل میں آئی۔[5]

احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اور اعزازات

اس سال نونہالانِ احمدیت نے اپنی ترقی کی رفتار تیز تر کر دی اور امتحانات، مباحثات، تقریری مقابلہ اور کھیل کے میدانوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کر کے ملک میں اپنی علمی برتری منوالی۔

امتحانات:

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالب علم چوہدری فضل الرحمٰن صاحب ابن چوہدری غلام غوث صاحب سیکرٹری ٹاؤن کمیٹی ربوہ بی ایس سی آنرز اور ریاضی میں، پیر وحید احمد صاحب ابن پیر صلاح الدین صاحب ایم اے کے امتحان جیالوجی میں، ملک عزیز احمد صاحب ابن جناب عبدالکریم صاحب نوشہرہ ککے زئیاں لاہور کے فرسٹ ایئر آرکیٹیکچرل فائنل امتحان میں، طاہر احمد صاحب ملک ابن مکرم ملک حبیب احمد صاحب آف نوشہرہ ککے زئیاں انجینئرنگ کے فرسٹ ایئر کے امتحان میں،

چوہدری محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ ایم اے دینیات میں اور محمد شریف خاں صاحب ابن ڈاکٹر حبیب اللہ خاں صاحب گکھڑ منڈی گوجرانوالہ ایم ایس سی زوالوجی کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اوّل رہے۔[6]

مربی سلسلہ گیانی مرزا واحد حسین صاحب کے صاحبزادے مرزا محی الدین صاحب بی ایس سی باٹنی کے امتحان میں نہ صرف ملک بھر میں اوّل آئے بلکہ ۱۰۲۷ نمبر حاصل کر کے یونیورسٹی کا سابقہ ریکارڈ توڑ دیا۔[7]

عبدالمنان خان صاحب ابن عبدالمالک خان صاحب لاہور نے جاپان کی ٹوکیو یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی سے ایم ایس سی میکینیکل انجینئرنگ کی ڈگری تمام ایشیائی طلباء کے مقابل میں نمایاں امتیاز سے حاصل کی۔[8]

فیروزہ فائزہ صاحبہ بنت جنید ہاشمی صاحب ربوہ نے ثانوی تعلیمی بورڈ کے ایف اے کے آرٹس گروپ کے امتحان میں نصرت انٹرمیڈیٹ کالج ربوہ میں ۵۰۷ نمبر لے کر طالبات میں اول پوزیشن حاصل کی۔[9]

محترمہ رشیدہ احمد الدین صاحبہ اولڈ سٹوڈنٹ نصرت انڈسٹریل سکول ربوہ نے انڈسٹریل ٹریننگ فارومن کے امتحان میں ۷۰۰ میں سے ۵۴۷ نمبر لیکر تمام طالبات میں اول پوزیشن حاصل کی۔[10]

امتحانات میں دوم پوزیشن حاصل کرنے والے احمدی طلباء و طالبات کے نام یہ ہیں:۔

(۱) امۃ الباسط صاحبہ بنت عبدالحمید صاحب راولپنڈی (میٹرک کے امتحان میں راولپنڈی ڈویژن میں)[11]

(۲) کریم اللہ صاحب زیروی ابن صوفی خدا بخش صاحب زیروی ربوہ ایم ایس سی کے فائنل امتحان میں کراچی یونیورسٹی سے۔[12]

(۳) چوہدری ناصر الدین محمود صاحب ربوہ ایم اے دینیات

(۴) بشارت الرحمٰن صاحب ربوہ ایم اے دینیات

(۵) ڈاکٹر محمد جاوید احمد اقبال صاحب ابن مکرم پیر محمد اقبال اسٹیشن ماسٹر[13] بہاولپور ایم بی بی ایس کے امتحان میں کراچی یونیورسٹی سے۔

(۲) نصرت جہاں بیگم صاحبہ بنت صفدر علی خان صاحب ستارہ خدمت سیکرٹری جنرل پاکستان ریڈکراس ایم اے ریاضی کے فائنل امتحان میں کراچی یونیورسٹی سے۔[14]

جامعہ احمدیہ کے ایک طالبعلم مولوی مبارک احمد صاحب جمیل پنجاب یونیورسٹی کے فاضل عربی کے امتحان میں سوم رہے[15]

تقریری مقابلے:

جھنگ صدر میں ضلع جھنگ کے ۲۵ سکولوں کا سالانہ تقریری مقابلہ ہوا۔تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ٹیم ضلع بھر میں اوّل رہی اور صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب ابن (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے دوم پوزیشن حاصل کی۔[16]

مباحثے:

آل پاکستان انٹر کالجیٹ انگریزی مباحثہ (منعقدہ ملتان) میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طالبعلم نور محمد چانڈیہ اوّل اور سید مشہود احمد صاحب دوم قرار پائے۔انہی طلباء نے گورنمنٹ کالج جوہر آباد کے بین الکلیاتی انگریزی مباحثہ میں ٹرافی جیتی۔[17]

کھیلیں:

تعلیم الاسلام کالج نے آل پاکستان زرعی یونیورسٹی باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں نیز بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے فٹ بال اور باسکٹ بال، ہاکی اور والی بال کے مقابلوں میں چمپئن شپ جیتی۔[18] جامعہ نصرت ربوہ کی والی بال ٹیم نے بورڈ کے زونل میچ ملتان میں چمپئن شپ کا اعزاز حاصل کیا۔[19] تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ آل پاکستان باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں اور ڈسٹرکٹ ہائی سکول ٹورنامنٹ جھنگ میں چمپئن قرار پایا اور ہاکی میں ضلع بھر میں اوّل رہا۔[20]

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک نادرونایاب نظم

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی یہ نظم اخبار ''منشور محمدی'' بنگلور ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۹۵ ہجری ۱۹ مئی ۱۸۷۸ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔ جس کا عنوان تھا۔

نیاز نامہ متعلقہ جواب الجواب

عزیزو دوستو بھائیو سنو بات
بھلا تم خود کہو انصاف سے صاف
خدا بخشے تمہیں عالی خیالات
کہ ایشر کی یہی لائق ہیں اوصاف

ہمیں کچھ کیں نہیں تم سے پیارو
کہ کر سکتا نہیں اک جاں کو پیدا
نہ کیں کی بات ہے تم خود بچارو
نہ اک ذرہ ہوا اوس سے ہویدا

اگر کھینچے کوئی کینے کی تلوار
نہ ان بن چل سکے اس کی خدائی
تو اس سے کب ملے بچھڑا ہوا یار
نہ ان بن کر سکے زور آزمائی

غرض پندونصیحت ہے نہ کچھ اور
نظر سے اس کے ہوں محجوب ومکتوم
خدا کے واسطے تم خود کرو غور
نہ ہو تعداد تک بھی اس کو معلوم

کہ گر ایشر نہیں رکھتا یہ طاقت
معاذ اللہ یہ سب باطل گماں ہے
کہ اک جاں بھی کرے پیدا بقدرت
وہ خود ایشر نہیں جو ناتواں ہے

تو پھر اوس پر خدائی کا گمان کیا
اگر بھولے رہے اس سے کوئی جاں
وگر قدرت ہے پھر وہ ناتوان کیا
تو پھر ہو جائے اوس کا ملک ویراں

کہاں کرتی ہے عقل اس کو گوارا
پیارو یہ روا ہرگز نہیں ہے
کہ بن قدرت ہوا یہ جگت سارا
خدا وہ ہے جو رب العالمیں ہے

وگر تم خالق اس کو مانتے ہو
یہ ایسی بات مونہہ سے مت نکالو
تو پھر اب ناتوان کیوں جانتے ہو
خطا کرتے ہو ہوش اپنے سنبھالو

اگر ہر ذرہ اس میں خود عیاں ہو
تو ہر ذرے کا وہ مالک کہاں ہو

جب اس نے ان کی گنتی بھی نہ جانی
کہاں من من کا ہو انتر گیانی

اگر خالق نہیں روحوں کی وہ ذات
تو پھر کاہے کی ہے قادر وہ ہیہات

اگر آگے کو پیدائش ہے سب بند
تو پھر سوچو ذرا ہو کر خردمند

خدا پر عجز و نقصاں کب روا ہے
اگر ہے دین یہی پھر کفر کیا ہے

کہ جس دم پاگئی مکتی ہر اک جان
تو پھر کیا رہ گیا ایشر کا سامان

اگر اس بن بھی ہو سکتے ہیں اشیا
تو پھر اوس ذات کی حاجت رہی کیا

کہاں سے لائے گا وہ دوسری روح
کہ تا قدرت کا ہو پھر باب مفتوح

اگر سب شے نہیں اوس نے بنائی
تو بس پھر ہو چکی اس سے خدائی

غرض جب سب نے اس مکتی کو پایا
تو ایشر کی ہوئی سب ختم مایا

اگر اوس میں بنانے کا نہیں زور
تو پھر اتنا خدائی کا ہے کیوں شور

تناسخ اڑ گیا آئی قیامت
کرو کچھ فکر اب حضرت سلامت

وہ ناکامل خدا ہو گا کہاں سے
کہ عاجز ہو بنانے جسم وجاں ہے

عزیزو کچھ نہیں اس بات میں جاں
اگر کچھ ہے تو دکھلاؤ بمیداں

ذرا سوچو کہ وہ کیسا خدا ہے
کہ جس سے جگت روحوں کا جدا ہے

بہت ہم نے بھی اس میں زور مارا
خیالستان کو جانچا ہے سارا

سدا رہتا ہے ان روحوں کا محتاج
انہیں سب کے سہارے پر کرے راج

مگر ملتی نہیں کوئی بھی برھان
بھلا سچ کس طرح ہو جائے بہتان

جسے حاجت رہے غیروں کی دن رات
بھلا اس کو خدا کہنا ہے کیا بات

نہ ہوگا کوئی ایسا مت زمین پر
کہ یہ باتیں کہیں جاں آفرین پر

دعا کرتے رہو ہر دم پیارو
اگر اس نخل کو طالب لگائے
ہدایت کے لئے حق کو پکارو
تو اک دن ہو رہے برتھانہ جائے ☆

دعا کرنا عجب نعمت ہے پیارے
ہمارا کام تھا وعظ و منادی
دعا سے آ لگے کشتی کنارے
سو ہم سب کر چکے واللہ ہادی

☆ ضائع

الراقم مرزا غلام احمد رئیس قادیان۔ **الثامن من الشهر المبارک المحرم بارکه الله لجميع المومنين ۱۲۹۵** ہجری المقدس علی صاحبہ الصلوۃ والسلام۔[21] (اس اخبار کی ایک کاپی شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے)

قادیان کی میونسپل کمیٹی میں احمدی ممبران

چوہدری بدرالدین صاحب عامل درویش بھٹہ قادیان کا بیان ہے کہ:۔

''۱۹۴۷ء سے قبل جب ۱۹۴۵ء میں قادیان میں میونسپل کمیٹی بنی تو اس وقت واقعی یہی حال تھا کہ قادیان میں احمدیہ جماعت کی غالب اکثریت تھی اور احمدی ممبران جو جماعت نامزد کرتی تھی وہ بلا مقابلہ ہو جاتے تھے۔اور غیر مسلم ممبر بھی کسی وارڈ میں اتنی تعداد میں نہیں تھے کہ مقابلہ کی صورت پیدا ہوتی ان میں سے بھی ان افراد کے مشورے سے جن کے کاغذات داخل کرائے گئے وہ بلا مقابلہ چن لئے گئے۔ایک ممبر ہندو بھائیوں میں سے اور ایک ممبر سکھ بھائیوں میں سے تجویز ہوا تھا۔اور جماعت کی تائید سے چن لیا گیا تھا۔احمدی ممبران میں مکرم ومحترم حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ممبر بنے تھے۔

۱۹۵۵ء میں آزادی کے بعد پہلی بار میونسپل کمیٹی کے انتخابات ہوئے اس وقت ہمارے اپنے ووٹ صرف ساڑھے چار سو تھے۔یاد رہے کہ ہر میونسپل حلقہ بارہ سو سے لے کر ڈیڑھ ہزار ووٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہماری کسی بھی وارڈ میں اکثریت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مزید یہ کہ ہمارے ووٹ تین وارڈوں میں بٹ گئے ہوئے تھے۔سب سے زیادہ جس وارڈ میں تھے اس میں اپنے ووٹوں کی تعداد تین صد کے قریب تھی۔ بہت سخت مقابلہ تھا۔اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت سے اس مقابلہ میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کامیاب ہوئے آپ کے مقابل پر حکیم پریتم سنگھ بھاٹیہ برادر اکبر حکیم سوہن سنگھ تھے۔انہیں شکست ہوئی۔

دوسری مرتبہ انتخابات ۱۹۶۰ء میں ہونا تھے مگر بعض وجوہ کی بنا پر ملتوی ہوکر ۱۹۶۳ء کے شروع میں ہوئے اس وقت بھی تکونہ مقابلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مولوی صاحب ہی کامیاب ہوئے۔ پھر ۱۹۶۹ء ماہ جون میں انتخابات ہوئے تو اس موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو انتخابات لڑنے کی اجازت نہیں ملی اور جماعت کی طرف سے خاکسار کا نام اول نمبر پر اور ممتاز احمد صاحب ہاشمی کا نمبر دو کنڈیڈیٹ کے طور پر داخل کرایا گیا۔ (حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ کی وفات جنوری ۱۹۷۷ء میں ہوئی اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ آپ تاحیات ممبر رہے) میرے مقابلہ پر بھی اور سکھ بھائی کھڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے میں کامیاب ہوا اور پھر مسلسل اگلے دو انتخابات میں کامیاب ہوتا رہا بلکہ ۱۹۷۷ء میں جو انتخابات ہوئے اس میں مکرم سردار ترپت راجندر سنگھ باجوہ میرے مقابل پر کھڑے تھے۔ اس طرح ۱۹۶۹ء سے لے کر فروری ۱۹۹۲ء تک مسلسل ۲۲ سال تک خاکسار ایم سی رہا۔

۱۹۹۲ء میں مکرم چوہدری منصور احمد صاحب چیمہ ایم سی ہوئے۔ اور پانچ سال چند ماہ ایم سی رہے۔ ازاں بعد انتخابات میں مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید ممبر ہوئے جن ایام میں خاکسار ممبر تھا، ریتی چھلہ میں بن رہی دکانات کو گرانے اور میونسپل کمیٹی میں معاملہ پیش کر کے اسے شاملاٹ قرار دے کر میونسپل کمیٹی کی ملکیت بنانے کی کوشش کی گئی اور اس فیصلہ کو باوجود اقلیت رائے کے پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعہ پاس کر کے رجسٹر فیصلہ جات کو ہی ایک شخص چھین کر بھاگ گیا۔ جس پر اکثریتی پارٹی نے خاکسار کو صدر چن کر نئے رجسٹر پر کی گئی کارروائی کی مذمت کی اور ریتی چھلہ کو جماعت کی جائز ملکیت قرار دیا اور اس کی نقول ڈی سی گورداسپور چنڈی گڑھ متعلقہ منسٹری کو بھجوائی گئی۔ آخر فیصلہ جماعت کے حق میں ہوا ملک کی آزادی کے بعد پہلا موقعہ آیا کہ ہمارے وارڈ کا کینڈیڈیٹ بلامقابلہ جیتا۔ اور ایک مزید ممبر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے کامیاب ہوا۔ الحمدللہ علی ذالک‘‘ [22]

قادیان کا ایک وفد جنوبی ہند میں

اس سال ایک مرکزی وفد نے جو حسب ذیل ممبران پر مشتمل تھا یکم مارچ سے ۱۰/اپریل ۱۹۶۳ء تک جنوبی ہند کا تبلیغی و انتظامی دورہ کیا۔ مولانا شریف احمد امینی صاحب، مولوی سمیع اللہ

صاحب، سیٹھ محمد معین الدین صاحب، مولوی مبارک علی صاحب، حکیم محمد الدین صاحب، مولوی محمد عمر صاحب۔ وفد نے حیدر آباد، ظہیر آباد، مرادنگر، کرنول، شادنگر، اوٹ کوٹ، دیودرگ، رائے چور، باڑھ واڑ، اُبلی، شیموگا، بھدراوالی اور مدراس کے جلسوں سے خطاب کیا۔ جلسوں میں غیر از جماعت اور غیر مسلم معززین بھی بکثرت شامل ہوئے۔[23]

حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے والے احمدی احباب

اس سال مندرجہ ذیل خوش نصیب احمدی احباب نے فریضۂ حج (حج کی تاریخیں ۳۔۴۔۵ مئی ۱۹۶۳ء مطابق ۸۔۹۔۱۰ ذوالحج ۱۳۸۲ھ) بجالانے کا شرف حاصل کیا۔

پاکستان: ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب لاہور مع والدہ صاحبہ و بیگم صاحبہ۔ عبدالرؤف خاں صاحب (بھائی ڈاکٹر محمد یعقوب خاں صاحب) اللہ دتہ صاحب عربی رومال مرچنٹ کراچی مع اہلیہ صاحبہ، شیخ حمید اللہ صاحب پسر شیخ محمد عبداللہ صاحب قادیان کلاتھ مرچنٹ لائل پور (فیصل آباد)، مختار احمد صاحب لائل پور (فیصل آباد)، چوہدری بشیر احمد صاحب ریڈیو آفیسر سفینہ حجاج، ملک ولی داد صاحب احمد آباد جنوبی ضلع سرگودھا، عبدالکریم صاحب ڈار، بیوہ جناب شیخ محمد حسین صاحب چنیوٹ

بھارت: چوہدری مبارک علی صاحب درویش قادیان دارالامان (آپ والدہ صاحبہ شیخ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ کی طرف سے حج بدل کے لئے گئے تھے)۔[24]

دبئی: شیخ محمد یعقوب صاحب

کویت: عبدالسلام صاحب اعوان

مشرقی افریقہ: مولوی نورالحق صاحب انور مبلغ مقیم نیروبی

غانا: مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم مبلغ غانا

جماعت احمدیہ آزاد کشمیر کا پہلا سالانہ جلسہ

مکرم قریشی محمد اسد اللہ صاحب فاضل مربی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''مئی ۱۹۶۳ء میں ضروری تیاریوں کے بعد جماعت ہائے احمدیہ آزاد کشمیر کا پہلا سالانہ جلسہ بڑی دھوم دھام سے کوٹلی میں دو دن تک جاری رہا۔ اس سے قبل چونکہ یہاں کوئی عام جلسہ جماعت احمدیہ کا نہیں ہوا تھا اس لئے بعض متعصب مولویوں اور کھڑپینچوں نے اس جلسہ کی بڑی مخالفت

کی اور تھانہ میں جا جا کر کہا کہ ہم جماعت احمدیہ کا جلسہ نہیں ہونے دیں گے۔ حالانکہ جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلمہ فریقین کے موضوع پر مشتہر کیا گیا تھا۔ تھانہ والوں نے مخالفین کو اوّل تو نرمی سے سمجھایا کہ ہر فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہے اس لئے احمدیوں کو سیرت النبیؐ جیسے مذہبی جلسے سے نہیں روکا جا سکتا۔ لوگوں نے تھانہ والوں کی بات نہ مانی بلکہ بڑا جوش دکھلا کر کہا کہ اگر احمدیوں کا جلسہ ہوا تو خون ہو جائیں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا جس کی ذمہ داری پولیس پر ہوگی۔ تھانہ والوں نے یہ سمجھ کر کہ فساد ہوگا اور حفاظتی تدابیر قلیل پولیس ہونے کی وجہ سے مشکل ہیں منتظمین جلسہ کو بلا کر کہا کہ کیا آپ ان حالات میں جلسہ ملتوی نہیں کر سکتے۔ منتظمین جلسہ نے جواب دیا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب ضلع نے ہمیں جلسہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ مسلمہ فریقین عنوان یعنی سیرت النبیؐ پر تقاریر ہوں گی۔ ہماری طرف سے کوئی فساد یا اشتعال انگیزی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نیز جلسہ جماعت احمدیہ کی اپنی زمین پر مسجد احمدیہ کے صحن سے متصل میدان میں ہوگا۔ اور جس طرح سُنیوں اور شیعوں کو مذہبی جلسے کرنے کا حق ہے ہمیں بھی حق ہے اس لئے ہم تو جلسہ ملتوی نہیں کر سکتے اگر آپ اس کے باوجود جلسہ کرنے سے روک دیں گے تو پھر سُنیوں اور شیعوں کے جلسوں کو بھی روکنا ہوگا۔ رہی حفاظت جو پولیس کا فرض ہے اگر آپ نہیں کر سکتے تو ہم خود اپنی حفاظت کریں گے۔

اس دوران مرکز سے محترم قاضی محمد نذیر صاحب حال ناظر اشاعتِ لٹریچر وتصنیف ربوہ، مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد، مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلادِ عربیہ اور خاکسار راقم الحروف بھی اس جلسہ میں شرکت کی غرض سے کوٹلی پہنچے۔ جلسہ کی کامیابی کے لئے دعائیں جاری تھیں۔ جمعہ کی نماز کے بعد جلسہ پروگرام کے مطابق شروع ہونے والا تھا مگر تھانہ والے اور لوگ روک بن کر کھڑے نظر آ رہے تھے۔

جمعہ سے قبل خاکسار نے ایک کشفی نظارہ دیکھا کہ ہم جلسہ گاہ کی طرف جا رہے ہیں کہ ہمارے امیر قافلہ محترم قاضی محمد نذیر صاحب چلتے چلتے سڑک پر سجدہ میں گر گئے ہیں۔ میں نے یہ کشف قاضی صاحب کو سُنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا کے آگے سجدہ میں گر جانا قبولیت دعا اور کامیابی سے تعبیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مخالف حالات میں کامیابی کے سامان کر دیئے۔ تھانہ والوں نے غیر متوقع حالات میں عین نماز جمعہ سے قبل جماعت کو جلسہ کرنے کی منظوری دے دی اور کہا آپ جلسہ کرلیں ہم نے حفاظتی تدابیر مکمل کر لی ہیں۔ یہ خبر سن کر جماعت نے پروگرام کے مطابق ۲۴ مئی ۱۹۶۳ء

کو بعد نماز جمعہ جلسہ عام کی کارروائی شروع کر دی۔ جلسہ گاہ اور سٹیج کو رنگا رنگ جھنڈیوں اور قطعات سے سجایا گیا تھا۔ علماء کرام نے سیرت النبیؐ کے مختلف عنوانات پر دو دن تک مسلسل چار اجلاسوں میں ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقاریر کیں۔ لوگوں کے مختلف سوالات کے جوابات دیئے گئے۔ اتحاد بین المسلمین کی اہمیت بھی واضح کی گئی۔ مستورات کے علاوہ حاضرین کی کافی تعداد تھی۔ درہ شیر خان، میر پور، آرام باڑی، چڑناڑی، دلیاجٹاں وغیرہ دیہات سے بھی لوگ جلسہ سُننے کے لئے آئے تھے۔ غیر احمدیوں نے بھی بڑی دلچسپی سے تقاریر کو سُنا اور پہلی دفعہ احمدی علماء کی پُر مغز، رُوح پرور اور باہمی صلح وامن کی تقاریر اور سوالات کے جوابات سُن کر انہیں بڑا اطمینان ہوا اور جو کچھ انہوں نے مولویوں سے جماعت احمدیہ کے عقائد کے بارے میں سُنا تھا۔ وہ سراسر غلط نکلا۔ اور اُن کی بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو گئیں اور علاقہ میں توقع سے بڑھ کر اثر ہوا۔

دولیاہ جٹاں میں جلسہ

کوٹلی کے عظیم الشان جلسہ کے بعد ۲۷ مئی ۱۹۶۳ء کو دولیاہ جٹاں علاقہ راجدھانی میں زیر صدارت راجہ کفایت علی صاحب (غیر از جماعت) ممبر یونین کونسل جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب اور خاکسار (مراد قریشی اسد اللہ صاحب) نے سیرت النبیؐ اور صداقت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام پر تقاریر کیں۔ ایک غیر از جماعت دوست نے ظہور مہدی کے بارے میں سوالات کئے۔ اُن کے جوابات بھی جلسہ میں دیئے گئے۔ جس سے عام غلط فہمیاں دُور ہوئیں۔ رات کو بعد نماز عشاء تربیتی اجلاس ہوا۔ جو مردوں کے علاوہ احمدی مستورات کے لئے بھی ازدیاد ایمان کا باعث بنا۔ راجدھانی سے دولیاہ جٹاں کو ۵/ ۶ میل پیدل راستہ دشوار گذار پہاڑیوں اور چٹانوں سے ہو کر جاتا ہے۔ ہم نے آنے جانے کا سفر کچھ گھوڑوں پر اور کچھ پیدل طے کیا۔ اس جگہ علاقہ راجوری کے احمدی مہاجر خاندان آ کر آباد ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی مسجد بھی تعمیر کر لی ہے۔'' 25

کراچی میں پرائمری سکول کا اجراء

اس سال جماعت احمدیہ کراچی کے زیر انتظام دو سکول تعلیم الاسلام پرائمری اور تعلیم الاسلام سیکنڈری سکول کے نام سے عزیز آباد میں جاری ہوئے۔ پہلے تعلیمی سال سے ہی ان سکولوں کے نتائج

کا معیار بہت عمدہ تھا۔خصوصاً آٹھویں جماعت کا جس کا امتحان کراچی بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن نے لیااور نتیجہ سو فیصدی رہا۔

پرائمری سکول کو تیسرے سال محکمہ تعلیم نے منظور کرلیا مگر سیکنڈری سکول کو منظور (Recognise) کرانے کی مساعی کامیاب نہ ہوسکی۔اس لئے اُس کو مجبوراً بند کر دینا پڑا۔[26]

احمدیہ حلقہ قادیان کے معاملہ میں مفاہمت

یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو صدرانجمن احمدیہ بھارت کے نمائندہ کی حیثیت سے محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال اور محترم ملک صلاح الدین صاحب دہلی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے ۴ستمبر کو جنرل شاہنواز خاں (مرکزی وزیر) اور سوتری پرشاد (ڈپٹی سیکرٹری محکمہ بحالیات) سے ملاقات کی۔انہوں نے انجمن کی طرف سے پانچ سالوں میں احمدیہ ایریا قادیان کی مقررہ قیمت ۲ لاکھ چوبیس ہزار سات سو روپیہ کی ادائیگی پر رضامندی کا اظہار کیا۔اور یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے طے ہوگیا۔ دہلی سے واپسی پر ۱۰ ستمبر کو محترم عاجز صاحب اور چوہدری سعید احمد صاحب نے جالندھر میں محکمہ بحالیات کے آر ایم او کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کی تکمیل کی اور پہلے سال کی قسط کی رقم مبلغ چوالیس ہزار نو سو چالیس روپے بذریعہ سٹیٹ بنک جالندھر جمع کرادی۔[27]

ربوہ میں ایک مشترکہ تربیتی اجلاس

مجلس انصاراللہ ربوہ، احمد نگر اور چنیوٹ کا ایک مشترکہ اجلاس ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء کو دفتر انصاراللہ مرکزیہ کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس سے مولوی قمر الدین صاحب زعیم اعلیٰ ربوہ، مولانا ابوالعطاء صاحب قائد تربیت اور صاحبِ صدر مولانا جلال الدین صاحب شمس نے بالترتیب مندرجہ ذیل موضوعات پر خطاب فرمایا۔

انصاراللہ کے فرائض، نماز باجماعت کی بنیادی اہمیت، قرآن مجید کا علم حاصل کرنے کی بے اندازافادیت’’۔[28]

جماعت احمدیہ کراچی کا پہلا جلسہ سالانہ

قیام پاکستان کے بعد جماعت احمدیہ کراچی کا پہلا جلسہ سالانہ ۲۳ نومبر ۱۹۶۳ء کو احمدیہ ہال میں منعقد ہوا۔مرکز سے مکرم مولانا جلال الدین شمس صاحب ناظر اصلاح وارشاد، مکرم مولانا ابوالعطاء

جالندھری صاحب، مکرم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید اس جلسہ میں شامل ہوئے۔ چاروں بزرگان سلسلہ نے مختلف موضوعات پر تقاریر کیں۔ جلسہ کی مجموعی حاضری گیارہ سو تھی۔[29]

باب الابواب (ربوہ) میں مسجد کا سنگِ بنیاد

مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے محلّہ باب الابواب ربوہ میں تعمیر ہونے والی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔

آپ نے سب سے پہلے وہ اینٹ بنیاد میں رکھی جس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دعا فرمائی تھی۔ پھر آپ نے اپنی طرف سے ایک اینٹ رکھی۔ ازاں بعد محترم محمد بوٹا خاں صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام، محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، محترم سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ، مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بی۔ اے بی ٹی، مکرم چوہدری علی اکبر صاحب زعیم مجلس انصار اللہ باب الابواب اور مکرم کیپٹن ملک محمد عبداللہ خاں صاحب نے بنیاد میں اینٹیں رکھیں۔ ازاں بعد حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے اجتماعی دعا کرائی۔[30]

وزیراعظم ملایا کی خدمت میں لٹریچر

ملایا کے وزیراعظم جناب تنکو عبدالرحمان صاحب کو کراچی آنے پر مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب امیر جماعت کراچی نے ایک خط بزبان انگریزی طبع کروا کر پیش کیا۔ جس میں وزیراعظم صاحب کو خوش آمدید کہتے ہوئے سلسلہ کا تعارف عمدہ رنگ میں پیش کیا گیا۔[31]

ہائی کمشنر غانا کا استقبال

ایم۔ ایم۔ اے اگیریمن ہائی کمشنر غانا کی کراچی تشریف آوری پر مرکز کی ہدایت پر جماعت احمدیہ کراچی نے خوش آمدید کہا اور ان کے اعزاز میں دعوت عصرانہ دی۔[32]

دیگر متفرق واقعات

۔ مورخہ ۱۱ تا ۱۳ جنوری ۱۹۶۳ کو ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے تحت تیسرا آل پاکستان فضل عمر بیڈمنٹن ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔[33]

۔ مورخہ ۱۷ تا ۱۹ جنوری ۱۹۶۳ کو ربوہ میں تعلیم الاسلام کالج کے تحت پانچویں آل پاکستان

باسکٹ بال ٹورنامنٹ کا انعقاد ہوا۔اختتامی تقریب میں مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے صدر سنٹرل امیچور باسکٹ بال ایسوسی ایشن کی حیثیت سے کامیاب کھلاڑیوں میں انعامات اور سندات تقسیم فرمائیں۔34

۔ جماعت احمدیہ لاہور کے تحت مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو وائی ایم سی اے ہال میں وسیع پیمانے پر ایک جلسہ منعقد ہوا۔جس میں مشرقی اور مغربی افریقہ کے علاوہ ماریشس کے بعض احمدی طلباء اور علماء سلسلہ نے جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی پر تقاریر کیں۔35

۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں تقسیم اسناد کی تقریب مورخہ ۱۰ جون ۱۹۶۳ کو منعقد ہوئی۔تقسیم اسناد کے بعد مہمان خصوصی معروف ادیب محترم مولانا صلاح الدین احمد صاحب نے طلباء سے پُر مغز خطاب فرمایا۔36

۔ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۶۳ کو سوئٹزرلینڈ میں پہلی احمدیہ مسجد ''مسجد محمود'' کا حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے افتتاح فرمایا۔تقریب میں ممبران پارلیمنٹ، زیورک ٹاؤن کے پریذیڈنٹ، میونسپل کونسلرز، ڈاکٹرز، طلباء، یورپ کے نومسلموں اور مسلم اور غیر مسلم افراد نے کثرت سے شرکت کی۔37

۔ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب ابن حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی دختر صاحبزادی طلعت صاحبہ ۲۴، ۲۵ جون کی درمیانی شب لاہور میں انتقال کر گئیں۔مورخہ ۲۵ جون کی شام آپ کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔38

بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی

آئیوری کوسٹ

اس سال قریشی محمد افضل صاحب اور قریشی مقبول احمد صاحب کی تبلیغی کوششوں سے مالی اور آئیوری کوسٹ میں چالیس افراد نے قبولِ احمدیت کیا اور ملک میں تین جماعتیں قائم ہوئیں۔ دونوں مبلغین نے مسلمانوں کی نئی نسل کو اسلامی تعلیم سے آگاہ رکھنے اور غیروں کے بد اثرات سے بچانے کے لئے ہر ممکن مساعی جاری رکھیں۔ اور اس غرض کے لئے مختلف مدارس کے مسلم طلباء سے خصوصی رابطہ قائم رکھا۔39

افریقہ

مشرقی ومغربی افریقہ

جوہانس برگ (جنوبی افریقہ) کے ایک دانشور نے اپنے خط میں جو نیروبی کے انگریزی اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز (یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء) میں شائع ہوا۔ جماعت احمدیہ کو خراج تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا۔

The spread of Islam in East Africa and West Africa is solely due to the unwearying efforts of the Ahmadies no suny Alam can claim this honour.

مشرقی اور مغربی افریقہ میں اشاعت اسلام خالصۃً جماعت احمدیہ کی مسلسل جدوجہد کا نتیجہ ہے اور کوئی سنی عالم اس اعزاز کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔40

جنوبی افریقہ

مقامی احمدیوں میں سے جناب ہاشم صاحب بالخصوص دعوت الی اللہ میں سرگرم رہے۔ چنانچہ انہوں نے عیسائیت کے موضوع پر ایک پادری سے کامیاب تبادلہ خیالات کیا۔ آپ ولنگٹن میں بھی حق و صداقت پھیلانے میں مصروف رہے۔ ایک اور احمدی مسٹر ابراہیم نے سیرت النبیؐ کے ایک جلسے سے

خطاب کیا۔ مقامی رسالوں ''العصر اور''البشریٰ'' کی کاپیاں سینکڑوں کی تعدا میں تقسیم کی گئیں۔ ۹؍افراد داخل سلسلہ ہوئے۔[41]

امریکہ

اس سال مشن کے انچارج صوفی عبدالغفور صاحب تھے جن کے زیرنگرانی سید جواد علی صاحب، چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بنگالی اور میجر عبدالحمید صاحب جیسے انتھک مبلغ سرگرم عمل رہے۔

سید جواد علی صاحب نے واشنگٹن میں شادی کی دو تقاریب میں ساٹھ غیر مسلموں کے علاوہ شام، مصر اور لیبیا کے بعض طلباء تک پیغام احمدیت پہنچایا اور لٹریچر بھی دیا۔ چالیس افراد کو تبلیغی خطوط لکھے۔ واشنگٹن کے مختلف علاقوں میں سینکڑوں اشتہارات تقسیم کئے۔ بذریعہ ٹیلیفون متعدد افراد کو دینی معلومات بہم پہنچائیں۔ ارلنگٹن شہر کے ایک میتھوڈسٹ چرچ میں تقریر کی اور سوالات کے جواب دیئے۔

قاضی محمد برکت اللہ صاحب (ایک مخلص پاکستانی احمدی) کی تبلیغ سے ریاست انڈیانا کی ایک یونیورسٹی کے چالیس طلباء متاثر ہوئے جن کو آپ نے لٹریچر بھجوایا۔ ریاست ورجینیا (Virginia) کے شہر لنگسٹن کے ایک چرچ کا ایک وفد مشن ہاؤس آیا۔ جسے آپ نے دینی معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ دینی لٹریچر بھی پیش کیا۔ اسی ریاست کے ایک اور شہر میں آپ کی دو تقاریر میتھوڈیسٹ چرچ میں ہوئیں۔ آپ کے حلقہ میں ایک بار حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب بھی تشریف لے گئے اور خطاب فرمایا۔

چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بنگالی نے ملک میں چھ ہزار سے زائد اشتہارات تقسیم کئے۔ مختلف چرچوں میں تقاریر کیں اور لٹریچر دیا۔ تین مقامی اخباروں نے آپ کے انٹرویو شائع کئے۔ آپ نے پٹس برگ کے پبلک ہائی سکول سے خطاب کیا۔ نیز یہاں کے بورڈ آف ایجوکیشن کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اور یونیورسٹی کے غیر ملکی طلباء کے نگران تک پیغام حق پہنچایا۔ ڈیٹرائٹ کی مقامی عدالت کے جج سے تبلیغی گفتگو کی۔

میجر عبدالحمید صاحب نے ایک پرجوش تبلیغی گروپ تیار کیا جس نے اسلام اور احمدیت پر مشتمل قطعہ جات اٹھائے ہوئے ڈیٹن کے مختلف حلقوں میں اشتہارات تقسیم کئے۔ اس دلچسپ پروگرام نے غیر مسلموں میں اسلام کی طرف توجہ پیدا کر دی۔ آپ نے پہلی بار ڈیٹن شہر کو تبلیغی نقطہ نگاہ سے کئی حلقوں

میں تقسیم کیا۔اور ممبران جماعت کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ اپنے حلقے میں تبلیغی مہم جاری کریں۔ڈیٹن کے ایک مقامی چرچ میں ایک پادری صاحب کی تقریر کے بعد آپ نے اُن کے سوالوں کے جواب دیئے۔

صوفی عبدالغفور صاحب نے اس سال شکاگو، نیویارک،فلاڈلفیا، پٹس برگ، واشنگٹن اور ینگس ٹاؤن کا تبلیغی دورہ کیا۔آپ کا ایک بیان ریڈیو سے نشر ہوا۔

مشنوں کی سالانہ کانفرنسیں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

جماعت احمدیہ امریکہ کی سالانہ کانفرنس اس سال ۳۰، ۳۱/اگست و یکم ستمبر ۱۹۶۳ء کو کلیولینڈ میں منعقد ہوئی۔جس میں درج ذیل سولہ جماعتوں کے دوسو نمائندے شامل ہوئے۔

واشنگٹن، بالٹی مور، پٹس برگ، فلاڈلفیا، نیویارک، باسٹن، ینگس ٹاؤن، کیونگٹن، ولیمسک، ولیمز پے، ڈیٹرائٹ، شکاگو،ملووکی،انڈیاناپولیس،سینٹ لوئیس،ڈیٹن۔

جلسہ کا افتتاح صوفی عبدالغفور صاحب نے فرمایا۔مقررین میں امریکہ کے مبلغین کے علاوہ سید عبدالرحمٰن صاحب، ابوالکلام صاحب پٹس برگ، سردار حمید احمد صاحب کینیڈا،خلیل محمود صاحب باسٹن، احمد حیات صاحب پٹس برگ، احمد ریاض صاحب پٹس برگ پریذیڈنٹ خدام الاحمدیہ امریکہ،منیر احمد صاحب سینٹ لوئیس،محمد صادق صاحب نیویارک، احمد شہید صاحب پٹس برگ اور بشیر افضل صاحب نیویارک شامل تھے۔اس موقعہ پر خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے اجلاسات بھی ہوئے۔42

انگلستان

مشن کی تاریخ میں اس سال کے دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اوّل جناب بشیر احمد خان صاحب رفیق نائب امام مسجد فضل لندن کی تجویز پر برائٹن میں ایک ذیلی مشن کا قیام عمل میں آیا۔ جہاں ایک بڑا کمرہ مستقل طور پر کرائے پر مل گیا۔ ۷ ستمبر ۱۹۶۳ء کو برائٹن میں پہلا اجلاس منعقد ہوا۔جس میں ایک پادری صاحب، ایک ہندو دوست نیز ورلڈ کانگرس آف فیتھ کی ایک سرگرم ممبر اور وائی ایم سی اے کی یوتھ ایسوسی ایشن کے سیکرٹری صاحب نے بھی شرکت کی۔اس موقعہ پر جناب بشیر احمد خاں صاحب رفیق نے اسلام پر تقریر کی اور سوالوں کے جواب دیئے۔ اختتام پر لٹریچر تقسیم کیا گیا۔43

دوم۔انگلستان کے احمدی احباب کی اکثریت چونکہ پاکستانی دوستوں پر مشتمل ہے اس لئے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اُردو میں ایک پندرہ روزہ اخبار احمدیہ جاری کیا جائے۔اس تجویز کے محرک دراصل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب تھے اور آپ کے ارشاد کی تعمیل میں جناب بشیر احمد صاحب رفیق نے یہ اُردو اخبار سائیکلو سٹائل پر چھاپنا شروع کیا۔[44] یہ رسالہ (مراد اخبار احمدیہ) اب تک جاری ہے اور اس کی افادیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

مشن کی طرف سے یوم مصلح موعود اور یوم مسیح موعود کی تقریب پر مسجد فضل لندن میں جلسے ہوئے۔ علاوہ ازیں ساؤتھ ہال میں ہر ماہ اجتماعات منعقد ہوتے رہے۔مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق اور عبدالعزیز دین صاحب روٹری کلب اور دوسری سوسائیٹیوں کے زیر اہتمام پیغام حق پہنچانے میں سرگرم عمل رہے۔ چوہدری رحمت خاں صاحب امام مسجد فضل لندن ویکفیلڈ جیل میں بغرض تبلیغ تشریف لے گئے اور جیل کے ڈپٹی گورنر اور میجر جنرل کو لٹریچر دیا۔[45]

برما

اس سال جماعت احمدیہ برما نے رسالہ ''جمعیت العلماء برما اور ہم'' اور ''فتویٰ مصریہ'' کا برمی ترجمہ شائع کیا۔ دونوں رسائل بہت مقبول ہوئے۔ ماہِ جولائی میں ایک جماعتی وفد نے برما میں مقیم سفیر ہند سے ملاقات کی اور دینی لٹریچر پیش کیا جسے انہوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ جماعت احمدیہ برما کا جلسہ سالانہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہوا جس میں احمدیوں کے علاوہ دیگر مسلمان، بدھسٹ، ہندو اور عیسائی بکثرتِ شامل ہوئے۔ خواجہ بشیر احمد صاحب امیر جماعت، محمود موسکو صاحب، ورسا اسماعیل صاحب اور عبدالقادر صاحب نے تقاریر کیں۔ اس موقعہ پر مہمانوں کی خدمت میں لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔ احمدی خواتین کا الگ اجلاس ہوا۔[46]

بورنیو (شمالی)

مشن کے نئے مبلغ بشارت احمد نسیم امروہی کے اعزاز میں جماعت نے جسلٹن ہوٹل میں ایک استقبالیہ دیا جس میں انڈونیشیا کے قونصل اور وائس قونصل بھی مدعو تھے۔ جنہیں قرآن کریم انگریزی تحفۃً دیا گیا۔ قونصل نے جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے کہا ''انڈونیشیا میں بھی کافی عرصہ سے جماعت احمدیہ کے مبلغین کام کر رہے ہیں۔ اور نہایت اچھے رنگ میں اسلام کی خدمت و تبلیغ کا

مقدس فریضہ ادا کررہے ہیں۔ جناب امروہی صاحب نے لنکوغن، تنوم، چناتن، مکاری، کناروت راما یا منچلگ کا تبلیغی دورہ کیا۔ آپ نے ہز ایکسیلنسی جناب داتو ہارون، سابق صدر شمالی بورنیو، آنریبل داتوائے، ڈونلٹ اسٹیفن، سردار کپور سنگھ چیئرمین لیجسلیٹو کونسل مشرقی پنجاب (کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کوالالمپور میں نمائندہ بھارت) مسٹر ایم جے کمانڈے بونگے منسٹر آف ورک (نمائندہ سیرالیون) جناب ادریس صاحب (نمائندہ زنجبار) کولٹریچر پیش کیا۔

مرزا محمد ادریس صاحب نے توارن میں ایک آسٹریلین پادری سے تبلیغی گفتگو کی۔ مری کے باشندوں اور افریقن ایشیائی جرنلسٹوں کے وفد کو لٹریچر دیا۔47

تنزانیہ (ٹانگانیکا)

جماعت ٹانگانیکا کے ایک ممتاز رکن شیخ امری عبیدی صاحب ۱۲ مارچ ۱۹۶۳ء کو وزیر انصاف کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس طرح ۱۹۶۳ء کا آغاز مشن کے لئے ایک نہایت مبارک اعزاز اور واقعہ سے ہوا۔ جناب عبیدی صاحب نے ۱۴ مارچ کو اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔ جس کی خبر پریس میں چھپی اور ریڈیو سے نشر ہوئی۔

۲۹، ۳۰ جون ۱۹۶۳ء کو جماعت احمدیہ ٹانگانیکا کا جلسہ سالانہ ٹبورا میں انعقاد پذیر ہوا۔ مولانا محمد منور صاحب مشنری انچارج نے افتتاح کیا۔ آپ کے علاوہ معلم سعیدی صاحب، معلم شعبان سیف صاحب، معلم عثمان کا مبالا یا صاحب، معلم عبدو عمران صاحب، جناب مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق اور مولوی رشید احمد صاحب سرور کی تقاریر ہوئیں۔ جلسہ میں احمدی مخلصین کے علاوہ مجسٹریٹ علاقہ، وائس چیرمین ٹاؤن کونسل، ممبر آف پارلیمنٹ اور دیگر معززین شامل ہوئے۔

جلسہ سالانہ کے بعد معلمین و مبلغین وفود کی شکل میں مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور کئی سعید روحوں کی ہدایت کا موجب بنے۔ چنانچہ مولوی جمیل الرحمٰن صاحب رفیق نے شیخ ابو طالب اور معلم شعبان سیف کی معیت میں ڈوڈومہ، اروشہ، ماچامے، اسانگی اور ٹبورا کا دورہ کیا اور نجی ملاقاتوں اور اشاعت لٹریچر سے احمدیت کی وسیع پیمانہ پر منادی کی۔ اروشہ میں آپ نے مسلم شیوخ کی ایک اہم میٹنگ کی صدارت فرمائی۔ یہ میٹنگ عیسائیت کے خلاف محاذ قائم کرنے کے لئے ہوئی تھی۔ اور اس میں ایک غیر از جماعت دوست نے یہ تجویز پیش کی کہ ہمارے شیوخ کو جمعہ کے دن خطبہ میں لوگوں کو تحریک کرنی چاہیے کہ احمدیوں کا لٹریچر خرید کر خود بھی پڑھیں اور عیسائیوں تک پہنچائیں۔ ٹبورا میں

آپ نے جیل کے ساٹھ قیدیوں میں ایک تقریر کی اور اُن کے سوالوں کے جواب دیئے۔

دوسرا وفد مولانا منور صاحب اور چوہدری عنایت اللہ صاحب پر مشتمل تھا جس نے موائزہ، بکوبا، کیاروکا، کٹورو، کاماچوما، اور چیبرا کے غیراز جماعت دوستوں تک حق پہنچایا۔ اور نشان زدہ مقامات پر تعلیمی اداروں سے بھی خطاب کیا نیز ایریا کمشنر سے تبادلہ خیالات بھی کیا۔

ٹانگا، بکوبا، ارنگا، کنڈی، موشی اور سونگیا میں افریقن معلمین تندہی سے مصروف تبلیغ رہے۔ اور متعدد عیسائیوں سے گفتگو کی اور سینکڑوں پمفلٹ تقسیم کئے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ٹانگا نیکا میں اس سال کم از کم ۶۴ر افراد داخل احمدیت ہوئے۔[48]

ٹوگولینڈ

جناب قاضی مبارک احمد صاحب سابق انچارج احمدیہ مشن ٹوگولینڈ مغربی افریقہ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ٹوگو جغرافیائی محل وقوع کے اعتبار سے براعظم افریقہ کے مغربی حصہ میں خلیج بینین (Benin) کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ ملک شمالاً جنوباً قریباً چار سو میل لمبا ہے مگر چوڑائی کے لحاظ سے زیادہ سے زیادہ اکانوے میل اور کم از کم اکتیس میل کے فاصلے پر مشتمل ہے۔ ٹوگو کی مغربی حدود غانا، مشرقی ڈاہومی، شمالی اپر وولٹا اور جنوبی بحراوقیانوس میں خلیج بینین سے ملتی ہیں۔ اس کا کل رقبہ قریباً ۲۰۴۰۰ مربع میل ہے۔ یہاں کی حکومتی زبان فرنچ ہے۔

سیاسی لحاظ سے ٹوگو مختلف ادوار سے گزرا ہے۔ ۵ جولائی ۱۸۸۴ء سے ۱۹۱۴ء تک جرمنوں کے قبضہ میں رہا۔ پہلی جنگ عظیم سے ٹوگو کی سیاسی حالت بھی متاثر ہوئی اور اس طرح ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک فرانکو برٹش مشترکہ کمان کے ماتحت آ گیا۔ ۱۹۱۹ء میں عہد نامہ وارسیلز کے ذریعہ ٹوگو انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا۔ اس طرح ٹوگو کا مشرقی حصہ فرانسیسیوں کے ہاتھ لگا۔ جواب ٹوگو کہلاتا ہے اور مغربی حصہ جو اس وقت غانا سے ملحق ہے۔ انگریزوں کے ہاتھ آیا۔ دوسری جنگ عظیم تک ٹوگو کے دونوں حصے مجلس اقوام League of Nations کے قانون Mandate کے مطابق انگریزوں اور فرانسیسیوں کے زیر انتظام ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں یہ انتظام یو این کو منتقل ہوا جس نے ٹوگو کا انتظام فرانس کے سپرد کر دیا۔ ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۸ء تک کا بارہ سال کا عرصہ ٹوگو کی سیاسی زندگی میں کافی نشیب و فراز کا حامل ہے۔ ۱۹۵۸ء کے عام انتخابات کے ذریعہ جب ملکی افراد برسر اقتدار ہوئے تو قومی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ ۹ر اپریل ۱۹۶۱ء کو عام استصواب کے ذریعہ ٹوگو کے باشندوں نے

ایک دستور پاس کیا جس کے تحت صدارتی طرز کی حکومت قائم ہوئی جس کے پہلے صدر مسٹر سلوانس اولمپیو (Sylvanus Olympio) تھے۔اس وقت سے ٹوگوایک آزادمملکت قرار پایا۔ تیرہ جنوری ۱۹۶۳ءکوفوج نے پہلی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور صدر کوقتل کر دیا۔اس وقت سے ۵مئی ۱۹۶۳ءتک ایک عبوری حکومت کام کرتی رہی۔ ۵مئی ۱۹۶۳ء کے عام انتخابات کے ذریعہ باقاعدہ حکومت قائم ہوئی۔جس کے موجودہ صدر نکولس گرونٹز کی ہیں۔

ٹوگو کی آبادی قریباً پندرہ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ یہاں دارالحکومت لومے (Lome) ہے جو سمندری بندرگاہ بھی ہے اور ہوائی بھی۔لومے کی آبادی اسی ہزار کے قریب ہے۔

ٹوگو میں ایک لاکھ کے قریب مسلمان ہیں دو لاکھ عیسائی اور باقی باشندے یا تو لا مذہب ہیں اور یا بت پرست اور توہمات میں گرفتار، جادو اور ٹونے ٹوٹکے کے دلدادہ۔ ویسے تو عیسائیوں میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو ان چیزوں کے قائل اور اکثر کسی غیر مرئی فوق العادت طاقت کے خواہشمند ہیں جو انہیں ہر قسم کی آفات ومصائب سے محفوظ رکھتے ہوئے بغیر کسی محنت یا مشقت کے بام عروج تک پہنچاوے۔اسی وجہ سے ان میں توہم پرستی بہت ہے اور ہو بھی کیوں نہ جب ان کو ان کا اپنا مذہب کسی قسم کی تسکین اور اطمینان عطا نہیں کر سکتا تو پھر وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں نہ ماریں تو کیا کریں۔اکثر مسلمان علماء کے پاس آتے ہیں تا کہ تعویذ گنڈا حاصل کر سکیں۔مسلمان مالکی مذہب کے پیرو ہیں۔اکثر شمالی علاقوں میں رہتے ہیں۔علمی لحاظ سے پسماندہ ہیں۔اکثر حکومتی عہدے عیسائیوں کے قبضہ میں ہیں۔

ٹوگو میں احمدیہ مشن کا افتتاح ۲ دسمبر ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ جب مکرم مرزا لطف الرحمٰن صاحب کو جرمنی سے منتقل کر کے ٹوگو میں مشن کھولنے کے لئے بھجوایا گیا تو مرزا صاحب ۲ دسمبر ۱۹۶۰ء کو ٹوگو میں وارد ہوئے۔مگر افسوس کہ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے ان کو زیادہ دیر کام کرنے کا موقعہ نہ مل سکا۔اور بجبوری حالات وہ ۲۳ جون ۱۹۶۱ء کو ٹوگو سے غانا منتقل کر دیئے گئے۔اس کے بعد کافی تگ و دو اور جدوجہد کے بعد ٹوگو گورنمنٹ نے خاکسار کو ٹوگو میں مشن کھولنے اور دو سال تک قیام کرنے کی اجازت دی جو یکم جنوری ۱۹۶۲ء سے شروع ہو کر ۳۱ دسمبر ۱۹۶۳ء کو ختم ہوتی ہے۔نقل مکانی اور بعض دیگر وجوہات کی بناء پر اصل کام مارچ ۱۹۶۲ء کے وسط سے شروع ہو سکا اور اس وقت سے اب تک خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے خاکسار فریضہ تبلیغ پر مصروف ہے۔جس کی مختصر سی رپورٹ ذیل میں پیش ہے۔

ٹوگو کی زبان فرانسیسی ہے اور خاکسار جب ٹوگو میں داخل ہوا تو فرانسیسی کے چند الفاظ ہی سے واقف تھا۔اس لئے سب سے قبل ٹوگو میں ان افراد کی طرف توجہ مبذول کی گئی جو انگریزی سے واقف ہوں اور ساتھ ہی فرانسیسی زبان سیکھنے کے لئے بھی انتہائی جدوجہد کی چونکہ انگریزی دان طبقہ بہت ہی کم بلکہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ اس لئے زبان کی مشکل مساعی میں بہت حد تک روک ثابت ہوئی اپنی ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی زبان سے یہاں کے اعلیٰ حکام اور تعلیم یافتہ طبقہ تک پہنچنا نہ تو مناسب ہی ہے اور نہ ممکن ہی ہے۔لیکن اس کے باوجود جن اعلیٰ حکام سے مل سکا ان میں یہاں کے صدر مسٹر اولمپیو، یہاں کی سابقہ حکومت کے وزیر زراعت مسٹر نمور دکراموکو۔وزیر تعلیم کے پرسنل اسسٹنٹ، وزیر امور داخلہ اور ان کے پرسنل اسسٹنٹ، وزیر نشریات واطلاعات کے پرسنل اسسٹنٹ، قومی اسمبلی کے صدر اور نائب صدر، یہاں کی پولیس کے افسر اعلیٰ شامل ہیں۔ان سب کو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا۔اور انہیں فرنچ اور انگریزی لٹریچر پیش کیا گیا۔ جو انہوں نے بخوشی قبول کیا اور مطالعہ کا وعدہ کیا۔

ٹوگو میں متعینہ برطانوی سفیر سے متعدد مرتبہ ملاقات کی اور ان سے احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔گنی اور مالی کے سفراء سے ملاقات کی۔اور انہیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔انہیں فرنچ میں اسلامی کتب بطور تحفہ پیش کی گئیں۔متحدہ عرب جمہوریہ کے سفیر اور ان کے نائب سے ملا اور ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ، اتحاد اسلامی اور متعدد دیگر مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔انہیں بھی احمدیہ لٹریچر پیش کیا گیا۔خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کردہ عربی کتب انہیں تحفۃً پیش کیں۔جن کا وہ مطالعہ کر رہے ہیں خدا تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

موجودہ حکومت چونکہ ابھی نئی نئی قائم ہوئی ہے اس لئے ابھی تک جن افراد سے ملاقات ہو سکی ان میں صدارتی امور کے وزیر، وزیر تجارت وصنعت، جمہوریہ ٹوگو کے بین الاقوامی مالی امور کے نائب گورنر، وزیر اطلاعات ونشریات کے پرسنل اسسٹنٹ، ادارہ نشریات واطلاعات کے انچارج، قومی اسمبلی کے نائب صدر اور بعض دوسرے حکام شامل ہیں۔

ادارہ یو این کے جو ماہرین گورنمنٹ ٹوگو کی امداد کے لئے یہاں بھیجے گئے ہیں۔ان میں سے مختلف افراد کو ملا۔جن میں امریکن، فرانسیسی، لبنانی، ہندوستانی، انگریز اور ویت نام کے دوست شامل ہیں۔ان تک پیغام حق پہنچانے کا موقعہ ملا۔ایسے ہی امریکن انفارمیشن سروسز کے ڈائریکٹر سے ملا

انہیں بھی احمدیہ لٹریچر پیش کیا گیا۔ جو وہ مطالعہ کر رہے ہیں۔

ان کے علاوہ جن افراد سے ملاقات کی اس میں ہر طبقہ اور ہر مکتبِ فکر کے افراد شامل ہیں مثلاً یہاں کے گورنمنٹ پریس کے جنرل مینیجر، اساتذہ، طلبہ، امریکہ، جرمنی وغیرہ سے آئے ہوئے حکومت ٹوگو کے ایڈوائزرز ملٹری آفیسرز وغیرہ سبھی تک پیغام حق پہنچانے کا موقع ملتا رہا۔ فالحمدللہ۔

برطانوی سفارتخانہ کی لائبریری میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی انگریزی اور فرانسیسی کتب کا ایک سیٹ جومختلف قسم کے پچیس نسخہ جات پر مشتمل تھا اور جن میں قرآن کریم بمع انگریزی ترجمہ کی دو کاپیاں شامل تھیں پیش کیا گیا جو برطانوی سفیر نے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اس وقت تک کئی ایک احباب ان کتب سے استفادہ کر کے مزید استفسار کے لئے مشن ہاؤس میں آ چکے ہیں اور اس طرح انہیں تبلیغ کا موقع ملتا رہا۔ اس کے علاوہ یہاں کی قومی لائبریری کے لائبریرین انچارج کو انتیس کتب کا ایک سیٹ جن میں قرآن کریم بمع ترجمہ انگریزی سلسلہ کی انگریزی مطبوعات فرنچ لٹریچر اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی کتب شامل تھیں پیش کیا گیا۔ جن سے عوام فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

دو پمفلٹ ''قبر مسیح کشمیر میں'' جو فرانسیسی زبان میں تھے اور اسلام کی برکات جو یہاں کی لوکل زبان ایوے میں تھا نیز ماریشس سے آمدہ لٹریچر اکابرین تک پہنچایا گیا۔ طلبہ اور اساتذہ میں بھی تقسیم کیا گیا۔ جن افراد تک یہ لٹریچر پہنچایا گیا ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے زائد ہے۔

ہاؤسا مسلم کمیونٹی لومے کی طرف سے ایک جلسہ کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد کے موضوع پر خطاب کرنے کا موقع ملا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے خطاب بڑا کامیاب رہا۔ حاضرین کی کثیر تعداد پانچ سو سے زائد تھی اور لیکچر کا ترجمہ یہاں کی دو زبانوں ہاؤسا اور ایوے میں کیا گیا۔ ہاؤسا میں ترجمانی کے فرائض یہاں کے ایک بڑے پر اثر معلم نے ادا کئے۔

میں (مراد قاضی مبارک احمد صاحب) جب ٹوگو میں داخل ہوا تھا تو حیران تھا کہ اے خدائے عزّ وجل میں ایک ایسے ملک میں قدم رکھ رہا ہوں جہاں کی نہ میں زبان ہی سے واقف ہوں اور نہ ہی امراء سے اور پھر یہ کہ یہاں ایک فرد بھی تو ایسا نہیں جو جماعت سے منسلک ہونے کا داعی ہو۔ بہرحال ایسی ہی گومگو کی حالت میں مجھے یہاں پہلی عید آئی۔ یہ عید عیدالاضحیہ تھی جو ۱۹۶۲ء کے ابتداء میں مجھے یہاں پڑھنے کا موقعہ ملا۔ نہایت پریشان ومضطرب تھا، حیران تھا اکیلا ہوں نہ کوئی ساتھی ہے نہ کوئی دوست طبعاً اس پریشانی نے ایک ایسی حالت پیدا کر دی کہ عید کی نماز کے وقت میں اکیلا ہی بے ساختہ انہی

خیالات میں مستغرق خدا تعالیٰ کے حضور گرا اور نہایت آہ وزاری سے دعا کرنے کی توفیق ملی کہ اے مولا کریم تو بے سہاروں کا سہارا ہے۔ تو تنہا و بے یار و مددگاروں کا ساتھی ہے۔ تو ہی حامی و حافظِ دینِ متین ہے تیری مدد سے ناکامی کامیابی میں اور تنہائی جماعت میں بدل جاتی ہے تو خود ہی اپنے فضل سے مجھے کامیابی عطا فرما۔ میرے ساتھ خود ہی اپنے کرم سے ایک جماعت کر دے۔ الحمدللہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس عاجز اور حقیر بندے کی زاری کو سُنا اور جہاں میری پہلی عید یعنی عید الاضحیہ تنہائی میں کٹی وہاں میری دوسری عید یعنی عید الفطر میں خدا تعالیٰ نے مجھے ایک جماعت بخش دی اور اس طرح میرے اس غم اور افسردگی کو خوشی اور مسرت میں بدل دیا۔ فسبحان الله رب العزة۔............

خدا تعالیٰ کے فضل سے ٹوگو میں اس وقت تک باقاعدہ طور پر جماعت میں شامل ہونے والوں کی تعداد بائیس تک پہنچ چکی ہے جس میں سے نصف کے قریب لوگ ہیں جو عیسائیت کو خیر باد کہہ کر اسلام کی آغوش میں پناہ لے چکے ہیں۔ انہوں نے تثلیث کو الوداع کہہ کر توحید کو اپنا لیا ہے جو عیسائیوں کے پیش کردہ مسیح کی غلامی سے نکل کر نبی امی فداه نفسی و روحی و ابی و امی صلی الله علیه وسلم کی غلامی کا جؤا پہننے میں فخر محسوس کر رہے ہیں الحمدللہ ایک اور امر جو خاص خدا تعالیٰ کے فضل و برکات میں سے ہے وہ یہ ہے کہ یہ وہ پہلا ملک ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ایسے افراد میں سے ایک کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی ہے جو پہلے بھی کسی حکومت میں وزارت کا قلمدان سنبھالے ہوا اور احمدیت کی قبولیت کے بعد بھی وزارت میں منتخب ہوئے ہوں خدا تعالیٰ کے فضل سے یہاں کی ایک سیاسی پارٹی کے سابقہ لیڈر گذشتہ سے پیوستہ حکومت کے وزیر داخلہ پوسٹ اینڈ ٹیلی کمیونیکیشنز اور موجودہ حکومت کے صدارتی امور کے وزیر مسٹر مما فینسی کو قبول احمدیت کی توفیق ملی ہے۔......ایسے ہی موجودہ صدر مملکت کے چھوٹے بھائی پہلے سے ہی احمدیت کی سلک میں منسلک ہو چکے ہیں۔'' 49

(اخبار الفضل نے اپنی ۲۵ مئی ۱۹۶۳ء کی اشاعت کے صفحہ ا پر مسٹر مما فینسی سے متعلق تعارفی نوٹ زیب اشاعت کیا جس کے مطابق:

مسٹر مما فینسی ٹوگولینڈ کی سابق حکومت میں وزیر امور داخلہ و پوسٹ اینڈ ٹیلی کمیونیکیشن کے ممتاز عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں اور آج کل عبوری صدارتی کابینہ کے رکن بھی ہیں۔ انہوں نے خود بھی ایک خط ارسال کیا ہے جس میں اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نے انہیں قبول حق کی توفیق عطا فرمائی ہے۔)

۱۹۶۴ء میں ٹوگولینڈ مشن نہایت برق رفتاری سے ترقی کی منازل طے کرنے لگا اور ملک کے اونچے طبقہ اور بااثر حلقوں تک تحریک احمدیت کی آواز پہنچنی شروع ہوگئی اور جناب قاضی مبارک احمد صاحب نے نہ صرف صدر مملکت بلکہ دوسری سربرآوردہ شخصیات اور غیر ملکی سفراء سے بذریعہ ملاقات نہایت اثر انگیز رنگ میں حقیقی اسلام کا پیغام پہنچایا اور سلسلہ کا لٹریچر بھی پیش کیا۔اس سال مشن ہاؤس خاص طور پر زائرین کا خصوصی مرکز بنا رہا۔یہی نہیں ریڈیو سے احمدیت کی آواز ملک کے کونے کونے تک پہنچنے لگی اور ساتھ ہی نومبائعین کی آمد میں بھی خوشگوار اضافہ ہوا۔اس اجمال کی تفصیل جناب قاضی مبارک احمد صاحب کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:۔

''عرصہ زیر رپورٹ میں اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو توفیق عطاء فرمائی کہ ملک کی مقتدر شخصیتوں تک پیغام اسلام پہنچا کر ان کی خدمت میں اسلامی لٹریچر پیش کر سکے۔اس میں ٹوگو کی حکومت کے صدر مسٹر نکولس گرونٹز کی، یہاں کے وزیر تجارت وصنعت،مسٹر اگیمبیا، وزیر اطلاعات ونشریات اور پریس مسٹر ھولومن اتائی شامل ہیں۔ان کے علاوہ صدر حکومت کے چیف آف پروٹوکول، وزیر اطلاعات کے کیبنٹ کے ڈائریکٹر اور نائب ڈائریکٹر امریکہ،فرانس اور جرمنی کے سفراء، یواین او کی طرف سے حکومت ٹوگو کے زرعی مشیر اور متعدد دیگر وزراء شامل ہیں۔

صدر حکومت کو کتب پیش کرتے ہوئے خاکسار نے ان کے سامنے اس امر کو پیش کیا کہ آج دنیا میں ذرائع رسل ورسائل اس قدر ترقی کر چکے ہیں کہ دنیا کے ایک ملک کی مشکلات سے دوسرے ملک کی بے نیازی ممکن نہیں اور مشکلات اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ انسانیت باوجود انتہائی مادی ترقی کے ان سے ترساں وخائف ہے۔اس لحاظ سے آج ہمارے لئے ضروری ہے کہ ان مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہم ایک ایسا لائحہ عمل تلاش کریں جو ہماری راہ نمائی کر سکے۔ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ ہدایت اور راہنمائی صرف اور صرف اسلامی تعلیمات کے ذریعہ ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔اور ان مشکلات،مصائب اور خوف وخطر کا حل صرف اور صرف قرآنی ہدایت اور اسلامی قانون اور لائحہ عمل ہی پیش کرتا ہے اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ ان کتب کا جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں بغور مطالعہ فرمائیں اور موازنہ کے بعد حق اور سچائی کو قبول کر کے خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے ایک نہایت ہی مبارک اور مفید وجود ثابت ہوں۔اس پر صدر محترم نے فرمایا آپ جانتے ہیں کہ عیسائیت ہماری رگوں میں سرایت کر چکی ہے۔اس کے نقوش کو یک قلم پردہ ذہن سے محو کرنا مشکل ہی نہیں بالکل

ناممکن ہے۔تاہم میں ان کتب کا گہری نظر سے مطالعہ کروں گا اوران سے جومفید مطالب حاصل ہوں گے۔ان پرضرور عمل پیرا ہونے کی کوشش کروں گا۔

وزیر تجارت وصنعت کو کتب پیش کرتے وقت ان کے سامنے قرآنی تعلیمات اور عیسائی تعلیمات کامختصر سا موازنہ پیش کیا۔خاص طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کی صلیب پر وفات سے نجات، ان کا سفر کشمیر اور سرینگر میں ان کی وفات اوران کی وہاں قبر کے موجود ہونے کے متعلق سن کر بہت حیران ہوئے اور کہنے لگے مجھے اس امر کا یقین نہیں آتا کہ ایسا ممکن ہے۔ میں نے ان کے سامنے بائیبل اورانا جیل کے جب چند حوالہ جات پیش کئے تو بہت حیران ہوئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میرے پاس اس مضمون پر کوئی مفصل کتاب ہے۔جس پر ایک دوسری ملاقات میں مَیں نے انہیں محترم مولانا شمس صاحب کی کتاب ''حضرت مسیح کہاں فوت ہوئے'' (انگریزی) پیش کی بہت خوش ہوئے اور وہ اس کا بغائرنظر مطالعہ کررہے ہیں۔علاوہ ازیں ان سے ملکی حالات پر بھی گفتگو ہوتی رہی۔ وزیر اطلاعات ونشریات اور پریس کو بھی لٹریچر پیش کیا گیا۔جس پرانہوں نے مطالعہ کا وعدہ کیا۔اور بعد میں ایک دوملاقاتوں میں انہوں نے بتایا کہ وہ کتب کا مطالعہ کررہے ہیں۔

اس عرصہ میں شیخ میر محمد صاحب سفیر پاکستان برائے ٹوگو اپنے سیکرٹری عبدالرؤف کے ساتھ لو مے تشریف لائے۔ان سے متعدد مرتبہ ملا اور پاکستان کے مفاد کے متعلق ان سے مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ایسے ہی گورنمنٹ کے اخبار ٹوگو پریس کے ایڈیٹر سے ان کی ملاقات کا بندوبست کیا اوران کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دیا بہت خوش ہوئے۔

پرنس صدرالدین آغاخاں صاحب اپنے افریقہ کے آفیشل دورہ کے دوران ٹوگو تشریف لائے ان سے ملاقات کی اورانہیں جماعتی لٹریچر اورایک خط بھی پیش کیا۔جس میں ان سے لٹریچر کے مطالعہ کی درخواست کی۔ ایسے ہی مسلمانوں کے اتحاد کے سلسلہ میں اپنے اثر ونفوذ کو استعمال کرنے کے متعلق گزارش کی۔اس کے جواب میں ان کا جو خط آیا۔اس کا ترجمہ ہدیہ قارئین کررہا ہوں۔

پرنس صدرالدین آغاخان صاحب کا خط

چاتو دے بیلر یو۔جنیوا سوئٹزرلینڈ

''محترم قاضی صاحب

آپ کے پیش کردہ خط اور دلچسپ کتب کے لئے بہت ممنون ہوں۔لومے میں قلیل عرصہ قیام

کے دوران میں آپ سے ملاقات اور آپ کے کام کی تفصیل سن کر جو آپ وہاں سرانجام دے رہے ہیں انتہائی مسرت ہوئی۔ میں آپ کی آئندہ کوششوں میں بخت کی یاوری اور کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔ اور صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں کہ آپ افریقہ میں اسلام کی اشاعت کے لئے اپنی انتہائی جدوجہد جاری رکھیں گے۔

بہترین خواہشات اور دلی تسلیمات کے ساتھ۔ پرنس صدرالدین آغا خاں‘‘

انفرادی طور پر ڈیڑھ صد سے زیادہ افراد سے مل کر اسلام کا پیغام پہنچانے کی توفیق پائی۔ ان میں سے خاص قابلِ ذکر مسٹر انٹوان مے آچی نائب صدر حکومت ٹوگو، مسٹر کوایوی جان وزیر قانون، مسٹر فرمان ایالووزیر زراعت، مسٹر اپیڈو وزیر امور خارجہ، قومی اسمبلی کے صدر، مسٹر بارتھیلی می لامبونی، نائب صدر الحاج شفیع، نائب صدر کی کیبنٹ کے ڈائریکٹر، وزارت تعلیم کے سیکرٹری، یو این او کے مستقل نمائندہ، یو این او کے ریڈیو اور پودوں کی حفاظت کے دو ماہرین، حکومت کے دو فرانسیسی مشیر، ایک جرمن ڈاکٹر، تین افریقن ڈاکٹرز، امریکی سفیر، امریکن اطلاعات کے شعبہ کے ڈائریکٹر اور ان کے نائب، برطانوی سفیر اور سفارت خانہ کے فرسٹ سیکرٹری اور متعدد دیگر افراد شامل ہیں۔ ان سے اسلام اور احمدیت کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ اور ان کو اسلامی تعلیمات کی خوبیوں سے آگاہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں کو اسلامی نور سے حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

چھ مختلف سرکاری تقریبات میں شامل ہوا۔ جن میں بعض حکومت ٹوگو کی طرف سے منعقد کی گئی تھیں اور بعض برطانوی سفیر اور یو این او کی طرف سے۔ ان تقاریب میں شامل ہو کر مختلف افراد سے تعلقات پیدا کئے گئے۔ اور کئی ایک احباب تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا موقعہ ملا۔ ان کو لٹریچر مہیا کیا گیا۔ زبانی طور پر ان سے اسلام کی دیگر مذاہب پر برتری کے متعلق گفتگو کی گئی۔ فالحمدللہ

ریڈیو ٹوگو پر ایک دفعہ تقریر کرنے کا موقعہ میسر آیا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ پر روشنی ڈالی۔

مشن میں اکثر مختلف طبقات کے دوست تشریف لاتے رہے جن کے سامنے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی تعلیمات پیش کی گئیں۔ اس ضمن میں خاص طور پر قابل ذکر سابقہ حکومت کے ٹوگو کے وزیر زراعت، موجودہ صدر حکومت کے چیف آف پروٹوکول، وزارت اطلاعات کے ڈائریکٹر جنرل، ان کے نائب، قومی اسمبلی کے نائب صدر، حکومت ٹوگو کے فرانسیسی مالی مشیر، فینانس اور پلاننگ کے نائب گورنر

اور متعدد دوسرے افراد شامل ہیں۔ آج کل افریقہ میں چونکہ سوشلزم کی طرف بہت توجہ پائی جاتی ہے اس لئے ان سب کے سامنے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام ہی آج وہ زندہ مذہب ہے جو انسانیت کو گمراہی، ضلالت اور بے راہ روی کی مہیب اور اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر جادۂ مستقیم پر ڈال سکتا ہے۔

زائرین مشن کو ان کے میلان طبع کے مطابق لٹریچر بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور صراط مستقیم سے نوازے آمین۔

احباب جماعت کو روزانہ قاعدہ یسرنا القرآن کے اسباق دیتا رہا جو احباب قرآن کریم کی تلاوت کے قابل ہو چکے ہیں۔ ان کو قرآن کریم کی تلاوت میں مدد دیتا رہا۔ اور ان کی تصحیح کرتا رہا۔ جماعتی تربیت کے سلسلہ میں مختلف اوقات میں مختلف امور پر جماعت کی خصوصی توجہ مبذول کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو احمدیت پر صحیح طور پر عمل کرنے کی اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے حقیقی اثمار سے صحیح طور پر بہرہ ور اور متمتع ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

اس دوران میں تمام جمعہ ہائے مبارکہ کے خطبات دیئے گئے جن میں احباب جماعت کی توجہ تربیتی امور کی طرف خاص طور پر مبذول کروائی گئی۔ عرصہ زیر رپورٹ میں قریباً ڈیڑھ ہزار میل کا سفر کرنے کی توفیق ملی اور اس طرح مختلف سرکردہ شخصیات چیفس اور ان کے عملہ کے افراد، بعض سرکردہ مسلمان، جن میں ڈاپانگو کے دو معلم اور سوکوڈے کے چیف خاص طور پر قابل ذکر ہیں کو ملنے کا موقعہ ملا اور ان تک احمدیت کا پیغام پہنچانے کی توفیق پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولا کریم اپنا فضل فرمائے اور لوگوں کے قلوب کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی طرف مائل فرما دے۔

الحمدللہ کہ خدا تعالیٰ نے گیارہ حق کی پیاسی روحوں کو حقیقی اسلام کے چشمہ سے سیراب ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ان میں خاص طور پر قابل ذکر مسٹر نمور دکرا موتو ہیں۔ جو ٹوگو کی سابقہ حکومت میں وزیر زراعت کے عہدہ جلیلہ پر رہ چکے ہیں۔ قریباً ۲ سال ہوئے کہ وہ کرسی وزارت پر متمکن تھے کہ ان سے ملاقات کی۔ ان کو لٹریچر پیش کیا اور وقتاً فوقتاً ان سے ملتا رہا۔ اور اس طرح ان پر احمدیت کی سچائی واضح کرنے کی کوشش کرتا رہا وہ بھی کتب اور لٹریچر کا مطالعہ کرتے رہے اور کافی عرصہ کی تبلیغ کے بعد آخر خدا تعالیٰ نے ان کے سینے کو حق کے لئے کھول دیا اور انہیں احمدیت میں شامل ہونے کی سعادت ملی۔'' [50]

جرمنی

فرینکفرٹ کے سب سے بڑے تعلیمی ادارہ کے ماہنامہ اور ترجمان "Dia Kurue" نے جنوری ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں جناب مسعود احمد صاحب جہلمی کا انٹرویو شائع کیا جس میں ایڈیٹر نے جرمنی مشن کے بارہ میں لکھا ''یہ مشن انہی مشنوں کی ایک کڑی ہے جنہیں براعظم افریقہ میں افریقن باشندوں کو مسلمان بنانے میں عیسائی مشنوں کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ کامیابی حاصل ہو رہی ہے''۔

جناب جہلمی صاحب نے فرانکفرٹ میں مقیم ترکی جنرل قونصل کو انگریزی ترجمہ قرآن اور پاکستانی قونصل کو جرمن ترجمہ قرآن پیش کیا۔ نیز ایران، ترکی، عرب کے بعض باشندوں کو سلسلہ احمدیہ سے متعارف کرایا۔

آپ نے سیکنڈری سکول "Hessen Kaleg" کی ''سوسائٹی آف ہارمونک لائف'' میں اسلام کی نمائندگی کی اور ایک مبسوط مقالہ پیش کیا۔

چوہدری عبداللطیف صاحب انچارج جرمنی مشن نے ایک ٹیلی ویژن انٹرویو دیا۔ مسجد فضل عمر ہمبرگ میں آنے والے غیر مسلموں تک حق کی آواز پہنچائی اور لٹریچر تقسیم کیا۔ فرینکفرٹ کی گوئٹے یونیورسٹی کے اورنٹئیل سیمینار میں اسلام کا ماضی، حال، مستقبل کے عنوان پر زبردست لیکچر دیا اور سوالوں کے جواب دیئے۔[51]

سپین

جناب مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر مجاہد سپین نے سپین کے وزیر اطلاعات، وزارت خارجہ کے ڈائریکٹر جنرل کے علاوہ ہسپانوی صوبوں کے تمام سول گورنروں کو ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' اور ''اسلام کا اقتصادی نظام'' تحفۃً بھجوائی۔[52]

۲۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو پاکستانی سفارت خانہ نے اپنا قومی دن منایا۔ اس موقعہ پر آپ نے جن شخصیات تک پیغام حق پہنچایا۔ ان میں صدر مملکت جنرل فرانکو کے امور عامہ کے چیف، وزارت خارجہ کے جنرل سیکرٹری مشہور ڈاکٹر سرجن سلمان، میڈرڈ یونیورسٹی کے چانسلر، برطانوی ملٹری اتاشی، یونان، شام، مراکش، الجیریا، تیونس، مصر، لبنان، سعودی عرب اور لیبیا کے سفراء اور امریکہ، ترکی، بھارت اور جرمنی کے نمائندے شامل تھے۔[53]

سنگاپور

مبلغ سنگاپور الحاج مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری کو پیرز سائیکلو پیڈیا کے دوسرے ایڈیشن کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتاب ہرٹفورڈ شائر انگلینڈ میں چھپی تھی۔اور باوجود ٹھوس معلومات سے پُر ہونے کے اس میں تاریخ اسلام سے متعلق غلط بیانیوں سے کام لیا گیا تھا۔مولانا محمد صدیق صاحب صداقت کا خون ہوتا دیکھ کر برداشت نہ کر سکے۔آپ نے اس کے ایڈیٹر کے نام مفصل مکتوب لکھا جس میں حقائق کی روشنی میں ان غلط بیانیوں کی زبردست تردید کی گئی ہے۔[54]

سیرالیون

جدید لٹریچر، نئے تعلیمی اداروں کا آغاز اور تبلیغی جدوجہد تینوں اعتبار سے یہ سال سیرالیون مشن کے لئے خاص اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

جدید لٹریچر:

مولوی بشارت احمد صاحب بشیر کے زیر انتظام نہ صرف مینڈے زبان میں نماز کا ترجمہ دو ہزار کی تعداد میں شائع ہوا بلکہ قرآن کریم کے پہلے پارہ کا ترجمہ بھی منظر عام پر آ گیا چنانچہ فری ٹاؤن کے اخبار ڈیلی میل نے اپنے ۲مئی ۱۹۶۳ء کے پرچہ میں حسب ذیل خبر سپرد اشاعت کی۔

جماعت احمدیہ سیرالیون کے امیر جناب بی اے بشیر نے انکشاف کیا ہے کہ مینڈے زبان میں قرآن مجید کے پہلے پارہ کا ترجمہ مکمل ہو کر شائع ہو گیا ہے۔ یہ ترجمہ ڈارو کے مسٹر وی۔وی کالون Mr .V.V. Kallon of Daru نے کیا ہے۔سیرالیون کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ وہاں کی ایک اہم زبان مینڈے میں قرآن مجید کا ترجمہ ہو رہا ہے۔

پہلے پارہ میں جو طبع ہو کر منظر عام پر آیا ہے عربی متن کے ساتھ ساتھ مینڈے زبان میں اُس کا ترجمہ درج ہے۔ جناب بی اے بشیر نے بتایا کہ مناسب وقت کے اندر اندر پورے قرآن مجید کا ترجمہ شائع کرنے کی تجویز ہے۔

یاد رہے جماعتِ احمدیہ اب تک جرمن ، انگریزی ، فرانسیسی ، ولندیزی، سواحیلی اور ڈینش زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع کر چکی ہے۔اسی طرح بعض افریقی زبانوں مثلاً یوروبا اور لوگنڈی وغیرہ میں بھی اس کی طرف سے قرآن مجید کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔[55]

سیرالیون کے تعلیم یافتہ طبقے کس درجہ جماعت احمدیہ کے بلند پایہ لٹریچر سے متاثر ہو رہے تھے۔ اس کا اندازہ ملک کی ایک اہم عیسائی شخصیت مسٹر اوبا برائٹ (MR OBBA BRIGHT) کے تاثرات سے بخوبی لگ سکتا ہے۔انہوں نے اپنی نشریاتی تقریر میں فرمایا''میں نے گذشتہ ہفتہ اپنے مقالہ میں چند شخصیتوں کا ذکر کیا تھا۔ان میں سے مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ بھی ہیں۔اس عظیم اسلامی مصنف کے لٹریچر نے جو اسلام کے مختلف پہلوؤں پر مشتمل ہے مجھے گہرے طور پر متاثر کیا ہے۔میں نے یہ عزم کرلیا ہے کہ انہوں نے اسلامی تعلیم کو جس رنگ میں پیش کیا ہے۔آپ بھی میرے ساتھ نہ صرف اس کے مطالعہ میں شریک ہوں بلکہ لطف اندوز ہوں۔'' (ترجمہ)

اس سال سیرالیون کے احمدی مبلغین کی طرف سے جن اہم شخصیات کو دینی لٹریچر تحفۃً دیا گیا۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

آنریبل ایم ایس مصطفیٰ نائب وزیراعظم۔ وزیر مواصلات۔ میئر آف فری ٹاؤن۔ ڈپٹی ڈائریکٹر آف آڈٹ ڈیپارٹمنٹ سیرالیون کے پہلے گورنر سر ہنری جوسایا لائٹ فٹ بوسٹن (SIR HENRY JOSIAH LIGHT FOOT BOSTON)۔موصوف مغربی صوبہ کے دورہ پر آئے تو احمدیہ سکول بواجے بو میں بھی تشریف لائے۔اس موقعہ پر حافظ بشیرالدین عبیداللہ صاحب نے انہیں نیز دو وزراء، سیکرٹری اور دیگر اعلیٰ افسروں کو لٹریچر پیش کیا۔یہ خبر ریڈیو نے بھی نشر کی۔

نئے تعلیمی ادارے:

اس سال تین نئے پرائمری سکولوں کا افتتاح عمل میں آیا۔جس پر چیفس نے جماعت کی تعلیمی خدمات کو بہت سراہا۔احمدیہ سیکنڈری سکول کا افتتاح سیرالیون کے وزیر تعلیم نے کیا اور جماعت کی تبلیغی اور تعلیمی خدمات کی تعریف کی۔اس تقریب میں محکمہ تعلیم کے اعلیٰ افسران علمی اداروں کے سربراہ اور شہر کے باا ثر افراد کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔

تبلیغی سرگرمیاں:

مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے بو، بواجے، بالامہ، کینما، مکالی، پیلے، کمارابائی اور لونگ سر کا تبلیغی دورہ کیا۔مشن ہاؤس مرجع خلائق بنا رہا۔آنے والوں میں وزیر تعلیم، میئر آف فری ٹاؤن۔ امریکن پیس کورٹ کا عملہ اور کالج کے طلباء بھی تھے۔جن سے مولوی بشارت احمد بشیر صاحب نے تبادلہ

خیالات کیا اور لٹریچر بھی پیش کیا۔آپ دومرتبہ کبالا ،مگبورکا۔ پیلے، بواور لیسٹر کی جماعتوں میں تشریف لے گئے۔آپ نے عید میلاد النبیؐ اور سیرت کے اجتماعات سے خطاب کیا۔آپ کی چار تقاریر ریڈیو سے نشر ہوئیں۔مولوی اقبال احمد صاحب غضنفر نے انفرادی اور اجتماعی طور پر سینکڑوں افراد تک پیغام حق پہنچایا اور وسیع پیمانے پر لٹریچر تقسیم کیا۔مگبورکا کا بھی تبلیغی دورہ کیا اور پبلک جلسوں سے خطاب کیا۔مقامی اماموں کی تربیت کے لئے ایک کلاس جاری کر کے تین گھنٹے روزانہ لیکچر دیا۔جس میں متعدد غیر احمدی احباب بھی شامل ہوتے رہے۔

ملک غلام نبی صاحب نے سری کولیا اور چیف ڈم کونڈم بابا میں صداقت اسلام پر لیکچر دیئے۔

حافظ بشیر الدین صاحب عبید اللہ نے نوسو میل کا طویل سفر کر کے پندرہ مختلف مقامات میں پبلک جلسے کئے اور کونے کونے تک احمدیت اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔آپ کی تقاریر کے بعد سوال و جواب کی مجالس کا سلسلہ گھنٹوں جاری رہا۔

اس دورے میں آپ کے ہمراہ جرمن نومسلم مسٹر ولیم ناصر بھی تھے۔جنہوں نے متعدد پبلک جلسوں سے خطاب کیا۔جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔

جماعت احمدیہ سیرالیون کی سالانہ کانفرنس ۲۱،۲۲،۲۳ دسمبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہوئی جس میں کثیر تعداد میں احباب جماعت کے علاوہ سیرالیون کے وزیر تعلیم ، وزیر سماجی امور اور فری ٹاؤن کے میئر نے بھی شرکت کی۔اور جماعت احمدیہ کی خدمات کو خراج تحسین ادا کیا۔کانفرنس کی پوری کارروائی ریڈیو سیرالیون سے نشر ہوئی۔[56]

غانا

اس سال ۳-۴-۵ جنوری ۱۹۶۳ء کو جماعت احمدیہ غانا کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوئی۔افتتاح مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم نے کیا۔دوسرے معززین کے نام یہ ہیں۔

سید محمد ہاشم صاحب بخاری ،مرزا لطف الرحمٰن صاحب ،صاحبزادہ مرزا مجید احمد پرنسپل احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی ،مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب ،مولانا عبدالمالک خان صاحب ،معلم یحییٰ صاحب، مسٹر حکیم براؤن ،محمد آرتھر صاحب صدر جماعت احمدیہ غانا ،مسٹر عثمان بن آدم ،مسٹر عبداللہ عینن صاحب، الحاج جے ٹی آدم صاحب ،الحاج حسن عطاء صاحب، جناب پروفیسر سعود احمد خان صاحب دہلوی، مسٹر اسمٰعیل۔بی۔کے اڈو، مسٹر عبدالواحد عزیز، مسٹر ناصر نکولسکی۔

حاضرین کی تعداد پانچ ہزار سے زائد تھی۔جن میں بہت سے غیر احمدی معززین بھی تھے اس موقعہ پر مخلصین جماعت نے ۲۶۵۵ پونڈز چندہ دیا ملکی پریس نے جلسہ کی خبر نمایاں طور پر شائع کی۔ اس مرکزی کانفرنس کے علاوہ اشانٹی ریجن کی سالانہ کانفرنس ۲۱ تا ۲۵ نومبر کو آکر قرم میں ہوئی جس میں علاقے کے چیف اور دیگر اکابر شامل ہوئے اور سوا دوسو پونڈز چندہ ہوا۔اس کانفرنس کی کامیابی میں مولانا عبدالمالک خان صاحب کی جدوجہد کا بھاری عمل دخل تھا۔

مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب کی زیرنگرانی دو مقامات پر نئے سکول جاری کئے گئے۔آپ نے احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی میں لیکچر دیا۔فرنچ سفارت خانہ کے ایک سیکرٹری کو جماعتی لٹریچر بھی دیا نیز بعض جماعتوں کے دورہ پر بھی تشریف لے گئے۔مولانا عبدالمالک خان صاحب نے اڑھائی ہزار میل کا سفر کیا اور آکرہ، سالٹ پانڈ، کیپ کوسٹ، دوی، ابرو، کوتوگو، انکوکو، اموکوری، ممیانگ، ابواسی، ٹچیمان اور پراموکی جماعتوں کا دورہ کیا۔

آپ کی کوشش سے شانٹی کے ماحول میں دو نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔آپ کے زیرانتظام ہر اتوار کو کماسی مارکیٹ کے قریب پبلک جلسے منعقد ہوتے رہے۔آپ کا ایک پادری سے کامیاب مباحثہ ہوا۔

مولوی عبدالحمید صاحب مبلغ اکرہ نے مولانا عبدالمالک خان صاحب کی معیّت میں غانا کے وزیر خارجہ کو دینی لٹریچر پیش کیا۔آپ غانا کی سب سے بڑی بندرگاہ ٹیما (Tema) بھی تشریف لے گئے۔جہاں متعدد احباب نے جو آپ کے زیرتبلیغ تھے بیعت کر لی اور ایک نئی جماعت معرض وجود میں آئی۔آپ نے فرانسیسی سفارت خانہ کے ایک سیکرٹری کو دینی لٹریچر پیش کیا۔اکرہ کی تھیوسوفیکل سوسائٹی میں لیکچر دیا اور محکمہ براڈکاسٹنگ کے بعض افسران اور ایک پادری صاحب سے اسلامی تعلیم پر تبادلہ خیالات کیا۔

مولوی عبدالوہاب بن آدم عیسائیوں، بت پرستوں اور غیر از جماعت مسلمانوں تک پیغام حق پہنچانے میں مصروف عمل رہے۔ٹومالی ریجن کے اساتذہ کے سامنے لیکچرز دیئے۔غانا کالج، گورنمنٹ سیکنڈری سکول اور ٹریننگ کالج میں اسلام کے متعلق متعدد تقاریر کیں اور سوالوں کے جواب دیئے۔تیجانی فرقہ کے معلم الحاج ثانی اول کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب دیں۔ایک تیجانی عالم کے ساتھ آپ کا مباحثہ بھی ہوا جو تین دن تک جاری رہا۔[57]

کینیا

نیروبی کے اخبار ڈیلی سٹنڈرڈ ۱۰ مئی ۱۹۶۳ء نے کینیا اور دوسرے احمدی مشنوں کی کامیاب تبلیغی مساعی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:۔

’’امریکن بائبل سوسائٹی نے اعتراف کیا ہے کہ افریقہ کے بہت سے علاقوں میں عیسائی مشنری جس رفتار سے مشرکوں کو عیسائی بناتے ہیں مسلم مشنری اس سے دگنی تعداد میں انہیں اسلام کے حلقہ بگوش بنا لیتے ہیں۔سوسائٹی کے ۱۴۷ویں سالانہ اجلاس سے معاً قبل ایک رپورٹ شائع کی گئی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ جنوب کی طرف اسلام کی کامیاب یلغار افریقہ میں سوسائٹی (امریکن بائبل سوسائٹی) کے کام کو اور زیادہ مشکل بنا رہی ہے۔ بہت سے علاقوں میں کم سے کم اندازے کے مطابق مسلم مشنری افریقہ کے مشرکوں کو اس رفتار سے اسلام کا حلقہ بگوش بنا رہے ہیں کہ ہر اس ایک مشرک کے بالمقابل جسے عیسائیت اپنی طرف کھینچتی ہے وہ دو مشرکوں کو اسلام کی آغوش میں کھینچ لیتے ہیں۔‘‘[58]

کینیڈا (مختصر تاریخ ۱۹۶۳ء تا ۱۹۸۹ء)

اس سال کا نہایت اہم واقعہ کینیڈا میں ابتدائی طور پر جماعت کا باقاعدہ قیام تھا۔ بعد ازاں یہ سلسلہ پھیلتا اور پھولتا گیا اور اب تو دنیائے احمدیت میں یہاں کی جماعت کو ایک نمایاں مقام حاصل ہو چکا ہے۔مکرم حسن محمد خان عارف صاحب ۱۹۶۳ء سے ۱۹۸۹ء تک کی مختصر تاریخ احمدیت کینیڈا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

مرکز احمدیت قادیان اور ربوہ سے ہزاروں میل دور اس عظیم ملک کینیڈا میں آ کر مستقل رہائش رکھنے والے سب سے پہلے احمدی جناب شیخ کرم دین صاحب ہیں جو ۱۹۱۹ء میں نوا اسکوشیا Nova Scotia تشریف لائے اور اب تک وہاں مقیم ہیں۔آپ کی پیدائش ۱۲؍اگست ۱۸۹۹ء ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک حیات ہیں۔ایک اور دوست حبیب اللہ صاحب جو مکرم محمد شریف خالد صاحب نائب امیر مغربی جرمنی کے والد ماجد تھے ۱۹۲۲ء تک اپنے کاروبار کے سلسلہ میں مقیم رہے لیکن آپ نے بیعت واپس ہندوستان جا کر ۱۹۲۲ء میں کی۔ابتدائی آنے والے احمدیوں میں چند دوست یہ ہیں:۔

صوفی عزیز احمد صاحب آٹوا، سید طاہر احمد صاحب بخاری ٹورانٹو، قاضی مظہر الحق صاحب

آٹوا، ملک غلام ربانی صاحب مرحوم ٹورانٹو، سید داؤد احمد مانٹریال، چوہدری عبداللطیف صاحب آٹوا، اصغر حسین صاحب ٹورانٹو، ڈاکٹر خلیفہ عبدالمومن صاحب، محمد برکات الٰہی جنجوعہ، ڈاکٹر ساجد حسین مرحوم۔ محترم جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ، وکیل التبشیر ۱۹۶۱ء میں امریکہ کے دورہ کے بعد کینیڈا بھی تشریف لائے تا کہ یہاں مشن کے قیام کا جائزہ لے سکیں۔

مانٹریال وہ پہلا شہر ہے جہاں چند احمدی احباب نے مل کر مختصر سی جماعت قائم کی اور نمازوں کا اہتمام کیا اور یوں ۱۹۶۳ء میں باقاعدہ تنظیم عمل میں آئی۔ جناب ڈاکٹر خلیفہ عبدالمومن صاحب صدر مقرر ہوئے۔ دوسری تنظیم شہر ٹورانٹو میں ۱۹۶۶ء میں ہوئی اور جناب میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم (سابق ایڈووکیٹ و امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی) صدر مقرر ہوئے اور انہی کے مکان پر جماعت کے اجلاس اور نماز باجماعت شروع ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۵ دسمبر ۱۹۶۶ء کو جماعت حکومت کے پاس رجسٹرڈ ہوگئی اور اس کے پہلے ڈائریکٹر میاں عطاء اللہ صاحب مرحوم، سید طاہر احمد صاحب بخاری، سردار حمید احمد صاحب اور اصغر حسین خان صاحب تھے۔ ۱۹۶۷ء میں سید طاہر احمد بخاری، مکرم غلام ربانی صاحب مرحوم اور خلیفہ عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ڈائریکٹر مقرر ہوئے اور اسی سال سید طاہر احمد صاحب بخاری صدر بنائے گئے۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء میں ملک کے دیگر شہروں میں جماعتوں کا قیام عمل میں آیا اور وسعت شروع ہوگئی جس کے نتیجہ میں سید طاہر احمد صاحب بخاری نیشنل پریذیڈنٹ اور چوہدری خلیل احمد صاحب صدر ٹورانٹو نامزد ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں خلیفہ عبدالعزیز صاحب نیشنل پریذیڈنٹ کینیڈا اور صاحبزادہ طاہر لطیف صاحب صدر ٹورانٹو اور مبارک احمد خاں صاحب مرحوم جنرل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں مبارک احمد خاں صدر جماعت ٹورانٹو منتخب ہوئے۔

انتظامی لحاظ سے جماعت کینیڈا خود مختار نہ تھی اور مرکزی طور پر جماعت امریکہ کے ماتحت تھی۔ جولائی ۱۹۷۴ء میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید کینیڈا تشریف لائے اور اپنی نگرانی میں نیشنل پریذیڈنٹ کا انتخاب کروایا جس میں خلیفہ عبدالعزیز بیرسٹر نیشنل پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۳ء تک جماعت ٹورانٹو کی میٹنگز اور دیگر تقاریب YMCA کالج سٹریٹ ٹورانٹو میں منعقد ہوتی رہیں۔

جناب سید منصور احمد صاحب بشیر ابن سید اقبال حسین صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ مولوی فاضل

کینیڈا کے پہلے مبلغ ہیں جو مرکزی طور پر بطور مبلغ انچارج ۲۲؍مارچ ۱۹۷۷ء کو یہاں ٹورانٹو تشریف لائے اور 36 Thorncliff Park drive#313,Toronto پر ایک اپارٹمنٹ کرایہ پر لیکر کام کا آغاز کیا۔سید منصور احمد ایک خاموش اور ان تھک کام کرنے والے علم دوست اور انتہائی سادہ مبلغ تھے۔ بلند پایہ علمی ذوق رکھتے تھے۔آپ نے فوراً ہی سارے کینیڈا کے اُن شہروں کا دورہ کیا جہاں احمدی احباب موجود تھے۔ جماعتوں کی تنظیم کے انتخابات کروائے اور احمدی احباب کو باقاعدہ تنظیم میں منسلک کرنے کی بھرپور کوشش کی۔اس کام کے لئے انہوں نے دن رات محنت کی جہاں جہاں وہ خود پہنچ سکے جا کر اس کام کو مکمل کیا اور ہر جماعت سے باقاعدہ رابطہ اور تعلق رکھا اور مرکزی تحریکات پہنچاتے رہے۔چندوں کا نظام باقاعدہ کیا اور پوری کوشش کے ساتھ انفرادی خاندانوں اور دیگر افراد کے ساتھ تعلقات قائم کئے۔تبلیغی اور تربیتی مہم کو تیز تر کرنے کے لئے آپ نے ہی سب سے پہلے جلسہ سالانہ کی بنیاد ڈالی جو ۲۴/ ۲۵ دسمبر ۱۹۷۷ء کو ٹورانٹو میں منعقد ہوا۔

مغربی کینیڈا میں کیلگری کے مقام پر پہلا احمدیہ مشن ہاؤس خریدا گیا اور بعد میں اسی سال مغربی کینیڈا کے شہر سسکاٹون میں بھی ایک مکان خریدا گیا جو بعد میں مشن ہاؤس کے طور پر استعمال ہوا۔ آپ نے ہی اپنے قیام کے دوران ایک علمی رسالہ Light جاری کیا تا کہ اس کے ذریعہ تبلیغ میں مدد لی جا سکے۔اس میں تبلیغی، تربیتی اور دیگر علمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ اُن کے جانے کے بعد جاری نہ رہ سکا۔آپ نے ۱۹۸۰ء کے آخر تک کینیڈا میں کام کیا اور واپس پاکستان تشریف لے گئے۔ آپ کے قیام کے دوران قبرستان پارک میں احمدی وفات یافتگان کی تدفین کے لئے بیس قبروں کا ایک قطعہ خریدا گیا جس میں بعد میں ایک اور قطعہ کا اضافہ ہوا۔اس میں پہلی تدفین مولانا ارجمند خاں صاحب کی ہوئی جو جامعہ احمدیہ کے فاضل پروفیسر تھے۔

سید منصور احمد صاحب بشیر کے بعد دوسرے مبلغ منیر الدین صاحب شمس تھے جو ۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء کو کینیڈا تشریف لائے اور آپ جماعت احمدیہ کے مشہور عالم اور نامور مبلغ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس مبلغ فلسطین، شام اور انگلستان کے فرزند ارجمند ہیں۔آپ کے زمانہ میں ٹورانٹو میں مرکزی جماعت کا ایک مشن ہاؤس 1306 Wilson Av. Downsview (Ont) پر ایک لاکھ تینتیس ہزار ڈالر کے صرفِ کثیر سے خریدا گیا۔اس سے قبل ۱۹۷۶ء میں مشن ہاؤس کی تعمیر کے لئے سات ایکڑ کا رقبہ موجود تھا جسے فروخت کر کے یہ مکان خریدا گیا۔ٹورانٹو کے علاوہ دیگر شہروں میں بھی

توسیع کا سلسلہ جاری رہا۔ مانٹریال میں ایک لاکھ ڈالر کی مالیت سے ایک بلڈنگ جنوری ۱۹۸۲ء میں خرید کی گئی جس کا نام النصرت تجویز ہوا۔ البرٹا میں ایڈمنٹن کے مقام پر ایک اپارٹمنٹ کرایہ پر حاصل کر کے مشن ہاؤس قائم کیا گیا۔ وینکوور .B.C میں برینی کے مقام پر اکتوبر ۱۹۸۲ء میں ایک مکان ۶۰۰۰ ۷ ڈالر میں خریدا گیا جس کا نام بیت الدعا رکھا گیا۔

مکرم شمس صاحب کے قیام کے دوران مندرجہ ذیل مبلغین بھی اس ملک میں تشریف لائے۔

۱۔ مولانا سعید احمد صاحب اظہر۔ جون ۱۹۸۲ء میں کیلگری کے لئے یہاں پہنچے۔

۲۔ مولانا علی حیدر صاحب اُپل۔ جون ۱۹۸۳ء میں تشریف لائے اور کیلگری اور وینکوور میں کام کیا اور ۳ دسمبر ۱۹۸۶ء کو واپس پاکستان تشریف لے گئے۔

۳۔کرنل (ریٹائرڈ) محمد سعید صاحب نے بعد از ریٹائرمنٹ وقف کی سکیم میں اپنا نام پیش کیا اور اپریل ۱۹۸۳ء میں آپ کو وقف میں لے لیا گیا اور وینکوور میں متعین کیا گیا۔ بعد میں کچھ عرصہ کیلگری میں بھی کام کیا اور پھر مرکزی مشن ٹورانٹو تبدیل ہو گئے جہاں آپ بطور سیکرٹری اب تک کام کر رہے ہیں۔ آپ ایک ان تھک مخلص اور علم دوست مبلغ ہیں۔ آپ کا مسکراتا ہوا چہرہ سب کے لئے جاذب نظر ہوتا ہے تبلیغ اسلام کے لئے بے پناہ جوش رکھتے ہیں۔ آپ کی سابقہ زندگی سلسلہ کے ساتھ انتہائی اخلاص اور محبت کے ساتھ گزری اور ریٹائرمنٹ کے بعد اب سلسلہ کے ساتھ انتظامی طور پر منسلک ہو گئے اور اس وقت ٹورانٹو میں خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔

مولانا شمس صاحب کی کارگزاریوں کے سلسلہ میں قابل ذکر امور .T.V کے ساتھ رابطہ ہے جبکہ اس پر جماعتی پروگرام دکھانے شروع ہوئے۔ آپ ہی کے زمانہ میں پریس کے ساتھ تعلقات قائم ہوئے۔ سکولوں میں لیکچرز کا آغاز ہوا۔ برانٹ فورڈ میں پیشوایان مذاہب کے جلسے شروع ہوئے۔ مکرم شمس صاحب ۱۶ جون ۱۹۸۵ء کو لندن تشریف لے گئے اور اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے بطور ایڈیشنل وکیل التصنیف خدمات بجا لا رہے ہیں۔

ہمارے تیسرے مبلغ جناب مولانا نسیم مہدی ہیں جو مئی ۱۹۸۵ء میں یہاں تشریف لائے اور مکرم شمس صاحب سے چارج لیا آپ کے والد سلسلہ کے مشہور مبلغ مولانا احمد خاں صاحب نسیم ہیں جو برما کے پہلے مبلغ تھے اور مرکز سلسلہ کے گردونواح میں تبلیغ کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ آپ نے چوہدری فتح محمد صاحب سیال کے ہمراہ لمبا عرصہ کام کیا اور بعد میں خود اس محکمہ کے انچارج مقرر ہوئے۔ آپ

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نہایت معتمد اور دستِ راست تھے۔حضور نے آپ کے سپرد بڑی بڑی ذمہ داریاں بھی فرمائیں تقسیم ہند کے وقت آپ کو حفاظتِ مرکز کے سلسلہ میں حکومتِ ہند نے گرفتار کیا۔سخت اذیتیں دیں اور عملی طور پر تذلیل کی بھی کوشش کی اور یوں آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے قربانی کرنے والوں کی صفِ اوّل میں شامل ہوگئے۔

Wilson Av. پر جو عمارت بطور مشن ہاؤس خرید کی گئی تھی جماعتی ضروریات کے لئے تیزی سے ناکافی ثابت ہورہی تھی۔نماز جمعہ کے لئے احباب وخواتین کے لئے اس کے کمرے کم رہ جاتے تھے۔لوگوں کے لئے پارکنگ کی مشکلات بڑھ رہی تھیں۔اس وجہ سے ایک عرصہ سے یہ غور کیا جارہا تھا کہ کوئی ایسی جگہ یا مکان خریدا جائے جہاں وسیع مشن ہاؤس اور مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ ہو اور آئندہ کی بڑھتی ہوئی احمدی آبادی کی ضروریات کو پورا کیا جائے اس غرض کے لئے ایک مسجد کمیٹی زیر ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح قائم کی گئی جس نے مولانا نسیم مہدی صاحب کی زیر نگرانی تندہی سے کام کرنا شروع کیا۔مہدی صاحب اور کمیٹی کے ممبران کی ان تھک کوششوں سے ۱۳دسمبر ۱۹۸۵ء کو ایک نہایت موزوں قطعہ بہت اچھے علاقہ میں سوا پانچ لاکھ ڈالر کے زرکثیر سے خرید لیا گیا اس کا رقبہ ۱۲۵ ایکٹر ہے۔ اس میں ایک تین منزلہ عمارت ہے جو بائیس کمروں پر مشتمل ہے جس میں دو بڑے ہال ہیں۔ڈیڑھ درجن غسل خانے اور ڈبل گیراج ہے۔اس بڑی عمارت کے قریب ہی دو بیڈروم کا فریم ہاؤس اور ایک بڑا گودام ہے۔یہ قطعہ زمین کینیڈا کی مشہور تفریح گاہ کینیڈا ونڈرلینڈ سے چند فرلانگ کے فاصلہ پر ہائی وے ۴۰۰/اور جین سٹریٹ کے درمیان واقع ہے۔اس مشن ہاؤس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ازراہ شفقت بیت الاسلام رکھا۔الحمدللہ

اس کا ایڈریس مندرجہ ذیل ہے۔10610 Jane street Maple(Ont) L6A ISI

چونکہ جماعتی ضروریات تیزی سے بڑھ رہی تھیں اس لئے مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کے پروگرام کے سلسلہ میں تیزی سے کام شروع ہوا اور یہ جماعت کینیڈا کی خوش بختی تھی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ۱۸ستمبر ۱۹۸۶ء میں بنفسِ نفیس کینیڈا تشریف لائے اور اس مُلک میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا سنگِ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا۔

تعمیر مسجد اور سنگ بنیاد کے سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بعض معاندین کو جب اس عظیم منصوبہ کا علم ہوا تو انہوں نے اِس اللہ کے گھر کی تعمیر کو رکوانے کے سلسلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور

پراپیگنڈے کی وسیع مہم شروع کردی گئی۔ Maple Township جہاں یہ مسجد تعمیر ہوگی کے اہالیان کو یہ باور کرانیکی کوشش کی گئی کہ یہ مسجد نہیں دہشت گردی کا اڈا بنایا جارہا ہے جہاں سے فتنہ و فساد پھیلایا جائے گا۔ علاقہ کا امن تباہ کیا جائیگا۔ لوگوں کی لاعلمی کی وجہ سے وہ اس منصوبہ کے بارہ میں پریشان ہوئے اور علاقہ کے کمیونٹی ہال میں جلسہ کیا تاکہ اس بارہ میں احتجاج کیا جائے اور اس کی تعمیر کو رکوایا جائے۔

مولانا نسیم مہدی صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو وہ خود اپنے رفقاء کار کے ساتھ اس میں شامل ہوئے اور نہایت قابلیت اور دانشمندی سے اس شرارت کا پول کھولا اور اہالیان کو وضاحت سے بتایا کہ جماعت احمدیہ کی سو سالہ تاریخ میں ایک بھی دہشت گردی کا واقعہ رونما نہیں ہوا۔ ہم لوگ امن کے علمبردار ہیں ہمارا اصول ہی یہ ہے کہ ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''۔

پاکستان جہاں جماعت کا عالمگیر مرکز ہے وہاں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کے خلاف دہشت گردی، لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ بے گناہ احمدی بے قصور گرفتار کئے جاتے ہیں اور بغیر مقدمات کے جیلوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔ دسیوں احمدی قتل کئے جاچکے ہیں اور کسی ایک قاتل کا بھی سراغ نہیں لگایا گیا اور نہ سزا دی گئی۔ احمدی طلبا کو کالجوں میں داخلہ ملنے میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں۔ سرکاری ملازمین کی ترقیات روک دی گئی ہیں مساجد سے اذان بند کردی گئی ہے۔ احمدی اخبارات اور رسائل کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ لاؤڈ سپیکر پر کوئی احمدی تقریر نہیں کرسکتا۔ ہر قسم کا جلسہ اور اجتماع ختم کردیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مسلمان ہیں لیکن اگر کوئی احمدی اپنے آپ کو مسلمان ہونے کا اعلان کردے تو اُسے تین سال قید بامشقت کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ ہمارے مسلمان ہونے کا یہاں سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ہم اس شہر میں ڈھائی ملین ڈالر کی لاگت سے اسلامی مسجد تعمیر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دسیوں بیسیوں احمدی ہیں جو مختلف قسم کے فرضی جرائم میں گرفتار کرکے پابند سلاسل کئے جاچکے ہیں۔ صدر پاکستان احمدیوں کو کینسر قرار دے چکے ہیں کہ وہ عنقریب اس کی جڑیں پاکستان سے اکھیڑ دینگے۔ لیکن یہ مسجد جو بنائی جارہی ہے یہ اللہ کا گھر ہے اس میں ہر مذہب و ملت کا شخص جو خدائے واحد کی عبادت کرنا چاہے بڑی خوشی سے آسکے گا اور عبادت بجالانے کا مجاز ہوگا اور اگر ہم نے غلط الزام لگائے ہیں تو ہمارے مخالفین کھڑے ہوں اور انہیں ثابت کریں کہ یہ غلط ہیں لیکن یہ عجیب بات تھی کہ مخالفین کا وکیل تو موجود تھا لیکن بذاتِ خود ایک بھی مخالف اس محفل میں موجود نہ تھا یا اگر

موجود تھا تو کھل کر سامنے نہیں آیا اہالیان علاقہ کو جب حالات کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے اور جماعت کی مظلومیت پر ہمدردی اور تعمیر مسجد پر خوشی کا اظہار کیا۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اب ہمارے T.V اور اخبارات سے تعلقات وسیع تر ہوتے جارہے ہیں۔صوبائی اور مرکزی حکومت کی پارلیمنٹوں کے ممبران اور وزراء سے درست مراسم ہیں۔ وزراء کو احمدیوں کے مسائل اور ان کی مشکلات سے آگاہ کیا جارہا ہے۔اخبارات سے تعلقات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔جن کی وجہ سے وہ لوگ ہماری خبروں کو اپنے کالموں میں جگہ دیتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جماعت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار ہونے کی تحریک فرمائی اور دنیا بھر کے احمدیوں کو بیدار کیا ہے پیغام حق کے پہنچانے میں ہر احمدی کو ہمہ تن مصروف کرنیکی کوشش کی جارہی ہے۔یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ کینیڈا میں یہ رفتار ترقی پذیر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قُوت قدسی کی وجہ سے جماعت کے احباب قربانیوں کے میدان میں آگے ہی آگے قدم بڑھا رہے ہیں۔بیرون پاکستان تبلیغی نظام کے لئے تحریک جدید جاری کی گئی تھی اور اس میں جماعت کا بیشتر حصہ شامل ہوتا تھا کینیڈا میں بھی احباب اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔گزشتہ چار سالوں میں وعدہ کنندگان کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے وہ قابل ذکر ہے۔

سال	تعداد وعدہ کنندگان	وعدہ کی رقم
۸۴/۸۵	۲۰۵	۲۵،۴۱۴
۸۵/۸۶	۴۰۱	۴۷،۳۳۹
۸۶/۸۷	۶۴۴	۶۰،۷۳۹
۸۷/۸۸	۱۱۵۹	۷۲،۱۹۸

ٹورانٹو کا شہر پہلے سے بہت زیادہ وسعت اختیار کر گیا ہے اور کثرت سے نئے احمدی احباب گزشتہ دو سالوں میں آکر آباد ہوئے ہیں۔اس لئے جماعتی تنظیم کے سلسلہ میں کافی مشکلات پیش آرہی تھیں اس کے پیش نظر ٹورانٹو اور نواحی علاقوں کی تنظیم نو کی گئی اور ٹورانٹو کی ایک جماعت کی جگہ چھ نئی جماعتیں قائم کی گئیں تاکہ سب جگہ کے لوگ آزادی سے کام کریں اور اپنی کوششوں کو تیز تر کریں۔

صد سالہ جوبلی فنڈ کے وعدہ جات اور ادائیگیوں میں نمایاں فرق پڑا ہے فروری ۱۹۸۷ء تک کے کل وعدہ جات -/۲۷۵۹۷۳ ڈالر تھے اور گزشتہ چودہ پندرہ سالوں میں وصولی صرف ۸۱۹۷۵ ڈالر

تھی ۔لیکن صرف ایک سال ۱۹۸۷ء میں ۲۴۲۷۶ ڈالر کے نئے وعدہ جات ہوئے اورایک سال میں ۱۲۲۶۷۹ ڈالر کی ادائیگی کی توفیق ملی ۔ جماعت کینیڈا کی اس قربانی کا ذکر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱مارچ ۱۹۸۸ء میں بھی فرمایا۔الحمدللہ

۱۹۸۸ء کے آغاز میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے نماز جمعہ با قاعدگی سے ادا کرنے کی تحریک فرمائی جس پر یہاں کے لوگوں نے بہت اچھا نمونہ دکھایا۔صرف ٹورانٹو اور گرد ونواح کی جماعتوں سے یکصد پچاس (۱۵۰) احباب مستقل طور پر نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے لیکن ۳ ماہ کے اندر اندر یہ تعداد بڑھ کر ۲۵۸ ہوگئی اوراب تک نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آٹھ مراکز قائم کئے جا چکے ہیں اس کے علاوہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر تبلیغی اشتہار دئے جاتے ہیں۔مختلف اوقات میں امیر ومشنری انچارج کینیڈا کے انٹرویو نشر کئے جاتے ہیں اور سلسلہ کی کتب کے بارہ میں بھی اعلانات کئے جاتے ہیں جن کا نمایاں فائدہ ہوا ہے۔

ٹورانٹو چونکہ بین الاقوامی شہر ہے اور شمالی امریکہ کے بڑے شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور یہاں کی جماعت نمایاں حیثیت حاصل کر چکی ہے اس لئے دیگر ملکوں سے یا مرکز سے جماعت کی نمایاں شخصیات یہاں تشریف لاتی ہیں تو احباب جماعت کے لئے خوشی کا باعث ہوتا ہے۔

یہ کینیڈا کی خوش بختی ہے کہ جماعت کے دو مقدس خلفاء نے اس ملک میں قدم رنجہ فرمایا اور برکت بخشی ۔ یہ کوئی معمولی سی بات نہیں ۔بیسیوں ملک ہیں جہاں کے احمدیوں کو یہ نعمت اور سعادت نصیب نہیں ہوئی اور وہ اس نعمت کو ترستے ہیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ پہلی بار یہاں ۸/اگست ۱۹۷۶ء کو تشریف لائے ۔آپ کی تشریف آوری پر پریس اور ٹی وی پر خبر نشر ہوئی۔ آپ نے پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔اس دورہ میں حضور نے مشن ہاؤس قائم کرنے کا ارشاد فرمایا نیز مبلغ بھی بھجوانے کا وعدہ فرمایا۔آپ کے اعزاز میں جو عشائیہ دیا گیا اُس میں احباب جماعت کے علاوہ مرکزی اور صوبائی ممبران پارلیمنٹ،میونسپل کونسلرز،نمائندگانِ پریس،ڈاکٹرز اور وکلاء صاحبان نے شرکت فرمائی۔ دورانِ قیام حضور نے سارے ملک کے نمائندگان ٹورانٹو بلوائے اور اجلاس کی صدارت فرمائی اور جماعتی مسائل کے حل اور ترقی کے منصوبہ پر غور وخوض کیا اور ہدایات فرمائیں۔حضور دوبارہ ۴ ستمبر ۱۹۸۰ء کو ہمارے ملک میں تشریف لائے اور ٹورانٹو میں چار یوم قیام فرمایا۔اس کے بعد تین روز کیلئے کیلگری تشریف لے گئے ۔قیام کے دوران پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا۔

خلافتِ ثالثہ کے بعد خلافتِ رابعہ کا دور شروع ہوا تو یہ بھی کینیڈا کی خوش بختی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بھی ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور ۱۸ ستمبر ۱۹۸۶ء کو کینیڈا تشریف لائے اور ۲۵ ستمبر ۱۹۸۶ء تک (ٹورانٹو شہر میں) قیام فرمایا۔ یہاں تشریف لانے کا سب سے بڑا مقصد ٹورانٹو میں جماعت کی مرکزی مسجد کا سنگِ بنیاد رکھنا تھا جس کی کسی قدر تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء ہفتہ کا دن تاریخ احمدیت کینیڈا میں وہ سنگِ میل تھا جبکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ مبارک سے مسجد احمدیہ مرکزیہ کینیڈا کا سنگِ بنیاد Maple Town (نواحِ ٹورانٹو) میں نصب فرمایا۔ اس سے قبل آپ نے اعلان فرمایا کہ جماعت احمدیہ جہاں بھی مسجد بنائے گی وہ قرآن کریم کے بیان فرمودہ مقاصد کے لئے بنائے گی۔ یہ مقاصد وہی ہیں جن کے لئے دنیا میں سب سے پہلا اللہ کا گھر تعمیر کیا گیا اور یہاں بھی خدا کا گھر انہی مقاصد کے لئے تعمیر کیا جائے گا۔ اس بابرکت تقریب کا آغاز صبح ساڑھے گیارہ بجے تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔ مکرم نسیم مہدی صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا۔ مسی ساگا کی میئر اور صوبہ اونٹاریو کی وزیر شہریت کی نمائندہ نے حضور کا خیر مقدم کیا اور خوش آمدید کہا۔ جس کے بعد حضور نے خطاب فرمایا اور اسلام میں مسجد کی اہمیت اور ان کی افادیت بیان فرمائی اور فرمایا کہ اس مسجد کی انفرادی اور تاریخی اہمیت بھی ہے۔ خدا کے گھر کی تعمیر کی غرض و غایت سے یہاں کے لوگ ناواقف ہیں اور نہیں جانتے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں اور اللہ کا گھر یہاں کیا تغیر لائے گا۔ حضور نے ان شکوک کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں تو عبادت گاہیں سیاست کا اڈہ بن گئی ہیں۔ فتنہ وفساد کا گھر ہیں اور دہشت گردی کا مرکز ہیں لیکن ہم نے جہاں کہیں بھی خدا کا گھر بنایا ہے اور آئندہ بنائیں گے وہ نفرت پھیلانے، دہشت اور تشدد پیدا کرنے کے لئے ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ محبت اور امن اور صلح کا مرکز ہوگا اور جو ایڈریس پڑھے گئے ہیں وہ رسمی نہیں بلکہ معناً اپنے الفاظ کی گہرائیوں کو ادا کر رہے تھے اور دونوں میئر صاحبان کو یقین دلایا کہ ہم ان کے خوبصورت شہروں میں بھی اللہ کا گھر بنائیں گے۔ یہ تو آغاز ہے آخیر نہیں۔ اس کے بعد خلیفہ عبدالعزیز صاحب نیشنل پریذیڈنٹ نے حضور اور تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد حضور نے سنگِ بنیاد رکھا جو بیت مبارک قادیان کی ایک اینٹ تھی۔ حضور کے بعد حضرت بیگم صاحبہ نیز جماعت کینیڈا کے نمائندگان اور بیرونی معززین نے اینٹ رکھنے کا شرف حاصل کیا جن کی تعداد ۳۷ تھی۔

ٹورانٹو میں قیام کے دوران حضور نے کینیڈا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے نمائندگان کی شوریٰ بھی کروائی اور اس میں جو نصائح اور ہدایات فرمائیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں یہاں پر اپنی نئی پود کو سنبھالنے کے لئے شدید محنت کی ضرورت ہے۔ دوسرے تبلیغ کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ نوجوان نسل کے لئے لٹریچر تیار کیا جائے جوان کے تقاضوں کے مطابق ہو۔ سٹوری بکس لکھی جائیں اور انہیں کثرت سے پھیلایا جائے۔ T.V. کے بداثرات کے بارہ میں حضور نے کھل کر بتایا کہ کس قدر تباہ کن ہے اور اس سے بچنے کے کیا طریق ہیں۔ دعاؤں پر خاص توجہ کی نصیحت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ بچوں کو اس کی اہمیت خصوصیت سے بتائی جائے کہ دعا سے کس طرح مشکلات حل ہوتی ہیں اور ان سے نجات ملتی ہے۔ تبلیغ کے سلسلہ میں فرمایا کہ اس کے لئے جنون پیدا کریں۔ بچوں کو بتائیں کہ تبلیغ کیسے کرنی ہے۔ اس کے بعد شوریٰ کے ممبران نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں مثلاً بچوں کے لئے دینی کارسپانڈنس کورس شروع کئے جائیں۔ قرآن کلاسز شروع کی جائیں۔ لائبریریاں قائم کی جائیں۔ ہر قسم کی دینی معلوماتی کتب مہیا کی جائیں۔ خدام الاحمدیہ کی کتب کا ترجمہ کیا جائے۔ تبلیغی Tapes تیار کی جائیں بچوں کو تقریر کی مشق کرائی جائے۔ T.V. پروگرام پیش کئے جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے لئے اخبارات میں جگہ خرید کی جائے۔ پاکستانی نوجوان، امریکن اور کینیڈین احمدی اُردو سیکھیں۔ ہر احمدی گھرانہ میں روحانی خزائن کا سیٹ ہونا چاہئے۔

۱۹ ستمبر کو جمعہ تھا جو حضور نے ٹورانٹو میں پڑھایا۔ ۲۰ ستمبر کے دن سنگِ بنیاد رکھے جانے کے بعد جماعت کینیڈا کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے اور امریکہ سے آئے ہوئے احباب وخواتین سے انفرادی ملاقات فرمائی۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چار صد سے زائد فیملیز نے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

۲۵ ستمبر کو حضور مانٹریال تشریف لے گئے۔ ۲۶ ستمبر کو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور ایک مجلس استقبالیہ میں شرکت فرمائی۔ نیز حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ احباب کو ملاقات کا شرف بھی بخشا۔ ۲۷ ستمبر کو حضور نے احباب جماعت کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جس میں شہر کے میئر بھی شریک ہوئے۔

۲۸ ستمبر کو ایڈمنٹن کے لئے روانگی ہوئی۔ راستہ میں تین گھنٹے کے لئے سسکاٹون ٹھہرے اور دو Interviews ریکارڈ کروائے اور احباب جماعت کے ساتھ کھانا کھایا۔ رات کے گیارہ بجے ایڈمنٹن پہنچے صبح کو ایک گھنٹہ کا انٹرویو دیا۔ دوپہر کا کھانا یہاں کے مقامی انڈین باشندگان کے ہمراہ کھایا۔ شب

گیارہ بجے سے بارہ بجے تک CITV پر حضور کا Live Talk Show ہوا۔ T.V. کے ناظرین حضور سے سوال کرتے تھے جس کا حضور اُسی وقت جواب دیتے تھے۔ پروگرام بہت دلچسپ اور مفید ثابت ہوا۔ ۳۰ ستمبر کو حضور نے ''انسانیت کا مستقبل'' کے موضوع پر تقریر فرمائی جس میں کثیر تعداد میں غیر مسلم بھی شریک ہوئے۔ تقریر کے بعد بہت سے دلچسپ سوالات ہوئے۔ یکم اکتوبر کو حضور کیلگری تشریف لے گئے۔

یہاں حضور کو Skyline Hotel میں استقبالیہ دیا گیا جس میں بڑے بڑے تاجر، ممبرانِ پارلیمنٹ اور شہر کے نمائندگان شریک تھے۔ حکومت کے نمائندے نے حضور کو البرٹا کا جھنڈا بطور تحفہ پیش کیا۔ حضور کے مختصر خطاب کے بعد سوال و جواب کی دلچسپ محفل ہوئی۔ حضور دو دن کے لئے کیلگری سے باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔

۴ را کتوبر کو حضور وینکوور تشریف لائے اور ایک استقبالیہ میں شرکت فرمائی جس میں شہر کے میئر نے حضور کو خوش آمدید کہا۔ جس کے بعد حضور نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا شام کے کھانے کے بعد احباب جماعت کے درمیان تشریف فرما ہوئے اور سوالات کے جواب دیئے۔ ۵ را کتوبر کو ملاقاتیں فرمائیں اور مجلس عرفان میں احباب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ دوران قیام Vancouver Sun کی نمائندہ کو انٹرویو دیا اور .T.V پر ایک انٹرویو میں شمولیت فرمائی۔ ۶ را کتوبر کو آپ بذریعہ بحری جہاز شہر وکٹوریہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر جہاز کے کپتان غیر معمولی اخلاص سے پیش آئے۔ لندن روانگی سے قبل حضور بین الاقوامی نمائش Expo-86 میں کچھ وقت سیر کے لئے تشریف لے گئے اور اسی دن ۶ را کتوبر لندن انگلینڈ واپسی ہوئی۔ کینیڈا میں حضور کی تشریف آوری کا تیرہ اخباروں نے مختلف تاریخوں میں ذکر کیا۔

اگلے سال یعنی ۱۹۸۷ء میں حضور نے امریکہ کا دورہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مولانا نسیم مہدی صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے حضور سے درخواست کی کہ ہمارے ملک کو بھی برکت بخشیں جو حضور نے ازراہ کرم منظور فرمائی اور ۲۹ ستمبر ۱۹۸۷ء کو ٹورانٹو تشریف لائے۔ اسی شام نماز مغرب وعشاء کے بعد مجلس عرفان میں رونق افروز ہوئے جو رات کے ساڑھے دس بجے تک جاری رہی۔ اگلے دن نیشنل مجلس عاملہ کینیڈا کی صدارت فرمائی۔ ٹورانٹو کے مشہور اخبار The Toronto Star اور نمائندہ C.B.C کو انٹرویو دیا۔ وسطی امریکہ کے ملک Belize جو

سابقہ British Honduras تھا کے اسلامک سنٹر کے ایک نمائندہ اسماعیل شہباز آئے ہوئے تھے اُنہیں شرفِ ملاقات بخشا۔شام کو پانچ بجے سے سات بجے تک مجلس عرفان میں رونق افروز ہوئے اور بعدازاں امریکہ تشریف لے گئے۔اس پروگرام میں مغربی کینیڈا کی تین جماعتوں کیلگری، ایڈمنٹن اور سسکاٹون کے افراد بھی شامل تھے۔اس کے لئے حضور دورہ امریکہ کے بعدان شہروں کے دورہ کے لئے ۶ نومبر ۱۹۸۷ء کو کیلگری پہنچے۔خطبہ جمعہ کیلگری میں ارشاد فرمایا اور اُسی شام ایڈمنٹن تشریف لائے۔ ۷ نومبر کو مذکورہ بالا تینوں جماعتوں کی مجلس عاملہ کے خصوصی اجلاس کی صدارت فرمائی۔اس مجلس عاملہ میں سب سے اہم سوال جو حضور نے اُٹھائے وہ تبلیغ کی کمی، طریق تبلیغ، رفتار ترقی اور داعیان الی اللہ کی تعداد کے متعلق تھے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ حضور کے دل میں تڑپ ہے ایک بے پناہ سیلاب ہے کہ کس طرح پیغام حق پہنچایا جائے اور کیوں احباب جماعت اس کی طرف کماحقہٗ توجہ نہیں دے رہے۔اس کے بعد مجلس عرفان میں تشریف فرما ہوئے۔ایک مقامی اخبار ایڈمنٹن جرنل کو انٹرویو دیا اور اگلے روز نیویارک تشریف لے گئے۔

اب ہم مختصراً قارئین کی خدمت میں جماعت احمدیہ کینیڈا کے بعض دیگر کوائف برائے ریکارڈ پیش کرتے ہیں تا آئندہ کے لئے محفوظ ہو جائیں۔

کینیڈا کے نیشنل پریذیڈنٹ صاحبان

(۱) مکرم سید طاہر احمد صاحب بخاری از اکتوبر ۱۹۶۷ء تا ۱۹۶۹ء (۲) مکرم خلیفہ عبدالعزیز صاحب از اکتوبر ۱۹۶۹ء تا جولائی ۱۹۸۱ء (۳) مکرم میجر شمیم احمد صاحب مرحوم از جولائی ۱۹۸۱ء تا اکتوبر ۱۹۸۲ء (۴) مکرم خلیفہ عبدالعزیز صاحب اکتوبر ۱۹۸۲ء میں مقرر ہوئے۔

کینیڈا میں مساجد و مشن ہاؤسز

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے مندرجہ ذیل چھ مقامات پر جماعت احمدیہ کے مشن ہاؤسز موجود ہیں:

(۱) ٹورانٹو (۲) کیلگری (۳) ایڈمنٹن (۴) وینکوور

(۵) سسکاٹون (۶) مانٹریال

یہ مشن ہاؤسز بطور مساجد کے استعمال ہو رہے ہیں لیکن ایسی عمارت جو صرف اس مقصد کے لئے

تعمیر ہوئی ہوتا حال کوئی نہیں البتہ ٹورانٹو میں مرکزی مسجد کا منصوبہ تیزی سے زیر تکمیل ہے۔ پلان کی تیاری، حکومت کے اداروں سے منظوریاں، بلڈرز اور آرکیٹیکٹ کا انتخاب وغیرہ سب مکمل ہیں اور دوسری صدی کے پہلے سال میں یہ منصوبہ انشاء اللہ تعالیٰ مکمل ہو جائیگا۔ گویا کینیڈا میں اسلام کی فتح مندانہ مارچ کا آغاز خدا کے گھر کی تکمیل سے ہو رہا ہے۔

کینیڈا میں جماعت ہائے احمدیہ

وینکوور (بی سی)	ایڈمنٹن	کیلگری
سسکاٹون	ریجائنا	وِنی پیگ
سڈبری	ونڈسر	لندن
سینٹ کیتھرائن	برانٹ فورڈ	بریمپٹن
ہملٹن	کنگسٹن	وان
مسی ساگا	ٹورانٹو سنٹرل	مارکھم
سکاربرو	آٹوا	مانٹریال

ان مقامات کے علاوہ قریباً ایک درجن دیگر مقامات پر احمدی گھرانے آباد ہیں۔ لیکن جماعت نہیں ہے۔

مبلغین جو کینیڈا میں کام کر چکے ہیں

(۱) مکرم سید منصور احمد بشیر صاحب بی ایس سی (۲۲ مارچ ۱۹۷۷ء تا ۳ دسمبر ۱۹۸۰ء)

(۲) مکرم منیر الدین شمس صاحب (۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء تا ۱۶ جون ۱۹۸۵ء)

(۳) مکرم سعید احمد اظہر صاحب: جون ۱۹۸۲ء میں تشریف لائے اور مختصر عرصہ قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

(۴) مکرم علی حیدر صاحب اُپل: جون ۱۹۸۳ء تا جولائی ۱۹۸۵ء کیلگری میں کام کیا اور نومبر ۱۹۸۶ء تک وینکوور میں۔ اور ۳ دسمبر ۱۹۸۶ء کو پاکستان چلے گئے۔

(۵) مکرم محمد سعید صاحب (لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ): وقف بعد از ریٹائرمنٹ کی سکیم میں پیش کیا اور اپریل ۱۹۸۳ء میں آپ کو وینکوور بطور مبلغ تعینات کیا گیا جہاں آپ نے اکتوبر ۱۹۸۳ء سے اگست

۱۹۸۵ء تک کام کیا۔ اس کے بعد اگست ۱۹۸۵ء سے فروری ۱۹۸۶ء تک کیلگری میں کام کیا اور مارچ ۱۹۸۶ء سے مرکزی مشن ٹورانٹو میں بطور سیکرٹری خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(۶) مکرم جناب نسیم مہدی صاحب: آپ ۱۹۸۵ء میں بطور امیر و مبلغ انچارج کینیڈا تشریف لائے اور تا حال اسی ملک میں خدمات بجالا رہے ہیں۔ آپ کی سرکردگی میں مشن دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں ۲۵/ایکڑ کا وسیع رقبہ مرکزی مشن ہاؤسز اور مسجد کے لئے خرید کیا گیا اور تعمیر مسجد کے انتظامات مکمل کئے گئے۔

(۷) مکرم جناب مبارک احمد صاحب نذیر: آپ ۳۱/اگست ۱۹۸۸ء کو تشریف لائے اور کیلگری میں بطور مبلغ ویسٹرن کینیڈا خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

(۸) مکرم جناب عبدالحفیظ صاحب کھوکھر: آپ ۱۹۸۸ء میں تشریف لائے اور ٹورانٹو میں کچھ عرصہ کام کیا۔ اب وینکوور میں کام کر رہے ہیں۔

بیرون ملک وقف عارضی

اب ہم ان مہمات کا ذکر کرتے ہیں جو عارضی واقفین نے مرکز کے حکم کے تحت بعض دیگر مما لک میں سرانجام دیں۔

(۱) مکرم ڈاکٹر سید وسیم احمد صاحب (ایڈمنٹن): ڈاکٹر صاحب حضور کی اجازت سے ۶ ماہ کے لئے جنوبی امریکہ کے ملک بولیویا میں گئے۔ آپ جون ۱۹۸۷ء کو وہاں کے شہر LA PAZ پہنچے۔ باوجود مختصر قیام کے آپ نے وہاں پر ہزاروں لوگوں کو احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ حکومت کے افسران سے رابطہ قائم کیا ملک کے نائب صدر کو مل کر قرآن مجید کا تحفہ پیش کیا اور دین اسلام کو اس ملک میں بطور Good Faith منظور کروایا۔ آپ نے ملک کے طول و عرض میں سفر کر کے آئندہ منصوبہ بندی کے لئے نہایت مفید رپورٹس بھجوائیں اور حضور نے ان پر نہایت خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

(۲) مکرم مسعود احمد خان (ہملٹن): تبلیغ کی لگن دل میں رکھنے والے دوست جن کا اپنی ملازمت کے بعد قریباً سارا وقت تبلیغ اسلام میں گزرتا ہے ایک ماہ کے لئے وسطی امریکہ کے ملک Belize گئے۔ اس سے قبل نسیم مہدی صاحب اور چوہدری الیاس صاحب آف کیلگری نے اس مُلک کا دورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اس ملک کے مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے واقفِ عارضی کو بھجوایا جائے اور اس غرض کے لئے مسعود احمد خان صاحب ۱۱ جولائی ۱۹۸۷ء کو یہاں پہنچے اور ۱۱/اگست تک یہاں مقیم

رہے۔مسلمانوں میں یہاں مؤثر تبلیغ کی اوراحمدیت کا پیغام پہنچایااور وہاں کے جنرل سیکرٹری اسمٰعیل شہباز صاحب تحقیق حق کے لئے ٹورانٹو تشریف لائے اور حضور سے بھی ملاقات کی۔

(۳) مکرم حمیداللہ شاہ صاحب: آپ ایک ماہ کے لئے وسطی امریکہ کے ملک جمیکا تشریف لے گئے اور وہاں بہت سے لوگوں کو لٹریچر کے ذریعہ تبلیغ کی۔ یونیورسٹی اور لائبریریوں میں لٹریچر رکھوایا۔ ان پر بعض ڈاکوؤں نے حملہ بھی کیا اور نقدی اور قیمتی کیمرہ لیکر فرار ہوگئے لیکن آپ اپنا وقف پورا کر کے واپس تشریف لائے۔

(۴) مکرم ڈاکٹر سید شہاب احمد صاحب: آپ ۶ ماہ کے لئے وسطی امریکہ کے ملک پانامہ تشریف لے گئے۔لیکن ان کے جانے کے معاً بعد ملک کے سیاسی حالات خراب ہوگئے اور عرصہ وقف تکمیل نہ کر سکے اور تین ماہ بعد واپس آنا پڑا۔لیکن مختصر عرصہ قیام میں بھی آپ نے سینکڑوں افراد تک پیغام حق پہنچایا۔

حال ہی میں مکرم حمیداللہ شاہ صاحب ایک ماہ ارجنٹائن گزار کرآئے ہیں۔ایک ماہ کے وقف عارضی کے دوران آپ نے سینکڑوں افراد تک پیغام حق پہنچایا۔ لائبریریوں میں قرآن کریم اور لٹریچر رکھوایا۔ ایک تاریخی کام جو آپ نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ ارجنٹائن کے شہر USHUAIA جو Southren most شہر کہلاتا ہے یعنی اس کے جنوب میں زمین پر اور کوئی شہر نہیں وہاں پہنچ کر وہاں کی لائبریری میں قرآن مجید رکھوایا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مکرم حمیداللہ شاہ صاحب وہ خوش قسمت دوست ہیں جنہیں قُطب شمالی پر قرآن کریم پہنچانے کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ اس رنگ میں بھی پورا ہوا۔[59]

اس کے بعد کی تاریخ انشاءاللہ اگلی جلدوں میں بیان ہوگی۔

گیمبیا

مشن کے انچارج جناب مولوی محمد شریف صاحب سابق مجاہد بلادِ عربیہ نے باتھرسٹ، سرکنڈا، جونگ، ینڈوم، باربرونوٹ، بصّے کوان لا، منسا کونکو، جنوئے، سوما، فرافینی، ساپویوری، بیری کنڈا، جارج ٹاؤن، باکاؤ اور سیر کنڈا میں پُر زور انداز میں احمدیت کی آواز بلند کی۔آپ کے کئی لیکچر باتھرسٹ اور ینڈونگ کے ٹریننگ کالج سنٹر میں ہوئے۔ایک لیکچر محمڈن سکول باتھرسٹ میں بھی ہوا۔لوکل مبلغ

احمد گائے (GAUE) تین ماہ کے لئے میکارتھی آئی لینڈ ڈویژن میں سرگرمِ عمل رہے ۔ مشن کی طرف سے چار ہزار کی تعداد میں شرائط بیعت انگریزی طبع کروایا گیا ۔ گیمبیا میں اس سال اڑھائی سو نفوس کے قریب داخل احمدیت ہوئے ۔ جن میں اڑتالیس افراد بالغ تھے ۔ جارج ٹاؤن اور باکاؤ میں اس سال نئی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا ۔ 60

لائبیریا

منرویا کے نواح میں چھ گاؤں کے افراد کا ایک اجتماع ہوا۔ جس سے مولوی مبارک احمد ساقی صاحب نے خطاب کیا اور سوالوں کے جوابات دیئے ۔ آپ نے ڈوڈوٹاؤن میں وہاں کے چیف سے ایسی موثر گفتگو کی کہ اُس نے احمدیت قبول کرنے کا اعلان کر دیا ۔ ہر جمعہ کو ریڈیو پر آپ کی تقریر نشر ہوتی رہی ۔ 61

نائیجیریا

رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نسیم سیفی صاحب کی متعدد تقریریں ریڈیو سے نشر ہوئیں اور خطبہ جمعہ بھی براڈ کاسٹ ہوتا رہا ۔ چوہدری رشید الدین صاحب مبلغ مشرقی نائیجیریا نے ایک غیر احمدی عالم سے کامیاب مناظرہ کیا نیز سرکاری دفاتر اور سکولوں میں دیگر معززین میں مسلمان قبائل کی دعوت پر سیرت النبی ﷺ پر مؤثر پیرایہ میں لیکچر دینے کی توفیق ملی ۔ جرمن احمدی مسٹر ناصر نکولسکی مغربی افریقہ کا دورہ کرتے ہوئے نائیجیریا بھی تشریف لائے اور ہر جگہ ڈٹ کر احمدیت کی تبلیغ کی ۔ کالجوں میں ان کے لیکچر بہت مؤثر ثابت ہوئے جہاں حاضرین کی تعداد سات آٹھ سو تک پہنچ جاتی تھی ۔ آپ کی ایک تقریر ریڈیو سے نشر ہوئی ۔ نائیجیرین مشن کی طرف سے اس سال دو پمفلٹ چار چار ہزار کی تعداد میں پورے ملک میں تقسیم کئے گئے علاوہ ازیں نائیجیریا کے متعدد احباب اور لائبیریریوں کو لٹریچر مہیا کرنے کے علاوہ مراکش یونیورسٹی، ہندوستان اور جنوبی افریقہ میں کثیر تعداد میں دینی کتب بھیجی گئیں ۔ جماعت احمدیہ نائیجیریا کی سالانہ کانفرنس ۲۶، ۲۷ دسمبر ۱۹۶۳ء کو منعقد ہوئی کانفرنس کا افتتاح مولانا نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ نے کیا آپ کے علاوہ حسب ذیل مخلصین جماعت احمدیہ کے لیکچر ہوئے ۔

(۱) ایس او بکر S.O.Bakar پریذیڈینٹ جنرل جماعت احمدیہ نائیجیریا ۔

(۲) جناب اے بی ڈارمولا A.B.Darmola

(۳) مسٹر ڈی اولوکوڈانانا D.Olokodanana سیکریٹری مال

(۴)ایم۔اے۔سنی M.A.Sanni

(۵)چوہدری عبدالمجید بھٹی صاحب پرنسپل مسلم ٹیچر ٹریننگ کالج لیگوس

(۶)جناب خلیل محمود صاحب

(۷)جناب ڈاکٹر سید محمد یوسف شاہ صاحب

(۸)انچارج احمدیہ ڈسپنسری لیگوس

(۹)وائی اے صافی Y.A.Safi

(۱۰)مسٹر اے آر اے اتول A.R.A. Otule

(۱۱)مسٹر اے کے مصطفیٰ A.K.Mustafa

کانفرنس کے دوران شوریٰ کا اجلاس بھی ہوا۔[62]

ہالینڈ

اس سال مشن کے انچارج حافظ قدرت اللہ صاحب کی تبلیغی سرگرمیاں ہیگ، ڈلفٹ، روٹرڈم، ماسٹرخٹ، ایمسٹرڈم، اور ہارلم کے عوام وخواص تک وسیع سے وسیع تر ہوگئیں۔ چنانچہ آپ نے گڈفرائیڈے چرچ تک پیغام اسلام پہنچایا۔ ریڈیو سے آپ کی ایک تقریر نشر ہوئی۔ وزارت خارجہ پاکستان کے سیکرٹری کو لٹریچر دیا۔ انڈونیشین ایمبیسی کی ایک تقریب میں وزیراعظم ہالینڈ کو احمدیہ مشن سے متعارف کیا۔ ڈلفٹ کے کالج اور یونیورسٹی سے خطاب کیا۔ روٹرڈم کے چرچ میں اسلام کے بارے میں تقریر کی۔ جرمن سرحد کے قریب ماسٹرخٹ میں ایک کیتھولک گروپ سے جو تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ اسلام پر تبادلہ خیالات کیا۔

ایمسٹرڈم میں ینگ مین ایسوسی ایشن کی تین روزہ کانفرنس میں تقریر کی۔ نیز اس کے ٹریننگ کالج کے تیس طلباء کو اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا۔ ہارلم کے ایک سوشل سنٹر میں نوجوانوں کے ایک گروپ سے خطاب کیا۔[63]

یوگنڈا

اس سال خصوصیت سے نیا لٹریچر شائع کیا گیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے

(۱) حضرت مصلح موعود کی ایک کتاب کا ترجمہ لانگی زبان میں

(۲)’’WAKE UP CHRISTIONS‘‘ پمفلٹ مرتبہ صوفی محمد اسحٰق صاحب

(۳)یوگنڈا کی اہم زبان HUGANDA میں دو پمفلٹ چار چار ہزار کی تعداد میں۔

(۴)نماز کی کتاب LUGANDA زبان میں موخرالذکر خاصی مقبول ہوئی۔اس کی اشاعت کی خبر یوگنڈا ریڈیو نے نشر کی۔نیز اخبار یوگنڈا اوگس میں بھی اس کا چرچا ہوا۔

صوفی محمد اسحٰق صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب شرما (امیر جماعت) مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح نے ملک کے ہر طبقہ تک پیغام حق پہنچانے کا ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا۔

مشن کی طرف سے جن اصحاب کو لٹریچر دیا گیا ان میں سے بعض یہ ہیں۔بمبئی کے ایک ہندو شوسلزسٹ۔گلوشہر کے ایگزیکٹو انجینئر۔مکریرے کالج کے پروفیسر۔آل افریقہ چرچ کانفرنس کے نمائندے چیف منسٹر وزیر تعلیم۔جنرل سیکرٹری یوگنڈا کانگرس،ممبر کینیا،لیجسلیٹو کانگرس،گورنمنٹ اور میونسپل دفاتر کے افسران اور کلرک۔

اس سال جنجہ کے مضافات میں تین نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور ایک سو پچیس سے زیادہ افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

جماعت احمدیہ یوگنڈا کا جلسہ سالانہ ۱۴ جولائی ۱۹۶۳ء کو’’چاجو بیرو‘‘ میں منعقد ہوا۔افتتاح مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے کیا۔آپ کے علاوہ درج ذیل افراد نے خطاب کیا۔

(۱) مکرم حمیس بن جمعہ صاحب معلم۔(۲) مسٹر زکریا ممبر یوگنڈا پارلیمنٹ (۳) مکرم صوفی محمد اسحٰق صاحب (۴) مکرم حکیم محمد ابراہیم صاحب مبلغ یوگنڈا (۵) مولانا محمد منور صاحب

کھانے پکانے کا سارا انتظام احمدی خواتین نے کیا۔جلسہ کو کامیاب بنانے میں مولوی عنایت اللہ صاحب خلیل مبلغ مساکا کی کوششیں بالخصوص قابلِ قدر تھیں۔64

مبلغین احمدیت کی آمد و روانگی

اس سال حسبِ ذیل مجاہدین فریضہ تبلیغ کامیابی سے بجالانے کے بعد واپس مرکز احمدیت میں پہنچے۔

(۱) مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم (۱۸ مئی از غانا)[65]

(۲) الحاج مرزا لطف الرحمٰن صاحب (۱۸ مئی از غانا)[66]

(۳) سمیع اللہ صاحب سیال (یکم جولائی از سیرالیون)[67]

(۴) مرزا محمد ادریس صاحب (۸ جولائی از بورنیو)[68]

(۵) حاجی فیض الحق خان صاحب (۱۰ جولائی از نائیجیریا)[69]

(۶) قریشی فیروز محی الدین صاحب (۸ راگست از مغربی افریقہ)[70]

(۷) چوہدری غلام یٰسین صاحب (۳ ستمبر از امریکہ)[71]

(۸) مولوی منیر الدین احمد صاحب (۱۰ راکتوبر از مشرقی افریقہ)[72]

(۹) مولوی بشیر احمد شمس صاحب (۲۸ راکتوبر از نائیجیریا)[73]

(۱۰) مولوی نصیر احمد خان صاحب (۱۰ دسمبر از لبنان)[74]

(۱۱) قریشی مقبول احمد صاحب (۱۴ ردسمبر از آئیوری کوسٹ)[75]

(۱۲) حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب (۲۱ دسمبر از سیرالیون)[76]

(۱۳) میر غلام احمد نسیم صاحب (۲۱ دسمبر از سیرالیون)[77]

اس سال جو مبلغین احمدیت بغرضِ اعلائے کلمۃ اللہ بیرون پاکستان تشریف لے گئے ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

(۱) سید جواد علی صاحب (۲۳ جنوری برائے امریکہ)[78]

(۲) چوہدری عبداللطیف صاحب (۲۵ جنوری برائے جرمنی)[79]

(۳) مولوی بشارت احمد نسیم امروہی (۲۰ فروری برائے بورنیو)[80]

(۴) مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح (۱۶ مارچ برائے تنزانیہ)[81]

(۵) مولوی ابو طالب صاحب افریقی (۱۶ مارچ برائے تنزانیہ)[82]

(۶) محمود عبداللہ صاحب شبوطی (۱۶مارچ برائے عدن) [83]

(۷) محی الدین شاہ صاحب (۲۷مارچ برائے انڈونیشیا) [84]

(۸) چوہدری عبدالرحمٰن خان صاحب بنگالی (۶/اپریل برائے امریکہ) [85]

(۹) میجر عبدالحمید صاحب (۲مئی برائے امریکہ) [86]

(۱۰) قریشی محمد افضل صاحب (۲۶مئی برائے آئیوری کوسٹ) [87]

(۱۱) مولوی عبدالحمید صاحب (۳۰مئی برائے غانا) [88]

(۱۲) صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (۱۱جولائی برائے افریقہ) [89]

(۱۳) سید داؤد احمد صاحب انور (۱۳جولائی برائے غانا) [90]

(۱۴) مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم (۳/اگست برائے غانا) [91]

(۱۵) ملک لطیف خالد صاحب (۱۲/اگست برائے سیرالیون)

اگرچہ باقاعدہ مبلغ نہیں تھے مگر ایک عرصہ تک جماعت کی خدمت کی۔ [92]

نئی مطبوعات

اس سال کی نئی مطبوعات میں سرفہرست انگریزی تفسیر القرآن

(THE HOLY QURAN (WITH ENGLISH TRANSLATION AND COMMENTARY) VOL:III (PTS.26.30) EDT, GHULAM FARID MALIK)

کی آخری اور تیسری جلد کی اشاعت ہے جو مجلس مشاورت کے موقعہ پر منظر عام پر آئی۔

چنانچہ قمرالانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ممبرانِ شوریٰ کو پہلے اجلاس کی کارروائی کے شروع میں یہ خوشخبری سنائی کہ ''قرآن مجید کی انگریزی تفسیر جو آج سے اکیس ۲۱ سال پہلے شروع ہوئی تھی اور جس کے ابتدائی حصہ میں مجھے بھی کچھ خدمت کا موقعہ ملا ہے اور حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی اس کام کو کرتے رہے ہیں۔ درد صاحب مرحوم بھی یہ کام کرتے رہے ہیں گو زیادہ کام ملک غلام فرید صاحب کے ذمہ رہا ہے اور اب تو کلیۃً اُن کے ذمہ ہے۔ اس تفسیر کا آخری حصہ جو باقی تھا اب مکمل ہو کر آ گیا ہے اور اس طرح خدا کے فضل سے یہ کام تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ پندرہ روپیہ اس کی قیمت رکھی گئی ہے۔ یہ بڑی خوبصورت چھپی ہوئی ہے اور کاغذ بھی عمدہ ہے۔ جو دوست اسکی توفیق رکھیں وہ اس کو خریدیں اور غیر احمدیوں تک پہنچائیں اور اپنے احمدی دوستوں میں بھی اس کی اشاعت کریں انشاءاللہ برکت کا موجب ہوگی''۔[93]

اس اہم تالیف کے علاوہ ۱۹۶۳ء میں درج ذیل اہم کتابیں شائع کی گئیں۔

۱۔ ہمارا آقا (تالیف محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)

(حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب نے اس کتاب پر حسبِ ذیل تبصرہ رقم فرمایا:۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر حال ہی میں محمد احمد اکیڈمی لاہور کی طرف سے ایک بالکل جدید طرز کی کتاب بعنوان ''ہمارا آقا'' شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے مصنف محترم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کسی تعارف کے محتاج نہیں پاکستان کے ادبی حلقوں میں آپ کا نام ایک معروف اور بلند مقام بنا چکا ہے۔

آپ کی یہ کاوش بہت ہی پیاری اور نہایت قابلِ تحسین ہے۔زبان سلیس اور پاکیزہ، طرزِ بیان اچھوتا، زندگی کی ایک ایک منزل کو علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے ابواب میں نکھار کر پیش کیا ہے۔تحقیق گہری ہے اور ہر بات ثقہ، ایک عالم کے لئے بھی اس کا مطالعہ مفید ہے اور جاہل کے لئے بھی۔ بڑوں کے لئے بھی اور چھوٹوں کے لئے بھی۔

افسوس کہ ابھی تک اس کتاب کا صرف پہلا حصہ شائع ہوسکا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے لے کر دعوئ نبوت تک حاوی ہے۔کتاب ختم کرنے کے بعد ایک پہلو سے تشنگی بجھتی ہے تو ایک پہلو سے اور بھی بھڑک اٹھتی ہے۔ دل مزید تقاضا کرتا ہے۔خصوصًا بچوں کی تربیت اور ان کے دلوں میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہوسکتی ہے۔کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ عشقِ رسولؐ میں گُندھا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ محترم شیخ صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور جلد از جلد اس نیک کام کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔'' [94]

۲۔ہماری تعلیم مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (از کشتی نوح) کا پشتو ترجمہ کی پہلی مرتبہ اشاعت ہوئی۔[95]

۳۔تحریری مناظرہ مابین مولانا ابوالعطاء و پادری عبدالحق صاحب چندی گڑھ،انڈیا[96]

۴۔راہ ایمان۔انگریزی ترجمہ[97]

۵۔آئینہ جمال تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۶۲ء (حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)

۶۔حیات نور (مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ) اس کتاب کا پیش لفظ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا جو درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

''شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ لاہور اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حیات طیبہ'' (سیرۃ حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی وجہ سے جماعت میں کافی متعارف ہو چکے ہیں اور شہرت پا چکے ہیں۔اب انہوں نے خدا تعالیٰ کی توفیق سے حضرت حاجی الحرمین مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول کی سیرۃ لکھنی شروع کی ہے اور مجھ سے اس کا پیش لفظ لکھنے کی درخواست کی ہے۔

حضرت خلیفہ اول اپنے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت اور توکل علی اللہ اور اطاعتِ امام میں ایسا مقام رکھتے تھے جو بعض لحاظ سے عدیم المثال تھا۔آپ کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ شعر کافی ہے ؏

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

دوسری جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس مردِ مومن کے متعلق یہ شاندار توصیفی الفاظ استعمال کئے ہیں کہ مولوی نورالدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں جس طرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کے پیچھے چلتی ہے۔حقیقتاً مولوی صاحب کا مقام اطاعت اور مقامِ توکل بہت ہی بلند تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعوے سے قبل یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ مجھے کوئی ایسا مددگار عطا فرمائے جو میرا دست و باز و ہو کر کام کر سکے۔چنانچہ جب حضرت خلیفہ اول نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔تو انہیں دیکھتے ہی حضور کے دل سے یہ صدا نکلی کہ

ھٰذا دعائی

یعنی یہ مردِ مومن میری دعاؤں کی قبولیت کا نتیجہ ہے۔

حضرت خلیفۃ اول کی ارفع شان اور علم کی گہرائی اور خداداد بصیرت اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ابھی بچہ ہی تھے کہ حضرت خلیفہ اول نے ان کے متعلق وثوق کے ساتھ فرمایا کہ یہی ہونے والا مصلح موعود ہے۔

میں نے شیخ عبدالقادر صاحب کی اس کتاب کو کہیں کہیں سے دیکھا ہے مگر میں امید کرتا ہوں کہ خدا کے فضل سے یہ کتاب بھی قریباً قریباً اسی شان کی کتاب ہوگی جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح میں لکھی ہے۔مجھے یقین ہے کہ دوست اس مفید کتاب کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں گے تاکہ حضرت خلیفہ اول کے انوار قدسیہ سے زیادہ سے زیادہ برکت حاصل کرسکیں۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد،ربوہ''

۷۔**اصحاب احمد جلد پنجم** حصہ دوم سیرت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابۂ کبار کے حالاتِ زندگی جمع کر کے شائع کرنے کے سلسلہ میں مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے کی مساعی نہایت قابلِ قدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو بار آور کرے اور انہیں ان کے لئے اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے۔ آمین۔ حال ہی میں مکرم ملک صاحب نے حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کے حالات قلمبند کر کے شائع کئے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلند پایہ قدیم صحابہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں جو مشن کالج پشاور کی پروفیسری کو چھوڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے عنفوانِ شباب ہی میں عیسائیت کے خلاف علمی جہاد کی غرض سے قادیان آ گئے۔ انہوں نے اپنے تئیں سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور تن من دھن اس پر نثار کر دیا۔ یہ کہنا مبنی بر حقیقت ہے کہ حضرت مولوی صاحب احمدیت کی مدافعت اور خلافت کی حفاظت کے لئے سینہ سپر رہے۔ اور آپ کی ساری عمر خدمتِ دین میں گذری۔ آپ کے علوّ مرتبت کا اس امر سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں ۳۲ سال کی عمر میں ہی قادیان میں امام الصلوٰۃ اور خطیب مقرر فرما دیا تھا اور حضور علیہ السلام نے کئی بار آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی بار قادیان سے باہر تشریف لے جاتے وقت انہیں قائمقام امیر مقرر فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کرام ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے انہی کی طرح ہمیشہ دین کی خدمت پر کمربستہ رہنے کا تہیہ کر لے اور یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ہمیں ان کے تفصیلی حالات کا علم ہو اور ہم یہ جانتے ہوں کہ کس طرح انہوں نے ہر آن اپنے تئیں خدمتِ دین کے لئے وقف رکھا اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کیں۔

پس میں احمدی احباب سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ اصحابِ احمد جلد پنجم حصہ دوم خرید فرماویں اور نہ صرف خود اس کا مطالعہ کریں بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی اس کی تلقین فرماویں۔ خاکسار کی رائے میں یہ کتاب ہر احمدی گھرانے میں موجود ہونی چاہیے۔'' [98]

۸۔ تابعین اصحابِ احمد جلد سوم۔ سیرت حضرت ام طاہر (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

۹۔ جماعت احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ (خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

۱۰۔موجودہ عیسائیت کا تعارف (خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب)
۱۱۔تحریف بائبل اور مسیحی علماء حصہ اول (ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر)
۱۲۔نظامِ بیت المال (میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال)
۱۳۔حکومت وقت اوراحمدی ...... (مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر)

حوالہ جات

(صفحہ ۳۳۲ تا ۳۸۸)

1 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
2 الفضل ۲۱ / اپریل ۱۹۶۳ء
3 ''ایک مبارک نسل کی ماں'' صفحہ ۱۲۰
4 الفضل ۵ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
5 الفضل ۳ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
6 الفضل ۱۲ فروری، ۱۱ جولائی، ۲۱ / اگست، ۲۸ / اگست، ۱۵، ۲۴ ستمبر ۱۹۶۳ء
7 الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
8 الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۶۳ء
9 الفضل ۲۸ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
10 الفضل ۱۹ / اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
11 الفضل ۱۸ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶
12 الفضل یکم ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
13 الفضل ۱۴ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۷
14 الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
15 الفضل ۳۰ / اگست ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
16 الفضل ۴ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
17 الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۶۳ء صفحہ ۸
18 الفضل ۱۰ جنوری و ۲۶ / اکتوبر، ۲، ۶، ۲۶ نومبر ۱۹۶۳ء
19 الفضل ۷ نومبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
20 الفضل ۲۲ جنوری، ۲۷ نومبر ۱۹۶۳ء
21 بحوالہ الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۶۳ء صفحہ ۳، ۴
22 ہفت روزہ بدر قادیان سیرت النبیؐ نمبر ۶ / ۱۳ مئی ۲۰۰۳ء صفحہ ۱۳
23 اخبار بدر قادیان ۲۱ مارچ، ۱۱، ۱۸، ۲۵ / اپریل، ۲ مئی ۱۹۶۳ء

24 الفضل ۵/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ا

25 تاریخ احمدیت جموں وکشمیر صفحہ ۱۴۵۔۱۴۶ مرتبہ قریشی محمد اسداللہ صاحب مربی سلسلہ احمدیہ اشاعت فروری ۱۹۷۳ء

26 سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ بابت ۶۴۔۱۹۶۳ء صفحہ ۷۶۔۷۷، بابت ۶۶۔۱۹۶۵ء صفحہ ۸۲۔ ناشر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ پاکستان

27 ''کچھ باتیں کچھ یادیں'' صفحہ ۹۶۔۹۷۔ مؤلفہ شیخ عبدالحمید صاحب عاجز۔ مطبوعہ چوپڑہ پرنٹنگ پریس جالندھر نومبر ۱۹۸۵ء

28 الفضل ربوہ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

29 کراچی تاریخ احمدیت حصہ اوّل صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۵

30 الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۸

31 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۶۳-۱۹۶۲ء صفحہ ۵۳

32 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۶۳-۱۹۶۲ء صفحہ ۵۹

33 الفضل ربوہ ۱۳، ۱۵ جنوری ۱۹۶۳

34 الفضل ربوہ ۱۸، ۲۲ جنوری ۱۹۶۳

35 الفضل ربوہ ۷ مارچ ۱۹۶۳ صفحہ ا

36 الفضل ربوہ ۱۱ جون ۱۹۶۳ صفحہ نمبر ا، ۸، الفضل ربوہ ۱۲ جون ۱۹۶۳ صفحہ نمبر ۴، ۵

37 الفضل ربوہ ۲۵ جون ۱۹۶۳ صفحہ ا

38 الفضل ربوہ ۲۶، ۲۷ جون ۱۹۶۳ صفحہ ا

39 الفضل ۳ مئی۔ ۱۰ جولائی۔ ۱۸/اگست۔ ۲۱ نومبر ۱۹۶۳ء

40 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

41 الفضل ۱۱/اپریل، ۳ نومبر ۱۹۶۳ء

42 الفضل ۱۷/اگست ۲۶/اکتوبر و ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء اور ۲۵ فروری ۱۹۶۴ء

43 الفضل ۲۹ ستمبر و یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء و ۲۹ جنوری ۱۹۶۵ء

44 الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

45 الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۴

46 الفضل ۲ فروری، ۱۱/اپریل ۱۹۶۴ء

47 الفضل ۱۳ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴، ۲۷ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

48 الفضل ۲۱ مارچ۔ ۲۴، ۲۶، ۲۷ ستمبر ۱۹۶۳ء

49 الفضل ۶ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۔۴

50 الفضل ۲۹ / اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔۴
51 الفضل ۲۵ / اپریل، ۲۸، ۳۰ / اگست، ۱۳ نومبر ۱۹۶۳ء
52 الفضل ۶ / اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۵
53 الفضل ۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳
54 الفضل ۷ جولائی ۱۹۶۳ء صفحہ ۳، ۴ ترجمہ مکتوب
55 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲
56 الفضل ۱۳، ۱۴ / اپریل، ۲۳ مئی ۳ جولائی ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۶۳ء اور ۷ جنوری ۱۹۶۴ء
57 روزنامہ الفضل ۶، ۷ فروری ۱۹۶۳ء، ۵، ۷ / اپریل ۱۹۶۴ء
58 الفضل ۲۲ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۔۱۲
59 احمدیہ گزٹ کینیڈا مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء صفحہ ۸۳ تا ۹۰ مضمون مکرم حسن محمد خان صاحب
60 الفضل ۲۹ جون ۔ ۲۸، ۲۹، ۳۰ نومبر ۱۹۶۳ء ۔ ۲۶، ۲۸ مارچ ۱۹۶۴ء
61 الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴
62 الفضل ۲، ۷، ۸ / اگست و ۱۷ / اکتوبر ۱۹۶۳ء
63 الفضل ۲۸ مئی، ۸، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۳ء
64 الفضل ۱۰، ۲۲، ۲۹، ۳۱ / اگست ۔ ۴، ۵ ستمبر ۱۹۶۳ء ۔ ۲۹ جنوری ۱۹۶۴ء
65 الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء صفحہ ۱
66 الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۳ء
67 الفضل ۳ جولائی ۱۹۶۳ء
68 الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۶۳ء
69 ریکارڈ وکالت تبشیر
70 الفضل ۱۰ / اگست ۱۹۶۳ء
71 ریکارڈ وکالت تبشیر
72 الفضل ۱۰ / اکتوبر ۱۹۶۳ء
73 الفضل یکم نومبر ۱۹۶۳ء
74 ریکارڈ وکالت تبشیر الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۶۳ء
75 الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۶۳ء
76 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء
77 الفضل ۲۴ دسمبر ۱۹۶۳ء

78 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۶۳ء
79 الفضل ۲۷ جنوری ۱۹۶۳ء
80 الفضل ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء
81 الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء
82 الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۶۳ء
83 ریکارڈ وکالت تبشیر
84 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۶۳ء
85 الفضل ۹/اپریل ۱۹۶۳ء
86 ریکارڈ وکالت تبشیر
87 الفضل ۲۸ مئی ۱۹۶۳ء
88 ریکارڈ وکالت تبشیر
89 الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء
90 الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۶۳ء
91 الفضل ۱۴/اگست ۱۹۶۳ء
92 رپورٹ سالانہ صدر انجمن ربوہ ۱۹۶۳-۶۴ء صفحہ ۷۹
93 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۰، ۱۱
94 الفضل ۲۷/اکتوبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۲
95 الفضل ربوہ ۷ جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۶
96 الفضل ربوہ، ۲۰/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۴
97 الفضل ربوہ ۲۸/اپریل ۱۹۶۳ء صفحہ ۲
98 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۳

صلح تا فتح ۱۳۴۳ہش/جنوری تا دسمبر ۱۹۶۴ء

خلافت ثانیہ کے فتح وظفر سے معمور پچاس سال۔پُرمسرت تقاریب ،تجدید عہد

۱۹۶۴ء کی یہ خصوصیت ہمیشہ یادگار رہے گی کہ اس سال خلافت ثانیہ کے فتح وظفر سے معمور پچاس سال پایۂ تکمیل کو پہنچے۔جو خدائی نصرتوں اور برکتوں کے بےشمار واقعات سے لبریز تھے۔

حضرت مصلح موعود جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو بیرونی دنیا میں جماعت احمدیہ کا کوئی باقاعدہ مشن قائم نہیں تھا (اگرچہ حضرت چوہدری فتح محمد سیال بطور مبلغ خلافت اولیٰ میں انگلستان جاچکے تھے)۔لیکن حضور نے پچاس سال کے اندر اندر دنیا کے تمام اہم ممالک میں تبلیغی مشنوں کا حیرت انگیز جال بچھا دیا۔چنانچہ ۱۹۶۴ء میں حضور کے جاںنثار شاگرد جن ممالک میں مصروف عمل تھے ان کے نام یہ ہیں:۔

نمبر شمار	نام ملک	تعداد مرکزی مبلغین کرام	تعداد مقامی مبلغین کرام
1	برطانیہ	۱	×
2	سپین	۱	×
3	سوئٹزرلینڈ	۱	×
4	ہالینڈ	۲	×
5	جرمنی	۳	×
6	سکینڈے نیویا	۱	۲
7	شمالی امریکہ	۴	×
8	برٹش گی آنا	۱	×
9	انڈونیشیا	۷	۱۱
10	سنگاپور	۱	۱
11	بورنیو	۱	۱

12	نائیجیریا	۴	۱۷
13	غانا	۵	۱۹
14	سیرالیون	۶	۷
15	لائبیریا	۱	×
16	گیمبیا	۱	۱
17	آئیوری کوسٹ	۱	×
18	ٹرینیڈاڈ	×	۱
19	ٹوگولینڈ	۱	۱
20	کینیا	۳	۷
21	یوگنڈا	۵	۱
22	تنزانیہ(ٹانگانیکا۔زنجبار)	۴	۱۵
23	جنوبی افریقہ	×	۲
24	ماریشس	۱	۱
25	فلسطین	۱	×
26	شام	۱	×
27	عدن	۱	×
28	فجی	۱	×

تعمیر مساجد

مسجد دینی معاشرہ کی اہم ترین علامت ہے اور اشاعتِ دین کا مؤثر ذریعہ ہے۔حضرت مصلح موعود کی توجہ سے ۱۹۶۴ء تک مندرجہ ذیل بیرونی ممالک میں ۳۴۳ مساجد تعمیر ہوئیں جو بہت ہی جلد اشاعت توحید کے اہم مراکز بن گئیں۔

انگلستان (۱)۔ جرمنی (۲)۔ ہالینڈ (۱)۔ سوئٹزرلینڈ (۱)۔ امریکہ (۳)۔ انڈونیشیا (۶۰)۔ ملایا(۲)۔ برما (۱)۔ بورنیو (۳)۔ ماریشس (۶)۔ مشرقی افریقہ (۲۰)۔ سیرالیون (۴۰)۔ نائیجیریا(۴۰)۔گھانا(۱۶۱)۔

علاوہ ازیں ڈنمارک کے دارالسلطنت کوپن ہیگن میں خدا کے گھر کے لئے موزوں مقام پر ایک پلاٹ بھی اسی مبارک دور میں خریدا گیا۔

تعلیمی ادارہ جات

خلافت ثانیہ کے دور میں مسلمان افریقن طلباء کو عیسائیت کے اثرات سے بچانے کے لئے افریقہ کے مختلف مقامات پر ۵۹سکول جاری کئے گئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ملک	تعداد تعلیمی ادارہ جات	ملک	تعداد تعلیمی ادارہ جات
ٹرینیڈاڈ	۱	برٹش گی آنا	۱
نائیجیریا (مغربی افریقہ)	۱۱	فلسطین	۱
غانا (مغربی افریقہ)	۲۰	سیرالیون	۱۹
کینیا (مشرقی افریقہ)	۱	یوگنڈا	۲
ماریشس	۱	جزائر فجی	۱
انڈونیشیا	۱		

ان تعلیمی اداروں کی بدولت مسلمان طلبہ اپنے عقائد پر چٹان کی طرح قائم ہو گئے جس کا واضح ثبوت وہ احساسِ تشکر ہے جو ان افریقی مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جو ان اداروں سے فیضیاب ہو کر نکلنے والوں کی عظیم الشان قومی خدمات پر انگشت بدنداں ہیں۔ سیرالیون کے وزیر معدنیات (بعد ازاں نائب وزیراعظم) آنریبل مصطفیٰ سنوسی نے ایک مرتبہ جماعت کے تعلیمی اداروں کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا تھا:۔

''یہ وہ نوجوان ہیں جنہوں نے ہمیں اسلامی روشنی کے ساتھ نیند سے بیدار کیا ہے۔ گذشتہ بیس سال سے نامساعد حالات کے باوجود یہ اصحاب ملک کی روحانی اور تعلیمی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں ہیں۔ اس لحاظ سے وہ اَور بھی زیادہ خراج تحسین کے مستحق ہیں کیونکہ ان کا مقصد صرف مسلمانوں کی خدمت ہی نہیں بلکہ وہ مذہب اور عقیدہ سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کی خدمت پر کمر بستہ ہیں۔ سینکڑوں طلبہ جنہوں نے ان کے اداروں سے اکتسابِ علم کیا ہے اب اچھے شہری بن چکے ہیں۔ ان میں اکثر زندگی کے تقریباً تمام شعبہ جات میں سرگرمِ عمل ہیں''۔

اسی طرح سیرالیون کے وزیر آبادی آنریبل کانڈے بورے نے ایک مرتبہ کہا:۔

’’میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سیرالیون میں اگر کوئی اسلامی تنظیم مصروفِ عمل ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہے اور اس کے مبلغین ہیں۔ اور میری یہ بڑی ناانصافی ہوگی اگر میں اس امر کا اقرار نہ کروں کہ اگر احمدی مبلغین اس ملک میں نہ آئے ہوتے اور انہوں نے اسلام پر عیسائیت کے جارحانہ حملوں کی مدافعت نہ کی ہوتی تو اس وقت اس ملک میں اسلام کے ’’نام‘‘ کے سوا اور کچھ باقی نہ رہتا اور کوئی شریف آدمی اس نام کے ساتھ منسوب ہونا گوارا نہ کرتا‘‘۔

اسی طرح گھانا کی قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر الحاج یعقوب تالی تلون نے فرمایا:۔

’’احمدیہ تحریک کی سرگرمیوں کا میں ایک چشم دید گواہ ہوں اور میں بلا تامل کہہ سکتا ہوں کہ ان ممالک میں اس جماعت کی خدمات کی وجہ سے اسلام کو نمایاں فتح حاصل ہوئی ہے‘‘۔[1]

اخبارات و رسائل

عہدِ حاضر میں پریس کو جو عالمی حیثیت حاصل ہے اسے کوئی بھی فعال تبلیغی تنظیم نظر انداز نہیں کرسکتی۔ ۱۹۶۴ء میں جماعت احمدیہ کے مندرجہ ذیل اخبارات و رسائل اسلام کا نور پھیلانے میں مصروف تھے۔

نمبر شمار	نام	زبان	مقام اشاعت
۱	Der Islam	جرمن	زیورچ
۲	Active Islam	سویڈش	سٹاک ہالم
۳	The Truth	انگریزی	نائیجیریا
۴	The African Crescent	//	سیرالیون
۵	The Muslim Sunrise	//	واشنگٹن
۶	Ahmadiyyat	//	ٹرینڈاڈ
۷	The Message	انگریزی و سنہالی	کولمبو
۸	سینارِ اسلام	انڈونیشین	جکارتہ
۹	البشریٰ	عربی	حیفا
۱۰	العصر	انگریزی	کیپ ٹاؤن
۱۱	احمدیہ گزٹ	جرمن	زیورچ

۱۲	الاسلام	عربی	عدن
۱۳	البشریٰ	انگریزی۔اردو۔تامل۔برمی	برما
۱۴	مسلم ہیرلڈ	انگریزی	انگلستان
۱۵	Le Message	فرنچ	ماریشس
۱۶	Islam	ڈچ	دی ہیگ
۱۷	گائیڈنیس	انگریزی۔فینٹی	غانا

تراجم قرآن کریم

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس وقت متعدد زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تیار کر کے شائع کیا جا چکا ہے۔بعض زبانوں میں تراجم کے مسودات تیار کر لئے گئے ہیں اور عنقریب ان کی اشاعت بھی ہو جائے گی۔اب تک قرآن مجید کا انگریزی، ڈچ، جرمن اور سواحیلی زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ ہسپانوی، پرتگالی، اطالوی، روسی، فرانسیسی، انڈونیشی، ملائی، گورمکھی، ککامبہ، ککویو اور لود زبانوں میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔مگر ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آیا۔فرانسیسی ترجمہ قرآن مجید کی آخری نظر ثانی شروع ہے جس کے بعد وہ پریس میں چلا جائے گا۔ڈینش زبان میں بیس پاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔اور سات پارے شائع بھی ہو چکے ہیں۔سیرالیون کی زبان ''مینڈی'' میں ترجمہ مکمل ہو چکا ہے اور اب پارہ پارہ کر کے شائع ہونا شروع ہوا ہے۔یوروبا لوگنڈا اور فینٹی زبانوں میں ترجمہ کا کام تیزی سے جاری ہے۔

ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹوں کے علاوہ انگریزی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر کی اشاعت بھی ہو رہی ہے۔مطبوعہ تفسیر القرآن انگریزی تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔تفسیر القرآن انگریزی کی تیسری اور آخری جلد گذشتہ سال شائع ہو چکی ہے۔اب اس کا خلاصہ پیش کرنے کی جدوجہد جاری ہے۔اس سلسلہ میں ''دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی'' جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تصنیف ہے، خاص اہمیت کی حامل ہے۔قرآن مجید کے تراجم، تفسیر اور یہ دیباچہ خاص طور پر مغربی مستشرقین اور اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ پروفیسر ایچ۔اے۔آر گب انگریزی ترجمہ قرآن کے متعلق لکھتے ہیں۔

''یہ ترجمہ قرآن مجید کو انگریزی زبان کا جامہ پہنانے کی سابقہ کوشش کے مقابلہ میں زیادہ قابل تحسین ہے''

رچرڈ بیل نے لکھا:۔

''یقیناً قرآنی تعلیمات کو جامعیت کے ساتھ پیش کرنے کا انداز جدت کا حامل اور ہر طرح تحسین کے قابل ہے۔اگر انجمن اقوام متحدہ اس کے بیان کردہ اصولوں پر عمل پیرا ہو سکے تو یقیناً کسی حد تک وہ اپنا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل کر سکتی ہے''

اسی طرح ڈچ ترجمہ قرآن مجید کے متعلق ریفارمڈ چرچ کا مشہور ہفتہ وار اخبار

"MENKLABE ALBLASCER WAAD"

لکھتا ہے:۔

''اس وقت ہمارے سامنے مسلمانوں کی کتاب مقدس قرآن پڑی ہے جو عربی اور ڈچ میں چھپی ہے۔ترجمہ نہایت ہی سلیس ہے............جو شخص مسلمانوں کے مذہب یا دیگر مذاہب سے دلچسپی رکھتا ہو اس کے لئے یہ اول نمبر کا ماخذ ہے۔''

"INDE WAAGSCHED" اس کے دیباچہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی ۵ مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:۔

''اس کے دیباچہ میں جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا لکھا ہوا ہے، قرآن کریم کی عالمگیر حیثیت کو بائیبل اور ویدوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔اس دیباچہ کے مطابق عہد قدیم کی پیشگوئیاں مسیح سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ ان کا تعلق اسلام کے نبی پاک سے بتلایا جاتا ہے۔جو شخص مسلمانوں کی کتاب سے واقفیت حاصل کرنا چاہے وہ اب ڈچ زبان میں کر سکتا ہے۔''

اس کے علاوہ بیرونی مشنوں اور مرکزی دفتر کی طرف سے زر کثیر کے صَرف سے مناسب لٹریچر تیار کیا جاتا رہا ہے اور کیا جا رہا ہے۔اس کی ایک جھلک پیش ہے:۔

تراجم کتب حدیث:۔

مقاماتُ النساء فی احادیثِ سید الانبیاء، چالیس جواہر پارے، ریاض احادیث النبیؐ وغیرہ کتب احادیث کے انتخابات کے انگریزی تراجم شائع کئے جا چکے ہیں۔

ترجمہ فتاویٰ احمدیہ:۔

''فتاویٰ احمدیہ'' کا انتخاب نائیجیریا مشن نے بزبانِ انگریزی شائع کیا ہے۔

تراجم کتب تاریخ وسیرت:۔

''لائف آف محمدؐ''۔''لائف آف احمدؑ''۔''سیرۃ طیبہ''۔''آئینہ جمال''۔''دُرِّمنثور'' کے عربی وانگریزی تراجم شائع ہوئے۔

تراجم کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کے تراجم کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے اور تراجم کا کام جاری ہے۔''منن الرحمٰن''(تالیف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام) کا انگریزی ترجمہ شائع کیا جا چکا ہے۔نیز حضورؑ کی کتب''اسلامی اصول کی فلاسفی''''الوصیت''۔''ضرورۃ الامام''۔ ''مسیح ہندوستان میں''۔ایک غلطی کا ازالہ''۔''کشتی نوح''۔''سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب''وغیرہ کے بیرونی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

دیگر اساسی لٹریچر:۔

ان کے علاوہ بعض کتب کے تراجم کے مسودات تیار ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی متعدد تصانیف مثلاً احمدیت یعنی حقیقی ......۔دیباچہ تفسیر القرآن (انگریزی) نظام نو۔اسلام کا اقتصادی نظام۔دعوت الامیر وغیرہ کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف مشنوں کی طرف سے کسر صلیب کے لئے علماء اور مبلغین کے قلم سے نکلا ہوا بے شمار لٹریچر پھیل چکا ہے اور پھیل رہا ہے!اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے ذریعہ اسلام کا اثر ونفوذ بڑھ رہا ہے۔اس لٹریچر کے طفیل اب مسلمان اپنے عقائد پر چٹان کی طرح ڈٹ کر باطل کے وساوس کا سدباب کررہے ہیں۔نائیجیریا کے وزیراعظم الحاج ابوبکر نے ایک موقع پر فرمایا:۔

مجھے جب بھی عیسائیوں سے بحث کے دوران کوئی بات پیش کرنی ہوتی ہے تو ہمیشہ احمدیہ لٹریچر میری رہنمائی کرتا ہے۔میں اس کے علاوہ کسی اور مذہبی لٹریچر پر اس قدر اعتماد نہیں کرتا جتنا کہ احمدیہ جماعت کے لٹریچر پر کرتا ہوں۔''[2]

سیدنا حضرت مصلح موعود کی خلافت کے پچاس سال کے اندر مشرق ومغرب میں ایسا عظیم الشان انقلاب رونما ہوا اور اس طرح ہوا کا رخ بدل گیا کہ اپنے اور بیگانے ورطۂ حیرت میں پڑ گئے اور اسے نوع انسانی کی روحانی تاریخ کا ایک عجیب وغریب واقعہ اور زبردست نشان قرار دینے پر مجبور ہو گئے۔

چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامہ BERNER TAGBLATT نے اپنی ۱۱جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں حضرت مصلح موعود کے ذریعہ عالمگیر مہم کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا:۔

’’اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے۔ لنڈن، ہمبرگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس انجیلس، نیویارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس سے آگے گریناڈا، ٹرینی ڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروف کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطیٰ اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ اسی طرح عنقریب روسی ترجمہ بھی منظرِ عام پر آنے والا ہے۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے یعنی یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے۔ وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتے میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اِس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا میں اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوع انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب وغریب واقعات میں سے ایک عجیب وغریب واقعہ اور نشان ہے‘‘۔[3]

اگلے سال سوئٹزرلینڈ کے ایک اور مشہور عیسائی اخبار SCHWEIZER EVANGELIST نے ۷/اکتوبر ۱۹۶۲ء کو لکھا:۔

’’جرمنی میں تعمیر شدہ اور زیرِ تعمیر مساجد کی کل تعداد سات ہے۔ لنڈن، دی ہیگ اور ہلنسکی میں بھی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا سوئٹزرلینڈ کے شہر زیورک میں بھی ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا ہے۔ ان مساجد میں سے اکثر مساجد گزشتہ تین سال کے عرصہ میں ہی تعمیر ہوئی ہیں

یا انہیں تعمیر کرنے کی تجویز منصّہ ٔشہود پر آئی ہے۔ یہ مساجد اس امر کی آئینہ دار ہیں کہ یورپ میں اسلامی مشنوں (تبلیغ کے مراکز) کا ایک جال پھیلایا جا رہا ہے۔ ان مشنوں کے قائم کرنے والے مسلمانوں کے صفِ اول کے دو بڑے گروہوں یعنی شیعہ اور سنّی فرقوں سے تعلق نہیں رکھتے۔ ان کا تعلق مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت سے ہے جنہیں بالعموم ''بدعتی'' سمجھا جاتا ہے۔ اس جماعت کا نام جماعت احمدیہ ہے۔ یورپ کی اکثر مساجد اس جماعت نے ہی تعمیر کی ہیں۔ یہ جماعت آج سے ستر سال قبل برصغیر پاک و ہند میں معرضِ وجود میں آئی تھی۔ اس جماعت کے افراد کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ حقیقی اسلام کی علمبردار ہے۔ اپنے اس دعویٰ کی رُو سے یہ نوعِ انسان کی فلاح اور دنیا میں امن کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔ احمدیہ تحریک اول و آخر ایک مشنری تحریک ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ ہر خاندان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے میں سے کم از کم ایک فرد کو پیش کرے جو تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف رکھے۔ یہ عقل کو اپیل کرنے کی بنیاد پر اپنے مشن بالعموم اسلامی ممالک میں نہیں بلکہ افریقی ممالک میں اور ان میں سے بھی زیادہ تر مغربی افریقہ میں اور پھر یورپ اور امریکہ میں قائم کر رہے ہیں۔ ان کے یورپی مراکز زیورک، لنڈن اور کوپن ہیگن میں قائم ہیں۔ ان میں سے زیورک کا مرکز وسطی یورپ اور اٹلی کے علاقہ کو کنٹرول کرتا ہے۔ لنڈن کے مرکز کا رابطہ سارے مغربی یورپ سے ہے اور کوپن ہیگن کے مرکز کے دائرہ عمل میں شمالی یورپ کا تمام علاقہ شامل ہے۔

یورپ کے عیسائی ممالک میں اسلام کے یہ نمائندے بدھ مت والوں کے خلاف (اور) عیسائیت کا مقابلہ کرنے میں بہت پیش پیش ہیں۔ جرمن زبان میں ان کی مطبوعات شائع ہوئی ہیں۔ ان میں یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام میں زمانۂ حال کے جدید مسائل کا پورا حل موجود ہے اور اسلام ہی انسانی ضرورتوں کے مناسب حال وہ اکیلا مذہب ہے جو وسعتِ فکر، تعمیر و ترقی اور آزاد خیالی کا علمبردار ہے''۔[4]

پُرمسرت، ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقاریب

اِن آسمانی نصرتوں، فضلوں اور برکتوں کے جلو میں ۱۴/ مارچ ۱۹۶۴ء کا مبارک دن طلوع ہوا اور ساتھ ہی ربوہ، قادیان نیز دنیا بھر کی احمدی جماعتوں میں خلافت ثانیہ پر پچاس سال پورے ہونے پر پُرمسرت تقاریب کا آغاز ہو گیا۔

ربوہ

اخبار الفضل ۱۷؍مارچ ۱۹۶۴ء رقمطراز ہے:۔

’’اظہار تشکر کے طور پر اہل ربوہ نے ۱۴؍مارچ ۱۹۶۴ء کا مبارک دن اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ ومتضرعانہ دعاؤں میں گزارا۔ مساجد میں نمازوں کے دوران انہوں نے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنے پیارے بندے محمود سیدنا حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کو صحتِ کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور حضور کا نہایت مقدس وبابرکت سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے اور تمام جماعت ہی نہیں تمام جہان کو ان عظیم الشان برکات سے جو حضور کے وجود کے ساتھ وابستہ ہیں اور جنہیں ہم پچاس سال سے مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں متمتع فرماتا چلا جائے حتی کہ اسلام دنیا میں پورے طور پر غالب آکر روئے زمین کے تمام انسانوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لا جمع کرے۔ آمین اللّٰھُمَّ آمین

احباب نے اس روز اپنے طور پر دنیا میں غلبۂ اسلام کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کرنے اور نظام خلافت کے ساتھ دلی وابستگی کے ساتھ ساتھ اس کی مضبوطی اور استحکام کے لئے نسلاً بعد نسلٍ جدوجہد کرتے چلے جانے کے عہد کی تجدید بھی کی۔ اور خدا تعالیٰ سے اس امر کے لئے بھی دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے فضل ورحم سے انہیں اپنے اس عہد کو پورے عزم وہمت کے ساتھ نبھاتے چلے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اللّٰھُمَّ آمین

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر، صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی اس تحریک میں کہ اُس روز پچاس سال پورے ہونے پر پچاس جانور بطور صدقہ ذبح کئے جائیں احباب جماعت نے از خود والہانہ انداز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑی رقم جمع ہوگئی۔ چنانچہ اس روز لوکل انجمن احمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام پچاس بکرے بطور صدقہ ذبح کر کے ان کا گوشت مستحقین میں تقسیم کیا گیا۔ نیز لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شام کو میٹھے چاولوں کی دیگیں پکا کر غرباء کو کھانا بھی کھلایا۔ مزید برآں ربوہ کے بعض محلّہ جات میں احباب نے مل کر اور علی الخصوص گول بازار کے دوکانداروں نے متعدد دیگوں میں میٹھے چاول پکوا کر شکرانہ اور اظہار مسرت کے طور پر انہیں بچوں میں تقسیم کروایا۔

شام کو مسجد مبارک، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، دفاتر تحریک جدید اور بعض ادارہ جات کی عمارتوں پر

بجلی کے رنگ برنگے قمقموں سے چراغاں کیا گیا۔ نیز بازاروں میں دکانوں پر اور محلہ جات میں احباب نے اپنے طور پر گھروں پر کہیں بجلی کے قمقمے اور کہیں موم بتیاں روشن کر کے چراغاں کا اہتمام کیا۔ چراغاں کے باعث گول بازار اور سڑکوں پر نماز عشاء کے بعد تک خاصی چہل پہل اور رونق رہی۔‘‘[5]

۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء کو جمعہ تھا۔اس روز ربوہ میں مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد نے اپنے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا:۔

’’۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء کو ہمارے موجودہ امام حضرت سیدنا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود عافاہ اللہ الودود کی خلافت پر پچاس سال گزر چکے ہیں۔ یہ امر یقیناً ہمارے لئے موجب مسرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قائم کی ہوئی جماعت کو گذشتہ پچھتر سال میں اپنوں اور بیگانوں کی شدید مخالفت کے باوجود بےنظیر ترقی بخشی۔حوادث کی آندھیاں چلیں، مخالفتوں کے طوفان اٹھے، قسما قسم کے امتحان آئے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہر ابتلا اور ہر امتحان میں پوری اتری اور ہمارے موجودہ پیارے امام کے عہد خلافت میں جماعت اکناف عالم میں پھیل گئی اور تبلیغ اسلام کا عالمگیر نظام جاری کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:۔

> ’’ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس عقیدے کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا‘‘۔

آج پہلی صدی میں سے پچھتر سال گزر چکے ہیں اور اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں کو اسلام کی اشاعت کے لئے خاص جوش عطا کیا اور ان کی حقیر قربانیوں کو شرف قبولیت بخشا اور ان کے لئے ایسے اعلیٰ اور شاندار نتائج نکالے کہ جماعت کے اشد مخالفوں کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ:۔

’’یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی نظر آتی ہیں‘‘۔[6]

اور مفکر احرار چوہدری افضل حق کو لکھنا پڑا:۔

’’آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا...... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہوسکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے

مضطرب ہوکر اٹھا اور ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر واشاعت کے لئے آگے بڑھا مرزا غلام احمد......اپنی جماعت میں وہ تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے‘‘۔[7]

اور ڈاکٹر محمد اقبال کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ:۔

’’پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں‘‘۔

(ڈاکٹر اقبال کی انگریزی تقریر کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

"In the Punjab the essentially Muslim type of character has found a powerful expression in the so-called Qadiani sect."[8]

افسوس کہ مکتبہ عالیہ اردو بازار لاہور نے ڈاکٹر اقبال کے مقالہ کے اردو ترجمہ ’’ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر‘‘ سے اس عبارت کا ترجمہ ہی حذف کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا ظفر علی خان صاحب کے قلم سے نکلا ہوا ہے۔)

اور ان کی قربانیوں کو صحابہ کی قربانیوں سے تشبیہ دی گئی۔ ہمیں عہد کرنا چاہیئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ان احسانات اور انعامات کا جو اس نے محض اپنے فضل سے ہماری جماعت پر کئے۔ آج جبکہ پہلی صدی میں سے پچھتر سال اور ہمارے پیارے امام کے دورِ خلافت کے نہایت شاندار فتوحات اور برکات سے پُر پچاس سال گزر رہے ہیں ہمیں شکریہ کے طور پر اپنے مولا کے حضور یہ عہد کرنا چاہیئے کہ ہم ان امتیازی صفات کو جو مذکورہ آیت میں ایمانداروں کی بیان ہوئی ہیں اپنے وجودوں میں کامل رنگ میں ظاہر کریں گے اور پہلے سے بہت بڑھ چڑھ کر دین اسلام کی اشاعت کے لئے قربانیاں کریں گے اور آپس میں محبت واخوت اور شفقت و ہمدردی کا وہ نمونہ دکھائیں گے جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور جماعت میں نہ پائی جاتی ہو اور ہمارے وجود آیت بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (الانفال: ۷۳) کی عملی تفسیر ہوں گے۔

مالی قربانی کے لحاظ سے اس خوشی کے موقعہ پر ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے پیارے امام کی خواہش کو کہ ہمارا بجٹ کم از کم پچیس لاکھ روپے (مراد صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ) ہونا چاہیئے اس سال پورا کریں گے اور اس کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں گے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''سب سے بڑی ہمدردی خلق انہیں راہ حق کی طرف ہدایت کرنا اور انہیں خدا تعالیٰ سے روشناس کرانا ہے''

ہمیں چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک شخص کم از کم ایک شخص کو اس سال راہ ہدایت پر لائے اور خدا تعالیٰ سے روشناس کرائے''۔[9]

ربوہ کے پریس نے اس موقعہ پر غیر معمولی فرض شناسی اور ولولہ ذوق وشوق کا ثبوت دیا۔ چنانچہ الفضل نے سب سے پہلے ۱۵ مارچ ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں جناب مسعود احمد صاحب دہلوی نائب ایڈیٹر الفضل کا ایک پُر جوش مضمون شائع کیا۔ بعد ازاں دو ادارتی نوٹوں کے علاوہ درج ذیل اہل قلم اصحاب کے مضامین اس موقعہ پر سپر دِ اشاعت کئے:۔

(۱) پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم اے (۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء)
(۲) شیخ خورشید احمد صاحب (۲۱ مارچ ۱۹۶۴ء)
(۳) مولانا دوست محمد شاہد صاحب (۲۲، ۲۶ مارچ ۱۹۶۴ء)
(۴) پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب (۱۶/ اپریل ۱۹۶۴ء)
(۵) مولوی عبد المنان صاحب شاہد مربی سلسلہ (۲۱/ اپریل ۱۹۶۴ء)

اس موقعہ پر سب سے بڑھ کر اس امر کی ضرورت تھی کہ نوجوانانِ احمدیت کو حضرت مصلح موعود کی عظیم شخصیت، بلند مقام اور عہد خلافتِ ثانیہ کے زرّیں کارناموں سے شرح وبسط کے ساتھ روشناس کرایا جائے۔ اس اہم ترین ملّی تقاضا کی تکمیل مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے ترجمان رسالہ ''خالد'' نے پوری شان کے ساتھ کی۔ چنانچہ اس نے اس تقریب پر دو سو بیس صفحات پر مشتمل ''خلافت ثانیہ نمبر'' شائع کیا۔ جو نہایت بلند پایہ مضامین، پُر معارف منظومات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزیّن تھا۔ رسالہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مندرجہ ذیل فہرستِ مندرجات پر ایک نظر ڈالنا ہی کافی ہوگا۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اُن دنوں رسالہ کے مدیر جناب رفیق احمد صاحب ثاقب اور نائب مدیر جناب لطف الرحمٰن صاحب محمود تھے۔

عرضِ حال:	(اداریہ) رفیق احمد صاحب ثاقب	صفحہ ۴
پیغاماتِ خصوصی	حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری	۵
//	محترم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب	۷

خلافتِ حقہ	محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	۹
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بلند مقام ومرتبہ کے متعلق آسمانی بشارات	محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب	۲۲
پیشگوئی مصلح موعود۔قبولیتِ دعا کا بے نظیر نشان	محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس	۲۹
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے اپنے موعود خلیفہ ہونے کے پر شکوہ اعلانات	//	۳۴
حضرت المصلح الموعود حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نظر میں	محترم مولانا ابوالعطاء صاحب	۳۷
عہد خلافتِ ثانیہ کے بعض زرّیں کارنامے	(ادارہ) رفیق احمد صاحب ثاقب	۴۱
خلافتِ ثانیہ کے دوران اشاعتِ اسلام زمین کے کناروں تک	محترم مولانا نورالدین صاحب منیر	۷۲
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا رفیع الشان علمی مقام	محترم لطف الرحمٰن صاحب محمود	۸۲
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا ایک قیمتی مکتوب (عکس)	دوست محمد صاحب شاہد	۱۰۳
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جماعت کے نام ایک ضروری پیغام	//	۱۰۹
سیرتِ محمود: عقیدتمندوں کے رنگارنگ مضامین		۱۱۳
۱۔ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات	حضرت حاجی محمد فاضل صاحب	۱۱۴
۲۔مقامِ قربِ الٰہی	محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب	۱۲۱
۳۔حلیم وصابر، صاف وشفاف دل	حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ	۱۲۷
۴۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی سیرت کے بعض پہلو	محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ	۱۲۹
۵۔ایک دیرینہ رفیق کے تاثرات	حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب	۱۳۴
۶۔دیارِ غیر کے احمدیوں کی حضور سے محبت وعقیدت	محترم مولانا نسیم سیفی صاحب	۱۳۸
۷۔نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	محترم میاں غلام محمد صاحب اختر	۱۴۰
۸۔گفتۂ او گفتۂ اللہ بود	محترم میجر ڈاکٹر شاہنواز خان صاحب	۱۴۱
۹۔خوشی کی چند گھڑیاں	محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب	۱۴۲
۱۰۔ایک غیر ملکی طالب علم کے تأثرات	محترم محمد عثمان چو چنگ شی صاحب آف چین	۱۴۷
۱۱۔صحتمند کھیلوں سے حضور کی دلچسپی	محترم چوہدری علی محمد صاحب بی اے۔بی ٹی	۱۴۸
۱۲۔ہارتی ہوئی ٹیم جیت گئی	محترم عبدالرحمٰن صاحب شاکر	۱۵۰
۱۳۔حضرت (خلیفۃ المسیح) اور خاکسار	محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم	۱۵۱

۱۴۔میرا محبوب آقا محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور ۱۵۴
حصہ نظم: عمدہ عمدہ نظموں کا حسین مجموعہ ۱۵۷
شرکاء محفل:۔حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل، محترم نعمت اللہ خان صاحب گوہر مرحوم، محترم چوہدری علی محمد صاحب سرور، محترم آفتاب احمد صاحب بسمل، محترم میاں غلام محمد صاحب اختر، محترم میر اللہ بخش صاحب تسنیم، محترم رشید قیصرانی صاحب، محترم فیض عالم خان صاحب چنگوی، محترم محمد شفیع صاحب اسلم، محترم محمد ابراہیم صاحب شاد، محترم عبدالحمید خان صاحب شوق، محترم حکیم محمد صدیق صاحب، محترم راجہ نذیر احمد صاحب ظفر
۱۵۔۱۹۱۴ء سے ۱۹۲۴ء تک کے اہم واقعات کا سن وار تذکرہ نائب مدیر۔لطف الرحمٰن صاحب محمود ۱۷۷

اوران کے علاوہ متعدد دیدہ زیب تصاویر، اہم اقتباسات بھی اس تاریخی شمارے میں شامل ہیں۔

قادیان

احمدیت کے ابدی مرکز قادیان دارالامان میں اس مبارک تقریب پر ۱۵ مارچ ۱۹۶۴ء کو مسجد اقصیٰ میں ایک ایمان افروز اور کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں مصلح موعود کے نشانِ آسمانی پر روح پرور تقاریر کی گئیں اور پچاس سالہ دور خلافت کے سنہری کارناموں کا تذکرہ کیا گیا۔ فاضل مقررین کے نام یہ ہیں:۔

مولوی محمد صادق صاحب ناقد۔ مولوی اشرف علی صاحب۔ مولوی منظور احمد صاحب۔ انصار احمد صاحب متعلم جامعہ احمدیہ۔ عبدالماجد صاحب بی اے۔ مولوی خورشید احمد صاحب پربھاکر۔ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ایڈیٹر اخبار بدر۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے مؤلف ''اصحاب احمد''۔ آخر میں صاحبِ صدر حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضرت مصلح موعود کے احکام پر عمل کرنے اور ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی تلقین فرمائی۔ [10]

اخبار بدر نے ''فتح وظفر کے پچاس سال'' کے زیرِ عنوان مفصّل اداریہ سپرد قلم کیا جو ۱۲، ۱۹ و ۲۶ مارچ کی تین قسطوں میں شائع ہوا۔

مشرق ومغرب سے دلی مبارک باد کے پیغامات اور خطوط

خلافت ثانیہ کے پچاس سالہ مبارک دور میں جماعت احمدیہ دنیا کے نقشے میں بین الاقوامی

حیثیت سے ابھر چکی تھی اس لئے اس مبارک تقریب پر مشرق و مغرب سے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں بکثرت دلی مبارک باد کے دعائیہ پیغامات بذریعہ تار و خطوط پہنچے۔ جن میں حضور کی صحتِ کاملہ و عاجلہ اور درازئ عمر کی دردمندانہ دعاؤں کے علاوہ احباب جماعت نے اس عہد کی تجدید کی کہ وہ حضور کی آسمانی قیادت میں غلبۂ احمدیت کی خاطر آئندہ بھی بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور حضور کے قدم بقدم و شانہ بشانہ ترقیات کے میدان میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔[11]

انڈونیشیا

احباب جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی نمائندگی میں مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے جکارتہ سے حضور کی خدمت میں تار دیا کہ:۔

''ہم پھر عہد کرتے ہیں کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اس کی مضبوطی اور استحکام کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور خلافتِ حقّہ کے ہمیشہ وفادار رہیں گے''۔[12]

تار کے بعد آپ نے حسب ذیل مکتوب بھی دربار خلافت میں لکھا:۔

''میرے پیارے محسن آقا!

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور کو مسند خلافت پر بیٹھے ہوئے ۱۴؍ مارچ ۱۹۶۴ء کو پورے پچاس سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں حضور کی راہنمائی میں تبلیغ احمدیت دنیا کے کونے کونے تک پہنچ چکی ہے۔ دنیا کی مختلف مشہور زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ عیسائیت کے مراکز میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے متعدد مساجد مشہور شہروں میں تعمیر ہو چکی ہیں۔ اس پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی ترقی اظہر من الشّمس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت حضور کے ساتھ قدم قدم پر رہی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس عرصہ میں متعدد فتنے اندرونی و بیرونی اٹھے۔ مخالفین ہر بار امید لگائے رہے کہ اب جماعت احمدیہ نیست و نابود ہو گئی لیکن حضور پُرنور کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ نے ہر بار بڑی شان و شوکت سے ان تمام فتنوں کو مٹا کر خلافتِ حقّہ اور حضور پُرنور کی صداقت پر گواہی دی۔ اور مخالفین و حاسدوں کی صفوں میں ماتم بچھ گیا اور مومنوں کے ایمان مضبوط ہوئے۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ (النور:۵۶) کے مطابق اللہ تعالیٰ نے تمام سیاہ بادل وگھٹائیں دور کر کے مومنوں کے اخلاص و ایمان کو اور بھی بڑھایا۔ ہر فتنہ نے کھاد کا کام دیا اور جماعت میں خلافت

سے وابستگی اوراطاعت وفرمانبرداری کی روح کوخوب مضبوط کیااورحاسد حسد کی آگ میں جلتے رہے۔

قادیان دارالامان سے ہجرت عارضی پر بظاہر جماعت کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔حضور پُرنور کی اولوالعزمی اور حکیمانہ رہنمائی نے جماعت کو پھرایک مضبوط مرکز پر جمع کر دیااور حضور نے اپنے مسیحائی نفس سے معجزانہ رنگ میں جماعت کو پہلے سے کہیں بڑھ کر مضبوط کردیا۔اللہ تعالیٰ کی مدداورنصرت اور تائید حضور کے ساتھ ہرموقع پر رہی اور مخالف وموافق سب نے یہ نظارے دیکھے اور خدا تعالیٰ نے سب کواس پر گواہ ٹھہرایا۔

میرے پیارے محسن آقا!

اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں وفضل حضور کے شامل حال ہوں۔حضور کے بے شماراحسان تمام جماعت پر ہیں۔تمام جماعت ان احسانات کابدلہ کسی رنگ میں بھی قطعاً ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔انڈونیشیا میں تبلیغ احمدیت محض حضور پُرنور کی توجہ مبارک اوراحسان کانتیجہ ہے۔آج اس ملک میں ہزارہا فرزندانِ احمدیت موجود ہیں جواسلام اوراحمدیت کی خاطر ہرقربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔حضور پُرنور نے اپنے مسیحائی نفس اورروح الحق کی برکت سے تمام روحانی بیماریوں کوصاف کر کے ہم سب کو باخدا انسان بنادیا ہے جس کی وجہ سے آج ہم سب حضور پُرنور کے ادنیٰ خادم اسلام اور احمدیت کی خاطر ہرقربانی کرنے کے لئے انشاءاللہ تیار ہیں''۔ 13

اسی طرح مکرم ہدایت اللہ صاحب بنگوی نے بھی جکارتہ سے پیغام بھیجا:۔

''میں اورمیرے خاندان کے جملہ افراد حضور کے نہایت بابرکت دورِخلافت کے پچاس سال گزرنے کے بعد اکاونواں سال شروع ہونے کی بابرکت وپُرمسرت تقریب پر صمیم قلب سے مبارک باد عرض کرتے ہیں اوراللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ اپنے فضل سے حضور کا مقدس و بابرکت سایہ ہمارے سروں پرتادیر سلامت رکھے''۔ 14

کینیا

مکرم مولوی نورالحق انور صاحب مبلغ انچارج کینیا نے احباب جماعت کینیا کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھا:۔

''آج مؤرخہ ۱۴ مارچ کوحضور کی موعودہ خلافت کے نہایت درجہ مقدس و بابرکت دور کے پچاس سال پورے ہوکر اکاونویں سال کے شروع ہونے پر جماعت احمدیہ کینیا (مشرقی افریقہ) اللہ تعالیٰ

کے حضور اپنے دلی جذبات تشکر اور خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی خدمت میں دلی مبارک باد عرض کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضور کا مقدس و بابرکت سایہ تادیر جماعت کے سر پر سلامت رکھے۔ آمین‘‘[15]

اسی طرح مکرم اقبال شاہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی نے بھی الگ تار بھیجا:۔

’’جماعت احمدیہ نیروبی حضور پُرنور کو اپنی کامل وفاداری اور اطاعت گزاری کا یقین دلاتی ہے اور اپنے اس عہد کی تجدید کرتی ہے کہ ہم نظام خلافت کی حفاظت اور اس کی مضبوطی و استحکام کے لئے نسلاً بعد نسلٍ جدوجہد کرتے چلے جائیں گے۔ انشاء اللہ العزیز‘‘

سید احمد ناصر صاحب نیروبی (ابن حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل) نے اپنی اور اپنی بیگم صاحبہ کی طرف سے مبارکباد کا تار بھیجا کہ:۔

’’ہم خدمت اسلام اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے عہد کی تجدید کرتے ہیں نیز درخواست کرتے ہیں کہ حضور ہمارے لئے دعا فرمائیں‘‘۔

ماریشس

مکرم مولوی فضل الٰہی صاحب بشیر مبلغ ماریشس نے مبارکباد کا درج ذیل پیغام بھیجا:۔

’’حضور کی موعودہ خلافت پر پچاس سال پورے ہوکر اکاونویں سال شروع ہونے کی بابرکت و پُرمسرت تقریب پر جماعت احمدیہ ماریشس صمیم قلب سے مبارکباد عرض کرتی ہے‘‘۔[16]

تنزانیہ

مکرم مولوی محمد منور صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ٹانگانیکا (تنزانیہ) نے اپنے مکتوب میں تحریر کیا:۔

’’اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کی وجہ سے جو حضور پُرنور جیسے آسمانی، نورانی وجاودانی وجود کے طفیل ہمیں میسر آئے ہیں ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ ہمارے دل حمد الٰہی اور عشقِ رسول سے معمور ہیں اور ہماری دلی آرزو اور قلبی تمنا ہے کہ حضور ہمارے اس خراج تحسین وآفرین کو قبول فرمائیں۔ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور کا مطیع وفرمانبردار چاکر بنائے اور ہمارے دلوں کو خلافت کے نظام سے مستقل طور پر باندھ دے اور ہمیں ایسا ایمان عطا فرمائے جو اپنی مضبوطی واستواری میں اپنی مثال آپ ہو اور ہمیں اور ہماری نسلوں اور ہماری ساری جماعتوں کو قیامت تک ایسے اعمال کی توفیق

بخشے جن سے خلافت کا برکات سے پُر نظام ہمیشہ ہمیش کے لئے مضبوط سے مضبوط ہوتا چلا جائے۔

اس سال جنوری میں خاکسار نے سواحیلی زبان میں متعدد مضامین پیشگوئی مصلح موعود اور نظام خلافت کے بارے میں لکھے تھے۔ یہ مضامین ہمارے ماہانہ سواحیلی اخبار "MAPENZI YA MUNGU" (ترجمہ:محبتِ الٰہی) میں فروری اور مارچ کے پرچوں میں شائع ہوئے ہیں۔ فروری کے شروع میں خاکسار نے تمام ایشین اور افریقن جماعتوں کو ہدایات بھجوائی تھیں کہ ہر جگہ ۲۰رفروری کو اور بعد میں مارچ تک جلسے کئے جائیں۔جن میں یہ مضامین پڑھ کر سنانے کے علاوہ دوسری تقاریر بھی کی جائیں اور خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کے حصول پر شکرادا کیا جائے اور اجتماعی دعائیں کی جائیں۔اور غیر احمدی اور عیسائی احباب کو بھی ان جلسوں میں شمولیت کی دعوت دی جائے تاکہ انہیں بھی عظیم الٰہی پیشگوئیوں اور آسمانی نوروں سے اطلاع ہو اور جماعت کے مضبوط نظام خلافت کی برکات سے انہیں آگاہی حاصل ہو۔ جماعتوں کی طرف سے اطلاعات آرہی ہیں کہ جلسے نہایت کامیابی سے کئے گئے ہیں اور غیر احمدی معززین نے بھی ان میں شمولیت کر کے جماعت احمدیہ کے بارہ میں بڑے عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے اور سنّی مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھول کر اس واحد اسلامی تبلیغی جماعت کا ساتھ دیں جو درحقیقت ''لشکر اسلام'' ہے اور جہاد میں مصروف ہے۔

پیارے آقا! ہمارے افریقن بھائیوں کے دل میں ایک بار پھر حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے اور حضور کو اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھنے اور حضور کے بابرکت ہاتھوں کو بوسہ دینے اور حضور کی دعائیں لینے کی بے پناہ تڑپ پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں دارالسلام کی جماعت کے جلسہ میں جب خاکسار نے یہ بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی وجود ہے اور حضور نے رؤیا میں **انا المسیح الموعود** کہہ کر اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے تو افریقن احباب پر رقّت طاری ہوگئی اور بعد میں بعض نے کہا کہ ہمیں جلدی ربوہ بھجوانے کا انتظام کریں تا ہم حضور کی زیارت سے مشرّف ہوسکیں''۔[17]

مکرم ڈاکٹر محمد ظفر صاحب ٹانگانیکا (تنزانیہ) نے مکتوب تحریر کیا کہ:۔

''مؤرخہ ۱۴؍مارچ بروز ہفتہ آپ کے عہد خلافت پر پچاس برس پورے ہوئے ہیں۔جس کی وجہ سے جماعت کے ہر مرد و زن جوان بوڑھے اور بچے میں خوشی کی لہر دوڑ رہی ہے۔خدا تعالیٰ نے کس

رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں آپ کے وجود مبارک کے ذریعہ پوری کیں ان پیشگوئیوں کو پورا ہوتے ہوئے آج عالم دیکھ رہا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ آپ کو صحت و سلامتی والی عمرِ خضر عطا فرمائے۔اس باغ کو پھلتے پھولتے اور پروان چڑھتے دیکھیں اور احمدیت آپ کی قیادت میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے۔آمین

اس مبارک موقعہ پر اس غلام کی طرف سے بہت بہت مبارکباد عرض ہے۔اے میرے مالک ومحسن خدا! اے پروردگار دوعالم ہمارے آقا کو صحت وسلامتی عطا فرما۔تا پھر آپ ہم سب میں جلوہ افروز ہوکر اپنی پند ونصائح سے ہمیں نوازیں۔اللہ تعالیٰ جلد ہمیں وہ دن دکھائے۔آمین‘‘ [18]

سیرالیون

مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر جماعتہائے احمدیہ سیرالیون نے برقی تار کے ذریعہ مبارکباد کا پیغام بھجوایا جس میں سیرالیون کے جملہ احمدی احباب کی طرف سے حضور اقدس کی خدمت میں صمیم قلب سے مبارکباد پیش کی گئی۔نیز اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی ولادت سے بھی قبل سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضور کے متعلق جو عظیم الشان بشارت دی تھی گزشتہ پچھتر سال کے عرصہ میں ہم نے اپنی آنکھوں سے اس کا لفظ لفظ پورا ہوتے دیکھا ہے۔جملہ احمدی احباب نے اسلام کی سربلندی کی خاطر بڑھ چڑھ کر قربانیاں کرتے چلے جانے اور ہمیشہ نظام خلافت سے وابستہ رہنے کے عہد کی بھی تجدید کی۔[19]

سنگاپور

مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے تحریر کیا:۔

’’اس مہینہ میں اب نشاۃ ثانیہ یا قدرت ثانیہ کے مبارک دور پر پچاس سال پورے ہوگئے۔اور اکاونواں سال شروع ہو چکا ہے۔حضور اقدس اس پُرمسرت اور بابرکت موقعہ پر جماعت احمدیہ سنگاپور کے سب احباب اور اپنے اس حقیر غلام وخادم سلسلہ محمد صدیق کی طرف سے ہدیۂ تبریک اور دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

ہم سب حضور پُرنور کے خدام روز وشب اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعائیں اور التجائیں کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے اور کام کرنے والی عمرِ دراز سے نوازے اور حضور اقدس کا بابرکت سایہ تا دیر جماعت کے سروں پر قائم ودائم رکھے اور جماعت کو حضور کے ساتھ

وابستہ برکتوں اور رحمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے اور قدر کرنے کی توفیق ملے اور حضور کی مبارک زندگی میں جلد از جلد اسلام کو غلبہ عطا فرمائے اور دنیا کا ہر خطّہ اللہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوروں سے جگمگا اٹھے‘‘۔[20]

بورنیو

مکرم سیکرٹری صاحب احمدیہ مشن لابوان (بورنیو) نے تار بھیجا:۔

’’حضور پُر نور کی قیادت میں حضور کے دورِ خلافت کے کامیابیوں سے بھرپور پچاس سال میں اسلام کو جو عظیم الشان فتوحات حاصل ہوئی ہیں اور دنیا میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہوئی ہے وہ ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہر کس و ناکس کے سامنے ہے۔ ہم حضور کے دورِ خلافت کے پچاس درخشاں سال پورے ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور حضور کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ آمین‘‘[21]

ملائیشیا

جماعت احمدیہ سبا ملیشیا کی طرف سے درج ذیل مکتوب موصول ہوا:۔

’’آج حسن و احسان میں نظیر خلافت راشدہ احمدیہ کے پچاس سالہ سنہری دور کی تکمیل پر اے منعم و منان تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری حمد کے ترانے گاتے ہیں اور اے موعود امام کے موعود فرزند دلبند گرامی ارجمند اس کامیابی پر تیرے غلام، تجھ سے برکت پانے والی اقوام سبا ملیشیا تجھے مبارکباد عرض کرتے ہیں اور خدائے سمیع و مجیب کے حضور دعا کرتے ہیں کہ اے شافی کامل اس وجود پاک کو جلد شفائے کامل و عاجل سے نواز۔ اس کے سایہ کو ہم پر لمبا کر۔ اسے فعّال زندگی سے نواز اور ہم کمزوروں سے چشم پوشی کا معاملہ کرتے ہوئے نظام خلافت احمدیہ سے وابستہ رکھ اور اسی پر ہمارا انجام بخیر کر۔ آمین‘‘[22]

پاکستان کے طول وعرض سے برقی پیغامات اور خطوط

پاکستان کے خوش نصیب احمدی چونکہ حضرت مصلح موعود کے مبارک وجود سے براہ راست برکت حاصل کررہے تھے اس لئے ان کے دل و دماغ میں اس تاریخی تقریب نے خوشی و انبساط کی غیر معمولی لہر دوڑادی۔ چنانچہ پاکستان کی بہت سی جماعتوں، تنظیموں اور احباب نے برقی پیغاموں یا خطوط کی صورت میں عقیدت و مسرت کا اظہار کیا مثلاً:۔

(۱) جماعت احمدیہ ضلع لاہور (برقی پیغام چوہدری اسد اللہ خان صاحب بارایٹ لاء امیر ضلع لاہور)
(۲) قائد علاقائی مجالس خدام الاحمدیہ لاہور ڈویژن
(۳) شیخ ریاض محمود صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور
(۴) ڈاکٹر اعجاز الحق صاحب لاہور (تار)
(۵) جماعت احمدیہ واہ کینٹ (تار بشیر احمد صاحب چغتائی پریذیڈنٹ واہ کینٹ)
(۶) مجالس انصاراللہ لاہور (مکتوب خواجہ محمد شریف صاحب زعیم اعلیٰ انصاراللہ لاہور)
(۷) مجلس انصاراللہ حافظ آباد (مکتوب محمد صدیق صاحب زعیم انصاراللہ جماعت احمدیہ حافظ آباد)
(۸) جماعت احمدیہ جوہر آباد (مکتوب ملک گل شیر صاحب پریذیڈنٹ)
(۹) جماعت احمدیہ شورکوٹ (مکتوب محمود احمد صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ شورکوٹ)
(۱۰) لجنہ اماءاللہ مرکزیہ ربوہ (ریزولیوشن ممبرات لجنہ اماءاللہ مرکزیہ)
(۱۱) لجنہ اماءاللہ ربوہ (ریزولیوشن ممبرات لجنہ اماءاللہ ربوہ)
(۱۲) ملک سعید احمد صاحب کراچی (تار)
(۱۳) جماعت احمدیہ بھیرہ (مکتوب فضل الرحمٰن صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ بھیرہ)
(۱۴) فتح محمد صاحب شرما، لطیف احمد صاحب، منصور احمد صاحب کراچی (تار)
(۱۵) مجلس خدام الاحمدیہ بدین (مکتوب ملک عبدالرحمٰن صاحب احمدی)
(۱۶) جماعت احمدیہ چک ۳۷ جنوبی ضلع سرگودھا (مکتوب پریذیڈنٹ جماعت)
(۱۷) لجنہ اماءاللہ قصور (مکتوب شاہجہان بیگم صدر لجنہ)
(۱۸) لجنہ اماءاللہ لاہور (مکتوب سیکرٹری لجنہ)
(۱۹) جماعت احمدیہ حافظ آباد (مکتوب حکیم محمد لطیف صاحب امیر جماعت احمدیہ حافظ آباد)
(۲۰) جماعت احمدیہ بشیر آباد (مکتوب فضل احمد صاحب)
(۲۱) لجنہ اماءاللہ حیدرآباد (ممبرات لجنہ)
(۲۲) جماعت کلاس والا ضلع سیالکوٹ (مکتوب صوفی خدابخش صاحب عبد انسپکٹر وقف جدید)
(۲۳) منظور احمد صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 23

مجالس خدام الاحمدیہ کا تجدید عہد

مجالس خدام الاحمدیہ نے اس موقع پر جہاں خوشی اور مسرت کا اظہار کیا وہاں انہوں نے از سرنو اس عہد کی بھی تجدید کی جو حضرت مصلح موعود نے قیام و استحکام خلافت کے تعلق میں کئی سال قبل نوجوانانِ احمدیت سے لیا تھا۔

مارچ ۱۹۶۴ء کے آخر تک جن جن مجالس کی طرف سے یہ تجدید عہد موصول ہوا، ان کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے ایک مختصر سی عرضداشت اور درخواست دعا کے ساتھ حضرت مصلح موعود کی خدمت اقدس میں بھجوا دیا۔ حضور نے اس عریضہ پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہار خوشنودی فرمایا: ''جزاھم اللّٰہ احسن الجزا ۔ اللہ تعالیٰ اپنے عہد کو پورا کرنے کی توفیق دے''۔ 24

بیرونی مشنوں میں عظیم الشان جلسے

اس تقریب سعید پر بیرونی مشنوں میں حضرت مصلح موعود سے اظہار عقیدت اور حضور انور کے کارہائے نمایاں اور فضائل وشمائل کے تذکرہ اور حضور کی صحت اور درازیٔ عمر کی دعاؤں کے لئے عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ ان جلسوں نے احباب جماعت کو روح عمل سے سرشار کیا اور ان میں زبردست جوش اور ولولہ پیدا کر دیا اور یہ حقیقت پوری دنیا پر آشکار ہوگئی کہ مصلح موعود سے متعلق پیشگوئی کی ہر شق اور ہر علامت ہر اعتبار سے پوری شان وشوکت اور آب وتاب سے پوری ہو چکی ہے۔

ذیل میں نمونۃً چند جلسوں کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

لنڈن (۱۴ مارچ)

جلسہ مشن ہاؤس میں منعقد ہوا جس سے چوہدری عبدالرحمٰن صاحب آف مشرقی افریقہ، عبدالعزیز صاحب اور جناب بشیر احمد صاحب رفیق نائب امام مسجد فضل نے خطاب فرمایا۔ جلسہ کے بعد ایک نہایت رقت آمیز لمبی اجتماعی دعا حضور کی صحت وشفا کے لئے کی گئی۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو اشکبار اور پُرنم نہ ہو۔ 25

روز ہل ماریشس (۱۴ مارچ)

اس موقعہ پر مسجد ''دارالسلام'' میں شاندار چراغاں کیا گیا، سفید، سبز، سرخ، زرد، سنہری اور نیلے قمقموں کی روشنی عجیب سماں پیدا کر رہی تھی اور اوپر لوائے احمدیت لہرا رہا تھا۔ نماز عشاء کے بعد مولوی فضل الٰہی صاحب بشیر مبلغ ماریشس نے اثر انگیز تقریر فرمائی آپ کے بعد بعض دوسرے مخلصین جماعت نے اپنے اپنے رنگ میں محبت و الفت سے لبریز جذبات و خیالات کا اظہار کیا۔ اور اجتماعی دعا کے بعد بچوں میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔

رسالہ LE MESSAGE کا خاص نمبر شائع ہوا جس میں پیشگوئی مصلح موعود پر قیمتی مضامین کے علاوہ تصاویر بھی تھیں۔ یہ نمبر بہت پسند کیا گیا اور ۱۴ مارچ کی رات کو ہاتھوں ہاتھ بک گیا۔

لجنہ اماء اللہ ماریشس نے حضرت مصلح موعود کے حضور عملی رنگ میں مبارکباد پیش کرنے کی غرض سے آٹھ صد روپیہ کے قریب رقم جمع کی۔[26]

لیگوس نائیجیریا (۱۵ مارچ)

جلسہ آنریبل مالم میر بجا پارلیمنٹ کی زیر صدارت ہوا جو ایک پولیٹیکل پارٹی کے وائس پریذیڈنٹ اور جماعت کے مخلص رکن تھے۔ جلسہ میں بالترتیب مولوی نسیم سیفی صاحب رئیس التبلیغ مغربی افریقہ، چوہدری رشید الدین صاحب اور لیگوس کی احمدیہ جماعت کے امام مسٹر آئی۔ ڈی اولوکوڈانا (MR. I. D. OLOKODANA) کی تقریریں ہوئیں۔

امام جماعت لیگوس نے حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کی قبولیت پر تقریر فرمائی اور اپنی زندگی کا ایک ایسا روح پرور واقعہ سنایا کہ سارا ہال نعرۂ تکبیر سے گونج اٹھا۔

سارے جلسہ کے دوران احباب جماعت نے بار بار نعرۂ تکبیر، اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد اور خلیفۃ المسیح زندہ باد کے پُر جوش نعرے لگائے۔

ہال کے اندر جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی نمائش کا انتظام تھا جس میں تمام احباب نے خاص دلچسپی کا اظہار کیا۔[27]

نائیجیریا کے پہلے مسلم جریدہ "THE TRUTH" (لیگوس) نے ۱۰/ اپریل ۱۹۶۴ء کی اشاعت کے صفحہ اول پر جلی الفاظ سے یہ نوٹ سپرد اشاعت کیا:۔

FIFTY YEARS OF KHILAFAT

The Khilafat of Hazrat Mirza Bashirud Deen Mahmud Ahmad has now, with the grace of God, entered the fifty-first year.

He was elected Khalifa by popular vote of the members of the Ahmadiyya Movement on March 14, 1914. Before he became Khalifa, Hazrat Maulvi Nuruddeen, the Khalifatul Masih I, had prophetically hinted that Hazrat Mirza Bashiruddeen Mahmud Ahmad will become Khalifa at a comparatively younger age and will live fairly long so that the period of his Khilafat will be a long one.

Eldest of the daughters of the Promised Messiah, peace be on him, Sayyida Mubaraka Begum, relates that once the Promised Messiah said that he sometimes feels that he should tell his followers that Mahmud will become Khalifa, but then he does not do so, because he believes that the will of God will, itself, show its manifestation at the appropriate time.

The entire staff of the Truth offers hearty congratulations to Hazrat Khalifatul Masih II on this auspicious occasion and all of us wish him good health and long life to continue the good work that he has carried on for the past fifty years. We also pledge our hearty submission and humble cooperation in every aspect of his work.

ترجمہ: **خلافت کے پچاس سال**

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی خلافت اب بفضلِ خدا اکاونویں سال میں داخل ہوگئی ہے۔

آپ مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو احمدیہ جماعت کے اراکین کی کثرت رائے سے خلیفہ منتخب ہوئے۔آپ کے خلیفہ مقرر ہونے سے قبل، حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل نے اشارۃً پیشگوئی کر دی تھی کہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد نسبتاً کم عمر میں خلیفہ مقرر ہوں گے اور لمبی عمر پائیں گے۔غرضیکہ آپ کا دورِ خلافت دراز ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی بیٹی (حضرت) سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ بعض اوقات آپ سوچتے کہ اپنے متبعین کو بتا دیں کہ محمود خلیفہ مقرر ہوں گے مگر پھر آپؑ نے ایسا نہیں کیا۔کیونکہ آپ علیہ السلام کو یقین تھا کہ منشائے الٰہی خود مناسب وقت پر اپنی تجلی ظاہر کرے گا۔

''دی ٹروتھ'' کا سارا عملہ اس عظیم الشان موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت اقدس میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہیں اور ہم سب آپ کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہیں تا کہ آپ وہ کارہائے عظیمہ جاری رکھ سکیں جو آپ گذشتہ پچاس سالوں سے بجا لا رہے ہیں۔نیز ہم آپ کے کاموں کے ہر شعبہ میں دل و جان سے عاجزانہ اطاعت اور اتحاد و عمل کا عہد کرتے ہیں۔

ممباسہ، کینیا (۱۵ مارچ)

جلسہ کی صدارت کے فرائض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے سرانجام دیئے۔ایک تقریر سواحیلی میں اور چار انگریزی میں ہوئیں۔مصلح موعود سے متعلق الہامی پیشگوئی کے الفاظ کا انگریزی میں ترجمہ سنایا گیا۔

''ممباسہ ٹائمز'' نے حضرت مصلح موعود کا فوٹو جلسہ کے انعقاد اور وقت کی خبر کے ساتھ شائع کیا جو صوفی محمد اسحٰق صاحب مبلغ سلسلہ کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ 28

کمپالہ، یوگنڈا (۲۸ مارچ)

جلسہ کی کارروائی ۵ بجے شام سے ۸ بجے شب تک جاری رہی جس میں ایثار بٹ صاحب، لطیف احمد صاحب بھٹی، رفیق احمد صاحب بھٹی، ڈاکٹر لعل الدین صاحب، چوہدری چراغ دین صاحب اور شعبان کرونڈے صاحب نے موثر پیرایہ میں خطاب فرمایا۔اس موقع پر ایک امریکن نوجوان مسٹر میک ٹوش اور ایک معزز سکھ دوست جناب سردار کشن سنگھ صاحب پرنسپل کمرشل کالج نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

مسٹر میک ٹوش نے کہا ''ہمیں امید ہے کہ جماعت احمدیہ دنیا کی روحانی رہنمائی کے لئے صفِ اول میں شمار کی جائے گی''۔

سردار کشن سنگھ صاحب نے بتایا کہ میں ہوشیار پور کا رہنے والا ہوں اور اسی جگہ حضرت مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ نے ایک روشن اور زندہ نشان دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہوشیار پور میں حضرت مرزا صاحب نے چلّہ کیا اور ان دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو نہایت اولوالعزم اور نہایت خوبیوں والا لڑکا دیا جو کہ اب جماعت کا امام ہے اور اس کی قیادت میں جماعت اکنافِ عالم میں ترقی کر رہی ہے اور میں اس شاندار ترقی پر جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں۔

اس خوشی کے موقع پر بیگم ڈاکٹر لعل الدین صاحب نے بچوں میں مٹھائی تقسیم کی۔[29]

پاکستان کے مشہور عالم سائنسدان محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی ایک جدید سائنسی تحقیق

ذرّات میں درجہ بندی کے ایک نئے نظریہ کی تشکیل پر برطانیہ کے سائنسی حلقوں کی طرف سے اظہار تحسین

لنڈن ۲۳ فروری۔ مادہ میں عناصر کے ابتدائی ذرات کی درجہ بندی کے ایک یکسر نئے نظریہ کی تشکیل سے متعلق پاکستان کے نوعمر سائنسدان ڈاکٹر سلام کی تحقیق پر برطانیہ کے سائنسی حلقوں نے علی الاعلان انہیں خراج تحسین و آفرین پیش کیا ہے۔ برطانیہ کے صفِ اول کے سائنسی تبصرہ نگار ٹام میرگریسن (Tom Mergerison) کے نزدیک ڈاکٹر سلام نے جو نیا نظریہ قائم کر دکھایا ہے وہ دنیائے سائنس کے بلند ترین کارہائے نمایاں میں سے ایک ہے۔ یہ کامیابی برطانیہ اور امپریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے لئے جس میں ڈاکٹر سلام نظریاتی فزکس کے پروفیسر ہیں ایک فتح عظیم کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس فتح پر فخر کا اصل استحقاق امریکہ کی ہوائی فوج کو پہنچتا ہے جو ڈاکٹر سلام کو اس تحقیق کے لئے ۸ ہزار پونڈ سالانہ کی گرانٹ دیتی ہے۔ سائنسی اور صنعتی تحقیق کے برطانوی محکمے نے تو ان کے تحقیقی کام میں مالی معاونت سے انکار ہی کر دیا تھا۔

ڈاکٹر سلام نے یہ کارنامہ اپنے ساتھی ڈاکٹر جے۔ سی وارڈ اور اپنے شاگرد ڈاکٹر نیمان (Dr Naman) کی مدد سے انجام دیا ہے۔

امریکہ میں ڈاکٹر سلام کے کارنامہ کا پہلا اعتراف آج سے تین روز قبل ہوا جبکہ نیویارک ٹائمز

نے یہ اطلاع شائع کی کہ ڈاکٹر سیلمن (Dr Celliman) کی سرکردگی میں بروک ہیون لیبارٹری (Brookhaven Laboratory) نے مادہ میں اومیگا مائنسOmega Minus ذرہ دریافت کیا ہے۔اس اطلاع میں یہ بھی تسلیم کیا گیا تھا کہ یہ دریافت ڈاکٹر سلام کی نمایاں تحقیق کے نتیجہ میں کی گئی ہے۔

پہلے پہل اس نظریہ کی طرف ۱۹۵۹ء میں ایک جاپانی ماہر طبیعات مسٹر چنوکی (Mr Chnuki) نے اشارہ کیا تھا جب ایک ریاضی پر مبنی طریق کار (جسے یونیٹری ٹرانسفرمیشن کہتے ہیں) کی مدد سے ایک ذرہ کو پھاڑا گیا تو انہوں نے جو کچھ ظہور میں آیا اسے دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کے ایک انوکھے طریق کی نشاندہی کی۔

اس وقت بجز ڈاکٹر سلام کے کسی نے بھی اس طرف توجہ نہ کی۔آپ نے محسوس کیا کہ اس سے غیر معمولی طور پر ایک بہت بلند خیال کی نشاندہی ہوتی ہے چنانچہ آپ نے ڈاکٹر وارڈ کے ساتھ مل کر اس پر کام شروع کر دیا۔اُس وقت ڈاکٹر وارڈ برطانیہ کے اٹامک ویپن ریسرچ اسٹیبلشمنٹ میں نظریاتی طبیعات کے سربراہ تھے۔اب وہ نقل مکانی کر کے امریکہ جا بسے ہیں۔

گزشتہ شب جب اخبار ہذا (پاکستان ٹائمز) کے نامہ نگار نے ڈاکٹر سلام سے ملاقات کی تو اس نے آپ کو اپنے اس کارنامہ پر بجا طور پر نازاں پایا۔آپ نے فرمایا جہاں تک میرا تعلق ہے ایٹمی طبیعات کے اس شعبہ کا یہ آخری باب ہے۔

ڈاکٹر سلام کل نیویارک روانہ ہو رہے ہیں جہاں آپ سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق اقوام متحدہ کی مشاورتی کمیٹی کے پہلے اجلاس میں شرکت کریں گے۔[30]

وفات مسیح علیہ السلام کا ببانگ دہل اقرار

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی فتح مبین

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکتوبر ۱۹۰۳ء میں یہ پُرقوت وشوکت پیشگوئی فرمائی کہ:۔

''یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے

نہیں دیکھے گا۔اور پھران کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اوران میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کوآسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔اور پھراولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کوآسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔تب خداان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گذر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اورابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہو گی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اورایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اوراب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جواس کوروک سکے‘‘۔[31]

اس مہتم بالشان پیشگوئی کا ظہوراس سال بھی ہوا جبکہ رابطہ عالم اسلامی (مسلم ورلڈ لیگ مکہ) کے زیراہتمام چھپنے والے انگریزی ترجمہ وتفسیر القرآن میں وفاتِ مسیح کا واشگاف لفظوں میں اعلان کیا گیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ رابطہ عالم اسلامی کے زیرانتظام اس سال "THE MESSAGE OF THE QURAN" کے نام سے انگریزی ترجمہ وتفسیر کی پہلی جلد منصۂ شہود پر آئی جو مشہور مسلمان جرمن مفکّر ڈاکٹر محمد اسد نے سپرد قلم کی تھی۔(ڈاکٹر صاحب نے پاکستان میں دستور سازی کے ابتدائی مراحل میں اسلامی دستور کے موضوع پر مضامین کا ایک سلسلہ تحریر کیا تھا جو پاکستان میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ایک کتاب بعنوانِ ’اسلام میں حکومت کے اصول‘ بھی لکھی ہے۔وہ طنجہ (مراکش) میں سفارتی فرائض انجام دے رہے ہیں۔انہیں جولائی ۱۹۸۳ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے سلسلے میں انصاری کمیشن کا اعزازی رکن بنایا تھا[32])۔اس تفسیر میں بالکل واضح لفظوں میں حضرت مسیح ناصری کی وفات کے نظریہ کو قرآنی حقائق کی روشنی میں تسلیم کیا گیا تھا جو بلاشبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علمِ کلام کی زبردست فتح تھی۔جیسا کہ اس انگریزی ترجمہ وتفسیر کے درج ذیل چار اقتباسات سے واضح ہے۔

پہلا اقتباس (انگریزی ترجمہ سورہ مائدہ آیت ۱۱۶، ۱۱۷)

Ch. V. 116-117.

"And Lo! God will say [on the Judgement Day]: O Jesus, son of Mary! Didst thou say unto men, "worship me and my mother as deities besides God"?

"[Jesus] will answer: Limitless art Thou in Thy glory! It is not conceivable that I should have said what I had no right to [say]! Had I said this, Thou wouldst indeed have known it! Thou knowest all that is within myself, whereas I know not what is in Thy self. Verily it is Thou alone who fully knowest all the things that are beyond the reach of human perception."

"Nothing did I tell them beyond what Thou didst bid me [to say]: "Worship God, [who is] my Sustainer as well as well as your Sustainer"; and I bore witness to what they did as long as I dwelt amongst them; but since Thou hast caused me to die, Thou alone has bear their keeper: for Thou are witness unto everything."

اردو ترجمہ:۔

''اور دیکھو جب خدا (فیصلہ کے دن) کہے گا۔اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا:۔
''خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟''

''(عیسیٰ علیہ السلام) جواب دیں گے۔خدایا تیری ذات پاک ہے۔ مجھے جس بات (کے کہنے) کا حق نہ تھا میں کیسے کہہ دیتا؟ مَیں نے اگر یہ کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا۔میرے دل کی باتیں تجھ پر بخوبی روشن ہیں جبکہ مجھے اس کا علم نہیں جو تیرے جی میں ہے۔بے شک صرف تو ہی غیب کا پورا علم رکھنے والا ہے۔''

''مَیں نے ان سے ہرگز کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے (کہنے کے لئے) حکم دیا کہ:۔
''خدا کی عبادت کرو (جو کہ) میرا رب اور تمہارا رب ہے اور مَیں ان کے اعمال پر گواہ تھا۔جب

تک مَیں ان میں رہا۔لیکن جب سے تو نے مجھے وفات دی ہے تو صرف تو ہی ان پر نگہبان رہا۔اور تو ہر چیز پر گواہ ہے''۔

(ان آیات میں فلمّا توفیتنی کا ترجمہ صاف طور پر ''جب سے تو نے مجھے وفات دی ہے'' کیا گیا ہے)

دوسرا اقتباس (انگریزی ترجمہ سورہ نساء ۱۵۷، ۱۵۸)

"(157-158) And their boast, "Behold, we have slain the Christ Jesus, son of Mary, [who claimed to be] God's apostle!"

However, they did not slay him, and neither did they crucify him, but it only seemed to them [as if it had been] so; and verily those who hold conflictng views about this matter are indeed confused, having no [real] knowledge thereof, and following mere conjecture. For, of a certainty, they did not slay him: (158) God exalted him unto Himself - and God is indeed Almighty, Wise." 33

(اردو ترجمہ)

''اوران کی یہ لن ترانی کہ دیکھو ہم نے مسیح ابن مریم (جو اپنے آپ کو کہتا تھا) خدا کا نبی اسے قتل کر دیا۔(حالانکہ) انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب پر مارا بلکہ ان کو بظاہر یہی نظر آیا (کہ ایسا ہو گیا) اور بے شک وہ لوگ جو اس بارے میں متصادم نظریات رکھتے ہیں وہی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔انہیں اس کے متعلق کوئی (حقیقی) علم نہیں صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔اور یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا اور بے شک خدا بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے''۔صفحہ ۱۷۷

تیسرا اقتباس (انگریزی تفسیر سورہ نساء ۱۵۷، ۱۵۸)

Thus, the Quran categorically denies the story of the crucifixion of Jesus. There exist, among Muslims, many fanciful legends telling us that at the last moment God substituted for

Jesus a person closely resembling him (according to some accounts, that person was Judas), who was subsequently crucified in his place. However, none of these legends finds the slightest support in the Quran or authentic Traditions, and the stories produced in this connection by the classical commentators of the Quran must be summarily rejected. They represent no more than the confused attempts at "harmonizing" the Quranic statement that Jesus was not crucified with the graphic description, in the Gospels, of his crucifixion. The story of the crucifixion as such has been succinctly explained in the Quranic phrase *wa-lakin shubbiha lahum*, which I render as "but it only appeared to them as if it had been so" -implying that in the course of time, long after the time of Jesus, a legend had somehow grown up (possibly under the then-powerful influence of Mithrai beliefs) to the effect that he had died on the cross in order to atone for the "original sin" with which mankind is allegedly burdened; and this legend became so firmly established among the latter-day followers of Jesus that even his enemies, the Jews, began to believe it - albeit in a derogatory sense (for crucifixion was, in those times, a heinous form of death penalty reserved for the lowest of criminals). This, to my mind, is the only satisfactory explanation of the phrase *wa-lakin shubbiha lahum*, the more so as the expression *shubbiha li* is idiomatically synonymous with *khuyyila li*, "[a thing] became a fancied image to me!", i.e., "in my mind" -in other words, "[it] seemed to me"

(see Qamus, art. khayala, as well as Lane II, 833, and IV, 1500)

(ترجمہ اردو)

''پس قرآن کریم عیسیٰؑ کے صلیب دیئے جانے کے قصے کو قطعی طور پر ردّ کرتا ہے۔ ہاں اس بارے میں مسلمانوں میں بہت سی بے بنیاد روایات پائی جاتی ہیں۔ جن میں مذکور ہے کہ عین آخری وقت خدا نے عیسیٰ کے بدلے اس سے انتہائی مشابہت رکھنے والے ایک دوسرے شخص کو بھیج دیا (بعض تفاصیل کے مطابق یہ شخص یہوداتھا)۔ جسے بالآخر عیسیٰؑ کی جگہ صلیب دے دی گئی۔ تاہم ان میں سے کسی روایت کا قرآن کریم اور مستند احادیث میں ذرّہ بھر بھی ثبوت نہیں ملتا اور اس سلسلہ قرآن کے کلاسیکی مفسرین نے جو قصے بیان کئے ہیں۔ وہ ہر طرح سے ردّ کر دینے کے لائق ہیں۔...... ایک طرف عیسیٰؑ کو صلیب دیئے جانے کا جو تفصیلی نقشہ اناجیل میں کھینچا گیا ہے اور دوسری طرف قرآن کا یہ بیان کہ مسیح کو صلیب پر نہیں مارا گیا۔ درحقیقت یہ قصے ان دو بیانات کو ''ہم آہنگ'' کرنے کی ابتر اور پریشان کوششوں کے علاوہ اور کسی امر کی طرف رہنمائی نہیں کرتے۔ صلیب دیئے جانے کی اس حکایت کو قرآن کریم کے مختصر اور جامع جملہ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں کس خوبی سے بیان کر دیا گیا ہے جس کا ترجمہ میں نے یوں کیا ہے:۔

''بلکہ ان کو بظاہر یہی نظر آیا کہ ایسا ہو گیا ہے''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مرور زمانہ سے مسیحؑ کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد کسی نہ کسی طرح یہ داستان تشکیل پا گئی (عین ممکن ہے کہ یہ اس وقت کے متھرائی عقائد کے غالب اثر کا نتیجہ ہو) کہ وہ اس طبعی گناہ کے کفارہ کے طور پر صلیب دیئے گئے۔ جس کے متعلق یہ ادعاء ہے کہ اس بوجھ تلے انسانیت دبی ہوئی ہے۔ یہ روایت عیسیٰؑ کے بعد میں آنے والے پیروؤں میں اتنی شدت سے رچ گئی کہ یہودی بھی جو حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے اسے تسلیم کرنے لگے۔ گو تحقیر آمیز انداز ہی میں سہی (اس زمانہ میں صلیب کی موت ایک نفرت انگیز سزائے موت تھی جو سب سے نچلے درجے کے مجرموں کے لئے مقرر تھی) میرے نزدیک قرآنی الفاظ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی طرف یہی ایک توضیح قابل قبول ہے۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ شبہ لی کا محاورہ خیل لی کے مترادف ہے ''(یہ شے) میرے لئے ایک خیالی تصور بن گئی'' یعنی ''میرے ذہن میں'' ...... دوسرے لفظوں میں ''(یہ) مجھے ایسا لگا''۔[34]

چوتھا اقتباس (انگریزی تفسیر سورہ آل عمران آیت ۵۵)

Cf. 3:55, where God say to Jesus, "Verily, I shall cause thee

to die, and shall exalt thee unto Me." The verb *rafa'ahu* (lit., "he raised him" or "elevated") has always wherever the act of rafa, (elevating) of a human being is attributed to God the meaning of "honouring" or "exalting". Nowhere in the Quran is there any warrant for the popular belief of many Muslims that God has "taken up" Jesus bodily to heaven; the expression that "God exalted him unto Himself" in the above verse denotes the elevation of Jesus to the realm of God's special grace -a blessing in which all prophets partake as is evident from 19:57, where the verb *rafa'nahu* ("we exalted him") is used with regard to the Prophet Idris. (See also Muhammad 'Abduh in Manar III, 316 f. and VI, 20 f.) The "nay" (bal) at the beginning of the sentence is meant to stress the contrast between the belief of the Jews that they put Jesus to a shameful death on the cross and the fact of God's having "exalted him unto Himself".[35]

اردو ترجمہ:۔

”جہاں خدا عیسیٰؑ سے خطاب کرتا ہے۔ بے شک میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ اس میں فعل رَفَعَہٗ (لغوی طور پر۔ اس نے اسے اٹھالیا یا اس کا درجہ بلند کیا)۔ جہاں کہیں انسان کے رفع (بلندی درجات) کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے۔ تو اس سے ہمیشہ (عزت) بخشنا یا بلندی درجات مراد ہوتی ہے۔ اکثر مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کی کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری آسمان پر ”اٹھالیا“ قرآن کریم میں کسی جگہ بھی کوئی سند نہیں ملتی۔ آیت بالا کا یہ بیان کہ ”خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا“ اس بات کی علامت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے فضل خصوصی کے دائرہ میں شامل کئے گئے ہیں۔ یعنی اس رحمت الٰہی میں جس میں سب انبیاء شریک ہیں۔ جیسا کہ سورۃ ۱۹ آیت ۵۷ سے ظاہر ہے۔ (وَ رَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ ناقل) جس میں فعل رفعنٰہُ (ہم نے اس کا مرتبہ بلند کیا) حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(نیز ملاحظہ ہو۔ محمد عبدہٗ کی تفسیر المنار جلد سوم نمبر ۳۱۶ حاشیہ اور جلد چہارم نمبر ۲۰ حاشیہ میں) اس جملہ (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔ ناقل) کے شروع میں بلکہ (بَل) کا لفظ یہودیوں کے اس عقیدہ کے مقابلہ میں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایک شرمناک صلیبی موت دی۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ خدا نے اسے اپنا قرب عطا کیا''۔ (صفحہ ۱۷۷،۱۷۸)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پر تین صدیاں نہیں صرف باسٹھ سال ہی گذرے تھے کہ مرکز اسلام مکہ معظمہ سے یہ اعلان کیا گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مسیح کے رفع جسمانی کا قرآن اور مستند احادیث سے قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس سلسلہ میں قدیم مفسرین کے بیانات ردّ کر دینے کے لائق ہیں۔

محمد خالد اقبال ایم اے مقیم ووکنگ انگلستان سب سے پہلے اہل قلم تھے جنہوں نے اس نئے انگریزی ترجمۃ القرآن کی اس خصوصیت سے نقاب اٹھایا اور لاہور کے اخبار ''پیغام صلح'' (۲۱ راپریل ۱۹۶۵ء) میں اس پر ایک مقالہ شائع کیا ازاں بعد شیخ نور احمد صاحب منیر مجاہد بلاد عربیہ نے اخبار الفضل (۸ مئی ۱۹۶۵ء) میں اس مقالہ کے ضروری حصے سپرد اشاعت کئے اس طرح پوری دنیائے احمدیت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی فتح مبین کا علم ہوا۔ ڈاکٹر محمد اسد جنہوں نے ۱۹۶۴ء میں صرف پہلی ۹ سورتوں کا ترجمہ شائع کیا تھا نے خدمت قرآن کا سلسلہ جاری رکھا اور ۱۹۸۰ء میں لندن میں مکمل انگریزی ترجمہ قرآن شائع کر دیا اور اس میں وفات مسیح سے متعلق اپنے ترجمہ اور تفسیر کو لفظاً لفظاً قائم رکھا یہ مکمل ترجمہ دو ہزار صفحات پر مشتمل تھا۔ جس کی اشاعت کی سعادت حسب ذیل ادارہ کو حاصل ہوئی:۔

Distributors: E. J. Brill - London, Publishers and booksellers 41, Museum Street, London WC1A 1LX

تبرکات کی حفاظت کا شرعی جواز اور انتظام

تاریخی میوزیم کی تجویز کا ذکر قبل ازیں آچکا ہے۔ اس تسلسل میں نگران بورڈ نے اس سکیم کے مطابق تبرکات کی حفاظت کے شرعی پہلو کی وضاحت کے لئے یہ معاملہ بغرض مشورہ مجلس افتاء میں بھجوایا۔ مجلس نے ۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء کو اس غرض کے لئے مندرجہ ذیل سب کمیٹی مقرر کی:۔

صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب۔ سید میر داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ)۔ صوفی بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے (پروفیسر تعلیم الاسلام کالج)۔ ملک سیف الرحمٰن صاحب (مفتی سلسلہ احمدیہ)۔ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر (سابق انچارج احمدیہ مشن غانا)۔

سب کمیٹی کے دو اجلاس ہوئے۔ تمام متعلقہ حوالہ جات اور دلائل پر غور کرنے کے بعد سب کمیٹی نے متفقہ طور پر حسب ذیل رپورٹ پیش کی:۔

''شعائر اللہ اور دوسرے تبرکات کی حفاظت کا انتظام کرنا تاریخی اور علمی صداقت کے لحاظ سے نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض حالات میں ہمارے لئے ضروری بھی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (القمر:۱۴ تا ۱۷)

یعنی ہم نے اس (نوح) کو ایک تختوں اور کیلوں والی کشتی پر اٹھالیا۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے (یعنی ہماری نگرانی میں) چلتی تھی۔ یہ اس شخص کی جزا تھی جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو ایک نشان کے طور پر (پچھلی اقوام) کے لئے چھوڑا۔ پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

اسی طرح بنی اسرائیل کے ذکر میں فرمایا: وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (البقرۃ:۲۴۹) یعنی ان کے نبی نے ان سے کہا اس کی حکومت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تمہیں ایک تابوت ملے گا۔ جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہوگی اور ان چیزوں کا بقیہ ہوگا جو موسیٰ کے متعلقین اور ہارون کے متعلقین نے اپنے پیچھے چھوڑیں۔ فرشتے اُسے اٹھائے ہوئے ہونگے۔ اگر تم مومن ہو تو اس بات میں تمہارے لئے یقیناً ایک بڑا نشان ہے۔

پس جہاں تک شعائر اللہ اور تبرکات کی حفاظت کے جواز کا تعلق ہے وہ ان آیات سے ظاہر ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ احتیاط اشد ضروری ہے کہ حفاظت کا طریق ایسا ہونا چاہیئے جو منجر الی الشرک نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ

مَكَانٍ سَحِيْقٍ ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ

(الحج:۳۲تا۳۴) یعنی تم خدا کا شریک کسی کو نہ بناؤ اور جو اللہ کا شریک کسی کو بناتا ہے وہ آسمان سے گر جاتا ہے۔ اور پرندے اس کو اُچک کر لے جاتے ہیں۔ اور ہوا اس کو کسی دوسری جگہ پھینک دیتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ نشانیوں کی عزت کرے گا تو اُس کے اِس فعل کو دلوں کا تقویٰ قرار دیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ ان قربانیوں سے ایک مدت تک تم کو نفع حاصل کرنا جائز ہے پھر خدا کے پرانے گھر تک اِن کو پہنچانا ضروری ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ شعائر اللہ کی عظمت کے احساس اور اسے قائم رکھنے میں شرک کی ملونی نہیں ہونی چاہیئے۔ بلکہ اس کی بنیاد دلوں کے تقویٰ پر ہونی چاہیئے۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ فرمان بھی اس نوعیت کی احتیاط کی ضرورت کو واضح کر رہا ہے جو حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے...... چنانچہ حضرت منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا کہ حضور خدا کے واسطے میرا ایک سوال ہے۔ فرمایا کہو کیا ہے۔ عرض کیا کہ حضور یہ (سرخی کے نشان والا) کُرتہ تبرکاً مجھے دے دیں۔ فرمایا نہیں یہ تو ہم نہیں دیتے۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور نے ابھی تو فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات صحابہؓ نے رکھے۔ اس پر فرمایا کہ یہ کُرتہ میں اس واسطے نہیں دیتا کہ میرے اور تیرے مرنے کے بعد اس سے شرک پھیلے گا۔ اس کی پوجا کریں گے۔ اس کو لوگ زیارت بنالیں گے۔[36]

باقی رہی تبرکات کی تاریخی حیثیت اور ان کے اصلی ہونے کے ثبوت کو مہیا کرنا تو یہ طریق بھی درست اور مناسب ہے اس میں نہ صرف یہ کہ کوئی شرعی روک نہیں بلکہ اسلام پسند کرتا ہے کہ علمی صداقتوں کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

خاکسار:۔ بشارت الرحمٰن، نذیر احمد مبشر، مرزا رفیع احمد، سید داؤد احمد، ملک سیف الرحمٰن''۔

چنانچہ ان سفارشات کے مطابق مرکز سلسلہ ربوہ میں حفاظت تبرکات کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوئی تھی۔ یہ کمیٹی ایک عرصہ قائم رہی مگر اس سلسلہ میں کوئی عملی پیش رفت ریکارڈ سے ظاہر نہیں پھر آہستہ آہستہ یہ کمیٹی غیر مؤثر ہوگئی۔

جماعتی ریکارڈ کے مطابق نومبر ۲۰۰۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی منظوری سے ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ جس کے ممبران یہ تھے۔

مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ممبر، مکرم سید عبدالحئی شاہ صاحب ممبر، مکرم سید طاہر احمد صاحب صدر اور مکرم میر سید محمود احمد صاحب نائب ناظر تعلیم سیکرٹری کمیٹی۔

دسمبر ۲۰۰۳ء میں حضور انور نے محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب کو کمیٹی کا صدر مقرر فرما دیا اور اسی طرح جنوری ۲۰۰۹ء سے مکرم مشہود احمد صاحب نائب ناظر تعلیم اس کے سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔[37]

اس کمیٹی کے ذریعہ بیسیوں تبرکات کا ریکارڈ محفوظ کیا جا چکا ہے اور مسلسل اعلانات کے ذریعہ احباب جماعت کو اس بات کی طرف توجہ بھی دلائی جارہی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود تبرکات اس کمیٹی کے پاس ریکارڈ بھی کروادیں تا کہ ان کا استناد قائم رہے۔

مجلس مشاورت ۱۹۶۴

جماعت احمدیہ کی پینتالیسویں ۴۵ مجلس مشاورت ۲۰، ۲۱، ۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے وسیع و عریض ہال میں منعقد ہوئی۔ اس مشاورت میں ۳۰۷ جماعتوں کے ۵۹۲ نمائندگان شامل ہوئے۔ صدارت کے فرائض حضرت مصلح موعود کے خصوصی ارشاد کے مطابق حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع لائلپور (فیصل آباد) نے سرانجام دیئے۔ رائے شماری اور شوریٰ کی دیگر دوسری کارروائی میں اعانت کے لئے جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعتہائے سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور صاحب صدر کے ہمراہ سٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔[38]

حضرت شیخ صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا:۔

''حضرت صاحب بوجہ بیماری تشریف نہیں لا سکے۔ گزشتہ سال حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ہم میں تھے اور ہمیں ان کی راہنمائی، ان کی دعائیں اور ان کا تجربہ حاصل تھا۔ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی حکمت کے ماتحت اس مجلس مشاورت میں ہمیں حاصل نہیں ہیں۔ اس لحاظ سے ہم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے۔ جس قدر بھی نمائندگان ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ذمہ داری کو جو آج ہم پر عائد ہوئی ہے پورے طور پر سمجھتے ہیں اور اپنے ذہن نشین رکھیں گے۔ خواہ سب کمیٹیوں کے لئے نام تجویز کرنے ہوں یا سب کمیٹیوں میں معاملات پر غور کرنا ہو

یا بعد میں کسی امر میں بحث وتمحیص کرنا یا رائے دینا ہو۔ یہ تمام مراحل ایسے ہیں جن میں ہمیں اس بات کو خاص طور پر مدنظر رکھنا پڑے گا کہ ہماری ذمہ داری پہلے سے زیادہ ہے۔ ہمارا ماحول پہلے سے قدرے مختلف ہے۔ ہم نے ۴۵ سال میں یہ سبق پڑھا ہوا ہے۔ پس ہمیں ثابت کرنا چاہیئے کہ وہ سبق جو ہمیں حضرت صاحب پڑھاتے رہے ہیں بھولا نہیں۔ اس لئے اس مجلس کی جو کارروائی ہو وہ سہولت، اطمینان، تحمل اور وقار سے عمل میں آنی چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تمام نمائندے اس بات میں پورے طور پر تعاون کریں گے اور جس قدر ہمارے ادارے ہیں ان کے کارکن بھی اس بات کو ذہن نشین رکھیں گے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جس قدر بھی صحابہ ہوئے ہیں اور ان کے اندر ہم نے حضرت صاحب کی صحبت کے نتیجہ میں جو وصف پایا ہے اس کا ماحصل اور اس کا لب لباب ایک ہی امر تھا کہ وہ سچے وفادار تھے اور مشکل حالات میں ہی وفاداری کا امتحان لیا جایا کرتا ہے۔ ان مختصر الفاظ کے ساتھ میں اس مجلس کی کارروائی کو شروع کرنا چاہتا ہوں یہ امید اور یقین رکھتے ہوئے کہ میرے یہ الفاظ جو میرے دل کی آواز ہیں آپ کے دلوں تک پہنچ چکے ہیں''۔[39]

مجلس شوریٰ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت مصلح موعود کی دعاؤں کی برکت سے نہایت گہری نظر اور تفصیلی رنگ میں جملہ امور پر غور وفکر کیا۔ اور تفصیلی بحث کے بعد نہایت اہم سفارشات اور تجاویز پیش کیں جنہیں حضرت مصلح موعود نے مکمل طور پر منظور فرمالیا۔

ذیل میں مشاورت کی چار ضروری سفارشات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱)''مرکز اور جماعتوں کی طرف سے ملازمتوں اور تجارتوں سے فارغ شدہ دوستوں کو تحریک کی جائے کہ وہ قرآن کریم حفظ کریں۔ معلمین اور مربیان و دیگر کارکنان کو بھی تحریک کی جائے کہ وہ قرآن کریم حفظ کریں۔ سب کمیٹی مزید سفارش کرتی ہے کہ جو معلمین و مربیان و دیگر کارکنان اس تحریک پر عمل کرتے ہوئے قرآن مجید حفظ کرلیں۔ انہیں دیگر اسی قسم کے ملازمین پر فوقیت دی جائے۔ مرکز میں ایک حافظ کلاس جاری ہے لیکن اس میں طلباء کی کمی ہے۔ بیرونی جماعتوں کو اپیل کی جائے کہ وہ اپنے بچے اس جماعت میں داخل کریں۔ لیکن چونکہ بعض والدین چھوٹے بچوں کو اپنے سے جدا کرنے میں رضامند نہیں ہوتے۔ اس لئے دس بڑی جماعتوں مثلاً کراچی، ڈھاکہ، لاہور، راولپنڈی، پشاور، سیالکوٹ وغیرہ کو اگر وہ کم از کم آٹھ بچے داخل کر کے حفاظ کے لئے اپنے ہاں ایک

کلاس کھولیں تو سب کمیٹی صدر انجمن سے یہ سفارش کرتی ہے کہ وہ معلم حافظ صاحب کی تنخواہ کا ۵۰ فیصدی اس جماعت کو بطور امداد دے۔ اس وقت ربوہ کی حافظ کلاس میں صرف صبح کے وقت تعلیم دی جاتی ہے اور وہ سب چھٹیاں بھی دی جاتی ہیں جو کہ عام سکولوں کے لئے مقرر ہیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ طلباء اتنی جلدی قرآن کریم حفظ نہیں کرتے جتنی جلدی کہ انہیں کرنا چاہیئے۔ لہٰذا سب کمیٹی یہ تجویز کرتی ہے کہ حافظ کلاس میں دونوں وقت تعلیم دی جائے اور سوائے جمعہ یا عیدین کے دوسری تعطیلات نہ دی جائیں اور اگر یہ محسوس ہو کہ ایک معلم اتنا کام نہیں کرا سکتا تو دوسرے حافظ معلم کی خدمات حاصل کی جاویں۔ نیز سب کمیٹی سفارش کرتی ہے کہ چونکہ حافظ بچوں کو کافی دماغی کام کرنا پڑتا ہے اس لئے علاوہ مناسب غذا کے انہیں دودھ بھی دیا جائے‘‘۔ [40]

(۲) ربوہ کی جامع مسجد نقشہ کے مطابق تعمیر کرائی جائے اور اس کے لئے بجٹ ۶۵-۱۹۶۴ء میں ایک لاکھ روپیہ مشروط بآمد رکھا جائے۔ علاوہ ازیں صدر انجمن احمدیہ مسجد مبارک کی توسیع پر فوری طور پر غور کرے تا وہ نئی ضروریات کے لئے مکتفی ہو سکے۔ [41]

(۳) ’’نگران بورڈ قائم رہنا چاہیئے۔ ممبران بورڈ کی کل تعداد دس ہوگی۔ جس میں سے ایک ممبر مشرقی پاکستان کا صوبائی امیر ہوگا۔ تین ممبران صدر صاحب صدر انجمن احمدیہ، صدر صاحب تحریک جدید، صدر صاحب وقف جدید ہوں۔ اور چھ ممبران ان کے علاوہ ہوں گے۔ نگران بورڈ کے ممبران کا انتخاب امراء اضلاع وعلاقائی امراء پاکستان کریں گے۔ کراچی کے امیر ضلع کے امیر شمار ہوں گے۔ یہ ممبر امراء سے بھی چنے جاسکتے ہیں اور باہر سے بھی۔ ممبران تین سال کے لئے چنے جائیں گے۔ بعد کے انتخابات میں ان کا چناؤ ممنوع نہ ہوگا۔

(فرائض نگران بورڈ) صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، وقف جدید کے کاموں کی نگرانی کرنا۔ جماعت کی ترقی کی تجاویز کرنا۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید اور وقف جدید میں رابطہ قائم کرنا۔ ۱۰/۷ کی اکثریت سے جو امر فیصلہ کیا جائے وہ متعلقہ ادارہ کے لئے قابل پابندی ہوگا۔ صدر نگران بورڈ تین سال کے لئے منتخب کیا جائے۔ صدر کا انتخاب ممبران نگران بورڈ اپنے میں سے کریں گے۔ ہر سہ ادارہ جات کے صدر بطور صدر نگران بورڈ نہیں ہوسکیں گے۔ صدر کا انتخاب محض اکثریت سے ہوگا۔ مناسب بجٹ کا انتظام صدر انجمن احمدیہ کرے گی‘‘۔ [42]

اس سفارش کے مطابق حضرت مصلح موعود کی منظوری سے ایک اور نگران بورڈ کی تشکیل عمل میں

آئی جس کے صدر مرزا عبدالحق صاحب مقرر ہوئے۔[43]

(۴) حضور کے ارشاد فرمودہ ۲۱ جولائی ۱۹۴۴ء (الفضل ۴؍اگست ۱۹۴۴ء) کی روشنی میں لاہور، راولپنڈی، پشاور، کوئٹہ، چٹا گانگ اور راج شاہی میں مرکز قائم کئے جائیں جن کے قیام کی ذمہ داری مرکز سلسلہ پر ہو۔ان مراکز میں مساجد، لائبریریاں، مہمانخانے اور مربی سلسلہ کی قیامگاہ بھی ہو۔مجلس شوریٰ سفارش کرتی ہے کہ نگران بورڈ اس پر غور کرے اور جو مناسب سمجھے فیصلہ کرے۔[44]

یہ مجلس مشاورت خلافت ثانیہ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی حقانیت کا ایک چمکتا ہوا نشان تھی وجہ یہ کہ حضرت مصلح موعود نے مارچ ۱۹۱۴ء میں جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی صدر انجمن احمدیہ کا خزانہ خالی تھا اور صرف چند آنوں کے پیسے باقی تھے[45] لیکن پچاس سال بعد ۱۹۶۴ء کی مجلس مشاورت میں جماعت احمدیہ پاکستان کے مرکزی اداروں کا جو سالانہ بجٹ حضرت مصلح موعود نے منظور فرمایا وہ تریسٹھ لاکھ چھ ہزار چونتیس روپے کی خطیر رقم پر مشتمل تھا (مرکز احمدیت قادیان کا بجٹ اس کے علاوہ تھا)۔جس کی تفصیل یہ ہے:۔

بجٹ صدر انجمن احمدیہ پاکستان: ۲۶۴، ۲۸،۸۷
بجٹ تحریک جدید: ۳۲،۴۸،۷۷۰
بجٹ وقف جدید: ۱،۷۰،۰۰۰[46]

اس مجلس مشاورت کے آخر میں صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کی صحت کی طبّی رپورٹ پیش فرمائی اور خاص طور پر بتایا کہ میرے یقینی علم کے مطابق حضور جو پیغامات جماعت کے نام بھجواتے ہیں وہ حضور ہی املاء کرواتے ہیں اسی طرح سلسلہ کے تمام ضروری امور حضور کی خدمت اقدس میں پیش کئے جاتے ہیں حضور بنفس نفیس ان پر مناسب ارشاد فرماتے اور فیصلہ صادر فرماتے ہیں۔[47]

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ:۔

''یہ مشاورت اب اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ مجھے دورانِ کارروائی یہ بات سختی سے محسوس ہوتی رہی ہے کہ میں دوستوں پر وقت کی کمی کی وجہ سے پابندی لگا رہا ہوں ایسے دوستوں پر جو میرے مخدوم ہیں اور میں اپنے دل کو ٹٹولتا تھا تو میں ندامت محسوس کرتا تھا۔آپ نے جو ایجنڈا مجھے دیا ہے اس کے لحاظ سے یہ کارروائی ۱۱ بجے ختم ہونی چاہیئے تھی۔اور اس وقت ہم پونے دو بجے پر پہنچ گئے ہیں۔اس سے

آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ جو آپ کی مشکل ہے وہ میری بھی مشکل ہے۔اور اگر میں بعض دوستوں کو محدود نہ کرتا تو یہ ایجنڈا ختم نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ میری معذوری سمجھیں یا میری مجبوری۔ بہرحال اگر کسی دوست نے محسوس کیا ہو کہ میں نے بے جا پابندی لگائی ہے تو میری معذرت کو قبول فرماویں۔ہم نے جلسہ کے اوقات جو پہلے ہوا کرتے تھے ان میں بھی کمی کر دی ہے۔ بہرحال یہ معاملہ اب نہیں کہ میں اس پر کوئی اظہار رائے کرسکوں جو منتظمین ہیں وہ غور کرلیں تا کہ آئندہ وقت کی قلت مانع نہ ہو۔ بلکہ ضروری امور پورے طور پر زیرِ غور آ جائیں۔

اس کے بعد میں اس لحاظ سے کہ وَ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذّٰریٰت: ۵۶) یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جب شوریٰ قائم ہوئی تو اس کا منشا جو حضرت صاحب نے مقرر کیا۔اللہ تعالیٰ اور قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق وہ یہی تھا کہ شوریٰ کی غرض صرف مشورہ کا حصول ہے۔ دینی امور میں ترقی اور بہتری کیلئے خواہ ترقی اور بہتری بیرونی جماعتوں کے متعلق ہو خواہ ترقی مرکز کے متعلق ہو اس سے زیادہ نہیں۔اور وہ مشورہ خلیفہ وقت کی منظوری کے ساتھ نافذ ہوتا ہے دنیوی پارلیمنٹوں کی طرح نہ تو اس میں کوئی پارٹی بازی ہے اور نہ ہی رائے دینے والوں کو یہ اصرار ہوتا ہے کہ میری رائے کیوں نہیں مانی گئی۔اور لازمی طور پر مانی جانی چاہیئے ۔ یہ ہمارا قطعاً مقصد نہیں ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے سینوں کو ٹٹولیں کہ ہم کیا کر کے آئے ہیں اور مرکز نے کیا کیا ہے۔ بالفاظ دیگر ربوہ میں ایک حوض ہے مرکز کا۔اس حوض میں آپ سب پانی پہنچاتے ہیں۔آپ نے دیکھنا یہی نہیں کہ حوض نے کیا کام کیا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ حوض میں آپ نے کتنا پانی پہنچایا ہے۔اور اگر مرکز کے اندر کوئی کمی ہے اور اگر کسی بات کو آپ محسوس کرتے ہیں کہ فلاں کام نہیں ہوا۔تو اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ آپ نے وہاں پانی نہیں پہنچایا اور جو شخص بھی نکتہ چینی کرے اسے مدنظر رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں سب سے آسان چیز نکتہ چینی ہے اور مشکل چیز نکتہ آفرینی ہے ع

دوسرے کی آنکھ میں گر تیر ہے　　　دیکھ تیری آنکھ میں شہتیر ہے

اس بات کو کبھی نہ بھلائیں اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ ہمارے مشورے سلسلہ کی ترقی اور اپنی حالت کا جائزہ لینے کے لئے ہیں۔ہم اس شوریٰ میں شامل ہوتے رہے ہیں اور اسی نیت سے ہم اس شوریٰ سے علیحدہ ہوئے ہیں کہ ہم نے اپنی ضروریات اور ہمارے تجربہ میں جو نقائص آئے ہیں وہ پیش کر دیئے ہیں۔آگے ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں کہ جو کمی ہے وہ اسے دور کرے اور ہمارے

کارکنوں کو توفیق دے کہ وہ پہلے سے زیادہ آگے اپنا قدم بڑھائیں۔ ہم ان کے ساتھ ہیں۔ اور ہمارا تعاون پورے طور پر ان کے شامل حال ہو۔ ہم نکتہ چینی کرنے نہیں آئے تھے بلکہ آپ کو آگے بڑھانے کے لئے اور اپنی امداد کا یقین دلانے کے لئے آئے تھے۔

تیسرا امر جو بہت ہی قابل توجہ ہے اور ہر ایک احمدی کے لئے جو یہاں موجود ہے بلکہ جو یہاں نہیں ہے بلکہ دنیا کے کسی گوشہ میں موجود ہے اس کے لئے بھی قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا نظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے سانچے پر اس کے موعود خلیفہ نے اور مصلح موعود نے بنایا ہے کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اگر اس کے چلانے کے لئے خلیفہ ایک ایسے شخص کو جو سب کا خادم ہے۔ ان سب کے لئے صدر مقرر کر دے جو اس کے مخدوم ہیں تو وہ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ تعاون کر سکتے اور کام کر سکتے ہیں۔ اس شوریٰ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ میں جو ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں اگر صدر بنایا گیا ہوں۔ ان لوگوں کا جو تمام کے تمام میرے مخدوم ہیں جن میں ایسے بھی میرے مخدوم ہیں جن پر میرے دل و جان قربان ہیں تو یہ صرف نظام کی خوبی اور تاثیر ہے نہ کہ کسی اور کی۔

اس وقت حضرت صاحب بیمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیّت کے ماتحت شائد اس لئے کہ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ (یونس: ۱۵)۔ مَیں نے پرسوں مشاورت کا آغاز کرتے ہوئے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ ہماری ذمہ داری حضرت صاحب کی بیماری کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔ بہت بڑھ گئی ہے۔ اگر ہم اس بات کو پورے طور پر ٹٹولیں تو معلوم ہوگا کہ ہمیں سونا نہیں چاہیئے بلکہ دن رات جماعت کا کام کرنا چاہیئے اور کوئی بات جو حضرت صاحب کے منصب، جماعت کی تنظیم اور جماعت کے نظام کے خلاف ہو نہ زبان پر لانی چاہیئے اور نہ کسی کی زبان پر آنے دینی چاہیئے۔ ہماری تمام سرخروئی اور ہماری تمام کامیابی گزشتہ پچاس سال میں خلافت ثانیہ کے زمانہ میں یا اس سے پیشتر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں جس قدر بھی ہوئی ہے وہ ایک امام کے ماتحت اور ایک خلیفہ کو واجب التعمیل یقین کرتے ہوئے ہوئی ہے۔ ورنہ اگر یہ بات نہ ہو اور اس کے خلاف کوئی نظام ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ آندھیاں جو چلیں، وہ طوفان جو برپا ہوئے، وہ بھٹیاں جن میں ہم ڈالے گئے ان میں ہمارا نام و نشان تک نہ رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ اس خلافت کی برکت سے ہمیں منزل بہ منزل اس طرح محفوظ کرتا چلا آیا ہے کہ کوئی چیز نہیں جو ہمارے سدِ راہ ہوئی ہو۔ اور گزشتہ ۷۵ سال میں سے جن میں سے خلافت ثانیہ کے پچاس سال ہیں کوئی دن

ایسا نہیں آیا جس میں جماعت کا قدم آگے نہ بڑھا ہو۔ اور کوئی دن ایسا نہیں چڑھا جبکہ ہم پر نکتہ چینیاں نہ کی گئی ہوں۔ ان تمام چیزوں کے باوجود ہم بڑھتے چلے گئے ہیں۔ اور انشاء اللہ بڑھتے چلے جائیں گے۔ گزشتہ ۵۷ سال میں ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے اور جو آئندہ وعدے ہیں ہم اپنی چشم بصیرت سے اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہماری ظاہری آنکھوں کے سامنے وہ نقشے کامیابیوں کے لائے جن کے اس نے ہم سے وعدے کر رکھے ہیں۔

اس کے بعد میں دعا کرنا چاہتا ہوں اور آپ دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ آپ جب یہاں سے واپس جائیں تو اس فرض کو اپنے کندھوں پر لے کر جائیں کہ ہم نے یہاں پر بہت کچھ باتیں کیں سنیں اور کہیں۔ لیکن ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ تمام جماعتوں کی تنظیم کو زیادہ مضبوط کریں اور بیدار کریں۔ اور چست کریں۔ ہمیں حالات ایسے پیش آ گئے ہیں کہ ہمیں اپنی ہمتیں زیادہ بلند کرنی پڑیں گی۔ سلسلہ کے کاموں کے لئے ہمیں زیادہ وقت دینا پڑے گا۔ اور نکتہ چینی کو ہم بالکل چھوڑ دیں گے۔ وقت ہوتا ہے ہر ایک چیز کا ۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

یہ وقت نکتہ چینیوں کا نہیں ہے۔ یہ وقت ہے کف لسان کا، آگے بڑھنے کا، عمل دکھانے کا، ہمت باندھنے کا۔ نکتہ چینیوں کا وقت اور ہوتا ہے۔ یہ کام کرنے کا وقت ہے۔ تنظیم کرنے کا وقت ہے اور مرکز کے نظام کو زیادہ مضبوطی سے چلانے اور اس کی زیادہ تعظیم و تکریم کا وقت ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھیں۔

میں جو عرض کر رہا ہوں بطور صدر مشاورت کے نہیں بلکہ ہمیشہ میں نے انہی خطوط پر سوچا ہے اور میرے ہمیشہ سے یہ خیالات ہیں۔ دیکھئے میں اس بات کا ذکر کرنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ حضرت صاحب بیمار ہوئے اور آپ کے صاحبزادگان کو اللہ تعالیٰ نے بیدار کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی تحریک سے اور اس کے القا سے انہوں نے جماعتی کاموں کو سنبھالا، سینہ سپر ہو کر سنبھالا۔ نکتہ چینیوں اور کٹی جلی باتوں کے ساتھ ایسے حالات میں سنبھالا جبکہ ہم سب کا روحانی باپ اور ان کا جسمانی باپ بھی اور روحانی باپ بھی بیمار ہوا ہے۔ ایسے حالات میں ان کا حق تھا کہ آپ کی تیمارداری کے سوا اور کسی بات کو نہ سوچتے لیکن جس غرض کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسدِ مبارک کے پاس کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے روبرو عہد کیا تھا اس عہد کو آگے

چلانے کی آپ کی اولاد کو بھی توفیق ملی۔کوئی مانے یا نہ مانے۔کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔لیکن واقعہ یہ ہے کہ صاحبزادگان کو اللہ تعالیٰ نے ایسی توفیق دی جماعت کی خدمت کرنے کی کہ ہم سب نمائندگان اور بیرونی جماعتیں ان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ان کاموں کو ہاتھ میں لیا۔اور ان کا بدل کوئی اور نہیں تھا۔اور جن کو وہی کر سکتے تھے۔یہ بات محض خیالی نہیں ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں کیں ایسے درد دل کے ساتھ کہ ان سے بڑھ کر الفاظ میسر نہیں ہو سکتے۔

زبان چلتی نہیں شرم و حیا ہے تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ دے سب انکو جو مجھ کو دیا ہے یہ ہوں میری طرح دیں کے منادی

یہ دعائیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیں۔اگر دیکھنے والی آنکھ ہو اور سمجھنے والا دل ہو تو اس کے نظارے ہم دیکھتے ہیں۔اس لئے میں دعا کرتا ہوں،سب سے پہلے یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے امام کو اپنی بے انتہا قدرتوں سے شفا کامل عطا فرماوے۔

اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے رب الوریٰ

دوسرے میں صاحبزادگان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں کو بلند سے بلند تر کرے۔وہ ہمارے اولوالعزم آقا کے اولوالعزم صاحبزادے ہیں۔ہمارے مخدوم ہیں۔وہ آگے بڑھیں ہم ان کے پیچھے چلنے والے ہوں۔اور وہ بالکل مطمئن ہو کر کام کریں۔ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں کو بلند کرے۔اور ان کی مرادوں کو بار آور کرے۔

پھر میں دعا کرتا ہوں مرکز کے کارکنوں کے لئے جو اسباب کی کمی کے باوجود ایسے مشکل حالات میں جن کا صحیح اندازہ ہمیں نہیں۔جو کرتا ہے وہ بھرتا ہے اور وہی جانتا ہے۔بہرحال نہایت مشکل حالات میں کام کر رہے ہیں۔خدا تعالیٰ ان کی مشکلات کو دور فرمائے۔نیک اسباب مہیا فرمائے۔اور انہیں نظام سلسلہ کو مضبوط سے مضبوط تر اور کامیاب سے کامیاب تر بنانے کی توفیق دے۔

اس کے بعد میں ان مبلغین کے لئے دعا کرتا ہوں جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کو پورا کر رہے ہیں کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

یہ اس وقت کی پیشگوئی ہے جب دنیا کے کنارے تو کیا قادیان کے کناروں میں بھی کوئی جاننے والا نہیں تھا۔ ہمارے مبلغین نشان ہیں اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں کے۔ وہ بھی نہایت مشکل حالات میں بڑی بڑی قربانیاں کر کے سلسلہ کے کام کو قربانیاں کر کے سرانجام دے رہے ہیں۔ ایسی قربانیاں کہ بعض وقت جب مجھے معلوم ہوا ہے تو جسم پر لرزہ طاری ہو گیا ہے کہ اتنی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔ ہماری جماعت کا قاعدہ نہیں ہے کہ ہم کسی کی تعریف کریں اور نام بنام کسی کی قربانی کو پیش کریں۔ لیکن یہ یقین کریں کہ ہماری جماعت کے جو مبلغین ہیں یا واقفین ہیں وہ بڑی قربانی کرنے والے ہیں۔ اور ایسے حالات میں قربانی کرنے والے ہیں کہ ان کا تصور بھی انسان کو بہت فکر میں ڈال دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد جماعت کے تمام امراء اور وہ تمام کارکن جو مختلف موقعوں پر اپنے اوقات اور اپنے آرام کو قربان کر کے سلسلہ کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے لئے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں کامیاب کرے۔ ان کی ہمتوں کو بلند کرے۔ اور اس کے بعد تمام احمدیہ جماعت کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں اتحاد اور تنظیم پیدا کرے اور ان سب کو یکجان کرے۔ ان سب کو خلافت کے ساتھ ایک جان کر کے وابستہ رکھے۔ اور دنیا پر یہ بات واضح رہے کہ جماعت احمدیہ خواہ وہ لاکھوں ہیں یا کروڑوں ہیں ایک امام کے ماتحت ایک آواز پر چلنے والے ہیں۔

جہاں کر دیا گرم۔ گرما گئے وہ
جہاں کر دیا نرم۔ نرما گئے وہ

پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام جماعت احمدیہ کو ایسے اعمال بجالانے کی توفیق دے۔ اور ہماری کمزوریوں پر ایسی ستاری فرماوے کہ جب ہم اس کے روبرو حاضر ہوں تو سرخرو ہو کر حاضر ہوں اور وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القیامة: ۲۳، ۲۴) کے مصداق ہوں، کوئی بدنامی کا ٹیکہ ہمارے چہروں پر نہ ہو۔ خدا تعالیٰ ہم سے خوش ہو اور وہ ہماری عاجزانہ کوششوں کو قبول فرمائے۔ ان دعاؤں کے ساتھ اس مجلس کو جو کہ بہت ہی غیر معمولی حالات میں منعقد ہوئی ہے میں بڑھانا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد صدر محترم نے ایک پُرسوز اجتماعی دعا کرائی۔ اور اس طرح جماعت احمدیہ کی ۴۵ ویں مجلس مشاورت دو بجے بعد دوپہر خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ 48

برٹش گی آنا میں ایک یورپی باشندہ کا قبولِ اسلام

برٹش گی آنا سے مکرم بشیر احمد صاحب آرچرڈ وقتاً فوقتاً بیعتیں بھجواتے رہتے ہیں۔ تازہ ڈاک میں جو بیعتیں انہوں نے بھجوائی ہیں ان میں ایک یورپین کی بیعت بھی ہے۔ برٹش گی آنا سے یہ پہلی بیعت ہے جو کسی یورپین نے کی ہے۔ نواحمدی کا پہلا نام Mr. Davey ہے اور آپ آئرلینڈ کے باشندہ ہیں۔ [49]

جلسہ تقسیم اسناد تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۱۹/اپریل ۱۹۶۴ء کو جلسۂ تقسیم اسناد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے (آکسن) پرنسپل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مہمان خصوصی حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری اپنی علالت کے باعث تشریف نہیں لا سکے تھے۔ آپ کی قائمقامی مولانا جلال الدین صاحب شمس نے فرمائی۔ چنانچہ آپ محترم پرنسپل صاحب کے ساتھ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو کالج کے طالب علم حافظ محمد سلیم صاحب نے کی۔ ازاں بعد محترم پروفیسر میاں عطاء الرحمان صاحب نے علی الترتیب بی ایس سی آنرز اور بی اے آنرز نیز بی ایس سی اور بی اے کے فارغ التحصیل طلباء پیش کئے۔ جنہیں محترم پرنسپل صاحب نے باری باری اسناد عطا فرمائیں۔

اسناد تقسیم فرمانے کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل نے کالج کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ خطبۂ اسناد حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری ارشاد فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگرچہ حضرت حافظ صاحب مدظلہٗ علالت طبع کے باعث بہ نفس نفیس یہاں تشریف فرما نہیں تاہم ہماری گذارش پر آپ نے جو خطبہ ارسال فرمایا ہے اسے محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس پڑھ کر سنائیں گے۔

......آپ نے حضرت حافظ صاحب کی ذات گرامی کا تعارف کرانے کے بعد کالج کی سالانہ روداد پیش کرنے سے قبل حکومت اور ارباب حل وعقد کی توجہ بعض ضروری امور کی طرف مبذول کرائی۔ آپ نے اس امر پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا تعلیمی بحران ابھی ختم نہیں ہوا کہ تعلیمی کمیشن کی مجوزہ اصلاحات معرض تنفیذ میں آتے ہی بعض پُراسرار حوادث کا شکار ہو گئیں۔ یہی

نہیں بلکہ ان اصلاحات کی ’’تدفین‘‘ کے بعد بعض تخریب پسند سیاست دانوں کے ہاتھوں ایک اور گہرا زخم جو نظام تعلیم اور تعلیمی ارتقاء کو پہنچا ہے وہ ناسور کی طرح عرصہ تک رِستا رہے گا۔آپ نے طلبہ کو سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے آلۂ کار بنانے کی بعض سیاست دانوں کی کوششوں کو قابل مذمت ٹھہراتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ ہماری آئندہ نسل کا یہ ایک بنیادی حق ہے کہ اسے تعلیمی اور علمی نشوونما کے لئے کھلی صاف اور سیاسی تپ دق سے پاک فضا مہیا کی جائے تا اس کی قوتیں منتشر نہ ہوں اور تعلیمی انہماک میں کمی نہ آئے اور وہ صحیح معنوں میں زندگی کے جدید تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہوسکیں۔آپ نے اس امر پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس کے فضل سے ہمیشہ کی طرح تعلیم الاسلام کالج اس ذہنی تکدّر اور سیاسی بے راہ روی سے ہر طرح محفوظ رہا۔

آپ نے ملک کے طلباء کی صلاحیتوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے ملک کے تمام طلباء فطرۃً شریف، مؤدّب اور ملک وقوم کے لئے غیرت رکھنے والے ہیں۔بشرطیکہ صحیح اور مناسب رنگ میں انہیں اپنے فرائض کا احساس دلایا جائے۔اس ضمن میں آپ نے تعلیم الاسلام کالج کی نمایاں خصوصیات اور اس میں طلبہ کی صحیح خطوط پر تعلیم وتربیت کے خصوصی انتظامات اور ان کے خوشکن نتائج پر روشنی ڈالی۔آپ نے بتایا کہ ہماری اس درس گاہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تعلیم وتربیت کے فرائض عبادت کے رنگ میں سرانجام دیئے جاتے ہیں جہاں رنگ اور مذہب، افلاس اور امارت، اپنے اور بیگانے کی تفریق نہیں، جہاں طلبہ کو مقدس قومی امانت سمجھا جاتا ہے، جہاں ماحول خالص اسلامی اور اخلاقی ہے نہ کہ سیاسی، جہاں منتہائے مقصود خدمت ہے نہ کہ جلب منفعت، جہاں غریبی عیب نہیں اور امارت خوبی نہیں۔آپ نے اس امر پر زور دیا کہ اپنے مثالی ادارے کی کماحقہٗ حوصلہ افزائی ضروری ہے۔ جس کے ذرّہ ذرّہ پر اس کے فدائی اساتذہ اور طلبہ نے خونِ دل سے محنت اور اخلاص کی داستانیں لکھی ہیں۔آپ نے بتایا یہاں اساتذہ سستی شہرت کی خاطر اپنے فرائض کے تلخ پہلوؤں سے اغماض نہیں برتتے اور نہ ہی طلبہ سٹرائیک کی قسم کے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ذرائع استعمال کرتے ہیں۔

آپ نے مطالبہ کیا کہ ہماری روزافزوں ضروریات کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ حکومت ہماری سالانہ گرانٹ-/۱۸۰۰۰ روپے سے بڑھا کر کم ازکم ایک لاکھ کردے اور بلڈنگ میں بھی معقول اضافہ کیا جائے تاکہ ہم اپنے توسیع کے پروگرام کو جلد عملی جامہ پہنا سکیں۔ بعدازاں آپ نے کالج کے شاندار نتائج علمی وادبی اور دیگر تعمیری سرگرمیوں نیز کھیلوں کے میدان میں کالج کی شاندار کامیابیوں پر

اختصار سے روشنی ڈالی۔اور آخر میں طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ وہ اس نقطۂ نگاہ سے دنیا میں علم حاصل کرتے چلے جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کی کوشش کریں یعنی اپنی زندگیوں کو اس رنگ میں ڈھالیں کہ ان میں خدا تعالیٰ کی صفات جلوہ گر نظر آنے لگیں۔آپ نے واضح فرمایا کہ یہی وہ طریق ہے جس کی مدد سے وہ تخلیق عالمین کے مقصد کو پورا کرنے والے بن سکتے ہیں۔

کالج کی سالانہ روداد پیش ہونے کے بعد محترم پرنسپل صاحب کی درخواست پر مولانا جلال الدین صاحب شمس نے وہ خطبۂ اسناد پڑھ کر سنایا جو حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری نے لکھوا کر ارسال فرمایا تھا۔

حضرت حافظ صاحب نے اپنے اس خطبہ میں تعلیم الاسلام کالج کے فارغ التحصیل طلباء کو ان کا مقام اور منصب یاد دلاتے ہوئے فرمایا:۔

''آپ صرف گریجویٹ ہی نہیں بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ تعلیم الاسلام کالج کے گریجویٹ ہیں۔آپ پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ آپ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے آپ دنیا فتح کریں اور انشاء اللہ فتح کریں گے لیکن دنیا کی خاطر نہیں۔چاند کیا نظام سماوی کی سیر کر آئیں لیکن اپنی خاطر نہیں اپنی عظمت ظاہر کرنے کے لئے نہیں، بلکہ اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ عزّ اسمہٗ وجلّ شانہٗ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے پھر اپنے ہادیٔ پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے آپ علم وحکمت سیکھیں لیکن تقویٰ وطہارت کے حصول وقیام کی کوشش کے ساتھ۔آپ ہر حال میں اسلام کے جیتے جاگتے چلتے پھرتے نمونے نظر آئیں۔آپ کا ہر قول وفعل، آپ کے تمام حرکات و سکنات، آپ کی دوستیاں اور آپ کی مجلسیں، آپ کے کھیل اور آپ کے مقابلے، آپ کی کارگزاریاں اور آپ کی کامیابیاں اسلام کی خاطر اور اسلام کی روح کے مطابق ہوں۔آپ کا کام ساری دنیا کو اسلام کی آغوش میں لے آنا ہے آپ کا کام اکناف عالم میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا پرچم لہرانا ہے۔

اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے ذرائع پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔''اپنے کالج کا شعار ''علم وعمل'' ہمیشہ یاد رکھیں۔سب سے بڑھ کر اس استاد ازل سے اپنا رشتہ مضبوطی کے ساتھ استوار کرنے کی کوشش کریں جس کے بغیر تمام کامیابیاں ہیچ اور بے مغز ہیں۔قرآن کریم کو اپنا لائحہ عمل بنائیں اور اس کے ہر حکم پر سر تسلیم جھکائیں اور اس کی لائی ہوئی تعلیم پر قائم ہو جائیں۔عشق

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی روح کی غذا بنائیں یہاں تک کہ آپ کے ہر قول وفعل سے انوارِ عشق رسول ظاہر ہو جائیں۔آپ دوسروں کو اسلام کی عظمت ہرگز نہیں منوا سکتے تاوقتیکہ اس کی عظمت خود آپ کے دل میں راسخ نہ ہو چکی ہو۔اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے بڑی فتوحات مقدر کی ہیں اگر آپ اپنے فرائض کو ادا کرتے رہے تو آپ کا خالق آپ سے راضی ہو جائے گا اور آپ کو زندہ جاوید بنا دے گا۔اور آپ کا نام رہتی دنیا تک عزت واحترام سے لیا جائے گا۔آپ آج اپنے دلوں میں یہ عہد کر لیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو امانت ہمارے سپرد فرمائی ہے اس کے ادا کرنے کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

حضرت حافظ صاحب مدظلہٗ کے خطبۂ اسناد کے بعد جلسہ تقسیم اسناد کی کارروائی اختتام پذیر ہوئی۔ بعدہٗ محترم پرنسپل صاحب کی درخواست پر محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے تعلیم اور کھیل کے میدانوں میں نمایاں امتیاز حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم فرمائے۔تقسیم انعامات کے بعد تقسیم اسناد و تقسیم انعامات کی ہر دو تقاریب کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئیں۔[50]

دفتر انجمن احمدیہ وقف جدید کا افتتاح

اسی روز ۱۹؍اپریل کو ۴ بجے سہ پہر دفتر انجمن احمدیہ وقف جدید کی نو تعمیر شدہ عمارت کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی۔جس میں صحابۂ کرام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، نگران بورڈ کے ممبران، صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ناظر و وکلاء صاحبان اور ممبران انجمن وقف جدید کے علاوہ اہل ربوہ کے ہر شعبہ کے نمائندہ اصحاب نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔شریک ہونے والوں میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کارکنان کے علاوہ صنعت و تجارت، تعلیم اور دیگر پیشوں سے تعلق رکھنے والے احباب خاصی تعداد میں تشریف لائے ہوئے تھے۔

اس بابرکت تقریب میں شرکت کے لئے مہمان ساڑھے تین بجے سہ پہر سے ہی آنے شروع ہو گئے تھے۔انجمن وقف جدید کے صدر محترم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم وقف جدید نے تشریف لانے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہہ کر فرداً فرداً ان کا استقبال کیا۔چار بجے سہ پہر تک جب سب مہمان نئے دفتر کے احاطہ میں جمع ہو گئے تو محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صدر نگران بورڈ نے عمارت کے صدر دروازہ کے سامنے

کھڑے ہوکر اجتماعی دعا کرائی جس میں جملہ حاضرین شریک ہوئے جونہی احباب نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مرزا عبدالحق صاحب نے زیرِلب دعائیں کرتے ہوئے اپنے ہاتھ سے صدر دروازہ کا تالا کھول کر عمارت کا افتتاح فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ نئی عمارت کا افتتاح عمل میں آنے کے بعد حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی اقتداء میں جملہ مہمان عمارت میں داخل ہوئے۔ محترم صدر صاحب انجمن وقف جدید اور محترم ناظم صاحب انجمن وقف جدید نے مہمانوں کو عمارت کے مختلف وِنگ اور ان کے کمرے دکھائے اور ان میں مختلف شعبہ جات کی ترتیب و تعیین پر روشنی ڈالی۔ عمارت کا ڈیزائن نقشہ اور ضرورت کے مطابق شعبہ وار کمروں کی ترتیب کے معائنہ سے فارغ ہونے کے بعد محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب نے محترم ناظم صاحب وقف جدید کے کمرہ میں میز کے سامنے تشریف فرما ہوکر اپنے قلم سے امراء صاحبان اضلاع اور دیگر احباب جماعت کے نام وقف جدید کے لئے چندہ فراہم کرنے کی ایک اپیل رقم فرمائی اور اس طرح عمارت کے افتتاح کے ساتھ ساتھ باقاعدہ دفتری کام کا بھی آغاز فرمایا۔

ازاں بعد جملہ مہمانوں کی مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی گئی جس کے اختتام پر محترم مرزا صاحب نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ بابرکت تقریب جس کا آغاز اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا سے ہوا تھا اسی کے حضور عاجزانہ دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔ دفتر وقف جدید کی یہ نئی شاندار عمارت گول بازار کے عقب میں دفتر خدام الاحمدیہ سے ملحق پلاٹ میں تعمیر کی گئی۔ محترم صدر صاحب انجمن وقف جدید کے دفتر اور کمیٹی روم کے علاوہ عمارت کے دو وِنگ ہیں ایک وِنگ شعبہ مال کے لئے اور دوسرا شعبہ ارشاد کے لئے مخصوص ہے۔ ہر وِنگ وسیع و عریض تین تین کمروں پر مشتمل ہے علاوہ ازیں عمارت کے دونوں سروں پر زیرِ سقف دوچھتی کی طرز پر دو بالائی کمرے بھی ہیں ان میں سے ایک کمرہ تو لٹریچر کے سٹور کے طور پر اور دوسرا کمرہ آفس ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں ایک گیسٹ روم بھی تعمیر کیا گیا تا مہمانوں کو ٹھہرانے میں سہولت رہے۔ لیٹرین اور غسل خانے اس کے علاوہ ہیں۔ عمارت کی بنیادیں اتنی مضبوط اور پختہ رکھی گئیں کہ بعد میں حسب ضرورت بالائی منزل تعمیر کر کے عمارت میں توسیع کی جاسکے۔

اصل عمارت سے ملحق اس کے پہلو میں بعض اور کمرے بھی تعمیر کئے گئے جن میں معلمین کی

ٹریننگ کے لئے کلاسز منعقد ہو سکیں اور زیر تربیت معلمین وقف جدید رہائش بھی رکھ سکیں۔ فی الحال اس مختصر سکول اور ہوسٹل میں دس معلمین کی ٹریننگ اور رہائش کا انتظام ہے بعد ازاں اس اسکول میں ''ایوننگ کلاسز'' جاری کرنے کا بھی ارادہ تھا جن میں معلمین کو صنعت کاری کی تعلیم دی جائے گی۔ حسب گنجائش معلمین کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ان کلاسز سے استفادہ کر سکیں گے۔

ہر چند کہ انجمن وقف جدید کا دفتر اس نئی عمارت میں منتقل ہو چکا تاہم کام ابھی زیر تکمیل تھا اس پر ابتداءً ۷۵ ہزار روپے خرچ ہو چکے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مزید روپیہ صَرف کرنا ہوگا۔ اس کے باوجود چندہ تعمیر دفتر کی مد میں احباب کی طرف سے تا حال صرف ۳۹،۸۱۷ روپے ہی وصول ہوئے ہیں باقی روپیہ قرض لے کر عمارت پر لگایا گیا۔ اس ضرورت کے پیش نظر محترم جناب مرزا عبدالحق صاحب صدر نگران بورڈ نے نئی عمارت میں دفتری کام کا آغاز حسب ذیل تحریر سپرد قلم کرنے سے فرمایا:۔

''آج مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۶۴ء بفضلہٖ تعالیٰ دفتر وقف جدید کا افتتاح کیا گیا ہے۔ یہ دفتر بہت سی مشکلات میں سے گذرتے ہوئے تعمیر کیا گیا ہے۔ چند ماہ پیشتر اس دفتر کے باہر امرائے اضلاع وبعض دیگر احباب کا اجلاس بلایا گیا تھا اس وقت صرف دیواریں ہی بنی ہوئی تھیں اور چھتوں کے لئے کوئی انتظام نہ تھا اتنے تھوڑے سے عرصے میں ساری بلڈنگ کی چھتیں ڈال لینا وقف جدید کے ذمہ دار کارکنان کی ہمت ہے۔

ابھی اس عمارت کی بہت سی تکمیل باقی ہے اور وقف جدید کے اصل کام کے لئے عملہ کی توسیع کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے تمام امرائے اضلاع اور دیگر احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس طرف توجہ فرما کر وقف جدید کے لئے چندہ کی فراہمی میں کماحقہٗ کوشش فرماویں تا کہ اس کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت مختصر سی زندگی دی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جس کی زندگی خدمت دین میں خرچ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ والسلام خاکسار مرزا عبدالحق ۱۹/۴/۶۴'' 51

ایبٹ آباد میں جلسہ یوم والدین

۱۹؍اپریل ۱۹۶۴ء ہی کو مجلس خدام الاحمدیہ ایبٹ آباد کے زیر اہتمام جلسہ یوم والدین منعقد ہوا۔ جلسہ سے بدر عالم صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ایبٹ آباد اور جناب شیخ خورشید احمد صاحب (اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل) مرکزی نمائندہ نے خطاب کیا۔ اس موقع پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا

ناصر احمد صاحب نے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا جو مکرم محمد اعظم صاحب جدون نے پڑھ کر سنایا:۔

''احباب کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ خدام الاحمدیہ ایبٹ آباد کے عہدیداران نے کوشش کر کے ''یوم والدین'' منانے کا اہتمام کیا ہے۔اطفال اور خدام الاحمدیہ کی تربیت کے لئے والدین کو ان کی ذمہ داریوں سے روشناس کرانا ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ہے۔قوموں کی ترقی کا راز ان کی نئی پود میں روحانی، اخلاقی اور عمل کی قوتوں کو اجاگر کرنے میں ہے۔خصوصاً ہم لوگوں کو جو احمدیت سے وابستہ ہیں اس فرض کی ادائیگی کی طرف خاص طور پر توجہ دینی ہوگی۔مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں اس موقعہ پر آپ لوگوں کے نام ایک پیغام بھجواؤں سو میرا پیغام اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے درد بھرے دل سے یہ گذارش کروں کہ وہ اپنے نونہالوں کو کچھ ایسے رنگ میں رنگین کرنے کی مساعی بروئے کار لائیں اور ایسے رنگ میں ان کی تربیت کی طرف توجہ دیں کہ ہماری یہ نئی پود احمدیت کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جائے۔ہمارے بڑوں نے احمدیت کے بوجھ کو جس رنگ میں اٹھایا اور اس کی گوناگوں ذمہ داریوں سے جس طرح وہ عہدہ برآ ہوئے اس کی متعدد مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ جہاں سلسلہ نے مالی قربانیوں کا تقاضا کیا۔ وہاں شیدائیانِ احمدیت نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (اٰل عمران:۵۳) کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنا مال عزیز پیش کر دیا اور جب جان کی قربانی کا لمحہ آیا تو انہوں نے بخوشی اور برضاء ورغبت اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔المختصر انہوں نے اپنی جان اور مال سے احمدیت کے درخت کو سینچا اور اس کی نشو ونما کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

اس کے بعد ہم کمزوروں اور عاجزوں کی باری آئی اور ہم میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے مطابق احمدیت کے غلبہ کے لئے کمربستہ ہیں۔ہمارے بعد احمدیت کا بوجھ ان کے کندھوں پر لادا جائے گا۔جن کو ہم آج اطفال یا خدام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اندازہ لگایئے اگر خدانخواستہ ہم نے ان کی تربیت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی تو کیا وہ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔احمدیت نے تو اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور بشارات کے مطابق ترقی کرنی ہے۔یہ ہر احمدی کا ایمان ہے۔مگر ہمیں تو تب ہی خوشی ہوگی جبکہ احمدیت کی ترقی میں ہمارا ہی حصہ ہو تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بنیں۔

ہمارے بچے جو پیدائشی احمدی ہیں وہ خاص طور پر ہماری توجہ اور تربیت کے مستحق ہیں۔قرآن کریم،احادیث نبویہ، کتب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام، کتب حضرت خلیفۃ المسیح الاول وکتب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور علمائے سلسلہ کی کتب کا مطالعہ۔مرکز میں بار بار آمد۔ خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کے مقرر کردہ پروگراموں پر برضاء و رغبت عمل کرنے کی تلقین اور جماعت سے کامل فرمانبرداری کی نصیحت یقیناً آپ کے بچوں کے لئے اکسیر ثابت ہوگی۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی اس عظیم ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ ہونے کی توفیق عطا فرماوے۔آمین یارب العالمین

آپ کا بھائی خاکسار

مرزاناصراحمد۔صدر۔صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ‘‘ 52

سکھ یاتریوں کے لئے پیغام محبت

اپریل ۱۹۶۴ء کے آغاز میں حسب معمول مختلف ممالک سے چار ہزار کے قریب سکھ پاکستان آئے۔اورانہوں نے حسن ابدال کے گوردوارہ پنجہ صاحب میں بیساکھی کا پورب منایا۔اس موقع پر صیغہ نشر واشاعت ربوہ کی طرف سے ’’پریم سنہا‘‘ کے نام پر ایک گورمکھی ٹریکٹ تقسیم کیا گیا جو گیانی عباداللہ صاحب (سکالرسکھ لٹریچر) کا تحریر فرمودہ تھا۔ٹریکٹ کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

’’پیارے بھائیو!

آپ ہمارے ملک پاکستان میں بساکھی کا پورب منانے کے لئے آئے ہیں۔ہم آپ سب کو مبارکباد دیتے ہیں اور خوش آمدید کہتے ہیں۔

بھائیو۔آج تمام دنیا میں ایک کہرام مچا ہوا ہے۔کہیں نسلی جھگڑے چل رہے ہیں اور کہیں اور فساد مچ رہے ہیں۔بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔اگر مذہبی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس کا اصل سبب لوگوں کا خدا تعالیٰ سے دور ہو جانا ہے۔اسی بات کے پیش نظر گوربانی میں یہ کہا ہے کہ:۔

پرمیشر تے بھلیاں دیاپن سبھے روگ
بے سکھ ہو کے رام تے لگن جنم وجوگ 53

یعنی خدا تعالیٰ سے دوری اختیار کرنے سے انسان مختلف قسم کے مصائب کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسلام اور سکھ مذہب دونوں خدا تعالیٰ کے ماننے والے دھرم ہیں۔ان دونوں میں اس بارہ میں

پوری پوری یگانگت پائی جاتی ہے۔اسلام نے جس خدا تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلایا ہے اسی کو سکھ مذہب میں اپنایا گیا ہے۔ہم اس اتحاد کو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔اسلام نے جس اللہ تعالیٰ کا پتہ لوگوں کو دیا ہے وہ سورہ اخلاص میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (یعنی یہ اعلان کردو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے)

گوربانی میں مذکور ہے کہ:۔

کہہ نانک گور کھوئے بھرم
ایکو اللہ پار برھم [54]

اَللّٰهُ الصَّمَدُ (یعنی۔وہ بےمحتاج ہے اور سبھی اس کے محتاج ہیں) جس کو گوربانی میں یوں ادا کیا گیا ہے۔

سب شاہاں سر ساچا شاہ
بے محتاج پورا پادشاہ [55]

لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ (وہ بیٹے، بیٹیوں اور ماں باپ وغیرہ سے پاک ہے۔نہ اسے کسی نے جنا ہے اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے)

گوربانی کا یہ پیغام ہے کہ:۔

نہ تس مات پتا ست بندھپ نہ تس کام نہ ناری
اکل نرنجن اپر پرمپر سگلی جوت تمہاری [56]

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اس جیسا کوئی بھی اور نہیں)

گوربانی میں اس کی شہادت یوں دی گئی ہے کہ:۔

تدھ جیوڈ ہور شریک ہووے تاں آکھیئے
تدھ جیوڈ تو ہے ہوئی

الغرض اس سے سکھ مذہب اور گورمت کی سدھانتک سانجھ واضح ہے۔ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام دنیا کے سب جھگڑوں کا واحد علاج ایک ہی ہے۔اور وہ یہی ہے کہ لوگ اپنے رب العزت سے صلح کر لیں۔جتنے بھی نبی، رسول اور اوتار وغیرہ مقدس لوگ وقتاً فوقتاً دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں انہوں

نے لوگوں کو یہی محبت بھرا پیغام دیا ہے کہ تمام مخلوق کا خالق اور مالک خدائے واحد ہی ہے۔اسی کا دامن پکڑنے سے انسان فلاح حاصل کرسکتا ہے۔

آخر میں ہم آپ سے یہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس فساد کے زمانہ میں ہم سب کے کام آنیوالی بات یہی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے نام پر جمع ہوجائیں۔اس بارہ میں گوربانی میں یہ مرقوم ہے کہ:۔

ہوئے اکتر ملہو میرے بھائی دبدھا دور کر ہو لو لائے
ہرنامے کے ہو وہو جوڑی گورمکھ بیسو صفا وچھائے

اور ہمارے قرآن شریف کا ارشاد ہے:۔قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (آل عمران:۶۵)

ہماری جماعت احمدیہ جس کا مرکز آپ کے ملک میں قادیان ضلع گورداسپور میں ہے اور پاکستان میں ربوہ ضلع جھنگ میں ہے آج تمام دنیا میں یہی پیغام محبت دے رہی ہے کہ لوگوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ اپنے رب العزت سے صلح کرلیں اور اس کی مخلوق کی خیرخواہی اپنا نصب العین بنالیں۔[57]

اس ٹریکٹ کا مکمل گورمکھی متن ہندوستان کے مندرجہ ذیل تین اخبارات نے شائع کیا۔

(۱)۔روزنامہ نواں ہندوستان دہلی (۲۲/اپریل ۱۹۶۴ء)
(۲)۔روزنامہ اجیت جالندھر (۲۴/اپریل ۱۹۶۴ء)
(۳)۔ہفت روزہ فتح دہلی (۲۴/اپریل ۱۹۶۴ء)[58]

مسئلہ کشمیر اور جماعت احمدیہ کی مساعی

اپریل ۱۹۶۴ء کا واقعہ ہے کہ خواجہ شہاب الدین صاحب کے زیر قیادت ایک پاکستانی وفد مسئلہ کشمیر میں انڈونیشیا حکومت کی حمایت حاصل کرنے کے لئے گیا۔وفد کے چار ممبروں میں سردار محمد ابراہیم صاحب اور سندھ اسمبلی کے ایک ممبر اور بیروت میں رہائش رکھنے والے ایک پاکستانی بھی تھے جو نیوز ایجنسی کے نامہ نگار اور مقرر تھے۔سپیکر اسمبلی آر دجی کرتاوی ناناصاحب نے وفد کی ملاقات سے صاف انکار کر دیا مگر مکرم سید شاہ محمد صاحب مبلغ سلسلہ کی کوشش سے نہ صرف سپیکر صاحب نے انہیں ناشتہ کی دعوت پر بلایا اور ملاقات کی بلکہ اعلان کیا کہ انڈونیشیا کی پبلک کشمیر کے مسئلہ میں پاکستان کی سوفیصدی حمایت کرتی ہے۔علاوہ ازیں شاہ صاحب نے اپنے ذاتی اثر ورسوخ سے کام لے کر ایک

پبلک جلسے کا اہتمام فرمایا جس میں انڈونیشیا کے بڑے بڑے لیڈر، پروفیسر اور سیاسی پارٹیوں کے رہنما موجود تھے۔خواجہ شہاب الدین صاحب نے تقریر کی اور شاہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا۔جس کے بعد نھضۃ العلماء پارٹی کے نائب صدر نے پاکستان اور کشمیر کی تاریخ پر خوب گہری روشنی ڈالی۔

سید شاہ محمد صاحب نے نھضۃ العلماء پارٹی کی طرف سے وفد کے اعزاز میں ایک پُرتکلف استقبالیہ بھی دیا۔انڈونیشیا پریس میں یہ سب خبریں شائع ہوئیں۔جکارتہ میں پاکستانی سفارتخانہ شاہ صاحب کی اس عظیم خدمت جلیلہ پر بہت ممنون احسان ہوا۔اور اس کے اعتراف کے طور پر شاہ صاحب کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا۔

(Seal) EMBASSY OF PAKISTAN

DJAKARTA

2nd May, 1964

My dear Shah Sahib,

I take this opportunity to convey to you my sincere thanks and appreciation for the help which you so readily gave us in connection with the public programme of the Non-Official Delegation. I have no hesitation in saying that, without your help, it would have been extremely difficult to achieve so notable a public success for the Delegation.

Regards

Yours sincerely,

Sd/-xxxxx

(Ahsan-ul Huque)

Syed Shah Mohammad Esq.,

Djalan Balik Papan 1/10,

Djakarta.

ترجمہ

''(مہر)ایمبیسی آف پاکستان جکارتہ

۲مئی ۱۹۶۴ء

میرے پیارے شاہ صاحب

میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کی معاونت کا پُرخلوص شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو آپ نے ایک غیر سرکاری وفد کے عوامی پروگرام کے حوالے سے کی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ آپ کی معاونت کے بغیر وفد کے لئے ایسی غیر معمولی کامیابی ناممکن تھی۔

نیک تمنائیں

آپ کا مخلص احسان الحق''

(حضرت)صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا ایک پیغام

یکم مئی ۱۹۶۴ء سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے نئے مالی سال کا آغاز ہوا۔اس موقع پر (حضرت)صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے احباب جماعت کے نام حسب ذیل پیغام دیا:۔

''آج یکم مئی ہے اور آج سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا نیا مالی سال شروع ہو رہا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ وہ نیا سال نئے عزم کے ساتھ شروع کریں۔یعنی اپنے اس عزم کی تجدید کے ساتھ نئے سال میں قدم رکھیں کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نہ صرف نبھائیں گے بلکہ اپنا عہد نبھانے کے معیار کو بلند سے بلند تر کرتے چلے جائیں گے۔ دیگر قربانیوں کے ساتھ ساتھ مالی قربانی کے میدان میں بھی ان کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔اور اس طرح وہ ثابت کر دکھائیں گے کہ ہماری نمازیں اور ہماری قربانیاں حتیٰ کہ ہمارا مرنا اور ہمارا جینا سب خدا ہی کے لئے ہے۔

مَیں احباب جماعت کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج دنیا میں خدا تعالیٰ کے قرب کا میدان خالی ہے اور اس نے اپنا مسیح بھیج کر اور ہمیں اس کی آواز پر لبیک کہنے کی توفیق عطا فرما کر دعوت دی ہے کہ ہم آگے آئیں اور اس میدان کو خالی نہ رہنے دیں۔ پس اے برادرانِ جماعت آگے بڑھو۔اپنی قربانیوں

کے معیار کو بڑھاؤ اور اس حد تک بڑھاؤ کہ ہمارا خدا ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں اپنی جناب میں قبول فرمالے۔آمین

خاکسار:۔مرزا ناصر احمد یکم مئی ۱۹۶۴ء ربوہ'' 59

جلسہ تقسیم اسناد تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

۳ مئی ۱۹۶۴ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد وانعامات بشیر ہال میں منعقد ہوا۔اس خصوصی تقریب میں طلباء وممبران اسٹاف کے علاوہ نگران بورڈ کے بعض ممبران صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے وکلاء و ناظر صاحبان نیز محکمہ تعلیم کے متعدد ضلعی اور ڈویژنل افسران اور لالیاں، چنیوٹ، چک جھمرہ کے کئی ہائی سکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان نے بھی شرکت کی۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ، جناب مرزا عبدالحق صاحب صدر نگران بورڈ اور کمانڈر عبداللطیف صاحب زرعی یونیورسٹی لائلپور بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔

صدارت کے فرائض جناب خواجہ محمد عبداللہ صاحب۔ڈبلیو۔پی۔ای۔ایس ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز سرگودھا نے ادا فرمائے۔سب سے پہلے میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔بعد ازاں خواجہ محمد عبداللہ صاحب نے تعلیم اور کھیل کے میدان میں امتیاز حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات تقسیم کئے بعد ازاں صدارتی خطاب فرمایا۔

آپ نے اپنے خطاب کے آغاز میں اس امر پر خوشی کا اظہار کیا کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں قرآن مجید پڑھانے کا مستقل طور پر خاطر خواہ انتظام موجود ہے۔آپ نے فرمایا:''مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کے سکول کے طلباء میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن مجید باترجمہ پڑھنا سیکھ لیتے ہیں۔یہ ایسی کامیابی ہے کہ آپ سب اس پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔میں اس خدمت کی انجام دہی پر انجمن کے اراکین اور ہیڈ ماسٹر صاحب اور ان کے سٹاف کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔محکمہ تعلیم کی طرف سے تمام سکولوں کو مڈل تک پورا قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کی مستقل ہدایت عرصہ سے جاری ہو چکی ہے۔لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اکثر مدارس میں اساتذہ کی کمی یا اس بارہ میں خود اساتذہ کی اپنی کم علمی کے باعث ابھی تک اس ہدایت پر خاطر خواہ عمل نہیں ہو سکا ہے۔ان حالات میں آپ کے سکول کی یہ کامیابی کہ طلباء کو پورا قرآن مجید باترجمہ پڑھا دیا جاتا ہے بہت خوشکن ہے۔''

آپ نے میٹرک کے امتحان میں نہایت درجہ شاندار نتائج پر محترم ہیڈ ماسٹر صاحب اور ممبران اسٹاف کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا: ’’سکول کے نتائج بھی میرے لئے خاص طور پر بہت مسرت کا باعث ہوئے ہیں۔ امتحان میں شامل ہونے والے طلباء کی اتنی بڑی تعداد کے باوجود نتائج بہت اچھے ہیں۔ پھر نہ صرف یہ کہ پرسنٹیج اچھی ہے بلکہ کیفیت اور کمیت دونوں لحاظ سے نتیجہ بہت اچھا ہے۔ مزید برآں یہ امر اور بھی زیادہ خوشکن ہے کہ بیک وقت تیرہ چودہ طلباء بورڈ کے وظائف حاصل کرتے ہیں ایسے شاندار نتائج دکھانے پر بھی میں ہیڈ ماسٹر صاحب اور دیگر اساتذہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔‘‘

آخر میں آپ نے طلباء کو بیش قیمت نصائح سے نوازتے ہوئے فرمایا کسی نئی مملکت کا معرضِ وجود میں لانا بہت ہی اہم کارنامہ ہوتا ہے لیکن مملکت کے معرض وجود میں آجانے کے بعد اسے مضبوط و مستحکم بنانا اور شاہراہ ترقی پر گامزن کرنا اور بھی زیادہ مشکل اور کٹھن کام ہے۔ اس کے لئے تمام افراد ملک کو مل کر بہت محنت اور قربانی سے کام لینا ہوتا ہے اب جبکہ ہمیں صدر مملکت فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں جیسے مدبر کی رہنمائی حاصل ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے دست و بازو بنیں۔ یہ جبھی ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ بھی جو ابھی بچے ہیں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں، اپنے کردار اور کیریکٹر کو مضبوط بنائیں اور اپنے اندر یکجہتی پیدا کریں۔ بچے قوم کی طاقت اور قوت ہوتے ہیں۔ کیونکہ ملک کا مستقبل انہی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ پس یاد رکھیں آپ نے آگے چل کر بہت اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ اس کے لئے آپ ابھی سے اپنے کیریکٹر اور کردار کو مضبوط بنائیں اور اپنے اندر انتھک محنت کی عادت پیدا کریں۔ جب تک آپ اس عمر میں ہی اپنے کیریکٹر اور کردار کو مضبوط نہیں بنائیں گے اور اپنے اندر محنت کی عادت پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک آپ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے قابل نہیں ہوسکیں گے۔

بالآخر آپ نے حکومت کی طرف سے ملنے والی امدادی رقوم کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا انشاءاللہ آئندہ بھی اس ادارہ کی ضروریات کو پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے گا اور امداد بہم پہنچانے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جائے گا۔ جب بھی ادارہ کو امداد کی ضرورت ہوگی اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

صاحب صدر کے ارشادات کے بعد سکول کے چند طلباء نے خوش الحانی سے قومی ترانہ پڑھا جسے

جملہ حاضرین نے احتراماً کھڑے ہو کر سنا۔اس کے بعد صاحب صدر کی اجازت سے مکرم اسٹاف سیکرٹری صاحب نے جلسہ تقسیم انعامات کے اختتام کا اعلان کیا۔

سکول کی ورکشاپ کا سنگ بنیاد

جلسۂ تقسیم انعامات کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور محترم خواجہ محمد عبداللہ صاحب ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز سرگودھا نے سکول کے ورکشاپ کی نئی تعمیر ہونیوالی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا۔ پہلے علی الترتیب محترم خواجہ محمد عبداللہ صاحب اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اپنے ہاتھ سے بنیاد میں ایک ایک اینٹ رکھی۔ ازاں بعد محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر، مکرم کمانڈر عبداللطیف صاحب، مکرم ملک حبیب الرحمٰن صاحب ڈپٹی ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز سرگودھا اور مکرم محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے بنیاد میں اینٹیں رکھیں۔ آخر میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کرائی جس میں جملہ حاضرین شریک ہوئے۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی اجتماعات کے لئے راولپنڈی و پشاور آمد

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ مجالس انصار اللہ ضلع راولپنڈی و پشاور کے اجتماعات کے لئے مؤرخہ ۸ مئی ۱۹۶۴ء بروز جمعہ دن گیارہ بجے راولپنڈی پہنچے۔ آپ کے ہمراہ محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس، محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری، مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب اور مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب تھے۔ نماز جمعہ آپ نے پڑھائی اور خطبہ جمعہ کے طور پر الفضل سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا فرمودہ خطبہ سنایا اور دوستوں کو خدمتِ دین کے لئے اپنی تمام تر توجہات وقف کرنے پر زور دیتے ہوئے مقام خلافت اور اسکی برکات پر روشنی ڈالی نیز دوستوں کو خلافت سے دلی وابستگی کی تلقین فرمائی۔

بعد نماز جمعہ تین بجے مجلس انصار اللہ راولپنڈی کے اجتماع کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ افتتاحی اجلاس کی صدارت، اجتماعی دعا نیز افتتاحی تقریر آپ نے ہی فرمائی۔ افتتاحی تقریر میں آپ نے نہایت

مؤثر انداز میں انصار اللہ کو خصوصاً اور احباب جماعت کو عموماً ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔آپ کے بعد محترم مولانا جلال الدین شمس نے ''اسلام کی نشاۃ ثانیہ'' کے موضوع پر تقریر کی۔

اسی روز شام ساڑھے پانچ بجے آپ نے مسجد نور کی پہلی منزل میں احمدیہ لائبریری کا سنگِ مرمر کا کتبہ نصب فرمانے کے بعد اجتماعی دعا کروائی۔

شام چھ بجے مقامی جماعت نے آپ کے اعزاز میں وسیع پیمانے پر استقبالیہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ بعد نماز مغرب محترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ''فضیلت اسلام'' کے موضوع پر تقریر فرمائی۔

رات نو بجے مقامی جماعت کی طرف سے کھانے کا پروگرام تھا۔ اس موقعہ پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔

راولپنڈی سے مؤرخہ ۹ مئی ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ صبح ساڑھے سات بجے (حضرت) صاحبزادہ صاحب اپنے صحابۂ کرام اور چوہدری احمد جان صاحب امیر ضلع راولپنڈی کے ہمراہ مجلس انصار اللہ ضلع پشاور کے اجتماع کے لیے پشاور روانہ ہوئے۔

جب آپ ٹیکسلا پہنچے تو مکرم بشیر احمد صاحب چغتائی صدر مقامی جماعت، حافظ مراد بخش صحابی، کمانڈر سلیم احمد صاحب نے آپ کا استقبال کیا۔ وہاں سے آپ واہ کینٹ میں اس جگہ تشریف لائے جو مسجد کے لئے حاصل کی گئی تھی۔ دوستوں سے مصافحہ کے بعد آپ نے جماعت کو نصائح سے نوازا اور مسجد بنانے سے متعلق ضروری تجاویز دیں۔ پھر لمبی پرسوز دعا کروائی۔ قریباً پون گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد پشاور تشریف لے گئے جہاں آپ نے پشاور ڈویژن کے اجتماع میں شرکت فرمائی، انعامات تقسیم فرمائے اور اپنے خطاب سے نوازا۔

اس سے اگلے دن پشاور سے قریباً ۷ میل دور ایک موضع شیخ محمدی میں آپ کی آمد ہوئی۔ مقامی احباب نے دیہات سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔ جونہی آپ جائے قیام کے قریب پہنچے تو مقامی دستور کے مطابق وہاں احباب نے ہوائی فائر بکثرت کئے اور اس طرح آپ کے قدم تہنیت پر اپنی دلی مسرت کا اظہار کیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے تمام احباب کو شرف مصافحہ بخشا اور مکرم عبدالقیوم خانصاحب کے ہاں تشریف لے گئے جہاں پر ایک مختصر تقریب کا انتظام کیا گیا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے تلاوت و نظم سے جلسے کا آغاز مکرم شمس الدین خانصاحب امیر جماعت کی صدارت میں ہوا۔ اور سب سے پہلے جناب عبدالغنی خانصاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شیخ محمدی نے پشتو میں اور

محمد شفیع صاحب قائد مجلس نے اردو میں سپاسنامہ پیش کیا جس میں آپ کی آمد کو نہایت ہی مبارک اور تاریخی قرار دیا گیا۔ اور کہا کہ یہ دن واقعی طور پر ان کے لئے عید کا دن ہے کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے اور ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند ان کے گاؤں میں تشریف لائے ہیں۔ سپاسنامہ میں اس علاقہ میں احمدیت کی بتدریج ترقی کا بھی ذکر کیا گیا تھا اور جماعتی ضروریات کے لحاظ سے پختہ مسجد کی تعمیر کے عزم کا بھی ذکر تھا۔

اس کے بعد مولانا ابوالعطاء صاحب اور مولانا جلال الدین صاحب شمس نے حاضرین سے خطاب فرمایا اور جماعت کے قیام کے حقیقی مقصد کو واضح کرتے ہوئے بتایا کہ درحقیقت اس زمانہ میں اسلام کے تنزل وادبار کی گھڑیوں میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اس غرض کے لئے تھی کہ اسلام کے عالمگیر غلبہ کی بنیاد رکھی جائے۔ چنانچہ یہ جماعت اس روحانی جنگ میں مصروف ہے اور قرآنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اس کا غلبہ مقدر ہے۔ دونوں علماء کرام نے جماعت کو اس مقصد کی پیروی اور کوشش کی طرف متوجہ کیا۔ ان تقاریر کا پشتو میں ترجمہ مولانا چراغ الدین صاحب نے کیا۔

اس کے بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے مختصر وقت میں سپاسنامہ کے جواب میں فرمایا کہ آپ نے بڑی محبت سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہاں آنے کی دعوت دی اور آپ کی محبت اور مسرت کو ہم نے نہ صرف زبان اور چہرے کے اتار سے پہچانا بلکہ آپ کے دل کی دھڑکنوں کے جذبات کا بھی احساس ہم نے کیا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے اور میرے ساتھیوں کے دل میں بھی ویسے ہی محبت کے جذبات ہیں اور میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے ہمیں محبت کی اس زنجیر میں منسلک کر دیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے دنیوی اور روحانی استادوں کے فرق کو واضح کیا اور فرمایا کہ دنیوی استادوں سے اختلاف کیا جا سکتا ہے بلکہ اکثر حالات میں اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے چنانچہ خود امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ اور امام یوسفؒ نے کئی مسائل میں ان سے اختلاف کیا ہے لیکن روحانی استاد سے کسی صورت میں اختلاف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اپنی عقل وفکر سے بات نہیں کرتے بلکہ خدا تعالیٰ کے الہام سے بات کرتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ہم ان سے اختلاف کریں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی عالم الغیب ہستی سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس زمانہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کا بھی یہی دعویٰ تھا کہ وہ خداتعالیٰ سے علم پا کر سکھاتے ہیں اور خداتعالیٰ نے آپ کو حکم وعدل مقرر فرمایا ہے یعنی جو فیصلہ آپ فرمائیں گے اس کا ماننا تمام ماننے والوں پر ضروری ہوگا۔ چنانچہ حضور خود فرماتے ہیں:۔

''خداتعالیٰ نے مجھے حکم عدل ٹھہرایا ہے اور تم نے مان لیا ہے۔ پھر نشانہ اعتراض بنانا ضعیف ایمان کا نشان ہے۔ حکم مان کر تمام زبانیں بند ہو جانی چاہئیں .... اب تم خود سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے جو میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حکم عدل مانا ہے۔ تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کا فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حکم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو''۔[60]

اس حوالہ کی روشنی میں یہ امر واضح ہے کہ جن لوگوں نے حضور کو نہیں مانا وہ اگر آپ سے اختلاف رکھتے ہیں تو ان کو یہ حق حاصل ہے لیکن جن لوگوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حکم عدل مان لیا ہے وہ اگر آپ کے فیصلہ سے انحراف کرتے ہیں تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب نے خاص طور پر غیر مبائعین سے اپیل کی کہ اگر وہ صدق دل سے حضور کو حکم وعدل مان لیں تو تمام اختلافات خود بخود ختم ہو جاتے ہیں۔

آخر میں آپ نے احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی آمد کی اصل غرض یہ تھی کہ آپ ایک ایسی جماعت پیدا کریں جو اخوت ومحبت کے اعلیٰ مقام پر ہو۔ جو رنگ، نسل اور قوم کی حدود سے بالا ہے۔ چنانچہ ہم اس محبت کے جذبہ کی وجہ سے یہاں آئے ہیں تا کہ آپ کو یہ بتایا جائے کہ ہماری محبت اور تعلق اس لئے ہے کہ ہمیں ایسے دوستوں اور جانثاروں کی ضرورت ہے جو اسلام کو اکناف عالم میں پھیلائیں کیونکہ اس زمانہ میں اسلام ایک زبردست حملہ کی زد میں ہے۔ اسلام کے خلاف اس قدر کتب لکھی گئی ہیں کہ ان کو اگر اکٹھا کیا جائے تو ایک بہت بڑا پہاڑ بن سکتا ہے اور کئی لاکھ مسلمان جو سید اور پٹھان کہلاتے تھے حلقہ بگوش عیسائیت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأة ثانیہ کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا ہے اور آپ کی قائم کردہ جماعت اس مقصد کو

لے کر تمام دنیا میں پھیل گئی ہے تا کہ اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت کو پھر دنیا میں قائم کریں۔غرض ہماری جماعت اس روحانی جہاد میں مصروف ہے۔اس لئے تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس مقصد کی کامیابی کے لئے ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں اور ہماری مدد کریں۔

آپ نے فرمایا افریقہ میں لاکھوں افراد عیسائیت اور بت پرستی کو ترک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں۔امریکہ کے نومسلموں کی مالی قربانی ہم سب سے بڑھ چکی ہے۔گویا عیسائی والدین کے بچے اب اسلام کے لئے قربانیاں کر رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے جو اسلام کی ترقی کے وعدے حضرت مسیح موعودؑ سے کئے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے اور تمام ادیان باطلہ مٹ جائیں گے اور اسلام ہی تمام دنیا پر غالب آئے گا۔اس لئے وہ خوش قسمت ہے جو اس جہاد میں شامل ہو کر خدائی انعامات کا وارث بنتا ہے۔آخر میں آپ نے دعا فرمائی کہ خدا تعالیٰ ہمیں خدائی تقدیر سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اس تقریر کا پشتو ترجمہ مولانا چراغ الدین صاحب نے ساتھ ساتھ کیا۔دعا پر یہ اجلاس برخاست ہوا۔اس کے بعد تمام حاضرین کو دوپہر کا کھانا جماعت شیخ محمدی کی طرف سے پیش کیا گیا اور اس سے فراغت کے بعد دو بجے دوپہر پشاور واپسی ہوئی۔جہاں سے آپ سورخٹکی (چارسدہ) مکرم غلام سرور خانصاحب کے فارم میں تشریف لے گئے۔وہاں مختصر قیام کے بعد نوشہرہ مکرم ڈاکٹر عبدالقیوم خانصاحب کے بنگلہ پر تمام جماعت سے ملاقات کی اور چائے نوش فرمائی۔چھ بجے کے قریب آپ وہاں سے عازم ربوہ ہو گئے۔[61]

وقفِ جدید کی وقفِ زندگی کے لئے بھرپور اپیل

(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ناظم ارشاد وقف جدید کے قلم سے الفضل ۲۱ مئی ۱۹۶۴ء میں مخلصین جماعت کے نام حسب ذیل اپیل شائع ہوئی:۔

''وقف جدید انجمن احمدیہ ربوہ کا کام دن بدن وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور نئے واقفینِ زندگی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔پس تمام مخلصین جماعت سے اور خصوصاً سندھی اور پشتو جاننے والے اور پنجابی نوجوانوں سے گذارش ہے کہ وہ خدمتِ دین کے لئے آگے قدم بڑھائیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں اپنی زندگیاں اس نیک مقصد کے لئے وقف کریں''۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی احمدی بچوں کیلئے قیمتی نصائح

اس سال میٹرک میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کا نتیجہ بہت شاندار رہا۔ نتیجہ کی اوسط نوے فیصد رہی۔ جبکہ بورڈ میں کامیاب امیدواروں کا مجموعی تناسب ۵۰.۱۰ فیصد تھا۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی طرف سے ننانوے طلباء شریک امتحان ہوئے جن میں سے اکتالیس فرسٹ ڈویژن میں اور پینتالیس سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوئے۔[62]

۱۲ جون ۱۹۶۴ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول میں تقریب تشکر منائی گئی۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اس موقعہ پر احمدی بچوں کو نہایت قیمتی نصائح سے نوازا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

''احمدی طالبعلموں کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کے لئے ایک نصب العین مقرر کیا ہے اور اس کے لئے ایک پروگرام بنایا ہے۔ وہ نصب العین اور وہ پروگرام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہمیں دیا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔

اس نصب العین کا پہلا حصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ الہاماً یہ دعا سکھائی ہے کہ رَبِّ اَرِنِیْ حَقَائِقَ الْاَشْیَآءِ [63] کہ اے خدا ہم پر حقائق الاشیاء منکشف فرما۔ یہ دعا ریسرچ اور تحقیق و توفیق کے ایک زبردست پروگرام پر مشتمل ہے۔ جب انسان کوئی دعا کرتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے لئے کوشش بھی کرے۔ پس احمدی طالبعلموں کا ایک مطمح نظر یہ ہے کہ وہ انتھک محنت اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے ریسرچ کرتے اور حقائق الاشیاء معلوم کرتے چلے جائیں۔ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ نصب العین کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو احمدی بچے بھی ریسرچ اور دعاؤں سے کام لیتے ہوئے حقائق الاشیاء معلوم کرنے کی کوشش کریں گے انہیں علم و معرفت میں ایسی ترقی نصیب ہوگی اور ان کے ذہنوں میں ایسی جلاء اور روشنی پیدا ہوگی کہ وہ اپنے نشانوں اور اپنے دلائل کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ یعنی وہ نہ صرف علوم جدیدہ کے حملوں سے اسلام کو بچائیں گے اور اس کا دفاع کریں گے بلکہ وہ خود علوم جدیدہ پر حملہ آور ہو کر ان کی غلطیاں اور ان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو دنیا پر ظاہر کر دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ خدا سے برگشتہ دنیا اسلام میں داخل ہو کر خدائے واحد کے آستانہ پر آ جھکے گی۔ پس یہ دو مقاصد ان کے سامنے رکھے ہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ دعا کریں گے اور کوشش میں کسر

نہ اٹھا رکھیں گے تو خدا تعالیٰ انہیں ضرور کامیابی عطا کرے گا اور ان کی کوشش میں کوئی کمی رہ جائے گی تو اسے خود پورا کردے گا''۔[64]

درسِ قرآن کا مبارک سلسلہ

جون ۱۹۶۴ء سے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے مسجد مبارک میں درس قرآن مجید کا ایک مبارک سلسلہ شروع فرمایا۔ آپ ہر اتوار اور بدھ کو نمازِ مغرب سے قبل نصف گھنٹہ تک درس دیا کرتے تھے اور قرآنی علوم و معارف بیان فرماتے تھے۔[65]

کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' کی ضبطی اور اشاعت

۲۳ جون ۱۹۶۴ء کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حکومتِ مغربی پاکستان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف ''ایک غلطی کا ازالہ'' ضبط کر لی ہے (یہ ضبطی ۱۷ جون ۱۹۶۴ء کو بذریعہ نوٹیفکیشن عمل میں آئی)۔ اس افسوسناک خبر کے منظر عام پر آتے ہی دنیا بھر کی احمدیہ جماعتوں میں بے چینی اور اضطراب کی زبردست لہر دوڑ گئی۔ چنانچہ فوراً ہی الفضل نے ایک خصوصی نوٹ کے ذریعہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت یہ حکم فوری طور پر واپس لے لے۔ نیز لکھا کہ: ''یہ ایسی تحریر ہے جو احمدیوں کی ایمانیات سے تعلق رکھتی ہے۔ احمدیوں کا ایمان ہے کہ کتابچہ کا حرف حرف مقدس ہے اور ان کے ایمان کا جزو ہے۔ اس لحاظ سے اس کی ضبطی کو ہم حکومت کی طرف سے براہ راست مداخلت فی الدین تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ پاکستان میں احمدیوں کو آزادئ ضمیر کے حق سے محروم کیا جا رہا ہے جو دستور پاکستان کے بنیادی اصولوں میں سے اہم ترین اصول ہے۔

ہمیں تادمِ تحریر اُن تفصیلات کا کوئی علم نہیں ہے جن کی بناء پر اس رسالہ کو ضبط کرنا مناسب سمجھا گیا ہے تاہم کوئی بھی وجوہات ہوں خود یہ امر کہ ایک رسالہ جو ۱۹۰۱ء سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے اس کو آج تقریباً پون صدی کے بعد یک دم ضبط کر لینا ایک ایسا واقعہ ہے جو قطعاً کوئی مناسب عذر نہیں رکھتا۔ پھر یہ جماعت احمدیہ کے افراد کے لئے ایک ایسا صدمہ ہے جس کو وہ قطعاً برداشت نہیں کر سکتے اور ہم یقین کرتے ہیں کہ حکومت نے رسالہ کو ضبط کر کے نہ صرف ہمارے دستوری حقوق کو ضرب پہنچائی ہے بلکہ اپنی کمزوری اور بے احتیاطی کا بھی اظہار کیا

ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ایک وفادار اور جان نثار طبقہ کے دینی حقوق کی نہ صرف حفاظت نہیں کرسکتی بلکہ خود ان کو ایسی آزمائش میں ڈال رہی ہے جس کو وہ قطعاً پسند نہیں کرتے‘‘۔[66]

اس نوٹ کی اشاعت کے ساتھ ہی جماعتوں اور احباب کی طرف سے احتجاجی خطوط اور قراردادیں موصول ہونا شروع ہوگئیں۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی زیر ہدایت حکومت کے ساتھ خط و کتابت کے بعد مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۴ء کو جماعت کے ایک وفد نے خالدِ احمدیت مولانا جلال الدین صاحب شمس کی قیادت میں جناب ہوم سیکرٹری صاحب حکومت مغربی پاکستان سے ملاقات کی۔اس وفد میں مولانا شمس صاحب کے علاوہ صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، میر محمد بخش صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ اور چوہدری فتح محمد صاحب آف ہریکے ٹرانسپورٹ شامل تھے۔اس ملاقات کے بعد ضبطی کے حکم کے خلاف ایک عرضداشت حکومت مغربی پاکستان کی خدمت میں پیش کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔چنانچہ علماء سلسلہ نے جماعت کے چیدہ وکلاء کے مشورہ سے چودہ صفحات پر مشتمل ایک عرضداشت مرتب کی (اس عرضداشت کی ایک مصدّقہ نقل شعبہ تاریخ احمدیت کے ریکارڈ میں موجود ہے جو مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مجاہد بلاد افریقیہ وعربیہ کا عطیہ ہے۔) جس کے ساتھ ۵۹ صفحات پر پھیلے ہوئے ضمیمے بھی منسلک کئے گئے۔

اس تاریخی عرضداشت کا مکمل متن سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضداشت بخدمت جناب گورنر صاحب مغربی پاکستان

جناب عالی!

مندرجہ ذیل امور نہایت ادب سے پیش خدمت ہیں:۔

۱۔حکومت مغربی پاکستان کی طرف سے بذریعہ نوٹیفکیشن مورخہ ۶۴-۶-۱۷ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمدؑ کا رسالہ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ تصنیف شدہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء ضبط کیا گیا ہے۔

۲۔رسالہ ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ پہلی مرتبہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کو شائع ہوا۔اس ۶۳ سال کے لمبے عرصہ میں یہ کبھی ضبطی کے لائق نہیں سمجھا گیا نہ کبھی کسی کو اس پر اعتراض پیدا ہوا۔

۳۔یہ رسالہ جماعت احمدیہ کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے نہ کسی اور کو۔جو کچھ اس رسالہ میں بیان

کیا گیا ہے وہ جماعت احمدیہ کا جُزو ایمان ہے اور دنیا میں کسی کو حق نہیں کہ وہ ان کو اس ایمان اور اس کے اظہار سے روک سکے ورنہ یہ مداخلت فی الدین ہوگی جو دستور پاکستان کے خلاف ہے۔اور جسے جماعت احمدیہ کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کرسکتی۔ نہ ہی کسی مذہبی جماعت کے لئے اس قسم کی مداخلت قابل برداشت ہوسکتی ہے۔

۴۔ جماعت احمدیہ ایک خالص مذہبی جماعت ہے جس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ جماعت احمدیہ حکومت پاکستان کی دل سے وفادار ہے اور ہر رنگ میں ملک کی ترقی چاہتی ہے۔ حکومت پاکستان کا یہ ہرگز مقصد نہیں ہوسکتا کہ ایسی جماعت کے دلوں کو ٹھیس پہنچے اور وہ یہ محسوس کریں کہ ان کو زبردستی اور جبر سے اپنے عقائد سیکھنے یا ان کے اظہار سے روکا جاتا ہے۔

۵۔گذشتہ ۶۳ سالوں میں یہ کتاب متحدہ ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں کئی دفعہ چھپ کر اشاعت پذیر ہوئی اور کسی حکومت وقت نے یہ نہیں سمجھا کہ اس کتاب سے مختلف فرقوں کے درمیان منافرت پھیلنی ممکن ہے اور نہ حال ہی میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہوئی جو اس کتاب کی ضبطی کا باعث ہوسکتی۔

۶۔علاوہ ازیں یہ ظاہر ہے کہ مغربی پاکستان میں تو یہ کتاب ضبط شدہ تصور ہوگی لیکن دنیا کے دوسرے حصوں میں یہ کتاب بدستور اشاعت پذیر رہے گی اور اس کا یہ اثر پیدا ہونا لازمی ہے کہ باقی دنیا میں جو مذہبی آزادی احمدیوں کو حاصل ہے مغربی پاکستان میں جو جماعت احمدیہ کا مرکز ہے اسے آزادی حاصل نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا غور طلب امر ہے جس کے متعلق زیادہ عرض کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی یہ اثر پیدا ہونا لازم ہے کہ مغربی پاکستان میں مذہبی آزادی پر بے جا پابندیاں عائد ہیں یہاں تک کہ جو کتاب گذشتہ ۶۳ سال میں اشاعت پذیر ہورہی ہے اب اسے ضبط کرلیا گیا ہے۔ دور ونزدیک ایسا اثر پیدا ہونے دینا حکومت کی دانشمندی اور حکمت اور دوراندیشی اور نیک نامی کے منافی ہوگا اور ہم بطور ایک وفادار رعایا دل سے آرزومند ہیں کہ پاکستان کے متعلق یہ اثر کہیں بھی پیدا نہ ہونے پائے اور ہم دل سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ پاکستان کی نیک نامی دنیا بھر میں روزافزوں ترقی کرے۔

۷۔ایک اثر اس ضبطی کا لازمی طور پر بہت ہی افسوسناک ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ پاکستان کے مخالف اور دشمن عناصر حکومت کے اس اقدام سے ازسرنو ابھرنے شروع ہوگئے ہیں اور گو وہ بظاہر حکومت کو اس اقدام پر مبارکباد دے رہے ہیں لیکن دل میں اس بات سے خوش ہیں کہ انہیں شورش پیدا

کرنے کا ایک نیا حیلہ ہاتھ آیا ہے۔ظاہر ہے کہ ۱۹۴۸ء میں بعض شر پسند عناصر نے ایک بہانہ بنا کر جماعت احمدیہ کے خلاف شورش شروع کی یہ بگولہ بڑھتے بڑھتے ۱۹۵۳ء کی آندھی پر منتج ہوا۔موجودہ حکومت نے بڑی حکمت عملی سے ان مخالف پاکستان عناصر کو دبا دیا تھا اور یہ امر ملک کے امن واطمینان کیلئے بڑا مفید اور ممد ثابت ہوا تھا۔لیکن کتاب مذکور کی ضبطی گویا ۱۹۴۸ء والے ابتدائی حالات پیدا کرنے کا موجب ہوسکتی ہے اور یہ امر حکومت کی خاص توجہ کے قابل ہے۔یہ تخریبی عناصر اس ضبطی کو ایک نظیر بنا کر یقیناً آگے بڑھنا چاہیں گے اور روز بروز جماعت احمدیہ کے لٹریچر کے متعلق شورش اور ہنگامے پیدا کرنے سے گریز نہیں کریں گے اور بات کسی جگہ رکنی محال ہوگی اور معلوم نہیں کہ اس ابتداء کی انتہا کہاں پر ہوگی۔

۸۔علاوہ بریں صرف جماعت احمدیہ کا ہی سوال نہیں بلکہ مسلمانوں کے مختلف فرقے مثلاً سنّی، اہل تشیع، دیوبندی، بریلوی، اہل قرآن وغیرہ ایک دوسرے کے بنیادی اور پرانے لٹریچر کو آئے دن ضبط کرانے کی طرح ڈالیں گے اور ایک ایسا دور وتسلسل پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جو کہیں جا کر ختم نہ ہوگا۔ بطور ایک وفادار جماعت کے ہم اپنا فرض جانتے ہیں کہ ان ناگوار نتائج سے حکومت وقت کو بروقت آگاہ کر دیں اور یہ نتائج ایسے دوررس ہو سکتے ہیں جو دانا حکام کی نظر سے اوجھل نہیں ہونے چاہئیں۔

۹۔کتاب زیر نظر تو ایک مذہبی عقیدہ کی وضاحت کرنے والی ہے اور کوئی منافرت گذشتہ ۶۳ سال میں اس سے پھیلنی ثابت نہیں۔لیکن اس کتاب کی ضبطی بجائے خود ایک منافرت اور شورش کو دعوت دے رہی ہے اور مزعومہ علاج بجائے خود ایک مرض کی حیثیت رکھتا ہے۔

۱۰۔یہ بھی ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے خلاف ایسا لٹریچر موجود ہے جس میں احمدیوں کو واجب القتل تک قرار دیا گیا ہے اور ان پر ظلم وستم کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔یہ منافرت انگیز لٹریچر تو بدستور شائع اور قائم ہے لیکن احمدیوں کے عقیدہ پر مبنی ایک کتاب کو ضبط کیا گیا ہے یہ تقابل نہایت ہی اندوہناک ہے اور کسی ناقد بصیر سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔

۱۱۔اس ضبطی سے متعصّب ملاّؤں کو ایک بہانہ مل گیا ہے جس سے وہ پورا فائدہ اٹھائیں گے اور شہروں اور دیہات میں دور ونزدیک شورش پیدا کریں گے۔یہ امر ہم اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر پیش کر رہے ہیں نہ کہ محض تصور اور خیال کی رُو سے۔

۱۲۔ ہم یہ عرض کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے مبلغ دنیا کے ہر حصہ میں پاکستان کی نیک نامی اور خیرخواہی پھیلانے کا موجب ہیں۔ بیرون پاکستان دنیا کی نظر میں پاکستان ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں سے منظّم اور وسیع طریق پر ایک جماعت کے ذریعہ تبلیغ اسلام ہو رہی ہے۔ یہ اثر پاکستان کے حق میں دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہے اور اس ضبطی کے حکم سے نہ صرف دنیا کے مختلف حصوں میں موجود احمدیوں کے اندر ایک اضطراب پیدا ہوگا بلکہ دوسرے لوگ بھی برا اثر لیں گے کہ مذہبی آزادی جو پاکستان کے آئین میں دی گئی ہے اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ یہ اثرات اور نتائج پیش پا اُفتادہ اور یقینی ہیں۔

۱۳۔ کسی شخص یا جماعت کے مذہبی عقائد اصولاً اور قانوناً وہی ہوتے ہیں جو وہ شخص خود بیان کرے نہ کہ وہ جو مخالفین کی طرف سے اس جماعت یا شخص کی طرف منسوب کئے جائیں۔ ہماری جماعت کے عقائد وہی ہیں جو بانی جماعت احمدیہ نے قرآن وحدیث کی رُو سے ہم پر واجب کئے ہیں اور ان عقائد کا اصل اصول اور نقطۂ مرکزی بانی جماعت احمدیہ کے ان نعتیہ اشعار سے ظاہر ہے ۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا مصطفٰی مارا امام و پیشوا
یک قدم دوری ازاں عالی جناب نزد ما کفر است و خسران و تباب

پس اس عقیدہ کی روشنی میں ضبط شدہ کتاب کے مضامین کی تعبیر ہونی چاہیئے نہ کہ اس کے برعکس۔ جماعت احمدیہ کے عقائد کی ایک فہرست شامل عرضداشت ہذا ہے۔ ملاحظہ ہو فہرست الف جس سے ظاہر ہوگا کہ ہمارے مخالفین نے ہمارے عقائد کے متعلق جو پروپیگنڈا آج تک کیا ہے وہ سراسر بے بنیاد اور تہمت اور الزام ہے۔

۱۴۔ کسی حکومت کی حقیقی کامیابی کا معیار یہ ہے کہ اس کی رعایا کے کسی قلیل التعداد فرقہ یا جماعت پر کوئی جبر اور تشدد نہ کر سکے اور اس کے معاشرتی تمدنی اور مذہبی حقوق ایسے ہی محفوظ ہوں جیسا کہ دوسروں کے۔ بلکہ تھوڑی تعداد والے فرقہ یا جماعت کے حقوق کی حفاظت زیادہ احتیاط کی مستحق ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی ضبطی میں یہ اصول نادانستہ نظر انداز ہو گیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ متعصب اور غالی عناصر جو ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں اس نظیر سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور اٹھائیں گے کہ اسلامی فرقے ایک دوسرے کے پرانے شائع شدہ لٹریچر کو بھی ضبط کرانے کی دوڑ دھوپ کریں اور ملک میں فتنہ کی آگ بھڑکانے کی کوشش کریں گے۔

۱۵۔ اس حکم ضبطی میں وہ عبارتیں نہیں دی گئیں جو حکومت کے نزدیک محل اعتراض ہیں بلکہ ۹مختلف صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے ان صفحات کے مطالعہ سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ شاید مندرجہ ذیل باتیں محل اعتراض سمجھی گئی ہونگی:۔

اول: حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے فنا فی الرسول ہو کر ظلّی اور بروزی رنگ میں خدا کے حکم سے محمد و احمد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔

دوم: صفحہ ۱۱ پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق ایک کشف بیان کیا ہے۔

۱۶۔ مذکورہ بالا شق اول میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ محض اس رنگ میں ہے جیسا کہ کسی کا عکس شیشہ میں پڑتا ہو اور وہ اس میں ظلّی طور پر نظر آتا ہو لیکن اصل اصل ہی ہے اور عکس عکس ہی رہے گا۔ چنانچہ آپ اس رسالہ میں فرماتے ہیں: ''اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو (صفحہ ۶)۔ اس حقیقت کو مذکورہ رسالہ میں واضح طور پر اور کھول کر بیان کیا گیا ہے۔

۱۷۔ امت محمدیہ میں بہت سے بزرگ گذرے ہیں جنہوں نے اپنے اپنے درجہ کے مطابق فیض نبوی پا کر اپنے متعلق ظلّی رنگ میں ''محمدؐ'' اور ''احمدؐ'' کے الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً حضرت سید عبدالقادرؒ نے فرمایا:۔

''و انّی کُنت فانیا فی رسولِ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَ لم اکُن فی ذالِکَ الوقت فلاناً و انّما کنتُ محمدًا و الّا لَمّا صحّ لِی قول ما قُلت الّا علی وَجہ الحکایۃ عنہُ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و کذا وقَعَ لی مَرّۃً اُخریٰ فی قولہٖ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ''أنا سید وُلد آدم وَلا فخر''۔ [67]

ترجمہ:۔ اس کا اردو ترجمہ الکاویہ علی الغاویہ مصنّفہ مولوی محمد عالم آسی مطبوعہ آفتاب برقی پریس اگست ۱۹۲۰ء میں یوں دیا گیا ہے: ''حضرت عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار مجھے ایسا محو کر دیا کہ میں کہہ رہا تھا کہ 'لَو کَانَ مُوسیٰ حیّا لَمَا وسِعَہٗ الّا اتّبَاعِی '' (اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا) تو مجھے معلوم ہوا کہ میں فنا فی الرسول ہوں پھر ایک دفعہ محو ہوا تو میں کہہ رہا تھا کہ 'انَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلاَ فَخر '' (میں سید ولد آدم ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں) جس سے معلوم ہو گیا کہ میں اُس وقت محمد بن گیا تھا ورنہ ایسے الفاظ مجھ سے بطور دعویٰ دائر نہ ہوتے'' [68]

علاوہ ازیں حضرت بایزید بسطامی۔حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔حضرت معین الدین چشتی اجمیری۔مشہور صوفی حضرت فضیل بن عیاض۔حضرت مولانا نیاز رحمۃ اللہ علیہم۔ان کے مفصل حوالہ جات بطور فہرست ب لف ہذا ہیں۔

۱۸۔پھر قرآن مجید، حدیث نبویہ اور بزرگوں کی تصریحات کے مطابق امت میں مسلّم ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں محمد اور احمد کا نام پائے گا اور ظلّی طور پر نبی کہلائے گا[69] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے فنافی الرسول ہو کر اُسے احمد اور محمد کے نام سے پکارا جائے گا۔

اس سلسلہ میں ہم نے حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی۔جناب نواب صدیق حسن خانصاحب آف بھوپال۔شیعوں کے مجتہد علامہ باقر مجلسی۔حضرت خواجہ غلام فرید صاحب وغیرھم بزرگوں کے حوالہ جات درج کر دیئے ہیں۔

بحارُالانوار میں لکھا ہے **سمّی اللّٰہ المھدی المنصور کما سمّی احمد ومحمد ومحمود کما سمّی عیسٰی المسیح** [70]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مہدی کا نام منصور رکھا ہے جس طرح اس کا نام محمد، احمد اور محمود رکھا گیا نیز اسے عیسیٰ المسیح کہا گیا۔پھر یہ حقیقت امت میں اس قدر مشہور ہے کہ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے اپنے اشعار میں مردمومن کے لئے ان ناموں کا پانا اور صاحب لولاک ہونا لازمی قرار دیا ہے ایسے حوالہ جات فہرست ج میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

۱۹۔جہاں تک بروز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے متقدّمین اس عقیدہ کے حامل رہے ہیں جیسا کہ ضمیمہ د کے حوالہ جات سے عیاں ہے۔اس لئے جہاں تک اس دعویٰ کا تعلق ہے اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ محل اعتراض نہیں۔شکایت کنندگان کے نزدیک وجہ شکایت صرف اس حد تک ہے کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے یہ دعویٰ کیوں کر دیا؟

جماعت احمدیہ کے عقیدہ کی رُو سے بانی جماعت احمدیہ وہی مسیح اور مہدی ہیں جن کا انتظار امت محمدیہ کرتی چلی آئی اور کتاب زیر اعتراض میں بانی جماعت احمدیہ نے اپنا منصب اور مقام بیان فرمایا ہے۔ہمارا مذہب ہے کہ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں اور ہم ان دعاوی پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں۔اسی لئے یہ بات واضح ہے کہ کتاب مذکور کی ضبطی جماعت

احمدیہ کے ایمان وعقائد پر ایک جبر اور دست اندازی ہے۔ جو سراسر آئین وقانون کے خلاف ہے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) کے دعاوی پر ایمان لانا ہر احمدی کا فرض ہے اور ہم دل سے ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس اس کے اظہار میں اگر کوئی رکاوٹ ڈالی جائے تو مداخلت فی الدین ہوگی۔

۲۰۔مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ ہم نے آئمہ اور بزرگوں کے متعدد حوالہ جات فہرست د میں شامل کر دیئے ہیں۔

اہل سنّت والجماعت کے مشہور امام ملاّ علی قاریؒ آیت خاتم النبیّین کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

”لو عاش ابراھیم وصار نبیّا و کذا لو صَار عُمر نبیّا لکانا من اتّباعِہٖ علیہ السلام کعیسٰی و خضر و الیاس 71

ترجمہ: اگر صاحبزادہ ابراہیم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں میں سے ہوتے جیسا کہ عیسیٰؑ، خضرؑ اور الیاسؑ کا حال ہے۔

پھر اس سوال کا جواب دیتے ہوئے جو ذہنوں میں پیدا ہوسکتا تھا کہ کیا ان کا نبی ہو جانا آیت خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا آپ فرماتے ہیں۔

”فلا یناقض قولُہٗ تعالیٰ خاتم النبیّین اذ المعنٰی انّہ لا یاتِی نبیّ بعدہٗ ینسَخ ملتہ ولم یکن من امتّہ“ 72

ترجمہ:۔ کہ ان کا نبی ہو جانا اس لئے خدا کے قول خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی امت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

۲۱۔اولیاء اُمّت اور صلحاء پر بسا اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں قرآن مجید کی وہ آیات بھی الہاماً نازل ہوئی ہیں جو قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی تھیں لیکن وہ کبھی قابل اعتراض نہیں سمجھی گئیں۔ ہم نے فہرست ر میں صلحاء امت کے ایسے چند الہامات کے حوالہ جات آپ کے ملاحظہ کیلئے درج کئے ہیں مثلاً شمالی پاکستان کے مشہور بزرگ سلطان الاولیاء بُرہان الاتقیاء شمس الولایۃ حجۃ الاسلام حضرت سید امیر اتمان زَئی نقشبندی المعروف حضرت پیر کوٹھہ شریف رحمۃ اللہ علیہ پر مندرجہ ذیل آیات قرآنی بطور الہام نازل ہوئیں۔

۱. یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ (الاحزاب: ۲)

۲. لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۲) 73

۲۲۔ کشف مندرجہ رسالہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' کے متعلق ہم عرض کرتے ہیں کہ کشف اور رؤیا قرآن کریم کی تعلیم کی رُو سے تعبیر طلب ہوتے ہیں اور یہ ایک وسیع علم ہے جو قرآن شریف نے ہمیں دیا ہے۔ کشوف اور رؤیا کے مناظر کو ظاہر پر محمول کرنا سراسر ناجائز ہے۔ یہ ایک متفقہ اسلامی مسئلہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکم ضبطی میں اس مسئلہ کو زیر غور نہیں رکھا گیا۔

۲۳۔ ہم نے کشف اور رؤیا کے سلسلے میں آیت و حدیث کے علاوہ بزرگان دین مثلاً امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شبلی، حضرت سید احمد بریلویؒ مجدد صدی سیزدہم نیز جناب مولانا فضل رحمٰن صاحب وغیرہ جیسے مسلّم بزرگوں اور علماء کے بعض کشوف اور علمی حوالہ جات بھی درج کئے ہیں۔ بعض کشوف میں سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو دیکھا گیا ہے مثلاً حضرت سید احمد بریلویؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ:۔

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کو سیّد صاحب نے خواب میں دیکھا۔ اسی رات کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو نہلایا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک لباس اپنے ہاتھ سے آپ کو پہنایا۔

مفصّل حوالہ جات اس عرضداشت میں بطور فہرست ز شامل ہیں۔ کیا یہ کتابیں بھی قابل ضبطی ہیں؟

۲۴۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے زیر نظر رسالہ میں اس کشف کو مجمل طور پر ذکر فرمایا ہے۔ براہین احمدیہ میں ۱۸۸۴ء میں پہلی مرتبہ یہ کشف درج ہوا ہے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر بطور ''مادر مہربان'' فرمایا ہے۔ سرّ الخلافہ نامی کتاب میں بھی اس طرح مذکور ہے ہم نے حوالہ جات فہرست میں شامل کر دیئے ہیں۔

۲۵۔ ہم نے یہ گذارشات اس نیت سے پیش کی ہیں کہ مندرجہ بالا نتائج اور عواقب پر نظر ڈالی جائے۔ ایک وفادار پاکستانی جماعت ہونے کے لحاظ سے ہمارا یہ فرض ہے کہ مذکورہ بالا نقاط نظر کی طرف نہایت ادب و احترام سے ارباب حل و عقد کی توجہ مبذول کرائیں تاکہ پاکستان میں مذہبی آزادی اور رواداری کا دور دورہ ہو اور پاکستان کی نیک نامی دنیا میں روز افزوں ترقی کرے۔

پس ہماری مخلصانہ درخواست ہے کہ بانی جماعت احمدیہ کی زیر نظر کتاب پر سے پابندی اٹھائی

جائے کیونکہ ہر احمدی کے نزدیک خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ میں رہتا ہو یہ کتاب مقدس ہے اور ہر احمدی کیلئے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے اور گذشتہ ۶۳ سال سے دنیا میں اشاعت پذیر رہی ہے۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس جگہ آپ کے ملاحظہ کے لئے ہائی کورٹ لاہور کے مسٹر جسٹس کولڈسٹریم کے ایک فیصلہ کے مندرجہ ذیل الفاظ بھی نقل کر دیں جو انہوں نے مقدمہ سٹیٹ بنام عطاء اللہ شاہ بخاری ۱۹۳۶ء میں لکھے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

"On the other hand, what the Mirza Sahib said and did thirty, forty or fifty years ago could not possibly afford any provocation for promoting enmity between the Ahrars and the Qadianis in 1933, and the evidence on which the learned Session Judge has based his remark is therefore not relevant matter." [74]

ترجمہ:۔ ’’علاوہ ازیں جو کچھ مرزا صاحب نے تیس، چالیس یا پچاس سال قبل کہا اور کیا وہ احرار اور قادیانیوں کے درمیان ۱۹۳۳ء میں عداوت یا منافرت بڑھانے کا محرک یا موجب نہیں ہوسکتا۔ اس لئے وہ شہادت (یعنی مرزا صاحب کے الفاظ) جس پر بناء رکھ کر فاضل سیشن جج نے ریمارک کئے ہیں وہ غیر متعلق ہے (یعنی ان پرانے الفاظ پر بنیاد رکھ کر یہ نتیجہ سیشن جج کو نہیں نکالنا چاہئے تھا)‘‘

جناب عالی! ہم یقین رکھتے ہیں کہ مندرجہ بالا وجوہات کی روشنی میں آپ اس معاملہ کو وسعتِ نظر سے زیرِ غور لا کر دنیا بھر کے احمدیوں کو شکریہ کا موقع عطا فرمائیں گے۔

ہم ہیں خاکساران

اراکینِ وفد منجانب صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا۔ شیخ بشیر احمد سابق جج ہائی کورٹ لاہور۔ مولانا ابوالعطاء ایڈیٹر رسالہ الفرقان۔ مرزا رفیع احمد صدر مجلس خدام الاحمدیہ۔ مرزا طاہر احمد ناظم وقف جدید۔ شیخ مبارک احمد نائب ناظر اصلاح وارشاد۔ صوفی عبدالغفور سابق مبلغ امریکہ۔ مرزا لطف الرحمٰن سابق مبلغ جرمنی۔

نواب آف کالاباغ سے جماعتی وفد کی ملاقات

۲۸ جولائی ۱۹۶۴ء کو جماعت کے ایک نمائندہ وفد نے جناب مرزا عبدالحق صاحب کی سرکردگی میں جناب ملک امیر محمد خاں گورنر مغربی پاکستان سے ملاقات کر کے یہ عرضداشت ان کی خدمت میں

پیش کی۔ اس وفد میں جس کی منظوری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے عطا فرمائی تھی مرزا عبدالحق صاحب کے علاوہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ سابق جج مغربی پاکستان ہائی کورٹ لاہور، صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، (حضرت) مرزا طاہر احمد صاحب ناظم وقف جدید، خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب سابق مجاہد بلاد عربیہ، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب سابق مربی انچارج دعوت الی اللہ مشرقی افریقہ، چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ شیخوپورہ، جناب ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد، صوفی عبدالغفور صاحب سابق مبلغ امریکہ، مرزا لطف الرحمٰن صاحب سابق مبلغ جرمنی شامل تھے۔

اسی روز جناب گورنر صاحب موصوف نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے وفد کو بھی ملاقات کے لئے وقت دیا ہوا تھا۔ چنانچہ جماعت احمدیہ پاکستان اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دونوں وفود کی گورنر صاحب سے ایک ساتھ ملاقات ہوئی۔ ملاقات کے آغاز میں جماعت احمدیہ پاکستان کے وفد کے لیڈر مرزا عبدالحق صاحب نے تفصیل کے ساتھ اس امر پر روشنی ڈالی کہ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کا مامور مانتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کو کُل ادیان پر غالب کرنے اور اسلام کو دنیا میں سربلند کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ جماعت احمدیہ کے نزدیک آپ کا کلام اور آپ کی تصنیف فرمودہ کتب ایک مقدس بنیادی لٹریچر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس مقدس بنیادی لٹریچر کے کسی حصہ کی ضبطی کا مطلب یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد کو حصول ہدایت کے ایک اہم اور بنیادی ذریعہ سے محروم کر دیا جائے۔ آپ نے بڑی تفصیل کے ساتھ واضح فرمایا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے جو کچھ بھی تحریر فرمایا ہے اسلام کی برتری ثابت کرنے کے لئے خالص اسلام کے مفاد میں تحریر فرمایا ہے۔ اس سے کسی کی دلآزاری یا اسلامی مفاد کو ضعف پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مرزا عبدالحق صاحب کی اس تفصیلی گفتگو کے علاوہ شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور نے قانونی نقطۂ نگاہ سے اس امر پر روشنی ڈالی کہ کسی بھی فرقے کی بنیادی کتب کو ضبط کرنا آئین پاکستان مروجہ قوانین اور انصاف کے منافی ہے اور یہ کہ اس قسم کے اقدامات سے مذہبی آزادی کسی صورت بھی برقرار نہیں رہ سکتی۔

وفد کی معروضات سننے کے بعد گورنر صاحب موصوف نے فرمایا کہ حکومت کو کشف والے حصہ کے سوا کتاب کے کسی اور حصہ پر اعتراض نہیں ہے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ کتاب مذکور کے حاشیہ صفحہ ۱۱ میں

درج شدہ کشف کی دوسطریں جو بعض طبائع پر گراں گزرتی ہیں حذف کر دی جائیں ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے وفد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رقم فرمودہ ان فقروں کو نعوذ باللہ لغزشِ قلم (SLIP OF PEN) اور سہو کتابت کا نتیجہ قرار دے کر انہیں حذف کرنے پر آمادگی ظاہر کی ۔ اس پر جماعت احمدیہ کے وفد نے یک زبان ہو کر لغزش قلم اور سہو کتابت کی پُر زور تر دید کرتے ہوئے واضح کیا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس عبارت میں اختصار کے ساتھ اپنے ایک کشف کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔ اس قسم کے کشف دوسرے بزرگوں اور ائمہ کرام کو بھی ہوئے ہیں اور ان کی کتابوں میں چھپے ہوئے موجود ہیں ۔ کشف تعبیر طلب ہوتے ہیں ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اس کشف کو اپنی کتاب براہین احمدیہ میں تفصیل سے درج فرمایا ہے اور وہاں ''مادر مہربان'' کے الفاظ لکھ کر خود اس کی تشریح فرما دی ہے ۔ دیگر بزرگان اسلام کے اسی قسم کے کشوف اور خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تشریح کی موجودگی میں کتاب مذکور میں درج شدہ فقرے قطعاً قابل اعتراض نہیں ہیں ۔ جماعت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریر کے کسی ایک لفظ یا شعشہ کو بھی بدلنے کی مجاز نہیں ۔ اس موقعہ پر شیخ بشیر احمد صاحب نے بھی بعض قانونی نکات پیش کر کے فقرات حذف کرنے کی مخالفت کی ۔ اس مرحلہ پر انجمن اشاعت اسلام لاہور کے وفد کے ایک ممبر نے ''براہین احمدیہ'' میں سے کشف کے اصل الفاظ پڑھ کر سنائے ۔ بعد ازاں یہ تجویز پیش ہوئی کہ کتاب ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں درج شدہ کشف علیٰ حالہٖ برقرار رہے اور اس کے نیچے حاشیہ میں نشان دے کر ''براہین احمدیہ'' میں درج شدہ پورے کشف کی عبارت پبلشر کی طرف سے اس نوٹ کے ساتھ شائع کر دی جائے کہ ''براہین احمدیہ'' کا حوالہ درج ذیل ہے ۔ بالآخر گورنر صاحب موصوف نے اس تجویز کو قبول کر لیا اور جماعت احمدیہ کے وفد نے بھی اس کے ساتھ اتفاق میں کوئی مضائقہ نہ سمجھا کیونکہ اس سے کتاب کا متن علیٰ حالہٖ قائم رہا ۔ اور نہ اس میں کسی فقرے یا لفظ کی تبدیلی یا تحریف عمل میں آئی ۔ اس گفتگو کے بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے کھڑے ہو کر گورنر صاحب موصوف کا شکریہ ادا کیا اور اعادہ کے رنگ میں کہا کہ اس گفتگو کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ''ایک غلطی کا ازالہ'' میں کشف کی درج شدہ عبارت من وعن رہے البتہ اس پر '☆' کا نشان دے کر حاشیہ میں مرتّب یا پبلشر کی طرف سے اس نوٹ کے ساتھ کہ اس کشف کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بایں الفاظ رقم فرمایا ہے ''براہین احمدیہ'' کی اصل عبارت درج کر دی جائے

تو حکومت کو اس کتاب کی اشاعت پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے گفتگو کے اس نتیجہ کو درست تسلیم کیا گیا۔اس کے بعد حکومت نے اپنے فیصلے کی باضابطہ تصدیق کردی۔[75]

حکومت کے اس فیصلے کے بعد پوری دنیائے احمدیت نے اطمینان کا سانس لیا اور مرکز احمدیت کی طرف سے اس کتاب کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا انتظام کیا گیا۔جس کے نتیجے میں احباب جماعت خصوصاً احمدیت کی نئی نسل کو اس کا بغور مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا اور اس کے حقائق ومعارف سے آگاہی کی توفیق ملی۔

ایک معاندِ احمدیت کا بیان ہے کہ:''مرزائیوں کے وہ (ملک امیر محمد خاں گورنر مغربی پاکستان۔ ناقل) سخت مخالف تھے...... قاضی احسان احمد صاحب نے ایک ملاقات میں کتاب''ایک غلطی کا ازالہ'' دکھائی اور اس کے مندرجات پڑھ کر سنائے تو امیر محمد خاں آبدیدہ ہوگئے۔انہوں نے فوراً اس کتاب کو خلافِ قانون قرار دے دیا۔قاضی صاحب نے انہیں مبارکباد کا تار بھیجا۔مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف زور شور سے آواز بلند کی اور ایوب خاں تک رسائی کی جس نے بالآخر کتاب پر سے پابندی ہٹا دی (اصل واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے)۔امیر محمد خاں کو سخت صدمہ ہوا۔مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا مفتی محمود صاحب ان سے ملے اور پابندی اٹھانے پر افسوس کا اظہار کیا۔امیر محمد خاں نے کہا کہ مفتی صاحب مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت اختیار کر گئی ہے۔اس کتاب پر پابندی کے بعد جب اندرون و بیرون ممالک سے مجھ پر اور صدر مملکت پر دباؤ پڑنا شروع ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت ہے''۔[76]

(نواب کالاباغ ملک امیر محمد خاں (۱۹۱۰ء-۱۹۶۷ء) کا شمار ملک کے بڑے جاگیرداروں میں ہوتا تھا۔ جون ۱۹۶۰ء میں وہ مغربی پاکستان کے گورنر بنے۔ستمبر ۱۹۶۶ء میں مستعفی ہوگئے اور اگلے سال ۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء کو اپنے بیٹے ملک اسداللہ خاں کے ہاتھوں قتل ہوگئے)

فضل عمر مرکزی تعلیم القرآن کلاس کا آغاز

سال ۱۹۶۴ء کا نصفِ آخر انوارِ قرآنی کی ضیاپاشیوں کے اعتبار سے ہمیشہ یادرکھا جائے گا کیونکہ اس کے آغاز میں فضل عمر مرکزی تعلیم القرآن کلاس کا مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ میں اجرا ہوا۔جس کا پس منظر یہ ہے کہ بعض دوستوں کی طرف سے نگران بورڈ میں یہ تجویز بھجوائی گئی کہ موسم گرما کی تعطیلات میں

ایک تعلیم القرآن کلاس جاری کی جائے تا جماعت میں قرآنی علوم کا بکثرت رواج ہو اور قرآنی علوم کی تشنگی محسوس کرنے والی روحوں کی تسکین کا موجب ہو۔اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی تعلیم اور لیکچروں کا سلسلہ بھی جاری کیا جائے۔

اس پر مولانا جلال الدین صاحب شمس ناظر اصلاح وارشاد ربوہ نے ۲۳ جون ۱۹۶۴ء کے الفضل میں یہ اعلان فرمایا کہ نظارت اصلاح وارشاد نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امسال یکم جولائی سے ۳۱ جولائی تک تعلیم القرآن کلاس جاری رہے گی۔نیز اعلان فرمایا:۔

''اس کلاس میں شامل ہونے والے احباب گریجویٹ یا اس کے برابر تعلیمی معیار کے ہوں اور قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے کا شوق رکھتے ہوں۔قرآن کریم کی تعلیمات میں خاص واقفیت حاصل کر کے اپنی اپنی جگہوں پر واپس جا کر درسِ قرآن کریم دینے کی ان میں اہلیت پیدا ہو جائے۔

سلسلہ کے عالم اور جیّد علماء کی خدمت میں درخواست کی جارہی ہے کہ وہ اس کلاس میں شامل ہونے والوں میں ایک ماہ تک قرآن کریم کے دس پاروں کا اور حدیث شریف کا درس دیں اور ضروری نوٹس وغیرہ لکھوائیں۔امید ہے کہ اس کلاس میں صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب، محترم مولانا ابوالعطاء صاحب اور محترم سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اور مکرم مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب اور بعض دیگر علماء پڑھانے میں حصہ لیں گے۔انشاءاللہ۔

جو دوست اس کلاس میں شامل ہونا چاہتے ہوں۔اس اعلان کے پڑھتے ہی فوری طور پر اپنے نام، پتہ، تعلیمی قابلیت واہلیت کے متعلق ضروری معلومات پر مشتمل اپنی درخواست جماعت کے امیر کی معرفت بھجوا دیں تا شامل ہونے والوں کی تعداد کے مطابق ضروری انتظامات کئے جاسکیں اور تفصیلی ہدایات انہیں بھجوائی جاسکیں۔سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ اور سینئر کلاسز کے طلباء کو خصوصی طور پر رخصتوں میں اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

نوٹ۔یہ کلاس اس صورت میں جاری کی جاسکے گی جبکہ کلاس کے لئے کم از کم پچاس طلباء ہوں''۔[77]

افتتاح

اس اعلان کے ایک ہفتہ بعد یکم جولائی ۱۹۶۴ء کو اس مرکزی کلاس کا افتتاح خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب نے صبح سات بج کر دس منٹ پر اجتماعی دعا سے فرمایا۔مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد نے کلاس میں شرکت کرنے والے احباب سے خطاب کرتے ہوئے واضح

فرمایا کہ قرآن مجید کی بے مثال ولازوال تعلیم حاصل کرنا، اس پر عمل پیرا ہونا اور اسے دنیا میں پھیلانا جماعت احمدیہ کا اولین مقصد ہے۔ چنانچہ یہ کلاس اسی غرض کے ماتحت قائم کی گئی ہے کہ دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر قرآنی علوم سیکھیں۔ ان پر عمل پیرا ہوں اور پھر دوسروں کو بھی ان سے بہرہ ور کریں۔ افتتاح کے وقت باون احباب تشریف فرما تھے جس کے بعد آہستہ آہستہ اور بھی متعدد احباب شامل کلاس ہو گئے یہاں تک کہ ربوہ اور بیرون جات کے طلباء کلاس کی تعداد ۷۲ تک پہنچ گئی۔ جس میں طالبات شامل نہ تھیں۔

یہ کلاس ایک ماہ تک صبح سات سے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ پروگرام حسب ذیل تھا:۔

۷ بجے صبح تا ۷:۴۵ درسِ قرآن مجید پہلے تین پارے (مولانا ابوالعطاء صاحب)

۷:۴۵ تا ۸:۳۰ درسِ حدیث (سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ)

۸:۳۰ تا ۹:۱۵ درس قرآن پارہ چار تا سات (صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب)

۹:۱۵ تا ۹:۴۵ وقفہ

۹:۴۵ تا ۱۰:۳۰ درسِ قرآن پارہ آٹھ تا دس (مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب)

۱۰:۳۰ تا ۱۱:۰۰ قرآن کریم کی عظمت واہمیت کے متعلق فاضل مقررین کے لیکچر۔

اس پروگرام کے مطابق مولانا ابوالعطاء صاحب، صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب اور مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب نے کلاس میں ایک ماہ کے دوران پہلے آٹھ پارے پڑھائے اور سید میر داؤد احمد صاحب نے ریاض الصالحین اور بخاری شریف کے ایک حصہ کا درس دیا۔ 78

علوم قرآن اور علوم حدیث پر جن علمائے کرام نے لیکچر دیئے ان میں مکرم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل، مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ، مکرم مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر، مکرم مولوی خورشید احمد صاحب شاد، مکرم میر محمود احمد صاحب ناصر، مکرم مولوی دوست محمد صاحب شاہد، مکرم مولوی اسد اللہ صاحب کاشمیری، مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر اور مکرم مولوی قمر الدین صاحب شامل تھے۔ کلاس کے آخر میں بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کی اہمیت پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک پُر معارف تقریر کا ریکارڈ سنایا گیا۔

۳۱ جولائی کو کلاس کے اختتام پر حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ بابرکت کلاس مسلسل ایک ماہ تک جاری رہنے کے بعد کامیابی اور خیر و خوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

اسی روز شام کو چھ بجے دفتر صدر انجمن احمدیہ میں نظارت اصلاح وارشاد نے ایک الوداعی پارٹی کا اہتمام کیا۔ جس میں کلاس کے اساتذہ کرام اور جملہ طلباء کے علاوہ بعض ناظر و وکلاء صاحبان اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے بھی شرکت فرمائی۔

پارٹی کے بعد اختتامی تقریب کا آغاز حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کی صدارت میں تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو کلاس کے ایک طالب علم عنایت اللہ صاحب منگلا (ایم۔اے سٹوڈنٹ) نے کی۔ چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال تحریک جدید نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔

تلاوت و نظم کے بعد مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائمقام ناظر اصلاح وارشاد نے ربوہ میں منعقد ہونے والی اس پہلی مرکزی کلاس کے کوائف پر مشتمل مختصر رپورٹ پیش کی۔ آپ نے کلاس کی غرض وغایت، اس کے انتظامات اور اس کے نصاب، طلباء کی تعداد اور مختلف مضامین کے اساتذہ کرام کا ذکر کرنے کے بعد اساتذہ کرام اور ان علماء کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے مختلف موضوعات پر لیکچر دیئے۔ آپ نے محترم افسر صاحب لنگر خانہ کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے باہر سے آنے والے طلباء کی رہائش وغیرہ کا انتظام کیا اور مہمان نوازی کے فرائض انجام دیئے۔ آخر میں آپ نے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ کا بھی خاص طور پر شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ آپ نے اس کلاس کے انعقاد میں گہری دلچسپی لی۔ اور نہایت مفید مشوروں اور ہدایات سے نوازا۔ اور کلاس کے انتظامات کے متعلق دریافت فرماتے رہے۔ آپ نے یہ بتانے کے بعد کہ پہلی کلاس کا انعقاد ابتدائی تجربہ کی حیثیت رکھتا ہے یقین دلایا کہ آئندہ اس کلاس کو وسیع پیمانے پر زیادہ بہتر انتظامات کے ساتھ منعقد کیا جائے گا۔

آپ کے بعد طلباء کلاس کی طرف سے جناب عطاء المجیب صاحب راشد (ایم۔اے سٹوڈنٹ) (حال مربی انچارج احمدیہ مشن انگلستان) نے نظارت اصلاح وارشاد، اساتذہ کرام اور علماء سلسلہ کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی درخواست کی کہ جو کچھ انہوں نے کلاس میں سیکھا ہے وہ ایک بیج ثابت ہو جو بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے بعد انہیں قرآنی علوم سے عملاً فائدہ اٹھانے کے قابل بنانے کا موجب بنے۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا خطاب

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ قادیان کی طرح ربوہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے تعلیم القرآن کلاس جاری کرنے کی توفیق بخشی اور پہلی کلاس بفضل اللہ تعالیٰ کامیابی اور خیر وخوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ آئندہ یہ کلاس وسیع پیمانے پر منعقد ہونی چاہیئے۔ اس میں پورے اہتمام سے علاقہ وار نمائندگی ہونی چاہیئے پھر ہر پیشہ اور ہر حرفت کے لوگ اس میں شامل ہونے چاہئیں۔ اسے اس طور پر منظّم کیا جائے کہ یہ صحیح معنوں میں جماعت احمدیہ کی ایک نمائندہ کلاس ہوتا اس سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو فائدہ پہنچے اور پھر وہ قرآنی علوم کو اپنی اپنی جماعتوں میں پھیلانے اور دوسرے احباب کو ان سے فیضیاب کرنے کا ذریعہ بنیں۔

بعدہٗ آپ نے کلاس میں شامل ہو کر قرآنی علوم سے بہرہ ور ہونے والے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے انہیں اس طرف توجہ دلائی کہ انہوں نے جو کچھ سیکھا ہے اس سے اپنی عملی زندگی میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ آپ نے فرمایا قرآن کریم کو دو طریق پر سیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے ایک طریق تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کے معانی سیکھ کر پھر قرآن کریم کو پڑھا جائے اور اس کے ظاہری معانی سے آگاہی حاصل کی جائے۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کو اس طرح سمجھ کر پڑھنا بھی ضروری ہے لیکن قرآنی علوم کو سمجھنے اور ان پر عبور حاصل کر کے ان سے صحیح رنگ میں استفادہ کرنے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح سے تو غیر مسلم بھی قرآن کو پڑھ سکتے ہیں اور بعض نے پڑھا بھی ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ بعض تو قرآن پڑھنے کے باوجود زندگی بھر اسلام کی مخالفت ہی کرتے رہے اور بغض وعناد میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔ اگر قرآن کو صرف اس طرح ہی پڑھنا کافی ہو تو پھر ایک مومن اور غیر مسلم کے مطالعۂ قرآن میں فرق ہی کیا رہا۔

دراصل قرآن کو پڑھنے اور اس سے استفادہ کرنے کا ایک دوسرا طریق یہ بھی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ ہے لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۸۰) یعنی قرآن کریم کی حقیقت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو مطہر ہوتے ہیں۔ پس اصل چیز تقویٰ اور قرب الٰہی کے حصول کی تڑپ ہے جب دل کی اس کیفیت کے ساتھ قرآن کو پڑھا اور اس سے استفادہ کیا جائے

تو علوم ومعارف اور وہ اسرار جو روحانی ترقی کے ضامن ہیں انسان پر کھلنے لگتے ہیں۔یہی وہ اصل ہے جو قرآن مجید سے استفادہ کرتے وقت مومن اور معاند میں امتیاز کرنے والی ہے اگر یہ بات نہ ہو تو پھر دونوں کے طریق استفادہ میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔یہ امر یاد رکھنا چاہیئے اور اس کو ہمیشہ مدنظر رکھنا ضروری اور بہت ضروری ہے کہ دل کی اس کیفیت کے ساتھ قرآن مجید سے استفادہ کیا جائے کہ اس میں تقویٰ اللہ اور قرب الٰہی کے حصول کی تڑپ ہو۔اگر ہم دل کی اس کیفیت کے ساتھ قرآنی علوم کے طالب ہوتے ہیں اور اس سے استفادہ کو اپنا شعار بناتے ہیں تو یقیناً ہم بابرکت ہیں اس لئے کہ اس کے نتیجے میں ہم اپنے آپ کو اس قابل بناتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمیں روحانی ترقیات سے نواز کر اپنے قرب کی راہیں ہم پر کھول دے، یقیناً اس کے نتیجے میں ہم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے روحانی ترقیات حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن مجید وہ کامل ہدایت ہے جو ان علوم سے ہمیں بہرہ ور کرتی ہے جنہیں عقل اور فہم وفراست کے بل پر انسان حاصل نہیں کر سکتا اور وہ ہیں روحانی علوم یعنی وہ علوم جن کا روح کے ساتھ تعلق ہے۔

آپ نے فرمایا دنیا میں ایک تو وہ علوم ہیں جنہیں ہم اپنی محدود عقل کی مدد سے ایک حد تک حاصل کر سکتے ہیں اور یہ وہ علوم ہیں جن کا تعلق قوانین قدرت سے ہے۔ان میں دنیا کے تمام مادی علوم شامل ہیں۔لیکن روح کا علم ایک ایسا علم ہے جسے ہم عقل کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے۔اس کا حصول وحی الٰہی پر موقوف ہے۔اس مرحلہ پر حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل:۸۶) کی تفسیر کرتے ہوئے واضح فرمایا کہ روح کا علم اللہ تعالیٰ نے انسان کو نہیں دیا۔انسان اپنی عقل کے ذریعہ سے اس علم کو حاصل نہیں کر سکتا۔یہ علم قرآن مجید کا لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۸۰) کی اصل کے ماتحت مطالعہ کرنے اور روحانی ترقیات حاصل کرنے کے بعد وحی الٰہی کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔انسانی جسم کی زندگی بہرحال محدود ہے لیکن روح کی زندگی غیر محدود ہے۔وہ انسان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہے گی۔اور ابدالآباد تک جاری رہے گی۔قرآن مجید وہ کامل ہدایت ہے جو ہمیں اُس روح کا جس نے ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنا ہے علم حاصل کرنے کی راہ بتاتی ہے لیکن شرط یہی ہے کہ ہم لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعۃ:۸۰) کی اصل کے ماتحت اس کامل ہدایت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ خدا ہمیں خود اپنی

جناب سے روح کا علم عطا کر دے۔اس علم کو حاصل کرنا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے کیونکہ اس کا فائدہ مادی علوم کی طرح اس دنیا میں ہی ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ یہ مرنے کے بعد ابدالآباد تک چلتا چلا جائے گا۔پس ہمیں قرآن کا اس طور پر مطالعہ کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ خود ہم پر روحانی علوم کے دروازے کھولتا چلا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں، جن کی حیات طیبہ قرآن کی جیتی جاگتی تصویر تھی، قرآن مجید سے صحیح طور پر استفادہ کرنے اور اسے اپنا دستورالعمل بنانے کی توفیق عطا فرمائے تا روحانی علوم کے دروازے ہم پر کھلیں اور ہم نہ صرف اس جہان میں بلکہ اگلے جہان میں بھی ابدالآباد تک روحانی ترقیات سے بہرہ ور ہوتے چلے جائیں۔

اس پُر معارف خطاب کے بعد آپ نے اجتماعی دعا کرائی اور یہ بابرکت تقریب اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

لنگر خانہ کی طرف سے دعوت کا اہتمام

اُسی روز (مورخہ ۳۰ جولائی کو) نماز عشاء کے بعد جملہ طلباء کو لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے دی گئی ایک خصوصی دعوت میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔اس دعوت کا اہتمام محترم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب افسر لنگر خانہ نے کیا۔اس میں طلبہ کے علاوہ اساتذہ کرام، علماء سلسلہ اور بعض دیگر احباب نے بھی شرکت کی۔ دعوت کے اختتام پر مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائمقام ناظر اصلاح وارشاد نے دعا کرائی۔ [79]

یہ مبارک کلاس ۱۹۸۳ء تک مسلسل ۱۸ سال جاری رہی اور قرآنی علوم کی ایک روح پرور درسگاہ ثابت ہوئی اور جماعت کے ہر حلقے میں قرآنی انوار کی وسیع پیمانے پر اشاعت کا موجب بنی۔تاہم ۱۹۷۴ء میں جماعت کے خلاف ملک گیر ہنگاموں اور ۱۹۸۱ء میں آشوب چشم کی وباء کی وجہ سے کلاس ملتوی کرنا پڑی۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پہلی تعلیم القرآن کلاس میں پہلے روز صرف ۲۷ طلباء شامل ہوئے مگر اس کے بعد خدا کے فضل وکرم سے اس میں ہر سال برابر اضافہ ہوتا رہا۔یہاں تک کہ ۱۹۸۳ء کی آخری کلاس میں طلباء اور طالبات کی تعداد تین ہزار چھہتر تک پہنچ گئی۔ [80]

کلاس میں شامل ہونے والے خوش نصیب طلباء اور طالبات کی تعداد کا گوشوارہ مستند اعداد وشمار کی روشنی میں سپرد قرطاس کیا جاتا ہے۔

سن	تعداد طلباء	تعداد طالبات	کل تعداد
۱۹۶۴ء	۷۲	-	۷۲
۱۹۶۵ء	۱۱۶	۳۴	۱۵۰
۱۹۶۶ء	۶۵	۴۰	۱۰۵
۱۹۶۷ء	۲۹۲	۱۹۲	۴۸۴
۱۹۶۸ء	۲۲۲	۲۵۱	۴۷۳
۱۹۶۹ء	۱۲۷	۱۶۴	۲۹۱
۱۹۷۰ء	۱۴۵	۲۸۶	۴۳۱
۱۹۷۱ء	۲۹۵	۳۸۸	۶۸۳
۱۹۷۲ء	۱۲۲	۳۵۹	۴۸۱
۱۹۷۳ء	۱۸۲	۲۸۵	۴۶۷
۱۹۷۴ء	(ملکی حالات کی وجہ سے کلاس منعقد نہیں ہوئی)		
۱۹۷۵ء	۴۶۸	۶۱۶	۱۰۸۴
۱۹۷۶ء	۴۲۴	۶۵۴	۱۰۷۸
۱۹۷۷ء	۵۲۴	۵۸۷	۱۱۱۱
۱۹۷۸ء	۵۲۵	۸۳۰	۱۳۵۵
۱۹۷۹ء	۶۳۵	۸۷۳	۱۵۰۸
۱۹۸۰ء	۹۷۹	۹۱۸	۱۸۹۷
۱۹۸۱ء	(آشوب چشم کی وباء کے باعث کلاس ملتوی کردی گئی)		
۱۹۸۲ء	۸۲۵	۱۲۷۴	۲۰۹۹
۱۹۸۳ء	۱۲۸۳	۱۷۹۳	۳۰۷۶

81

فضل عمر تعلیم القرآن کلاس کا احیائے نو

۱۹۸۴ء سے ۲۰۰۳ء تک نامساعد جماعتی حالات کی وجہ سے کلاس منعقد نہ ہوسکی۔ پھر ۲۰۰۴ء

میں اس کلاس کا از سرِ نو احیاء ہوا اور یہ کلاس ۲۰۰۸ء تک منعقد ہوتی رہی۔جس میں حاضری کا گوشوارہ درج ذیل ہے۔

سن	تعداد طلباء	تعداد طالبات	کل تعداد
۲۰۰۴ء	۴۱۶	۲۲۰	۶۳۶
۲۰۰۵ء	۲۴۰	۱۱۷	۳۵۷
۲۰۰۶ء	۱۹۰	۲۱۰	۴۰۰
۲۰۰۷ء	۲۳۱	۲۰۷	۴۳۸
۲۰۰۸ء	۲۵۹	۲۴۲	۵۰۱

۲۰۰۹ء سے دوبارہ ملکی حالات خصوصاً امن وامان کی مخدوش صورتحال کی وجہ سے اس کلاس کا انعقاد زیرالتواء ہے۔[82]

اس مبارک کلاس کی بہت سی علمی برکات رونما ہوئیں۔ابتداءً اس کے نصاب میں قرآن مجید اور حدیث نبویؐ شامل تھیں۔مگر بعدازاں اس میں علم کلام،عربی اسباق اور تاریخ اسلام واحمدیت کا بھی اضافہ کردیا گیا۔نیز احادیث نبویہ اور عربی اسباق کے کورس پر مشتمل رسائل شائع کئے گئے۔اس سلسلے میں دائمی افادیت کی حامل ایک عظیم الشان برکت اس کلاس کی بدولت یہ حاصل ہوئی کہ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۸۲ء تک سلسلہ احمدیہ کے جیّد اور ممتاز علماء نے جو معلومات افروز لیکچر دیئے ان کے ضروری نوٹ چھپوا کر طلباء اور طالبات میں تقسیم کرکے ہمیشہ کیلئے محفوظ کردیئے گئے۔

فضل عمر تعلیم القرآن کلاس کا لٹریچر

فضل عمر تعلیم القرآن کلاس ربوہ کی بدولت سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں نہایت مفید اضافہ ہوا۔ مطبوعات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

اول:۔(۱) منتخب احادیث کے مجموعے (چہل احادیث مرتبہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب) (۲) نہج الطالبین (۱۶۵ احادیث کا انتخاب) مرتبہ مولوی عبدالباسط صاحب شاہد سابق مبلغ تنزانیہ (برائے کلاس ۱۹۷۳ء) (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سو منتخب احادیث مرتبہ مولوی محمد انیس الرحمٰن صاحب شاہد بنگالی مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ (برائے کلاس ۱۹۷۵ء) (۴) ایک سو احادیث نبویہ کا منتخب مجموعہ مرتبہ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (برائے کلاس ۱۹۷۶ء) (۵) پچاس منتخب

احادیث نبویہ کا مجموعہ (برائے کلاس ۱۹۷۷ء) (۶) ساٹھ منتخب احادیثِ نبویہ کا مجموعہ مرتبہ شیخ مبارک احمد صاحب ایڈیشنل ناظر صاحب اصلاح وارشاد (تعلیم القرآن) (برائے کلاس ۱۹۷۸ء) (۷) احادیثِ نبویہ مع ترجمہ (نصابِ حدیث برائے کلاس ۱۹۷۹ء) (۸) احادیث نبویہ مع ترجمہ (نصاب حدیث معیار سوم برائے کلاس ۱۹۸۰ء)

دوم:۔(۱) عربی اسباق (برائے کلاس ۱۹۷۷ء، ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء) (۲) اردو عربی بول چال (۱۹۷۱ء) (۳) مختصر مسائل نماز (۱۹۷۲ء)

ایک امریکن احمدی خاتون کا دلچسپ مکتوب

امریکن سفید فام خاندان کی ایک معزز تعلیم یافتہ خاتون امریکہ کی کنٹکی سٹیٹ کے قصبہ ولرڈ WILLARD میں ۱۹۴۹ء کے قریب داخل احمدیت ہوئیں۔جن کا اسلامی نام ہاجرہ شکور رکھا گیا۔ اس نہایت ہی مخلص خاتون نے ۱۰جولائی ۱۹۶۴ء کو جناب میجر عبدالحمید صاحب مبلغ ڈیٹن کو حسبِ ذیل مکتوب لکھا:۔

''۱۹۶۴ء ڈیر برادر حمید

السلام علیکم

آپ کے خط کا جواب دینے میں تاخیر ہوگئی معافی کی خواستگار ہوں۔میں نے ہمشیرہ لطیفہ کریم کو اپنی مصروفیت کی وجوہات بیان کردی تھیں۔امید ہے اس نے ان وجوہات کا آپ سے ذکر کیا ہو گا۔آپ دریافت فرماتے ہیں کہ میرے والدین مجھے مذہبی اختلاف کی وجہ سے تنگ تو نہیں کیا کرتے تھے۔جواباً عرض ہے کہ پہلے تنگ کیا کرتے تھے مگر اب نہیں۔چار پانچ سال کا عرصہ ہوا۔ میرا بھائی مجھے ملنے کے لئے آیا تھا۔ایک مرتبہ اس نے میری سخت توہین کی۔خدا کا کرنا یہ ہوا کہ امریکہ کی فوج نے اسے کوریا میں چوزن کے مقام پر بھیج دیا وہاں ابھی تھوڑا ہی عرصہ رہا ہوگا کہ وہ بیمار ہوگیا۔اور اسے فوری طور پر ہوائی جہاز کے ذریعہ واشنگٹن واپس بھیج دیا گیا۔یہاں پہنچتے ہی اسے والٹر ریڈ ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ڈاکٹروں کی تشخیص کے مطابق وہ بری طرح فاتر العقل ہوگیا تھا۔ اس کی اس اچانک بیماری کی وجہ معلوم نہ ہوسکی۔اس کے ساتھیوں نے بتلایا کہ وہ ایک روز صبح دیوانوں کی طرح حرکت کرنے لگا۔وہاں کے ڈاکٹر بھی کچھ وجہ معلوم نہ کرسکے۔لہٰذا اسے ہوائی جہاز پر سوار کر کے واپس بھیج دیا گیا۔

اس کی بیوی اور بڑی بہن اسے دیکھنے کے لئے گئیں۔لیکن اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ شادی شدہ ہے۔کئی ہفتوں تک وہ اس ہسپتال میں زیر علاج رہا۔ پھر معجزانہ طور پر وہ شفایاب ہو گیا۔ اس کی ہوشمندی اسی طرح اچانک عود کر آئی جس طرح کہ اچانک مفقود ہو گئی تھی۔اس واقعہ کے بعد میرے والدین محتاط ہو گئے اور میرے مذہب کے بارے میں احتیاط سے بات کرنے لگے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کو احساس ہو چکا ہے کہ یہ مصیبت ان پر کیوں بر پا ہوئی اگر چہ وہ بظاہر تسلیم نہیں کرتے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بھائی کو بھی یہ احساس ہو چکا ہے کیونکہ اب وہ میرے مذہب کے بارہ میں کچھ نہیں کہتا۔اسے معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی ہوشمندی کچھ عرصہ کے لئے ختم ہو گئی تھی۔ میں نے اس کے لئے کوئی بد دعا نہیں کی تھی۔ یہ خدائی نشان تنبیہہ کے طور پر خود بخود ظاہر ہوا۔ کیونکہ جب وہ چوزن جانے لگا تو مجھ سے ناراض تھا۔

اس واقعہ سے میرا خیال ایک اسرائیلی بادشاہ کی طرف منتقل ہو گیا جو اپنی رعایا کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ وہ فاتر العقل ہو گیا تھا۔ سات سال تک بیمار رہا۔ میرے خیال میں تاریخ میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کی قوت فہم اچانک اسی طرح عود کر آئی تھی جس طرح کہ اچانک مفقود ہو گئی تھی۔ اسے اس کا احساس ہوا تو اس کے ازالہ کی کوشش کرنے لگا۔اس طریق سے میرے بھائی کو بھی یقیناً معلوم ہو گیا ہے کہ اسے یہ تکلیف کیوں پہنچی ہے۔ جب مجھے اس کی بیماری کی خبر پہلے پہل پہنچی تو معاً میرا خیال اس واقعہ کی طرف گیا۔

میں اپنے والدین سے کہتی ہوں کہ اگر خدانخواستہ میں مسلمان نہ بھی ہوتی تو اس دین کے خلاف کوئی بات نہ کرتی۔ میں نے خدائی عذاب کو اتنا جلدی نازل ہوتے تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ اب جب بھی میرے والدین کوئی بات کرتے ہیں تو میں سمجھتی ہوں کہ میرا فرض ہے کہ میں انہیں یاد دلاؤں کہ وہ غیر مؤدبانہ حرکت کر کے کوئی اور مصیبت مول نہ لے لیں۔

میں آپ کا شکر یہ ادا کرنے سے قاصر ہوں کہ آپ میرے لئے یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجھے زیادہ قربانیوں کی توفیق بخشے۔کافی عرصہ سے میں دین کی معمولی سی خدمت بجا لا تی رہی ہوں۔ اس پر بھی میں شکر گزار ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اگر خدا کو منظور ہوا تو کچھ اور خدمت بھی بجا لاؤں گی۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جو چیزیں آہستہ آہستہ حرکت کرتی ہیں وہ زیادہ یقینی ہوتی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمشیرہ لطیفہ کریم اکثر میری تعریف کرتی رہتی ہیں۔ میں اس سے ازحد محبت کرتی ہوں اور اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہوں۔ وہ میری زندگی کے تاریک ایام میں روشنی کے بلند مینار کا کام دیتی رہی ہے۔ میں اس کے احسانات کا بدلہ ادا نہیں کرسکتی۔ میں آپ کی خدمت میں انشاءاللہ پھر خط تحریر کروں گی۔

والسلام ہاجرہ ''[83]

باؤنڈری کمیشن میں جماعت احمدیہ کا کردار

پاکستان ٹائمز لاہور کی ۲۲۔۲۳۔۲۴ جون ۱۹۶۴ء کی اشاعتوں میں پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب محمد منیر صاحب کا ایک مضمون Days to Remember (یادگار ایام) کے زیرعنوان تین اقساط میں شائع ہوا تھا۔ جس میں آپ نے باؤنڈری کمیشن اور اس کی کارگزاری سے متعلق بعض واقعات پر روشنی ڈالی تھی۔ اس میں بعض باتیں جن کا تعلق جماعت احمدیہ سے تھا، تصحیح اور وضاحت طلب تھیں مثلاً اس میں بیان کیا گیا تھا کہ محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب مسلم لیگ اور جماعت احمدیہ دونوں کی طرف سے باؤنڈری کمیشن میں پیش ہوئے تھے جو درست نہیں کیونکہ چوہدری صاحب موصوف صرف اور صرف مسلم لیگ کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ پھر اس میں صاحب مضمون نے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ یہ کبھی نہ سمجھ سکے کہ احمدیوں نے علیحدہ محضرنامہ پیش کرنا کیوں ضروری خیال کیا۔ اس مضمون کی اشاعت کے بعد اوّل الذکر بات کی تصحیح اور دوسری بات کی وضاحت کے طور پر مورخہ ۸؍جولائی ۱۹۶۴ء کے پاکستان ٹائمز میں محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اور محترم شیخ بشیر احمد صاحب کے خطوط شائع ہوئے ہیں۔ چونکہ اس مضمون (جس کا ترجمہ بعدازاں نوائے وقت میں بھی شائع ہوا) سے غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان تھا۔ اس لئے ان ہر دو اہم وضاحتی خطوط کا اردو ترجمہ الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۶۴ء نے شائع کردیا جو یہ ہے۔

محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا مکتوب

''جناب عالی!

میں نے ابھی ابھی اپنے محترم دوست سابق چیف جسٹس آف پاکستان مسٹر محمد منیر (جو ۱۹۴۷ء

کے باؤنڈری کمیشن کے رکن تھے) کا وہ نہایت ہی قیمتی مضمون بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا ہے جو پاکستان ٹائمز کی ۲۲۔۲۳اور۲۴جون کی اشاعتوں میں تین اقساط میں شائع ہوا ہے۔

مضمون کے پہلے صفحہ کے تیسرے کالم میں ایک بات ایسی ہے جو پورے طور پر درست نہیں ہے اور چونکہ اس میں میرا بھی ذکر آتا ہے اس لئے میں یہ تصحیح اس درخواست کے ساتھ بھیج رہا ہوں کہ آپ براہِ مہربانی اسے اس طور پر شائع کرنے کا اہتمام فرمائیں کہ متعلقہ نکتہ کے بارہ میں اگر آپ کے قارئین کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو تو وہ اس سے دور ہو جائے۔ اگر مجھے مسٹر محمد منیر کے صحیح ایڈریس کا علم ہوتا تو میں احترام کے ساتھ براہ راست ان کی خدمت میں بھی یہ تصحیح ارسال کرتا۔

ان وکلاء کے نام درج کرتے ہوئے جو مختلف مفادات کی نمائندگی کی غرض سے باؤنڈری کمیشن کے سامنے پیش ہوئے تھے میرے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ میں مسلم لیگ اور احمدیوں کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے صرف مسلم لیگ کی طرف سے ہدایات دی گئی تھیں۔ اور میں مسلم لیگ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ نہ تو احمدیوں نے بطور وکیل میری خدمات حاصل کیں اور نہ ان کی طرف سے مجھے ہدایات دی گئیں، نہ میں ان کی طرف سے پیش ہوا اور نہ میں نے ان کی نمائندگی کی۔ باؤنڈری کمیشن کے سامنے احمدیوں کی نمائندگی شیخ بشیر احمد صاحب (جو گزشتہ دنوں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج رہ چکے ہیں) نے کی تھی۔

مضمون کی تیسری قسط کے آخری سے پہلے کالم میں صاحب مضمون نے بیان کیا ہے کہ وہ یہ کبھی نہیں سمجھ سکے کہ احمدیوں نے علیحدہ محضر کیوں پیش کیا۔ یہ شیخ بشیر احمد یا جماعت احمدیہ کے کسی اور بااختیار نمائندے کا کام ہے کہ وہ اس کی وضاحت کرے تاہم میں از اول تا آخر یہی سمجھتا رہا ہوں کہ احمدیوں نے علیحدہ محضر مسلم لیگ کی درخواست اور اس کے مشورہ کے ساتھ پیش کیا تھا۔ انہوں نے مسلم لیگ کے کیس کی پوری پوری تائید کی تھی اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی تھی کہ اُس وقت غیر مسلموں کی طرف سے یہ پراپیگنڈہ کیا جا رہا تھا کہ چونکہ بعض مسلمان احمدیوں کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے اس لئے مسلمان اس دعوے میں سچے نہیں ہیں کہ ضلع گورداسپور میں وہ اکثریت میں ہیں کیونکہ اس صورت میں کہ احمدیوں کو مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے ضلع میں مسلمان اکثریت میں نہیں رہتے۔ تاہم جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارہ میں ایک ایسا شخص ہی صفائی پیش کر سکتا ہے جسے احمدیوں کی طرف سے حقائق پیش کرنے کا اختیار دیا گیا ہو۔ اتنا عرصہ

گزرنے کے بعد اور اس حال میں کہ میں یورپ میں بیٹھ کر یہ سطور سپرد قلم کر رہا ہوں میرے لئے معاملہ کے اس پہلو سے متعلق اصل صورت حال کو جامعیت کے ساتھ ذہن میں لانا مشکل ہے۔

محمد ظفر اللہ خاں

انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس ۔ دی ہیگ‘‘

محترم شیخ بشیر احمد صاحب کا خط

’’جناب عالی!

مسٹر منیر کے معلومات افزا مضمون میں جماعت احمدیہ کا بھی ذکر آتا ہے۔ یہ ذکر جس رنگ میں کیا گیا ہے وہ اس بات کا مقتضی ہے کہ جواباً تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کر دیا جائے۔

باؤنڈری کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ کی نمائندگی کا اعزاز میرے حصہ میں آیا تھا۔ مجھے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ میں یہ پڑھ کر سخت پریشان ہوا کہ مسٹر منیر کو اس بات کا علم نہیں کہ جماعت احمدیہ نے اپنا کیس الگ کیوں پیش کیا تھا۔ اگر وہ اپنا مضمون برائے اشاعت اخبار میں بھیجنے سے پہلے مجھ سے استفسار کر لیتے تو غلطی کے امکان کو بآسانی دور کیا جاسکتا تھا۔ حکومت برطانیہ نے باؤنڈری کمیشن کے روبرو پیش ہونے کے لئے صرف تین فریق تسلیم کئے تھے۔ یعنی کانگرس، مسلم لیگ اور سکھ۔ احمدیوں کا ان میں کوئی ذکر نہ تھا۔ سکھوں کی طرف سے پیش کردہ میمورنڈم میں یہ استدلال پیش کیا گیا تھا کہ چونکہ گورو گوبند سنگھ کی جائے پیدائش (گوبند پور) گورداسپور میں واقع ہے اس لئے اس خاص امر کا لحاظ رکھنے سے مسلمانوں کی ۴ افیصد کی اکثریت کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے مسٹر ریڈکلف کے دائرہ کار میں یہ بات شامل تھی کہ وہ مسلم اکثریت کے علاقوں کو غیر مسلموں کے علاقوں سے الگ کر کے ان کی حد بندی کر دیں۔ اس کام کی انجام دہی میں انہیں یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دیگر عوامل کو بھی ملحوظ رکھیں۔ سکھوں کی طرف سے یہ دلیل اس بنیاد پر ہی پیش کی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ صورت حال کا یہ ایک پہلو ہی اپنی ذات میں اتنا اہم ہے کہ محض اس بناء پر ہی ضلع گورداسپور کو پاکستان کی بجائے انڈین یونین میں شامل کرنا ضروری ہے اس دعویٰ کو بے اثر کرنے کی غرض سے اس کے بالمقابل ایک اور دعویٰ پیش کرنے کے لئے مسلم لیگ نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت احمدیہ کو علیحدہ ایک محضر پیش کرنا چاہیئے اور اس بات پر بھی آمادگی ظاہر کی کہ وہ اپنے حصہ کے مقررہ وقت میں سے ۴۵ منٹ فارغ کر دے گی تا کہ میں باؤنڈری کمیشن سے خطاب کر سکوں۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خاں مسلم لیگ کی طرف سے پیش ہوئے تھے انہوں نے جماعت احمدیہ کے خصوصی دعوے کے بارہ میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

سرکاری ریکارڈ دیکھ کر یہ امر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ کے پیش کردہ تحریری محضر میں ایک خاص نکتہ یہ پیش کیا گیا تھا کہ قادیان ایک فعال بین الاقوامی اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کی جارہی ہے۔مزید برآں جماعت احمدیہ کے بانی کا مزار قادیان میں ہے اس لئے قادیان دنیا بھر کے احمدیوں کے لئے ایک مقدس مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پوری شدت کے ساتھ اس امر پر زور دیا گیا کہ گورداسپور کا ضلع نہ صرف ۴۷ء کی مسلم اکثریت کی بناء پر ہی نہیں بلکہ اس بناء پر بھی لازمی طور پر پاکستان میں شامل کیا جائے۔ جب میں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے کیس پیش کیا تو جسٹس تیجا سنگھ نے مجھ سے ایک سوال پوچھا۔جس کا میں نے جواب دیا یہ امر مفید ہوگا کہ میں وہ سوال اور اس کا جواب یہاں دہرا دوں۔

مسٹر جسٹس تیجا سنگھ:۔ مسٹر بشیر احمد دیگر مسلمانوں کے تعلق میں آپ کی جماعت کی کیا پوزیشن ہے؟

شیخ بشیر احمد:۔ مائی لارڈز! ہم اول بھی مسلمان ہیں اور آخر بھی مسلمان ہیں۔اور ہم اسلام ہی کا ایک حصہ ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ سوال اس غرض سے کیا گیا تھا کہ مجھ سے جواباً ایسی بات کہلوائی جائے جو مسلم لیگ کے مفاد کے خلاف ہو اور جس میں باہمی اختلافات پر زور دیا گیا ہو۔ اِس سے انہیں یہ دلیل ہاتھ آجاتی کہ اگر مذہبی جذبات کی روشنی میں بھی جائزہ لیا جائے تو گورداسپور میں آبادی کی اکثریت مسلم لیگ کے حق میں نہیں ہے کیونکہ احمدی گورداسپور میں بہت معقول تعداد میں تھے۔

بحث میں مسٹر جسٹس تیجا سنگھ نے یہ کہہ کر کہ پنجاب میں تو مسلمانوں کے اَور بھی بہت سے مزارات اور خانقاہیں وغیرہ ہیں جگہ کے تقدس کی بنیاد پر پیش ہونے والے دعوے کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کی۔سرکاری ریکارڈ سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوسکتی ہے کہ میں نے کمیشن کے سامنے اس بات کو بڑی شدّ ومد کے ساتھ پیش کیا کہ قادیان اور دوسرے مقدس مقامات میں فرق ہے کیونکہ قادیان وہ واحد مرکز ہے جہاں سے منظّم بنیادوں پر تمام جہان میں اسلام کی تبلیغ کی جارہی ہے۔ بحث کے دوران مَیں نے یہ بھی دلیل پیش کی کہ اگر قادیان کو انڈین یونین میں شامل کیا گیا تو وہاں سے ہونے والی تبلیغی جدوجہد کو شدید نقصان پہنچے گا۔

میں یہ وضاحت کسی قدر تاخیر سے بھیج رہا ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مَیں ریکارڈ کی اُن نقول کو جو میرے پاس تھیں دینا چاہتا تھا لیکن پتہ یہ چلا کہ ایک دوست یہ نقول لے گئے تھے اور پھر انہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ انہیں واپس بھی کریں۔تاہم میں نے اتنی احتیاط کی ہے کہ نوٹس کا خواجہ عبدالرحیم بیرسٹر ایٹ لاء کے ساتھ مل کر مقابلہ کرلیا ہے۔ان کی یادداشت بھی میری یادداشت کی تصدیق کرتی ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر منیر کے بیان سے عوام کے ذہنوں میں اگر کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی ہوگی تو وہ میری اس تحریر سے دور ہوجائے گی۔

شیخ بشیر احمد۔لاہور‘‘[84]

ہالینڈ میں یورپ کے احمدی مبلغین کی سالانہ کانفرنس

اس سال کا نہایت اہم واقعہ مبلغین یورپ کی نویں سالانہ کانفرنس کا انعقاد ہے جو (بیت) مبارک ہیگ میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء کو ہوئی جس کی تفصیل حافظ قدرت اللہ صاحب مجاہد ہالینڈ کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہے:۔

’’انگلستان، جرمنی، سوئٹزرلینڈ، سپین، سکینڈے نیویا اور ہالینڈ۔ہالینڈ میں یہ کانفرنس تیسری دفعہ ہورہی ہے۔پہلی دفعہ یہاں ۱۹۵۰ء میں منعقد ہوئی۔اور دوسری دفعہ ۱۹۵۸ء میں۔اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس دفعہ بھی یہ کانفرنس بخیر وخوبی انجام پائی۔فالحمدللہ علیٰ ذالک

کانفرنس کے لئے جملہ مبلغین کرام جمعرات کو ہی ہیگ پہنچ چکے تھے۔جن کی تفصیل یہ ہے:۔

خان بشیر احمد رفیق صاحب (انگلستان)، چوہدری عبداللطیف صاحب (جرمنی)، چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (سیکرٹری یورپین مشنز) سوئٹزرلینڈ، چوہدری کرم الٰہی صاحب (سپین)، سید میر مسعود احمد صاحب اور برادرم عبدالسلام میڈسن (سکینڈے نیویا)۔ہالینڈ کی طرف سے خاکسار (حافظ قدرت اللہ) شامل ہوا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہمارے سویڈن کے نمائندے برادرم محمود الرحمٰن ارکسن صاحب بامر مجبوری اس کانفرنس کے لئے تشریف نہ لا سکے۔محترم موصوف اور برادرم عبدالسلام میڈسن دونوں یورپ میں آنریری مبلغ ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے اخلاص اور قربانی کے ساتھ سکینڈے نیویا میں تبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے ایمان اور اخلاص میں مزید ترقیات عطا فرمائے۔آمین

کانفرنس کا پہلا دن جمعہ کا تھا۔ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہم اس موقعہ پر مکرم جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت کے نہایت ہی بصیرت افروز خطبہ سے محظوظ ہوئے۔ آپ نے سورۂ محمد کی آخری آیات کی روشنی میں خلوص اور محبت سے بھرے ہوئے جذبات کے ساتھ جملہ مبلغین بلکہ تمام افراد کو احسن اور دلکش انداز میں ان کے فرائض اور ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے نہایت درد بھرے الفاظ میں فرمایا کہ اگر ہم نے اس وقت اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس نہ کیا اور اپنی زندگیوں کو اس رنگ میں نہ ڈھالا جیسا کہ وقت کا تقاضا ہے تو ہوسکتا ہے کہ ہم ان برکات سے بالکل محروم کر دیئے جائیں جو خدا تعالیٰ ہمیں دینا چاہتا ہے۔

خطبہ جمعہ کی نصائح کے علاوہ آپ نے نماز جمعہ کے بعد اور پھر کانفرنس کے آخر پر بھی جملہ مبلغین کو اپنے قیمتی خیالات اور زریں معلومات سے متمتع فرمایا۔ اور موجودہ زمانہ کے حالات اور تقاضوں کو صحیح طور پر ملحوظ رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ فجزاہ اللّٰہ احسن الجزاء

کانفرنس کا اصل مقصود تو یہ تھا کہ اپنی گزشتہ مساعی کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ اور یورپ کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق آئندہ کے لئے وسیع پروگرام مرتب کیا جائے اور مناسب تجاویز عمل میں لائی جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے ہمارے متعدد اجلاس منعقد ہوئے جن میں پوری تفصیل سے ان حالات کا جائزہ لیا گیا۔ کانفرنس کے یہ اجلاس مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سیکرٹری یورپین مشنز کی زیر صدارت عمل میں آئے۔ ان اجلاسوں میں جملہ نمائندگان نے اپنے مشن کی مصروفیات اور کارگزاریوں کو پیش کیا۔ نمائندگان کا اس رنگ میں مل کر بیٹھنا اور تبادلۂ خیالات کرنا یقیناً بہت فائدہ کا موجب ہے۔ جس سے ہر مشن کو اپنا آئندہ کا پروگرام مرتب کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ کانفرنس کے آخر پر جملہ نمائندگان کانفرنس نے محبت اور عقیدت کے گہرے جذبات کے ساتھ اپنے پیارے اور محبوب امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ۵۰ سالہ انتھک خدمات دینیہ کو دل کی گہرائیوں سے خراج تحسین ادا کرتے ہوئے آپ کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے اجتماعی دعا کی۔ حقیقت یہی ہے کہ آپ نے جس عظیم الشان رنگ میں اسلام اور احمدیت کی خدمت کی ہے اس کی نظیر کسی جگہ کم ہی ملے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بے انتہا برکات اور افضال سے نوازے۔ آمین

علاوہ ازیں جملہ نمائندگان نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی سے گہری عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی وفات کو ایک عظیم قومی نقصان قرار دیا۔ اور غم سے

بھر پور جذبات کے ساتھ آپ کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کی۔‘‘

پبلک جلسہ اور پریس کانفرنس

’’گو اس کانفرنس کا براہ راست مقصد پبلک جلسہ اور پریس کانفرنس کا انعقاد نہیں تھا۔ تاہم ایسے موقعہ پر ایسی پریس کانفرنس مشن کو ترقی دینے کا موجب ہوتی ہے۔ چنانچہ اس دفعہ بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی۔

پریس کانفرنس کے لئے ایک عرصہ سے تیاری شروع تھی۔ ملک کے پریس کو اور محکمہ براڈ کاسٹ کو کافی وقت پہلے اس کانفرنس کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اس غرض کے لئے پریس نیوز کے طور پر ایک سہ ورقہ مضمون ان کی خدمت میں بھیجا جا چکا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پریس کانفرنس کامیاب رہی۔ اس کے لئے نماز جمعہ کے بعد اڑھائی بجے کا وقت مقرر تھا۔ مگر بعض نمائندگان نماز جمعہ سے پہلے ہی تشریف لے آئے۔ باقی نمائندگان جمعہ کے بعد خاصی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جن میں محکمہ براڈ کاسٹ کے نمائندگان بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس کانفرنس کے نتیجہ میں وسیع طور پر ملک بھر میں اسلام اور احمدیت کا چرچا ہوا۔

میرے مختصر سے تعارفی کلمات کے بعد مکرم جناب باجوہ صاحب نے نمائندگان پریس سے تفصیلاً خطاب کیا۔ جس میں آپ نے مشنز کی تبلیغی مساعی کو بیان کرتے ہوئے اسلام کے متعلق یورپ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کو دور کرنے کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا۔ آپ کے اس خطاب کے بعد نمائندگان پریس میں سے بعض نے استفسارات بھی کئے جن کے جوابات دیئے۔ اور مستفسرہ امور کی پورے طور پر وضاحت کر دی گئی۔ اس موقعہ پر ڈچ ریڈیو کے نمائندے بھی موجود تھے۔ یہ امر از حد خوشی کا موجب ہے کہ ڈچ ریڈیو نے پانچ مرتبہ کانفرنس کی خبر کو نشر کیا بلکہ ڈچ ریڈیو نے ایک خاص پروگرام اس کانفرنس کے ضمن میں عربی ممالک کے لئے نشر کیا۔‘‘

پبلک جلسہ

’’پبلک جلسہ کے ضمن میں بھی انتظامات کافی وقت پہلے شروع کر دیئے گئے تھے۔ جس کی صدارت کے فرائض صوفی منش مستشرق ڈاکٹر فرائی تاج Freitag نے بڑی خوشی سے قبول کئے۔ اس جلسہ کے لئے ہفتہ کی شام کا وقت مقرر تھا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ جب جلسہ کا وقت ہونے لگا تو موسم

انتہائی خراب ہو گیا اور اتنے زور سے بارش شروع ہو گئی کہ ہم نے خیال کیا کہ جلسہ شاید نہ ہو سکے۔ بجلی کی چمک، بادلوں کی گرج اور اس کے ساتھ ہوا کا زور۔ مگر آفرین ہے ان آنے والوں پر جو ایک ایک کر کے آتے گئے۔ اور میٹنگ ہال میں ایک رونق سی نظر آنے لگی۔ صدر جلسہ کے فون آ رہے تھے کہ وہ آنے کے لئے کوشاں ہیں جونہی انہیں کوئی سواری مل گئی تو وہ آ جائیں گے۔ مگر اس خیال سے کہ جلسہ کو دیر نہ ہو جائے جلسہ شروع کروا دیا گیا۔ جلسہ کی ابتداء برادرم مکرم سید میر مسعود احمد صاحب فاضل کی تلاوت سے ہوئی۔ جس کے بعد خاکسار نے مختصراً چند ایک تعارفی کلمات کہے اور پھر تقاریر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اس جلسہ میں ایک خاص تقریر ہمارے بھائی عبدالسلام صاحب میڈسن کی تھی جس میں انہوں نے بتایا کہ انہوں نے چرچ کو خیر باد کیوں کہا۔ اور اس کے بعد پھر اسلام کے دامن سے کیوں وابستہ ہو گئے۔

آپ کی تقریر کو احباب نے توجہ سے سنا۔ برادرم میڈسن ایک پادری کے لڑکے ہیں اور خدا کے فضل سے اچھی قابلیت کے مالک ہیں۔ عیسائیت کے علاوہ آپ نے اسلامی لٹریچر کا بھی گہرے اور وسیع طور پر مطالعہ کیا۔ ان کے والد کی طبعی خواہش تھی کہ یہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پادری بنیں مگر انہیں اپنی تسکین کا سامان اسلام کے دامن سے وابستگی میں نظر آیا۔ آپ کی تقریر کے علاوہ اس موقعہ پر برادرم چوہدری عبداللطیف صاحب، برادرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر اور برادرم بشیر احمد صاحب رفیق نے بھی تقاریر کیں۔ جو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنی گئیں۔

آخر پر ہماری ڈچ بہن ناصرہ زمرمان نے تصوف کے رنگ میں رنگین بعض اسلامی احکامات سے حاضرین کو محظوظ کیا۔

یہ جلسہ سوا آٹھ بجے شروع ہوا تھا ۹ بجے کے قریب ہمارے صدر جلسہ بھی تشریف لے آئے چنانچہ کارروائی کا بقیہ حصہ ان کی صدارت میں عمل میں آیا۔

صدر صاحب موصوف اسلام کے بارے میں بڑی محبت اور عقیدت کے جذبات رکھتے ہیں اور جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کے بھی بہت معترف ہیں۔ چنانچہ انہوں نے دوران جلسہ میں متعدد مواقع پر اپنے محبت بھرے خیالات کا اظہار کیا۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ جماعت کی اسلامی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**

کانفرنس کی رپورٹ تشنہ تکمیل رہے گی اگر میں اس موقعہ پر ان بھائیوں اور بہنوں کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اخلاص کے جذبات کے ساتھ اس موقعہ پر تعاون کیا اور اسلامی اخوت کا ثبوت دیا۔

مربیان کرام کا قیام گو متفرق جگہ پر تھا مگر ان کے کھانے کا اہتمام مسجد میں ہی تھا جو میری اہلیہ کے سپرد تھا۔ کام خاصہ تھا مگر جماعت کے احباب اور خواتین کے تعاون سے یہ مراحل بفضل تعالیٰ بخوبی انجام پا گئے۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء**'' [85]

اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل قراردادیں اتفاق رائے سے پاس کی گئیں:۔

''ا۔ ہم نمائندگان اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی پورا ہوتے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی جو کہ حضرت المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود کی ذات میں پوری ہوئی۔ جس کی ایک شق یہ ہے کہ:۔

''وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا''

ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے میں ہمارا بھی ایک حد تک حصہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ افسوس ہے کہ حضور نے جو بیج بویا تھا اب جبکہ وہ ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور بے شمار لوگ اس کے سائے تلے جمع ہو رہے ہیں حضور اپنی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور پُرنور کو جلد صحت کاملہ مرحمت فرماوے اور لمبے عرصہ تک خدمت اسلام کی توفیق دے۔ آمین

اس موقعہ پر ہم اپنے یورپ میں رہنے والے بھائی بہنوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت، عافیت کیلئے زیادہ سے زیادہ دعائیں کریں۔ ہم سب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس بات کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ حضور اقدس کے مقرر کردہ صدر انجمن اور تحریک جدید کے عہدیداروں پر ہمیں پورا پورا اعتماد ہے اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو صحیح جذبے کے ساتھ خدمت دین کی توفیق بخشے اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم وقف کی صحیح روح کو برقرار رکھتے ہوئے کام کرتے چلے جائیں اور جلد یورپ میں اسلام کے غلبہ کے دن دیکھ لیں۔

۲۔ ہم نمائندگان حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے **انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون** کہتے ہیں۔ آپ قمر الانبیاء تھے۔ آپ کے وجود کی ٹھنڈی

شعاعیں زخمی دلوں کے لئے تسکین کا موجب تھیں۔آپ کی تصانیف ایک بے بہا خزانہ ہیں جو کہ رہتی دنیا تک لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوں گی۔آپ کی تقاریر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت سے پُر تھیں۔صدر انجمن احمدیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے آپ کی خدمات جلیل القدر ہیں اور آخری عمر میں صدر نگران بورڈ کی حیثیت سے آپ کا کام بھی قابل صد تحسین ہے۔

الغرض آپ تمام احمدیوں کی دعاؤں کا حق رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتوں اور فضلوں کی بارش برسائے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔آمین

اللہ تعالیٰ آپ کی بیگم صاحبہ کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کو جلد لمبی بیماری سے صحت بخشے۔ اوران کی روحانی وجسمانی اولاد کا بھی حامی وناصر ہو۔آمین‘‘ [86]

پیارے امام کی شفایابی کیلئے صدقہ کی تحریک

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے ۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء کو حضرت مصلح موعود کی شفایابی کے لئے ایک پُرزور تحریکِ صدقہ فرمائی جو حسب ذیل الفاظ میں الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۶۴ء کے صفحہ اوّل پر اشاعت پذیر ہوئی:۔

’’گذشتہ سال انصار نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفایابی کے لئے مسلسل چالیس دن تک صدقہ جاری رکھنے کی تحریک میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت بدستور کمزور چلی آرہی ہے۔اس لئے میں پھر انصار سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل وعاجل شفایابی کی پُرزور دعاؤں کے ساتھ ایک بار پھر چالیس روز تک صدقہ جاری رکھنے کی اس تحریک میں حصہ لیں تا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے اور ہم عاجزوں پر رحم فرماتے ہوئے وہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو جلد کامل شفا عطا فرمائے۔آمین

صدقہ کی رقوم دفتر انصار اللہ مرکزیہ میں بھجوا دی جائیں۔

خاکسار

مرزا ناصر احمد صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ‘‘

رسالہ منڈونیگرو میڈرڈ میں احمدیت کا ذکر

میڈرڈ کے کیتھولک اخبار منڈونیگرو (MUNDO NEGRO) نے اپنی جولائی،اگست ۱۹۶۴ء

کی اشاعت میں احمدؑ کے مبلغین (LOS MISIONEROS DE AHMAD) کے زیر عنوان ایک تنقیدی مقالہ زیب قرطاس کیا۔ جو مسٹر ہنڈی اوہارا (HANDY O'HARA) نے سپرد قلم کیا تھا۔ مقالہ کے ابتدا میں زبردست تشویش و اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے بتایا گیا کہ جماعت احمدیہ ایک اسلامی فرقہ ہے جو افریقہ اور یورپ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

مقالہ کے آخر پر لکھا کہ:۔

''میرے خیال میں قارئین اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے کہ احمدی لوگ افریقہ میں پورے جوش وخروش اور سنجیدگی سے کام کر رہے ہیں اور ہمیں اس کی پوری فکر کرنی چاہیئے کہ احمدی جدید طریق پر پروپیگنڈا سے جو کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کی نقل ہے عیسائیت کے خلاف برا اثر پھیلا رہے ہیں۔ غیر از جماعت میں ہمارے مذہب کے ساتھ تمسخر، مذاق اور تعصّب کی فضا قائم کر رہے ہیں۔ اسی طرح احمدیت ہمارے مشنریوں کے لئے سخت مصیبت اور سخت مشکل کا باعث بن چکی ہے۔ افریقہ میں عیسائیت کی اشاعت میں علاوہ دیگر مشکلات کے احمدیت ہمارے لئے مصیبت کا رنگ رکھتی ہے۔''

جماعت احمدیہ حیدرآباد کی قابل قدر مساعی

جون، جولائی ۱۹۶۴ء میں حیدرآباد ڈویژن کے علاقہ میں شدید قسم کے طوفان بادوباراں سے بہت سا جانی و مالی نقصان ہوا۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے ''الفضل'' رقمطراز ہے:۔

''پچھلے دنوں حیدرآباد ڈویژن کے مختلف اضلاع میں بادوباراں کا ہولناک طوفان آیا تھا اس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ حکومت کی طرف سے مصیبت زدگان کی امداد کا کام وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ جماعت احمدیہ حیدرآباد نے ریلیف کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے فوری طور پر حکومت کو دس ڈاکٹروں اور پچاس رضاکاروں کی خدمات پیش کیں۔ چنانچہ ریڈکراس سوسائٹی کے ساتھ مل کر جماعت کے ان ڈاکٹروں اور والنٹیروں کو ریلیف کا کام سرانجام دینے کا موقع دیا گیا ہے اور وہ بفضل اللہ تعالیٰ بہت محنت اور جانفشانی سے یہ خدمت سرانجام دینے میں مصروف ہیں۔

جماعت کی طرف سے پیش کردہ ان والنٹیروں میں خدام اور انصار دونوں شریک ہیں۔ انہوں نے اب تک بدین، ٹنڈو بھاگو، ماتلی، ڈگری، بڈھا، کمبرانی اور کڈن کے علاقوں میں پانی میں گھرے

ہوئے طوفان زدہ لوگوں کو اناج کپڑے اور دیگر اشیاء تقسیم کی ہیں۔اور ان میں ادویہ تقسیم کرنے کے علاوہ تقریباً چھ صد افراد کو ٹیکے لگائے ہیں۔خدمت خلق کا یہ کام تاحال جاری ہے اور جماعت کے خدام وانصار بڑی ہمت اور رضا کارانہ جذبے کے ساتھ خدمات بجالا رہے ہیں۔حکومت کے متعلقہ افسران نے ان کے کام کو سراہا ہے نیز اخبارات نے بھی ان کی اِن خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔چنانچہ روزنامہ جنگ کراچی نے اپنی ۵ جولائی ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں حسب ذیل خبر شائع کی ہے:۔

’’جماعت احمدیہ کی جانب سے بارش زدوں کی امداد‘‘

حیدرآباد ۳ جولائی (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ نے دس ڈاکٹروں اور پچاس کارکنوں پر مشتمل ایک طبی وفد حیدرآباد اور تھرپارکر کے بارش زدہ علاقے کے دورہ پر روانہ کیا ہے۔یہ گروپ مختلف جگہوں پر طبی امداد بہم پہنچا رہا ہے‘‘۔

اسی طرح ’’انڈس ٹائمز‘‘ نے بھی اپنی ۸ جولائی کی اشاعت میں ’’رضا کارانِ انجمن احمدیہ‘‘ کے زیرعنوان ریلیف کے سلسلہ میں جماعت احمدیہ حیدرآباد کی مساعیٔ جمیلہ کا تذکرہ کیا ہے۔

مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربیٔ سلسلہ مقیم حیدرآباد اور مکرم عبدالغفار صاحب زعیم مجلس انصاراللہ حیدرآباد نے احباب جماعت سے درخواست کی ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرے اور ہمارے دوستوں کو بیش از پیش خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔آمین [87]

دنیا کا عظیم سائنسدان۔پروفیسر عبدالسلام

دنیا کے عظیم سائنسدان پروفیسر عبدالسلام صاحب کے متعلق اے۔بی۔راجپوت کا مندرجہ ذیل مقالہ روزنامہ مشرق لاہور ۲ اگست ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا:۔

’’لندن کے مغربی علاقے میں پٹنی نام کے محلّہ میں پروفیسر عبدالسلام کا گھر ہے۔ایک دن سہ پہر کو جب چاروں طرف خوب دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔میں ان سے ملنے گیا تو وہ ایک ایرانی قالین پر بیٹھے کام کر رہے تھے۔ان کے چاروں طرف کاغذات بکھرے پڑے تھے۔مجھے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور بڑی گرمجوشی سے مجھ سے بغلگیر ہوئے۔انہوں نے بالکل سادہ سے کپڑے پہن رکھے تھے۔جس سے ان کی طبعی سادگی کا احساس ہوتا تھا۔وہ اپنی کاپیاں اور کاغذ وغیرہ ایک طرف

کرنے لگے۔ تو میں نے ان پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ ان پر ایسے آڑے ترچھے خطوط اور ایسی علامات لکھی تھیں جن کا تعلق فزکس کے بہت پیچیدہ اصولوں سے ہی ہو سکتا ہے۔

میرا خیال تھا کہ وہ عالموں کی طرح خاصے دماغ والے آدمی ہوں گے اور مجھ سے بہت تکلف سے پیش آئیں گے۔ کیونکہ ایک عظیم المرتبت سائنسدان کی حیثیت سے ان کی شہرت چاردانگ عالم میں پہنچ چکی ہے۔ لیکن پروفیسر سلام ایسے آدمی نہیں نکلے۔ وہ بڑے خلیق، ملنسار، فراخدل تھے اور بڑی دلچسپی سے میرے سوال سن کر ان کے جواب دیتے جاتے تھے۔

میری طرح وہ بھی راجپوت ہیں۔ ان کا تعلق پنجاب کے بھٹی قبیلہ سے ہے۔ جو جھنگ میں آباد ہے۔ یہیں وہ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور یہیں سے وہ ۱۹۴۰ء میں میٹرک کے امتحان میں بیٹھے تھے۔ اور پنجاب بھر میں وہ تمام طلباء میں اول آئے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ''مجھے اب بھی وہ دن یاد ہے جب نتیجہ ہمارے چھوٹے سے قصبہ میں پہنچا تھا۔ اور نائی کا شاگرد جو پیشے میں چندروز ہوئے داخل ہوا تھا، اپنا ہاتھ میرے سر پر صاف کر کے اپنا ہنر چمکانے کی مشق کر رہا تھا۔ اس نے میری صورت بالکل بدھ بیراگیوں کی سی بنادی تھی۔ مجھے اپنی اس ہیئت کذائی پر ایسی شرم آئی کہ میں نے اپنے سر پر ایک سفید رومال باندھ لیا اور سر جھکائے میں مئی کی گرم دوپہر میں بازار سے ہوتا ہوا گھر کی طرف چل دیا۔ بازار کے دونوں طرف لوگ کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا۔ خوشی سے مبارکباد دینے لگے۔ ہندو دوکاندار خاص طور سے مجھے مبارکباد کہہ رہے تھے۔ ان سب کو فخر تھا کہ ان کے قصبہ کے لڑکے نے اتنا بڑا اعزاز حاصل کیا ہے۔ جھنگ کے لئے یہ بہت بڑی بات تھی کہ پنجاب بھر کے چالیس ہزار طالب علموں میں اس کا لڑکا اول آئے۔

اس کامیابی سے عبدالسلام کے لئے یونیورسٹی کی تعلیم کے دروازے کھل گئے۔ اگلے دو برس تک وہ اپنے قصبے میں رہے اور انٹر وہیں سے کیا۔ اس امتحان میں بھی وہ صوبے بھر میں اول آئے۔ اس کے بعد وہ لاہور چلے گئے اور پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ جس میں وہ پھر اول آئے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں انہوں نے ایم اے ریاضیات کیا اور تمام طلباء میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کئے۔ اس اعزاز کے انعام کے طور پر حکومت پنجاب نے انہیں ایک خاص وظیفہ دیا۔ جس کی مدد سے وہ اس سال انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخل ہو گئے۔

انہوں نے ۱۹۴۸ء میں ریاضی میں آنرز کیا۔ اس کے بعد انہوں نے فزکس کا تین سال کا کورس

ایک سال میں مکمل کر کے ۱۹۴۹ء میں فزکس اور ریاضی کا دوہرا امتحان پاس کیا۔جس میں وہ اول آئے۔

کیمبرج میں ایک سال ریسرچ میں مصروف رہنے کے بعد ۱۹۵۱ء میں انہیں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پیرنسٹن کے مقام پر اعلیٰ تعلیم کے ادارے میں مطالعہ کے لئے وظیفہ ملا۔ جہاں انہوں نے کچھ عرصہ پروفیسر اوپن ہیر کے ساتھ کام کیا۔اس سال وہ اپنے کالج سینٹ جان کیمبرج کے فیلو منتخب ہو گئے۔

اگلے برس وہ پاکستان واپس آ گئے اور یہاں پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ ریاضی کے پروفیسر اور صدر شعبہ مقرر ہوئے۔۱۹۵۴ء میں وہ دوبارہ کیمبرج واپس گئے اور ریاضی کے لیکچرر کی حیثیت سے کام شروع کیا اور ۱۹۵۶ء تک اس عہدے پر کام کرتے رہے اور اس دوران میں وہ ۱۹۵۵ء اور ۱۹۵۸ء میں ''ایٹم برائے امن'' کی اقوام متحدہ کی کانفرنس کے سیکرٹری مقرر کئے گئے۔

جنوری ۱۹۵۷ء میں جب وہ ۳۱ برس کے تھے تو کیمبرج چھوڑ کر امپیریل کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی لنڈن چلے آئے اور اب بھی اسی ادارے سے منسلک ہیں۔اس کالج میں ان کے ذمہ تدریس کا جو کام ہے اس کا زیادہ تر تعلق پوسٹ گریجویٹ ریسرچ سے ہے۔آجکل ان کی زیرنگرانی ۲۵ طلباء ڈاکٹریٹ کی ڈگری کی تیاری کر رہے ہیں جن میں سے آدھے بیرونی ملکوں کے ہیں اور ان میں سے آدھے پاکستانی ہیں۔

پروفیسر سلام کے کام کی اہمیت کا احساس بین الاقوامی سطح پر ۱۹۵۷ء میں ہوا جب انہیں کیمبرج یونیورسٹی نے ہاپکنز پرائز عطا کیا۔ یہ انعام گذشتہ تین برس کے دوران فزکس میں ''سب سے نمایاں انکشاف'' کے صلہ میں دیا گیا تھا۔اس تحقیق کے ذریعے وہ فزکس میں ایک ابتدائی جوہر ''نیوٹونیو'' کے خالق کہلائے۔

اگلے سال کیمبرج یونیورسٹی نے انہیں ایڈمز پرائز دیا اور ۱۹۵۹ء میں صدر پاکستان نے انہیں تمغہ حسن خدمت اور ستارۂ پاکستان کا اعزاز دیا۔وہ رائل سوسائٹی کے فیلو بھی مقرر ہوئے اس طرح وہ پہلے مسلمان اور پہلے پاکستانی تھے جنہیں یہ اعزاز ملا۔اپنے انتخاب کے وقت وہ سوسائٹی کے سب سے کم عمر فیلو تھے۔

برٹش فزیکل سوسائٹی نے ۱۹۶۰ء میں ایک تمغہ جاری کیا جو گزشتہ دس برس کے دوران سب سے اہم انکشاف پر دیا جانا تھا۔ پروفیسر عبدالسلام سب سے پہلے سائنسدان تھے جنہیں یہ تمغہ ان کی ''پیریٹی تھیوری'' پر دیا گیا۔

ان کا تازہ ترین کارنامہ ’’ذرات کے تناسب‘‘ کے نظریہ کے نام سے مشہور ہے جس کی بنا پر منفی اومیگا ذرات کا انکشاف ممکن ہوا ہے اور اس نظریہ کی توثیق ریاستہائے متحدہ امریکہ کی بروکلین نیشنل لیبارٹریز میں کئے جانیوالے تجربات سے بھی ہوگئی ہے۔ یہ کارنامہ جس سے فزکس کی حدود کو وسعت ملی ہے اس نوعیت کا ہے جیسے نیوٹن، آئن سٹائن، ڈیراک اور ہیزنبرگ (WERNER KARL HEISENBERG) کے کارنامے ہیں۔

فزکس کے بین الاقوامی میدان میں ان کے کارنامے ابھی جاری ہیں۔لیکن پاکستان میں بھی انہوں نے خاصا کام کیا ہے۔۱۹۶۱ء میں پاکستان کی خلائی کمیٹی کا قیام انہیں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ آجکل وہ اقوام متحدہ کے تحت تھیوریٹیکل فزکس کا ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو کوئی بھی ترقی پذیر ملک اقوام متحدہ کی مدد سے ایسا انسٹی ٹیوٹ قائم کرسکتا ہے۔ پروفیسر سلام اس انسٹی ٹیوٹ کے پہلے ڈائریکٹر مقرر ہوئے ہیں۔اور پاکستان نے پیشکش کردی ہے کہ یہ ادارہ اس ملک میں قائم کردیا جائے۔

پروفیسر عبدالسلام اپنے ایک اور کام پر بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں۔ یہ پاکستان میں ایٹمی توانائی کے کمیشن کا قیام ہے۔اس کمیشن نے اب تک ۴۰۰ ماہرین کو تربیت دی ہے۔ڈاکٹر عبدالسلام نے کمیشن کے چیئرمین کے ساتھ مل کر بڑی محنت سے اس کے لئے کام کیا ہے اور وہ اس کے ممبر بھی ہیں۔ان کے ذمہ یہ کام ہے کہ کمیشن کی پالیسیاں مرتب کریں اس کی سرگرمیوں کے لئے پروگرام بنائیں اور اسلام آباد میں ایٹمی توانائی کا ری ایکٹر قائم کرنے کے سلسلے میں مشورے دیں۔ان کا خیال ہے کہ عنقریب اسلام آباد میں پہلی ٹیکنیکل یونیورسٹی قائم ہوسکتی ہے۔

ان تمام گوناگوں سرگرمیوں کے علاوہ ۱۹۶۱ء سے صدر پاکستان کے اعلیٰ سائنسی مشیر کی حیثیت سے بھی کام کر رہے ہیں۔ وہ اقوام متحدہ کے ایک نو قائم شدہ ادارے ایڈوائزری کمیشن برائے سائنس و ٹیکنالوجی کے رکن بھی ہیں۔اعلیٰ اختیارات کا یہ ادارہ اقوام متحدہ کی تنظیموں مثلاً یونیسکو، عالمی ادارۂ صحت اور عالمی موسمیاتی تنظیم کے سائنسی کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔

ان کے ڈرائنگ روم میں بہت سی ایرانی تصاویر سجی ہیں اور بہت حسین خطوں میں آیات قرآنی کے طغرے لٹکے ہیں۔ان کی لائبریری میں سائنسی اور ٹیکنیکل کتابوں کے علاوہ اسلامی تاریخ، دینیات اور احادیث نبوی پر اردو اور انگریزی میں کتابوں کا بہت نفیس انتخاب موجود ہے۔

وہ فجر کے وقت اٹھتے ہیں۔ اپنا تمام کام صبح ہی ختم کر لیتے ہیں اور رات کو نو بجے سو جاتے ہیں۔ اپنے کام کے سوا اور انہیں کسی چیز سے خاص دلچسپی نہیں ہے، نہ ہی وہ کوئی کھیل کھیلتے ہیں۔ البتہ تلاوت کلام پاک سے وہ اپنی روح کو سکون اور قلب کو اطمینان پہنچاتے رہتے ہیں۔ اپنے اکثر سائنسی مقالوں میں وہ کلام پاک کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً مئی ۱۹۵۷ء میں امپیریل کالج میں ابتدائی ذرات کے بارے میں ایک لیکچر دیتے ہوئے انہوں نے قرآن مجید سے اپنے موضوع کے مطابقِ حال ایک حوالہ دیا۔

''دیکھو رحمت عالم کی تخلیق کی ہوئی اس دنیا میں تمہیں کوئی ایک چیز بھی نامکمل نظر نہیں آتی۔ تم اپنی نظریں چاروں طرف گھماؤ۔ کیا تمہیں کوئی خامی نظر آئی۔ تم اسی طرح اپنی نگاہیں پھیرتے رہو۔ گھماتے رہو اور ہر بار تمہاری نگاہ خیرہ ہو کر تھک کر واپس آجائے گی''

پروفیسر سلام کی خانگی زندگی بڑی پُر مسرت اور بہت بھرپور ہے۔ ان کی بیوی پاکستانی ہیں۔ جن سے تین لڑکیاں اور چار برس کا ایک لڑکا ہے۔''88

روس کی سائنس کانفرنس میں ڈاکٹر عبدالسلام کو خراج تحسین

اگست ۱۹۶۴ء کے دوسرے ہفتہ میں روس کے دارالحکومت ماسکو سے ۷۰ میل دور DABVA کے مقام پر وسیع پیمانہ پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں دنیا کے نامور سائنسدان شریک ہوئے۔ یہ مقام دنیا میں ایٹمی طاقت کا تیسرا بڑا مرکز شمار ہوتا ہے۔ اس کانفرنس میں سیکرٹری کے فرائض پاکستان کے مشہور عالم سائنسدان پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام نے انجام دیئے۔ نیز ۱۱؍ اگست کو سہ پہر کے وقت ایک اہم سائنسی موضوع پر خطاب فرمایا جس پر کانفرنس میں شریک نامور سائنسدانوں نے آپ کو زبردست خراج تحسین ادا کیا۔ ایک جرمن سائنسدان نے تو نجی گفتگو میں یہاں تک کہا کہ یہ تقریر اس پایہ کی ہے کہ اس پر ڈاکٹر سلام کو نوبل پرائز مل سکتا ہے۔89

اخبار الجمعیۃ کا جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا برملا اقرار

اخبار ''الجمعیۃ'' دہلی نے اپنے ۲۳؍ اگست ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں ''بےعمل لوگوں کا کردار'' کے زیرعنوان ایک فکر انگیز اداریہ شائع کیا۔ اس اداریہ کا ضروری اقتباس ذیل میں ریکارڈ کیا جاتا ہے:۔

''پاکستان کی قومی اسمبلی میں وزارتِ ماحولیات کے پارلیمنٹری سیکرٹری نے بتایا کہ ۱۹۵۹ء سے

اب تک احمدی مشنوں کو ان کی بیرونی ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے حکومت پاکستان نے بارہ لاکھ گیارہ ہزار روپے کا زرِمبادلہ دیا ہے۔اس پر وقفۂ سوالات کے دوران ایک ممبر نے اعتراض کیا کہ ایک ایسی جماعت کو جس کے یہ عقائد ہیں زرِمبادلہ کیوں دیا گیا؟ اس کے جواب میں پارلیمنٹری سیکرٹری نے کہا کہ حکومت کسی کے ساتھ رعایت نہیں کرتی۔اس کی پالیسی یہ ہے کہ جو بھی مذہبی ادارہ درخواست کرے حکومت اس کے لئے زرِمبادلہ منظور کر لے۔

حکومت نے جس جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے زرِمبادلہ منظور کیا ہے۔اس نے گویا ہر سال تین لاکھ روپے کی منظوری حاصل کی۔جس ممبر نے قومی اسمبلی میں یہ کہا کہ حکومت ایسی جماعت کے لئے زرِمبادلہ کیوں منظور کرتی ہے اسے شرم آنی چاہیئے کہ ایسی مذہبی جماعت تو غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے سالانہ تین لاکھ روپے کا زرِمبادلہ حاصل کرے مگر اس جماعت کی جو حریف طاقتیں ہیں وہ اپنی تبلیغی سرگرمیوں کے لئے زرِمبادلہ کی پھوٹی کوڑی بھی وصول نہ کرسکیں۔

بجائے اس کے کہ وہ اپنی جماعتوں کی اس کوتاہی پر نادم ہوتے کہ کوئی فرد تبلیغی مقاصد کے لئے باہر نہیں جاتا۔وہ اُس جماعت کا زرِمبادلہ بند کرانا چاہتے ہیں جس سے ان کو بنیادی اختلاف ہے۔ خود کا یہ حال ہے کہ نہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کا درک رکھتے ہیں۔اور نہ غیر ممالک میں جا کر اپنی سرگرمیوں سے باطل جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ جو جماعت غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہے اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیں اور باہر کی دنیا میں نہ خود کام کریں اور نہ دوسروں کو کام کرنے دیں۔یہ حضرات صرف فتوؤں سے کام نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ دنیا کام کو دیکھتی ہے خالی فتوؤں کو نہیں دیکھتی۔اگر پاکستان کے علماء نے صرف باتوں اور فتوؤں سے دوسروں کی ریڑھ مارنی چاہی تو وہ منہ کی کھائیں گے اور میدان عمل میں وہی لوگ بازی لے جاسکیں گے جن کی ترقی کو دیکھ کر ہم جلے بھنے جارہے ہیں۔یہ سطور ہم نے اس لئے لکھی ہیں کہ علماء کو غیرت آئے اور وہ باہر کی دنیا میں دوسروں سے زیادہ کام کر کے دکھائیں اور باطل جماعتوں کو اپنے کام اور اپنی خدمات سے زک دینے کی کوشش کریں‘‘۔[90]

جماعت احمدیہ برطانیہ کے پہلے جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کی روئیداد

جماعت انگلستان کا پہلا دوروزہ جلسہ سالانہ مورخہ ۲۹،۳۰/اگست ۱۹۶۴ء (بروز ہفتہ واتوار) مسجد فضل لنڈن کے احاطہ میں منعقد ہوا۔خشک اور خوشگوار موسم کے پیشِ نظر جلسہ کے لئے شامیانے

نصب کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ البتہ جلسہ گاہ کے اندر قناتیں نصب کر دی گئیں۔

افتتاحی اجلاس

جلسہ کی کارروائی کا آغاز مورخہ ۲۹/اگست ۱۹۶۴ء بروز ہفتہ دن ساڑھے گیارہ بجے عمل میں آیا۔ افتتاحی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ہوا جو مسعود احمد چوہدری صاحب نے کی۔ تلاوت کے بعد مکرم ثاقب زیروی صاحب کی نظم کی ریکارڈنگ سنائی گئی۔ اس کے بعد مکرم بشیر احمد خان رفیق صاحب امام مسجد فضل لنڈن نے افتتاحی تقریر کی۔ اس افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم شیخ محمود الحسن صاحب سی ایس پی نے کی۔ افتتاحی تقریر کے بعد مکرم عبدالرحمٰن صاحب چوہدری نے بیرون ممالک سے آئے ہوئے پیغامات پڑھ کر سنائے۔ ان پیغامات میں جماعت احمدیہ انگلستان کے پہلے جلسہ سالانہ کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مبارکباد پیش کی گئی اور اس کی کامیابی کے لئے دعائیں کی گئی تھیں۔ مکرم وکیل التبشیر ربوہ کے پیغام کے علاوہ جماعت ہائے احمدیہ نائیجیریا، غانا، سیرالیون، سنگاپور، کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا، ہالینڈ، جرمنی، امریکہ اور انڈونیشیا سے آئے ہوئے پیغامات اور تار پڑھ کر سنائے گئے۔

پیغامات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تقریر فرمودہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۱ء کی ریکارڈنگ سنائی گئی۔ اس تقریر کے بعد مکرم فضل الرحیم صاحب نے پروفیسر نصیر احمد خان صاحب کی دو نظمیں خوش الحانی سے پڑھیں۔ جس کے بعد ''خلافت'' کے موضوع پر مکرم پروفیسر نصیر احمد خان صاحب نے تقریر کی۔ مکرم خواجہ عبدالرشید صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا جس کے بعد مکرم شیخ محمود الحسن صاحب نے اپنا صدارتی خطاب کیا۔ پہلے اجلاس کی کارروائی دو بجے دوپہر اختتام پذیر ہوئی۔

دوسرا اجلاس

دوسرے اجلاس کی کارروائی بعد نماز ظہر وعصر مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی زیر صدارت شروع ہوئی۔ تلاوت و نظم کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت انصاف نے خطاب فرمایا۔ آپ نے ممبران جماعت انگلستان کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی کہ اس معاشرے میں حقیقی دینی نمونہ پیش کریں۔

مکرم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے صدارتی خطاب اور دعا کے بعد یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ رات کے کھانے اور نماز مغرب وعشاء کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر فرمودہ ۱۹۵۴ء برموقع جلسہ سالانہ کی ریکارڈنگ کے بعض حصے احباب جماعت کو سنائے گئے۔ یوں محبت ومحویت کے جذبہ سے لبریز یہ پروگرام رات دس بجے تک جاری رہا۔ پہلے دن جلسہ سالانہ کی حاضری ۵۷ رہی جس میں ایک بڑی تعداد انگریز مہمانوں کی تھی۔

دوسرا دن، اختتامی اجلاس

پہلے جلسہ سالانہ برطانیہ کا تیسرا اور اختتامی سیشن مورخہ ۳۰؍اگست ۱۹۶۴ء کو دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر وعصر کی باجماعت ادائیگی کے بعد شروع ہوا۔ نمازیں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی اقتداء میں ادا کی گئیں۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم عبدالعزیز دین صاحب نے کی۔ کرسیوں کی اگلی نشستیں مقامی باشندوں کے لئے مخصوص تھیں۔ احباب جماعت کے علاوہ روٹری کلبوں کے متعدد ممبران اور دیگر معزز حضرات بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں جلسہ گاہ مکمل طور پر بھر گیا تھا۔ تلاوت اور مختصر صدارتی خطاب کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے صداقت دین اور صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انگریزی زبان میں مبسوط تقریر فرمائی جس کو شرکاء نے توجہ اور انہماک سے سماعت کیا۔ آپ کی تقریر کے بعد جماعت انگلستان کا پہلا جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اختتامی اجلاس میں حاضری ۲۰۰ تک پہنچ گئی تھی۔

مہمانوں کی آمد اوران کی رہائش وطعام

جلسہ سالانہ برطانیہ میں شمولیت کے لئے مہمانوں کی آمد کا سلسلہ ۲۸؍اگست ۱۹۶۴ء بروز جمعۃ المبارک سے شروع ہو گیا تھا۔ احباب جماعت اس جلسہ میں شمولیت کے لئے برطانیہ کے دور دراز مقامات سے تشریف لائے۔ سکاٹ لینڈ، شمالی انگلستان اور بریڈفورڈ سے کثیر تعداد میں مہمان تشریف لائے۔ ساؤتھ آل سے ایک پوری کوچ کرایہ پر حاصل کر کے احباب لنڈن تشریف لائے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام جماعت لندن کے سپرد تھا۔ بیرونی مہمانوں کی رہائش کا انتظام لندن میں آباد احمدی گھرانوں میں کیا گیا۔ لوگوں نے اپنے گھروں کے کمرے مہمانوں کے لئے مخصوص کر دیئے تھے۔ اس موقعہ پر مسجد فضل لندن میں لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اجراء ہوا اور احباب کے کھانے کا

انتظام مسجد فضل میں کر دیا گیا تھا۔ خواتین اور مردوں کے لئے علیحدہ علیحدہ جلسہ گاہ تیار کی گئی اور مہمانوں کے بیٹھنے کے لئے کرسیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔

پریس میں ذکر

جلسہ سالانہ کے آغاز سے پہلے ۲۲ر اگست کو امام مسجد فضل لندن نے ایک پریس کانفرنس کی اور اخباری نمائندوں کو جلسہ سالانہ کی غرض وغایت اور انتظامات کے حوالے سے معلومات دیں اس کو بعض اخبارات نے شائع کیا۔ بعض لوکل اخبارات نے اس جلسہ کی کارروائی پر مبنی رپورٹس شائع کیں۔

اس جلسہ میں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے خطاب فرمایا اور حضرت مصلح موعود اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تقاریر کی ریکارڈنگ بھی سنائی گئی۔ 91

۱۹۸۴ء کی ہجرت کے بعد سے اب تک برطانیہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس جلسہ سالانہ کو خلیفہ وقت کی شمولیت کی وجہ سے جماعت کے مرکزی جلسہ سالانہ کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے اور اب اس جلسہ میں ہزاروں لوگ شامل ہوتے ہیں جب کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ لاکھوں کروڑوں لوگ استفادہ کرتے ہیں جلسہ سالانہ کا باثمر شجر اپنی شاخیں اکناف عالم تک پھیلا چکا ہے اور اس کی برکات سے کروڑوں سعید روحیں مستفیض ہو رہی ہیں۔ 92

مسجد محمود واہ کینٹ

جماعت احمدیہ واہ کینٹ کا قیام ۱۹۵۴ء میں ہوا۔ پہلے صدر چوہدری جلال الدین قمر صاحب منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء لگا تو مخالفین جماعت کی جھوٹی رپورٹ پر اس وقت کے قائد خدام الاحمدیہ مشتاق احمد صاحب کے خلاف مارشل لاء میں مقدمہ چلا اور انہیں سزا ہوگئی۔ اور ساتھ ہی مقامی جماعت کے عہدے داروں پر کڑی نظر رکھی جانے لگی۔ نتیجتاً واہ کینٹ سے جماعت کا مرکز ختم کر دیا گیا اور ایک سال تک نماز جمعہ ٹیکسلا میں ایک دوست کے مکان پر ہوتی رہی۔ حالات بہتر ہوئے تو دوبارہ واہ کینٹ میں مرکز قائم کیا گیا۔ نماز جمعہ کے لئے جناب ظہور احمد صاحب کا مکان 10EV/37 مقرر رہا۔ جو مسجد کے لئے زمین کے حصول تک رہا۔ قبل ازیں کچھ عرصہ کے لئے محترم بشیر احمد صاحب چغتائی صدر جماعت کے مکان پر بھی نماز جمعہ ادا کی جاتی رہی۔ تعداد جماعت میں اضافہ کے پیش نظر

یہ ضروری ہوگیا کہ جماعت کی مسجد تعمیر ہو۔ چنانچہ P.O.F انتظامیہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ کنٹونمنٹ آفیسر صاحب نے نماز پڑھنے کے لئے تقریباً چھ کنال زمین الاٹ کر دی۔ اور پلاٹ کی نشاندہی بھی کر دی۔ جلد ہی قبلہ کی صحیح سمت کا تعین کیا گیا اور احباب جماعت نے وقار عمل سے اس قطعہ زمین کو پلیٹ فارم کی شکل دے دی۔ اس سلسلہ میں بشیر احمد صاحب چغتائی (مرحوم)، چوہدری جلال الدین صاحب قمر، خواجہ نجم الدین صاحب مرحوم، شیخ احمد علی صاحب اور جناب کمانڈر سلیم احمد صاحب کی مساعی ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ پلیٹ فارم تیار ہو چکا۔ تو سب سے اول پانی کا کنکشن لے کر پائپ لائن بچھائی گئی۔ پھر صحن کی نشاندہی کر کے بنیادوں کی کھدائی کی گئی۔ اور یہ سارا کام مخلصین جماعت نے وقار عمل کے ذریعہ کیا۔ ۳۱/ اگست ۱۹۶۴ء کو (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر صدر انجمن احمدیہ نے اپنے دستِ مبارک سے موجودہ صحن کے شمال مشرقی کونہ میں سنگ بنیاد نصب فرمایا۔ اور دعائیں کرتے ہوئے فرمایا کہ ''خدا کرے یہاں سے نور کا ایک فوارہ پھوٹے اور آسمان سے بھی ایک نور نازل ہو اور یہ دونوں نور مل جائیں''۔

عجیب اتفاق ہے کہ کچھ عرصہ بعد (غالباً ۱۹۶۵ء) میں حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری واہ کینٹ تشریف لائے اور احباب جماعت کے ساتھ ایک لمبی دعا کی اور فرمایا۔ جب میں دعا کر رہا تھا تو حالتِ کشف میں میں نے دیکھا کہ نور کا ایک ستون ہے جو اس جگہ سے اٹھ کر آسمان سے جا ملا ہے۔ لطف کی بات ہے کہ حضرت مولوی صاحب عین اس جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں حضرت صاحبزادہ صاحب تشریف فرما تھے۔

بنیاد رکھے جانے کے بعد بنیادوں کی پتھر سے چنائی کی گئی۔ زمین چونکہ غیر ہموار تھی اور غربی جانب کافی گہری تھی لہٰذا وقار عمل سے بنیادیں پُر کرنے کا کام مکمل کیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بحیثیت صدر صدر انجمن احمدیہ پلاٹ کی چار دیواری کے لئے -/۴۰۰۰ روپے کا مبارک عطیہ دیا۔ چنانچہ کرنل مبارک احمد صاحب کے تعاون سے نہایت سستے ریٹ پر چار دیواری کا کام مکمل ہوا۔ ۱۶ جون ۱۹۶۵ء کو بشیر احمد صاحب چغتائی صدر جماعت کی طرف سے ایگزیکٹو آفیسر واہ کینٹ کو درخواست دی گئی کہ اس پلاٹ پر ہمیں باقاعدہ مسجد بنانے کی اجازت دی جائے۔ ایگزیکٹو آفیسر صاحب نے یہ درخواست ملٹری اسٹیٹ آفیسر ہزارہ سرکل ایبٹ آباد کو No Objection سرٹیفکیٹ کے لئے ارسال کر دی وہاں سے یہ ڈپٹی ڈائریکٹر ملٹری لینڈز اینڈ کنٹونمنٹ پشاور ریجن

پشاور کو بھیجی گئی۔اور پھر منسٹری آف ڈیفنس گورنمنٹ آف پاکستان راولپنڈی کو ارسال ہوئی۔ بالآخر سیکشن آفیسر منسٹری آف ڈیفنس نے ۱۶ستمبر ۱۹۶۷ء کو مجوزہ پلاٹ بحق صدر انجمن احمدیہ پاکستان لیز کرنے کی منظوری دے دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ہدایت پر جناب عبدالغنی رشدی صاحب آف راولپنڈی نے بہت محنت اور اخلاص سے نقشہ بنایا جسے لے کر رفیع الدین بٹ صاحب اور ظہور احمد صاحب جنرل سیکرٹری وسیکرٹری مسجد کمیٹی واہ کینٹ نے خدمتِ اقدس میں حاضری دی۔حضور نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور مسجد کا نام ''مسجد محمود'' تجویز فرمایا۔اور یہ نام نقشے پر بھی تحریر فرما دیا۔اور نیچے اپنے مبارک دستخط بھی فرما دیئے۔یہ ۷دسمبر ۱۹۶۹ء کا واقعہ ہے۔نقشہ کی منظوری کے بعد تعمیر عمارت کا کام زور وشور سے شروع کر دیا گیا۔چھت ڈالنے کا مرحلہ درپیش ہوا۔تو پاکستان کے ایک مقامی انجینئر نے بہت بڑی RAMP کا نہ صرف سامان دیا بلکہ اپنے ٹرک میں لاد کر لائے اور اپنے آدمیوں سے لگوا بھی دی۔نیز لوہے کے پائپ دیئے۔اسی طرح ایک ٹھیکیدار اسلم صاحب نے دو مِکسر مشینیں دیں۔حالانکہ یہ دونوں حضرات غیر از جماعت تھے لیکن انہوں نے یہ سب کام بلا معاوضہ کیا۔ایک ٹھیکیدار مشتاق صاحب نے دو لفٹیں بھی لگا دیں۔۲۴جون ۱۹۷۳ء کا دن چھت ڈالنے کے لئے تجویز ہوا۔ٹھیکیدار نے ۹۳ مزدوروں کا انتظام کیا تھا۔جن میں ۲۶ مزدور اور کاریگری اس کے باقاعدہ تھے راولپنڈی سے ۶۹ اور ٹیکسلا سے ۳۶ خدام تشریف لائے۔ایک سو کے قریب مقامی دوست تھے۔ساڑھے دس بجے کے قریب کام شروع ہوا۔ساڑھے تین بجے ۶۷ مزدور کام چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور ٹھیکیدار سے جھگڑا شروع کر دیا۔ انہیں مزدوری دیکر رخصت کر دیا گیا۔اب ٹھیکیدار کے پاس صرف ۲۶ مزدور اور راج تھے۔اس وقت تک بمشکل کام کا تیسرا حصہ ہوا تھا چنانچہ احباب جماعت میدان میں اترے۔ٹھیکیدار کے مزدور مکسر مشینوں پر لگا دیئے گئے چھت پر کنکریٹ ڈالنے کا سارا کام احمدی دوستوں نے سنبھال لیا جو اس قدر تیزی سے ہوا کہ دیکھنے والے حیران وششدر رہ گئے۔ٹھیکیدار کے نزدیک ایک دن میں اتنی بڑی چھت ڈالنا ناممکن تھا جسے مخلصین جماعت نے ممکن کر دکھایا۔چنانچہ شام 7:40 بجے آخری تگاری ڈالی گئی اور احباب دعا کر کے گھروں کو روانہ ہوئے۔۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ تک کوئی خاص کام نہیں ہوا۔ لیکن ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۴ء تک عمارتی منصوبہ کا اکثر وبیشتر حصہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جس میں مربی سلسلہ کے لئے کوارٹر کی تعمیر بھی شامل تھی۔مسجد کے تعمیراتی حصوں میں مارچ ۱۹۸۵ء تک قریباً ساڑھے تین

لاکھ روپے خرچ ہوئے۔جن میں سے -/۴۹۰۰۰ (انچاس ہزار) روپے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بطور امداد عطا فرمائے۔باقی احباب جماعت کی کوششوں کا ثمر تھا۔اور وہ بھی مقامی احباب کی۔ بیرونی جماعتوں سے بھی عطیہ جات وصول ہوئے مگر مقامی احباب کے مقابلہ میں بہت کم۔اس ضمن میں مقامی لجنہ کی مالی قربانی نا قابل فراموش ہے۔مارچ ۱۹۸۵ء تک سات مخلص خواتین نے قیمتی زیورات خدا کے گھر کی تعمیر کے لئے پیش کر دیئے۔اس عرصہ میں مذکورہ اخراجات کے علاوہ مربی ہاؤس پر قریباً -/۶۵۰۰۰ پینسٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔جن میں سے مبلغ ساٹھ ہزار روپے مرکز نے عطا فرمائے۔[93]

احمدیہ ہوسٹل لاہور کا دوبارہ اجراء

مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء کے فیصلہ کے مطابق یکم ستمبر ۱۹۶۴ء[94] کو احمدیہ ہوسٹل لاہور کا دوبارہ اجراء 34/B2 گلبرگ میں ہوا۔اور اس دور کے پہلے سپرنٹنڈنٹ چوہدری محمد اعظم صاحب بی ایس سی۔ایم۔ای۔ڈی مقرر ہوئے۔یکم نومبر ۱۹۶۴ء کو ہوسٹل کا چارج جناب چوہدری رحمت خان صاحب نے لیا۔ابتداً ہوسٹل کے لئے ایک ہزار روپیہ ماہوار کرایہ پر ایک کوٹھی لی گئی جو سات چھوٹے اور ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھی اور اس میں تقریباً ۲۵ طلباء کی گنجائش تھی۔ماہ دسمبر ۱۹۶۴ء میں طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوگیا۔اور بڑے کمرے کی پارٹیشن کرائی گئی۔یکم فروری ۱۹۶۵ء کو مالک مکان نے کوٹھی خالی کرنے کا نوٹس دیا۔جس پر ہوسٹل ۲۸ فروری کو راجہ سٹریٹ ۱۳ کینال پارک میں منتقل ہوگیا۔ یہ ہوسٹل اپنی قدیم روایات کے احیاء کا موجب بنا۔نماز باجماعت بالالتزام ہونے لگی۔نماز فجر کے بعد درس القرآن اور نماز عشاء کے بعد ملفوظات کا درس جاری ہوا۔سلسلہ کے لٹریچر پر مشتمل ایک لائبریری کا قیام بھی عمل میں آیا۔نیز لاہور میں احمدیہ ہوسٹل خدام الاحمدیہ کی تنظیم ایک علیحدہ زعامت کی حیثیت سے مصروفِ عمل ہوگئی۔مئی ۱۹۶۶ء کے بعد ہوسٹل کوٹھی حضرت امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ 108C ماڈل ٹاؤن میں قائم ہوا۔

اس ابتدائی دور میں ہوسٹل میں مشرقی افریقہ کے دو بورڈران بھی شریک ہوئے اور اس کے ماحول میں تربیت پائی۔۶۷-۱۹۶۶ء کے دوران نماز مغرب کے بعد ترجمہ قرآن مجید سکھانے کا انتظام کیا گیا۔اور تمام بورڈران بلا استثناء تحریک جدید اور وقف جدید کے چندوں کی باقاعدہ ادائیگی

کرنے لگے۔اور ہوسٹل کا ماحول تعلیم و تربیت کے لحاظ سے نہایت خوشگوار منظر پیش کرنے لگا۔جس میں چوہدری رحمت خان صاحب سپرنٹنڈنٹ کی ذاتی کوشش اور نمونے کا بھاری دخل تھا۔95

ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ابتدائی انتظامات

ستمبر ۱۹۶۴ء کے مبارک مہینہ کا آغاز لاہور میں احمدیہ ہوسٹل کے اجراء اور ربوہ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ابتدائی انتظامات سے ہوا اور یہ دنیا بھر کے احمدیوں کے لئے ایک عظیم خوشخبری تھی۔خدا کے اس گھر کی تعمیر شروع کرنے کے لئے میاں محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ نے ایک لاکھ روپیہ کا گرانقدر عطیہ دیا۔سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں پہلا موقع تھا کہ اتنی خطیر رقم کسی فردِ واحد کی طرف سے مسجد بنانے کے لئے امام وقت کے حضور پیش کی گئی ہو۔

اس ضمن میں مولانا شیخ مبارک احمد صاحب قائمقام ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ نے الفضل (۴ستمبر ۱۹۶۴ء) کے صفحہ اول پر حسب ذیل اطلاع عام شائع فرمائی:۔

''مجلس شوریٰ ۱۹۶۴ء کی ایک شق منظور فرماتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ربوہ میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی اور اس ضمن میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس غرض کے لئے ایک لاکھ روپیہ مشروط با آمد گنجائش رکھی جائے۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد نظارت اصلاح وارشاد کی طرف سے الفضل میں جامع مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ کی اپیل شائع کی گئی اور کئی احباب نے حسب استطاعت اس مد میں رقوم بھی بھجوانی شروع کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تائید و نصرت کے اُن وعدوں کے مطابق جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائے تھے یکا یک ایسے سامان فرمادیے کہ جس سے جامع مسجد کی تعمیر کے لئے مطلوبہ رقم کی فراہمی کا مسئلہ تسلی بخش طور پر حل ہوگیا۔اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلص اور مخیّر دوست کے دل میں یہ تحریک کی کہ جامع مسجد کی تعمیر کا تمام خرچ خود برداشت کریں۔چنانچہ انہوں نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ جامع مسجد کی تعمیر کیلئے ان کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ قبول فرمایا جائے۔اور انہیں اجازت عطا فرمائی جائے کہ اس سے زائد جو رقم خرچ ہو اسے بھی وہ خود پیش کریں۔

احباب کے لئے یہ اطلاع باعث مسرت ہوگی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اُس خوش نصیب

دوست کی یہ درخواست منظور فرما لی ہے اور خاص اجازت مرحمت فرما دی ہے کہ وہ سال رواں کے بجٹ میں ایک لاکھ روپیہ کی منظور شدہ رقم اکیلے ہی ادا کریں۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد ربوہ میں جامع مسجد کی تعمیر کے ابتدائی انتظامات شروع ہو گئے ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے ضروری امور کی انجام دہی کے لئے ایک کمیٹی بنا دی ہے جو مکرم ناظر صاحب اصلاح وارشاد، مکرم ناظر صاحب بیت المال آمد اور مکرم ناظر صاحب امور عامہ کے علاوہ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب پر مشتمل ہے۔ کمیٹی کے دو اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔ جن میں تعمیری انتظامات سے متعلق بعض اہم فیصلے کئے گئے ہیں اور بحمد اللہ کام کا آغاز ہو گیا ہے۔ ان اجلاسوں میں محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر امور عامہ، محترم میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال اور خاکسار شرکت کرتے رہے ہیں۔

احباب جماعت جہاں جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں جملہ انتظامات کی خاطر خواہ تکمیل کے لئے دعا فرمائیں وہاں اس مخلص اور مخیّر دوست کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی یہ خدمت قبول فرمائے۔ انہیں دینی و دنیوی نعمتوں سے مالا مال کرے اور ان کے اخلاص اور اموال میں اور زیادہ برکت ڈالے اور انہیں ہمیشہ ہی خدماتِ دینیہ کی بیش از پیش توفیق سے نوازتا چلا جائے۔ یہ بھی دعا کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ آئندہ بھی اور زیادہ شان کے ساتھ پورا ہوتا چلا جائے کہ:۔

”میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت ڈالوں گا“۔

تا یہ دنیا حضور کے خالص اور دلی محبوں سے ہی آباد نظر آئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا عظمت و شان اور جاہ وجلال کے ساتھ پورے کرۂ ارض پر لہرانے لگے۔ آمین **اللّٰھُمَّ آمین** 96

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا اہم پیغام

مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کے زیر اہتمام حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی سیرت پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا حسب ذیل قیمتی پیغام پڑھ کر سنایا گیا:۔

''برادرانِ عزیز! السلام علیکم

آج اس پیاری اور مکرم ہستی کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے ایک سال سے اوپر ہو گیا۔ مگر اب تک اِن کی یاد دل میں تازہ ہے۔ ہر وقت وہ صورت آنکھوں میں پھرتی ہے۔بعض اوقات تصور ایسی صورت اختیار کرتا ہے گویا وہ کہیں نہیں گئے ۔قریب ہی ہیں ابھی ملنا ہو جائے گا۔

اس یاد میں آپ سب دلی محبت اور قدر شناسی کے جذبہ کے ساتھ شریک ہیں مگر یہ شرکت جبھی مفید ہوسکتی ہے اگر آپ ایسی ہستیوں کی زندگی اور عمل سے سبق سیکھیں اور اس کو اپنا لیں۔آپ میں سے اکثر ابھی بچے ہی کہلانے کے مستحق سمجھے جاتے ہونگے۔اور اپنے کو خود بھی لڑکپن کی حدود میں سمجھتے ہونگے ۔مگر میں بتاؤں آپ کو کہ جن کی یاد میں یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے۔وہ آپ سے کم عمر میں یعنی محض ۱۴ سال کی عمر میں بچپن کی حدوں کو پھلانگ کر سنجیدہ بن چکے تھے۔شادی ہو چکی تھی مگر ایسی شادی نہیں کہ محض ہنسی کھیل اور بچگانہ خوشی کا مظاہرہ ہو۔...... میری آنکھوں میں وہ نقشہ ہے گویا آج دیکھ رہی ہوں کہ نئی بیاہی دلہن پلنگ پر بیٹھی ہے اور آپ میز پر برابر کتابوں کا ڈھیر سامنے رکھے پڑھ رہے ہیں۔ سر جھکا ہے استغراق کی کیفیت ہے گویا محض اپنے کام سے تعلق ہے۔

کام سے فارغ ہو کر باہر پھرنے بھی جاتے اپنی مخصوص طرز سے ہم لوگوں سے ہنسی مذاق کی بات بھی کرتے ۔مگر اب بالکل ایک پورے مرد ذمہ دار کے انداز ان کے ہو گئے تھے اور شادی نے کسی فرض سے ان کو غافل نہ کیا تھا۔

طبیعت میں احساس ذمہ داری بہت زیادہ تھا۔فرائض کی ادائیگی کا بہت خیال رہتا۔یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت بڑے بھائی صاحب یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی ہر بوجھ کو اٹھانے کے لئے اپنے کمزور کاندھے آگے کر دیئے۔ انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ یہ قابل بھائی بڑا بھائی جب ہر بار کو اٹھانے کے لئے آگے بڑھ آیا خواہ وہ بار ذہنی ہوں، روحانی ہوں یا جسمانی تو چلو ہم ذرا آرام ہی کرلیں۔نہیں انہوں نے بھی اپنا فرض سمجھا اور یہی محسوس کیا کہ یہ گاڑی اب ہم سب نے ہی چلانی ہے۔دل میں ایک طیش (مراد جوش) تھی، تڑپ تھی کہ اب حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کی تکمیل اور آپ کے منشاء کو جو منشائے الٰہی ہے پورا کرنے میں جان لڑا دینا ہم سب کا کام ہے۔ چونکہ جائیداد وغیرہ پر بھی نظر ڈالنا دور اندیشی کے لحاظ سے اب ضروری ہو گیا تھا۔حضرت بڑے بھائی صاحب نے اس طرف بھی توجہ دی تو یہ ساتھ مددگار و مشیر

رہے۔ بعد میں چونکہ حضرت بڑے بھائی صاحب اتنا وقت دے نہ سکتے تھے پورا کام ہی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ حضرت اماں جان کے ہر چھوٹے موٹے کام کی خبر گیری وغیرہ غرض دینی و دنیاوی ہر قسم کے بوجھ اٹھالینا اپنا فرض جانا اور کبھی آرام کا خیال نہیں کیا۔ اطاعتِ خلافت میں وہ اپنی نظیر آپ ہی رہے۔ حضرت بڑے بھائی صاحب نہایت درجہ شفقت فرماتے رہے ہمیشہ۔ مگر یہ ہمیشہ سر جھکائے تابعدار خادم کی طرح ہی بنے رہے۔ با ادب با نصیب، وہی ادب و اطاعت عملی و زبانی، ہر طرح سامنے بھی اور پس پشت بھی۔ غرض اِن میں بہت ہی خوبیاں تھیں اور ایسی شخصیت تھی جس کی یاد میں بھی ایک زندگی ہے اور آج تک خاص قرب محسوس ہوتا ہے۔

اس ایک صفت احساسِ ذمہ داری کی جانب میں اِس وقت آپ لوگوں کو خاص توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ آپ میں سے بھی ہر ایک یہ جان لے اور ایسا ہی سمجھنے کا عزم کر لے کہ بیعت اور احمدیت کے حلقہ میں آجانے کے بعد اطاعت خلافت کا محض فرضی جوأ اٹھا کر آپ ہرگز فارغ نہیں ہو سکتے۔ اِس جوئے کو اگر آپ نے اٹھایا ہے تو اٹھانے کی طرح اٹھایئے اور سمجھ لیجئے کہ بس آج سے احکام خلافت سے وابستہ رہتے ہوئے تنظیم کامل کے ساتھ ہر ایک فرد سمجھے کہ یہ بوجھ گویا میں نے ہی اٹھانا ہے دوسروں کا منہ مت دیکھئے۔ ادرگرد مت تاکئے۔ کام کرنے والوں میں جو آپ سے پیش پیش ہیں نقائص مت ڈھونڈیئے۔ خود اپنی گٹھڑی اٹھا کر آگے بڑھیئے۔ اتنا درد دین کے لئے آپ کے قلوب میں پیدا ہو جائے کہ یہ سارا غمِ دین اور دکھ گویا آپ کا ہی حصہ ہے اور سمجھیں کہ ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

اب آئندہ اس بھاری ذمہ داری کو اٹھا لینے والے آپ لوگ ہی ہیں۔ آئندہ آپ نے ہی اس کام کو نبھانا ہے۔ جس کام کیلئے آپ کے بزرگ اپنی زندگی اسی کوشش میں صرف کر کے ادائے فرض کر گئے یا بقیہ جو ہیں، خدا تعالیٰ ان کی زندگیوں میں برکت بخشے، کر رہے ہیں۔ اب آپ اِن کے دست و بازو صحیح معنوں میں صفائی قلب و نیک نیتی کے ساتھ بغیر کسی فخر یا ظاہری وقار کے حصول کی آرزو کے بنیں اور یاد رہے اور پھر یاد رہے کہ یہ ٹریننگ کے دن ہیں۔ یہ پہاڑ جو دن بدن بوجھل ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ آپ نے ہی اٹھانا ہے۔

پس قدم بڑھائیں نئے حوصلوں کے ساتھ نئے مبارک وصافی دلوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی نصرت آپ سب کے اور آپ کے بعد آنے والی نسلوں در نسلوں کے ساتھ رہے۔ آمین۔ فقط مبارکہ‘‘[97]

لنگر خانہ ربوہ کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد

۶؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کو بوقت شام ربوہ میں لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نئی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی۔نصرت گرلز پرائمری سکول کی عمارت جو۱۹۶۲ء میں تیار ہوئی تھی لنگر خانہ کیلئے مخصوص کی گئی تھی کیونکہ لڑکیوں کا پرائمری سکول نصرت گرلز ہائی سکول کی توسیع شدہ عمارت میں منتقل ہو چکا تھا۔پرائمری سکول کی عمارت کے سات کمروں کو رہائشی کمروں میں منتقل کرنے کے علاوہ اس میں کھانے کا ایک وسیع کمرہ، باورچی خانہ اور سٹورز وغیرہ تعمیر کرنے کی تجویز زیر غور تھی۔

۵ بجے شام (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اس نئے حصے کا سنگِ بنیاد رکھا۔ پہلے آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرتے ہوئے بنیاد میں وہ اینٹ رکھی جس پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دعا کی تھی۔ بعد ازاں آپ نے ایک اور اینٹ رکھی۔آپ کے بعد صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب، محترم جناب ڈپٹی محمد شریف صاحب ریٹائرڈ ای۔اے۔سی، محترم حافظ عبدالسمیع صاحب اور محترم صوفی غلام محمد صاحب ناظر بیت المال خرچ نے بنیاد میں اینٹیں رکھیں۔اس موقعہ پر صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ جن احباب کو بنیاد میں اینٹیں رکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل، میاں عبدالحق صاحب رامہ ناظر بیت المال آمد، چوہدری علی اکبر صاحب قائمقام ناظر تعلیم، مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری، حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال ثانی، چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب وکیل القانون، چوہدری فضل احمد صاحب نائب ناظر تعلیم، مولانا نذیر احمد صاحب مبشر نائب وکیل التبشیر، مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب وکیل المال اول، مولوی ظہور حسین صاحب، ملک سیف الرحمٰن صاحب، مکرم مولا بخش صاحب، میجر عارف زمان صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور، سید محمود احمد صاحب ناصر اور صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب افسر لنگر خانہ شامل تھے۔آخر میں حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب نے اجتماعی دعا کرائی۔[98]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ایک تقریر

۹؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کو سٹوڈنٹس یونین تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کا ایک خصوصی اجلاس بیرونی ممالک سے واپس تشریف لانے والے مجاہدین احمدیت کو خوش آمدید کہنے کی غرض سے منعقد کیا گیا۔

جس میں سکول کے طلباء، ممبران اسٹاف اور ڈیڑھ درجن کے قریب مبلغین کے علاوہ ضلع جھنگ کے ان سب ہیڈ ماسٹر صاحبان نے بھی شرکت فرمائی جو ہیڈ ماسٹرز ایسوسی ایشن ڈسٹرکٹ جھنگ کے اجلاس میں شمولت کی غرض سے ربوہ تشریف لائے ہوئے تھے۔

یہ اجلاس صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر کی صدارت میں ہوا۔ سٹوڈنٹس یونین کے صدر سید انور احمد صاحب باہری نے مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی سابق انچارج مربی دعوت الی اللہ مغربی افریقہ اوران کی وساطت سے افریقہ، شرق اوسط، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ اور امریکہ کے مربیان احمدیت کی خدمت میں استقبالیہ ایڈریس پیش کیا اوران کی عظیم الشان خدمات پر مبارکباد پیش کی۔ مولانا سیفی صاحب نے جوابی تقریر سے قبل جملہ مبلغین کا تعارف کروایا۔ بعد ازاں آپ نے اور مولانا محمد منور صاحب نے افریقہ میں رونما ہونے والے انقلاب پر روشنی ڈالی۔ تقاریر کے بعد سوالات کا موقعہ دیا گیا جن کے تفصیلی جواب مبلغین نے دیئے۔

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے اپنی مختصر مگر نہایت مؤثر صدارتی تقریر میں بتایا کہ:۔

''افریقہ کی طرح یورپ میں بھی اسلام کی ترقی کے امکانات کچھ کم روشن نہیں ہیں۔ یہ تاثر کہ یورپ میں اسلام نہیں پھیل سکتا جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجے میں غلط ثابت ہو چکا ہے۔ تبلیغ کی ابتدا مذہب تبدیل کرنے والوں کی کثرت تعداد سے نہیں بلکہ تبدیلیٔ خیالات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ وہاں لوگوں کے خیالات بدلنے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمایاں کامیابی عطا فرمائی ہے۔ صلیبی جنگوں کے بعد سے یورپ میں اسلام کے خلاف اس قدر زہریلا پراپیگنڈہ کیا جاتا رہا تھا کہ وہاں کوئی اسلام کا نام سننے کا روادار نہ تھا۔ لیکن اب جبکہ وہاں متعدد ممالک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ اسلام کے متعلق پادریوں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا بڑی حد تک ازالہ ہو چکا ہے وہ پہلی سی بھیانک صورتحال اب وہاں دیکھنے میں نہیں آتی۔ اس کا بیّن ثبوت وہاں کے مستشرقین کی وہ کتابیں ہیں جو فی زمانہ اسلام پر لکھی جارہی ہیں۔ آج سے ۵۰ سال پہلے کی کتابوں اور اِن کتابوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو فرق خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ اب ان کا رویہ بہت ہمدردانہ اور مخلصانہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں بھی اسلام میں عوام کی دلچسپی دن بدن بڑھ رہی ہے اور وہ ذہنی طور پر اسلام کے قریب آرہے ہیں۔ چنانچہ بہتوں نے صداقت کا قائل ہو کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔ پھر جو یورپی باشندے مسلمان ہوئے ہیں وہ محض نام کے مسلمان نہیں ہیں بلکہ

سوچ سمجھ کر انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اور وہ اس پر عمل پیرا بھی ہیں اور پھر اشاعت اسلام کا جذبہ بھی ان میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ یہ صورتحال اس امر کی آئینہ دار ہے کہ یورپ میں بھی اسلام غالب آ کر رہے گا۔‘‘ 99

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا دورہ آزاد کشمیر

آپ نے ۱۹۶۴ء میں نائب صدر خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے میرپور، کوٹلی، آرام باڑی، بھابھڑہ اور گوئی کی مجالس کا تربیتی دورہ کیا۔ میرپور میں قاضی محمد برکت اللہ حال امریکہ جو کالج کے پرنسپل ہونے کے علاوہ قائد خدام الاحمدیہ بھی تھے نے بعض معززین شہر کو بھی دعوت دی جنہیں (حضرت) صاحبزادہ صاحب موصوف نے خطاب کیا۔ آرام باڑی میں آپ نے مسجد احمدیہ آرام باڑی کا سنگ بنیاد رکھا۔ مولوی امام الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ بھابھڑہ کا بیان ہے کہ میں نے انہی دنوں میں رؤیا میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس جگہ آ کر تقریر کر رہے ہیں جس جگہ مسجد احمدیہ آرام باڑی کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔ یہ خواب آپ کے فرزند صاحبزادہ صاحب موصوف کے مسجد احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھنے اور تقریر کرنے سے پوری ہوگئی ہے۔

یہاں سے آپ نے بھابھڑا جا کر وقفِ جدید کے تحت چلنے والے مدرسہ کا معائنہ کیا اور پھر پیدل پہاڑی راستہ سے گوئی پہنچے اور وہاں کی مجالس خدام الاحمدیہ اور احباب جماعت کو تربیتی ہدایات سے نوازا۔ جہاں سے آپ واپس چلے آئے۔ یہ دورہ مجالس اور احباب کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث بنا۔ 100

ربوہ میں پہلی اردو کانفرنس

ربوہ اپنی ملک گیر علمی سرگرمیوں کے باعث نہایت تیزی سے **مدینۃ العلم** کی حیثیت اختیار کرتا جارہا تھا۔ اس تعلق میں ۱۸؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا جبکہ تعلیم الاسلام کالج کے زیرانتظام پہلی کل پاکستان اردو کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس تاریخی کانفرنس میں ملک کے قریباً پچیس نامور ادباء و شعراء نے شرکت کی۔ اور چیدہ اہل قلم شخصیات نے مختلف موضوعات پر فاضلانہ مقالے پڑھے۔ علاوہ ازیں ملک کے مختلف کالجوں کی طرف سے پچیس کے قریب مندوبین بھی شریک ہوئے۔ یہ کانفرنس ہر اعتبار سے کامیاب رہی۔

کانفرنس کا آغاز صبح ٹھیک ساڑھے نو بجے ڈاکٹر وزیر آغا کی صدارت میں ہوا۔ کالج کے طالب علم محمود سلطان صاحب نے نہایت خوش الحانی سے تلاوت کلام پاک کی ان کے بعد محترم پروفیسر محبوب عالم صاحب خالد صدر شعبہ اردو تعلیم الاسلام کالج نے محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس استقبالیہ کی طرف سے خطبۂ استقبالیہ پڑھا اور تمام مندوبین کو خوش آمدید کہتے ہوئے یہ بات بھی واضح کی کہ ہمارا اردو کے ساتھ ایک جذباتی لگاؤ ہے کیونکہ ہمارے امام ومطاع سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی بیشتر کتب اردو میں ہیں۔ ان کے بعد معتمد مجلس استقبالیہ نے مکرم اختر حسین صاحب صدر انجمن ترقی اردو پاکستان اور مکرم ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی رئیس الجامعہ جامعہ کراچی کے پیغامات پڑھ کر سنائے۔ جو انہوں نے اس کانفرنس کے نام ارسال فرمائے تھے۔

ان پیغامات کے علاوہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس پیغام کے اقتباسات بھی پڑھ کر سنائے جو حضور نے ۱۹۴۸ء میں دانش گاہ پنجاب میں منعقد ہونے والی کانفرنس کے نام ارسال فرمایا تھا۔ ازاں بعد مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا مضمون ''رسائل اردو زبان کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟'' پڑھ کر سنایا۔ یہ مضمون حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت 'ادبی دنیا' کے لئے تحریر فرمایا تھا جب علامہ تاجور اس کے مدیر اور سر عبدالقادر اس کے نگران تھے۔ یہ مضمون ایک امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ خاص طور سے مضمون کے آخری حصہ نے جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلالی انداز میں اردو کے غالب ہونے اور بادشاہوں کی زبان بن جانے کی پیشگوئی فرمائی تھی (یہ سہو ہے زبان اردو کی بابت پیشگوئی حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ نے فرمائی تھی جو اس موقعہ پر ''میخانہ درد'' کے حوالہ سے پڑھی گئی)۔ سامعین پر وجد کی سی کیفیت طاری کر دی۔ حضور کے مضمون کے بعد محترم صوفی عبدالقدیر صاحب نیاز نے تراجم کے مسائل کے موضوع پر تقریر فرمائی اور پھر صاحب صدر نے خطبۂ افتتاحیہ فرماتے ہوئے تعلیم الاسلام کالج میں اردو کانفرنس منعقد کرنے پر کالج کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے اردو کی جو خدمت کی ہے وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی اور دوسرے بھی اس مبارک اقدام کی تقلید کریں گے۔ صاحب صدر نے ''اردو نظم کی علامتوں کا المیہ'' کے عنوان پر اپنا مقالہ بھی پیش کیا۔ مقالہ کے بعد مکرم محسن احسان صاحب، استاد ادبیات انگریزی دانش گاہ پشاور، مکرم فارغ بخاری صاحب (پشاور)، محترم پروفیسر غلام جیلانی صاحب اصغر سرگودھا اور مکرم نسیم سیفی صاحب نے اپنا کلام پیش کیا۔ دوسری

نشست محترم پروفیسر سید وقار عظیم صاحب شعبہ اردو دانش گاہ پنجاب کی زیر صدارت ٹھیک ۱۲ بجے شروع ہوئی۔اس نشست میں محترم شیخ ممتاز حسین صاحب صدر شعبہ اردو دانش گاہ زراعت لائل پور، محترم خضر تمیمی صاحب ایڈووکیٹ لاہور اور مکرم سہیل بخاری صاحب سرگودھا نے بالترتیب اردو میں سائنسی تدریس، اردو میں قانونی تدریس اور اردو میں دخیل الفاظ کا مسئلہ کے موضوعات پر اپنے اپنے مقالے پڑھے۔صاحب صدر نے ''اردو بحیثیت تدریسی زبان'' کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔تعلیم الاسلام ہائی سکول نے کانفرنس میں شریک ہونے والے مندوبین کے اعزاز میں عصرانہ کا اہتمام کیا۔اس عصرانہ کے دوران سکول کے مختلف طلباء نے اردو زبان کے بارہ میں ایک دلچسپ مجلس مذاکرہ بھی منعقد کی اس پر محترم پروفیسر سید وقار عظیم صاحب اور محترم پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے طلباء کو خراج تحسین پیش کیا۔

تیسری نشست بعد دوپہر چار بجکر پینتیس منٹ پر شروع ہوئی۔ڈاکٹر وحید قریشی صاحب صدر مقرر ہوئے۔اس نشست میں جامعہ احمدیہ کے تین غیر ملکی طلباء یوسف عثمان صاحب (افریقہ) عبدالقاہر صاحب (ترکستان) اور عبدالرؤف صاحب (جزیرہ فجی) نے ''ہمیں اردو سے کیوں محبت ہے'' کے موضوعات پر مضمون پڑھے۔اور حاضرین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔مہمانوں کے لئے یہ عجیب بات تھی کہ غیر ملکی باشندے ایسی شستہ اردو بول رہے ہیں اور جب تینوں طلبہ نے احمدیت کی برکات کا ذکر کیا تو حاضرین جھوم جھوم گئے۔ان کے بعد مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب نے ''غیر ممالک میں احمدی اردو کی کیا خدمات انجام دے رہے ہیں'' کے موضوع پر مقالہ پڑھا۔ازاں بعد محترم پروفیسر سید سجاد باقر رضوی شعبہ اردو، دانش گاہ پنجاب نے ''ادب اور زندگی کا رشتہ'' کے موضوع پر بڑا پیارا مقالہ پڑھا اور موضوع سے خوب خوب انصاف کیا۔

محترم ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے صدارتی خطاب کی جگہ اپنا مقالہ ''اردو بحیثیت قومی زبان'' ارشاد فرمایا۔ان کے بعد سید سجاد باقر رضوی صاحب نے اپنی دوغزلیں پیش کیں۔معتمد مجلس استقبالیہ نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور اس طرح کالج کی پہلی کل پاکستان اردو کانفرنس نہایت درجہ کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس استقبالیہ ہمہ وقت اس کانفرنس میں موجود رہے اور منتظمین کو اپنی رہنمائی سے نوازتے اور مقالہ خواں حضرات کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ 101

جناب اختر حسین صاحب صدر انجمن ترقی اردو نے اپنے پیغام میں کہا کہ:۔

''مجھے یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی ہے کہ آپ ربوہ میں کُل پاکستان اردو کانفرنس منعقد کر رہے ہیں اس قسم کے اجتماعات زبان وادب کے حق میں بڑے مفید ثابت ہوتے ہیں، ان میں اہل فکر کو یکجا ہو کر عالمی مسائل پر غور وفکر کرنے کا موقع ملتا ہے اور زبان وادب کی ترویج کے نئے نئے راستے سامنے آتے ہیں۔

اردو کو اس وقت جو مسائل درپیش ہیں وہ گوناگوں نوعیت کے ہیں۔ ہماری ایک قدیم کمزوری یہ ہے کہ ہم ہر معاملے کا جو حل بھی تلاش کرتے ہیں اس میں حکومت سے چند مطالبات ضرور شامل کئے جاتے ہیں اور گاہے گاہے انہیں دہرایا جاتا ہے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کچھ ہمارے بھی فرائض ہیں جن پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے مثلاً ہم یہ تو کہہ دیتے ہیں کہ حکومت کی فلاں کارروائی اردو میں نہیں ہوئی لیکن یہ کبھی نہیں سوچتے کہ خود ہم نے اردو کو کس حد تک اپنایا ہے اور اسے کس انداز سے اپنی ذات کا ایک جزو بنایا ہے۔ اردو کے سلسلہ میں ہم دوسروں کا محاسبہ تو کر لیتے ہیں لیکن کبھی کبھی اپنا محاسبہ بھی کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس طرح حقوق وفرائض کے معاملہ میں ایک خوشگوار توازن پیدا ہو جائے گا۔

آج ہمارا ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ اردو کو پاکستان کی دوسری علاقائی زبانوں سے زیادہ سے زیادہ قریب کس طرح لایا جائے۔ میری خواہش ہے کہ اس کانفرنس میں جو اہل علم شریک ہو رہے ہیں وہ اس مسئلہ پر پوری طرح سوچ بچار کریں کیونکہ ہماری قومی ترقی کے لئے اردو اور علاقائی زبانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا بہت ضروری ہے جو لوگ اردو اور علاقائی زبانوں کو ایک دوسرے کا حریف سمجھتے ہیں وہ نہ اردو کے خیر خواہ ہیں نہ علاقائی زبانوں کے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اردو اپنے مزاج ومنہاج اور رسم الخط کے اعتبار سے مغربی پاکستان کی تمام علاقائی زبانوں سے مکمل مماثلت رکھتی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مماثلت کو مزید بڑھایا جائے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اس سلسلہ میں ضرور کوئی عملی اقدام کریں گے۔ میں آپ کی کانفرنس کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں۔''

اختر حسین

صدر انجمن ترقی اردو'' [102]

جناب اشتیاق حسین صاحب قریشی وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی کراچی کا بلیغ پیغام درج ذیل الفاظ میں تھا:۔

''مکرمی، زاد عنایتکم

اردو کانفرنس میں شرکت کی دعوت کا شکریہ۔ میں مشاغل کی کثرت کے باعث شرکت سے معذور رہوں۔امید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔

میرے لئے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ مغربی پاکستان میں اپنی قومی زبان کی طرف سے بیداری بڑھتی جاتی ہے۔آپ کی کانفرنس بھی اسی بیداری کی ایک علامت ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اگر ہم نے جلد از جلد اپنی زبان کو اولیت نہ دی اور اسے تعلیم،تحریر اور تقریر کا ذریعہ نہ بنایا تو نہ ہم کسی قسم کی علمی یا ثقافتی ترقی کر سکتے ہیں اور نہ دنیا کی سرفراز اقوام میں شمار ہو سکتے ہیں۔ترقی تو در کنار ہمارا احساس کمتری اور گہرا ہوتا جائے گا اور ہم نہ اپنی ثقافت کو بچا سکیں گے نہ اپنی دینی روایات کو برقرار رکھ سکیں گے۔

میری دلی تمنا ہے کہ آپ کی کانفرنس کامیاب ہو اور اردو کی مشعل کو کسی قدر اور بلند کر سکے۔

مخلص اشتیاق حسین قریشی'' [103]

پروفیسر ناصر احمد پروازی اردو کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے معتمد تھے۔انہوں نے اپنے جملہ فرائض نہایت درجہ سرفروشی اور سرگرمی سے ادا کئے۔اور (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل تعلیم الاسلام کالج کی رہنمائی کے مطابق کانفرنس کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔اور پھر کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات یکم نومبر ۱۹۶۴ء کو ''ذکر اردو'' کے نام سے شائع کر کے اس علمی خزانہ کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔

ذیلی تنظیموں کے سالانہ مرکزی اجتماعات

جماعت احمدیہ کی مرکزی ذیلی تنظیمیں حسب سابق اس سال بھی اپنی دینی،تربیتی،علمی اور روحانی سرگرمیوں میں سرگرم رہیں۔اور ان کے سالانہ مرکزی اجتماعات ۱۹۶۴ء میں بھی سال کی آخری سہ ماہی میں منعقد ہوئے۔

سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ

افتتاحی اجلاس میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر مہتمم اطفال الاحمدیہ مرکزیہ نے سالانہ رپورٹ

پیش کی اور بتایا کہ اس سال ۳۴۲ مجالس نے خصوصی بیداری کا ثبوت دیا اور ستارہ، ہلال، قمر اور بدر کے مرکزی امتحانات میں شامل ہونے والے اطفال کی تعداد ۵۱۲۹ ہوگئی ہے۔ رپورٹ کے بعد (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصاراللہ مرکزیہ نے اطفال سے خطاب فرمایا آپ نے انہیں باور کرایا کہ وہ صرف بچے ہی نہیں بلکہ احمدی بچے ہیں جن کے روحانی باپ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظلّیت میں ان کے روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لئے انہیں اپنے آپ کو ایسا بنانا چاہیئے جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بننے کی تلقین فرمائی ہے اور وہ یہی ہے کہ وہ سچے دیندار اور دین کے خدمت گزار بن کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ کیونکہ ایک مومن کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ اس کا خدا اس سے خوش ہو جائے۔ خدا جس سے خوش ہو جاتا ہے اسے وہ اس دنیا میں بھی اور اگلے جہان میں بھی، جہاں کی زندگی کبھی ختم نہ ہوگی، اپنی بے شمار نعمتوں، رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے اور اسے ایسی راحت، ایسی خوشی اور ایسا آرام پہنچاتا ہے کہ کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے انہیں اپنا وقت نہ ضائع کرتے ہوئے دین سیکھنے، دین پر عمل کرنے اور دین کے خدمت گزار اور فدائی بننے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے تاریخِ اسلام کے متعدد دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سنا کر بتایا کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چھوٹے چھوٹے مسلمان بچوں نے خدمت دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کر کے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ نے انہیں بتایا کہ وہ بھی خدمت دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کر کے بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے سرانجام دے سکتے ہیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ انہیں بھی خدا نے عظیم الشان کارنامے سرانجام دینے کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ انہیں احمدی والدین کے گھر پیدا نہ کرتا۔[104]

(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے علاوہ اسی روز (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے سچائی کے موضوع پر اور آخری دن صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ نے ''وقف زندگی'' پر تقریر فرمائی۔ اختتامی اجلاس میں صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے ناظم اطفال سیالکوٹ مبشر احمد صاحب پال کو علم انعامی اطفال الاحمدیہ عطا فرمایا۔[105]

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ

اس سال پاکستان کی دوسو سے زیادہ مجالس کے ۲۸۱۷ دو ہزار آٹھ سوسترہ خدام نے شرکت کی۔ آخری اجلاس میں تقریباً ایک ہزار زائرین اور اسی قدر اطفال بھی شامل ہوئے۔اجتماع کی دلچسپی اور افادیت کا ایک خاص پہلو یہ تھا کہ مقام اجتماع میں چارٹوں کی نمائش کا انتظام کیا گیا تھا جس میں گرافوں پر اعداد و شمار ظاہر کر کے مجلس کے کام کی رفتار واضح کی گئی تھی۔نمائش کے دوسرے حصے میں سرکنڈے،سکوائش اور لکڑی کی چھوٹی چھوٹی اشیاء بطور نمونہ رکھی گئی تھیں جو خدام نے اپنے ہاتھ سے تیار کی تھیں۔اختتامی اجلاس میں اعلان کیا گیا کہ ضلع وار قیادتوں میں حسن کارکردگی کے اعتبار سے امسال ضلع لائلپور اور لاہور کی قیادتیں اول اور ضلع سرگودھا کی قیادت دوم آئی ہیں۔اس موقع پر (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے ان کے قائدین اور نمائندگان کو سندات تقسیم فرمائیں۔اطفال الاحمدیہ کی مجالس میں سے سیالکوٹ کی مجلس کو اول قرار دیا گیا۔اس مجلس کے قائد اور ناظم اطفال کو صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے علم انعامی عطا فرمایا۔تلقینِ عمل کے پروگرام میں (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی پُر اثر تقریر تھی۔آپ نے ایک حدیث نبوی بیان فرما کر واضح کیا کہ خدا کے ہاں صرف بے غرض اور اعلیٰ نمونہ ہی قابل قبول ہے اور جو لوگ بے جا فخر و مباہات (شیخی)، غیبت، کبر وعُجب، مخلوق خدا میں تفرقہ، ریا اور غیر اللہ کے خیالات کو عظمت دینے کے طریق اختیار کرتے ہیں ان کے اعمال قیامت کے روز ان کے منہ پر مارے جائیں گے۔کامیابی کا طریق صرف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کی جائے اور لوگوں کے باہمی تعلقات محبت و اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے۔اجتماع میں علمی اور مذہبی سوالات کے جوابات کا ازحد مفید پروگرام نہایت درجہ دلچسپ تھا۔سوالات کے جوابات مرزا رفیع احمد صاحب، (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب، محترم سید داؤد احمد صاحب، محترم سید میر محمود احمد صاحب اور مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے دیئے۔قواعد کے مطابق آئندہ دو سال کے لئے صدر مجلس کا انتخاب بھی ہوا۔حضرت مصلح موعود کی زیر ہدایت (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اجتماع کے دوسرے روز پنڈال میں تشریف لائے اور نئے صدر کا انتخاب آپ کی نگرانی میں ہوا۔سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے تین نام حضور کی خدمت میں بغرض منظوری بھجوائے گئے۔اگلے روز حضرت صاحبزادہ صاحب

نے مقام اجتماع میں تشریف لا کر اعلان فرمایا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آئندہ دو سال کے لئے محترم مرزا رفیع احمد صاحب کو مجلس خدام الاحمدیہ کا صدر نامزد فرمایا ہے۔[106]

سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ

حسبِ روایات لجنہ کا اجتماع بھی انہی تواریخ میں اپنی مخصوص روایات اور خالص دینی ماحول میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں ملک کے طول وعرض سے قریباً پچاس مقامات سے لجنہ و ناصرات کی قریباً ساڑھے چار سو ممبرات نے شرکت کی۔ اس مرتبہ ناصرات کا اجتماع پہلی مرتبہ الگ نصرت گرلز ہائی سکول میں منعقد ہوا۔ حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ نے افتتاحی اور اختتامی خطاب فرمایا۔ اجتماع کا نہایت ہی اہم حصہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا ذکر حبیب کے موضوع پر نہایت ایمان افروز مضمون تھا جو سیدہ اُمّ متین صاحبہ نے پڑھ کر سنایا اور جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشقِ رسولِ عربیؐ کے روح پرور واقعات پر نہایت عمدگی کے ساتھ روشنی ڈالی گئی تھی۔ اجتماع کے موقعہ پر -/۶۷۵۳۲ روپے کا سالانہ بجٹ متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔ اجتماع میں صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب نے قرآن مجید کا، مولانا جلال الدین صاحب شمس نے کتبِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اور سید میر محمود احمد صاحب ناصر نے درس حدیث دیا۔[107]

سالانہ اجتماع انصار اللہ

انصار اللہ کے اس دسویں سالانہ اجتماع کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے اسے حسب ذیل بصیرت افروز پیغام سے نوازا:۔

> ’’تمہارا نام انصار اللہ ہے۔ تم نے اپنے اس نام کی عزت کا خیال ہمیشہ رکھنا ہے۔ خدا تعالیٰ تمہیں حقیقی معنوں میں انصار اللہ بنائے‘‘۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس نے حضور کے پیغام سے اس اجتماع کا افتتاح کیا۔ اس سال اجتماع میں دوسو چوّن مجالس کے ۴۸۴ نمائندگان، ۱۰۲۵ ارکان اور ۱۹۳۱ زائرین نے شرکت کی۔ اجتماع میں گذشتہ سال کی طرح مشرقی پاکستان کے نمائندگان بھی شامل اجتماع ہوئے۔ دوران اجتماع صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نے حضرت مصلح موعود کی علالت کے متعلق تفصیلی رپورٹ پڑھ کر سنائی جس میں علاج اور رفتارِ صحت کے ذکر کے علاوہ حضور کی کامل و عاجل شفایابی کے لئے دعا کی پُرزور تحریک فرمائی۔ جس کے بعد مرزا عبدالحق صاحب نے پُرسوز اجتماعی دعا کروائی۔

اجتماع کا اختتامی اجلاس جو مؤرخہ ۱۵؍ نومبر کو صبح ۹ بجے شروع ہو کر مسلسل پونے دو بجے تک جاری رہا اثر و جذب کے لحاظ سے ایک خاص شان کا حامل تھا۔ اس میں درس قرآن کریم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم و ادراک سے بالا مقام، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور خلافت ثانیہ کا ظہور، پیشگوئی مصلح موعود، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کارنامے بلحاظ امام جماعت، بلحاظ اشاعت دین، بلحاظ افاضۂ فیوض روحانی، بلحاظ افاضۂ علوم روحانی وخلافت ثانیہ کے موجودہ دور میں ہماری ذمہ داریاں وغیرہ موضوعات پر سلسلہ وار ایسی پُر اثر تقاریر ہوئیں کہ روحانی کیف وسرور لحظہ بلحظہ بڑھتا ہی چلا گیا تا آنکہ محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ کے اختتامی خطاب نے اس روحانی کیف وسرور کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیا۔ آپ نے ذاتِ باری تعالیٰ کا عرفان عطا کرنے اور روحانی علوم سے مالا مال فرمانے سے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احسانات اور کارناموں کو ایسے دل نشین انداز میں بیان فرمایا کہ احباب جھوم اٹھے۔ [108]

مجلس خدام الاحمدیہ کی طرح مجلس انصار اللہ کے نئے صدر کا انتخاب بھی عمل میں آیا۔ یہ انتخاب ۱۳ نومبر کی شب کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شیخ محمد حنیف صاحب امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کی نگرانی میں ہوا۔ مختلف مجالس کی طرف سے عہدۂ صدارت کے لئے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے نام موصول ہوئے تھے۔ آراء شماری کے مطابق (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے حق میں ۲۳۶ ووٹ آئے۔ حضرت مصلح موعود نے کثرت رائے کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو ہی اگلے دو سالوں کے لئے انصار اللہ کا صدر مقرر فرمایا۔ جس کا اعلان شیخ محمد حنیف صاحب نے اجتماع کے اجلاس چہارم میں کیا۔ [109]

مجلس خدام الاحمدیہ کے چھبیس سالہ دور پر ایک نظر

حضرت مصلح موعود کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان احمدی نوجوانوں کی تنظیم ہے۔ جس کے ابتدائی چھبیس سالہ دور پر ایک نظر ڈالنا ہی کافی ہے۔ (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اپنے بیس سالہ تجربات ومشاہدات کی روشنی میں ایک روح پَرور مضمون لکھا۔ جس میں اس حقیقت پر نہایت وجد آفریں انداز میں روشنی ڈالی۔ یہ مضمون رسالہ

خالد نومبر ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۲۷ تا ۳۳ پر شائع ہوا۔اس اہم مضمون کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

’’ایک قوم کا راہنما اس قوم کا محسن بھی ہوسکتا ہے اور قوم کو ہلاک کرنے والا بھی۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اپنی قوم کو ہلاکت کے سیلاب سے بچا کر کامیابی کے گھاٹ پر اتارتے ہوئے نظر آتے ہیں وہیں ہمیں فرعون کی یہ تصویر بھی دکھائی دی ہے کہ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ (ھود:۹۹) وہ اپنی قوم کو جہنم کی طرف لے گیا۔پس راہنما کی حیثیت بڑی اہم اور غیر معمولی ذمہ داری کی حامل ہوتی ہے اور خوش بخت ہوتا ہے وہ راہنما جو اپنی قوم کا محسن ہو اور خوش نصیب ہوتی ہے وہ قوم بھی جسے ایک محسن راہنما عطا ہو۔ کیونکہ اس کے احسانات کا دائرہ ایک عام محسن کے احسانات کی طرح محدود نہیں ہوتا بلکہ بنی نوع انسان کا ایک وسیع حصہ اس سے فیضیاب ہوتا ہے۔

میں آج اپنے جس راہنما کے ایک احسان کا تذکرہ کرنے لگا ہوں اس کی تو پیدائش سے بھی پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر کر رکھا تھا کہ وہ قوم کا ایک محسن راہنما ہوگا اور اپنے حسن و احسان میں امام آخر الزمان کی نظیر ہوگا۔ یہی نہیں کہ صرف اس کی اپنی قوم ہی اس کے احسانات سے فیضیاب ہوگی بلکہ وہ فیض بہت سی قوموں کے لئے عام ہوگا۔قومیں اس سے برکت پائیں گی اور وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔

حضرت المصلح الموعود ایدہ الودود کے حسن و احسان کا ذکر لمبے تذکروں اور عمر بھر کی محفلوں کو چاہتا ہے۔آپ کے احسانات میں سے بعض تو انفرادی نوعیت کے ہیں اور آپ کے زمانۂ خلافت کے اب تک کے پچاس سالوں میں لاکھوں کی جماعت میں جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ پھر وہ جماعت کے دائرہ تک ہی محدود نہیں بلکہ غیر از جماعت افراد میں سے بھی سینکڑوں ہزاروں نے مختلف وقتوں میں، مختلف صورتوں میں ان کے میٹھے پھل چکھے بلکہ خوب سیر شکمی کے ساتھ ان سے لطف اندوز ہوئے لیکن ان احسانات کا تذکرہ نہ تو میرا مقصود ہے نہ ہی میں بعض مصالح کے پیش نظر ان کا ذکر مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنے اس مضمون کے لئے جس نوعیت کے احسانات میں سے صرف ایک کو چُنا ہے وہ قومی احسانات ہیں یعنی ایسے احسانات جن کے دائرے میں کم و بیش ایک قوم کے تمام افراد سما سکتے ہیں جو ایسی بارش کی طرح ہوتے ہیں کہ جن وسیع علاقوں پر برستے ہیں شاداب اور بنجر زمینوں کی تمیز نہیں کرتے چٹانیں بھی ان سے ویسا ہی حصہ پاتی ہیں جیسے زرخیز زمین، ریگستانوں پر بھی ویسا ہی برستے ہیں جیسے بوستانوں پر۔

پھر یہ احسانات بھی آگے دو قسموں میں منقسم کئے جا سکتے ہیں۔ کچھ ایسے جن کو وسعتِ مکانی تو حاصل ہو لیکن وسعتِ زمانی سے محروم ہوں اور ان کا عرصۂ فیض عارضی اور وقتی ہو۔ جیسے ہمیں کئی قسم کی وقتی مگر شدید مشکلات اور خوفناک بلاؤں میں سے مختلف وقتوں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کامیابی کے ساتھ نکال کر لے جاتے رہے۔ ایسے تمام احسانات گو بہت ہی عظیم الشان نوعیت کے ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ ان کا عرصۂ فیض رسانی عارضی تھا۔ ان کے مقابل پر بعض قومی احسانات وسعتِ مکانی بھی اپنے اندر رکھتے ہیں اور وسعتِ زمانی بھی۔ میرے نزدیک احسانات کی جملہ اقسام میں سے یہ قسم سب سے زیادہ حسین، قابلِ ستائش اور لائقِ شکریہ ہے۔

صاحبِ شریعت انبیاء کے سوا بہت کم دوسرے راہنماؤں کو خواہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی یہ توفیق ملتی ہے کہ اس قسم کے مستقل اور وسیع نوعیت کے احسانات سے جو گویا ایک وسیع اور عظیم الشان صدقۂ جاریہ کا رنگ رکھتے ہوں اپنی قوم کو نوازیں۔ اس پہلو سے دنیا کا محسنِ اعظم حسن واحسان میں لاثانی، جس کے پاسنگ کو بھی کوئی دوسرا نہیں پہنچتا، بلاشبہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بالا صفات ہے کہ اپنے احسان میں عرب و عجم اور گورے کالے کی تمیز نہ رکھی اور دنیا کی ہر قوم کا محسن بن کر آئے اور زمانے کی انتہاء تک آپ کے احسانات کا سلسلہ ممتد ہوا۔ یہ محض آپ ہی کی قوتِ قدسیہ کا فیض ہے کہ آپ کے غلام زادوں کو بھی آپ کی پیروی میں آپ کے اس عظیم الشان حسن و احسان میں سے کچھ حصہ ملا اور ان کا دائرۂ فیض بھی وسیع ہوا اور ان کا عرصۂ فیض مختلف زمانوں تک ممتد ہوا۔

حضرت مصلح موعود کے اس نوعیت کے احسانات میں سے آج میں مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کا ذکر کرتا ہوں اور یہ احسان اتنا عظیم الشان اور ایسا دور اثر ہے کہ اس کی عظمت کا صحیح اندازہ شاید بعد کے آنے والے مؤرخین ہی صحیح لگا سکیں گے ہماری نظریں اپنے قرب کی وجہ سے ابھی اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی اہل نہیں۔

قوموں کی اخلاقی ترقی اور تنزل کے اتار چڑھاؤ کے خطوط کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ اخلاقی گراوٹ ہمیشہ نوجوان نسلوں کے ذریعہ شروع ہوتی ہے گویا ہر دوسری نسل زینے کے اگلے قدم کی حیثیت رکھتی ہے اور بالعموم قوموں کا اخلاقی سفر اپنی ہر اگلی نسل کی اخلاقی گراوٹ کے ذریعہ ایک زینہ اترتے ہوئے شخص کے مشابہ ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے اسی خطرے سے مسلمانوں کو مختلف رنگ

میں خبردار فرمایا لیکن افسوس کہ انہوں نے خطرے کی ان جھنڈیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور اس بروقت تنبیہہ سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس خطرے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا (مریم: ٦٠) کہ قومیں اس طرح تنزل اختیار کرتی ہیں کہ جب نیک نسلیں گزرنے لگتی ہیں تو اپنے پیچھے نوجوانوں کی ایسی نسلیں چھوڑ جاتی ہیں جو عبادتِ الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں اور ہوا و ہوس سے آنکھ مچولی کھیلنے لگتے ہیں۔ پس اس نئی نسل کی حفاظت کی غرض سے بلکہ ہر آئندہ نسل کو ٹھوکروں سے بچانے اور استحکام بخشنے کی خاطر ۳۱ جنوری ۱۹۳۸ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب جماعت مصری فتنے سے نبرد آزما تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے مجلس خدام الاحمدیہ کے سپرد جو کام کیا گیا وہ اسی فتنے کا مقابلہ تھا لیکن یہ تو ایک وقتی اور معمولی بات تھی۔ خدام الاحمدیہ کے قیام کی اصل غرض و غایت اس سے بہت زیادہ وسیع، اہم تر اور شاندار تھی۔ اپنی ابتدائی صورت میں مجلس خدام الاحمدیہ صرف دس نوجوانوں پر مشتمل تھی لیکن بہت جلد اس کا پھیلاؤ بڑھ گیا اور بالآخر تمام احمدی نوجوانوں کی اس میں شمولیت لازمی قرار پائی۔ قیام کے پانچ روز بعد یعنی ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو اس مجلس کا باقاعدہ نام مجلس خدام الاحمدیہ رکھا گیا۔ ابتداء میں مطمح نظر تحصیل علم کے بعد قلمی جہاد کرنا تھا۔ چنانچہ یہ چند نوجوان قرآن و حدیث، تاریخ و فقہ اور دیگر اسلامی علوم سے ٹھوس استفادہ کرنے کے بعد اہم دینی مسائل پر مضامین لکھنے کی مشق کرتے اور ان میں سے بعض اخبارات میں بھی شائع کرواتے۔ ان مضامین سے متعلق حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خود اپنی اس قیمتی رائے کا اظہار فرمایا کہ:۔

”وہ نہایت اعلیٰ درجہ کے تھے اور مَیں سمجھتا ہوں کہ دوسرے مضمونوں سے دوسرے نمبر پر نہیں ہیں“

ان دنوں مجلس خدام الاحمدیہ کی مثال ایک عظیم الشان دریا کے منبع کی طرح تھی جو ایک چھوٹے سے پہاڑی چشمے کی صورت میں پھوٹتا ہے اور اس کے دہانے پر کھڑے ہو کر کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہی پانی بڑھ کر عظیم الشان دریا بن جائے گا جس سے نہریں نکالی جائیں گی اور پیاسی زمینیں سیراب کی جائیں گی۔ چنانچہ بعینہٖ اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ کا چشمہ بھی پھوٹا۔ اس چشمہ کے مقدر میں ایک نافع الناس دریا بننا تھا جس کا دھارا دن بدن نئے مقاصد کی شمولیت کے ساتھ موٹا ہوتا چلا گیا اور کاموں کا

پھیلاؤ دن بدن بڑھتا ہی چلا گیا۔ تربیت کے نئے نئے پروگرام مرتب ہونے لگے اور اس ذہن سے، جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ سخت ذہین وفہیم ہوگا، آبپاشی کی نئی نئی سکیمیں پھوٹنے لگیں۔ ''وقارِعمل'' کے ذریعے خدام الاحمدیہ سے توقع کی گئی کہ وہ جھوٹی عزتوں کو مٹا کر ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ہی میں عزت اور فخر محسوس کریں۔ معذوروں، مسکینوں اور بیوگان وغیرہ کی خبر گیری کی تلقین کے ساتھ شعبۂ خدمتِ خلق وجود میں آیا اور اپنی ذات میں یہی ایک وسیع لائحہ عمل کی صورت اختیار کر گیا۔ نماز باجماعت کے قیام کی جدوجہد بھی خدام الاحمدیہ کے سپرد کی گئی اور یہ کام بھی اپنی اہمیت کے لحاظ سے خدام الاحمدیہ کے لائحہ عمل میں ایک نمایاں حیثیت اختیار کر گیا اور صرف اسی حد تک نہیں رہا بلکہ دیگر تربیتی امور کی شمولیت کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ کا ایک اہم اور بنیادی شعبہ بن گیا جسے ''شعبہ تربیت'' کہا جاتا ہے۔ انسداد آوارہ گردی کی طرف بھی خاص توجہ کی گئی۔ لغویات سے روکنے کا کام بھی سپرد ہوا۔ غرضیکہ گزرتے ہوئے وقت کے پہلو بہ پہلو مجلس خدام الاحمدیہ جوں جوں اپنا یہ تاریخی سفر طے کرتی چلی گئی آسمانی پانی سے بھرپور نئے ندی نالے اس میں آ آ کر ملتے رہے۔ کہیں تربیتی پروگرام کے نالے نے اس کے حجم میں اضافہ کیا اور کہیں خدمتِ خلق کا نالہ اس میں آ کر شامل ہوا۔ تبلیغ کا بھی ایک علیحدہ پروگرام مجلس کے سپرد کیا گیا اور شعبہ تبلیغ کی الگ بناڈالی گئی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء کے اواخر تک یہ مجلس صرف پروگرام کے لحاظ سے ہی وسیع تر نہیں ہوئی بلکہ اپنی رکنیت کے لحاظ سے بھی اس کے دائرے نے چند افراد سے پھیل کر ساری جماعت کے نوجوانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اب ہر وہ فردِ جماعت جو پندرہ سال کی عمر سے چالیس سال کی عمر تک ہو بحیثیت ایک احمدی نوجوان لازماً اس کا ممبر شمار ہونے لگا۔

اس وقت تک حضور کے مختلف ارشادات کی روشنی میں مجلس خدام الاحمدیہ نے اپنے لئے جو لائحہ عمل تجویز کیا وہ خلاصتہً مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل تھا:۔

۱۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نوجوانوں کی تنظیم۔

۲۔ ان میں قومی روح پھونکنا اور جذبۂ ایثار پیدا کرنا۔

۳۔ اسلامی تعلیم کی تکمیل وترویج واشاعت، تحصیل علم کا شوق اور اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچانا۔

۴۔ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالنا، ماحول کو صاف ستھرا رکھنا اور محنت اور ہاتھ سے کام کرنے کی عادت کا وقار پیدا کرنا۔

۵۔ طبیعت میں استقلال پیدا کرنا۔

۶۔ذہانت کوتربیت کے ذریعے تیز کرنا۔

۷۔ذہنی صحت کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت کا خاص خیال رکھنا اوراس کے لئے معیّن پروگرام بنا کراس پرعمل درآمد کرنا۔

۸۔اسلامی اخلاق میں خود رنگین ہونا اور دوسروں کو رنگین کرنا تا کہ سچائی، دیانت، امانت، وفا، پاکیزگی اور دیگر اخلاقِ حسنہ جو دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں پھر سے عملی صورت میں قائم اور راسخ کئے جائیں اور ایک ایسے نمونے کی اسلامی نوجوان سوسائٹی کی بنیاد پڑے جوان اخلاقِ حسنہ کی حفاظت کا عہد کرے اور عملاً اس عہد کو نبھا کر دکھائے اور آئندہ نوجوان نسلوں تک اس امانت کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتی چلی جائے۔

۹۔قوم کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت کرنا کہ جب وہ خدام کی عمر تک پہنچیں تو نمونے کے تربیت یافتہ اسلامی سپاہی بن چکے ہوں۔

۱۰۔دین کی خدمت کا نوجوانوں میں جوش پیدا کرنا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی روح کو توانائی بخشنا۔

۱۱۔حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرنا اور خدمتِ خلق کی ایک لَو دلوں میں لگانا۔اسلام اور احمدیت کے مسائل پرغور وفکر کی عادت ڈالنا اور بہتری کے لئے تجاویز سوچ کر ہر مفید بات کوعملی جامہ پہنانا وغیرہ وغیرہ۔

حضور نے جس عظیم اور مستقل مقصد کو پیش نظر رکھ کراس مجلس کو قائم فرمایا تھا وہ حضور کے ان الفاظ سے ظاہر ہے:۔

> ’’میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جوتعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولاد کے دلوں میں دفن ہے اور پرسوں ان کی اولاد کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے، ہمارے دلوں کے ساتھ سمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کر لے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔اگر ایک یا دو نسل تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے‘‘۔[110]

پھر حضور فرماتے ہیں:۔

’’میں دیکھ رہا ہوں کہ سلسلے پر کیا کیا حملہ کیا جائے گا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے ان حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اور اس کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں اور درحقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم وتربیت ہے اس فوج کی جس فوج نے احمدیت کے دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کرنی ہے، جس نے احمدیت کے جھنڈے کو فتح اور کامیابی کے ساتھ دشمن کے مقام پر گاڑنا ہے۔ بے شک وہ لوگ جوان باتوں سے واقف نہیں ہیں وہ میری باتوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ آج نوجوانوں کی ٹریننگ اوران کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کچھ نہیں ہوا مگر جب قوم تربیت پا کر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔درحقیقت ایک ایسی زندہ قوم جوایک ہاتھ کے اُٹھنے پر اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے، دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے‘‘۔ 111

پس کیا کسی راہنما کا اپنی قوم پر یہ احسان کم ہے کہ وہ اس کے موجودہ نوجوانوں کی تربیت ہی کا نہیں بلکہ نسلاً بعد نسلٍ نوجوانوں کی ہر آنیوالی پود کی تربیت کا بھی ایک ایسا شاندار اور باقی رہنے والا انتظام کرے کہ وہ خام مال کی طرح اس کے قائم کردہ تربیت کے ایک عظیم الشان کارخانہ میں داخل ہوں اور جب دوسرے کنارے سے تیار ہو کر نکلیں تو ایک اعلیٰ درجہ کی صیقل شدہ مکمل کُل کی صورت اختیار کر چکے ہوں جو نظامِ اسلامی کا ایک زندہ خلاصہ ہو۔

مَیں مجلس خدام الاحمدیہ کے رکن کی حیثیت سے اپنے بیس سالہ تجربہ کی بناء پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر احمدی نوجوان مجلس خدام الاحمدیہ کے عظیم الشان کارخانے میں سے وسیع پیمانے پر طوعاً وکرہاً نہ گزارے جاتے تو آج احمدیت کے مسائل سینکڑوں گنا زیادہ بھیانک صورت اختیار کر چکے ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ صحابہ کے گزر جانے کے بعد ہماری مثال ایک ایسے ملک کی سی ہوتی جس کی فوج ابتداً چیدہ چیدہ نامور مشّاق ماہرِفن سپاہیوں پر مشتمل ہو لیکن رفتہ رفتہ وہ سارے سپاہی ملک کے نام کی خاطر اپنا اپنا وقت پورا کر کے قربان ہو جائیں اور اُس وقت یہ تکلیف دہ بھیانک صورتِ حال واضح ہو کہ ان کی جگہ لینے کے لئے سپاہیوں کی کوئی دوسری فوج تیار نہیں۔ نہ ہی

کوئی ایسی تربیت گاہ موجود ہے جہاں سے ڈھل ڈھل کر نئے سپاہی پرانے گزرنے والوں کی جگہ لینے کے لئے آگے جاتے رہیں۔مجلس خدام الاحمدیہ نے نئی نسلوں کی تیاری کے سلسلے میں بعینہٖ فوجی تربیت گاہوں کا سا کام کیا ہے اور احمدیت کے بقا اور قیام کے سلسلہ میں اس تحریک کی قیمت کا اندازہ کرنا ہر نظر کے بس کی بات نہیں۔اس کے لئے ایک جوہری کی آنکھ کی ضرورت ہے اور ایک ماہر فن کی بصارت درکار ہے۔میں مشاہدہ کی بناء پر نہایت بصیرت سے یہ گواہی دیتا ہوں کہ مصلح موعود کے دوسرے تمام احسانات سے اگر وقتی طور پر آنکھیں بند بھی کر لی جائیں تو صرف مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام ہی آپ کو سچا اور برحق مصلح موعود ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔کتنی بگڑی ہوئی زندگیاں اس نظام کے ذریعے سنور گئیں اور سنورتی چلی جارہی ہیں، کتنے ہی اسلام سے دور ہوتے ہوئے قدموں کو اس کی سلاسل نے تھام لیا، کتنے ہی غیر ذمہ دار کندھوں پر ذمہ داری کے بوجھ لادے اور غلامانہ ان کو اسلام کی خدمت کے لئے مسخر کر لیا۔مجھ سے ایک مرتبہ ایک بڑی مجلس کے قائد نے بیان کیا کہ اگر مجلس خدام الاحمدیہ کی تحریک نہ ہوتی تو مَیں شاید اسلام سے ہی نہیں خدا سے بھی برگشتہ ہو چکا ہوتا۔انہوں نے میرے سامنے جو اپنی زندگی کے حالات بیان کئے ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنی کالج کی تعلیم کے زمانہ میں کلیۃً مذہب سے متنفر ہو چکے تھے اور احمدیت سے عملاً لاتعلق ہو گئے تھے لیکن ان کے احتجاجات کے باوجود مجلس خدام الاحمدیہ کے کارندوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا اور آخر رفتہ رفتہ دین کی محبت کا ایسا شعلہ ان کے سینے میں بھڑکا دیا اور خدمتِ اسلام کی ایسی لَو لگا دی کہ اب خدام الاحمدیہ انہیں چھوڑ بھی دے تو وہ اسے نہیں چھوڑ سکتے۔یہ تو صرف نمونہ کی ایک مثال ہے لیکن فی الحقیقت ایسی مثالیں ایک یا دو یا سینکڑوں ہی نہیں بلکہ ہزارہا سے بڑھ کر ہوں گی کہ دین سے دور ہٹتے ہوئے نوجوانوں کو مجلس خدام الاحمدیہ کی تنظیم کی برکت سے اپنا رُخ موڑ کر دین کی طرف والہانہ قدموں کے ساتھ بڑھنے کی توفیق ملی۔اور اس حقیقت کا تو ہر خادم زندہ گواہ ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ کے طفیل اسے کتنی ہی نیکیوں کے اختیار کرنے کی توفیق ہوئی اور کتنی ہی بدیوں سے بچنے کے بروقت انتباہ پہنچے۔اگر دیانتداری سے ہر خادم اپنے اعمال کا ایک سرسری سا جائزہ بھی لے تو یقیناً یہ حقیقت اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہے گی (خواہ اس کا واضح احساس اس سے پہلے اسے ہوا ہو یا نہ ہوا ہو) کہ اس کے بہت سے نیک اعمال، اس کے دینی علم کی پونجی کا ایک معتدبہ حصہ، اس کی قوتِ عمل، اس کے اخلاقِ حسنہ، اس کا انکسار، اس کی بدیوں سے نفرت، اس کے خدمتِ خلق کے جذبات، اس کی اطاعت کی روح،

اس کا نظام کا احترام، اس کی عادات واطوار کی باقاعدگی اور مستقل مزاجی، اس کی تحریر اور اس کی تقریر بلکہ اس کا اٹھنا بیٹھنا، جاگنا اور سونا یعنی زندگی کے تمام انواع کے افعال اور تصورات مجلس خدام الاحمدیہ کے ممنونِ احسان اور مرہونِ منت ہیں۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں جس کی خوبیوں کو جلا بخشنے میں مجلس خدام الاحمدیہ کا نہ تھکنے والا ہاتھ کارفرما نظر نہ آتا ہو۔ کوئی بدیاں ایسی نہیں جنہیں مٹا ڈالنے کے لئے اس ہاتھ نے اَن تھک جدوجہد نہ کی ہو غرضیکہ ہماری زندگیاں سرتا پا اسی مجلس کے سانچوں میں ڈھلی ہوئی ہیں۔

یہ درست ہے کہ خام مال اپنی خام کاری کے سبب بعض اوقات ہر سانچے میں ڈھل نہیں سکتا اور نقاش کے ہر نقش کو اپنی ہستی پر جمانے کا اہل نہیں ہوتا مگر جس حد تک بھی ہم میں سے کوئی صیقل ہو سکا اور جس قدر بھی حسین نقوش ہماری صورتوں کو زینت بخش سکے ہیں وہ تمام تر نہ سہی مگر ان میں سے بعض بلکہ بہت سی صورتوں میں اکثر مجلس خدام الاحمدیہ کے احسان کی گواہی دے رہے ہیں اور اس محسن راہنما کے حسن واحسان کے گیت گا رہے ہیں جس کی پیدائش سے بھی پہلے امامِ وقت کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ ''وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا''۔ 112

حضرت مصلح موعود کا روح پَرور پیغام

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنی علالت کے باوجود دفتر اول تحریک جدید کے اکتیسویں اور دفتر دوم کے اکیسویں سال کے لئے حسب ذیل پیغام ارشاد فرمایا۔ جس نے مخلصین جماعت میں قربانیوں کا ایک جوش اور ولولہ پیدا کر دیا:۔

''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تحریک جدید کا نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ دوست قربانی کریں اور پچھلے سال سے

آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کی مدد کرے۔ آمین

والسلام

خاکسار:۔ دستخط (مرزا محمود احمد) خلیفۃ المسیح الثانی‘‘ 113

خدام الاحمدیہ کے نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تازہ پیغام

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے قادیان کی یاد میں جلسوں کے انعقاد کا آغاز کیا تھا۔ اس موقع پر خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی درخواست پر حضور انور نے از راہِ شفقت خدام الاحمدیہ کو ایک بصیرت افروز پیغام سے نوازا ہے۔ حضور کے پیغام کا مکمل متن ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے:۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

وَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو النَّاصِر

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ مجلس خدام الاحمدیہ احمدیت کے دائمی مرکز قادیان کی یاد میں جلسوں کا انعقاد کر رہی ہے۔ میں اس موقعہ پر خدام کو نصیحت کرتا ہوں کہ اخلاص سے کام کرو اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاص کو برکت دے گا۔

خاکسار:۔ مرزا محمود احمد 114

اسلامی مشاورتی کونسل کے رکن مولانا ابوالہاشم صاحب کا تعلیم الاسلام کالج کے طلبہ سے خطاب

آج ربوہ سے علمی افکار و نظریات کی شعاعیں نکل کر تمام دنیا میں پھیل رہی ہیں

پاکستان کی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن مولانا ابوالہاشم صاحب نے جو اسلامک اکیڈمی ڈھاکہ کے ڈائریکٹر بھی ہیں نے اس امر پر خوشی کا اظہار فرمایا کہ ربوہ سے جو پہلے ایک بنجر قطعہ زمین تھا آج علمی افکار و نظریات کی شعاعیں نکل کر تمام دنیا میں پھیل رہی ہیں۔ آپ نے دعائیہ رنگ میں اس آرزو کا بھی اظہار کیا کہ جس طرح جماعت احمدیہ کے افراد نے ایک بنجر زمین کو آباد کر کے اسے زندگی سے ہمکنار کر دکھایا ہے اسی طرح وہ روحانی لحاظ سے دنیا کے بنجر دماغوں کو دینی و علمی آسودگی سے

ہمکنار کرنے میں کامیاب ثابت ہوں۔آپ مجلس ارشاد تعلیم الاسلام کالج کی دعوت پر مجلس کے ایک خصوصی اجلاس میں کالج کے طلبہ اور ممبران سٹاف سے ’’میرے نزدیک اسلام کا مفہوم کیا ہے‘‘ کے موضوع پر خطاب فرما رہے تھے۔اس اجلاس میں صدارت کے فرائض مجلس کے سٹوڈنٹ پریذیڈنٹ عطاء المجیب صاحب راشد نے ادا کئے۔آپ ۳۰ رنومبر کو لاہور سے ربوہ تشریف لائے تھے۔

زندگی کے پرمسرت لمحات

مولانا ابوالہاشم صاحب نے انگریزی میں اپنے خطاب کا آغاز کرتے ہوئے لیکچر کی دعوت پر مجلس ارشاد کا شکریہ ادا کیا اور پھر فرمایا جو لمحات میں نے ربوہ میں گزارے ہیں انہیں میں اپنی زندگی کے نہایت ہی پُرمسرت لمحات میں شمار کرتا ہوں۔میں آپ لوگوں کی حیران کن جماعتی زندگی سے بہت متاثر ہوا ہوں۔یہ جگہ پہلے ایک بنجر زمین تھی جس میں روئیدگی اور زندگی کے کوئی آثار نہ تھے۔آپ نے اسے آباد کر کے زندگی سے ہمکنار کیا۔اب یہ خوش باش لوگوں کا مسکن ہے۔جو فکر وعمل کے جذبہ سے مالا مال ہیں۔اور اب یہاں سے دینی اور علمی افکار و نظریات کی شعاعیں پھوٹ کر تمام دنیا میں پھیل رہی ہیں۔میری دعا ہے کہ جس طرح آپ لوگوں نے بنجر زمین کو علمی لحاظ سے ایک خوش حال زمین میں بدل دیا ہے اسی طرح آپ دنیا کے بنجر دماغوں کو علمی آسودگی سے ہمکنار کرنے میں کامیاب ثابت ہوں۔

آخر میں صاحب صدر نے مولانا ابوالہاشم صاحب کا مجلس ارشاد کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اس امر پر روشنی ڈالی کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اسلام کو جو دین فطرت ہے از سرنو زندہ کرنے اور اسے بنی نوع انسان کی زندگیوں کا دستور العمل بنا کر دنیا بھر میں غالب کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔چنانچہ آپ کے عظیم الشان تجدیدی کارناموں کے نتیجے میں آپ کی قائم کردہ جماعت کے ذریعہ اسلام دنیا میں غالب آتا جارہا ہے......۔[115]

شمالی نائیجیریا (مغربی افریقہ) میں مسلم کورٹ کا قیام

اس سال کا ایک اہم واقعہ شمالی نائیجیریا میں مسلم کورٹ آف اپیل کا قیام ہے جو احمدیہ مشن نائیجیریا کی مساعی کا نتیجہ تھا۔اس امر کی تفصیل مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی سابق انچارج مربی مغربی افریقہ کے قلم سے درج کی جاتی ہے:۔

’’مغربی افریقہ کے تمام ایسے ممالک جہاں احمدیہ جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اس بات کا کھلم کھلا اعتراف کرتے ہیں کہ اگر احمدیہ جماعت نے اس طرف توجہ نہ کی ہوتی تو وہاں کی مسلمان آبادی کے لئے تعلیم کا کوئی انتظام نہ ہوتا اور مسلمانوں کا ایک کثیر حصہ عیسائیت کی آغوش میں چلا جاتا۔ چنانچہ احمدیہ جماعت کی اس امر کی طرف توجہ سے قبل مسلمان عیسائی سکولوں کے ذریعہ دھڑا دھڑ عیسائی ہو رہے تھے۔مغربی نائیجیریا کے ایک معزز مسلمان نے حال ہی میں کہا ہے کہ:۔

’’مغربی افریقہ میں اسلامی تعلیم اور ثقافت کو عظیم خطرہ درپیش تھا۔اگر احمدیہ تحریک آڑے نہ آتی تو اس خطے میں اسلام مٹ گیا ہوتا۔احمدیہ مشن نے بینظیر قربانیوں اور اَنتھک کوششوں سے اسلام کو پھر زندہ کر دکھایا ہے‘‘۔

مغربی افریقہ میں سب سے پہلا اسلامی سکول نائیجیریا میں احمدیہ جماعت نے ۱۹۲۲ء میں کھولا اس کے بعد نہ صرف مغربی افریقہ کے دوسرے ممالک میں اسلامی سکول کھولے گئے بلکہ نائیجیریا میں کئی اور اسلامی سوسائیٹیاں معرض وجود میں آ گئیں۔اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے سینکڑوں کی تعداد میں سکول کامیابی سے چل رہے ہیں اور نہ صرف یہ کہ اب مسلمان عیسائی سکولوں کے ذریعہ عیسائی نہیں ہو رہے بلکہ مسلمانوں کی تعلیمی ترقی دیکھ کر جس کی ابتدا کا سہرا احمدیت کے سر ہے متعدد عیسائی مسلمان ہو چکے ہیں۔

شمالی نائیجیریا میں جہاں مسلمانوں کی بہت بھاری اکثریت ہے ایک عدالتی اصلاح کی ضرورت تھی۔اور وہ یہ کہ وہاں دو قسم کی عدالتیں ہیں۔ایک شرعی اور دوسری برطانوی قانون کے ماتحت۔اکثر یوں ہوتا تھا کہ شرعی عدالت میں مقدمہ کا فیصلہ ہوتا تو اپیل برطانوی قانون والی عدالت میں جاتی اور فیصلہ شرعی عدالت کے فیصلہ کے الٹ ہو جاتا۔اس بات کا مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑ رہا تھا۔چنانچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو اس کے خلاف آواز اٹھانے کی توفیق دی۔خاکسار نے نائیجیریا کے ایک روزنامہ ڈیلی سروس (DAILY SERVICE) مورخہ ۲۶/۲/۴۹ میں ایک مراسلہ شائع کروایا جس کا عنوان تھا "WHICH IS WHICH" اور متن یہ تھا:۔

’’میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ شمالی نائیجیریا میں کونسا قانون رائج ہے۔اسلامی قانون یا برطانوی قانون؟ اگر یہ دونوں پہلو بہ پہلو چل رہے ہیں یعنی اگر بعض مقدمات جو کسی خاص نوعیت کے ہوں برطانوی قانون والی عدالت میں فیصلہ ہوتے ہیں اور بعض کسی اور نوعیت کے اسلامی قانون

والی عدالت میں۔تو یہ بات برداشت کی جاسکتی ہے۔اگر فی الحال تمام کے تمام مقدمات برطانوی قانون کی عدالت ہی میں لے جائے جائیں تو پھر بھی میرے خیال میں یہ بات محل اعتراض نہیں اگرچہ بعض لوگ اس بات کو پسند نہ کریں گے۔

لیکن اب جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ برطانوی قانون کو اسلامی قانون پر حاوی کردیا جاتا ہے۔اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں اسلامی قانون کی ہتک کا پہلو پایا جاتا ہے۔اب وہاں (یعنی شمالی نائیجیریا میں) کیا کچھ ہورہا ہے؟ ایک مقدمہ اسلامی قانون کی عدالت میں فیصلہ پاتا ہے اس کی اپیل سپریم کورٹ میں دائر کی جاتی ہے جہاں فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اسلامی عدالت کا فیصلہ (سزا) اسلامی قانون کے مطابق تو درست ہے لیکن جہاں تک برطانوی تعزیرات کا سوال ہے اس ملزم کو کسی اور الزام کے ماتحت مجرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزا کم ہوگی۔اور اس طرح اسلامی قانون کی عدالت کا فیصلہ منسوخ کردیا جاتا ہے۔

جہاں تک ہم اعلیٰ عدالتوں کے قیام کے مقاصد کو سمجھتے ہیں ہمارا خیال ہے کہ ان کا کام یہ فیصلہ دینا ہے کہ کیا ماتحت عدالت نے قانون کو صحیح طور پر استعمال کیا ہے یا نہیں۔اعلیٰ عدالت میں قانون وہی ہوتا ہے جو ماتحت عدالت میں۔گویا کہ اعلیٰ عدالت ایسے ججوں پر مشتمل نہیں ہوتی جنہوں نے مقدمہ کا فیصلہ کسی اور ہی قانون کی رُو سے کرنا ہو۔اس لئے میں تو یہ بات سمجھ ہی نہیں سکتا کہ سپریم کورٹ اسلامی قانون کی عدالتوں میں فیصلہ پانے والے مقدمات کے لئے اپیل کی عدالت کس طرح متصور ہوسکتی ہے۔اسلامی قانون کی عدالتوں میں فیصلہ پانے والے مقدمات کی اپیلیں ایسی عدالتوں میں پیش ہونی چاہئیں جو اسلامی قانون ہی کے مطابق فیصلہ کرنے والی ہوں اور جن کے جج صاحبان ماتحت عدالتوں کے ججوں سے زیادہ قابل ہوں اور اس طرح یہ جج مقدمہ کو اسی قانون کے ماتحت پرکھیں جس کے ماتحت پہلے فیصلہ کیا گیا ہو۔اگر بعض خاص قسم کے مقدمات کے متعلق حکومت یہ چاہے کہ وہ برطانوی قانون ہی کے ماتحت فیصلہ پائیں تو ایسے مقدمات کو اسلامی قانون والی عدالتوں میں ہرگز پیش نہ کیا جائے۔مقدمہ کے آغاز ہی سے ان کو برطانوی قانون والی عدالتوں میں رکھا جائے۔ لیکن ہم یہ بات سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں کہ ایک مقدمہ کو پہلے اسلامی قانون والی عدالت میں پیش کیا جائے اور پھر اپیل کے لئے اسی مقدمہ کو دوسری قسم کی عدالت میں لے جایا جائے۔

کیا یہ بات اسلامی قانون سے مذاق کے مترادف نہیں ہے؟''

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ خاکسار کے اس خط کی وجہ سے شمالی نائیجیریا کے مسلمانوں میں اس بات کا احساس پیدا ہو گیا کہ عدالتی کارروائی میں یہ ایک اہم تبدیلی ہے جو ضرور کروانی چاہیئے ۔ چنانچہ اسی سال (۱۹۴۹ء) کے دسمبر میں شمالی نائیجیریا کی اسمبلی میں یہ سوال پیش ہوا۔ جس نے یہ قرارداد پیش کی کہ ''شمالی نائیجیریا کے لئے ایک مسلم کورٹ آف اپیل کا قیام عمل میں لایا جائے اس عدالت کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ویسٹ افریقن کورٹ آف اپیل کو حاصل ہیں۔ قرارداد میں یہ بھی کہا گیا کہ مجسٹریٹی عدالتیں، سپریم کورٹ اور ویسٹ افریقن کورٹ آف اپیل کو آئندہ اسلامی قانون والی عدالتوں کے فیصلہ پر اپیل کے سلسلہ میں کوئی حق نہ ہونا چاہیئے''۔

لیکن اس قرارداد کے نتیجہ میں صرف ایک کمیشن بٹھا دیا گیا جس کا کام یہ تھا کہ اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے رپورٹ پیش کرے۔ بہرحال یہ امر خاکسار کے لئے از حد خوشی کا باعث تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری تجویز کو قبولیت بخشی اور اس سوال کو اسمبلی میں اٹھوا دیا۔

اس کے بعد مارچ ۱۹۵۶ء میں شمالی نائیجیریا کی اسمبلی میں پھر یہ معاملہ پیش ہوا۔

ڈیلی ٹائمز نے (۵۶-۳-۱۲) اس خبر کو یوں شائع کیا:۔

''شمالی علاقہ کیلئے مسلم اپیل کورٹ کا مطالبہ

ہفتہ کے روز شمالی نائیجیریا کے ہاؤس آف اسمبلی نے ایک ایسے بل پر بحث کی جس کا مقصد اسلامی قانون والی عدالتوں کے فیصلوں کے لئے ہائیکورٹ آف اپیل کا قیام ہے۔ بورنو (BORNU) کے نائب حاکم (وزیر) نے بل کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ امید کرتے ہیں کہ اسلامی قانون کو صحیح معنوں میں رائج کیا جا سکے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ انہیں وہ وقت خود یاد ہے جبکہ چند سال ہوئے ایک برطانوی قانون والی عدالت کے ایک جج کے ہمراہ دو اسلامی قانون والے جج بھی فیصلہ کے لئے بیٹھے تھے اور اس ایک جج نے اسلامی قانون کے سلسلہ میں ان دو (مسلمان) ججوں کی بات ردّ کر دی تھی اور مقدمہ کے فیصلہ کے لئے برطانوی قانون کو ترجیح دی تھی''۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے شمالی نائیجیریا میں اسلامی قانون کی عدالت عالیہ بھی قائم ہو چکی ہے۔ اور یہ بات خاکسار کے لئے خاص طور پر خوشی کا باعث ہے۔ کیونکہ آج سے کئی سال پہلے سب سے پہلے خاکسار ہی نے اس ضرورت کی طرف نائیجیریا کے مسلمانوں کو توجہ دلائی تھی''۔ 116

بمبئی میں بین الاقوامی کیتھولک کانفرنس اور جماعت احمدیہ کی شاندار تبلیغی مساعی

بھارت کے شہر بمبئی میں ۲۸ نومبر سے ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء تک کیتھولک عیسائیوں کی ۳۸ ویں یوکریسٹک کانفرنس منعقد ہوئی جس کے انتظامات میں متعدد یورپین حکومتوں نے بھرپور حصہ لیا۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ عیسائیت کی سینکڑوں سال کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ پوپ (پال ششم) بنفس نفیس اس نوع کی کانفرنس میں شریک ہوئے اور مختلف مواقع پر پبلک سے خطاب کیا۔ علاوہ ازیں بیرونی ممالک سے متعدد کارڈینل، ہزارہا مندوبین اور ہندوستان کے طول وعرض سے بھی کثیر تعداد میں عیسائیوں نے شمولیت کی۔ حاضرین کی تعداد ڈیڑھ دولاکھ ہو گی۔ یہ پُرشکوہ کانفرنس بمبئی کی مشہور OVAL GROUND میں ہوئی جس میں ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی گنجائش تھی۔ گراؤنڈ کے وسط میں ساٹھ فٹ لمبا پنڈال بنایا گیا جسے دیکھ کر شاہی درباروں کی شان وشوکت یاد آتی تھی۔ اوپر تین ستون نصب تھے۔ ستونوں کے درمیان حضرت مسیح کی صلیبی حالت کی قد آدم تصویر آویزاں تھی۔ دائیں طرف ٹیلی ویژن کے لئے ایک بڑا کمرہ بنایا گیا تھا۔ اگلے حصہ میں ایک ہزار کینڈل پاور کے چالیس ہیڈ لائٹ روشن رہتے تھے۔ پنڈال سے ۱۸ میل دور سانتا کروز ہوائی اڈہ پر ہوائی جہاز ٹیلی ویژن کے آلات سے لیس کھڑے تھے۔ کیمرہ کی مدد سے کانفرنس کی تمام ضروری کارروائیوں کا فوٹو ہوائی جہازوں کی طرف منتقل کیا جاتا تھا اور پھر ویٹیکن سٹی اٹلی اور یورپ کے دوسرے ممالک میں ٹیلی کاسٹ کیا جاتا تھا۔

اس مرکزی پنڈال کے بائیں جانب اتنا ہی رفیع وعریض ایک اور پنڈال بنایا گیا جو غیر ملکی بشپ، آرچ بشپ اور کارڈینل کے لئے مخصوص تھا۔ پوری گراؤنڈ میں حکومت ہالینڈ نے روشنی کا ایک دلکش انتظام کیا تھا جو جدید ٹیکنالوجی کا بہترین نمونہ اور اپنی نظیر آپ تھا۔

پوپ ہندوستان کی فضائی کمپنی ایئر انڈیا کے بوئنگ سے سانتا کروز کے ہوائی اڈہ پر ۲ دسمبر کو پہنچے۔ حکومت ہند، حکومت مہاراشٹر اور بمبئی کے پادریوں نے ان کا پُرجوش اور فقید المثال استقبال کیا۔ پوپ نے ویٹیکن سٹی میں پرواز سے چند گھنٹے قبل یہ افسوسناک بیان دیا کہ ہندوستان کے باشندے گمراہ اور فریب خوردہ ہیں مگر ہمیں اُن کے ساتھ رواداری سے پیش آنا چاہئے۔ اس تحقیر آمیز بیان کی وجہ سے کسی مذہبی جماعت نے ان کی ملاقات کے لئے کوئی جوش وخروش نہیں دکھلایا بلکہ منتظمین کانفرنس نے ملک کی مذہبی جماعتوں کو اپنے مذہبی راہنما سے ملاقات کا وقت ہی نہیں دیا۔

جماعت احمدیہ بھارت کی طرف سے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت وتبلیغ نے ایک سپاسنامہ نہایت دیدہ زیب رنگ میں طبع کرایا پھر اس کی گیارہ ہزار کاپیاں دوسرے اعلیٰ کاغذ پر بھی طبع کرائیں۔ یہ سپاسنامہ انگریزی میں تھا جس کا اردو ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ترجمہ: ایڈریس ہزہولی نس پوپ پال ششم برموقعہ آل ورلڈ یوکریسٹک کانفرنس بمبئی منعقدہ نومبر دسمبر ۱۹۶۴ء

خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو بے حد کرم کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

بخدمت ہزہولی نس پوپ پال ششم

خدا کرے کہ یہ ایڈریس آپ کے لئے خوشی کا موجب ہو۔

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے تمام افراد کی نمائندگی کرتے ہوئے بحیثیت ناظر دعوت وتبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان آپ کی ہندوستان آمد پر پُرخلوص خیر مقدم کرتا ہوں۔ آپ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے خادم ہونے کے دعویدار ہیں۔ اور دنیا کے لکھوکھہا عیسائیوں کے تسلیم شدہ راہنما ہیں۔ اس لئے ہمارے دل میں بھی آپ کے لئے عزت واحترام ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام ہمارے عقیدے اور ایمان کے مطابق خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔

اسلام کی صحیح تعلیم کی رُو سے تمام مذہبی راہنماؤں کی عزت کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور اسلامی اخوت اور رواداری کے اصول کو اپناتے ہوئے ہم ایسے لوگوں سے ہرگز متفق نہیں جنہوں نے نامناسب رنگ میں مخالفت کرتے ہوئے اس عالمی مسیحی کانفرنس کی راہ میں مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ ایسا طریق ہمیشہ باہمی رواداری کے منافی اور نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ہمارے نزدیک ہر مذہب وملت کے افراد کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کا برابری کا حق حاصل ہے۔

اسلام کی تاریخ میں حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ ہمارے سامنے یہ ہے کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ میں آیا۔ تو حضور علیہ السلام نے کمال فراخدلی سے مدینہ کی مسجد میں انہیں اپنے طریق کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پس ہم بھی آپ کی کانفرنس کے لئے نیک خواہشات رکھتے ہیں اور ہماری تمنا ہے کہ شمولیت اختیار کرنے والے عیسائیوں کے لئے یہ کانفرنس فائدہ کا موجب ہو۔

آپ کی تشریف آوری کے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر میں مذہب کے متعلق بالعموم اور مسیحیت اور اسلام کے بارہ میں بالخصوص اپنے نظریات کا اظہار آپ کی خدمت میں نہ کروں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنے فرائض منصبی سے عہدہ برآ ہونے میں کوتاہی کی ہے۔ ہماری اس کوشش کے پس پردہ صرف یہ مقصد کارفرما ہے کہ باہمی تفہیم کے ذریعہ عقائد ونظریات کے ان اختلافات کو دور کیا جائے جو آجکل ہمارے اور مسیحی دوستوں کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم جن پُرخلوص جذبات سے یہ چیز پیش کررہے ہیں۔اسی خلوصِ نیت سے آپ بھی اس پرغور فرمائیں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہمارے اس نظریہ سے مکمل اتفاق کریں گے کہ تمام مذاہب کا نقطہ مرکزیہ اور حقیقی مقصود ومحور اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔اور کسی مذہب کا ماننے والا بھی مذہب کے اس بنیادی نظریہ سے اختلاف نہیں کرسکتا۔

اگر مذہب میں انسانی فلاح مضمر ہے تو اس فلاح کا منبع ومصدر خدا تعالیٰ کی ذات ہونی چاہیئے جو ایک زندہ حقیقت ہے۔ پھر اگر کوئی مذہب بنی نوع انسان کو ترقیات عطا نہیں کرتا اور اس کے لئے کسی ابدی فلاح کو پیش نہیں کرتا تو اس کا بنی نوع انسان کی راہنمائی کا دعویٰ عبث ہے کیونکہ وہ اپنے اولین مقصد میں ہی کامیاب نہیں سمجھا جاسکتا۔اگر خدا ایک زندہ خدا ہے تو اس کو اپنا منارۂ نور(LIGHT HOUSE)ان طالبانِ حق کے لئے ہمیشہ منور اور روشن رکھنا چاہیئے جو اس کی روشنی میں راہ حق کے متلاشی ہیں۔ بہ الفاظ دیگر ہمارا ایمان تب ہی کامل ہوسکتا ہے جبکہ اس کی زندگی کے ثبوت میں تازہ بتازہ نشان مشاہدہ میں آئیں۔اس کو اپنے ان منتخب بندوں سے وقتاً فوقتاً کلام کرنا چاہیئے جو اُس کی راہ میں کوشاں ہیں۔اور اس کے نام کو بلند کررہے ہیں۔اگر وہ مکالمہ اور مخاطبہ سے اپنی موجودگی کا ثبوت نہیں دیتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بنی نوع انسان بجائے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہونے کے تاریکی میں بھٹکتے رہیں گے۔

اگر ہم ایک ایسی عمارت یا مینار کو دیکھیں جس میں کوئی دروازہ یا کھڑکی نہ ہو تو لامحالہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اس میں کوئی زندہ انسان نہیں بستا۔اور پھر جب بارہا آوازیں اور دستک دیتے ہوئے ہم کسی متنفس کو مخاطب کرتے ہیں اور ہماری یہ کوشش سعیٔ لاحاصل ثابت ہوتی ہے تو ہمیں اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس مینار میں کوئی موجود نہیں یا اب بقید حیات نہیں۔اور یہ جگہ ویران ہے۔ خدا تعالیٰ صدیوں تک خاموش نہیں رہ سکتا۔اور یہ بھی ممکنات میں سے نہیں کہ وہ ماضی میں تو موجود تھا

لیکن اس دور میں موجود نہیں ۔ زندہ خدا دنیا کے لئے ہمیشہ زندہ ہے اور اس کی ہستی ہر قسم کے نقائص اور زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے۔ اس کی صفات جاودانی اور اس کی قدرتیں دائمی ہیں ۔ وہ اپنے پرستاروں کی تضرّعات کو سنتا ہے اور اُن سے ہر زمانہ میں کلام کرتا ہے۔ انبیاء اسی غرض کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ تا کہ وہ دنیا میں روحانیت کو جاری کریں ۔ بھولی بھٹکی مخلوق کو خدا کے آستانہ پر جمع کریں ۔ اور خالق و مخلوق کا روحانی رشتہ قائم کریں ۔ یہ وہ انعام ہے جس کا وعدہ اسلام اپنے پیروؤں سے کرتا ہے اور یہی وہ انعام ہے جس کا وعدہ یسوع مسیح نے اپنے سچے پیروؤں سے کیا تھا۔ وہ خدا جسے اسلام پیش کرتا ہے زندہ خدا ہے اور یہی وہ خدا ہے جو عہد ماضی میں انبیاء سے کلام کرتا رہا اور جو اپنے منتخب بندوں سے کلام کرتا ہے۔ جو اس کی آواز کو سنتے ہیں اور الہامات و مکاشفات کی برکات سے مستفیض ہوتے ہیں ۔ اس صورت میں ہر عقلمند شخص یہ سمجھنے میں حق بجانب ہے کہ موجودہ زمانہ کا کلیسا حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح نمائندگی نہیں کر رہا اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر مسیحؑ اس دنیا میں ہوتے تو وہ ہرگز یہ باور نہ کرتے کہ اس دور کے عیسائی ان کے حقیقی پیرو ہیں ۔ کیونکہ وہ ان عقائد و اعمال سے منحرف اور برگشتہ ہو چکے ہیں جس کی تعلیم انہیں ابتداء میں دی گئی تھی ۔ آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل اسلام نے اسی انحراف و برگشتگی کو قرآن کریم کے ذریعہ دنیا پر منکشف کیا اور بتایا کہ مسیح تو ایک انسان اور خدا کے نبی تھے اور انہوں نے دنیا میں ایک انسان کی مانند ہی زندگی بسر کی اور وفات پائی ۔ انہوں نے دنیا کو توحید کی تعلیم دی ۔ اور یہ کبھی نہیں کہا کہ ان کی یا ان کی بزرگ والدہ کی پرستش کی جائے ۔ بلکہ انہوں نے یہ تعلیم دی کہ گناہوں کی بخشش توبہ و استغفار اور عبادات اور اعمال صالحہ سے ہی ممکن ہے ۔

ہم برائے موازنہ یہ قبول کرنے کیلئے تیار ہیں کہ موجودہ دور کے مسلمانوں کی حالت عیسائیوں سے زیادہ بہتر نہیں ہے ۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنا حقیقی پیرو قبول نہیں کر سکتے ۔ لیکن یہ موازنہ تو اسی جگہ ختم ہو جاتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک امتیازی نکتہ سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی اس بدحالی اور بے کسی کے دور میں اسلام میں ایک عجیب و غریب انقلاب رونما ہوا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک شخص خدا تعالیٰ کی جانب سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے مامور کیا گیا جس نے دنیا کو دکھایا کہ آج بھی خدا تعالیٰ اسلام کے پیروؤں میں سے ایسی ہستیاں منتخب کرتا ہے جن کے ساتھ وہ بذریعہ الہام کلام کرتا ہے ۔ یہ وجود

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود تھا۔جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔آپ نے حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خُو بُو میں مبعوث ہو کر مسیحیوں کے غلط عقائد کی اصلاح فرمائی۔اور مسلمانوں کو راہِ حق بتلائی۔آپ نے تمام بنی نوع انسان کو حق وصداقت کے راستہ پر چلنے کے لئے دعوت دی۔آپ کی بعثت کی غرض وغایت تمام سابقہ انبیاء بشمول عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کی اغراض کی تکمیل وتجدید تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام میں تحریک احمدیت کا قیام آج سے تقریباً ۷۵ سال قبل فرمایا تھا اور اس وقت آپ کے روحانی جانشین حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کی قیادت میں تمام دنیا میں مختلف مقامات پر اسلامی مرکز قائم ہو چکے ہیں اور دنیا کو وسیع پیمانہ پر اسلام سے روشناس کرایا جا رہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو بتایا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام ان تمام امور سے نفرت کرتے تھے جو مسیحیوں نے ان کی ذات سے غلط طور پر منسوب کئے ہیں۔یعنی یہ تعلیم کہ وہ مافوق البشر یا کسی رنگ میں خدائی صفات کے مظہر تھے۔یا یہ کہ انہوں نے عقیدہ تثلیث، نجات، فرزندیت یا صلیبی موت کی مروجہ تعلیم دی یہ تمام باتیں دراصل بعد میں ان کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔

اس بات کا بیان کرنا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشفی طور پر حضرت مسیح ناصریؑ سے ملاقات کی اور کشف میں آپ کی تعلیم کے متعلق دریافت فرمایا۔تو حضرت مسیح ناصریؑ نے زمین کی طرف اشارہ کیا۔جس سے آپ کا مفہوم یہ تھا کہ وہ دیگر انسانوں کی طرح ایک کمزور انسان تھے۔اور ان تمام غلط عقائد سے اپنے آپ کو بری قرار دیتے ہیں۔جو آپ کی وفات کے بعد آپ کے ماننے والوں نے آپ کی طرف منسوب کئے۔

دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیا آج کا کلیسا اس قابل ہے کہ وہ مذہب کے اس صحیح روحانی فیض کو جاری کر سکے۔اور کیا کلیسا کا کوئی پیروکار آج اس بات کا دعویدار ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کے تازہ الہام و کلام سے مشرف ہے۔

اگر کلیسا مذہب کے اس بنیادی انعام سے مستفیض نہیں کراتا۔یا خالق ومخلوق کے رشتہ کی اس معیاری کسوٹی پر پورا نہیں اترتا جو کہ مذہب کی اصل غرض وغایت ہے تو انجام کار امیدوار نگاہیں کلیسا سے ہٹ کر کسی ایسی حقیقت کی متلاشی ہونگی جو اس روحانی انعام کی وارث ہیں۔

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہمکلام ہوا۔ اور آپ کی برکت سے آپ کے متبعین سے بھی ہم کلام ہوا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عیسائیوں کو بھی حضرت مسیح ناصری علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعلیم کی طرف بلایا۔ جو کہ بالآخر اسلام کی عالمگیر سچائی کی طرف ہی نشاندہی کرتی ہے۔ اسلام اپنے اندر تمام مذاہب کی سچائیاں رکھتا ہے اور تمام انبیاء کی تعلیمات کا حامل ہے۔

مختصر یہ کہ یہ وہ حقیقت ہے جس کے متعلق خود حضرت مسیح ناصری نے فرمایا تھا کہ ابھی وہ تمام حقیقتیں بیان نہیں کر رہے بلکہ ان کے بعد اپنے وقت پر جب انسانی شعور پختہ ہوگا تو مکمل احکامات کا اجرا ہوگا۔ وہ آواز جو آج جماعت احمدیہ کی جانب سے بلند ہو رہی ہے اس پر کان دھرنا عقلمندی اور خداشناسی ہے۔ کیونکہ دراصل وہ خدا کی آواز ہے۔ اور وہ دن دور نہیں جبکہ تمام دنیا اس آواز کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ ہر دن جو گذر رہا ہے وہ اس آواز کی طاقت اور صداقت اور اس کی وسعت میں اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔

ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس بات کی قوت عطا کرے کہ ہم مذہب کے صحیح مقصد کو محسوس کر سکیں اور تمام بنی نوع انسان اپنے خالق حقیقی سے دوبارہ قریب لائے جا سکیں۔ اور تشنہ روحیں الہامات کے آسمانی پانی سے مکمل طور پر سیراب ہو سکیں۔

اسلام مذہب کے اس حقیقی مقصد کو پانے کا دعویدار ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے اس بات کا عملی ثبوت دیا ہے کہ ہمارا خدا اب بھی زندہ موجود ہے اور اب بھی اسی طرح اپنے برگزیدہ بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے جس طرح گذشتہ زمانوں میں اپنے بندوں کے ساتھ ہمکلام ہوا کرتا تھا۔ بائیبل میں بھی یہ مرقوم ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آج دنیا جن مشکلات سے دوچار ہے اور مستقبل میں تباہی کے جو آثار نمودار ہو رہے ہیں ان سے بچنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ مخلوق اپنے خالق حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر صرف اسی کے سامنے سربسجود ہو۔ خدا تعالیٰ کی بخشش کو اور اس کے فضلوں کو جذب کرنے کا ذریعہ یہی ہے کہ ہم سچے دل کے ساتھ اسلام کے زندہ خدا کو اس کی تمام صفات میں ازلی وابدی یقین کرتے ہوئے اس سے بخشش طلب کریں کیونکہ وہ رحیم وکریم خدا ہے اور ہر وہ شخص جو سچی توبہ اور پُرخلوص دعاؤں کے ساتھ اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے اس کی توبہ قبول کی جاتی ہے۔ یہ مختصر ایڈریس ختم کرنے سے پیشتر ہم اس موقعہ سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے اس امید اور یقین کے ساتھ آپ کی خدمت میں کچھ احمدیہ لٹریچر پیش کرتے ہیں کہ اگر آپ بخوشی اسکے مطالعہ کیلئے وقت نکالیں گے تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ اسلام کا وہ سچا پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اس زمانہ میں دنیا کو دیا گیا وہ موجودہ زمانہ کی تمام بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے کیونکہ وہ تمام بنی نوع انسان کو ایک عالمی سطح پر مخاطب کرتا ہے اور توحید باری تعالیٰ، عالمی مساوات اور زندگی کی تمام قدروں میں یکجہتی افعال و کردار کا درس دیتا ہے۔ تمام تعریف خدا کے لئے ہے جو ہم سب کا آقا ہے۔ نیک خواہشات کے ساتھ آپ کا مخلص۔ مرزا وسیم احمد[117]

خیال تھا کہ جب کیتھولک دنیا کے دینی پیشوا سے ملاقات ہوگی تو آپ (صاحبزادہ صاحب) یہ سپاسنامہ خود پیش فرمائیں گے۔ اس ملاقات کے لئے مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ جماعت احمدیہ بمبئی نے سر توڑ کوشش کی مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

منتظمین کی سردمہری کے باوجود جماعت احمدیہ نے جس ذوق وشوق اور ولولہ انگیز طریق سے اس موقعہ پر اسلام کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ انجام دیا وہ بھارت کی مذہبی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے جس کی ایمان افروز تفصیلات جناب مولوی سمیع اللہ صاحب کے قلم سے درج ذیل کی جاتی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''جماعت احمدیہ نے جب یہ دیکھا کہ پاپائے اعظم سے ملاقات کا وقت نہیں دیا گیا۔ بلکہ وہ جگہیں جہاں جہاں ٹھہرائے گئے ہیں وہاں جانے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی تو اس جماعت نے پیغام اسلام پہنچانے کا اب دوسرا بندوبست کیا۔ ہم نے اپنے خدام کی چن چن کر ایسی گذرگاہوں پر ڈیوٹی لگائی جہاں سے ملکی وغیر ملکی مہمان بکثرت گزرتے تھے۔ جو مندوبین بحری جہازوں میں مقیم تھے ان کے لئے بندرگاہ کے ان گیٹوں پر ڈیوٹی لگائی گئی جو ان کے آنے جانے کا راستہ تھا۔ اسی طرح بڑے بڑے ہوٹلوں کے فٹ پاتھ پر خدام متعین کر دیئے گئے۔ اکثر چرچوں اور ہوسٹلوں کے سامنے بھی خدام موجود ہوتے تھے۔ پھر ''اُوَل میدان'' کے چاروں طرف جہاں بے شمار خلقت جمع ہوتی تھی وہاں بھی اپنے خدام ہر وقت موجود رہتے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاید ہی کوئی ملکی یا غیر ملکی مندوب ہوگا جس کے ہاتھ میں جماعت کا لٹریچر نہ پہنچا ہو۔ لوگ کثرت سے خود مانگ مانگ کر لیتے تھے۔ اور دو دو چار چار آدمی مل جل کر پڑھتے تھے۔ جس دن سپاسنامے کی عام اشاعت ہوئی اس دن پادریوں کا ذوق وشوق قابل دید تھا۔ ہر پادری نے

کوشش کی کہ سپاسنامے کی ایک کاپی اس کے ہاتھ آ جائے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چرچ کے حلقے میں یہ بات خوب مشہور ہوگئی ۔ اخبارات نے نمایاں طور پر خبر چھاپنی شروع کر دی ۔ یہ صورت حال دیکھ کر بہت سے عیسائی فکر مند ہوگئے مگر پولیس کی طرف سے ہم کو اتنی آزادی تھی کہ جلسہ گاہ کو چھوڑ کر اس کے فٹ پاتھ پر بھی ہمارے خدام کتابیں دے رہے تھے ۔ چنانچہ بشپ، آرچ بشپ اور کارڈینل کے عہدوں پر جو لوگ فائز تھے اور مخصوص نشستوں پر بیٹھتے تھے اُنہیں یہیں ان کتابوں کے سیٹ پیش کیے گئے ان میں سے اکثر نے شکریہ کے ساتھ یہ کتابیں قبول کیں ۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ نے اس بین الاقوامی اجتماع کو جو ایشیا میں اپنی نوعیت کا پہلا اجتماع تھا ۔ پیغام اسلام پہنچانے کے لئے جس اولوالعزمی اور حوصلہ مندی سے کام کیا اس پر آپ ہزار ہزار تحسین و ستائش کے مستحق ہیں ۔ سپاسنامے کا ذکر تو پہلے آ چکا ہے اس کے علاوہ آپ نے ایک لاکھ سے زیادہ کتابیں ہدیہ اور تحفہ کے طور پر دینے کے لئے بھیجیں ۔ جن میں عام اسلامی عقائد و تعلیمات کے علاوہ وفات مسیح کے موضوع پر بھی پچاس ہزار سے زائد کتب تھیں ۔ اس ناقابل فراموش کارنامہ کے انجام دینے میں جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی آف کلکتہ اور محترم جناب میاں محمد عمر و محترم محمد بشیر صاحبان سہگل آف کلکتہ کے فراخدلانہ مالی عطایا کے علاوہ جنوبی ہند کی بعض جماعتوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ خوب تعاون کیا ۔ چنانچہ جماعت احمدیہ حیدر آباد و سکندر آباد نے وفات مسیح پر ایک پمفلٹ Latest Findings About Jesus (مسیح کے متعلق نئے انکشافات) نہایت دیدہ زیب کاغذ و طباعت کے ساتھ بیس ہزار سے زیادہ تعداد میں چھپوائے ۔ جن میں سے ساڑھے سترہ ہزار اس اجتماع کے لئے بھیجے گئے ۔

دوسرا پمفلٹ جماعت احمدیہ کنانور نے Present To Pope کے نام سے پانچ ہزار کی تعداد میں طبع کرایا ۔ ان دونوں کتابوں کا مضمون ایک ہی تھا ۔ ان میں جناب مسیح کے تینوں دور زندگی کے تین فوٹو بھی ہیں یعنی جوانی، ادھیڑ اور بڑھاپے کے ۔ جو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے شائع کئے ہیں ۔ اور بھی بعض جدید معلومات ہیں ۔

اس کے علاوہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان نے اس موضوع پر مندرجہ ذیل کتب ہزاروں کی تعداد میں بھیجیں ۔

مسیح ہندوستان میں (انگریزی) ۔ مسیح نے کہاں وفات پائی (انگریزی) ۔ قبر مسیح (انگریزی)

ان چھوٹی چھوٹی کتابوں کے علاوہ بڑی کتابیں بھی انگریزی زبان میں جیسے قرآن شریف، لائف آف محمد، ٹیچنگ آف اسلام، احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہزاروں کی تعداد میں بھیجی گئیں۔ ’’تری چری‘‘ کیرالہ کے ایک دوست نے بھی ایک اشتہار پانچ ہزار کی تعداد میں بھیجے۔ اور ’’ربوہ‘‘ سے بھی بعض قیمتی کتب اس اجتماع کے لئے آئیں۔

نظارت تبلیغ قادیان نے اس تبلیغی مہم کی ذمہ داری میرے سپرد کی تھی۔ میں نے یہاں کے حالات دیکھ کر محسوس کیا کہ جماعت احمدیہ بمبئی تنہا اتنے وسیع پیمانے پر ان کتابوں کی مناسب رنگ میں اشاعت نہیں کرسکتی۔ اس لئے جنوبی ہند کی بعض جماعتوں کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ حیدرآباد اور یادگیر جو قریب کی جماعتیں ہیں ان کے امراء کو تحریک کی کہ وہ ان نادر دنوں کے لئے اپنے خدام بھی بمبئی بھیجیں اور گاڑیاں بھی۔ نظارت دعوت وتبلیغ قادیان نے بھی تحریک کی۔ بدر میں بھی اعلان کیا گیا۔ الحمدللہ کہ ان جماعتوں نے اس تحریک پر لبیک کہی۔ اور حیدرآباد و یادگیر سے ۴۰ خدام مکرم سیٹھ محمد معین الدین صاحب امیر جماعت حیدرآباد وسکندرآباد کی سرکردگی میں دو جیپ گاڑیوں کے ساتھ بمبئی پہنچ گئے۔ مدراس سے مکرم محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر آزاد نوجوان بھی آ گئے۔ ان احباب کے علاوہ مکرم حکیم محمد الدین صاحب مبلغ انچارج میسور اسٹیٹ، مکرم مولوی محمد عمر صاحب مبلغ انچارج آندھرا پردیش اور مکرم مولوی فیض احمد صاحب مبلغ یادگیر بھی آ گئے۔

اس سے پیشتر کہ ۲۸ نومبر کی تاریخ آتی اور میں تبلیغی جدوجہد کے آغاز کا اعلان کرتا۔ پولیس کے آفیسروں کو اس سکیم کی اطلاع دی۔ انہیں دارالتبلیغ بلایا۔ وہ آئے۔ کتابیں دیکھیں اور ایک ایک سیٹ اپنے ساتھ لے گئے۔ پھر میں خود مسٹر مجید اللہ پولیس کمشنر سے ملا اور ان کو بھی اس تجویز سے مطلع کیا۔

۲۸ نومبر کو میں نے اپنی تبلیغی جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ احباب جماعت تھیلیوں میں کتابیں لے لے کے جلسہ گاہ کی طرف چلے۔ میں نے اس وقت ان تمام مجاہدوں کو تاکید کر دی کہ پولیس کے احکام کی فوراً تعمیل کریں اگر کوئی شخص کتاب لینے سے انکار کرے تو برا نہ منائیں۔ اور اگر کوئی کتاب کے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کا بھی شکریہ ادا کریں۔ اگر کوئی کتاب پھاڑ کر پھینک دے تو حتی الامکان وہ ٹکڑے اٹھالیں۔ اور کتابیں تعلیم یافتہ اشخاص کو ادب واحترام سے پیش کریں۔ خدا کا فضل ہے کہ ہمارے جوانوں نے ان ہدایات کا ہمیشہ خیال رکھا۔ اسی لئے وہ اخیر تک نہایت کامیابی سے لٹریچر کی تقسیم کرتے رہے۔

ہمارے پاس جو کتابیں تھیں ان کے دو حصے کر دیئے گئے۔اول عام عقائد وتعلیمات کی کتب اور دوم وہ کتابیں جن کا عنوان وفات مسیح ہے۔ پہلے دن تجربہ کے طور پر عام عقائد وتعلیمات کی کتابیں تقسیم کی گئیں۔ اور چار دنوں تک یہی کتابیں تقسیم ہوتی رہیں۔ اس اثناء میں عیسائیوں اور بعض دوسرے اشخاص کی طرف سے پولیس پر دباؤ ڈالا گیا کہ ہماری یہ جدوجہد ممنوع قرار دی جائے۔مگر پولیس کی طرف سے ہم لوگوں کو تقسیم کتب کی اخیر تک مکمل آزادی رہی۔

۲۹ نومبر کو''انڈین ایکسپریس'' میں ہمارے خدام کی تبلیغی جدوجہد اور ایک پمفلٹ ''اسلام امت کی پکار'' (انگریزی) کے تقسیم کئے جانے کی اس کے رپورٹر نے مؤثر الفاظ میں خبر دی۔ ۳۰ نومبر کو میں نے اخبارات کے ایڈیٹروں کو ان کتابوں کے ایک ایک سیٹ بھیجے جو ان دنوں تقسیم کی جا رہی تھیں۔ یکم دسمبر کو ان میں سے چھ اخباروں نے نہایت نمایاں طور پر یہ خبر شائع کی۔ چار دنوں میں ساٹھ ہزار سے زیادہ تحفۃً دے چکے تھے اور شہر کے گوشہ گوشہ میں اس تبلیغی جدوجہد کی دھوم مچ گئی تھی۔عوام کے علاوہ پولیس کے آفیسر بار بار دارالتبلیغ آ کر حالات دریافت کرتے اور تازہ معلومات لے جاتے تھے۔

۲ دسمبر کو شام ۵ بجے پاپائے اعظم آنے والے تھے۔ سارا شہر امڈ کر ہوائی اڈے کی طرف چلا گیا تھا۔اور یہ اتفاق دیکھئے کہ اس دن ہم بھی وہ کتابیں شائع کرنے والے تھے جن کا عنوان ہی ''وفات مسیح'' ہے۔

اس دن دس خدام کی ڈیوٹی ہوائی اڈے پر لگائی گئی تھی۔ یہ جیپ میں لٹریچر بھر کے بعد زوال اپنی ڈیوٹی پر چل پڑے۔ چار خدام کی ڈیوٹی ''ماہم'' اور ''باندرہ'' میں تھی جہاں عیسائیوں کی معتد بہ تعداد رہتی ہے۔آج پہلا دن تھا کہ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا۔ ہمارے جو خدام ماہم اور باندرہ میں متعین تھے ان کے ساتھ عیسائیوں نے زیادتی کی۔ دو چار گھونسے اور مکّے بھی چلائے۔ ہمارے یہ خدام تو فتنے کی اس جگہ سے ہٹ گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد اسی جگہ ہمارے جوانوں کی دوسری پارٹی آئی۔ یہ وہی پارٹی تھی جو ہوائی اڈے پر متعین تھی۔ یہ حالات سے بے خبر تھے۔ان میں سے بھی ایک شخص نے جب وہ کتابیں تقسیم کیں تو یہ دیکھ کر عیسائیوں کے ایک گروہ نے ان خدام پر حملہ کر دیا۔ اس پارٹی میں میرے دونوں لڑکے بھی تھے۔ یہ حملہ ہوتے ہی اکثر دوست تو تھوڑی بہت مار کھاتے ہوئے مجبوراً جیپ سے نکل کر چلے گئے۔مگر حیدرآباد کا ایک نوجوان مکرم یوسف حسین ابن احمد حسین صاحب نائب امیر جماعت حیدرآباد جیپ میں رہ گئے۔ ان شر پسند عناصر نے انہیں خوب زدوکوب کیا۔ حتیٰ کہ وہ

نڈھال ہوکر گر پڑے۔منہ اور ناک سے خون بہنے لگا پھر وہ جیپ میں گھس گئے اور اُسے کافی نقصان پہنچایا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض دوست ماہم پولیس اسٹیشن گئے اور پولیس کی مدد لے کر آئے۔ میں اس وقت ’’اُوَلْ میدان‘‘ میں پوپ کا استقبال کر رہا تھا مجھ کو اس واقعہ کی اطلاع رات کے ۹ بجے بمبئی سنٹرل کے پاس ہوئی۔ میں اسی وقت ایک غیر احمدی دوست سیٹھ عبداللطیف صاحب کو لے کر جائے واقعہ کی طرف چل پڑا۔ سیٹھ محمد معین الدین صاحب، ایڈیٹر صاحب آزاد نوجوان اور دوسرے احباب بھی ٹیکسیوں میں چلے۔ تاہم پولیس اسٹیشن پہنچا تو جیپ وہاں کھڑی تھی اور ایک کانسٹیبل اس کی مرمت کر رہا تھا۔ سارے دوست خیریت سے تھے۔ سب کو دارالتبلیغ لے آیا۔

میرے نزدیک اس واقعہ کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ راہ خدا میں ایسے صدمے سہنے ہی پڑتے ہیں مگر یہاں بات وہی ہوئی کہ

عدو شرے برانگیزد　　که خیرما درآں باشد

صبح کو مرہٹی زبان کے سب سے کثیر الاشاعت روزنامہ ’’مراٹھا‘‘ نے اور اردو اخبار ’’قیادت‘‘ نے بہت نمایاں طور پر یہ خبر شائع کر کے عیسائیوں کے رویئے کی مذمت کی۔ اس کے بعد ’’فری پریس بلیٹن‘‘ اور دوسرے چھ روزناموں میں اس واقعہ کی پوری تفصیل شائع ہوگئی۔ بعض اخبار فروشوں نے تو یہ نعرہ لگا کر سنسنی پھیلا دی کہ ’’عیسائیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا‘‘ ان اخباروں میں ہمارے عقیدہ وفات مسیح کا ذکر بھی آ گیا۔ اس واقعہ کے بعد پولیس ہوشیار ہوگئی۔ چرچوں کے پاس پہرے بٹھا دیئے گئے لیکن ہماری تبلیغی آزادی میں کوئی خلل نہیں ڈالا گیا۔

چنانچہ ۲ دسمبر کو ہمارے یہ زخم خوردہ جواں زیادہ ہمت، استقلال اور مستعدی سے میدان جہاد میں آئے۔ آج تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ہر شخص سے کتابیں پڑھوا کے دم لیں گے۔ اس دن میں خود شروع سے اخیر تک ان خدام کے ساتھ رہا اور حالات کا مطالعہ کرتا رہا۔

۴ دسمبر کو ’’قبر مسیح‘‘ (انگریزی) کی تحفۃً لوگوں کو دے دینے کی باری تھی۔ مگر آج یوکریسٹک کانگریس کی رونق ختم ہوگئی تھی۔ حاضرین کی تعداد بھی بہت کم تھی۔ اس لئے آج نسبتاً ایسے اشخاص کم کم ملے جنہیں کتابیں دی جاسکیں۔ پھر بھی اس دن چار ہزار سے زیادہ آدمیوں کو پیغام احمدیت پہنچا دیا گیا۔

آج ہی جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد ختم ہونے والی تھی۔ ۵ دسمبر کے لئے احباب کی واپسی کے لئے مختلف ٹرینوں میں سیٹیں ریزرو تھیں۔ لیکن افسوس کہ ٹھیک اس وقت جب ہمارے خدام اپنی

کامیابی پر خوشی منا رہے تھے۔ یادگیر کے ایک مخلص اور قابل رشک نوجوان سیٹھ محمد عبداللطیف صاحب ابن سیٹھ محمد عبدالحی صاحب مرحوم آف یادگیر کی وفات کی خبر آ گئی۔ تمام دوستوں کو سخت صدمہ ہوا۔ جو مرحوم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ انہیں تو اسی وقت یادگیر جانے کی اجازت دے دی گئی۔ یہ تبلیغی جدوجہد جو ۲۸ نومبر کو شروع کی گئی تھی۔ نہایت خیر و خوبی سے ۴ دسمبر کو پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی۔ اس کار خیر میں چند غیر از جماعت دوستوں نے بھی میرے ساتھ بہت تعاون کیا۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

یہ چند دن جیسی خوشی اور چہل پہل کے تھے خدا ہمیشہ ایسے دن دکھائے۔ صبح سویرے سے دوستوں کا کتابوں پر مہریں لگانا۔ کتابوں کا شمار کرنا۔ ڈیوٹی تقسیم کرنا اور پھر ڈیوٹی پر جانا۔ کتنا دلچسپ مشغلہ تھا۔

پھر میں نے یہ محسوس کیا کہ ہر کس و ناکس کے ہاتھ میں کتابیں دے دینا تو چنداں دشوار نہیں لیکن چیدہ چیدہ افراد کو ڈھونڈنا، ان کو کتابیں دینا اور ان کے سوالات کا جواب دینا بہت دشوار کام ہے۔ اس کے لئے ہمت اور استقلال کے علاوہ وقت بھی چاہیئے اور یہ خدا کا فضل ہے۔ ہمارے خدام انتھک کوشش اور برق رفتاری سے معلوم کرتے رہے اگر خدا انہیں یہ حوصلہ نہ دیتا تو اتنے وسیع پیمانہ پر لاکھوں آدمیوں کو یہ مذہبی تحفہ نہیں دیا جا سکتا تھا۔

ہم کو کانفرنس کے منتظمین سے جو شکایت ہے اس کے خلاف بعض اخبارات میں میرے خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ ہم اس تحریر کے ذریعہ پھر اس کے رویہ پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ ہمیں نہ بک اسٹال دیا گیا۔ نہ ایڈیٹر آزاد نوجوان کو پریس انٹرویو کی اجازت دی گئی۔ نہ پوپ سے جماعت احمدیہ کی ملاقات کا بندوبست کیا گیا۔

ہم اخبار والوں کے مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ ہر وقت تعاون کیا۔ اور ہمارے خدام کی حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

محکمہ پولیس نے شروع سے اخیر تک ہمارے خدام کو جس آزادی سے لٹریچر تقسیم کرنے کی اجازت دی۔ ہم اس پر اس کے مشکور ہیں اور اس عادلانہ و منصفانہ سلوک پر ہم اس کو مبارکباد دیتے ہیں۔

ہماری تبلیغی جدوجہد کا ایک دور ختم ہو گیا۔ اب اس کے خوشگوار نتائج کا انتظار ہے۔ اس مہم کے بعد کیا اخبارات اور کیا عوام سبھوں کا احمدیہ مسلم مشن بمبئی کی طرف رجوع ہو گیا ہے۔ روزانہ نئے نئے لوگ ملاقات کے لئے آ رہے ہیں۔ ذوق و شوق سے کتابیں لے جا رہے ہیں۔ ابھی مسیحی مبلغین کے

بہت بڑے ادارے Salvation Army کے کمشنر کا آدمی آیا۔ وہ ہر کتاب کے چھ چھ نسخے لے گیا ہے۔ یہ ادارہ وفات مسیح سے متعلق تمام کتابوں کی ایک ایک سیٹ اپنے بڑے اداروں کو بھیج رہا ہے جن میں لنڈن کی Salvation Army بھی ہے۔ اس ادارے کو میں نے قرآن شریف انگریزی کا بھی ہدیہ دیا۔ اور بہت سے خطوط موصول ہو رہے ہیں جنہیں ہم ڈاک کے ذریعہ کتابیں بھیج رہے ہیں اور مقام مسرت یہ ہے کہ اس مسئلہ سے زیادہ دلچسپی عیسائی حضرات لے رہے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ان دنوں جو کتابیں جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کی گئیں۔ اخبارات میں ان پر ریویو آئے۔ خدا اس مقصد میں بھی کامیاب کرے۔ آمین

ابھی تک جن اخبارات و رسائل میں اس تبلیغی جدوجہد کا شاندار الفاظ میں ذکر آ چکا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ انڈین ایکسپریس انگریزی روزنامہ ۶۴/۱۱/۲۹-۶۴/۱۲/۴
۲۔ اردو ٹائمز اردو روزنامہ ۶۴/۱۱/۳۰
۳۔ ہندوستان اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۱
۴۔ اجمل اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۱
۵۔ آشکار اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۱
۶۔ آج اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۱
۷۔ مراٹھا مرہٹی روزنامہ ۶۴/۱۲/۴
۸۔ قیادت اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۴
۹۔ فری پریس بلیٹن انگریزی روزنامہ ۶۴/۱۲/۱۲
۱۰۔ انقلاب اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۵
۱۱۔ اردو ٹائمز اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۵
۱۲۔ آشکار اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۵
۱۳۔ اجمل اردو روزنامہ ۶۴/۱۲/۵
۱۴۔ مراٹھا مرہٹی روزنامہ ۶۴/۱۲/۶
۱۵۔ بمبئی سماچار گجراتی روزنامہ ۶۴/۱۲/۶
۱۶۔ نقش کوکن اردو ماہنامہ بابت دسمبر ۱۹۶۴ء

ان تمام اخباروں کے نمایاں تراشے نظارت دعوت وتبلیغ قادیان کے نام بروقت بھیجتا رہا ہوں۔ اخباروں میں ان خبروں کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔'' 118

نیز مولوی سمیع اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

''پاپائے اعظم جب ۲ دسمبر کو بمبئی تشریف لائے تو میں نے صاحبزادہ حضرت مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت وتبلیغ قادیان اور تمام احمدی جماعتوں کی طرف سے ان کی خدمت میں محبت کا ایک تحفہ پیش کیا تھا جس میں مندرجہ ذیل کتب تھیں:۔

(۱) قرآن شریف انگریزی۔(۲) لائف آف محمد انگریزی۔(۳) ٹیچنگ آف اسلام انگریزی۔ (۴) احمدیت یعنی حقیقی اسلام انگریزی۔(۵) مسیح ہندوستان میں انگریزی۔(۶) مسیح کہاں فوت ہوئے انگریزی۔(۷) قبر مسیح انگریزی۔(۸) جناب مسیح کے متعلق نئے انکشافات۔(۹) قبول اسلام کی دعوت کا سپاسنامہ۔

ویٹی کن سٹی روم کا جواب

پاپائے اعظم نے اپنے مرکز ویٹی کن سٹی پہنچ کر اپنے سیکرٹریٹ آف اسٹیٹ کو ہدایت کی کہ ان کی طرف سے ان کتابوں کو بھیجنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے اور دعا کی جائے کہ ان کو خدا کی رحمت و خوشنودی حاصل ہو۔ چنانچہ ویٹی کن سٹی روم سے میرے نام دعا اور شکریہ کے دو خطوط بھیجے گئے ایک ۱۵ دسمبر کو دوسرا ۱۷ دسمبر کو۔ ان خطوط کا ترجمہ یہ ہے:۔

''ہز ہولی نس کا سیکرٹریٹ آف اسٹیٹ مقدس باپ کی قیمتی ہدایت کی تعمیل کرتے ہوئے اس بات کی اطلاع دینے میں خوشی محسوس کر رہا ہے کہ جب ہز ہولی نس پوپ پال ششم بمبئی تشریف لائے تھے تو اس مبارک موقع پر آپ کی طرف سے ان کی خدمت میں جو ایک کتاب کا تحفہ پیش کیا گیا جس کا نام صحیح اسلام (THE TRUE ISLAM) ہے۔(میرا خیال ہے کہ سیکرٹریٹ آف اسٹیٹ نے اختصار کی رعایت کرتے ہوئے صرف ایک کتاب کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ میری طرف سے تو پاپائے اعظم کی خدمت میں ان تمام کتابوں کے سیٹ بھیجے گئے تھے جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔) کتاب کا یہ تحفہ ہز ہولی نس کو موصول ہوا۔ آپ کی طرف سے اس موقع پر ہز ہولی نس کا جس تپاک اور گرمجوشی سے استقبال کیا گیا اس پر مقدس باپ پوپ پال ششم اس کتاب کے بھیجنے والے، ان کے شرکاء کار اور حاضرین کو دعا دیتے ہیں کہ ان کو آسمانی رحمت و خوشنودی حاصل ہو''۔

ہم ممبران جماعت احمدیہ بھی صدق دل سے آمین کہتے ہیں اور یہی دعا ہم لوگ بھی پاپائے اعظم اوران کے تمام عقیدتمندوں کے لئے کرتے ہیں ع **ایں دعا از ما و از جملہ جہاں آمین باد**

کاش پاپائے اعظم ان کتابوں کا مطالعہ فرمائیں جوان کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔یہی وہ کتابیں ہیں جن کے ذریعہ انسان آسمانی رحمت وخوشنودی کا مستحق قرار پاتا ہے''۔[119]

آخر میں یہ بتلانا نہایت ضروری ہے کہ ان تمام تبلیغی مساعی اور جدوجہد میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کی راہنمائی اور مخلصانہ تعاون شامل حال رہا۔اُن دنوں صدرانجمن احمدیہ قادیان کی مالی حالت مخدوش تھی اور نظارت دعوت وتبلیغ میں اشاعتِ لٹریچر کے بجٹ میں محدودسی رقم تھی۔اس لئے آپ نے صدرانجمن احمدیہ سے پانچ ہزارروپیہ بطورقرض حاصل کیا اورفوری طور پراس کانفرنس کے حسب حال لٹریچر کی طباعت واشاعت شروع کر دی گئی اور جولٹریچر طبع ہو کر تیار ہوتا رہا ساتھ کے ساتھ بمبئی بھجوایا جاتا رہا۔

اس لٹریچر کی اشاعت کے لئے سلسلہ کے ممتاز مخیّر بزرگ میاں محمد صدیق صاحب بانی نے بغیر کسی تحریک کے ازخود تین ہزارروپیہ ارسال فرمایا۔بعد میں نظارت دعوت وتبلیغ کی طرف سے بدر میں اعلان شائع ہواتو کلکتہ کی مخلص جماعت کے دومخلص ممبران جناب میاں محمد عمر صاحب سہگل اورمیاں محمد بشیر صاحب سہگل نے بھی دوہزار کا عطیہ دیا۔

لٹریچر کی بروقت اشاعت کے لئے نظارت کے جملہ کارکنان خصوصاً چوہدری عبدالقدیر صاحب واقف زندگی کی شبانہ روزکوششوں کا بھاری دخل ہے۔

نظارت کی طرف سے مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی کی اعانت کے لئے بعض اَور مبلغین کو بھی بھجوایا گیااور حیدرآباد،سکندرآباداوریادگیر کی مخلص اورایثار پیشہ جماعتوں نے اپنے والنٹیر بمبئی بھجوائے جنہوں نے کمال فدائیت اورفرض شناسی سے اپنے فرائض کی بجاآوری کی۔[120]

دفاترتحریک جدید کے احاطہ میں باغیچۂ اطفال کاافتتاح

۴دسمبر ۱۹۶۴ءکو جناب صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے دفاتر تحریک جدید میں ایک خوشنما باغیچۂ اطفال (چلڈرن پارک) کاافتتاح فرمایا۔اِس پُرمسرت افتتاحی تقریب میں بیرونی ممالک میں فریضۂ تبلیغ ادا کرنے والے مبلغین اورتحریک جدید کے جملہ دیگر

کارکنان کے دوصد کے قریب نوعمر بچوں نے شرکت کی۔

یہ باغیچہ جس کا رقبہ قریباً بائیس ہزار مربع فٹ ہے تحریک جدید نے اس غرض سے بنایا ہے کہ اس میں شام کے وقت کارکنان کے نوعمر بچے سرپرستوں کی نگرانی میں سیر وتفریح کرسکیں اور اپنی عمر کے لحاظ سے مختلف قسم کے پُرمسرت کھیلوں میں حصہ لے کر اِس وقت کو ہنسی خوشی گزار سکیں۔ اسے گھاس اور پھولوں کی خوشنما کیاریوں کے علاوہ پینگیں بڑھانے والے جھولوں، اوپر نیچے ہونیوالے چوبی تختوں اور بلندی سے نیچے کی طرف تیزی کے ساتھ پھسلنے کے لئے لکڑی کے بنے ہوئے چکنے راستوں سے آراستہ کیا گیا ہے۔ پھر اس امر کا بھی اہتمام کیا گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں علیحدہ علیحدہ ان سب کھیلوں میں حصہ لے سکیں۔ یہ باغیچہ ان جملہ انتظامات کے ساتھ چھ سات ہزار روپے کے مصرف سے بن کر تیار ہوا ہے جس میں زمین کی قیمت شامل نہیں ہے۔

چار بجے شام جب محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب باغیچہ کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تو خوش پوش نوعمر بچوں اور بچیوں نے جو باغیچہ کے وسط میں دو علیحدہ علیحدہ قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے بلند آواز سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور اھلاً و سھلاً و مــرحبــا کہہ کر آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے ہر بچہ کے پاس جا کر اس سے مصافحہ کیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر پیار کیا۔ مکرم حسن محمد خاں صاحب عارف نائب وکیل التبشیر اور مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب مہتمم مقامی ساتھ کے ساتھ ہر بچہ کا تعارف کراتے جاتے تھے۔ اس موقع پر بعض بچیوں نے چھوٹے چھوٹے خوشنما گلدستے آپ کی خدمت میں پیش کئے جنہیں آپ نے بڑی مسرت کے ساتھ قبول فرمایا۔ ازاں بعد جملہ بچوں اور بچیوں نے علیحدہ علیحدہ قرینے سے آراستہ کی ہوئی میزوں کے گرد کھڑے ہو کر دودھ پینے کے علاوہ لڈوؤں سے منہ میٹھا کیا۔

بعدہ افتتاحی تقریب تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہوئی جو عزیز محمد ادریس ابن مکرم مولوی محمد اسحاق صاحب صوفی مبلغ مشرقی افریقہ نے کی۔ درثمین میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نظم عزیز محمد داؤد ابن مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیر سابق مبلغ ماریشس نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ تلاوت اور نظم کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے بچوں سے خطاب کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ کھیل کا میدان جہاں بچوں کیلئے تفریح اور ورزش کا سامان مہیا کرتا ہے وہاں بہت سے اخلاقی سبق بھی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ضروری اور اہم سبق یہ ہے کہ بچے باہم

مل جل کر محبت، ہمدردی، تعاون اور مساوات کے جذبہ کے ماتحت اپنا وقت گزاریں۔آپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ وہ کھیل کود کے ان سامانوں سے اس طرح مل جل کر فائدہ اٹھائیں کہ باری باری سب بچے ان سے فائدہ اٹھاسکیں۔ان نصائح کے بعد آپ نے پینگ بڑھانیوالے جھولوں کا تالا کھول کر باغیچہ کا افتتاح فرمایا۔اس کے ساتھ ہی بچوں اور بچیوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ جھولوں پر باری باری جھولنا اور اُچھلنا کودنا شروع کر دیا۔انتہائی ذوق وشوق اور خوشی ومسرت کے عالم میں بچوں کی یہ اچھل کود مغرب کی اذان تک جاری رہی۔

بچوں کی اِن کھیلوں اور اچھل کود سے کچھ دیر تک لطف اندوز ہونے کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کارکنان تحریک جدید کے رہائشی کوارٹروں کے معائنہ کیلئے تشریف لے گئے۔آپ نے عمومی جائزہ کے علاوہ بعض کوارٹروں کے اندر جا کران کی حالت کا تفصیلی طور پر معائنہ فرمایا۔اور کوارٹروں کی مرمت وغیرہ کے سلسلہ میں مکرم چوہدری غلام یٰسین صاحب نائب وکیل الدیوان کو ضروری ہدایات دیں۔[121]

حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب کا جامعہ احمدیہ سے خطاب

۱۱دسمبر۱۹۶۴ءکوحضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب نے جامعہ احمدیہ کی الجمعیۃ العلمیۃ کے زیرانتظام ''مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی راہ میں ہماری مشکلات'' کے عنوان کے تحت ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا۔صدارت کے فرائض الجمعیۃ العلمیۃ کے نائب رئیس لئیق احمد صاحب طاہر نے ادا کئے۔جمعیت کے خصوصی اجلاس میں جامعہ احمدیہ کے اساتذہ کرام اور طلباء کے علاوہ ربوہ کے دیگر احباب بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

حضرت چوہدری صاحب نے جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اپنے انتہائی محدود وسائل کے پیش نظر ہم نے اب تک جو کوششیں کی ہیں ان پر لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونے کی مثل صادق آتی ہے۔بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈال کران کے خوش کن نتائج ظاہر فرمائے ہیں۔تاہم ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مغربی ممالک کی موجودہ صورتحال کا جائزہ لے کر پہلے اصل مرض کی تشخیص کریں اور پھر علاج کی مقدور بھر کوشش عمل میں لائیں۔

اہل مغرب کا مطالبہ

تبلیغ اسلام کے نقطۂ نگاہ سے مغربی ممالک کی موجودہ صورتحال کا جائزہ پیش کرتے ہوئے آپ نے توجہ دلائی کہ آج وہاں ہمارا مقابلہ عیسائیت سے نہیں بلکہ لامذہبیت سے ہے۔رومن کیتھولک فرقہ کو چھوڑ کر باقی تمام عیسائی فرقوں کی قدیم مذہبی حیثیت میں اب بہت کچھ تبدیلی آ چکی ہے۔عیسائی عقائد کو اب وہاں جزو ایمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض ثقافتی ورثہ کی حیثیت سے برائے نام تسلیم کیا جاتا ہے۔فی الاصل اب وہاں عیسائیت کی بجائے لامذہبیت کو فروغ حاصل ہو چکا ہے۔اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو اب وہاں صرف اسلام ہی نہیں بلکہ فی الاصل مذہب کی حمایت کا بار بھی ہم پر ہی ہے۔ان حالات میں اہل مغرب کا مطالبہ یہ ہے کہ انہیں بتایا جائے کہ ان میں کیا چیز نہیں ہے جو مذہب ان میں پیدا کر سکتا ہے۔وہ اس کا علمی جواب ہی نہیں بلکہ عملی جواب چاہتے ہیں۔پھر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی وہاں اس قدر سرعت کے ساتھ ہوئی ہے اور ان علوم سے استفادہ کرنے میں اخلاقی اور روحانی اقدار سے پہلو بچا کر وہ اس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ اب انہیں اخلاق اور روحانیت کی طرف واپس آنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آ رہی۔ادھر نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بے پناہ ترقی اور اس سے یک طرفہ استفادہ کے نتیجہ میں نوعِ انسان کی مکمل تباہی کا خدشہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ان کی یہ وہ مشکلات ہیں جن کا خاطر خواہ حل وہ چاہتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں لیکن کوئی علمی حل ان کی تسلی نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اس کا عملی نمونہ ان کے سامنے نہ آ جائے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی اور تبلیغ کی ضرورت نہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام کے پیش کردہ اصول ارفع واعلیٰ ہیں اور ان میں یہ اہلیت موجود ہے کہ یہ ہمارے دکھوں کا مداوا کر سکیں۔لیکن ہمیں ان کا عملی نمونہ پیش کر کے دکھا دو۔روحانیت سے ماوراء وہ یہ مشاہدہ بھی کرنا چاہتے ہیں کہ اس کا روزمرہ زندگی پر کیا اثر ہوگا۔ وہ محض بحث کی خاطر یہ نہیں کہتے بلکہ دلی تڑپ کے ساتھ کہتے ہیں اور فی الواقعہ اسلامی تعلیم اور اصولوں کا وہ ایسا عملی نمونہ دیکھنے کے متمنّی ہیں کہ جسے دیکھ کر دل یہ اطمینان پکڑ جائیں کہ اسلام ان کی مشکلات دور کر سکتا ہے۔

اسلام کی عملی تجربہ گاہ

مغربی ممالک کی اس صورتحال کے ضمن میں احباب کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے محترم چوہدری صاحب موصوف نے فرمایا کہ آج اسلامی تعلیم کا ایسا دلوں کو مسخر کرنے والا نمونہ

دکھانا ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ ہم اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا مشن لے کر کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے لئے اس نمونہ کے پیش کرنے کا امکان صرف ربوہ میں ہی ہے کیونکہ سب سے زیادہ تعداد میں ایک مقام پر ہم ربوہ میں ہی ہیں۔ہمیں چاہیئے کہ ہم یہاں اپنے آپ کو اسلام کی ایک عملی تجربہ گاہ (لیبارٹری) بنالیں جہاں دنیا اسلامی اصولوں اور تعلیمات کے عملی تجربہ کو مشاہدہ کر سکے۔اگر ہم یہ بات پیدا کرلیں تو ہم مغرب کی لامذہبیت کا بھی مقابلہ کر سکتے ہیں اور فی زمانہ اہل مغرب کو جو مشکلات درپیش ہیں انہیں بھی حل کر دکھانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔موجودہ وقت کی یہ وہ اہم ضرورت ہے جسے پورا کر کے اسلام کو مغرب میں غالب کیا جاسکتا ہے۔

تبلیغ اسلام کے ضمن میں بعض بنیادی ضرورتیں

مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی راہ میں مشکلات اور ان کا حل پیش کرنے کے علاوہ محترم چوہدری صاحب موصوف نے تبلیغ اسلام کے ضمن میں بعض بنیادی ضرورتوں کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اس تعلق میں آپ نے غیر ملکی زبانوں پر عبور حاصل کرنے اور مختلف اقوام کی تاریخ کے ان عناصر کا مطالعہ کرنے پر خاص زور دیا جو قومی ذہن کے ارتقاء اور قومی کردار کی تشکیل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے بغیر کوئی مبلغ غیر اقوام میں اس طور پر تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا کہ وہ اقوام اپنائیت کے احساس کے ماتحت اس کی بات سن سکیں اور اس میں دلچسپی لینے پر مجبور ہوں۔ پھر آپ نے تبلیغ کے مختلف شعبوں میں علیحدہ علیحدہ ماہر تیار کرنے کے سلسلہ میں Specialization کے اصول سے فائدہ اٹھانے اور مبلغین میں زندگی کے مختلف ادوار کے لحاظ سے درجہ بدرجہ نئی روح پیدا کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی اور آخر میں علی الخصوص اس امر پر بہت زور دیا کہ بچوں کی تعلیم میں بھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو پوری طرح نبھانا ازحد ضروری ہے۔

بچوں کی تعلیم کے ضمن میں آپ نے اس امر پر تشویش کا اظہار فرمایا کہ مرکز سے باہر بچوں کو خالص دنیوی نقطۂ نگاہ سے تعلیم دینے کا رجحان بہت بڑھ رہا ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہے کہ متمول گھرانوں کے قابل اور ذہین بچے جامعہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوتے۔ وہ دنیوی علوم کی تحصیل کے لئے ہی وقف رہتے ہیں اور جامعہ کے حصہ میں بالعموم وہی بچے آتے ہیں جو اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے یا پھر جو حالات کی مجبوری کے باعث دنیوی علوم حاصل نہیں کر سکتے۔آپ نے توجہ دلائی کہ یہ امر بھی تبلیغ اسلام کی راہ میں روک ثابت ہو رہا ہے۔آپ نے فرمایا آج دنیا جن مشکلات میں مبتلا ہے اور جن کے

حل کے لئے وہ حیران و پریشان ہے ان کا تقاضہ یہ ہے کہ اعلیٰ صلاحیتوں کے بچے دین کی خدمت کے لئے آگے آئیں۔ محض دنیوی علوم سیکھنے کی بجائے وہ جامعہ میں داخل ہو کر دینی علوم سے بھی اپنے آپ کو مزین کریں اور پھر مبشرین اسلام کی حیثیت سے مغربی اقوام کو حق و صداقت کا وہ راستہ دکھائیں جس پر گامزن ہو کر ہی وہ اپنی موجودہ مشکلات کو حل کرنے پر قادر ہو سکتے ہیں۔ تبشیر کا کام اس صورت میں بطریق احسن انجام پائے گا کہ چوٹی کے آدمی آگے آئیں جو خود دین سیکھیں اور پھر دنیا کو دین سکھا کر اس کی مشکلات کو حل کریں''۔ [122]

خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کے آخری سالانہ جلسے

اب ہم واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کے آخری جلسہ سالانہ قادیان وربوہ تک آ پہنچے ہیں۔

جلسہ سالانہ قادیان

شمع احمدیت کے دو ہزار پروانوں کے اس روح پرور اجتماع میں بھارتی احمدیوں کے علاوہ دوسو پاکستانی زائرین بھی شامل ہوئے۔ جو ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء کو منعقد ہوا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے اس جلسہ سالانہ کے لئے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا جو امیر قافلہ چوہدری اسداللہ خاں صاحب نے پڑھ کر سنایا:۔

> ''اللہ تعالیٰ آپ سب کا قادیان میں جمع ہونا مبارک کرے۔ میرا پیغام آپ کے لئے یہی ہے کہ اپنے نمونے سے دنیا کو احمدیت کی طرف کھینچیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو''۔

حسب معمول افتتاحی اجلاس کی صدارت کے فرائض الحاج حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے انجام دیئے اور لوائے احمدیت لہرایا۔ خلافت ثانیہ کے عہد مبارک کے اس آخری جلسہ سالانہ کی مقدس تقریب میں حسب ذیل تقاریر ہوئیں:۔

۱۔ افتتاحی خطاب (حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل)
۲۔ موعود اقوام عالم (مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی)
۳۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں (مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد مبلغ سرینگر)

۴۔بمبئی میں عیسائی کانفرنس اور جماعت احمدیہ کی مساعی (مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی)
۵۔قبول احمدیت کے حالات (مسٹر محمد آرتھر صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ غانا)
۶۔غانا میں احمدیت (الحاج حسن عطاء صاحب غانا)
۷۔حالات قبول احمدیت (مسٹر شمس الحق جانسن کلکتہ)
(موخر الذکر تین تقاریر کا اردو ترجمہ مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی نے کیا)
۸۔احمدیت کا مستقبل (ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اورینوی)
۹۔بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام (مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی)
۱۰۔خطبہ صدارت (حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب)
۱۱۔ہندو مسلم اتحاد (مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی)
۱۲۔شمائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری)
۱۳۔اسلام کا اقتصادی نظام اور کمیونزم (مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)
۱۴۔جماعت احمدیہ کا قیام اور اس کی خصوصیات (مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ کلکتہ)
۱۵۔اختتامی تقریر (حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل)

احمدی خواتین کا جلسہ سالانہ الگ زنانہ جلسہ گاہ میں ہوا جہاں تمام تقریری پروگرام بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنائے جانے کا انتظام تھا۔علاوہ ازیں ۱۹ دسمبر کو خواتین کا ایک خصوصی اجلاس بھی ہوا جس میں صاحبزادی سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان، امۃ اللطیف صاحبہ، جمیلہ سلطانہ صاحبہ، صاحبزادی عصمت صاحبہ، صاحبزادی امۃ النور صاحبہ، اختر بیگم صاحبہ بنگلور، صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ (بنت حضرت مصلح موعود)، بشریٰ بیگم صاحبہ ربوہ، بلقیس بیگم صاحبہ مدراس، حلیمہ بشریٰ صاحبہ بقاپوری، محمودہ بیگم صاحبہ، عائشہ بیگم صاحبہ، معراج سلطانہ صاحبہ اور نعیمہ بشریٰ صاحبہ بقاپوری کی تقاریر ہوئیں۔

جلسہ کے دوران ۱۸، ۱۹، ۲۰ دسمبر کو تین شبینہ اجلاس بھی مسجد اقصیٰ میں منعقد ہوئے۔

۱۸ دسمبر کے شبینہ اجلاس میں مولوی عبدالحق صاحب مبلغ بہار، مولوی شریف احمد صاحب امینی نے تقریر کی۔۱۹ دسمبر کو مولانا ابوالعطاء صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب جج ہائیکورٹ لاہور نے خطاب فرمایا۔۲۰ دسمبر کو مولوی بشیر احمد صاحب مبلّغ دہلی، صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب، سید فضل احمد

صاحب ایس پی بہاراور مولانا بی عبداللہ صاحب مبلّغ کیرالہ نے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔

جلسہ میں دنیا کی مختلف چھتیس زبانوں میں تقاریر

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۴ء کے موقعہ پر ۲۱ دسمبر بعد نماز فجر مسجد مبارک میں ایک نہایت دلچسپ اور ایمان افروز پروگرام پر مشتمل اجلاس منعقد ہوا۔

اس ایمان افروز اجلاس کی صدارت کے فرائض مولانا نسیم سیفی صاحب مبلّغ مغربی افریقہ نے سرانجام دیئے۔ مقررین حضرات میں سے اکثر وہ احباب تھے جو جماعت احمدیہ کی طرف سے آج دنیا کے مختلف ممالک میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اور کچھ وہ احباب بھی تھے جو افریقہ جیسے دور افتادہ براعظم سے سفر کر کے محض قادیان کی زیارت کرنے کیلئے تشریف لائے تھے اور مسیح محمدی کے الہام وَ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کے زندہ گواہ تھے۔[123]

اس پروگرام کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء تصنیف ''تذکرۃ الشہادتین'' سے ذیل کا اقتباس منتخب کیا گیا تھا جو بجائے خود ایک پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق مقررین حضرات نے تقاریر کیں۔ یعنی اپنی اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ وہ اقتباس یہ ہے:۔

> ''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلاوے گا۔ اور حجّت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی''۔[124]

آج ہم اس روحانی کیف وکم کا اندازہ نہ لگا سکیں گے جو اُس وقت اِس مجلس پر طاری تھا جب دنیا کی مختلف زبانوں میں اس روح پرور اقتباس کا ترجمہ سنایا جا رہا تھا۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ دنیا کے مختلف ممالک تسلیم واعتراف کر رہے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا پیشگوئی پوری ہوئی کہ:۔

> ''وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا''۔ الحمدللہ

پروگرام کے مطابق تلاوت قرآن کریم عبدالکریم ملکانہ صاحب نے کی اور پھر مندرجہ ذیل تقریریں ہوئیں:۔

نمبر شمار	اسمائے مقررین	نام زبان جس میں ترجمہ کیا
۱	مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل جالندھری سابق مبلغ بلاد عربیہ	اردو
۲	مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب	عربی
۳	مکرم قریشی عبدالماجد صاحب بی اے بی ایڈ	فارسی
۴	مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ۔ ایڈیٹر ''آزاد نوجوان'' مدراس	انگریزی
۵	مکرم احمد شمشیر صاحب آف ماریشس	فرنچ
۶	// // //	فرنچ کریولی
۷	مکرم محمد صدیق صاحب فانی ناظر ڈی سی آفس پونچھ	بھدرواہی
۸	مکرم کمال یوسف صاحب مبلّغ سکینڈے نیویا	ڈینش
۹	مکرم صدیق امیر علی صاحب آف مالا بار	ملیالم
۱۰	مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلّغ دہلی	سنسکرت
۱۱	مکرم گیانی بشیر احمد ناصر بی اے ۔ قادیان	گورمکھی
۱۲	مکرم بابو غلام رسول صاحب نائب امیر جماعتہائے احمدیہ کشمیر	کشمیری
۱۳	مکرم مولوی مسعود احمد صاحب جہلمی مبلّغ جرمنی	جرمن
۱۴	مکرم رفیق احمد صاحب گلچیں متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان	سندھی
۱۵	مکرم مولوی محمد ابوالوفاء صاحب مبلغ کالیکٹ کیرالہ	تامل
۱۶	مکرم عبدالحلیم صاحب متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان	اُڑیسہ
۱۷	مکرم سید کمال یوسف صاحب مبلغ سکینڈے نیویا	سویڈش
۱۸	مکرم سید کمال یوسف صاحب مبلغ سکینڈے نیویا	نارویجن
۱۹	مکرم انصار احمد صاحب تنویر متعلم جامعہ احمدیہ قادیان	ہندی
۲۰	مکرم نوابزادہ محمد امین خاں صاحب	پشتو
۲۱	مکرم محمد علی صاحب آف بنگال	بنگالی

۲۲	مکرم سید شاہ محمد صاحب مبلغ انڈونیشیا	انڈونیشین
۲۳	مکرم الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا	جانگلی
۲۴	مکرم چودھری عنایت اللہ صاحب خلیل مبلغ یوگنڈا	لوگنڈا
۲۵	مکرم محمد معین الدین صاحب آف محبوب نگر	تلیگو
۲۶	مکرم عبدالباسط صاحب متعلم جامعہ احمدیہ قادیان	گوجری
۲۷	مکرم الحاج حسن عطاء صاحب آف مغربی افریقہ	ہاؤسا
۲۸	// // // //	چوئی
۲۹	مکرم محمد آرتھر آف غانا۔افریقہ	فینٹی
۳۰	مکرم پروفیسر احمد یوشیدہ صاحب آف جاپان	جاپانی
۳۱	// // // //	روسی
۳۲	مکرم رشیدی صاحب آف افریقہ	سواحیلی
۳۳	مکرم محمد جعفر صاحب یادگیری	کنڑی
۳۴	مکرم سید محمد شاہ صاحب مبلغ انڈونیشیا	جاوی
۳۵	مکرم عبدالماجد صاحب بی اے بی ایڈ	چینی
۳۶	مکرم عبدالرحیم صاحب	ترکی

اجلاس کے اختتام پر مقبرہ بہشتی میں تمام مقررین کا گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔125

جلسہ سالانہ ربوہ

قادیان میں دو ہزار قدوسیوں کے جلسہ سالانہ کے چند روز بعد ۲۶،۲۷،۲۸ دسمبر کو ربوہ کی مقدس سرزمین میں احمدیت کے ایک لاکھ سے زائد فدائیوں کا فقید المثال اجتماع ہوا جس میں پاکستان کے کونے کونے ہی سے نہیں یورپ، افریقہ اور شرق اوسط سے آئے ہوئے مخلصین جماعت نے بھی شرکت فرمائی۔

بیرونی ممالک سے تشریف لانے والے بعض اصحاب کے نام یہ ہیں:۔

رشیدی مصبح صاحب (ٹانگانیکا)، محمد آرتھر صاحب (جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ غانا)، الحاج احسن عطاء صاحب (جماعت احمدیہ اشانٹی کے علاقائی پریذیڈنٹ)، محمد حنیف ابراہیم صاحب

(جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کیپ ٹاؤن)،مسٹر رفیق چانن صاحب (سوئٹزر لینڈ)،مس جمیلہ کوپ مین صاحبہ(جرمنی)،مسٹرعلی حسن کاسٹر(جرمنی)،مسٹر جانسن (انگلستان)،مسٹر چووانگ شاہ صاحب(چین)۔

ان غیر ملکی معزز مہمانوں کے علاوہ بیرونی ممالک میں مقیم جن احمدی پاکستانیوں کو اس تاریخی جلسہ میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے نام یہ ہیں:۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالمی عدالت (ہالینڈ) منور احمد صاحب نمی (پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ گلاسکو)،عبدالمنان دین صاحب مع اہلیہ محترمہ،عبدالعزیز دین صاحب و اہلیہ محترمہ، جمعدار کرم دین صاحب (لندن)،سیٹھ عبدالستار صاحب، چوہدری رحمت خاں صاحب، ملک محمد عثمان صاحب،سید بشیر احمد شاہ صاحب، ناصرہ ندیم صاحبہ پریذیڈنٹ لجنہ اماء اللہ نیروبی،منیرہ ندیم صاحبہ،منصور احمد صاحب ندیم، فاروق احمد صاحب ندیم، اقبال بیگم صاحبہ،مسٹر بشیر احمد صاحب برمی مع اہل وعیال (کینیا)،بشیر حبیب صاحب،ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ڈار،حبیبہ بیگم صاحبہ(ٹانگانیکا)، میاں محمد حسین صاحب (یوگنڈا)، ڈاکٹر عبداللطیف صاحب و ڈاکٹر محمد خان صاحب (لندن)،مظفر حسن صاحب، جمعدار غلام رسول صاحب، عزیز احمد صاحب،محمد افضل صاحب مع اہلیہ محترمہ، عبدالرحیم صاحب (کویت)۔ 126

اس اعتبار سے یہ جلسہ سالانہ دنیا کی مختلف قوموں اورنسلوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور خلافت ثانیہ کی حقانیت کا منہ بولتا نشان تھا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا افتتاحی پیغام

جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۶۴ء کے افتتاحی اجلاس میں اجتماعی دعا سے قبل محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مندرجہ ذیل بصیرت افروز پیغام جو حضور کی ایک پُر معارف تقریر کے اقتباس پر مشتمل تھا پڑھ کر سنایا:۔

’’برادران جماعت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ہماری موجودہ مثال کمزور پرندوں کی سی ہے جو دریا کے کسی خشک حصہ میں ستانے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں اور شکاری جواُن کی تاک میں لگا ہوا ہوتا ہے ان پر فائر کر دیتا ہے اور وہ پرندے وہاں سے اڑ کر ایک دوسری جگہ پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم بھی آرام اور اطمینان سے دنیا کی چالاکیوں اور ہوشیاریوں اور فریبوں سے بالکل غافل ہو کر اپنے آرام گاہ میں اطمینان اور آرام سے بیٹھے تھے اور

ارادے کر رہے تھے کہ ہم میں سے کوئی اڑ کر امریکہ جائے گا کوئی انگلستان جائے گا۔ کوئی جاپان جائے گا اور اسلام کی اشاعت ان جگہوں میں کرے گا لیکن چالاک شکاری اس تاک میں تھا کہ وہ ان غافل اور سادہ لوح پرندوں پر فائر کرے۔ چنانچہ اس نے فائر کیا اور چاہا کہ وہ ہمیں منتشر کر دے مگر ہماری جماعت جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں پرندہ ہی قرار دیا گیا ہے اپنے اندر ایک اجتماعی روح رکھتی تھی۔ وہ مرغابیوں کی طرح اٹھی تھوڑی دیر کے لئے اِدھر اُدھر اڑی مگر پھر جمع ہوئی اور ربوہ میں آ کر بیٹھ گئی۔

بے شک ابھی یہ ایک بیج ہے جو دکھائی دے رہا ہے مگر یہ بیج بڑی برکت کی نشانی ہے بڑی رحمت کی نشانی ہے اور آئندہ کے لئے بڑی امیدیں دلانے والی چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ چیز اچھی بھی ہے، بہتر بھی ہے بلکہ ہمارے لئے فخر کا موجب بھی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری پیدا کردہ نہیں بلکہ ہمارے خدا ہی کی پیدا کردہ ہے اور ہم اس خوبی میں جو ہمارے اندر لوگوں کو نظر آتی ہے اپنے خدا ہی کا ہاتھ دیکھتے ہیں۔ اس لئے ہم اسی کے حضور میں ادب کے ساتھ اپنا سر جھکاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں۔

اے مہربان آقا! جس نے ہم کو انتشار کے بعد پھر جمع کیا جس نے پریشانی کے بعد ہمیں پھر امن کا راستہ دکھایا اور جس نے آئندہ کے لئے ہمیں بہت سی امیدیں دلائیں۔ اگر تیرے علم میں ہمارے لئے کوئی اور ابتلاء بھی مقدر ہیں تو ہم تجھ سے امید کرتے ہیں کہ تُو پھر بھی ہم کو پراگندہ نہیں ہونے دے گا بلکہ اپنے خاص فضل اور مہربانی سے ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اور ہماری خطاؤں کو معاف کرتے ہوئے پھر ہم کو اکٹھا کر دے گا۔ پھر ہم کو جمع ہونے کی توفیق عطا فرما دے گا۔ اور اس وقت تک ہمارے ارادوں کو متزلزل نہیں ہونے دے گا جب تک کہ ہم اسلام کو تمام دنیا میں قائم نہ کر دیں۔ ہمیں یہ امیدیں تیرے فضل نے دلائی ہیں اور ہماری امنگیں تیری رحمت کا ہی نتیجہ ہیں۔ پس اے آقا! ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تو ہماری کمزوریوں کو نظر انداز کر کے ہم میں وہ قومی روح پیدا فرما جو دنیا کی فتح کے لئے ضروری ہے اور ہم میں وہ یگانگت اور اتحاد پیدا فرما جو دشمن پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے اور ہمارے لئے ایسے سامان پیدا فرما کہ ہم دنیا میں ہر مشکل اور مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہا کریں۔ اور ہمیشہ ایک جھنڈے کے تلے جمع رہا کریں۔ تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو ہم دنیا میں پھیلا سکیں اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو اس دنیا کے چپّہ

چپّہ پر قائم کرسکیں اور وہ محسن ترین وجودؐ جو آج مظلوم ترین وجود بنا ہوا ہے اس کی شان اور عظمت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرسکیں۔

ایمان کہلاتا تو ہمارا ایمان ہے لیکن حقیقتاً خدا تعالیٰ کے پیدا کئے بغیر پیدا بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آؤ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مہربانی کر کے ہم لوگوں کو جو درحقیقت اس کے فضلوں کے مستحق نہیں سخت کمزور ہیں اور اعمال میں سست اور غافل ہیں اپنا فضل نازل کر کے وہ ایمان بخشے وہ غیرت بخشے کہ ہمارے دلوں کی آگ سلگتی چلی جائے، بھڑکتی چلی جائے یہاں تک کہ ہم پورے عزم اور ارادہ کے ساتھ دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اس وقت تک آرام کا سانس نہ لیں جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپ کی عظمت کو پھر دنیا میں قائم نہ کردیں اور وہ ظلم اور بے انصافی جو ہمارے آقا سے ہوتی چلی آرہی ہے اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ مگر وہ بدلہ نہیں جو سروں کو تلوار سے کاٹتا ہے بلکہ وہ بدلہ جو دلوں کو محبت سے بھرتا ہے تا کہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا نام پھر روشن ہو اور اللہ تعالیٰ کا جلال ایک دفعہ پھر ظاہر ہو جائے۔ پس دعا کرو دل کے ساتھ، خشیت کے ساتھ، امیدوں کے ساتھ اور اپنے عجز کے اظہار اور کمزوری کے اعتراف کے ساتھ کیونکہ سچی دعا وہی ہوتی ہے جو ایک طرف اپنی کمزوری اور عجز کا اعتراف رکھتی ہے تو دوسری طرف خدا تعالیٰ کی رحمتوں سے اس میں مایوسی نہیں ہوتی۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘‘

اس للّٰہی اور مقدس اجتماع کے فاضل مقررین کے اسماء گرامی درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

۲۶ دسمبر۔ (اجلاس اول)

۱۔ مولانا ابوالعطاء صاحب (عنوان سیرت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ سوئس نومسلم مسٹر رفیق چانن (حالات قبول اسلام)

۳۔ مسٹر محمد آرتھر صاحب (غانا میں جماعت احمدیہ) [127]

(اجلاس دوم)

۴۔ مرزا عبدالحق صاحب امیر علاقائی (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسی جماعت پیدا کرنا چاہتے تھے)

۵۔ مولوی سمیع اللہ صاحب مبلغ بمبئی (وفات مسیح ناصری علیہ السلام)

۶۔ مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری (نجات۔ عیسائیت اور اسلام کی رُو سے) [128]

۲۷دسمبر۔(اجلاس اول)

۷۔حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری (ذکر حبیب)

۸۔صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (امریکہ میں تبلیغ اسلام)

۹۔حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (موجودہ زمانہ کے مذہبی رجحانات اور اسلام)

۱۰۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (مصلح موعود سے متعلق پیشگوئی)

۱۱۔حسن عطاء صاحب علاقائی پریذیڈنٹ غانا (غانا کے احمدی)

(اجلاس دوم)

۱۲۔مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد (عقائد احمدیت پر اعتراضات کے جوابات)

۱۳۔پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے (کینٹب) صدر شعبہ فلاسفی پنجاب یونیورسٹی لاہور (منکرین باری تعالیٰ اور ان کے اعتراضات کے جوابات)

۲۸دسمبر۔(اجلاس اول)

۱۴۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب (ذکر حبیب)

۱۵۔مولوی محمد صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ مشرقی پاکستان (سرزمین مشرقی پاکستان میں احمدیت کی صداقت کے نشانات)

۱۶۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم اے پرنسپل تعلیم الاسلام کالج (اسلام کا اقتصادی نظام)

۱۷۔محمد حنیف ابراہیم صاحب کیپ ٹاؤن (جنوبی افریقہ میں احمدیت)

۱۸۔رشیدی مصیح ٹانگانیکا (مشرقی افریقہ میں احمدیت کی ترقی)

(اجلاس دوم)

۱۹۔مولانا جلال الدین صاحب شمس (صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

۲۰۔(حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (صدارتی خطاب)[129]

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پُر معارف اختتامی پیغام

جلسہ سالانہ کے اختتامی اجلاس میں اجتماعی دعا سے قبل محترم مولانا جلال الدین صاحب شمس

نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کا مندرجہ ذیل بصیرت افروز پیغام پڑھ کر سنایا۔ حضور کا یہ پیغام بھی حضور کی ایک تقریر کے اقتباس پر مشتمل تھا:۔

''آپ لوگ جلسے پر آئے تقریریں سنیں اور جلسہ ختم ہو گیا۔ اس جگہ آنے اور تقریریں سننے کا آخر کوئی فائدہ ہونا چاہیئے ورنہ آ کر خالی ہاتھ چلے جانا تو اپنے اوقات اور اموال کو ضائع کرنا ہے۔ پس جلسہ سالانہ سے فائدہ اٹھاؤ اور کوشش کرو کہ تم طیر بن جاؤ اور ہُد ہُد والے کمال تم میں آ جائیں۔ اگر سلیمان کی امت میں سے ایک شخص جس کا نام ہُد ہُد تھا اتنے کمال اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے کہ توحید کے باریک اسرار کا اُسے علم ہو جاتا ہے، سیاست سے وہ واقف ہوتا ہے، سلیمان شام میں ہوتے ہیں اور وہ یمن کی خبر انہیں پہنچا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ وہاں جو شرک نظر آتا ہے اُس کو دور کرنا چاہیئے حالانکہ سلیمان صرف ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے تو وہ قوم جسے خدا نے یہ کہا ہے کہ جاؤ اور ساری دنیا میں میرا پیغام پہنچاؤ اس کے افراد کے اندر اگر مذہب کا درد نہ ہو تو یہ کتنی شرم کی بات ہوگی۔ غالباً اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو شرمانے کیلئے یہ قصہ بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مقابلہ میں تو سلیمان کی امت ایسی ہی ہے جیسے باز کے مقابلہ میں ہُد ہُد۔ پس جب ہُد ہُد یہ کمال دکھا سکتا ہے تو بازوں کو اپنے اندر جو کمالات پیدا کرنے چاہئیں وہ کسی سے مخفی نہیں ہو سکتے۔

پس اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو! اپنے اندر جوش، اخلاص اور ہمت پیدا کرو۔ تم آسمان کی طرف اُڑو کیونکہ تمہارا خدا اوپر ہے۔ تم نیچے مت دیکھو اور معمولی معمولی باتوں کے پیچھے مت پڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہیں طائر بنانا چاہتا ہے ...... تم اپنی نگاہیں ہمیشہ اونچی رکھو کیونکہ تم مسلمان ہو اور مسلمان کے برابر اور کوئی نہیں ہوتا...... پس جب اپنے گھروں میں جاؤ تو اس ارادے اور نیت کے ساتھ جاؤ کہ آئندہ ہم ...... طائر بنیں گے جو ہواؤں میں اڑتے پھرتے ہیں اور اپنے خدا کی آواز کو سننے کی کوشش کریں گے۔

اس کے بعد دوست دعا کریں اپنے لئے بھی، اپنے رشتہ داروں کے لئے بھی جو احمدی ہیں کہ انہیں روحانی ترقی نصیب ہو اور جو غیر احمدی ہیں ان کے لئے بھی کہ انہیں ہدایت حاصل ہو۔ اسی طرح اپنے شہر والوں کے لئے، اپنے ہمسائیوں کے لئے اور اپنے ملک والوں کے لئے دعائیں کرو اور خصوصیت سے جماعت کے لئے یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت میں سچا تقویٰ، پرہیزگاری اور تقدس پیدا کرے کیونکہ بغیر اس کے کہ ہم اسلام کا عملی نمونہ ہوں ہماری زندگیاں کسی کام کی نہیں۔ پس

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں ایسی محبت پیدا کر دے جس کے مقابلہ میں اَور تمام محبتیں سرد ہو جائیں اور ہمیں ہر جگہ وہی نظر آئے۔ اگر ہم بیویوں سے محبت کریں تو خدا کے لئے، اگر ہم ماں باپ سے محبت کریں تو خدا کے لئے، اگر ہم اپنی جانوں سے محبت کریں تو خدا کے لئے اور اگر ہم مال سے محبت کریں تو خدا کے لئے۔ پس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی محبت دے اور اگر ماسوی اللہ کی محبت ہمارے دلوں میں ہو تو محض اُس کی وجہ سے ہو۔ مستقل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اچھے کاموں کی توفیق دے، ہمارے خیالات میں وسعت دے۔ ہماری کوششوں میں برکت ڈالے اور ہماری قربانیوں کو زیادہ کرے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اسلام کی اشاعت کے لئے رات اور دن کام کرتے چلے جائیں مگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر وہ ہمیں اپنے فضل سے اس بات کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنی زندگیاں اس کے دین کے لئے وقف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر عیب سے بچائے۔ ہمیں قرآن کا علم دے اُس کے پڑھنے کی توفیق بخشے اور اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طاقت عطا فرمائے اور اپنے کلام کی ایسی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے کہ اس کا کلام ہماری روح کی غذا بن جائے۔

ہمارے آگے بھی نور ہو ہمارے پیچھے بھی نور ہو۔ ہمارے اندر بھی نور ہو اور ہمارے باہر بھی نور ہو یہاں تک کہ ہم مکمل نور بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام تاریکیوں اور ظلمتوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ اور ہمیں اپنی پناہ میں لے لے۔ وہ ہر قسم کے دشمنوں سے ہمیں بچائے۔ اپنے فضلوں کے دروازے ہم پر کھول دے اور ہمارے قلوب کو اتنا پاک اور مصفّٰی کر دے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ان پر پڑنے لگے۔

پھر دعا کرو اُن مبلّغوں کے لئے جو باہر گئے ہوئے ہیں۔ دعا کرو کہ خدا ان کی ان کوششوں میں جو وہ سلسلہ کی حفاظت اور ترقی کے لئے کر رہے ہیں برکت ڈالے اور ان کے تھوڑے کام کو بھی بہت بنا دے۔ ان کی زبانوں میں تاثیر ڈالے، ان کے قلوب میں درد پیدا کرے، ان کے دماغوں میں خدا کی محبت کی کیفیات موجزن ہوں اور ان کی زندگیاں خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول ہو جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی پاک بنائے۔ جو ہم میں نقص ہیں وہ اُن میں نہ جائیں مگر ہم میں جو خوبیاں ہیں وہ اُن کے وارث ہوں۔'' (آمین) 130

سیدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا بصیرت افروز خطاب

احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے موقع پر حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے

خواتین سے جو بصیرت افروز خطاب فرمایا تھا اس کا مکمل متن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"اعوذ باللّٰہ من الشّیطان الرّجیم

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

و علی عبدہ المسیح الموعود

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (آل عمران:۹)

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقاء ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ آپ سب کو جلسہ سالانہ کی شرکت مبارک ہو۔ برکاتِ مرکز سے حصہ وافر لے کر اور ایمان وعرفان میں ترقی کے ساتھ خیر سے جائیں اور خیر ہی رہے۔ مہمانوں اور میزبانوں سب کا خدا تعالیٰ اپنے کرمِ خاص سے حافظ وناصر رہے۔

یہ دعا جو میں نے پڑھی ہے اس کے ساتھ ایک خاص یاد وابستہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد تیسری شب تھی کہ صبح کے قریب میں نے خواب دیکھا کہ آپؑ صحن میں ایک تخت پر کھڑے ہیں اور وہ تخت لرز رہا ہے۔ آپ بڑی پُرشوکت آواز میں فرماتے ہیں کہ میری جماعت سے کہدو کہ یہ دعا (مندرجہ بالا) بہت کثرت سے پڑھیں۔ میری آنکھ کھلی تو میرے سرہانے ایک لڑکی بیٹھی تھی غالباً نماز کے لئے جگانے کو۔ مَیں نے اس کو یہ خواب سنایا۔ ایک وقت ایسا آیا چند سال بعد کہ بہت شدید ابتلاء اس کو پیش آیا مگر اس نے قابلِ نمونہ ثابت قدمی دکھلائی۔ اولاد جو اس کو بہت پیاری تھی چھینی گئی، گھر سے بے گھر ہوئی (کیونکہ شوہر عیسائی ہو گیا تھا اور اس کو بھی ادھر کھینچنا چاہتا تھا) لیکن اس نے دین کو دنیا پر مقدم رکھا۔ اس کے الفاظ میرا خواب سنتے ہی یہ تھے کہ "میں آج سے یہ دعا ہرگز نہیں چھوڑوں گی"۔ پھر اُٹھ کر حضرت خلیفہ اول کو پہلے میں نے یہ خواب سنایا۔ آپ نے فرمایا: "میں تو آج سے ہی ضرور خصوصیت سے اس دعا پر زور دوں گا اور درس میں لوگوں سے بھی کہوں گا"۔

میں نے کچھ تعلیم نہیں پائی۔ ساڑھے دس سال کی عمر میں باقاعدہ گھریلو تعلیم کا جو سلسلہ تھا وہ ختم ہو گیا تھا۔ چونکہ میرے استاد مکرم پیر منظور محمد صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کو ٹی۔ بی ہو گئی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پڑھنے کے لئے ادھر جانے کو روک دیا تھا کیونکہ اس طرح زیادہ

وقت وہاں گزرتا تھا۔ ویسے وہ ہمارے گھر میں ہی تھے کسی کسی وقت چلی بھی جاتی تھی۔ تین چار روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود مجھے فارسی (گلستان) کا سبق پڑھایا۔ پھر اپنی کم فرصتی کی وجہ سے فرمایا ناغہ ہوگا مولوی صاحب سے کہو یہ بھی وہی پڑھا دیا کریں۔ قرآنِ شریف کا ترجمہ تو حضرت خلیفہ اول پہلے ہی پڑھاتے تھے۔ یہ سلسلہ بھی پھر جلد شادی ہو جانے کی وجہ سے ختم ہوا بجز حسبِ توفیق درسِ قرآن میں شامل ہونے کے۔ غرض اپنی علمی حیثیت کو جانتے ہوئے مجھے ہمیشہ حجاب ہی رہا کہ میں کیا لکھ سکتی اور کیا کہہ سکتی ہوں۔ مگر تھوڑا عرصہ ہوا مجھے ایک سیّد زادی لڑکی کا جس نے میرے پاس پرورش پائی تھی خواب یاد آیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ اب اس عمر میں سہی جو بھی اور جتنا بھی ہو سکے حسبِ توفیق کسی موقع پر کہہ ہی دیا کروں شاید یہی مقبول بارگاہِ الٰہی ہو جائے۔ مالیر کوٹلہ میں ۱۹۳۴ء یا ۳۵ء کا ذکر ہے اس لڑکی نے صبح اٹھ کر مجھے خواب سنایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خواب میں بڑی مسجد (مسجد اقصیٰ قادیان) میں دیکھا۔ آپؑ وہاں کھڑے ہیں اور آپ دونوں بہن بھائی (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور مجھے) کو کہتے ہیں کہ مسجد میں صفائی کرو۔ اس کو بہت تعجب تھا کہ اور لوگوں کو نہیں کہا آپ دونوں کو صفائی کا فرما رہے تھے۔ مسجد خواب میں جماعت ہوتی ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ اس خواب کا مطلب یہی یا یہ بھی ہے کہ ہر مرد اور عورت جماعت کی (مع اپنے نفوس کے) روحانی و ایمانی ترقی میں کوشاں رہے خوابوں کے مطلب ظاہر کے علاوہ اکثر بہت وسعت رکھتے ہیں۔

اس خواب کے یاد آجانے پر میں نے جھجک کو دور کر کے برائے نام سہی قلم اٹھانے کی نیت کر لی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اب میں اصل مضمون کی طرف آتی ہوں۔ چند الفاظ ہی آپ کے گوش گذار کرنے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کو مؤثر بنا دے۔ میں جب اپنی سب کی آمین کا یہ الہامی مصرعہ پڑھتی یا سنتی ہوں کہ ؎ ''اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے'' تو سنّاٹا آ جاتا ہے دل لرز اٹھتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو اس قابل بنائے کہ یہ جڑ رہ جائے اور ہم اس کے افضال کے جاذب بنے رہیں۔ ایمان اور تقویٰ لازم وملزوم ہیں کامل ایمان ہوگا تو تقویٰ ضرور حاصل ہوگا گویا تقویٰ ایک تمغہ ہے جو ظاہراً جس کے لگا نظر آئیگا سمجھا جائے گا کہ مومن ہے اور متقی کا ایمان بھی دن بدن ترقی کرے گا۔ ایمان کے درجات کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا درجہ بھی بڑھتا جاتا ہے جس درجہ کا ہمارے قلب میں ایمان ہوگا اسی درجہ کا تقویٰ ہمارے اعمال میں ظاہر میں چمکتا دکھائی دے گا جس کا کامل ایمان ہوگا

وہ کامل متقی ہوگا۔تقویٰ کے عام فہم سیدھے سادے معنی یہی ہیں کہ بچ بچ کر اور خوفِ خدا سے ڈر ڈر کر چلنا اور قلب کی صفائی۔ ہر وہ امر جس کی نسبت شبہ بھی ہو کہ یہ خلافِ رضائے الٰہی ہوسکتا ہے یا مخلوقِ خدا کیلئے دکھ اور شر پھیلانے کا موجب ہوسکتا ہے اس سے دور رہیں۔ہم آپ سب کیلئے یہ الٰہی نازل شدہ مصرعہ ایک بڑی تنبیہہ ہے۔ہم کو تقویٰ اور ایمان میں اتنی ترقی کرنی چاہیئے کہ دنیا کی نظروں میں ممتاز ہو جائیں اور ہمارا مولا کریم ہم سے راضی ہو جائے۔ ہماری زبان بے لگام نہ چلے۔ ہمارے دل گند سے پاک ہوں، ہم اخلاق رذیلہ سے دور ہوں اور اخلاقِ فاضلہ کا نور ہماری پیشانیوں پر واضح طور پر چمکتا نظر آ جائے۔ہم میں سے ہر ایک تمام عالم کے لئے ایک نمونہ اور مشعلِ راہ بن جائے۔ہمیں چاہیئے اور دل و جان سے ہماری کوشش شب و روز یہی ہو کہ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم بڑھاتے چلیں اور بڑھ کر پھر پیچھے نہ ہٹیں۔ ہماری جماعت تقویٰ کا ایک اعلیٰ نمونہ بن جائے اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے دَر ہمارے لئے نیز ہماری اولادوں اور نسلوں کے لئے زیادہ ہی زیادہ کھلتے چلے جائیں۔ مگر چونکہ انسان کمزور ہے، محض کوشش سے وہ کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا جب تک خدا تعالیٰ کی نصرت شاملِ حال نہ ہو۔اس کے لئے اس راہ پر چلنے کو جو ایک عصا خدائے کریم نے ہمارے ہاتھوں میں دیا ہے اس کا سہارا لے کر ہی یہ راہِ دشوار گذار آسانی سے طے ہوسکتی ہے۔ وہ عصا ہے ''دعا''۔ دعا جو ذاتِ باری کی رحمت پر کامل ایمان رکھتے ہوئے اس کی محبت میں کھوئے جا کر کی جاتی ہے وہ ایسا ہی عصا بن جاتی ہے گویا خدا تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ میں اپنے بندۂ ناچیز کا ہاتھ تھام کر ہر گھاٹی پار کرا دینے کا ارادہ فرمالیا ہے۔ دعا رحمت ہے، سب سے بڑی نعمت ہے، خدا اور بندے کے درمیان ایک وسیلہ ہے جو محبت کو بڑھاتا ہے ایمان کو جِلا بخشتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا پیارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق ہمارے قریب آ گیا ہے اور یہ سایہ اس کی رحمت کا اگر ہمارے سر پر ہے تو پھر دنیا کی کوئی بلا ہمیں ڈرا نہیں سکتی۔

پس دعا سے اس کی نصرت ڈھونڈیں، تقویٰ اختیار کریں۔ ہر وقت ڈرتے رہیں کہ خدا نہ کرے قدم کسی منزل پر پھسل نہ جائیں۔کامل ایمان اور تقویٰ اگر ہمیں حاصل ہو جائے تو ہم سچے مسلمان و احمدی کہلا سکتے ہیں ورنہ ''ہم کیا ہیں ہم کچھ بھی نہیں''۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے قلوب میں ہر دم ایمان ترقی پکڑتا جائے اور ہم سب کے سینوں پر تقویٰ کا تمغہ چمکتا نظر آئے۔ ہمارے چہرے اخلاص و محبت کے نور سے منور ہوں۔ہم اپنے مولا کی

رضا پر چلنے والے بنیں۔اس کے لئے ہی ہماری زندگی ہو اور اسی کے لئے ہماری موت ہو۔ ہماری حیات مبارک اور انجام بخیر ہو۔آمین۔ مبارکہ" [131]

احمدی خواتین کے جلسہ سالانہ کی دوسری مقررات

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے علاوہ اس جلسہ پر مندرجہ ذیل مقررات نے تقریریں کیں:۔

۱۔صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ (اسلام کی فوقیت دوسرے مذاہب پر)
۲۔امۃ المالک صاحبہ راولپنڈی (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام)
۳۔امۃ الرشید فضل الٰہی صاحبہ (دعا اور اس کی اہمیت)
۴۔حمامۃ البشریٰ صاحبہ (احمدیت دنیا کے کناروں تک)
۵۔مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب (کسر صلیب)
۶۔مس جمیلہ کوپ من جرمنی (جرمنی میں اسلام کا مستقبل)
۷۔حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ (تعمیر مسجد ڈنمارک کے لئے تحریک)
۸۔بشریٰ صدیقہ صاحبہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے)
۹۔صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ (اسلامی معاشرہ)
۱۰۔مودودہ طلعت صاحبہ بی اے (اسلام اور مذہبی رواداری)
۱۱۔رضیہ درد صاحبہ (اسلام ہی زندہ مذہب ہے)
۱۲۔امۃ المجید صاحبہ (سادہ زندگی)
۱۳۔امۃ القیوم صاحبہ جھنگ صدر (صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام) [132]

احمدی خواتین کی مالی قربانی کا شاندار مظاہرہ

۲۷دسمبر کے اجلاس اول میں حضرت سیدہ امّ متین صاحبہ نے ڈنمارک میں خدا کا ایک گھر تعمیر کرنے کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: "آج ہم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مبارک خلافت کے پچاس سال پورے ہونے پر بہت خوش ہیں اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہیں۔اگر ہم اپنی اس خوشی اور شکر کا اظہار اس طرح سے کریں اپنے چندوں سے یورپ کے کسی ملک میں ایک مسجد تعمیر کروا دیں تو خدا تعالیٰ کے مزید انعاموں کی حقدار ہونگی"۔اس تحریک پر خواتینِ احمدیت نے والہانہ رنگ میں لبیک

کہا۔مستورات کا جذبۂ ایثار، جوشِ مسابقت اور روحِ قربانی قابل دید تھی۔ چنانچہ تقریر کے اختتام پر ہی ایک لاکھ کے وعدے ہوگئے اور آٹھ ہزار روپیہ نقد جمع ہوگیا۔[133]

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کو علَم انعامی کا اعزاز

جلسہ خلافت جوبلی ۱۹۳۹ء سے ہر سال حسن کارکردگی کی بناء پر اول آنے والی مجلس کو علَم انعامی دیا جاتا رہا ہے۔اس سال مجلس مقامی خدام الاحمدیہ ربوہ اول اور مجلس کراچی دوم آئی۔ دیہاتی مجالس میں اول پوزیشن مجلس خدام الاحمدیہ لاٹھیانوالہ ضلع لائل پور نے حاصل کی اور مجلس خدام الاحمدیہ ترگڑی ضلع گوجرانوالہ دوم قرار پائی۔ ۲۷ دسمبر ۱۹۶۴ء کے اجلاس دوم کے آغاز میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے چوہدری عبدالعزیز صاحب مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو اپنے دستِ مبارک سے علَم انعامی عطا فرمایا۔اس وقت ربوہ کی مقامی مجلس عاملہ کے ارکان موجود تھے۔ مہتمم مقامی نے اپنے ہاتھ میں علَم انعامی لیا۔تمام جلسہ گاہ بارک اللہ لکم اور پھر اللہ اکبر، اسلام زندہ باد، احمدیت زندہ باد کے پُر جوش نعروں سے گونج اٹھی۔ قیام پاکستان کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا جبکہ ربوہ کی مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کو علَم انعامی حاصل کرنے کا امتیاز حاصل ہوا۔قبل ازیں ربوہ کی مقامی مجلس دوم پوزیشن حاصل کرچکی تھی۔لیکن پاکستان بھر کی مجالس خدام الاحمدیہ میں اولیت کا فخر اسے ۱۹۶۴ء میں ہی حاصل ہوا۔[134]

جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے متعلق معزز غیر احمدی دوستوں کے تاثرات

خلافت ثانیہ کے خدانما اور پُر انوار دور کے آخری جلسہ سالانہ میں بہت سے غیر از جماعت معززین نے شرکت فرمائی اور از حد متاثر ہوئے۔اس ضمن میں دو غیر احمدی معزز دوستوں کے قیمتی تاثرات ہدیۂ قارئین کئے جاتے ہیں۔

اول۔ جناب زیڈ کے لطیف ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔لاہور نے مدیر الفضل کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

"مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب روزنامہ الفضل ربوہ

السلام علیکم۔ میں آپ کا ایک غیر احمدی بھائی ہوں۔ جذبات نے مجھے جماعت احمدیہ کے بارہ میں چند سطریں لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ میں توقع رکھتا ہوں کہ آپ انہیں اپنے روزنامہ الفضل میں شائع کرکے شکریہ کا موقع دیں گے۔

میں نہیں جانتا کہ عبارت کیسے لکھی جاتی ہے۔ یہ صرف میرے جذبات ہیں جو ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں آپ پڑھ رہے ہیں۔

گو مَیں جماعت احمدیہ سے منسلک نہیں ہوں لیکن میرے دل میں جماعت احمدیہ کی بے حد تعظیم اور قدر ہے۔ میرا یہاں یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ جماعت احمدیہ ایک خدائی جماعت ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ مجھے حال ہی میں جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ پر ہوا۔ جو کہ ہر سال ماہ دسمبر کی ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ تاریخ کو ربوہ میں منعقد ہوتا ہے۔ شروع شروع میں مجھے جماعت احمدیہ کے عقائد سے شدید اختلاف تھا اور یہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ نہیں کیا تھا بلکہ احمدیہ جماعت کے مخالف علماء کی باتیں سن رکھی تھیں۔ تقریباً چھ ماہ کا واقعہ ہے کہ لاہور کے ایک احمدی طالب علم سے میری ملاقات ہوئی۔ موصوف آج کل لاء کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی چند کتب اور کلام محمود جوان کے بڑے صاحبزادے اور خلیفہ وقت کی منظوم تصنیف ہے پڑھنے کے لئے عنایت فرمائیں۔ میں نے سرسری طور پر ان کتب کا مطالعہ کیا۔ جب میں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب کشتی نوح پڑھنی شروع کی تو ایک ایک لفظ نے مجھے چوکنا کر دیا۔ عبارت میں ایسا تسلسل اور ربط پایا جاتا ہے کہ پڑھنے والا عش عش کر اٹھتا ہے۔ مفہوم دماغ پر نقش اور لفظ تیر کی طرح جسم میں گڑتے جاتے ہیں۔ آنکھیں خیرہ اور دل پسیج جاتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر مخالف علماء کی بتائی ہوئی تمام باتیں میرے ذہن سے نکل گئیں۔ جب کلامِ محمود پڑھا تو اور میری آنکھیں کھلیں۔ ان دو کتب کے مطالعہ سے جماعت احمدیہ کے عقائد کا ایک جامع خاکہ میرے ذہن میں بیٹھ گیا۔ پھر میرا مشغلہ یہ رہا کہ فرصت کے اوقات میں مختلف احمدی دوستوں سے استفادہ کرتا رہا۔ اور مزید کتب پڑھنے کا موقع ملا۔

اب کی بار جب میں خود جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ دیکھنے کی غرض سے ربوہ گیا تو وہاں کے ماحول اور لوگوں کے اخلاق نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ربوہ میں ایسا انتظام دیکھا جو کہ شاید دنیا کی کسی حکومت کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہزاروں انسانوں کے کھانے کا بندوبست، بچوں کی گمشدگی اور ملنے کے اعلانات، سامعین جلسہ کی مکمل خاموشی، نوجوانوں کی تربیت اور دیگر تمام انتظامات۔ یہ چند ایسی چیزیں ہیں جو کہ مجھے اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ ہر خاص و عام کو مطلع کروں کہ مجھے اُس خدائے رحیم و کریم کی قسم ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کے ہاتھ میں میری جان ہے

کہ جماعت احمدیہ ایک خدائی اور الٰہی جماعت ہے۔اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایک سچے اور برگزیدہ بزرگ تھے اوران کے ماننے والے فرشتے معلوم ہوتے ہیں۔

جلسہ کے دوران مجھے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ جماعت احمدیہ کے افراد میں اتنا باہمی اُنس اور اتحاد ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے تمام افراد جماعت احمدیہ نے ایک ہی ماں کے بطن سے جنم لیا ہے۔ وہاں ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی بھائی سے بڑھ کر محبت دیکھی گئی۔

زمین نعروں سے تھراتی اور آسمان گونج اٹھتا تھا۔خدا کے یہ نیک بندے فرشتوں کا ایک گروہ دکھائی دیتے تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ خدا خود وہاں اترا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

سادگی اور علم ان کی گھٹی میں ایسا ہی ہے جیسا کہ اسلام سے قبل عربوں کی گھٹی میں شراب ہوتا تھا۔ جلسہ کے دوران نماز اور اوقات کی پابندی کا خاص خیال رکھا گیا۔مقررین جادو بیان اور شمع نور تھے۔ وہ شیروں کی طرح گرجتے اور بادلوں کی طرح چھائے جاتے تھے۔

جماعت احمدیہ کے افراد میں اسلام اور عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ولولہ دیکھا جو شاید ہی مسلمانوں کے کسی اور فرقہ میں پایا جاتا ہو۔جو سعادت، بزرگی، علم اور عشق جماعت احمدیہ میں پایا جاتا ہے وہ شاید ہی کسی دوسرے اسلامی گروہ کو میسر ہو۔

ربوہ جماعت احمدیہ کے لئے دل اور محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ان کا ایک مقدس مقام ہے جو مدینہ منورہ سے حدود اربعہ میں کئی طرح ملتا جلتا ہے۔ وہاں سینما اور دیگر تفریحی چیزیں ہرگز نہیں۔ مساجد میں مسجد مبارک اور بازاروں میں گول بازار قابل ذکر ہیں۔ ربوہ کوئی صنعتی، تجارتی یا کاروباری شہر نہیں۔ یہ جماعت احمدیہ کا مرکز اور ایک دینی شہر ہے۔سر کو ڈھانپ کر چلنا ان کا شیوہ ہے۔جلسہ سالانہ میں نہ صرف پاکستان سے ہی بلکہ تمام کرۂ ارض سے احمدیوں نے شرکت کی۔غانا کے ایک بلال بھی تشریف لائے تھے جنہوں نے انگلش میں تقریر کی۔انہوں نے غانا میں جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی پر اعداد و شمار کے ذریعہ مختصر سی تقریر کی تھی۔

اب میں پاکستان اور جماعت احمدیہ کی ایک قابل ترین شخصیت کے بارہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ ہیں چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب جو آجکل عالمی عدالت انصاف کے جج ہیں۔ یہ صاحب مذہب کے اتنے پکے ہیں کہ شاید ہی دنیا کے ایسے بڑے عہدے پر فائز کوئی اور شخص ہو۔دنیا کے چپہ چپہ پر اڑنے والا یہ پرندہ اسلام کا پرچار کرنے سے کبھی نہیں رکا۔ یہاں تک کہ جنرل اسمبلی کے صدر کا

عہدہ سنبھالتے ہوئے بھی اس کی زبان سے قرآن کی آیات سنی گئیں۔سبحان اللہ۔اسلام سے عشق ہو تو ایسا۔کیا یہ منصورؔ سے کہیں پیچھے ہے؟ مذہب کی پابندی نے اسے اتنا دلیر بنا دیا ہے کہ وہ کبھی نہیں ڈرا۔ اُسے عہدے اور شہرت کا کبھی لالچ نہیں ہوا۔ وہ بڑے بڑے عہدوں کے فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ بھی کرتا رہا۔

یورپین ممالک میں زندگی کا بیشتر حصہ گذارنے پر بھی وہ وہاں کے ماحول سے کبھی متاثر نہیں ہوا۔ وہ وہاں بھی باقاعدگی سے اسلامی ارکان کا پابند رہا اور انشاء اللہ تعالیٰ رہے گا۔عیسائی دنیا میں وہ اسلام کا ایک جیتا جاگتا اور سچا نمونہ ہے۔اس شخص نے دین اور دنیا دونوں میں بڑھ چڑھ کر ترقی کی ہے۔ جہاں دین اور دنیا کا مسئلہ آیا وہاں اس نے دین کو دنیا پر مقدم کر دکھایا۔پچھلے دنوں لاہور میں اس کی تقریروں کے دوران بڑے بڑے قابل لوگوں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے بے بس اور بچہ دیکھا۔

آخر میں میں یہ کہوں گا کہ مذہبی تعصب ہمیں ایسی ہستیوں کو فراموش نہیں کرا سکتا۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ مخالفوں کو جماعت احمدیہ کی روح کو سمجھنے کی توفیق دے۔آمین ثم آمین

میں جماعت احمدیہ کے بزرگوں سے درخواست دعا کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ میں جلد از جلد جماعت احمدیہ سے وابستہ ہو جاؤں۔ میرے اس راہ میں ابھی چند رکاوٹیں ہیں جو میرے بس کا روگ نہیں۔صرف خدا تعالیٰ ہی ان رکاوٹوں کو دور کر سکتا ہے۔

خاکسار

زیڈ۔کے۔لطیف۔ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی۔لاہور'' 135

دوم۔ جناب نبی بخش ناصر صاحب بھابڑہ ضلع سرگودہا نے ایک مراسلے میں اپنے دلی اور قلبی جذبات کا درج ذیل الفاظ میں اظہار فرمایا:۔

''احمدیوں کا جلسہ سالانہ دیکھنے کی آرزو کئی سال سے تھی۔مگر اس خیال کو عملی جامہ پہنانے میں چند بے معنی اور بے بنیاد وساوس مانع رہے۔امسال اپنے احمدی دوستوں کی محبت اور پُر خلوص دعوت نے اس روحانی اجتماع میں شامل ہونے پر مجبور کر دیا۔ میں ۶۴/۱۲/۲۶ کو رات کے نو بجے اپنے دوست مکرم احمد علی صاحب جو آجکل تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں مدرس ہیں کے ہاں پہنچا۔ دوسرے دن صبح کا کھانا کھا کر اپنے ایک اور دوست کی رفاقت میں جلسہ گاہ روانہ ہوا۔جلسہ گاہ ایک کھلے میدان میں تھا۔جس کے چاروں طرف خوبصورت شامیانے نصب تھے۔حاضرین جلسہ پر جو

ایک نظر ڈالی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روئے زمین کی تمام خلقت یہاں جمع ہے اور آنے والوں کا ابھی تانتا بندھا تھا۔ صاحبِ صدر کے حکم پر ایک بزرگ نے سورۃ بقرہ کی چند آخری آیتیں نہایت خشوع سے تلاوت کیں۔ بالخصوص وَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (البقرة: ۲۸۷)۔ پر اس کی تکرار دلوں میں اتر گئی۔ اس کے بعد غالباً ذکر حبیب کا موضوع تھا جسے ایک سن رسیدہ بزرگ نے بیان فرمایا۔ اسے سن کر سامعین نے نعرۂ تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔ مگر افسوس کہ وقت ختم ہو جانے کے باعث ان کو بیٹھ جانا پڑا۔ مگر سامعین کی خواہش یہی نظر آتی تھی کہ ذکرِ حبیب کی تقریر جاری رہے۔ میں غیر از جماعت ہوتے ہوئے بھی اس سے نہایت محظوظ ہوا۔ مجھے ایسا لگتا تھا کہ جیسے خدا کی رحمت برس رہی ہے۔ اس کے بعد جماعت احمدیہ کے مبلغین نے جو غیر ممالک میں اسلام پھیلانے میں کوشاں ہیں مختلف موضوعات پر تقریریں کیں۔ واللہ ان کی کوششیں اور ان کا ایثار دیکھ کر زمانہ سلف کی یاد آجاتی تھی کہ یہ لوگ دینِ محمدی کی اشاعت میں کس قدر کوشاں ہیں اور ان کو کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعد ازاں چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے اپنے تاثرات اور مشاہدات بیان فرمائے۔ سچ پوچھئے تو مجھے ان کی زندگی پر رشک آنے لگا کہ مملکتِ پاکستان کا یہ مایۂ ناز فرزند اسلام کی اشاعت میں کس قدر سرگرمِ عمل ہے۔ آخر میں غانا سے آئے ہوئے دو افراد نے قرآن کریم کی چند آیتیں پڑھ کر ثابت کر دیا کہ جماعت احمدیہ کے کارکن دنیا کے کناروں تک اسلام پھیلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد مجھے مرزا ناصر احمد صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا جو ہزاروں عقیدتمندوں کے ہجوم میں نہایت خلوص سے ہر آنے والے سے ملاقات فرما رہے تھے۔

جب میں رخصت ہو کر بس میں بیٹھا تو میرا ذہن ان تمام شبہات سے پاک تھا جو لوگوں سے احمدیت کے متعلق سن رکھے تھے۔ جماعت احمدیہ کے ان کارکنوں کو خراج تحسین پیش نہ کرنا ناانصافی ہوگی جنہوں نے اس عظیم اجتماع کے لئے ہر ممکن سہولتیں بہم پہنچائی تھیں۔ واقعی یہ جماعت تنظیم میں اپنی مثال آپ ہے۔ شاید یہ شعر انہی کے لئے کہا گیا ہے ؎

ہم سے کچھ آبلہ پا تھک کے جہاں رک جائیں
وہ بیاباں بھی گلستان میں بدل جاتا ہے

فقط والسلام۔ نبی بخش ناصر بھابڑا۔ ضلع سرگودہا۔'' 136

رپورٹ نظامت جلسہ سالانہ بابت ۱۹۶۴ء

مکرم سید داؤد احمد صاحب افسر جلسہ سالانہ نے جو رپورٹ مرتب فرمائی اس میں تحریر کیا کہ:۔

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید و نصرت کے ساتھ جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ (۱۹۶۴ء) مورخہ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸ دسمبر کو نہایت خیر و خوبی کے ساتھ منعقد ہوا۔ مہمانوں کی رہائش اور ان کے کھانے و دیگر ضروریات کے انتظامات ۲۳ دسمبر کی شام سے شروع ہو کر ۳۱ دسمبر کی شام تک نظامت جلسہ سالانہ کے سپرد رہے۔ اس سال بھی حسب سابق تین لنگر جاری ہوئے۔ لنگر دارالصدر نے ۲۳ دسمبر کی شام سے ۳۱ دسمبر کی شام تک مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کیا۔ لنگر دارالرحمت اور لنگر دارالعلوم ہر دو ۲۴ دسمبر کی شام سے ۲۹ دسمبر کی صبح تک جاری رہے۔

اس سال ۲۸ دسمبر کی شام کو تینوں لنگروں سے مجموعی طور پر ۶۰۶۸۵ افراد کو کھانا پیش کیا گیا۔ جب کہ گذشتہ سال اسی تاریخ کو پرچی خوراک کے مطابق مہمانوں کی تعداد ۵۴۰۹۵ تھی گویا اس سال ۶۵۹۰ مہمانوں کی زیادتی پرچی خوراک کے مطابق ہوئی۔ جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے مہمانوں کی تعداد کا یہ ریکارڈ ہے۔ اس سے قبل کسی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمانوں کی یہ تعداد نہیں ہوئی۔ **فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔**

جلسہ سالانہ کے انتظامات کو مہمانوں کی سہولت کے پیش نظر مختلف نظامتوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ مثلاً نظامت صفائی، نظامت سٹور، نظامت طبی امداد، نظامت مکانات، نظامت معلومات، نظامت اجراء پرچی خوراک، نظامت تصدیق پرچی خوراک، نظامت مہمان نوازی، انتظام گوشت، انتظام تعمیر، انتظام لکڑی و کوئلہ، انتظام پرہیزی، انتظام استقبال و الوداع، انتظام روشنی، انتظام آب رسانی، انتظام صفائی، انتظام نگرانی و حاضری سامعین، انتظام کسیر وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب شعبے اور نظامتیں جلسہ سالانہ کے کئی ماہ قبل اپنے اپنے شعبہ سے متعلق امور کو سرانجام دینا شروع کر دیتی ہیں اور جب ربوہ میں مہمانوں کی آمد شروع ہوتی ہے اس وقت تمام کارکنان اور جملہ شعبہ جات ان کی خدمت کے لئے مستعد اور تیار کھڑے ہوتے ہیں۔

اس سال نظامتوں سے متعلق بعض چیدہ چیدہ امور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

نظامت مہمان نوازی: نظامت مہمان نوازی کے ماتحت اس دفعہ مہمانوں کو میز کرسی پر بٹھلا کر کھانا کھلانے کا تجربہ تعلیم الاسلام کالج ہال میں کیا گیا جہاں بیک وقت پانچ صد کے قریب مہمانوں

کے لئے میز کرسی پر بیٹھا کر کھانا کھلانے کا انتظام تھا۔ یہ انتظام صرف تعلیم الاسلام کالج اور ہوسٹل فضلِ عمر کے مہمانوں کے لئے بطور تجربہ کیا گیا۔انتظامی لحاظ سے یہ تجربہ بہت کامیاب رہا۔شہری جماعتوں نے اس کو پسند کیا۔ البتہ دیہاتی جماعتوں کا تاثر اس کے خلاف تھا۔ وہ چونکہ میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے عادی نہیں ہوتے اس لئے ان کی طرف سے تکلیف کا اظہار کیا گیا۔لیکن اس کے نتیجہ میں فرودگاہوں میں صفائی رہی۔اس سے قبل پانی اور سالن کے گرنے سے بستروں اور کپڑوں پر جو گند ہو جاتا تھا اس سے بچاؤ رہا۔

اسی نظامت کے ماتحت ایک دوسرا تجربہ اس سال یہ کیا گیا کہ جو احباب سپیشل گاڑیوں پر ربوہ سے واپس گھروں کو جاتے ہیں ان کے لئے اسٹیشن پر گاڑی میں کھانا بطور زادراہ دیا گیا۔اس سے مہمانوں کو بہت آرام اور سہولت رہی۔مستورات اور بچوں کو اس سے قبل راستہ میں جن تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس سے وہ سب بچے رہے۔انشاءاللہ آئندہ سالوں میں اس کو مستقل شکل دے دی جائے گی اور گاڑی میں کھانا تقسیم کرنے کا انتظام زیادہ بہتر شکل میں ہوگا۔

نظامت مہمان نوازی کے ماتحت اس سال کارڈ سسٹم جاری کیا گیا۔ ہر فرودگاہ میں رہائش رکھنے والے مہمانوں کو شناختی کارڈ دیئے گئے۔اس سے مہمانوں کی تعداد بھی معیّن ہوتی رہی۔ نیز انتظامی امور میں سہولت کا باعث ہوا۔اس سے چوری کی وارداتیں بھی کنٹرول میں آگئیں۔

نظامت اجراء پرچی خوراک: اس سال نظامت اجراء پرچی خوراک میں بھی نئے تجارب کئے گئے۔ان میں سے ایک تجربہ یہ کیا گیا کہ اس سال لنگر دارالرحمت سے متعلق تمام محلّہ جات میں تصدیق پرچی کے کارڈ تو صدر صاحبان سے حاصل کئے جاتے رہے لیکن اجراء پرچی کا انتظام تمام محلوں کے لئے لنگر سے متصل مقام پر ناظم صاحب اجراء پرچی خوراک کے ماتحت رہا۔اس سے پرچی حاصل کرنے والوں کو بہت سہولت رہی۔اور پرچی حاصل کرتے ہی لنگر سے ان کو کھانا مل جاتا رہا۔اندازہ کیا گیا ہے کہ پرچی جاری کرنے کی رفتار ۵۰ پرچی فی منٹ رہی۔انشاءاللہ آئندہ سال اس انتظام کو تمام لنگروں پر پھیلایا جاوے گا۔

انتظامات لنگر جلسہ سالانہ: لنگر دارالعلوم ابھی تک باقاعدہ لنگر کی شکل میں تعمیر نہ ہوسکا تھا۔اس سال اس لنگر کو پختہ تعمیر کر کے پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا۔تنوروں پر ٹین کی چادروں کی مستقل چھت، گوشت اور آلو کی دھلائی کے لئے سیمنٹ کے ٹینک، آٹے گندھائی کیلئے مناسب انتظام، سیمنٹ سے

بنے ہوئے لگن اور بڑی بڑی پراتیں، یہ سب انتظامات اس سال لنگر دارالعلوم میں کئے گئے۔مکرم مرزا طاہر احمد صاحب جو اس لنگر کے ناظم تھے انہوں نے معلّمین وقف جدید کی مدد سے بہت جانفشانی سے کام کیا۔جس کے نتیجہ میں اس لنگر سے مہمانوں کو کھانے کے حصول میں کوئی دقّت پیدا نہ ہوئی۔

لنگر دارالصدر میں پانی کے انتظام کے لئے گذشتہ سال موٹر لگائی گئی تھی۔ اس سال لنگر دارالرحمت میں اس تجربہ کو وسعت دی گئی۔جس کی وجہ سے انتظام پکوائی اور دھلائی آلو، گوشت وغیرہ امور میں بہت سہولت رہی۔امید ہے آئندہ سال لنگر نمبر۳ میں بھی موٹر کے ذریعہ پانی حاصل کر کے مزید سہولت پیدا کی جاسکے گی۔

انتظامِ گوشت:اس سال خدا کے فضل سے انتظام گوشت نہایت عمدہ رہا۔جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مہمانوں کے لئے ایسا عمدہ گوشت سالن کبھی مہیا نہیں کیا گیا جیسا کہ اس سال ہوا۔فالحمدللہ۔امید ہے آئندہ سال اس سے بھی زیادہ بہتر انتظام ہوگا۔

انتظام صفائی: انتظام صفائی ابھی بہت توجہ اور اصلاح کا متقاضی ہے۔اس سال رفع حاجت کے لئے سیمنٹ اور لوہے سے سلیں تو بنوائی گئی تھیں لیکن بیوت الخلاء کے قرب میں پانی کے فقدان کی وجہ سے صفائی کا انتظام تسلی بخش نہیں ہوسکا۔نیز اس امر کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس ہوئی کہ صفوں سے پردہ کی بجائے اینٹوں کی دیواریں کھڑی کی جاویں۔اس کا مستقل حل یہی ہوسکتا ہے کہ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے ادارے۔ نیز انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کی مجالس اور مجلس وقف جدید سب اپنی اپنی جگہ مستقل بیوت الخلاء تعمیر کروائیں تا جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کو تکلیف نہ ہو۔

فی الحال آئندہ سال کے لئے یہی دکھائی دیتا ہے کہ تعلیمی اداروں کی عمارتوں میں ہی مہمانوں کا قیام حسب حالت موجودہ ہوا کرے گا۔اس لئے صدر انجمن احمدیہ کو چاہیئے کہ تعلیمی اداروں کو اس بارہ میں ہدایت کرے کہ وہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی رہائش کے نقطہ نظر سے عمارتوں میں بیوت الخلاء اور پینے کے پانی کے ذخیرہ کا انتظام کریں۔میرے خیال میں اس میں خرچ زیادہ نہیں ہوگا لیکن مہمانوں کو بہت سہولت ہو جاوے گی اور منتظمین کو بھی زیادہ دقّت نہ ہوگی۔

انتظام کسیر:اس سال انتظام کسیر کے لئے علیحدہ نظامت مقرر کی گئی جس کے نتائج بہت خوش کن رہے۔گذشتہ سالوں میں جتنی کسیر اکٹھی کی جاتی رہی اس سے دگنی کسیر اس دفعہ حاصل کی گئی اور

علیحدہ انتظام کی وجہ سے اخراجات میں بھی مقابلۃً کمی رہی۔ نیز گذشتہ سالوں کی نسبت سستی قیمت پر کسیر دستیاب ہوئی۔ بعض دوستوں نے بہت عمدہ تعاون کا مظاہرہ کیا۔ صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب، میاں عبدالمجید صاحب اور مستری شہاب الدین صاحب نے اپنی زمینوں کی کسیر بلا قیمت جلسہ سالانہ کے لئے دی۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء۔**

نظامت معلومات وفوری امداد: اس سال کے نئے تجارب میں سے ایک نہایت کامیاب تجربہ نظامت معلومات وفوری امداد کا قیام ہے۔ اس نظامت کے ماتحت بیسیوں گمشدہ بچوں کو نہایت قلیل وقت میں ان کے عزیزوں تک پہنچایا گیا اور جلسہ سالانہ کے ہنگامی کاموں اور ضروریات کے موقعہ پر فوری امداد کی ضرورت پیش آنے پر اس محکمہ نے نہایت مستعدی سے کام کیا۔ مکرم محمد ارشد صاحب ایم۔ایس۔سی لیکچرار تعلیم الاسلام کالج اس کامیابی پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

آب رسانی: ہر سال مہمانوں کو پینے کے پانی کے لئے بہت تکلیف اٹھانی پڑتی تھی۔ قیام گاہوں میں گھڑے رکھوائے جاتے تھے لیکن وہ ایک ہی دن میں یا تو ٹوٹ جاتے تھے یا گم ہو جاتے تھے یا چند ایک مہمان انہیں اٹھا کر اپنے کمروں میں بند کر لیتے تھے۔ اس طرح گھڑے چھوٹے سائز کے ہونے کی وجہ سے فوراً خالی ہو جاتے تھے۔ ماشکی اور سقّے بے کار بیٹھے رہتے تھے۔ اس سال نیا تجربہ کیا گیا کہ لوہے کے بڑے بڑے ڈرم تیار کروائے گئے جن میں دو ٹوٹیاں لگی ہیں اور ایک ڈرم میں پچاس گھڑوں کا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اس سے مہمانوں کو بھی آرام رہا اور ماشکی بھی خالی نہیں رہے۔ اس سال ۲۰ ڈرم لئے گئے تھے۔ آئندہ سال انشاء اللہ یہ تعداد کم از کم پچاس تک پہنچا دی جائے گی۔ امید ہے کہ آئندہ سال پینے کے پانی کی تکلیف بکلی دور ہو جائے گی۔

انتظامِ استقبال: ہر سال اسٹیشن پر استقبال کا انتظام تو بہت عمدہ ہوتا تھا لیکن لاریوں کے اڈہ پر مناسب انتظام نہ تھا۔ اس سال اس حصہ کو بھی مضبوط کیا گیا اور ایک مستقل نائب ناظم استقبال کا تقرر کر کے لاریوں کے اڈہ پر استقبال والوداع کے انتظام کو مضبوط کیا گیا۔ اس کی وجہ سے لاریوں سے آنے والے مہمانوں کو بہت آرام اور سہولت رہی۔

عمومی رپورٹ: جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والے مہمانوں کی تعداد میں متوقع اندازہ سے بہت بڑھ کر اضافہ ہو جانے کے نتیجہ میں نیز اجناس کے نرخ بڑھ جانے کی وجہ سے اخراجات جلسہ سالانہ میں بہت زیادتی ہوگئی۔ لیکن الحمد للہ صدر انجمن احمدیہ نے منظور شدہ بجٹ میں اضافہ کر کے ہمارے

لئے ہر قدم پر سہولت کا سامان بہم پہنچایا۔ہمیں عین ایام جلسہ میں اجناس کی مزید خرید کرنی پڑی جس کی وجہ سے کوفت تو بے شک ہوئی لیکن مہمانوں کو کسی مرحلہ پر ذرّہ بھر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس سال نان بائیوں اور پیڑا بنانے والیوں کی تعداد میں کمی نہیں آئی اور باوجود مہمانوں کی زیادتی کے کوئی شخص بھی بھوکا نہیں رہا۔نہ ہی روٹی میں کمی کرنی پڑی بلکہ صبح و شام روٹی بچی ہی نہیں۔خدا کے فضل سے لنگر کے کام کی ایفشنسی گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں بہت بہتر رہی۔

روٹی پکانے کے سلسلہ میں لوہ پر کھانا پکانے کا تجربہ بھی کیا گیا جو کامیاب رہا۔اگر کبھی ہنگامی صورت حالات پیدا ہو تو ان سے کام لیا جا سکتا ہے۔یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی ہوئی ہے۔کسی کی کوشش کا اس میں دخل نہیں۔

دفاتر جلسہ سالانہ: دفتروں کے لئے جگہ کی قلت کے پیش نظر اس سال اس زمین پر جو جلسہ سالانہ کے مستقل دفاتر کے لئے مخصوص ہے خیمہ جات لگا کر دفاتر بنائے گئے۔تمام شعبہ جات کے افسران کے دفتر ایک جگہ ہونے کی وجہ سے انتظامات میں بہت سہولت رہی۔اور مہمانوں کی تکالیف کو بہت قلیل وقت میں دور کیا جاتا رہا۔ارادہ ہے کہ آئندہ سال اس جگہ کو چاردیواری سے بند کر کے دفاتر کی تعمیر اور لنگر خانہ پرہیزی کی تعمیر شروع کر دی جائے۔‘‘ [137]

حوالہ جات

(صفحہ 393 تا 576)

1 خالد ربوہ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۷۷۔۷۸
2 خالد دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۷۸۔۸۰
3 BERNER TAGBLATT June 11, 1961 بحوالہ الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ صفحہ ۱
4 بحوالہ الفضل ۲۸/ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
5 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸
6 زمیندار ۹/ اکتوبر ۱۹۳۲ء
7 فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں صفحہ ۴۶۔ مصنف چوہدری افضل حق مطبع کواپریٹو سٹیم پریس وطن بلڈنگز لاہور
8 THE MUSLIM COMMUNITY A SOCIOLOGICAL STUDY
9 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
10 اخبار بدر قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸۔ رپورٹ مرتبہ گیانی بشیر احمد صاحب ناصر بی۔اے
11 الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
12 الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
13 الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
14 الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
15 الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
16 الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
17 الفضل مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
18 الفضل ۳/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
19 الفضل ۲/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
20 الفضل ۲/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
21 الفضل ۳/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
22 الفضل ۳/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
23 الفضل ۱۹ مارچ و ۳، ۴، ۱۰، ۱۹/ اپریل ۱۹۶۴ء
24 رسالہ خالد مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۹، ۲۰
25 الفضل ۹/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

26 الفضل ۱۷/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

27 الفضل ۲۳/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

28 الفضل ۴ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

29 الفضل ۲۷ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

30 پاکستان ٹائمز ۲۴ فروری ۱۹۶۴ء بحوالہ الفضل ربوہ ۲۶ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔۸

31 تذکرۃ الشہادتین طبع اول صفحہ ۶۵۔ بحوالہ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷

32 از اردو جامع انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۱۴۳۲، مدیر اعلیٰ مولانا حامد علی خان ڈائریکٹر ڈینس سی سمتھ جونیئر، ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز چوک انارکلی لاہور مارچ ۱۹۸۷ء

33 (The Message of the Quran. Page 177)

34 ملاحظہ ہو قاموس۔ مضمون خیل۔ نیز لغات لین جز دوم صفحہ ۸۳۳ اور جز چہارم صفحہ ۱۵۰۰

35 The Message of the Quran.PP. 177-80

36 سیرت المہدی جلد اول حصہ اول صفحہ ۷۵

37 غیر مطبوعہ ریکارڈ شعبہ تاریخ احمدیت ربوہ

38 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء سرورق صفحہ ۲

39 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۲، ۳

40 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۴۸-۴۹

41 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۴۹۔ الفضل ۱۲ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

42 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۸۲-۸۳

43 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء سرورق صفحہ ۲

44 الفضل ۱۲ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۳-۴

45 اخبار پیغام صلح لاہور ۱۶ جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۳ کالم ۳

46 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۹۸۔ الفضل ۱۲ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

47 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۳۸

48 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۵

49 وکالت تبشیر الفضل ۲/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

50 الفضل ۲۱/ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۱-۸

51 روزنامہ الفضل ربوہ ۲۳/ اپریل ۱۹۶۴ء

52 الفضل ۷ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

53 ماچھ محلّہ ۵ صفحہ ۱۳۵

54 رام کلی محلّہ ۵ صفحہ ۸۹۷

55 رام کلی محلّہ ۵ صفحہ ۸۹۳

56 سوڑھ محلّہ ا صفحہ ۵۹۷

57 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

58 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

59 الفضل ۲ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ا

60 ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۱، ۵۲۔ ایڈیشن ۲۰۰۳ء

61 الفضل ۱۳، ۲۲، ۳۱ مئی ۱۹۶۴ء

62 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱-۸

63 تذکرہ صفحہ ۶۱۳ ایڈیشن ۲۰۰۴ء

64 الفضل ۱۳ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

65 الفضل ۲۰ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ا

66 الفضل ۲۸ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ا

67 السیف الربّانی مصنفہ الشیخ سید محمد مکی بن سید مصطفی مطبوعہ مطبع دت پرشاد بمبئی صفحہ ۱۰۰ بحوالہ ''تطہیر الاولیاء'' مولفہ سید مدثر شاہ گیلانی پشاوری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور مطبوعہ مارچ ۱۹۷۴ء

68 الکاویہ صفحہ ۴۹

69 صحیح مسلم باب خروج الدجّال

70 بحار الانوار جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۷

71 موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۰

72 موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۰

73 سلک اسیر فی نظم الدّرر صفحہ ۱۵۲ از صفی اللہ صاحب مطبع فاروقی دہلی ۱۳۰۵ ھج

74 The All India Reporter 1936- page 440 Lahore

75 الفضل ۱۶/ اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸

76 ''تذکرہ مجاہدین ختم نبوت'' صفحہ ۳۷-۳۸ مؤلفہ ''اللہ وسایا ملتان'' ناشر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان طبع اول یکم اگست ۱۹۹۰ء

77 الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

78 الفضل ۲ جولائی ۱۹۶۳ء

79 الفضل یکم اگست ۱۹۶۴ء

80 الفضل ۲/ اگست ۱۹۸۳ء صفحہ ا

81 ریکارڈ ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ۔ مرتبہ مولوی محمد اسماعیل منیر ثانی صاحب

82 رپورٹ مرسلہ ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد۔ تعلیم القرآن ووقف عارضی
83 الفضل ۴ راگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
84 پاکستان ٹائمز لاہور ۸ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۶ الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔ ۸
85 الفضل ۲۵ راگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳-۴
86 الفضل ۲۲ راگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
87 الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
88 روزنامہ مشرق لاہور ۲ راگست ۱۹۶۴ء بحوالہ الفضل ۵ راگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۵ بشکریہ پی۔آئی۔ایس
89 الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
90 اخبار الجمعیۃ دہلی ۲۳ راگست ۱۹۶۴ء بحوالہ الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
91 الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
92 الفضل ۳۰ ستمبر ۲۰۰۲ء صفحہ ۴، ۶
93 غیر مطبوعہ مسوّدہ جناب ظہور احمد صاحب جنرل سیکرٹری وسیکرٹری مسجد کمیٹی واہ کینٹ۔ مؤرخہ ۴ مارچ ۱۹۸۵ء
94 الفضل ۵ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
95 رپورٹ ہائے سالانہ صدر انجمن احمدیہ از یکم مئی ۱۹۶۴ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء
96 الفضل ۴ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
97 الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳
98 الفضل ۱۰ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱
99 الفضل ۱۰ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
100 تاریخ احمدیت کشمیر مرتبہ محمد اسد اللہ قریشی صفحہ ۲۶۹
101 الفضل ۲۲ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۷
102 الفضل ۳۰ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
103 ذکر اردو صفحہ ۷، ۸ مطبوعہ نصرت آرٹ پریس ربوہ نومبر ۱۹۶۴ء
104 الفضل ۲۵ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
105 الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
106 الفضل ۲۵ راکتوبر، ۳ نومبر، ۵ نومبر ۱۹۶۴ء
107 الفضل ۳۰ راکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
108 الفضل ۱۵ نومبر، ۱۷ نومبر ۱۹۶۴ء
109 الفضل ۱۵ نومبر، ۱۷ نومبر ۱۹۶۴ء

110 الفضل ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء

111 الفضل ۱۷؍اپریل ۱۹۳۹ء

112 ماہنامہ خالد نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۷ تا ۳۳

113 الفضل ۴ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

114 الفضل ۱۷ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

115 الفضل ۳ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

116 الفضل ۲۷ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

117 اخبار بدر ۸؍اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۱ و ۸

118 بدر قادیان ۱۷۔۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۱ تا ۱۳ و صفحہ ۱۸۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: الفرقان جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۸ تا ۳۵

119 الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۶ کالم ۱

120 الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴

121 الفضل ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

122 الفضل ۱۷ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

123 تذکرہ صفحہ ۱۳۹ ایڈیشن چہارم

124 تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۶۶۔ ایڈیشن ۲۰۰۸

125 اخبار بدر قادیان ۱۴ جنوری ۱۹۶۵ء

126 الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

127 الفضل ۳ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵، ۸

128 الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

129 الفضل ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲، ۱۴ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۔۵

130 ’’فضائل القرآن‘‘ صفحہ ۴۴۰ تا ۴۴۴۔ تقریر سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء۔ الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

131 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۲

132 الفضل ۱۷، ۱۹، ۲۱ جنوری ۱۹۶۵ء

133 الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

134 الفضل ۸ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

135 الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

136 الفضل ۸ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۶

137 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان بابت سال ۶۵۔۱۹۶۴ء صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابۂ کرام کا انتقال

اس سال حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے متعدد صحابۂ کرام انتقال کر گئے۔ جس کے نتیجہ میں خدا کے مقدس مسیح کی زیارت کرنے والے اور فیض صحبت اٹھانے والے بزرگان کا مقدس گروہ پہلے سے بھی بہت کم رہ گیا۔

حضرت حامد حسین خان صاحب مراد آبادی

ولادت: ۱۸۷۹ء[1]۔ بیعت: اکتوبر یا نومبر ۱۹۰۵ء۔ وفات: یکم جنوری ۱۹۶۴ء[2]

حضرت خان صاحب قبول احمدیت کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''میں ۱۹۰۵ء میں علیگڑھ کالج سے آکر میرٹھ میں ملازم ہوا تھا۔ میری ملازمت کے کچھ عرصہ بعد مکرمی خانصاحب ذوالفقار علی خان صاحب بہ سبیل تبادلہ بعہدہ انسپکٹر آبکاری میرٹھ میں تشریف لے آئے۔ آپ چونکہ احمدی تھے اور حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کر چکے تھے۔ لہٰذا آپ کے گھر پر دینی ذکر و اذکار ہونے لگا۔ اور شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار ساکن محلّہ رنگ ساز صدر بازار میرٹھ کیمپ اور مولوی عبدالرحیم صاحب وغیرہ خان صاحب موصوف کے گھر پر آنے جانے لگے۔ خان صاحب موصوف سے چونکہ مجھے بوجہ علی گڑھ کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے محبت تھی اس لئے میری نشست و برخاست بھی خان صاحب کے گھر پر ہونے لگی۔ چنانچہ میں نے کتابیں دیکھنے کا شوق ظاہر کیا تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی چھوٹی چھوٹی تصانیف خان صاحب نے مجھ کو دیں جو میں نے (غالباً میں نے برکات الدعا اول پڑھی تھی) پڑھیں۔ اس کے بعد عسل مصفّٰی مجھ کو دی گئی۔ وہ میں نے دیکھنا شروع کی ہی تھی کہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی خان صاحب کے یہاں تشریف لائے اور میرٹھ میں مناظرہ کی طرح پڑ گئی۔ اس وقت صرف ایک ہی مسئلہ زیر بحث تھا اور وہ وفات مسیح کا مسئلہ تھا۔ مناظرہ وغیرہ تو میرٹھ کے شریر اور فسادی لوگوں کے باعث نہ ہوا لیکن مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی تقریر ضرور میں نے وفات مسیحؑ کے متعلق سنی۔ میرٹھ کی پبلک سے جو جھگڑا مناظرہ کے متعلق ہوا اس کے حالات ایک رسالہ کی صورت میں شائع کئے گئے۔ اس میں میرا نام بھی ہے۔ (غالباً وہ دارالامان کی لائبریری میں ہوگا۔ اگر دارالامان کی لائبریری میں نہ ہو تو شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار ساکن محلّہ

رنگساز صدر بازار کیمپ میرٹھ کے پاس ہوگا)۔اس کے بعد ہم کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کا اشتیاق ہو گیا اور میں نے خان صاحب موصوف سے عرض کیا کہ اگر حضرت اقدس میرٹھ کے قرب وجوار میں تشریف لاویں تو آپ مجھ کو ضرور اطلاع دیں۔ایسے عظیم الشان شخص کو نہ دیکھنا بڑی بدنصیبی ہے۔اس وقت بیعت کرنے کا مجھ کو خیال بھی نہ تھا۔اس کے بعد ۱۹۰۴ء میں زلزلہ عظیمہ آیا جس کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہے۔اس کے بعد ایک دن خان صاحب موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لا رہے ہیں۔کیا آپ زیارت کیلئے چلیں گے۔میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔حضرت اقدس جب دہلی تشریف لائے تو خان صاحب موصوف نے مجھ سے چلنے کیلئے ارشاد فرمایا۔چنانچہ میں ان کے ہمراہ دہلی روانہ ہو گیا۔دہلی میں حضرت اقدسؑ کا قیام الف خان والی حویلی میں جو محلّہ چتلی قبر میں واقع ہے تھا۔میں اور خان صاحب موصوف بذریعہ ریل دہلی پہنچے۔اس وقت غالباً ۱۲ یا ایک بجے کا وقت تھا۔حضرت اقدس مسیح موعودؑ مکان کے اوپر کے حصہ میں تشریف رکھتے تھے اور نیچے اور دوست ٹھہرے ہوئے تھے۔مکان میں داخل ہوتے ہوئے میری نظر مولوی محمد احسن صاحب پر پڑی۔چونکہ ان سے میرا تعارف میرٹھ کے قیام کے وقت ہو چکا تھا میں ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔تھوڑی دیر میں غالباً خان صاحب نے جو اس برآمدہ میں بیٹھے تھے جس کے اوپر کے حصہ میں حضرت اقدسؑ کا قیام تھا۔مجھ کو اپنے پاس بلا لیا۔میں ایک چارپائی پر پائینتی کی طرف بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔جہاں میں بیٹھا تھا اس کے قریب ہی زینہ تھا جس کے ذریعہ حضرت اقدسؑ اوپر تشریف لے جاتے تھے۔اس طرف میری پشت تھی۔تھوڑی دیر بعد حضرت اقدسؑ کوٹھے پر سے نیچے تشریف لائے۔میری چونکہ سیڑھیوں کی طرف پشت تھی میں نے حضرت اقدسؑ کو اوپر سے نیچے تشریف لاتے ہوئے نہیں دیکھا۔حضور آہستگی سے اتر آئے اور میرے برابر پلنگ کی پائینتی پر بیٹھ گئے۔(نوٹ: یہ واقعہ حضور کی سادگی اور بے تکلفی پر دلالت کرتا ہے۔) جب حضور بیٹھ گئے تو کسی نے مجھ کو بتلایا کہ حضرت صاحب تشریف لے آئے۔اس وقت میں گھبرا کر وہاں سے اٹھنا چاہتا تھا کہ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ یہاں ہی بیٹھے رہیں۔یہ یاد نہیں کہ حضور نے مجھ کو بازو سے پکڑ کر بٹھا دیا یا صرف زبان سے ارشاد فرمایا۔حضرت صاحب کے تشریف لانے کے بعد تمام دوستوں کو جو مکان کے مختلف حصوں میں قیام پذیر تھے اطلاع ہو گئی اور مکان میں ایک ہلچل مچ گئی۔اس قدر یاد ہے کہ غالباً خان صاحب نے حضور کی خدمت میں

عرض کیا کہ یہ میرٹھ سے آئے ہیں ۔ اتنے میں خواجہ صاحب آئے ان کے ہمراہ اور کوئی صاحب بھی تھے ۔ میں نہ خواجہ صاحب سے واقف تھا نہ کسی اَور دوست سے واقف تھا۔ حضرت اقدسؑ نے خواجہ صاحب سے مولوی نذیر احمد صاحب کے متعلق کچھ سوال کیا جو مجھ کو یاد نہیں ۔ نہ یہ یاد ہے کہ خواجہ صاحب نے کیا جواب دیا۔ بہرحال خواجہ صاحب دن بھر کے حالات سناتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے اذان وہیں دیدی۔ چبوترہ پر فرش بچھا دیا گیا اور نماز ظہر وعصر پڑھی گئی۔ میں نے بھی نماز جماعت سے پڑھی۔ صحیح یاد نہیں کس نے نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور نے بیعت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ اس پر کسی نے زور سے کہا کہ جو دوست بیعت کرنا چاہتے ہوں وہ آگے آجائیں ۔ چنانچہ بہت سے دوست آگے ہوئے اور میں سب سے پیچھے رہ گیا۔ حضور نے بیعت شروع کرنے سے قبل ارشاد فرمایا کہ جو دوست مجھ تک نہیں پہنچ سکتے وہ بیعت کرنے والوں کی کمر پر ہاتھ رکھ کر جو میں کہوں وہ الفاظ دہراتے جائیں۔ میں اس وقت بھی خاموش الگ سب سے پیچھے بیٹھا رہا اور ہاتھ بیعت کرنے والوں کی کمر پر نہیں رکھا۔ جب حضرت صاحب نے بیعت شروع کی تو میرا ہاتھ بغیر میرے ارادے کے آگے بڑھا اور جو صاحب میرے آگے بیٹھے ہوئے بیعت کے الفاظ دہرا رہے تھے ان کی کمر پر پہنچ گیا۔ مجھ کو خوب یاد ہے کہ میرا ہاتھ میرے ارادے سے آگے نہیں بڑھا بلکہ خود بخود آگے بڑھ گیا اور پھر میں نے بھی الفاظ بیعت دوہرانے شروع کر دیئے۔ جب حضرت اقدسؑ نے رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ کی دعا کا ارشاد فرمایا۔ سب نے اس کو دہرایا۔ میں نے بھی دہرایا۔ لیکن جب حضرت صاحب نے اس کے معنے اردو میں فرمانا شروع کئے اور بیعت کنندوں کو دہرانے کا ارشاد فرمایا۔ میں نے جس وقت وہ الفاظ دہرائے تو اپنے گناہوں کو یاد کر کے سخت رقّت طاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس قدر زور سے میں چیخ کر رونے لگا کہ سب لوگ حیران ہو گئے اور میں روتے روتے بے ہوش ہو گیا۔ مجھ کو خبر ہی نہیں رہی کہ کیا ہو رہا ہے؟ جب دیر ہوگئی تو حضرت اقدسؑ نے ارشاد فرمایا کہ پانی لاؤ۔ وہ لایا گیا اور حضور نے اس پر کچھ پڑھ کر میرے اوپر چھڑکا۔ یہ مجھ کو خان صاحب سے معلوم ہوا ورنہ مجھ کو کچھ خبر ہی نہ رہی تھی۔ ہاں! اس قدر یاد ہے کہ حالت بے ہوشی میں میں نے دیکھا کہ مختلف رنگوں کے نور کے ستون آسمان سے زمین تک ہیں ۔ اس کے بعد مجھ کو کسی دوست نے زمین سے اٹھایا۔ میں بیٹھ گیا مگر میرے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اس قدر حالت متغیر ہوگئی تھی کہ میرٹھ میں آکر بھی بار بار روتا تھا۔ پھر خان صاحب موصوف نے میرے نام بدرؔ وریویو جاری کرا دیا۔ بدر میں حضرت اقدس علیہ السلام کی وحی

مقدس شائع ہوتی تھی۔اس سے بہت محبت ہوگئی اور ہر وقت یہ جی چاہتا تھا کہ تازہ وحی سب سے پہلے مجھ کومعلوم ہو جائے۔ پھر جلسہ پر دارالامان جانے لگا اور برابر جاتا رہا۔حضرت اقدسؑ کو دعاؤں کے لئے خط لکھتا رہا۔ایک خط کا جواب حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک سے دیا تھا وہ میرے پاس اب تک موجود تھا لیکن جب میرٹھ سے پنشن کے بعد ہجرت دارالامان کو کی تو کہیں کاغذات میں مخلوط ہوگیا یا ضائع ہوگیا''۔[3]

آپ پنشن پانے کے بعد میرٹھ سے ہجرت کر کے قادیان تشریف لے آئے اور ایک عرصہ تک نائب ناظر دعوۃ وتبلیغ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔تقسیم ملک کے بعد قادیان سے لاہور آئے۔پھر دادو(سندھ) میں سکونت پذیر ہوئے۔یہاں سے نقل مکانی کر کے کراچی میں مستقل رہائش اختیار کر لی اور یہیں وفات پائی۔آپ خاندان میں ''میاں بھائی'' کے پیارے نام سے مشہور تھے۔حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے آپ کی وفات پر لکھا: ''میاں بھائی عرصہ دراز تک کلکٹر ضلع میرٹھ کے پیش کار رہے اور اپنی دیانت، حسنِ کارکردگی اور خلق اللہ کی ہمدردی کی وجہ سے بڑے نیک نام کثیر احباب اور مرجع خاص وعام تھے۔

خوش پوش۔خوش قدر۔اعلیٰ درجہ کے مہمان نواز۔نماز تہجد کے ہمیشہ پورے پابند۔حلیم الطبع۔ منکسر المزاج۔گفتگو میں نرمی اور متانت۔زبان پاکیزہ اور سلیس۔

خداوندِ رائے و خداوندِ شرم
سخن گفتنے خوب و آدائے نرم

چہرہ سرخ وسفید اور بہت دلکش۔آپ سے ملنے والا آپ کی نیکی اور شرافت سے ضرور متاثر ہوتا۔ شکار کے شائق اور بندوق چلانے میں ماہر۔اس وجہ سے عمر کے آخری تین سالوں کے علاوہ آپ کی جسمانی صحت بہت عمدہ رہی......آپ سلسلہ حقہ کے وفادار اور جاںنثار خادم رہے اور تمام حالات میں جو سلسلہ پر گزرے ثابت قدم اور مستقل۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ......(الاحزاب:۲۴)

مرحوم کی اولاد واصفاد اور باقیات صالحات اٹھتر افراد پر مشتمل ہے جو مختلف خاندان اور کنبے ہیں لیکن مرحوم کی نیکی اور محبت کی وجہ سے بفضل خدا یہ تمام کنبے آپس میں اتحاد واتفاق کی نعمت سے بہرہ ور ہیں۔ آپ حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب کپورتھلوی کے خسر تھے۔[4]

حضرت میاں محمد الدین صاحب آف مانگٹ اونچا

بیعت:۱۸۹۸ء۔ وفات: ۲جنوری ۱۹۶۴ء بعمر ۱۰۶سال

حضرت میاں محمد الدین صاحب نے ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ دعوت الی اللہ کا انتہائی جنون تھا اور مالی قربانیوں میں حتی المقدور حصہ لیتے رہے۔

مکرم مولانا سلطان احمد صاحب پیر کوٹی آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ خواہ کوئی ماتمی مجلس ہو یا شادی کی۔ بڑوں کی مجلس ہو یا چھوٹی عمر والوں کی۔ آپ تبلیغ کی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیتے تھے اور کامیاب طور پر پیغامِ حق پہنچاتے تھے۔ بڑے نڈر مبلغ تھے۔ آپ ناخواندہ تھے لیکن دین کے سیکھنے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرتے تھے۔ کوئی عالم یا اپنے سے زیادہ دین کا علم رکھنے والا مل جائے۔ اسے مختلف مسائل دینیہ سکھانے کی کوشش کرتے......

حضرت میاں محمد دین صاحب کے منجھلے بیٹے میاں فضل احمد صاحب مرحوم جو میرے بہنوئی تھے۔ جب ۱۹۴۷ء میں وفات پا گئے تو ان کے بچے بہت چھوٹی عمر کے تھے۔ جنکی آپ نے بڑھاپے کی عمر میں محنت کر کے پرورش کی اور تعلیم دلائی۔ ہمیشہ ان کے سر پر دستِ شفقت رکھا۔ بچوں کے جوان ہو جانے کے بعد بھی آپ ان کے ساتھ رہے اور انہوں نے بھی آپ کی بہت خدمت کی......

۱۹۶۳ء میں جب آپ اپنے پوتے عزیزم عنایت اللہ صاحب کے پاس کریم نگر (سندھ) میں مقیم تھے۔ آپ نے وصیت کرنے پر اصرار کیا۔ لیکن آپ اپنی زندگی میں اپنی زرعی جائیداد اپنے بچوں میں تقسیم کر چکے تھے۔ عزیزم عنایت اللہ صاحب بہت حیران تھے کہ ان کی خواہش کو کس طرح پورا کرے۔ میں بھی ان دنوں سندھ میں تھا۔ مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا کہ آپ ایک رقم ان کے لئے مخصوص کر دیں اور اسی پر آپ کی وصیت کرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ کمزور تھے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اتفاقاً آپ کا منجھلا پوتا عزیز عبدالرشید مرحوم جلسہ سالانہ پر آنے کے لئے تیار ہوا تو آپ بھی اس کے ساتھ جلسہ سالانہ پر آ گئے۔ جلسہ سالانہ کے بعد اپنے بیٹے میاں نور احمد صاحب کے پاس مانگٹ اونچے گئے۔ اور ۲ جنوری ۱۹۶۴ء کو وفات پا گئے۔ جنازہ ربوہ لایا گیا۔ اور وصیت ابھی منظور نہیں ہوئی تھی۔ متعلقہ کارکن نے ممبران کے گھروں پر جا کر ان سے دستخط کرائے اور آپ بہشتی مقبرہ میں قطعہ صحابہ میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۰۶ سال تھی۔''[5]

اولاد: بیٹے: مکرم غلام احمد صاحب، مکرم فضل احمد صاحب، مکرم نور احمد صاحب
بیٹیاں: مکرمہ مراد بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت مولوی فضل الدین صاحبہ (صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام)، مکرمہ رحمت بی بی صاحبہ، مکرمہ محمد بی بی صاحبہ

آپ کی نسل میں سے کئی ایک واقف زندگی ہیں۔آپ کے ایک پوتے مکرم سلطان احمد شاہد صاحب مربی سلسلہ نظارت اشاعت اور ایک نواسے مکرم نصیر احمد صاحب پیرکوٹی مربی سلسلہ ہیں۔

حضرت چوہدری خدا بخش صاحب ہانڈو گجر ضلع لاہور

ولادت: ۵؍اکتوبر۱۸۸۳ء۔ بیعت: ۱۹۰۵ء۔ وفات: ۶ جنوری ۱۹۶۴ء

حضرت چوہدری صاحب حضرت مولوی غلام حسین صاحب (جناب عبدالحمید صاحب شوق کے نانا) کے شاگرد رشید تھے اور انہی کے ذریعے احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی۔حضرت مولوی غلام حسین صاحب کتاب کشتی نوح کی اشاعت کے بعد آپ کو ساتھ لے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ شام کا وقت تھا ہم دونوں مسجد مبارک میں اگلی صف میں بیٹھے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شمالی دروازہ سے اچانک برآمد ہوئے۔لمبا قد، نورانی صورت، چہرہ چودہویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔جوں ہی ہماری نظر حضور پر پڑی ہم نے جان لیا یہی حضرت مرزا صاحب ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کی۔نماز کے بعد حضور نے فرمایا کوئی صاحب قرآن مجید سنائے۔اس پر حضرت مولوی غلام حسین صاحب نے نہایت خوش الحانی سے کھڑے ہو کر قرآن کریم پڑھا۔حضرت اقدس بہت خوش ہوئے۔ہم دونوں استاد شاگرد مہمان خانہ میں رہے اور پھر واپس گاؤں آ کر مزید تحقیق کے لئے ''البدر'' اور ''الحکم'' اخبار جاری کروائے۔ایک سال کے مطالعہ کے بعد مجھے حضرت مولوی صاحب نے بیعت کے لئے قادیان روانہ کیا۔حضرت صاحب باغ میں فروکش تھے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب تشریف لائے۔آتے ہی بڑی گرجدار اور پُرشوکت آواز میں نماز ظہر کی اذان کہی اور اگلی صف میں بیٹھ گئے۔اتنے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف لے آئے۔نماز ادا ہوئی تو حضرت صاحب نے فرمایا ''کوئی بیعت کرنے والا ہے؟''۔میرے ساتھ دو اور شخص بھی کھڑے ہو گئے۔ہم تینوں نے بیعت کی اور پیچھے ہٹ کر مؤدبانہ بیٹھ گئے۔گاؤں پہنچا تو حضرت مولوی صاحب سے ملا۔آپ بھی بیعت کا سن کر بہت خوش ہوئے۔اسی سال مولوی صاحب بھی گاؤں کے چند

آدمیوں کو ساتھ لے کر قادیان پہنچے اور حضرت صاحب کی بیعت کرنے کے بعد واپس گاؤں آئے۔ اب ہماری مخالفت شروع ہوگئی۔ ہمارا مقاطعہ ہوگیا اور ہمارے بائیکاٹ کی تحریک زور پکڑ گئی۔اس پر ہم محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس سے ملے۔انہوں نے فرمایا صبر کرو۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی حکم ہے۔اس پر ہم گاؤں واپس آ کر نمازوں اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ کیونکہ ہماری بیعت کے بعد گاؤں کے لوگوں نے ہماری بے وجہ مخالفت کی۔اس لئے ان کی آپس میں سخت لڑائی ہوئی اور وہ باہمی عداوت کے بعد تتّر بتّر ہو گئے۔ہمارے لئے تو یہ بھی خدا کا ایک نشان تھا۔ میں گاؤں میں اکیلا تھا۔حضرت مولوی غلام حسین صاحب اپنے وطن واپس جا چکے تھے۔ میں لاہور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور ان دنوں لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور گاؤں میں اکیلا احمدی ہوں۔حضور نے مسکرا کر فرمایا مومن کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔آپ جا کر تبلیغ کریں۔میں نے حضور کے اس ارشاد پر عمل کیا۔اس وقت (یعنی ۱۹۶۴ء میں۔ناقل) جماعت ہانڈو کے کل افراد کی تعداد ایک سو بیس کے قریب ہے۔حضرت چوہدری صاحب جماعت احمدیہ ہانڈو گجر کے صدر بھی تھے۔

حضرت چوہدری صاحب بلند اخلاق، زاہد، زندہ دل، مہمان نواز اور صابر و شاکر اور تہجد گزار بزرگ تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر خیر پر اکثر رقّت طاری ہو جاتی تھی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود کی محبت ان کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی۔علاقہ بھر کے دوست و دشمن ان کی تہ دل سے عزت کرتے تھے اور اپنے گاؤں کے لوگ انہیں دولہا کہا کرتے تھے۔پیغام حق پہنچانے میں ہمیشہ کوشاں رہتے۔اپنے علاقہ میں روشنی اور صداقت کا مینار تھے۔آپ کا اسم گرامی منارۃ المسیح قادیان پر زیر نمبر ۱۸۸ نصب ہے۔[6]

اولاد: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں سے نوازا۔

بیٹے: مکرم چوہدری عصمت علی صاحب، مکرم چوہدری صفدر علی صاحب، مکرم چوہدری اختر علی صاحب والد مکرم چوہدری فیاض احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ ہانڈو گجر، مکرم چوہدری مظفر احمد صاحب، مکرم چوہدری منور احمد صاحب، مکرم چوہدری ناصر احمد صاحب، مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب

بیٹیاں: محترمہ ذکیہ سلطانہ صاحبہ زوجہ چوہدری محمد یعقوب صاحب ہانڈو گجر
محترمہ ثریّا ناصر صاحبہ زوجہ چوہدری ناصر احمد صاحب حال مقیم کینیڈا

حضرت سیدہ محمدی بیگم صاحبہ اہلیہ سید محمد اشرف صاحب مرحوم

ولادت: قریباً ۱۸۷۹ء۔ بیعت: (سن کی تعیین نہیں ہوسکی) وفات: ۶ فروری ۱۹۶۴ء۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ تھیں۔ آپ بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔ بہت نیک، دین سے محبت کرنے والی، ہمدرد اور خدا ترس تھیں۔ مہمان نوازی آپ کا خاص وصف تھا۔ پردے کی سختی سے پابند تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے گہری عقیدت و محبت تھی ان کے لئے ہمیشہ التزام سے دعائیں کرتی تھیں۔ جلسہ کے موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے گھر میں قیام پذیر ہوتی تھیں۔ مرحومہ اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہوئیں جبکہ اس وقت ان کے خاوند بھی احمدی نہ تھے۔ قبول احمدیت کے بعد بہت تکلیفیں اٹھائیں مگر اُف تک نہیں کیا۔ چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ نماز تہجد اور اشراق باقاعدہ پڑھتی تھیں۔ محلے کے بچوں اور اپنے نوکروں کو بڑے ذوق وشوق سے قرآن کریم پڑھایا کرتی تھیں۔[7]

حضرت خان امیر اللہ خان اسماعیلیہ ضلع مردان

ولادت: ۱۸۷۹ء بیعت: ۱۹۰۳ء۔ وفات: ۹ فروری ۱۹۶۴ء [8]

صاحبِ کشف والہام، عابد و زاہد بزرگ تھے۔ سلسلہ کے لئے بے پناہ غیرت رکھتے تھے۔ احمدیت کی خاطر ہر مخالف کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ خلیق اور مہمان نواز تھے اور باوجود گاؤں کے خان ہونے کے نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ اسماعیلیہ میں انہی کے وجود سے احمدیت قائم ہوئی مگر وہ خود حضرت قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری کی تبلیغ سے احمدی ہوئے۔[9]

حضرت قاضی سید حبیب اللہ شاہ صاحب آف شاہدرہ (لاہور)

ولادت: ۱۸۷۱ء۔ بیعت: ۱۹۰۰ء۔ وفات: ۴ مارچ ۱۹۶۴ء بعمر ۹۳ سال۔[10]

آپ مستجاب الدعوات و صاحب رؤیا وکشوف بزرگ تھے۔ آپ کی تبلیغ سے کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ آپ کی روایات الحکم ۱۴/۲۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں شائع شدہ ہیں اور بہت ہی ایمان افروز ہیں۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت و محبت کا آغاز ۱۸۹۶ء کے جلسہ اعظم مذاہب لاہور کی روداد سے ہوا جو روزانہ انہیں ملتی اور وہ اسے پڑھتے تھے۔

چھاؤنی کے بہت سے کلرک اور دوسرے لوگ جلسہ سننے کے بعد بتاتے تھے کہ اسلام کی عزت حضرت مرزا صاحب نے رکھ لی ہے۔ اس پر آپ کا حسن ظن بڑھ گیا اور حضور کی کتابیں وغیرہ دیکھنی شروع کیں۔ آخر دعا کی۔ جس پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے تین خواب دکھلائے اور حضرت اقدس کی سچائی آپ پر کھل گئی اور آپ نے بیعت کا خط لکھ دیا۔ قبولِ احمدیت پر آپ کے رشتہ داروں میں ایک شور اٹھا۔ انہوں نے آپ کا بائیکاٹ کر دیا اور آپ کا ٹرنک باہر پھینک کر گھر سے نکال دیا۔ آپ اسی وقت ایک احمدی دوست محمد حسین صاحب کے پاس گئے۔ جو اسی وقت آئے اور آپ کا سامان وغیرہ اٹھا کر لے گئے۔ یہ دوست میڈیکل ڈپو میں تھے اور انہی کے ذریعے آپ داخل احمدیت ہوئے۔ آپ ایک دکان کرایہ پر لے کر رہنے لگے۔ جب آپ پہلی دفعہ قادیان تشریف لے گئے تو حضرت اقدس بڑی شفقت و محبت سے پیش آئے اور دریافت فرمایا قاضی صاحب آپ کتنی رخصت لے کر آئے ہیں۔ آپ نے عرض کیا۔ بڑی مشکل سے تین دن کی رخصت ملی ہے۔ ایک دن آنے کا، ایک دن جانے کا اور آج حضور کی خدمت میں رہنے کا۔ آپ فرمانے لگے آمدن بارادت رفتن باجازت کے مقولے پر تو عمل کیا ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم کو کرم دین کے مقدمہ کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ میں ان دنوں میاں میر چھاؤنی میں ملازم تھا۔ مجھے جب پتہ لگا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فلاں ٹرین سے تشریف لا رہے ہیں تو ہم اسٹیشن پر جا پہنچے۔ گاڑی آئی۔ حضرت اقدس جس ڈبہ میں سوار تھے ہم بھی چند لوگ اس ڈبہ میں بیٹھ گئے اور حضورؑ سے ملاقات کی۔ مفتی محمد صادق صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ حضرت اقدس نے فرمایا میں قاضی صاحب کو جانتا ہوں۔ یہ ہمارے پرانے دوست ہیں۔ اور حضور نے جو مجھ سے پہلا سوال کیا وہ یہ تھا کہ اب آپ کے رشتہ داروں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا حضور اب تو ان کی مخالفت انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ فرمانے لگے آپ گھبرائیں نہیں۔ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ یہ سب لوگ آپ کے قدموں میں گریں گے۔ پھر مجھے از راہ شفقت اپنے پاس ہی بٹھا لیا اور ہم سب ساتھ ہی لاہور پہنچ گئے۔

میاں چراغ دین صاحب کے مکان پر تمام آنیوالے دوست فروکش ہوئے اور میں بھی وہاں ہی حضور کے پاس رہا۔ رات کو میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرا بستر حضرت صاحب کے بالکل

قریب کیا جائے تا کہ میں حضرت صاحب کو نفل پڑھتے ہوئے دیکھوں۔انہوں نے حضرت صاحب کی چارپائی کے ساتھ میرا بستر بھی کروا دیا۔دو بجے رات کے قریب میں اٹھا اور باہر وضو کرنے چلا گیا۔وضو کر کے جب میں واپس آیا تو آگے میرے بستر پر حضور علیہ السلام نفل پڑھ رہے تھے مگر مجھے یہ معلوم نہ ہوا کہ یہ حضور علیہ السلام ہی ہیں۔میں نے ایک دوست سے ذکر کیا کہ دیکھو میری جگہ پر کوئی اور دوست آ کر کھڑے ہو گئے ہیں اور میں نے بڑی مشکل سے یہ جگہ لی تھی۔تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا۔آیئے آپ اپنی جگہ پر بیٹھ جایئے۔پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ حضرت اقدس علیہ السلام ہیں۔میں نے معذرت کی مگر حضور علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر اس جگہ پر کھڑا کر دیا۔

جب نفل پڑھ چکے تو مفتی صاحب نے پھر عرض کیا کہ حضور یہ قاضی حبیب اللہ صاحب ہیں۔حضور نے فرمایا کہ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ان کو کتاب مواہب الرحمٰن نکال کر دو۔وہ کتاب انہی دنوں شائع ہوئی تھی۔فرمانے لگے۔قاضی صاحب اس کو آپ نے ضرور پڑھنا ہے۔اس میں چند پیشگوئیاں نئی ہیں۔میں نے کہا بہت اچھا حضور۔وہ کتاب مواہب الرحمٰن میرے پاس اب تک موجود ہے“۔[11]

اولاد: سیدہ ہاجرہ بیگم صاحبہ۔سیدہ نصرت بیگم صاحبہ۔سیدہ سائرہ بیگم صاحبہ۔سیدہ فہمیدہ بیگم صاحبہ۔سید منصور احمد شاہ صاحب۔سیدہ اقبال بیگم صاحبہ (والدہ مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب مربی سلسلہ)۔سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ۔[12]

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری

ولادت: اکتوبر۱۸۷۳ء۔ زیارت:۱۸۹۱ء۔

بیعت:مارچ۱۹۰۵ء۔ وفات:۱۷مارچ۱۹۶۴ء۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کا خاندان فضیلت علم سے ہمیشہ مرصّع رہا ہے۔جس میں کئی نامور علماء پیدا ہوئے۔آپ کے مورث اعلیٰ حافظ سعد اللہ صاحب اورنگ زیب عالمگیر کے درباری تھے۔ان کے بیٹے مولوی محمد سعید جالب کھوکھر جنہوں نے ۱۱۵۶ھ بمطابق ۱۷۴۳ء میں اپنے ننھیال موضع بقاپور ضلع گوجرانوالہ میں رہائش اختیار کر لی تھی،فقیہ عصر تھے۔انہوں نے ایک ہزار فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب ہزاری کے نام سے تالیف کی تھی۔ان کے فرزند مولوی شیر محمد بھی مشہور عالم اور زمیندار تھے۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب کی پیدائش چک چٹھہ تحصیل حافظ آباد میں ہوئی۔آپ نے تیسری جماعت تک سرکاری مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔۱۸۸۴ء میں نیلا گنبد لاہور مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوئے۔۹۰-۱۸۸۹ء میں دو سال تک حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کے زیر تعلیم رہے۔ ۱۸۹۱ء میں آپ پہلی بار حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔حضرت مولوی عبدالقادر صاحب نے آپ کو آٹھ آنے دے کر محلّہ اقبال گنج لدھیانہ میں کتاب فتح اسلام لانے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔عصر کی نماز آپ نے حضرت اقدسؑ کے پیچھے پڑھی۔۱۸۹۱ء سے لیکر ۱۸۹۳ء تک مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں تعلیم مکمل کی۔اور ۱۸۹۳ء میں ہی آپ مدرسہ عربی شہر مندرا ریاست کچھ بھوج میں اول مدرس عربی متعین ہوئے۔۱۸۹۴ء میں یہیں آپ نے کسوف وخسوف کا آسمانی نشان دیکھا اور آپ کی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ہوگئی اور گاہے گاہے قادیان جانے لگے۔ جہاں آپ اپنے پرانے دوستوں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی)، حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اور حضرت قاضی امیر حسین صاحب سے ملتے اور ہر بار قادیان آنے کے ساتھ آپ سلسلہ احمدیہ کے قریب تر ہوتے جاتے تھے۔ اور جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق روز بروز پختہ ہوتا جارہا تھا۔۱۹۰۳ء میں جب آپ قادیان پہنچے تو آپ کے ایک سوال کے جواب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے آیت وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ (البقرۃ: ۱۵۶) کی ایسی ایمان افروز تفسیر بیان فرمائی کہ آپ نے پختہ ارادہ کرلیا کہ دوبارہ قادیان آؤں گا تو ضرور بیعت کے لئے تیار ہو کر آؤں گا۔۱۹۰۴ء میں آپ نے مسئلہ نبوت کے متعلق پوری تحقیقات کر کے اپنی تسلی کرلی اور ۱۹۰۵ء کے شروع میں آپ بیعت کے لئے مصمّم ارادہ کر کے قادیان جا پہنچے۔حضرت اقدس کو آپ کے متعلق اطلاع کی گئی۔حضرت اقدس کی طبع مبارک ان دنوں ناساز تھی۔حضور چارپائی پر تشریف فرما تھے وہاں کوئی خالی کرسی یا موڑھا وغیرہ نہیں تھا آپ نیچے بیٹھنے کے لئے جھکے ہی تھے کہ حضور نے ارشاد فرمایا آپ میرے پاس چارپائی پر بیٹھ جائیں۔آپ جھجکتے ہوئے پاؤں نیچے لٹکا کر بیٹھ گئے مگر حضور نے کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا۔مولوی صاحب میری طرح چارپائی پر پاؤں رکھ کر بیٹھ جائیں۔ چنانچہ آپ تعمیل حکم میں بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ حضور نے تین چار روز یہاں قیام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا آج چوتھا دن ہے حضور میری بیعت لے لیں۔حضور نے ہاتھ بڑھایا اور بیعت لے لی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو وہاں تشریف فرما تھے اس نظارہ سے بہت ہی متاثر ہوئے اور

فرمانے لگے مولوی صاحب اس طرح کی بیعت کرنا آپ کو مبارک ہو۔ بیعت کے بعد آپ اپنے ننھیال قصبہ مُرالی والا (ضلع گوجرانوالہ) میں واپس آ گئے اور مسجد میں قبول احمدیت کا اعلان عام کر دیا جس پر قصبہ میں شور پڑ گیا اور آپ کی زبردست مخالفت شروع ہوگئی۔ اہلحدیث مولویوں نے آپ کا بائیکاٹ کرا دیا اور عوام کالانعام اعلانیہ گالی گلوچ پر اتر آئے۔ آپ رات کو بڑی دیر تک نماز تہجد پڑھتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا صالحہ کا سلسلہ جاری ہو گیا اور آپ کی روحانی تسلی کے لئے نئے سے نئے سامان ہونے لگے۔ آپ نے مصمّم ارادہ کر لیا کہ لوگ خواہ مجھے کتنی تکلیف پہنچائیں۔ میں تبلیغ کرنا نہیں چھوڑوں گا۔ احمدیت اختیار کرنے کے بعد آپ ایمان وعرفان میں جلد جلد ترقی کر رہے تھے اور آپ کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عشق ومحبت بڑھتی جا رہی تھی اور آپ دیوانہ وار تبلیغ میں مصروف ہو چکے تھے کہ اس دوران آپ کے ماموں نے جو آپ کے خسر بھی تھے غضبناک ہو کر آپ کو ڈانٹا اور دھمکی دی کہ یہاں سے خود بخود نکل جاؤ ورنہ میں تھانہ کے ذریعہ تم کو یہاں سے نکلوا دوں گا۔ چنانچہ آپ مرالی والا کو چھوڑ کر اپنے آبائی گاؤں بقاپور میں تشریف لے آئے۔

بقاپور میں آپ کا بائیکاٹ تو نہ ہوا کیونکہ آپ وہاں کے زمیندار تھے البتہ عوام اور مولویوں کی مخالفت شدید صورت اختیار کر گئی۔ لوگوں کی مخالفت کے علاوہ بڑے بھائی کے سوا آپ کا پورا خاندان مخالف ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ایک ماہ کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی احمدی ہو گئیں۔ اور سوائے آپ کے والد صاحب کے آپ کا گھرانہ خاموش ہو گیا۔ لیکن آپ نے زور وشور سے تبلیغ جاری رکھی۔ آخر ایک سال کے اندر آپ کے والد صاحب اور چھوٹے بھائی اور دونوں بھاوجوں نے بیعت کر لی۔ بڑے بھائی بھی حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں داخل احمدیت ہو گئے۔

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک بقاپور میں مالی اور بدنی ابتلاؤں میں گزرے۔ کئی کئی دن فاقہ کشی کرنا پڑی لیکن آپ کے جوش تبلیغ میں چنداں فرق نہ آیا۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۴ء تک آپ سرگودھا کے چک نمبر ۹۸، ۹۹ میں قیام فرما رہے اور ہر طرف گویا احمدیت کی دھوم مچا دی۔ آپ کی تبلیغ سے کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعود نے بذریعہ ڈاک حکم دیا کہ آپ قادیان آ جائیں۔ آپ حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ ترقی اسلام کے منتظم اعلیٰ مولوی شیر علی صاحب ہیں ان سے مل کر اپنے گزارے کے متعلق بھی بات چیت کر لیں۔ آپ نے عرض کیا کہ ”جب مارچ ۱۹۰۵ء

میں بوقت بیعت حضرت مسیح موعودؑ نے میرے عرض کرنے پر مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ مولوی صاحب لوگوں سے کہہ دینا کہ میں نے حق کو پالیا ہے اور دعا کرنے کے بعد ان کو تبلیغ کرنا اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ پھر جب آپ نے دوسرے مہینے (خلافت ثانیہ کا دوسرا مہینہ مراد ہے۔ناقل) اپریل میں مبلغین کی تحریک کی تھی تو اس وقت بھی حافظ روشن علی صاحب اور بابا حسن محمد صاحب اور شیخ غلام احمد صاحب واعظ کے ساتھ میں نے بھی زندگی وقف کی ہوئی ہے تو جس طرح دس سال سے گزارے کا اپنا انتظام کر کے سلسلہ کے ماتحت تبلیغ کر رہا ہوں ایسا ہی گزارے کا انتظام میں اب بھی اپنا کرلوں گا‘‘۔

حضور نے فرمایا پہلے تو آپ انجمن کے چوبیس گھنٹہ ماتحتی میں کام نہیں کرتے تھے اب آپ کو یہ گزارہ لینا جائز ہے۔ حضور نے اس بارے میں خوب روشنی ڈالی۔ جس سے آپ کی تسلی ہوگئی کہ اگرچہ آپ وقف زندگی ہیں تاہم اب صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت رہ کر گزارہ لینے کی شرعاً اجازت ہے (اس طرح آپ صدر انجمن احمدیہ کے حلقہ ملازمت میں آئے اور ۱۹۳۸ء میں پنشن یاب ہوئے۔) حضور کی ہدایت پر آپ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا آپ کا گزارہ کتنے میں ہوجائے گا۔ آپ نے بتایا کوئی دس بارہ روپیہ میں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کر دی۔ حضرت اقدس کو اطلاع ہوئی تو فرمایا یہ تھوڑا ہے جس پر حضرت مولوی صاحب نے بائیس روپے مقرر کر دی۔

چوہدری افضل حق (مفکر احرار) کی تربیت

حضرت مولانا بقاپوری فرماتے ہیں کہ انجمن کی ملازمت میں آنے کے بعد ۱۹۱۵ء میں آپ کی پہلی تقرری راولپنڈی میں کی گئی۔ ان دنوں چوہدری افضل حق صاحب (مفکر احرار) کے بڑے بھائی چوہدری عبدالحق صاحب بطور انسپکٹر پولیس متعین تھے جنہوں نے حضرت سید محمد اشرف صاحب سے ذکر کیا کہ افضل حق بی۔اے تو پاس کر آیا ہے لیکن دہریت سرایت کر گئی ہے نہ خدا کو مانتا ہے نہ اسلام سے کوئی دلچسپی ہے۔ شاہ صاحب نے ان سے کہا ہمارے مولوی صاحب یہاں موجود ہیں ان سے قرآن شریف کا ترجمہ افضل حق کو پڑھائیں تاکہ دینی علوم سے بھی واقفیت ہوجائے۔ اس پر انہوں نے چوہدری افضل حق کو آپ کے پاس بھیجا۔ آپ نے تقریباً اڑھائی ماہ تک انہیں ترجمہ قرآن سکھلایا۔ اس کے بعد چوہدری عبدالحق صاحب کی تبدیلی لاہور ہوگئی۔ اس لئے ان کو بھی لاہور جانا

پڑا۔ لیکن اس عرصہ میں انہوں نے اتنا پڑھ لیا کہ جس سے ان کے دل میں قرآن شریف اور اسلام کی عظمت گھر کر گئی اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی انہیں حسن ظنّی پیدا ہو گئی۔ لیکن ان پر چونکہ سیاست غالب تھی اس لئے وہ کانگریس میں قدم رکھنے کے بعد سیاست اور دیگر وجوہ کی بناء پر سلسلہ کے مخالف ہو گئے تاہم بقول حضرت سید محمد اشرف صاحب لاہور میں متعدد ملاقاتوں میں اس امر کا اعتراف تو وہ کھلم کھلا کرتے رہے کہ مجھے تو مولوی بقاپوری صاحب نے مسلمان بنایا ہے وگرنہ میں اسلام کیا خدا کو بھی نہ مانتا تھا۔

خلافت ثانیہ کے ابتدائی سالوں میں آپ کو حضرت حافظ روشن علی صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب جیسے بزرگان سلسلہ کے ساتھ سرگودھا، ہوشیار پور وغیرہ مقامات پر مباحثوں کے سلسلے میں مرکز سے بھجوایا گیا۔ آپ نے ہر جگہ ایسے مدلّل اور مسکّت جوابات دیئے کہ سننے والے عش عش کر اٹھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ان مباحثات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری میں بفضلہٖ یہ خوبی ہے کہ ان کی تقریر مدلّل ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور فریق ثانی کے دلوں کو کھینچنے کی تاثیر رکھتی ہے اور فریق ثانی کے مباحث خواہ کیسی ہی اشتعال انگیزی کریں مولوی صاحب کبھی غصہ میں نہیں آتے تھے''۔

۱۹۱۷ء کا واقعہ ہے جبکہ آپ امرتسر میں اور حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی لاہور میں اور حضرت حافظ غلام رسول صاحب جہلم میں مقرر تھے۔ آپ کو مرکز سے خط ملا کہ سید والہ ضلع لائکپور (حال ضلع ننکانہ) میں فلاں تاریخ کو جلسہ ہے آپ تینوں کیلئے جماعت نے درخواست کی ہے کہ اس میں شرکت فرمائیں۔ دوسرے دو عالم بھی پہنچ جائیں گے۔ جلسہ تین دن تھا اور ساتھ مناظرہ بھی۔ آپ کو جڑانوالہ سے تانگہ نہ ملا اس لئے آپ ایک دن تاخیر سے پہنچے۔ معلوم ہوا کہ دوسرے بزرگ کسی معذوری کے باعث تشریف نہیں لا سکے۔ احباب جماعت بہت مشوّش تھے لیکن آپ نے فرمایا تسلی رکھیں اور صداقت اسلام پر مؤثر تقریر شروع کر دی۔ غیر احمدی، آریہ اور عیسائی اصحاب حیرت زدہ رہ گئے کہ یہ مولوی صاحب خوب ہیں سترہ میل ٹانگے پر سفر کر کے بغیر کھائے پیئے گرمی کے موسم میں آتے ہی تقریر میں مشغول ہو گئے۔ بڑے باہمت شخص ہیں۔ پہلے دن مباحثہ اور سوال و جواب کے لئے آریہ اٹھے۔ دوسرے دن مسئلہ وفات مسیح اور امکان نبوت پر تقریریں اور سوال و جواب ہوئے۔ تیسرے

دن صداقتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر غیر احمدیوں سے مناظرہ ہوا۔خدا کی قدرت تینوں دن آٹھ آٹھ گھنٹہ بولنے کے باوجود آپ کے گلے میں کوئی نقص نہیں ہوا۔احباب جماعت نے کہا کہ ہمیں تو شرم آتی ہے کہ اس قدر کوفت کے بعد آپ سے کچھ عرض کریں لیکن احمدی مستورات کا اصرار ہے کہ ان میں بھی مولوی صاحب کی تقریر ہو۔آپ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ انہوں نے تو میری خوب مہمان نوازی کی ہے اس لئے ان کا حق زیادہ ہے۔چنانچہ آپ نے مغرب کی نماز کے بعد عورتوں میں بھی تقریر فرمائی۔

حضرت مصلح موعود نے جلسہ سالانہ ۱۹۲۲ء کے موقعہ پر مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور آپ کا خصوصی تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

”تبلیغ کو باقاعدہ کرنے کے لئے اس سال میں نے تبلیغ کے حلقے مقرر کئے تھے۔ بیشک ہر جگہ اور ہر ضلع میں ہم فی الحال آدمی مقرر نہیں کر سکتے تھے۔مگر پھر بھی جتنے آدمی اس کام کے لئے فارغ ہو سکتے تھے اور جن کو مقامی طور پر کام نہ تھا ان کو مقرر کیا گیا۔ یعنی دو مبلّغ اس کام کے لئے مقرر کئے گئے۔ایک مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری۔آئندہ سال امید ہے کہ مبلّغین کی جماعت سے جو نئے آدمی نکلیں گے ان کو مقرر کیا جائے گا اور اس سلسلہ تبلیغ کو اور وسیع کر دیا جائے گا۔میرا ارادہ ہے اگر یہ ارادہ خداتعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہو کہ جس طرح کمشنریاں ہوتی ہیں اسی طرح تبلیغ کے حلقے مقرر کر دیں اور انتظام یہ ہو کہ ان حلقوں میں جو آدمی مقرر کئے جائیں وہ اس علاقہ کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر تبلیغ کا کام کریں۔اور جب زیادہ آدمی مل جائیں تو پھر ان علاقوں کو ضلعوں میں اور پھر تحصیلوں میں تقسیم کر کے ان میں مبلغ لگا دیئے جائیں اور اس طرح تبلیغ کا ایسا جال پھیلا دیا جائے کہ کوئی جگہ ایسی نہ ہو جہاں ہمارے آدمی نہ پہنچ سکیں۔تبلیغ کے متعلق جو یہ نیا انتظام مقرر کیا گیا ہے۔اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جن علاقوں میں یہ مبلّغ مقرر کئے گئے ہیں ان میں بیداری پیدا ہوگئی ہے اور وہاں کے لوگ تبلیغ میں حصہ لینے لگ گئے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کئی لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوگئی ہے جو آئندہ داخل سلسلہ ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔

میں خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے بے نفسی سے کام کرنے والے آدمی دیئے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے اخلاص میں اور ترقی دے اور اَور ایسے ہی آدمی دے۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ لوگوں سے بھی چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اُن کو اَور کام کرنے کی توفیق دے۔ دیکھو گجرات یا گوجرانوالہ کے علاقہ میں جو مبلّغ گیا اُسی کا یہ فرض نہ تھا کہ تبلیغ کرتا۔ بلکہ ہمارا بھی یہ فرض تھا کہ ہم بھی تبلیغ کے لئے جاتے۔ اس لئے احسان فراموشی ہوگی اگر ہم اِن مبلّغوں کی قدر نہ کریں۔ اور ان کے لئے دعا نہ کریں کہ خدا تعالیٰ اُن کی تبلیغ کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ ہمیں کثرت سے دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مخلص اور بے نفس انسان اس مقصد کے لئے پیدا ہوں‘‘۔[13]

اپریل ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۸ء تک آپ نے حضرت مصلح موعود کے حکم سے امیر التبلیغ سندھ کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضور نے آپ کو بیعت لینے کی بھی اجازت بخشی تھی۔ اس چھ سالہ دور میں آپ نے پوری مجاہدانہ شان اور فقیرانہ جلال وتمکنت کے ساتھ سندھ کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک احمدیت کی آواز بلند کی۔ اور ہر جگہ گفتگوؤں، جلسوں اور مناظروں کے ذریعہ احمدیت کا سکّہ بٹھا دیا۔ کئی نئی جماعتیں قائم ہوئیں اور بہت سی سعید روحیں آپ کے ہاتھ پر داخل احمدیت ہوئیں حتیٰ کہ غیر احمدیوں کے اشد مخالف مگر تعلیم یافتہ اور ذی اثر طبقوں میں بھی سلسلہ احمدیہ کا وقار بلند ہوگیا۔

حضرت مولانا صاحب نے امیر التبلیغ سندھ کی حیثیت سے جو شاندار اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں ان کا کسی قدر اندازہ مندرجہ ذیل چار رپورٹس سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

پہلی رپورٹ: حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے ۱۹۲۸ء کی مجلس مشاورت میں یہ رپورٹ پیش فرمائی کہ:۔

’’احباب کرام کو معلوم ہوگا کہ علاقہ سندھ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک رؤیا کی بناء پر ۱۹۲۳ء میں مشن قائم کیا اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کو اس علاقہ کے لئے امیر تبلیغ مقرر کیا تھا۔ زبان اور علاقہ کے حالات سے ناواقفیت جو ایک مبلغ کے لئے مشکلات کا موجب ہوسکتے ہیں وہی مولوی صاحب کے لئے اولاً سدّ راہ ہوئیں کیونکہ لوگ عام طور پر سندھی بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اور مولوی صاحب اس زبان سے ناواقف تھے لیکن رفتہ رفتہ چند ماہ میں چند کتابیں سندھی کی پڑھ کر تقریر

کے قابل ہو گئے ۔۱۹۲۴ء میں ان کو دو معاون دیئے گئے اور اب صرف ایک ہی معاون ان کے ساتھ ہے۔اس علاقہ میں بھی ملکانہ کی طرح آریہ لوگ بعض قوموں میں اپنا کام کہیں کہیں کر رہے تھے لیکن مبلّغین سندھ نے ایسی تمام جگہوں کا دورہ کر کے اس آنے والے سیلاب کو روک دیا۔ سال زیر رپورٹ میں مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اپنی اور اپنے بچوں کی طویل علالت کی وجہ سے دو ماہ کی رخصت پر اپنے علاقہ سے غیر حاضر رہے ہیں۔اس کے بعد ان کی قابلہ اور لائقہ بیٹی فوت ہو گئی اور اس وجہ سے ان کو قریباً بیس یوم پھر قادیان میں آکر رہنا پڑا۔ان ناخوشگوار حالات میں بھی انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو نہایت خوش اسلوبی اور جانفشانی سے ادا کیا ہے۔ان کا مرکز روہڑی میں ہے۔لیکن تمام سال وہ دورہ پر رہے ہیں۔ سال زیر رپورٹ میں ان کو دو دفعہ جماعت احمدیہ کراچی کی اصلاح و تربیت کے لئے جانا پڑا۔علاقہ کی تمام جماعتوں کا بار بار دورہ کیا۔ چھ نئی انجمنیں قائم کیں۔۷۵ کس مولوی صاحب کے ہاتھ پر داخل سلسلہ ہوئے۔دونوں مبلغین نے ۲۲۸ مقامات کا دورہ کیا۔آٹھ جلسے اور مناظرے ہوئے جن میں سے تین جگہوں سے غیر احمدیوں نے اپنے خرچ پر بلایا۔

علاقہ کی عام حالت: علاقہ سندھ میں سلسلہ کے متعلق پہلے بہت نفرت اور تعصب تھا جو رفتہ رفتہ کم ہوا۔اب لوگ سلسلہ اور مبلغینِ سلسلہ اور خدماتِ سلسلہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ فروری میں مولوی صاحب کی تحریک پر غیر احمدیوں کی ایک انجمن تبلیغ الاسلام سکھر نے ہمارے دو مبلغوں کو اپنے جلسہ میں اپنے خرچ پر مرکز سے بلایا۔اس میں ظفر علی خان صاحب مدیر ’’زمیندار‘‘ بھی بحیثیت صدر و لیکچرار مدعو تھے۔مگر انہوں نے ہمارے خلاف اپنی تقریر کے دوران میں کچھ کہنا چاہا تو پریذیڈنٹ جلسہ نے ان کو اتنا روکا کہ انہیں اپنی تقریر چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔علاقہ کے اخبارات بھی سلسلہ کے مداح ہیں حالانکہ پہلے سخت مخالفت تھی۔ ہر طبقہ کے بڑے بڑے لوگوں کے ساتھ مولوی صاحب کا رسوخ ہے۔غرض حالات حاضرہ و ماضیہ کے توازن سے کہا جاسکتا ہے کہ آئندہ حالات انشاءاللہ بہت ہی امید افزا ہیں اور سعید روحیں بہت جلد داخلِ سلسلہ ہوں گی‘‘۔[14]

دوسری رپورٹ: حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب نے الفضل ۳۱؍اگست ۱۹۲۸ء صفحہ ۹ پر لکھا:۔

’’ان اوصاف حمیدہ کے علاوہ جن کا ایک مبلغ اسلام میں پایا جانا لازمی ہے ان کا ان چار صفات سے متصف ہونا بھی ضروری ہے۔دیانت و امانت،تقویٰ اور خشیۃ اللہ۔مرکزی احکامات کی اطاعت اور افسران سے تعاون و وفاداری۔علاقہ میں رسوخ۔اور مجھے خوشی ہے کہ ان چاروں صفات سے

مولوی صاحب موصوف متصف ہیں۔مولوی صاحب اپریل ۱۹۲۳ء سے علاقہ سندھ میں کام کر رہے ہیں اور اس وقت سے اب تک انہوں نے اپنے مفوضہ کام کو نہایت دیانتداری سے نبھایا ہے اور کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہونے دی جس سے ان پر کسی قسم کی شکایت پیدا ہونے کا احتمال بھی ہوا ہو۔علاقہ سندھ کی تبلیغ ان کے سپرد کی گئی تھی اور انہوں نے اس مقدس کام کو اس جانفشانی اور دیانتداری کے ساتھ نبھایا ہے کہ مجھے بہت ہی کم اور شاذ و نادر کے طور پر انہیں ہدایات دینا پڑی ہیں۔اکثر انہوں نے علاقہ کی جماعتوں اور احمدی افراد کا خود ہی خیال رکھا ہے۔اور وقتاً فوقتاً ہر ایک جماعت میں جلد از جلد پہنچ کر ان کی تربیت اور تبلیغ اپنا فرض سمجھا ہے اور اس علاقہ سے کبھی کوئی شکایت اس رنگ میں دفتر میں نہیں پہنچی کہ مولوی صاحب فلاں فلاں جماعت کی طرف تو بار بار گئے ہیں اور ہماری طرف نہیں آئے۔ بلکہ باری باری سب کا حق ادا کیا۔اور میں سمجھتا ہوں کہ دیانت اور امانت کا جو بوجھ ان کے کندھوں پر رکھ کر انہیں بھیجا گیا تھا اس کو انہوں نے ہمت و استقلال سے اٹھائے رکھا ہے۔

بعض چھوٹے چھوٹے واقعات متقی انسان کا پتہ دیئے بغیر نہیں رہتے۔ چند ماہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے مجھے لکھا کہ کوئٹہ کے دوست خواہش کرتے ہیں کہ میں چند دن کے لئے ان کے پاس جاؤں اور چونکہ کوئٹہ میرے حلقہ سے باہر ہے اس لئے اجازت طلب کرتا ہوں۔ میں نے بعض وجوہ سے اجازت نہ دی۔کسی دوست نے ان کو یہاں سے لکھ دیا کہ اگر آپ وہاں جانا چاہتے ہیں تو کوئٹہ والوں کو لکھیں کہ وہ دفتر میں درخواست بھیجیں۔اس کا جواب مولوی صاحب نے اس دوست کو جیسا کہ اس نے خود ہی بیان کیا یہ دیا کہ مجھے کوئی نفسانی خواہش تو وہاں کھینچ نہیں رہی کہ میں اتنی مصیبت میں پڑوں۔خدا کا کام کرنا ہے جہاں وہ چاہے اپنی رضا کے ماتحت لے لے۔کوئٹہ والوں کو میں نے یہی لکھ دیا ہے کہ مرکز کی طرف سے اجازت نہیں۔اس سے زیادہ یہ لکھنا کہ تم خود وہاں درخواست کرو میں نے تقویٰ کے خلاف سمجھا ہے۔کیونکہ اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مجھے خود وہاں جانے کی آرزو ہے۔یہ چھوٹا سا واقعہ ہے مگر خشیۃ اللہ کے علاوہ مرکزی احکامات کی اطاعت بھی ظاہر کرتا ہے۔

مرکزی دفتر کے احکامات کی اطاعت اور اس سے تعاون اور وفاداری کا اظہار بھی انہوں نے جس عملی رنگ میں کیا ہے وہ میرے لئے کم خوش کن نہیں ہے۔دفتر کا کوئی حکم ان کے نام ایسا نہیں پہنچا جس کی انہوں نے اطاعت نہ کی ہو۔علاقہ سے باہر اپنی نقل وحرکت بجز صریح اجازت کے ہرگز نہیں کی حتیٰ کہ اپنی لائق اور قابل بیٹی کی مرض الموت میں وہ کراچی میں تھے۔بعض پرائیویٹ خطوط ان کو

متواتر لکھے گئے اور لڑکی کی حالت سے روزانہ اطلاع دی جاتی رہی۔لیکن چونکہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ان کو قادیان سے واپس گئے ہوا تھا اس لئے انہوں نے واپسی کے لئے درخواست کرنے میں حجاب ہی محسوس کیا اور آخر جب لڑکی کی نازک حالت دیکھ کر میری اجازت سے اُنہیں تار دیا گیا تو پھر بھی کراچی شہر سے اپنے مرکز روہڑی میں آ کر تبلیغ کے متعلق مناسب ہدایات دے کر اور ایک رات وہاں ٹھہر کر اس وقت قادیان پہنچے جبکہ مرحومہ کا جنازہ گھر سے لے جایا جا چکا تھا اور صرف ان کا انتظار ہو رہا تھا۔

تعاون و وفاداری کی یہ روح ہے کہ چند دن ہوئے کہ بوجہ علالت و بغرض علاج انہوں نے چند یوم کے لئے واپس آنے کی اجازت طلب کی۔آمد و رفت کے اخراجات اور مالی مشکلات کی وجہ سے ان کو لکھا گیا کہ آپ ایثار کریں اور اس وقت رخصت نہ لیں۔وہاں ہی ٹھہر کر علاج کرائیں۔اس پر انہوں نے نہایت ہی خوشی سے اپنی رخصت کی درخواست واپس لے لی۔

ایک مبلغ کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں اس وقت تک بہت سی دشواریاں پیش آنے کا اندیشہ ہے جب تک کہ خاص و عام میں اس کا رسوخ نہ ہو۔مولوی صاحب کا رسوخ نہ صرف احمدیوں تک ہی محدود رہا بلکہ وہ عامۃ الناس کے علاوہ غیر احمدیوں کے تعلیم یافتہ اور ذی اثر طبقہ میں بھی وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے رہے ہیں۔چنانچہ وہ غیر احمدی احباب اور اسلامیہ انجمنیں جو پہلے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ شدید اختلاف رکھتی اور بات سننا گوارا نہ کرتی تھیں مولوی صاحب کے حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق اور رسوخ کی وجہ سے اب سلسلہ کی مداح ہیں اور نہ صرف مداح ہیں بلکہ ہمارے مبلغوں کو خود اخراجات دے کر بلاتی ہیں (حال ہی میں ایک اسلامیہ انجمن نے اپنے جلسہ میں مولوی صاحب کو اپنا صدر تجویز کیا) نظر بریں حالات میں خوش ہوں کہ مولوی صاحب نے اپنے فرائض کو نہایت دیانتداری، جانفشانی اور عزم و استقلال سے سرانجام دیا ہے اور علاقہ سندھ میں وہ ایک کامیاب مبلغ ثابت ہوئے ہیں''۔[15]

تیسری رپورٹ: جناب میر مرید احمد خاں صاحب (ٹالپر فیملی جاگیردار واڑاواہن) وحضرت ماسٹر محمد پریل صاحب (ہیڈ ماسٹر شہر کمال ڈیرہ سندھ۔حضرت مسیح موعودؑ کے صحابی خاص اور مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ افریقہ کے والد ماجد) نے اگست ۱۹۲۸ء میں سندھ سے حسب ذیل مراسلہ ارسال کیا:۔

''ا۔ہمارے مربی ومحسن مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری امیر التبلیغ سندھ بیماری کی وجہ سے

واپس دارالامان بلائے گئے ہیں۔اور یہ صدمہ گو ہمارے سندھی احباب کے لئے کچھ کم نہیں کہ جس شخص نے ہمارے علاقہ میں آکر متعصب علماء کے قبضہ سے مسلمانانِ سندھ کو نہ صرف آزاد کیا بلکہ بہت سی سعید روحوں کو جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں عقائد حقہ اور اعمال صالحہ کا بفضلہٖ تعالیٰ پابند کرا دیا۔ ایسے وجود کا ہم سے جدا ہونا جانکاہ صدمہ ہے مگر ہمیں یہ بھی خوشی ہے کہ ہمارا یہ اول مبلغ سندھ مظفر و منصور جارہا ہے۔

۲۔ جب مولانا بقاپوری صاحب اول اول ۱۹۲۳ء میں سندھ تشریف لائے تو اس وقت سندھ کے لوگوں کی حالت ملکانہ قوم کی طرح تھی۔ سنجوگی قوم پر جولا کھ کے قریب سندھ میں ہے آریہ قوم نے ارتداد کا جال پھیلا دیا تھا مگر اس خیر خواہ اسلام نے آتے ہی یہ کیا کہ اگر بڑے بڑے متمول آریہ موٹروں پر چڑھ کر شان وشوکت کے ساتھ اس قوم کے نیچوں پر اثر ڈالتے تھے تو یہ مبشر فقیری لباس میں ہی پیدل جاتا۔آپ اس وقت سندھی زبان سے نا آشنا ہونے کے باوجود سندھیوں کو کسی نہ کسی طرح اپنی بات سمجھا لیتے اور ان سے سندھی کتاب پڑھتے اور زبان بھی سیکھتے۔آخر تیسرے ماہ بخوبی سندھی زبان میں تقریر شروع کر دی۔غرض اگر ایک جتھہ آریہ قوم کا ایک دن حافظ قرآن گوکل چند سنجوگی کے گاؤں کو قائل کر آیا کہ ہم تمہیں شدھ کرنے آئیں گے تو دوسرے دن مولانا بقاپوری صاحب جا کر سارا تانا بانا توڑ آتے۔آخر دسمبر ۱۹۲۳ء کو اس جنگ میں سنجوگی قوم سے آریہ قوم کو مایوسی ہوئی اور بفضلہٖ تعالیٰ ارتداد کی آگ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعا اور توجہ سے اور مولانا بقاپوری کی جدوجہد اور رات کے آنسوؤں سے سرد ہوئی۔

۳۔مولانا بقاپوری صاحب کو دوسرے سال ۱۹۲۴ء میں علماء و فقراء اور امراء تینوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔مباحثات شروع ہو گئے۔مولانا صاحب تنہا ہوتے اور مقابل پر غیر احمدی علماء بعض اوقات درجن تک ہوتے مگر ہمیشہ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی دعاؤں کی برکت سے آپ کو غلبہ حاصل ہوتا۔جس سے جماعت احمدیہ میں لوگ داخل ہونے لگے۔مباحثات کا بھی عجیب طرز تھا جتنا بھی کوئی وقت لیتا آپ دیتے اور جو سوال ہوتا چاہے کیسا ہی غیر متعلق ہوتا ہمیشہ تحقیقی جواب دیتے اور کوشش فرماتے کہ لوگ حقیقت سمجھ لیں خواہ کس قدر ہی کوئی کمینہ حملہ کرتا آپ تحمل سے کام لیتے۔

۴۔صوبہ سندھ کے مسلمان بھی اہل ہنود کی اتباع میں پنجابیوں سے بہت عداوت رکھتے ہیں۔ سندھی میں مثل ہے ”سپ ٹار پنجابی مار“ یعنی سانپ کو چھوڑو پنجابی کو مارو۔ایسی حالت میں مولوی

صاحب کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہوا۔آریہ لوگ دشمن ہو گئے اور مسلمانوں کے علماء وفقراء بھی دشمن ہو گئے۔اور وطنی نفرت اس کے علاوہ تھی۔اس لئے ہر ایک جائز و ناجائز حرکت سے حائل تبلیغ سلسلہ حقہ ہوئے بعض جگہوں پر تو کلہاڑیوں کو تیز کر کے قتل پر بھی آمادہ ہوئے اور گالی گلوچ کا تو بازار قریباً ہر جگہ گرم رہتا۔مگر مولوی صاحب نے نہ کبھی گالیوں کا جواب دیا اور نہ رنج کیا۔بلکہ رات کو بوقت سحری ان کے حق میں دعائیں کرتے۔آپ نے بعض اہل قلم احباب کو سندھی میں ٹریکٹ لکھنے کی اور بعض ذی ثروت احباب کو اپنے خرچ پر سندھی طالب علموں کو دارالامان بھیجنے کی ترغیب دی۔جس پر بعض نے ٹریکٹ سندھی زبان میں لکھ کر شائع کئے اور بعض سندھی طالب علم دارالامان بھیجے گئے۔

۵۔۱۹۲۵ء میں عُسر کی حالت دور ہوئی کیونکہ سندھ میں بعض جگہ جماعتیں قائم ہوئیں اور لوگ باتیں سننے لگے۔علماء پر خاص طور سے رعب پڑا بلکہ مولوی بقاپوری کا نام لے کر کہتے کہ ہم ان سے مقابلہ نہیں کرتے۔اس سے بھی سعید روحیں متوجہ ہوئیں اور احمدیت کو قبول کیا۔

۶۔سندھ میں پیدل سفر کرنا نہایت ہی حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔مثل مشہور ہے ''پنڈے کھاں وات کُتے جی چنگو''۔یعنی پیدل سفر سے کتے کے منہ میں پڑنا اچھا ہے۔مگر مولانا بقاپوری کی سادگی، محنت و جانفشانی کا یہ حال تھا کہ پیدل سفر کرتے ہوئے کتابوں کی گٹھڑی اٹھائے مخالف مولویوں کے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں لیکن آپ کی متانت، علمی لیاقت وشیریں زبانی سے علماء اس قدر متاثر ہوتے کہ بعد مباحثہ آپ سے مخالفت چھوڑ دیتے اور آپ کا عملی نمونہ اور سجدہ میں گریہ وزاری دیکھ کر غیر احمدی آپ کو ولی اللہ سمجھتے اور جماعت احمدیہ کے لوگ تو آپ کو اپنا باپ ہی سمجھتے۔بچوں کو بھی آپ کے آنے سے خوشی ہوتی اور جہاں جاتے ضرور بچوں کو کچھ نہ کچھ نقدی دیتے۔

۷۔آپ باوجود فقیری لباس میں ہونے کے کلمہ حق کیلئے اس قدر شجاع اور غیور تھے کہ بڑے بڑے رؤسا کو بھی ان کی مجلس میں جا کر صاف صاف بات سناتے۔چنانچہ نواب صاحب خیر پور سندھ کے حقیقی بھائی علی محمد صاحب کو ان کی مجلس میں جا کر تبلیغ کی اور وہ اس قدر معتقد ہو گئے کہ ہمیشہ آپ کی جرأت اور لیاقت کی تعریف کرتے رہے۔ایسا ہی ایک خان بہادر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں اپنی مجلس میں ناشائستہ الفاظ کہے تو آپ نے بے دھڑک ایسی اعلیٰ طرز سے اس کا مقابلہ کیا کہ اس کے دوستوں نے اس کو معافی مانگنے پر مجبور کیا۔چنانچہ اس نے معافی مانگی۔اسی طرح جو بھی آپ سے ایک دفعہ ہمکلام ہوتا وہ آپ کا مداح بن جاتا۔حتیٰ کہ بعض مباحثہ کرنے والے غیر احمدی اقرار

کرتے کہ مولانا بقاپوری حق پر ہیں اور صرف یہی جماعت قادیان والی دین کا کام کر رہی ہے۔ پھر اس قدر بے نفسی آپ میں تھی کہ کئی ایسے مباحثات کامیابی کے ساتھ ہوئے جن میں کئی احمدی ہوئے اور پھر کئی قسم کی تکالیف بھی آپ کو پہنچیں۔ مگر ان باتوں کی اشاعت کو آپ نے کبھی پسند نہ کیا۔ بعض اوقات بیعت لیتے وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو آجاتے۔

۸۔ ۱۹۲۷ء میں آپ نے جماعت احمدیہ سندھ میں سیاست (اثر ورسوخ) قائم کرنے کے لئے بعض سرکاری ملازموں پر (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برے الفاظ سے یاد کرتے تھے) مقدمات کرنے کی اجازت دی۔ اور دوران مقدمہ ان کے معافی طلب کرنے پر معافی دیدی۔ معافی دینے پر نہ صرف دوسرے لوگ مرعوب ہوئے بلکہ وہ بھی معتقد ہو گئے کیونکہ ان کو صحیح باتیں سننے کا موقعہ مل گیا۔ اس لئے ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۸ء میں بھی مولانا بقاپوری صاحب کو گذشتہ سالوں کی طرح لوگوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ البتہ ان سالوں میں وجع الاعصاب سے بیمار ہوئے اور پھر دردسر، تپ اور غشی کا بھی کبھی کبھی دورہ ہو جاتا رہا۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ کی لائق بیٹی مبارکہ مرحومہ کی وفات کا صدمہ ہے جس نے آپ کو کمزور کر دیا مگر آپ بدستور تبلیغ کرتے رہے۔ چنانچہ اس سال ۱۹۲۸ء میں بھی قریباً ۱۵۰ اشخاص داخل سلسلہ ہوئے۔ اللّٰھم زد فزد۔

غرض یہ اول مبلغ سندھ جو ۱۹۲۳ء میں سندھ تشریف لائے تو اس وقت سندھی احمدیوں کی صرف ایک انجمن صوبہ ڈیرہ کی تھی۔ جس کے صرف دو چار گھر ممبر تھے۔ اب بفضلہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعا کی برکت سے اتنی انجمنیں ہیں جن میں مندرجہ ذیل جگہوں: کمال ڈیرہ، صوبہ ڈیرہ، سکھر، روہڑی، جامانی، واڑاواہن، پل، انور، گمبٹ، کبر، بصیرو، مہیرا کنڈیارہ، نانوری، تنیسہ، شکارپور، لاڑکانہ، پٹیارو، حسن، بابوری، باڈہ، وڑا، کوٹری، حیدرآباد، میرپور، گوٹھ بوٹہ، دیال گڑھ، بڈھا کوٹ، چک ۴۹، چک ۳۰، چک ۱۰۵، جھگیاں، چک ۱۱۰، چک ۲۴، نوابشاہ، سکرنڈ، ڈونر، لغاری، مرادعلی چانڈیہ، لاڑائی چانڈیہ، ٹھوکیریہ، پڈعیدن، دادو دون، رضل میمن وغیرہ میں احمدی جماعتیں اور افراد پائے جاتے ہیں جو سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے اکثر غیر احمدی اب قریباً سلسلہ کے مصدق و ثنا خواں پائے جاتے ہیں"۔[16]

چوتھی رپورٹ: خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری تحریر فرماتے ہیں:۔

"مجھے حضرت مولوی صاحب سے اپنی ابتدائی زندگی سے واقفیت ہے۔ حضرت مولوی صاحب

کے میرے والد صاحب مرحوم حضرت میاں امام الدین صاحب کے ساتھ نہایت مشفقانہ تعلقات تھے۔اس لئے جب میں قادیان تعلیم کے لئے آیا اوراس وقت میری عمر گیارہ بارہ سال کی تھی۔تو اس دوران میں کئی دفعہ جناب مولوی صاحب نے ازراہ شفقت میری حوصلہ افزائی فرمائی۔مکرم مولانا بقاپوری صاحب نے پنجاب کے گوشہ گوشہ میں احمدیت کی تبلیغ کی ہے اور ایک لمبے عرصہ تک آپ صوبہ سندھ میں انچارج مبلّغ رہے ہیں۔اسی لئے آپ نے سندھی زبان بھی سیکھی ہے۔آپ بفضلہٖ تعالیٰ سندھی میں عمدہ تقریر فرماتے ہیں۔

میرے تبلیغی زمانہ کے اوائل یعنی ۲۸-۱۹۲۷ء کی بات ہے کہ میں اوراخویم مکرم مولوی قمرالدین صاحب فاضل سندھ کے دورہ پر بھیجے گئے۔چونکہ حضرت مولوی بقاپوری صاحب انچارج تبلیغ صوبہ سندھ تھےاس لئے یہ دورہ ہم نے ان کی معیت میں کیا۔سکھر سے لے کر زیریں اور بالائی سندھ میں جس جگہ ہمیں جانے کا اتفاق ہوا میں نے ہر جگہ محسوس کیا کہ احمدیوں میں خصوصاً اور غیر احمدیوں میں عموماً مولانا بقاپوری صاحب کے لئے نہایت محبت واحترام کے جذبات موجود تھے اور ہر جگہ لوگ ان کی نیکی اور تقویٰ کے قائل تھے۔تبلیغ کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہوتی ہے اور جس طرح کے ہمدردانہ تعلقات کا ہونا ضروری ہے۔میں نے مشاہدہ کیا تھا کہ وہ ماحول اور وہ تعلقات جناب مولوی صاحب نے پیدا کر رکھے تھے۔شہروں اور دیہات میں ہر جگہ یہ امر نظر آرہا تھا کہ مولوی بقاپوری صاحب نے اپنے فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا فرمایا ہے۔میں اس جگہ اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اس دورہ میں مولوی صاحب موصوف نے ہمارے ساتھ بھی نہایت مشفقانہ سلوک کیا تھا۔جزاہ اللہ خیراً۔

سکھر میں غیر احمدیوں کی مجلس نے ہماری تقاریر کا انتظام کیا تھا اور تین دن تک یہ جلسے نہایت دھوم دھام سے ہوتے رہے اور ہزاروں لوگ راتوں کو بیٹھ کر تقریریں سنتے رہے اور یہ سب کچھ مولانا بقاپوری صاحب کے حسن تدبّر کا نتیجہ تھا۔

سندھ کے دیہات میں جب ہم جاتے تھے تو اس موقعہ پر ہر جگہ جلسہ کا انتظام کیا جاتا۔ان جلسوں میں ہم اگرچہ اردو میں تقریر کرتے تھے جسے بالعموم سمجھا جاتا تھا مگر حضرت مولوی صاحب سندھی میں تقریریں کرتے تھے۔اور تمام حاضرین ان کی عام فہم تقریروں سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ بہرحال سفر سندھ کے نیک اثرات کا نقشہ آج بھی میرے سامنے ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ

اللہ تعالیٰ حضرت مولوی بقاپوری صاحب کوان کے نیک کاموں کی نیک جزاعطا فرمائے‘‘۔

حضرت مولانا صاحب نے سندھ سے واپسی کے بعد عرصہ تک قادیان کے واعظ مقامی کے فرائض نہایت کامیابی سے انجام دئے۔ازاں بعد دوسال متفرق کلاسوں میں معلم اول کی خدمات بجالاتے رہے۔اس دوران آپ نے نظارت دعوت وتبلیغ کے زیر ہدایت ملک کے مختلف جلسوں میں بھی شرکت فرمائی اوراپنے ایثار واخلاص سے سلسلہ کے نوجوان مبلغین کے لئے ایک دائمی نمونہ قائم کر دکھایا۔چنانچہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح تحریر فرماتے ہیں:۔

’’جب یہ خاکسار ۱۹۳۰ء میں مبلغین کلاس سے فارغ ہوا تو نظارت دعوۃ وتبلیغ نے ابتدائی تجربہ اورٹریننگ کے لئے جن بزرگوں کوتجویز فرمایاان میں سے خصوصیت سے قابل ذکرمکرم محترم مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کا وجود ہے۔ مجھے ان کے فیض صحبت سے بہت ہی مفید معلومات اورتجارب حاصل ہوئے۔انہوں نے ہمدردانہ سلوک سے مجھے بہت ہی متاثر کیا۔**فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء**۔

مجھے محترم مولانا کے ہمراہ ۱۹۳۰ء میں بٹھنڈا،کوٹ کپورا،موگا،زیرہ،فیروزپور،قصور،جوڑااور کھرپپڑ کی جماعتوں کے دورہ کا موقعہ ملا۔اس دورہ میں کئی مقامات پرمولوی صاحب کواپنے سامان سمیت پیدل پانچ چھ میل تک کا سفربھی کرنا پڑا۔احباب جماعت مولوی صاحب کی بے تکلف اور جفاکش طبیعت سے بہت متاثر ہوتے تھے اوران کی پند ونصائح کو پوری توجہ سے سنتے تھے۔چونکہ مولوی صاحب کی آواز بہت بلند تھی اس لئے رات کے وقت گاؤں میں چھت پروعظ کوتمام گاؤں کے لوگ اطمینان سے اپنے گھروں میں بیٹھے بھی سن سکتے تھے۔اورغیراحمدی علماء کا یہ پروپیگنڈا کہ احمدی علماء کے مواعظ کونہ سنیں دھرا کادھرارہ جاتا تھا۔

پھر دوبارہ مولوی صاحب کے ہمراہ سامانہ،پٹیالہ اورسنور کے دورہ کا موقعہ ملا۔اسی طرح تیسری بار ۸/اکتوبر۱۹۳۲ءکوبھی مولوی صاحب کے ہمراہ واربرٹن،جڑانوالہ،سیدوالہ کا دورہ کیا۔اس دورہ میں گیانی واحد حسین صاحب بھی ہمراہ تھے۔

مکرم مولوی صاحب کومستورات میں تبلیغ کرنے کا خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔کیونکہ عموماً دیہات میں اس طبقہ کے حقوق محفوظ نہیں ہوتے۔ان کی اس حکمت عملی کی وجہ سے کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اشد مخالفین لوگ بھی اپنی مستورات کے مولوی صاحب کے وعظ سے متاثر ہونے کی وجہ سے شرارتوں سے بازرہتے تھے۔

غرضیکہ جس قدر عرصہ بھی مکرم مولوی صاحب کے ہمراہ خاکسار کو ملا وہ نہایت ہی مفید ثابت ہوا۔ اور آئندہ تبلیغ میں ان کا طریق کار اور نصائح مشعل راہ ہیں‘‘۔[17]

چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ پاکستان کا چشم دید واقعہ ہے کہ:۔

’’میں نظارت تعلیم وتربیت میں کام کیا کرتا تھا۔ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری واعظ مقامی تھے اور بڑی محنت، اخلاص اور اپنے اعلیٰ نمونہ سے اس خدمت کو سرانجام دیتے تھے۔ انسپکٹر تعلیم کا یہ کام تھا کہ وہ تربیت سے متعلق خط وکتابت کا جواب دیا کرے۔ ایک دفعہ وہ باہر چلے گئے تو یہ خدمت بھی حضرت مولانا بقاپوری کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے دفتر میں آتے ہی قابل جواب خط وکتابت دیکھی۔ اس میں سے ایک خط مبلغ مغربی افریقہ حکیم فضل الرحمٰن صاحب کا نکالا۔ اور مجھے بتایا کہ یہ خط اڑھائی ماہ سے آیا ہوا ہے۔ ایک استفتاء ہے جس کا اثر ساری جماعت پر پڑتا ہے۔ عید کی تقریب پر اس کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ اس موقعہ پر وہاں ایک ایسی رسم عمل میں آتی ہے جسے محترم حکیم صاحب خلاف شریعت خیال کرتے ہیں اور مرکز سے رہنمائی چاہتے ہیں۔ عید میں صرف چند دن باقی تھے۔ میں نے حساب کر کے مولانا صاحب کو بتایا کہ اگر جواب اس ڈاک میں چلا جائے تو بروقت مل سکتا ہے ورنہ نہیں۔ ڈاک جانے میں صرف دو گھنٹے باقی تھے اور ابھی مفتی سلسلہ سے مشورہ لینا تھا۔ حضرت مولانا صاحب نے فرمایا کہ اگر ان کو بروقت جواب نہ دیا گیا اور کوئی کام اب خلاف شریعت ہوا تو اس کی ذمہ داری ہم پر ہوگی اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ مولانا فوراً چٹھی لے کر اٹھے اور آدھ پون گھنٹہ کے بعد خوشی خوشی واپس آ گئے اور فرمایا میں مفتی صاحب سے فتویٰ لے آیا ہوں۔ مفتی صاحب (حضرت مولانا محمد سرور شاہ صاحب) کو میں نے ڈھونڈ نکالا۔ جس جگہ ملے اسی جگہ بیٹھ کر ہم نے یہ کام مکمل کر لیا۔ چنانچہ وہ فتویٰ افریقہ کے لئے بروقت پوسٹ کر دیا گیا اور وہاں بھی بروقت پہنچ گیا اور اسی کے مطابق عمل ہوا۔ جس کے نتیجہ میں ایک ایسا کام جو خلاف شریعت تھا اسے سالہا سال سے کہلانے والے مسلمان کر رہے تھے اس کا خاتمہ ہوا۔ اگر مولانا بقاپوری صاحب اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کرتے تو یقیناً یہ وقت گزر جاتا۔ گو بظاہر یہ واقعہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو لیکن ان لوگوں کی دیانت اور ذمہ داری کے احساس کے علاوہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسلام کا کس قدر درد ہے۔ اور وہ کس طرح اپنے دلوں میں یہ تڑپ بھی رکھتے ہیں کہ کوئی کام ان کے

آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور حضور کے عمل کے خلاف نہ ہو۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد۔'' [18]

سیدنا حضرت مصلح موعود نے مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء کے موقعہ پر فرمایا:۔

''پرانے مبلّغ مثلاً مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی، مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری انہوں نے ایسے وقتوں میں کام کیا ہے جبکہ ان کی کوئی مدد نہ کی جاتی تھی اور اس کام کی وجہ سے ان کی کوئی آمد نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے قربانی کا عملی ثبوت پیش کر کے بتا دیا کہ وہ دین کی خدمت بغیر کسی معاوضہ کے کر سکتے ہیں ایسے لوگوں کو اگر ان کی آخری عمر میں گزارے دیئے جائیں تو اس سے اُن کی خدمات حقیر نہیں ہو جاتیں بلکہ گزارے کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ جس قدر ان کی امداد کرنی چاہیئے اتنی ہم نہیں کر رہے''۔ [19]

حضرت مولانا صاحب کی زندگی کا آخری علمی کارنامہ ''حیات بقاپوری'' کی تالیف ہے جو پانچ جلدوں میں چھپی اور جماعت میں بہت مقبول ہوئی۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں مندرج آپ کے بعض رؤیا وکشوف انگریزی زبان میں بھی شائع کئے گئے۔

حضرت مصلح موعود نے ۲۷ دسمبر ۱۹۵۴ء کو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر دورانِ سال شائع ہونے والے نئے لٹریچر کی اشاعت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حیات بقاپوری کا بھی ذکر کیا اور فرمایا:۔

''دوسری کتاب حیات بقاپوری ہے اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض فتاویٰ بھی جمع کئے ہیں نہ معلوم وہ ہیں جن میں وہ بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے یا اُن کو پسند تھے کہ انہوں نے لکھ لئے لیکن اُس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض خیالات اور آپ کے افکار بعض مسائل کے متعلق نہایت اعلیٰ درجہ کے لکھے گئے ہیں بلکہ ایک حوالہ تو ایسا ہے جس کی ہم کو تلاش رہی اور پہلے ہم کو نہیں ملا۔ اس میں ہمیں مل گیا۔ یہ بھی اچھی دلچسپ کتاب ہے''۔ [20]

اولاد: مبارکہ صاحبہ۔ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ زوجہ سید عباس علی شاہ صاحب عمر کوٹ ضلع ڈیرہ غازی خاں۔ محمد اسماعیل صاحب بقاپوری۔ ڈاکٹر میجر محمد اسحٰق صاحب بقاپوری۔ مبارکہ ثانیہ صاحبہ زوجہ محمد اشرف خاں سوری صاحب آف لاہور۔ مبارک احمد صاحب بقاپوری۔

حضرت عزیزہ فاطمہ صاحبہ زوجہ حضرت منشی عبدالسمیع صاحب کپورتھلوی

ولادت:۱۸۸۴ء۔ بیعت:۱۹۰۵ء۔ وفات:۲۳مارچ ۱۹۶۴ء[21]

مرحومہ کو اپنی زندگی میں اپنے دونو جوان بچوں اور دو بچیوں کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ مگر آپ نے کمال صبر کا نمونہ دکھایا۔ پاکستان بننے کے بعد قادیان سے ہجرت کر کے پشاور تشریف لے آئیں۔ اس وقت پشاور میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم نہ تھی۔ آپ نے وہاں اس تنظیم کو قائم کیا۔ لجنہ کی صدارت بھی آپ کے سپرد ہوئی جسے آپ نے احسن طور پر نبھایا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک احمدی دوست نے آپ کے داماد مولا بخش صاحب کا ز ریڈیو پشاور صدر سے ذکر کیا کہ آپ کی خوشدامن ہمارے گھر آ کر لجنہ کا چندہ مانگتی ہیں۔ مرحومہ سے اس واقعہ کا ذکر ہوا فرمانے لگیں۔ میں تو سلسلہ کی خدمت کرتی ہوں اور احمدی بہنوں کے لئے ثواب کا موقعہ بہم پہنچاتی ہوں۔ شہر سے ٹانگہ پر دو روپے اپنی جیب سے دے کر آتی ہوں۔ اور ان سے ایک چونّی چندہ رکنیت وصول کرتی ہوں۔ صرف اس وجہ سے کہ ان کو ثواب ملے اور احمدی مستورات کی تنظیم قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے جیسے بیمار وجود کو ہمت ہی اس وجہ سے دی ہے۔ میں اس نیکی کے کام کو نہیں چھوڑ سکتی۔ غرضیکہ دین کی خدمت کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جو آخر دم تک ان میں قائم رہا۔[22]

حضرت سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ حضرت شیخ احمد علی صاحب

ولادت:۱۸۸۵ء بیعت:۱۹۰۳ء وفات:۲۱؍اپریل ۱۹۶۴ء

سکینہ بیگم صاحبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت شیخ احمد علی صاحب دھرم کوٹ بگہ کی اہلیہ تھیں اور خود بھی صحابیہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔[23] حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ دھرم کوٹ بگہ تشریف لے گئے۔ اس موقع پر مرحومہ نے اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ آپ پابند صوم وصلوۃ اور صاحبِ رؤیا وکشوف تھیں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازتا تھا۔[24]

حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب آف راہوں ضلع جالندھر

ولادت: ۷؍اگست ۱۸۸۳ء۔ بیعت: ستمبر ۱۹۰۵ء۔ وفات: ۲۴؍اپریل ۱۹۶۴ء۔[25]

ابتدائی تعلیم راہوں اور لدھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں مالیر کوٹلہ سے انگریزی مڈل پاس کیا۔ اپنے ماموں زاد بھائی ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب، برادر نسبتی قاضی شاہ دین صاحب اور حضرت حاجی رحمت اللہ صاحب کی تبلیغ و تحریک سے احمدیت قبول کی اور بیعت کا کارڈ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور لکھ دیا۔ قادیان سے جواب آیا تمہاری بیعت منظور ہے نمازوں میں استقلال پیدا کرو، درود شریف اور استغفار میں لگے رہو اور تہجد پڑھنے کا بھی شغل رکھو۔ تھوڑے عرصہ کے بعد آپ ملازمت کے سلسلہ میں لاہور متعین ہوئے اور احمدیہ بلڈنگس کے پاس ایک مکان کرایہ پر لے کر دو سال تک وہاں مقیم رہے۔ ان دنوں حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی احمدیہ بلڈنگس میں مغرب سے عشاء تک درس قرآن دیا کرتے تھے۔ جس میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ اسی طرح حضرت بابا ہدایت اللہ صاحب (احمدیت کے قدیم پنجابی شاعر) سے بھی ملاقات ہوتی رہی۔ ان کی سہ حرفی کے بہت سے شعر آپ کو زبانی یاد تھے۔

آپ کی والہانہ تبلیغ سے نہ صرف آپ کے تینوں بھائی احمدی ہوئے بلکہ سارا خاندان احمدیت کے نور سے منور ہو گیا۔ علاوہ ازیں ضلع لدھیانہ کے کم و بیش سات خاندانوں کو بھی احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب ۱۹۳۸ء میں سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد ہجرت کر کے قادیان چلے گئے۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کو اپنا اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا مختار عام بنالیا۔ بعد ازاں سیکرٹری امانت تحریک جدید کا فریضہ بھی آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ آپ ۱۹۴۸ء تک ان عہدوں پر فائز رہے۔ آپ بڑے التزام سے نماز تہجد ادا کرنے کے عادی تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ کا دیگر لٹریچر پڑھنا آپ کا دلپسند مشغلہ تھا۔[26]

اولاد: ۱۔ رقیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سید محبوب احمد ہاشمی صاحب)

۲۔ صفیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سید محمد منیر ہاشمی صاحب)

۳۔ حنیفہ بیگم صاحبہ (اہلیہ سید منظور حسین شاہ صاحب)

۴۔ رابعہ بیگم صاحبہ (اہلیہ محمد عبداللہ صاحب)

۵۔ کیپٹن ڈاکٹر سید محمد جی احمدی (جناب سید یوسف سہیل شوق صاحب ان کے بیٹے تھے)

۶۔ سلیمہ بیگم صاحبہ (اہلیہ صوبیدار محمد حسین صاحب)

حضرت شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہ آف گوجرانوالہ

ولادت:۱۸۷۹ء۔ بیعت:۱۸۹۲ء۔ وفات: یکم مئی ۱۹۶۴ء۔

حضرت شیخ صاحب اپنی خودنوشت روایات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

’’ایک بات مجھے یاد ہے اور وہ یہ کہ میں نے بہت سی خوابیں دیکھی تھیں۔ بیعت کرنے سے پیشتر۔ بیعت کرنے کے بعد میں نے تعبیر دریافت کرنے کے لئے حضور کی خدمت میں وہ خوابیں لکھیں۔حضور کی طرف سے یہ جواب آیا کہ

’’ہمارے ماننے سے یہ تمام خوابیں پوری ہوگئی ہیں‘‘

جس جگہ آجکل اخبار الوطن (لاہور) کی بلڈنگ ہے۔ وہاں ایک احاطہ تھا جس میں احمدی اکٹھے ہوگئے۔ وہاں حضرت اقدسؑ نے ایک لیکچر دیا تھا۔ وہاں احمدیوں نے حضور کی خدمت میں نذرانے پیش کئے۔حضرت اقدسؑ نے ایک بند گلے والی واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ جس کے جیب بڑے بڑے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ جیب روپوں سے بھر گئے تھے۔ایک جیب کو خواجہ کمال الدین صاحب نے درست بھی کیا کہ روپے گر نہ جائیں۔ وہاں حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت میں ایک دودھ کا گلاس بھی پیش کیا گیا تھا۔حضرت اقدسؑ نے صرف ایک گھونٹ پیا تھا۔باقی ہم لوگ پی گئے۔

۱۹۰۴ء میں حضرت اقدسؑ لیکچر کے لئے لاہور تشریف لائے تھے۔اس وقت میں لاہور میں ملازم تھا۔ مجھے یاد ہے کہ لاہور کی جماعت نے ایک ہزار روپیہ خرچ کیلئے جمع کیا تھا اور یہ بھی پاس کیا تھا کہ لوکل آدمی جو خدمت کا کام کریں وہ کھانا گھر سے کھا کر آیا کریں تا کہ بوجھ نہ پڑے‘‘۔[27]

آپ بیعت کرنے کے بعد ملازمت یا کاروبار کے سلسلہ میں جہاں جہاں قیام فرما رہے احمدیت کی خوب تبلیغ کی۔ گوجرانوالہ میں مرحوم کی برادری سخت مخالف تھی۔مگر آپ نہایت حکمت کے ساتھ انہیں پیغام حق پہنچاتے رہے۔آپ کلمۂ حق کہنے میں بہت دلیر تھے۔۵۴-۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ آپ گوجرانوالہ میں شیخ دین محمد صاحب سابق گورنر سندھ کے ساتھ چائے پی رہے تھے۔آپ نے انہیں تحریک کی کہ وہ ایک بار ربوہ چلیں۔ شیخ دین محمد صاحب نے جواباً کہا۔ جب تک امام جماعت احمدیہ ربوہ مجھے ربوہ آنے کی دعوت نہ دیں میں کیسے جا سکتا ہوں۔آپ نے اسی دن حضرت مصلح موعود کے حضور لکھا کہ شیخ دین محمد صاحب یہ کہتے ہیں۔ حضور نے تحریر فرمایا اگر شیخ دین محمد صاحب ربوہ آجائیں تو مجھے خوشی ہوگی۔اس پر آپ شیخ دین محمد صاحب کو ہمراہ لے کر بذریعہ موٹر ربوہ پہنچے۔حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی نے تین چار گھنٹے تک شرف ملاقات بخشا۔کھانا بھی وہیں کھایا گیا۔جس میں حضرت مرزا بشیراحمد صاحب اور (حضرت) مرزا ناصر احمد صاحب بھی شامل تھے۔شیخ دین محمد صاحب پر اس ملاقات کا خاص اثر ہوا اور انہوں نے بعد میں کئی مرتبہ حضرت مصلح موعود کے اخلاق اور وسعت معلومات کی تعریف کی۔28

اولاد: حضرت شیخ خواجہ محمد شریف صاحب (پیدائش ۱۸۹۴ء)۔شیخ محمد لطیف صاحب۔شیخ محمد حنیف احمد صاحب29

مکرم شیخ طاہر احمد نصیر صاحب سیکرٹری تالیف واشاعت کراچی آپ کے پوتے ہیں۔

حضرت مہراں بی بی صاحبہ زوجہ حضرت میاں عبدالرحیم صاحب پوہلہ

ولادت:۱۸۸۴ء۔ بیعت:۱۹۰۳ء۔ وفات:۲ جون ۱۹۶۴ء30

آپ اپنے شوہر محترم میاں عبدالرحیم صاحب مرحوم المعروف میاں پوہلہ کے ہمراہ بیعت کر کے داخل سلسلہ احمدیہ ہوئی تھیں۔۱۹۰۳ء سے ۱۹۲۸ء تک جلسہ سالانہ پر آنے والی مستورات کے لئے کھانا وغیرہ کے جماعتی انتظام میں پورے اخلاص اور خندہ پیشانی سے حصہ لیتی رہیں۔بہت نیک اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ مخلصانہ تعلق رکھنے والی خاتون تھیں۔طبیعت بہت صلح جُو تھی برادری اور مستورات کے تنازعات کو نہایت خوش اسلوبی سے سلجھا دیا کرتی تھیں۔31

حضرت حاکم بی بی صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر مرزا عبدالکریم صاحب

ولادت:۱۸۸۶ء۔ بیعت:۱۹۰۴ء۔ وفات:۷ جون ۱۹۶۴ء32

حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مصنف چٹھی مسیح کی بڑی بہو تھیں۔نہایت دیندار، متقی، صابر و شاکر خاتون تھیں۔نو بجے شب اپنی پوتی کو نماز کا سبق دے رہی تھیں کہ آخری بلاوا آ گیا۔33

آپ کے صاحبزادے مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالقیوم صاحب، مکرم ڈاکٹر مرزا عبدالرؤف صاحب اور داماد مکرم احتجاج علی زبیری صاحب آپ کی میت لیکر اگلے روز کیمبل پور سے ربوہ آئے۔جہاں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تدفین مقبرہ بہشتی میں صحابہ کے قطعہ میں ہوئی۔قبر پر دعا (حضرت) صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے کرائی۔آپ نے چار بیٹے، دو بیٹیاں اور کثیر تعداد میں پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں وغیرہ یادگار چھوڑی ہیں۔34

حضرت چوہدری غلام محمد صاحب گوندل چک ۹۹ شمالی سرگودھا

ولادت: تقریباً ۱۸۷۰ء۔ بیعت: ۱۹۰۶ء۔ وفات: ۸ جون ۱۹۶۴ء بمقام قادیان۔

آپ نے اپنی ساری زندگی نہایت پارسائی اور نیکی میں گزاری۔ اپنے گاؤں بلکہ علاقہ بھر میں سب اپنے اور بیگانے آپ کی بزرگی اور راست گوئی اور ایمانداری کے معترف تھے۔ آپ کی نیکی کا خاص اثر تھا۔ نمازوں کو خاص طور پر سنوار کر ادا کرنے والے دعا گو بزرگ تھے۔ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ تقسیم ملک سے قبل بحیثیت مبلغ لائکپور (حال فیصل آباد) میں مقیم تھے اور ضلع لائکپور کے علاوہ سرگودھا، شیخوپورہ اور جھنگ کے اضلاع بھی آپ کے حلقہ تبلیغ میں شامل تھے۔ اس زمانے میں حضرت چوہدری صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی غلام رسول صاحب بسرا آپ کے ساتھ پیدل تبلیغ کے لئے دور دراز علاقوں میں جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات ان سفروں میں دو دو تین تین دن بھی لگ جاتے۔ مگر یہ بزرگ گھبراتے نہیں تھے بلکہ اس خدمت میں نہایت درجہ خوشی محسوس کیا کرتے تھے۔ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب کا بیان ہے کہ چوہدری صاحب کے چھوٹے بھائی چوہدری غلام رسول صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں آپ سے ایک مشورہ کرنے آیا ہوں۔ اس علاقہ میں جو زمینیں ہم کو گورنمنٹ کی طرف سے ملی تھیں۔ وہ قانون کے مطابق باپ کی وفات کے بعد بڑے بھائی کے نام منتقل ہوئی ہیں۔ ہماری زمین بھی میرے بڑے بھائی غلام محمد صاحب کے نام منتقل ہوئی ہے حالانکہ حق میرا بھی برابر کا ہے آپ مشورہ دیں۔ میں نے کہا حضور کی خدمت میں قادیان لکھ دیں۔ حضرت مصلح موعود کی طرف سے ضلع سرگودھا کی جماعت کے امیر کو چک ۹۹ شمالی میں جا کر تحقیق کرنے اور پھر اپنی رپورٹ بھجوانے کا ارشاد ہوا۔ امیر ضلع نے رپورٹ کی کہ جب سارے چک والوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کو جواب دے دیا ہے تو چوہدری غلام محمد صاحب اپنے چھوٹے بھائی کو جواب دینے میں حق پر ہیں۔ گورنمنٹ کے نزدیک چھوٹا بھائی جائداد کا وارث نہیں ہوسکتا۔ حضور نے اس رپورٹ پر تحریر فرمایا ''آپ کا فیصلہ شریعت کے خلاف ہے زمین کا حق نہ صرف بھائی کو بلکہ بہنوں کو بھی پہنچتا ہے''۔ مرکز سے اس ارشادِ مبارک کے موصول ہونے پر حضرت چوہدری غلام محمد صاحب خوشی سے اچھلنے لگے کہ اب حضرت صاحب کا فیصلہ آ گیا ہے۔ میں نہ صرف بھائی کو بلکہ بہنوں کو بھی زمین سے حصہ دوں گا۔ چنانچہ آپ سب سے پہلے اپنی بہنوں کے پاس گئے مگر انہوں نے کہا ہمیں ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت کچھ دیا ہوا ہے۔ اس کے بعد اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ اپنا

حصہ لے لے۔انہوں نے کہا مجھے چونکہ علم تھا کہ مجھے جواب مل جائے گا اس لئے پندرہ ایکڑ زمین میں خرید چکا ہوں۔آپ دس ایکڑ زمین اور دے دیں تا میری زمین ایک مربع ہو جائے۔ چنانچہ حضرت چوہدری صاحب نے فوراً دس ایکڑ زمین دے دی اور گاؤں والوں کے سامنے ایک ایسا عمدہ نمونہ پیش کیا کہ وہ دنگ رہ گئے۔ بلکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس عمدہ مثال کو دیکھ کر دو تین افراد نے بیعت بھی کر لی تھی اور چک مذکور میں مشہور ہو گیا کہ احمدیوں کا خلیفہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہے کسی کی رعایت نہیں کرتا اور احمدی بھی خوشی سے اپنے خلیفہ کا فیصلہ مانتے ہیں۔**اللّٰھم صل علٰی محمد و آل محمد۔**

آپ کی شدید خواہش تھی کہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے درویش بیٹے چوہدری محمود احمد مبشر کے پاس گزاریں۔ چنانچہ پاسپورٹ اور ویزا حاصل کر لینے کے بعد مبشر صاحب آپ کو ۴ مئی کو قادیان لے آئے۔مبشر صاحب ان دنوں کوٹھی دارالسلام قادیان میں رہائش پذیر تھے۔اسی مقام پر آپ نے وفات پائی۔صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے درویشان قادیان کی بھاری تعداد سمیت نماز جنازہ پڑھائی اور آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں سپرد خاک کئے گئے۔[35]

آپ کی نسل سے افتخار احمد گوندل صاحب مبلغ سلسلہ اور ان کے بیٹے فواد احمد گوندل صاحب مربی سلسلہ ہیں۔

حضرت میاں غلام قادر صاحب ساکن تھہ غلام نبی

ولادت:۱۸۷۹ء۔ زیارت:۸۹-۱۸۸۸ء۔ بیعت:۱۸۹۲ء۔ وفات:۲۸ جون۱۹۶۴ء۔[36]

آپ نے ۳۰ ستمبر ۱۹۳۹ء کو بیان فرمایا کہ:۔

’’ہمارے گاؤں کے لوگ بہت مخالف تھے خاص کر میرے چچا اور دیگر رشتہ دار۔ایک روز انہوں نے حضرت صاحب کا ذکر گستاخانہ رنگ میں شروع کر دیا۔ مجھے بہت تکلیف ہوئی اور برداشت نہ کر سکا۔انہوں نے کہا کہ عبداللہ آتھم پیشگوئی کے مطابق مرے گا نہیں۔اگر مر گیا تو مرزا اسے جادو کے ساتھ مارے گا۔میں صبح اٹھ کر حضور کی زیارت کے لئے قادیان آ گیا۔حضور کی عادت تھی کہ مجھے دیکھتے ہی فرمایا کرتے تھے کہ گاؤں کا کیا حال ہے۔اس روز بھی پوچھا۔میں نے عرض کیا حضور بہت برا حال ہے اور بتایا کہ وہ حضور کو جادوگر کہتے ہیں۔اس پر حضور نے خاصی دیر تک تقریر فرمائی اور مجھے بھی فرمایا کہ ان سے کہو کہ میرے مقابل پر جادو لے آئیں۔ان کے آنے اور رہنے کا خرچ بھی میں برداشت کروں گا۔فرمایا یہودیوں میں جادوگر بہت ہیں۔اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ تھہ غلام نبی

والے مجھ پر پہلے ایمان لائیں گے کیونکہ وہ وہابی ہیں اور مجھ سے بہت نزدیک ہیں۔‘‘ 37

آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ کو جونہی وقت ملتا یا مخالفین کی طرف سے زیادہ تنگ کیا جاتا، آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس بہشت کا نمونہ تھی۔ ہر قسم کا غم، تکالیف یا گھبراہٹ حضور کی مجلس میں جا کر کافور ہو جاتی۔ اور دل یوں اطمینان سے بھر جاتا جیسے انسان جنت میں پہنچ گیا ہے۔ آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا اردو منظوم کلام قریباً سارے کا سارا یاد تھا۔ آپ نے عرصہ تک لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت عاشقانہ رنگ میں کی۔ نہ رات دیکھی نہ دن، نہ سردی نہ گرمی اور نہ بارش نہ دھوپ۔ جس طرح بن پڑا کمال اخلاص اور رضا کارانہ جذبہ کے ساتھ خدمات بجالاتے رہے اور دیانت، امانت، فرض شناسی اور وفا شعاری کا ایک عمدہ نمونہ دکھایا۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت آپ کے کام پر بہت ہی خوش تھے۔ آپ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے صبر و تحمل، استقامت کی صفات ودیعت کی تھیں۔ آپ کوہِ استقلال تھے اور بہت ہنس مکھ۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر قادیان کے برادر اکبر بابو محمد عبداللہ صاحب ایک روز حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت میاں صاحب نے فرمایا میاں غلام قادر صاحب کی پگڑی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرز پر ہوتی ہے۔

آپ کو قرآن کریم حفظ کرنے کا بڑا شوق تھا۔ اندازاً پندرہ پاروں سے بھی کچھ زیادہ حفظ تھا۔ آخری عمر تک قرآن کریم حفظ کرتے رہے۔ رات کو سوتے وقت اپنی چارپائی کے قریب قرآن کریم اور لیمپ رکھا کرتے تھے۔ جب کوئی آیت یا لفظ دیکھنا ہوتا تو لیمپ کی روشنی میں دیکھ لیتے۔ جونہی نماز کا وقت شروع ہوتا سب کچھ چھوڑ کر نماز کی تیاری میں لگ جاتے۔ نماز با جماعت کا بہت اہتمام فرماتے۔ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ شرائط کا بہت ہی خیال رکھتے۔ تہجد بھی بلاناغہ پڑھتے تھے۔ ایک سال سے اکثر کہتے تھے کہ میری وفات اب قریب ہے۔ خصوصاً وفات سے چند روز قبل تو ہر ایک سے یہی کہتے تھے کہ میں اب چند دنوں کا مہمان ہوں۔ ۲۳ جون ۱۹۶۴ء کو مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی حیدرآباد کو خط لکھا۔ آپ کی اور میری خط و کتابت چند روز ہے۔ میں کمزور اور بوڑھا ہوں اور چراغ سحری۔ وفات سے تین دن پہلے وصیت کے کاغذات بہشتی مقبرہ میں لے گئے اور اپنا حساب صاف کرا کر جب گھر پہنچے۔ فرمانے لگے۔ میں تمہارے پاس تین دن کا مہمان ہوں۔ چنانچہ تین دن کے بعد آپ کی روح اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس پہنچ گئی۔ 38

اولاد: (۱) مولانا غلام حسین صاحب ایاز مبلغ سنگاپور۔ (۲) مولانا غلام احمد صاحب فرخ

مربی سلسلہ وانچارج فجی مشن۔ (۳) ملک فضل حسین صاحب۔ (۴) ملک سلطان احمد صاحب۔ (۵) ملک محمد حسن خاں صاحب۔ (۶) محترمہ حبیب بیگم صاحبہ اہلیہ ملک فضل کریم صاحب۔ (۷) محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ ملک طفیل احمد صاحب۔ (۸) محترمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ ملک عنایت اللہ صاحب۔

حضرت گل حسن صاحب ساکن داتہ مانسہرہ

ولادت: قریباً ۱۸۶۴ء۔ بیعت: ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۱۳ جولائی ۱۹۶۴ء بعمر ۱۰۰ سال۔

آپ حضرت مولوی محمد جی صاحب (مؤلف تسہیل العربیہ واستاذ مدرسہ احمدیہ) کے بڑے بھائی تھے۔ احمدیت کے عاشق صادق تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کے بعد زندگی کے آخری سال تک جلسہ سالانہ پر حاضر ہوتے رہے۔ نڈر، فیاض، مہمان نواز اور ہر ایک کے مونس و غمخوار تھے۔ سخت محنتی اور قول کے بہت پکے تھے۔ گاؤں کا جو بھی فرد فوت ہوتا اپنا کام چھوڑ کر اس کی قبر تیار کرواتے اور اہل میت کی غم خواری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ آپ نے اپنے آبائی گاؤں داتا کے شمالی جانب ایک نیا محلّہ آباد کیا جس سے بے گھر لوگوں کو آرام ملا۔ اور اسی میں مڈل سکول قائم کیا گیا۔ لوگوں نے اس محلّہ کا نام موڑھا گل حسن رکھا۔ گاؤں کے غیر احمدی معززین نے آپ کے انتقال پر محسوس کیا کہ وہ ایک مُونس و غمخوار سے محروم ہو گئے۔[39]

اولاد: (۱) مولوی احمد حسن صاحب سابق رجسٹرار پشاور یونیورسٹی۔
(۲) ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب مرحوم سابق انچارج ہسپتال قصبہ تنگی۔
(۳) سید حسن مرحوم۔
(۴) زرینہ بیگم صاحبہ۔

حضرت رحیمہ بیگم صاحبہ بنت حضرت ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب آف امرتسر

ولادت: ۱۸۸۹ء۔ پیدائشی احمدی۔ وفات: ۱۵ جولائی ۱۹۶۴ء۔

آپ لجنہ اماء اللہ لاہور کی قدیم اور سرگرم کارکنات میں سے تھیں۔ آپ نے لاہور کی احمدی خواتین کو مؤثر بنانے میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ بچوں کی تربیت کا خاص ملکہ آپ کو حاصل تھا۔ چنانچہ تربیت اولاد کا فریضہ آپ نے بہت ہی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔[40]

آپ کے والد صاحب نے ۱۸۹۷ء کے شروع میں بیعت کی تھی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند

اور نہایت دعا گو خاتون تھیں۔علم دوست تھیں۔اردو، فارسی، عربی روانی سے پڑھتیں اور پڑھا لیتی تھیں۔بلکہ سادہ انگریزی بھی پڑھ لیتی تھیں۔اردو، فارسی اور عربی کے لاتعداد شعر اور ضرب الامثال زبانی یاد تھیں۔مہمانوں کی خاطر مدارت بہت شوق سے کرتیں۔بیوگی کا ۳۴ سالہ لمبا عرصہ نہایت صبر و تحمل اور محنت و جاں فشانی سے گذارا۔آپ نہایت خلیق اور ملنسار تھیں۔عزیز و اقارب میں عزت و احترام کا مقام رکھتی تھیں۔

لاہور میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسوں کا انتظام خود کرتیں۔جو ان دنوں برکت علی محمڈن ہال بیرون موچی دروازہ لاہور ہوا کرتے تھے۔جن میں ہندو، سکھ اور عیسائی عورتیں حصہ لیتیں اور تقریریں کرتیں۔جلسہ کی صدارت کے لئے آپ تحریک پاکستان کی مشہور عورتوں کو مدعو کرتیں۔ایک جلسہ میں صدارت لیڈی سر عبدالقادر کر رہی تھیں آپ کی بیٹی محترمہ عفت نصیر صاحبہ نے درثمین کی نظم وہ پیشوا ہمارا پڑھی جس پر لیڈی سر عبدالقادر نے خوش ہو کر پانچ روپے انعام دیا۔آپ نے بیٹی کو یہ رقم چندہ میں دینے کی تحریک کی جس پر آپ کی بیٹی نے فوراً عمل کیا۔نظام سلسلہ سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔آپ بہت زندہ دل تھیں اور طبیعت میں مزاح بھی تھا۔[41]

حضرت حسین بی بی صاحبہ اہلیہ چوہدری برکت علی صاحب مرحوم اراضی یعقوب سیالکوٹ

ولادت:۱۸۹۲ء۔ بیعت:اکتوبر یا نومبر ۱۹۰۴ء۔ وفات:۱۵ جولائی ۱۹۶۴ء[42]

خوشدامن ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ۔صوم و صلوٰۃ، تہجد اور اشراق کی پابند اور دعاؤں میں خاص شغف رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں۔[43]

حضرت ڈاکٹر اعظم علی صاحب آف گجرات

ولادت:۱۸۹۱ء۔ بیعت:۰۴-۱۹۰۳ء۔ وفات:۱۶راگست ۱۹۶۴ء[44]

چوہدری بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع گجرات تحریر فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مصلح موعود نے ڈاکٹر صاحب کو ۱۹۳۴ء میں ضلع امرتسر میں امیر التبلیغ مقرر فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے ملازمت سے لمبی رخصت لے کر ضلع امرتسر میں منظّم تبلیغی مہم کو جانفشانی سے چلایا اور کارہائے نمایاں کر کے حضرت اقدس کی خوشنودی حاصل کی۔

دوران ملازمت جہاں کہیں بھی رہے احمدیت کی بے لوث خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ خدمت خلق کو اپنا شعار بنایا اور اپنوں اور بیگانوں کے دل موہ لئے۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے ۱۹۵۳ء میں ریٹائر ہو کر گجرات میں پریکٹس شروع کی اور چند ماہ کے اندر اندر ان کا دواخانہ مرجع خلائق بن گیا۔ اور جب ان کی مالی حالت بھی بدرجہا بہتر ہوگئی تو انہوں نے پہلے سے بھی بڑھ کر مالی جہاد میں حصہ لینا شروع کر دیا اور ہر تحریک میں سبقت لے گئے ۔ نہ صرف غریب احمدیوں کی مدد کی بلکہ عام خلق اللہ کی بھی حتی المقدور امداد کرتے رہے۔ اور غریبوں اور محتاجوں کے لئے ان کے وسائل وقف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں میں شفا رکھی تھی۔ اور ان کا مسکن گجرات کے ہر طبقہ کے لئے باعث رحمت وعافیت تھا۔

نہایت ہی کم گو متواضع اور خدا یاد بزرگ تھے۔ دعاؤں میں بڑا شغف رکھتے تھے۔ صاحب رؤیا و کشف تھے۔ منکسر المزاج، طبیعت کے نرم اور دل کے حلیم تھے۔ ان کا حلقہ احباب نہایت وسیع تھا اور بڑے اثر ورسوخ کے مالک تھے۔

(ملک عبدالرحمٰن) خادم صاحب مرحوم و مغفور کی لمبی اور آخری بیماری میں قائمقام امیر شہر وضلع کے فرائض کماحقہ ادا کرتے رہے۔ اور خاکسار کے زمانہ امارت میں بھی انہوں نے کئی نہایت اہم شعبے سنبھال رکھے تھے اور خاکسار کے دست راست تھے۔ وفات سے دو تین ہفتہ قبل جب وہ ابھی تندرست تھے تو انہوں نے سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی تھی۔ سب سے پہلے اپنی وصیت کے مطابق حصہ جائداد ادا کیا۔ بحثیت امین جماعت گجرات اپنے حسابات چیک کروائے۔ اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق مفصل ہدایات دیں اور حتی الامکان کوئی معاملہ بھی ادھورا نہ چھوڑا۔'' 45

حضرت بابا اللہ بخش صاحب درویش قادیان

ولادت: ۱۸۸۲ء۔ بیعت: ۱۹۰۵ء۔ وفات: ۳۱ جولائی ۱۹۶۴ء۔

اصل وطن ہرچووال (متصل قادیان)۔ آپ کے والد کا نام مکرم محکم دین صاحب تھا۔ عین جوانی کے ایام میں سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کی ڈیوڑھی میں دربانی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد حضرت نواب محمد علی خان صاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ملازموں میں شامل ہو گئے۔ نیز حضرت مصلح موعود کے دربان کے طور پر بھی خدمت بجالاتے رہے۔ نہایت شریف النفس، متوکل، سادہ طبع، کم گو اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ نے اپنے بڑھاپے کی زندگی کے ۱۷ سال نہایت خاموشی اور صبر و سکون سے قادیان کی مقدس بستی میں گذارے۔ آپ نصف شب کے بعد کبھی نہ سوتے تھے اور آدھی رات

ہوتے ہی وضو کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو جاتے اور نوافل اور دعاؤں میں مشغول رہتے۔آپ بیمار ہوئے تو آپ کی بڑی خواہش تھی کہ اپنے بیٹے سے ملاقات ہو جائے جو احمد نگر نزد ربوہ میں رہائش پذیر تھے۔خدا تعالیٰ نے آپ کی یہ تمنا پوری کر دی۔[46]

آپ کے اکلوتے بیٹے میاں علم الدین صاحب آخری وقت میں پاسپورٹ لے کر قادیان پہنچ گئے اور ۲۶ روز تک اپنے بوڑھے باپ کی خدمت کی سعادت حاصل کی۔[47]

حضرت امیر بی بی صاحبہ اہلیہ حضرت میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی

ولادت: ۱۸۶۹ء۔ بیعت: ۱۸۹۳ء۔ وفات: ۱۹/اگست ۱۹۶۴ء[48]

والدہ مولانا قمر الدین صاحب سیکھوانی (خدام الاحمدیہ کے پہلے صدر)۔آپ کو ۳۱۳ (فہرست ضمیمہ ''انجام آتھم''، نمبر ۳۱) اصحاب کبار میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔نماز تہجد کی پابند، دعا گو اور خاندان مسیح موعودؑ سے گہری عقیدت رکھنے والی بزرگ خاتون تھیں۔فطرتاً منکسر المزاج اور مہمان نواز تھیں اور طبیعت میں انکسار اور سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔انتہا درجہ کی مہمان نواز تھیں۔کوئی بھی گھر آجاتا جب تک کھانا نہ کھلا دیتیں جانے نہ دیتیں۔کوئی بھی کھانے والی چیز اگر انہیں دی جاتی تو ساری کی ساری بچوں میں تقسیم کر دیتیں خود بہت ہی کم کھاتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت اماں جان بمع محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جو اس وقت ابھی بچے ہی تھے سیکھوانی تشریف لے گئیں۔ان کی آمد بالکل غیر متوقع تھی۔فرمایا کرتی تھیں کہ حضرت اماں جان جب ہمارے گھر تشریف لائیں تو اس وقت میں کھانا پکانے میں مصروف تھی۔آپ اندر تشریف لا کر چارپائی پر بیٹھ گئیں۔خیریت دریافت فرمائی۔میں ان کے لئے کھانا تیار کرنے کا انتظام کرنے لگی تو آپ نے اصرار کیا کہ آج میں وہی کھاؤں گی جو آپ نے پکایا ہوا ہے اور بڑے اصرار کے بعد مجھے اس پر راضی کر لیا۔اس دن ہم نے موٹھ کی کھچڑی پکائی ہوئی تھی۔جس میں گھی کی جگہ تِلوں کا تیل استعمال کیا ہوا تھا۔چنانچہ آپ نے وہی کھچڑی کھائی اور بڑی پسند فرمائی۔

مرحومہ نہایت خشوع وخضوع اور سوز و گداز سے نمازیں پڑھا کرتیں۔فرمایا کرتی تھیں کہ ابتدا میں مجھے نمازوں میں کوئی لطف نہ آتا اور نماز کے دوران مختلف خیالات ذہن میں آجاتے۔میں نے خدا کے حضور بڑی دعا کی۔ایک دن میں سجدے میں دعا کر رہی تھی کہ میں نے اپنی کمر پر دباؤ محسوس کیا۔مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نہایت ملائم اور ریشم کی مانند نرم ہاتھ سے مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے۔

ساتھ ہی یہ آواز آئی ''نمازیں سنوار سنوار کر پڑھا کرو'' اس کے بعد نماز میں جب بھی میرا خیال کسی اور طرف جاتا تو میں وہیں نماز چھوڑ دیتی اور دعا کرنے کے بعد نئے سرے سے نماز شروع کرتی۔اس طرح ایک ایک نماز کو کئی کئی بار شروع کرنا پڑتا۔لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد مجھے نمازوں میں حقیقی لطف آنے لگا اور نمازیں میری روحانی غذا بن گئیں۔ 49

محترمہ عصمت راجہ صاحبہ کراچی (نواسی مولانا قمرالدین صاحب فاضل) رقمطراز ہیں:۔

''ماں جی یعنی میری والدہ کی دادی کا نام ''امیر بی بی'' تھا۔آپ حضرت میاں خیرالدین صاحب سیکھوانی کی اہلیہ اور حضرت مولانا قمرالدین صاحب (اول صدر خدام الاحمدیہ) کی والدہ تھیں۔آپ کی ولادت ۱۸۶۹ء کی ہے جبکہ سن بیعت ۱۸۹۳ء ہے۔اس زمانے میں جبکہ لڑکیوں کی تعلیم کا اتنا زور نہیں تھا آپ اپنے تایا سے پڑھتی تھیں۔ذہانت کی وجہ سے جب انہیں کہیں کام سے جانا ہوتا تو وہ ان کو مانیٹر بناتے تھے۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضرت اماں جان سے شادی ہوئی اس وقت یہ چھوٹی تھیں اور بتاتی تھیں کہ ہم نے سنا کہ مرزا صاحب دلہن لے کر آئے ہیں تو سب سہیلیوں نے کہا کہ چلو ہم بھی چل کر دیکھتے ہیں۔وہاں حضرت اماں جان ایک چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ماں جی اپنے چہرے کو ہاتھ پر رکھے ان کو غور سے دیکھ رہی تھیں جس پر حضرت اماں جان نے فرمایا ''کیا تم میری سہیلی بنو گی؟'' آپ نے اس بات پر بہت خوش ہوئیں اور تمام عمر اس بات کا فخر رہا کہ حضرت اماں جان نے مجھے سہیلی کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

آپ نے شادی کے بعد بیعت کی۔آپ بے حد صفائی پسند تھیں۔گھر کو (جو کچا تھا) ہمیشہ صاف ستھرا رکھتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت اماں جان صبح کے وقت چند خادماؤں اور بچوں کے ساتھ سیکھواں تشریف لائیں۔ماں جی حسب عادت اور حسب دستور صفائی کے بعد کھانا پکارہی تھیں۔حضرت اماں جان کی خدمت میں بھی وہ غریبانہ کھانا (جو موٹھ کی کھچڑی اور اچار پر مشتمل تھا) پیش کیا جو ان کو بے حد پسند آیا اور فرمایا کہ مجھے تمہاری صفائی ستھرائی کی عادت بے حد پسند ہے۔

ماں جی کے کافی عرصہ تک اولاد ہو کر فوت ہو جاتی تھی۔حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر پتری فولاد استعمال کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے کی دعاؤں کے طفیل ان کو تین بچے عطا کئے جن میں سے لڑکا (مولانا قمرالدین صاحب) اور ایک لڑکی (آمنہ بیگم صاحبہ والدہ راجہ فاضل احمد صاحب و راجہ ناصر احمد صاحب)

تو ۹۰ سال سے زائد عمر پا کر خدا کے حضور حاضر ہوئے جبکہ ایک بیٹی (عائشہ بیگم صاحبہ) شادی کے ۸،۱۰ سال کے بعد فوت ہو گئیں۔

سیکھواں میں ماں جی اپنی دو جٹھانیوں کے ساتھ رہتی تھیں۔ صحن ایک تھا اور آپ میں اتنا اتفاق تھا کہ جب ان کی جٹھانیوں کے مہمان آتے تو پہلے ان کا کمرہ تھا اس لئے ان کی خاطر تواضع کر کے پھر متعلقہ گھر بھجواتی تھیں اور چونکہ آپ پڑھی لکھی تھیں اس لئے سیکھواں میں عورتوں کو جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھاتی تھیں۔

ان کے بیٹے مولانا قمر الدین صاحب قادیان سے پڑھے پھر واقف زندگی ہونے کی وجہ سے شادی کے بعد قادیان میں ہی سکونت اختیار کی۔ تب کچھ عرصہ کے بعد ماں جی بھی قادیان آ کر رہنے لگیں۔ نہایت نیک اور ہمدرد طبیعت پائی تھی۔ ہر وقت دعاؤں اور نمازوں کی طرف دھیان رہتا تھا پھر حضرت مسیح موعودؑ کی نظمیں پڑھتی تھیں جس کی وجہ سے پوتیوں اور پوتوں کو بھی یاد ہو گئیں۔

۱۹۳۹ء میں میری نانی جان وفات پا گئیں۔ اس وقت یہ چار بہن بھائی چھوٹے تھے۔ ایک بھائی تو پونے دو سال کے تھے۔ تب ماں جی نے جس طریقے سے ان کی پرورش کی وہ قابل تحسین ہے۔ بڑی عمر میں چھوٹے بچے کی وجہ سے ساری ساری رات بھی جاگنا پڑتا تھا۔ پھر بڑی پوتیاں تھیں ان کو زندگی گزارنے کے متعلق چھوٹے چھوٹے مگر اہم امور بتاتی تھیں اور ہر طرح سے ان چار بچوں کی نیک تربیت پر زور تھا۔ پھر ان بچوں کو خدا تعالیٰ نے دوسری والدہ عطا کیں جو اسم بامسمیٰ تھیں بہت اچھا وقت گزرا اور انہوں نے ہر طرح سے خیال رکھا لیکن ماں جی کی اہمیت اپنی جگہ کیونکہ ان کا سایہ اپنے بچوں سے اپنے پوتوں پوتیوں تک پھیل گیا تھا جس میں صرف پیار، دعائیں اور سکون تھا۔

قادیان اور پھر ربوہ آ کر بھی ماں جی کا حضرت اماں جان کے ساتھ تعلق قائم رہا۔ ایک دفعہ حضرت اماں جان نے فرمایا ''تم مجھے ویسی ہی موٹھ کی کھچڑی بنا کر کھلاؤ جیسی تم بناتی تھیں''۔

میری والدہ بتاتی ہیں کہ ایک دفعہ وہ میرے بڑے بھائی (شاہد راجہ جو اس وقت بہت چھوٹے تھے) کو لے کر ماں جی کے ساتھ حضرت اماں جان سے ملاقات کے لئے گئیں تو انہوں نے فرمایا ''تم میری سہیلی ہو یاد ہے ہم کھدو کھیلا کرتے تھے''۔

یہ شفقتیں اور محبتیں تو ماں جی کا سرمایہ تھیں اور وہ اس سرمائے کو نہایت فراخی سے دوسروں میں تقسیم کرتی تھیں۔ ماں جی بھی ہر وقت دین اور اس کی تعلیمات کی باتیں کرتی تھیں مگر بہت اچھے انداز میں کہ دوسرا شخص خود بخود ان کی باتوں میں دلچسپی لیتا تھا۔

ایک دفعہ وہ میری والدہ (بیگم راجہ ناصر احمد صاحب) کے پاس کچھ عرصہ قیام کے لئے آئیں تو کام کرنے والی ایک لڑکی (جو مذہباً عیسائی تھی) کو نماز سکھانی شروع کر دی اور وہ بھی نہایت جذبے سے نماز سیکھنے لگی جس کی وجہ آپ کی محبت اور طریقہ تھا جس سے وہ لڑکی بھی متاثر ہوئی۔

آخری عمر میں نظر بہت کمزور ہو چکی تھی لیکن آواز سن کر پہچان لیتی تھیں۔توبہ اور استغفار کا ورد کرنا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے اتنی عمر دی ہے تا کہ میں خلیفۃ المسیح اور خاندان مسیح موعودؑ کے لئے دعائیں کر سکوں۔آخر یہ دعاؤں اور محبتوں سے گندھا وجود اگست ۱۹۶۴ء میں ۹۵ سال کی عمر میں خدا کے حضور حاضر ہو گیا۔آپ کی وصیت نمبر ۴۱۵ اور حصہ وصیت ۱/۵ تھا۔آپ کی ساری زندگی درویشانہ گزری مگر ایک وقار کے ساتھ بنا کسی طمع اور خواہش کے۔

اپنے اور پرائے ہر ایک کے ساتھ محبت اور ہمدردی کے سلوک نے انہیں سب میں ممتاز کر دیا تھا۔یقیناً اپنی محترم عادات اور نیکیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پیاروں کے ساتھ اپنے قرب میں جگہ دی ہوگی اور ان خوبیوں کی وجہ سے وہ اپنی اولاد در اولاد کے دلوں میں زندہ ہیں‘‘۔[50]

حضرت غلام فاطمہ صاحبہ اہلیہ حضرت شیخ حسین بخش صاحب

ولادت:۱۸۷۸ء۔ بیعت:۱۹۰۳ء۔ وفات:۲۶/اگست ۱۹۶۴ء[51]

عبادت گزار اور دین کے لئے درددل رکھنے والی خاتون تھیں۔خیرات وصدقات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتیں۔اور غرباء کا خاص طور پر بہت خیال رکھتی تھیں۔[52]

حضرت الٰہ بی بی صاحبہ زوجہ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب حلالپوری

ولادت:۱۸۸۸ء۔ بیعت: مارچ ۱۹۰۸ء۔ وفات:۱۳ستمبر ۱۹۶۴ء[53]

آپ کا شمار بھی سلسلہ کی ان بزرگ خواتین میں ہوتا ہے جو تہجد گزار، بکثرت دعائیں کرنے والی تھیں۔[54]

آپ کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے پانچ بیٹوں مکرم مولانا محمد احمد جلیل صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ، ناظم دارالقضاء ومفتی سلسلہ۔مکرم مولوی عبدالکریم صاحب،مکرم عبدالمنان صاحب،مکرم عبدالقادر صاحب،مکرم عبداللطیف صاحب اور ایک بیٹی محترمہ حفصہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم قریشی محمود الحسن صاحب آف سرگودھا (جو کہ مکرم مجید احمد قریشی صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ جیل کی والدہ ہیں) سے نوازا۔

حضرت شیخ فضل قادر صاحب ولد حضرت شیخ نور احمد صاحب

ولادت: ۱۸۹۴ء۔ بیعت: پیدائشی احمدی۔ وفات: ۷ استمبر ۱۹۶۴ء۔[55]

حضرت شیخ فضل قادر صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیمی مخلص صحابی حضرت شیخ نور احمد صاحب (مختار عام حضرت مصلح موعود) کے فرزند اکبر تھے۔ پیدائشی احمدی اور قادیان سے ملحق موضع کھارا کے قدیمی باشندہ ہونے کے باعث اوائل عمر میں ہی آپ کو بھی حضور علیہ السلام کی زیارت کا اکثر موقعہ ملتا رہا۔ آپ کا نام بھی حضور علیہ السلام کا تجویز کردہ تھا۔ آپ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں بطور کارکن سالہا سال خدمات بجالانے کے بعد وہاں سے ریٹائر ہوئے۔ جس کے بعد آپ کو کئی سال تک سیدنا حضرت مصلح موعود کی خدمت میں حاضر رہ کر خدمات بجالانے کا موقعہ ملا۔ اس طرح آپ کو اپنے والد بزرگوار کی طرح حضور کے خدام خاص میں شمولیت کا شرف حاصل رہا۔[56]

اولاد: (۱) شیخ نور الحق صاحب کارکن۔ ایم۔ این سنڈیکٹ ربوہ
(۲) شیخ شمس الحق صاحب۔
(۳) صادقہ بیگم صاحبہ (اہلیہ ملک بشیر الحق صاحب لاہور صدر)
(۴) حامدہ بیگم صاحبہ (اہلیہ کلیم الدین صاحب امینی۔ ہڈرزفیلڈ یارک شائر انگلینڈ)

حضرت بابا نواب دین صاحب عرف میاں کالو

ولادت: ۱۸۶۲ء۔ بیعت: ۱۹۰۵ء۔ وفات: ۶/ اکتوبر ۱۹۶۴ء [57]

آپ قادیان سے متصل گاؤں ننگل کے رہنے والے تھے۔ آپ کو ابتدائی زمانہ سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر خدمات بجالانے کا موقعہ ملتا رہا۔ آپ کو حضرت اماں جان کی ڈولی اٹھانے کی غیر معمولی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک موقع پر کوئی اور سواری دستیاب نہ ہونے کے باعث اس زمانہ میں دیہات کے مروجہ طریق کے مطابق پالکی میں تشریف فرما ہو کر سفر کرنا پڑا تو محترم بابا نواب دین صاحب کو بعض دیگر احباب کے ساتھ حضور علیہ السلام کی پالکی کو اپنے کندھے پر اٹھانے کا خصوصی شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں سیرالیون کے ایک ممتاز لیڈر جناب ابوبکر مگبے کمارا جو نہایت مخلص احمدی ہیں بنکاک سے اپنے وطن واپس جاتے ہوئے ربوہ تشریف لائے تو اس وقت ان کی ملاقات بابا صاحب مرحوم سے کرائی

گئی۔ یہ معلوم کر کے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پالکی اپنے کندھے پر اٹھانے کا خصوصی شرف حاصل ہے۔ جناب مگبے کمارا آپ کے قدموں میں بیٹھ گئے اور اپنے ہاتھ آپ کے گھٹنوں پر رکھ کر درخواست کی کہ آپ ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر انہیں برکت دیں۔ چنانچہ آپ نے بڑی شفقت کے ساتھ ان کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور انہیں دعا دی۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ 58

حضرت منشی شیخ عبدالرحیم شرما صاحب (سابق کشن لال)

ولادت: ۸۸-۱۸۸۷ء۔ بیعت: ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

آپ ان معروف اصحاب میں سے آخری فرد تھے جنہیں حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اپنا آبائی مذہب ترک کر کے احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کے خودنوشت حالات زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو احمدیت کی نعمت ایک احمدی بزرگ حضرت منشی عبدالوہاب صاحب محرّر چونگی خانہ قصبہ بنوڑ (ریاست پٹیالہ) کی تبلیغ سے نصیب ہوئی۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''ملازمت کے دوران مجھ کو اکثر ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ تبلیغ کا ان کو بہت شوق تھا۔ مجھ کو بھی وہ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان کا طریقِ تبلیغ یہ تھا کہ وہ ہندو مذہب کا ایک نقص ظاہر کر کے اس کے مقابلے میں اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تھے۔ مثلاً جب وہ بت پرستی کی مذمت کرتے تھے تو ساتھ ہی توحید کی خوبیاں بیان کرتے تھے اور دلائل سے موازنہ کرتے تھے۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق بحث مباحثہ کرتا تھا۔ لیکن ابتدا سے میری طبیعت میں یہ بات تھی کہ جو بات مجھ کو درست معلوم ہوتی تھی اس پر میں خاموش ہو جاتا تھا۔

جب ہماری اس گفتگو کا چرچا چونگی خانہ میں ہوا اور منشی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو مزید شوق ہوا کہ مجھ سے وہ مذہبی امور پر باتیں کریں۔ چنانچہ ان سے اکثر مذہبی گفتگو ہوتی۔ وہ بہت پیار اور محبت سے مجھ سے گفتگو کرتے۔ ان کی صحبت سے رفتہ رفتہ مجھ پر ہندو مذہب کے نقائص اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوتی گئیں۔ اور خدا تعالیٰ کی توحید اور عظمت کا اثر میرے دل پر ہونے لگا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے جو اس کو پکارتا ہے وہ اس کی سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔ پھر منشی صاحب نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتابیں دینا شروع کر دیں۔ اخبار بدر اور الحکم ان کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تازہ بتازہ الہام بھی درج

ہوتے تھے وہ اکثر میں پڑھا کرتا تھا۔ انہی دنوں مجھے بعض مقاصد درپیش تھے۔ میں نے سوچا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے چلو آزما کر دیکھیں کہ کیا واقعی اسلام کے طریق پر دعا کرنے سے خدا سنتا ہے۔ میں نے منشی صاحب سے کہا کہ مجھے نماز سکھائیں۔ میں آپ کے طریق پر اپنے بعض مقاصد کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے مقاصد تو ان کو نہیں بتائے تھے البتہ نماز ان سے سیکھنا شروع کر دی۔ گو میری زبان پر عربی عبارت نہ چڑھتی تھی تاہم اچھی بری میں نے سیکھ ہی لی۔ اور ترجمہ بھی سیکھا اور چھپ کر اپنے طور پر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ میرے گھر والوں، دفتر کے ملازموں حتیٰ کہ منشی عبدالوہاب صاحب کو بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ میں نے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے صرف فقیر محمد سپاہی کو جو میرے ساتھ چونگی پر کام کرتا تھا میں نے اپنا ہمراز بنایا ہوا تھا۔ نماز کے لئے میں نے دو جگہیں مخصوص کر رکھی تھیں۔ دن کی نماز میں اپنی چونگی کے ایک کمرہ میں جو کہ ذرا علیحدہ تھا اور لوگوں کی آمد و رفت وہاں نہ ہوتی تھی۔ کواڑ بند کر کے پڑھتا تھا۔ اور فقیر محمد کو تاکید کر رکھی تھی کہ اگر کوئی ہندو ادھر آئے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ فقیر محمد خود نماز نہ پڑھتا تھا مگر یہ دیکھ کر کہ ایک ہندو نماز پڑھتا ہے اسے شرم آئی اور وہ بھی نماز پڑھنے لگ گیا اور بعد میں احمدی بھی ہو گیا تھا۔ رات کو نمازوں کے لئے میں نے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ ہمارا مکان پرانی وضع کا تھا۔ سب کمروں کے پیچھے ایک اندھیر کوٹھڑی ہوتی تھی اس کے ایک کونہ میں کواڑ بند کر کے نماز پڑھا کرتا تھا''۔[59]

حضرت منشی صاحب اپنے پہلے سفر قادیان اور واقعہ بیعت پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید بیان فرماتے ہیں:۔

''منشی عبدالوہاب صاحب قادیان آنے لگے تو انہوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا۔ میرے دل میں پہلے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا شوق پیدا ہو چکا تھا میں بھی ان کے ساتھ قادیان آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ میں نے چند روز کی رخصت لی اور ہم حضور کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ یہ غالباً ماہ جون یا جولائی ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے۔ جمعہ کے روز قریباً گیارہ بجے ہم قادیان پہنچے......ان دنوں دو جگہ جمعہ ہوتا تھا مسجد مبارک میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے جمعہ پڑھایا اور مسجد اقصیٰ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب نے۔ ہم نے جمعہ مسجد مبارک میں پڑھا۔ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا۔ مجھ کو بتایا گیا تھا کہ یہاں سے حضرت اقدس تشریف لائیں گے۔ مسجد چھوٹی سی تھی۔ ایک صف میں بمشکل چھ یا سات آدمی سما سکتے تھے۔ جب کھڑکی کے رستہ سے حضرت اقدس تشریف لائے۔ میں

نے حضورؑ سے مصافحہ کیا اور کپڑوں کو چھوا۔ کپڑوں سے مجھے خوشبو آتی تھی غالباً حضور نے عطر لگایا ہوا تھا۔حضور کی زیارت سے میرے قلب پر خاص اثر پڑا۔آپ کو دیکھ میں بے تاب ہو گیا اور اسلام کی طرف میری کشش زیادہ ہوگئی۔

جب میں گھر سے چلا تھا تو میری نیت اسلام قبول کرنے کی نہ تھی۔صرف حضور کی زیارت مقصود تھی۔اس شوق میں میں نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔قادیان میں آکر منشی صاحب نے مجھے اسلام قبول کرنے کی تحریک نہیں کی بلکہ ان کا مشورہ یہی تھا کہ میں ابھی بیعت نہ کروں۔غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ میں ابھی نوعمر تھا۔اور بعض احباب کا خیال تھا کہ اگر یہ بات نکل گئی کہ حضور نے ایک نوعمر لڑکے کو مسلمان بنالیا ہے تو ہندو کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے۔اور حضورؑ کو تکلیف ہوگی۔لیکن حضور کو دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔مغرب کی نماز کے بعد جب بیعت ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توفیق دے دی اور میں خود بخود بیعت کے لئے آگے بڑھ آیا۔اس وقت قریباً آٹھ آدمیوں نے بیعت کی۔میری اس جرأت کو دیکھ کر منشی صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھ کو سینے سے لگا لیا۔مگر اس وقت انہوں نے فتنہ کے خیال سے مجھ کو یہ ظاہر کرنے نہ دیا کہ میں ہندوؤں سے مسلمان ہوا ہوں۔اس وقت بیعت کے بعد نام لکھے جاتے تھے میں نے اپنا نام رحیم بخش لکھوا دیا۔بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے زمانہ میں رحیم بخش کی بجائے عبدالرحیم نام رکھا گیا۔سات روز ہم قادیان میں رہے اکثر نمازیں مسجد مبارک میں پڑھا کرتے تھے۔مغرب کی نماز کے بعد حضور شاہ نشین پر رونق افروز ہوتے اور کسی مقدمہ کے متعلق گفتگو ہوتی۔غالباً کرم دین والا مقدمہ تھا۔سات روز ٹھہر کر ہم وطن واپس آگئے۔آتی دفعہ میں نے حضرت صاحب کی چند کتب خریدیں۔سرمہ چشم آریہ، جنگ مقدس، رپورٹ جلسہ مہوتسو (مذاہب عالم) وغیرہ جن کا مطالعہ بعد میں میرے لئے مفید ہوا''۔

حضرت منشی صاحب کی ہجرت قادیان کا واقعہ بھی بہت ایمان افروز ہے جو آپ ہی کے قلم سے درج کیا جاتا ہے:۔

''ایک دن مجھ کو خیال آیا کہ تم مسلمان تو ہو گئے ہو لیکن اسلام کی تعلیم تو حاصل نہیں کی۔میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں قرآن کریم کا ترجمہ سیکھوں۔مگر قصبہ بنوڑ میں ایسا ہونا ممکن نہ تھا۔میں نے دعا شروع کر دی ہوئی تھی۔آخر خدا تعالیٰ نے میرے لئے یہ سامان بھی پیدا کر دیا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان میرے نام آیا کرتا تھا۔حضرت میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی اس کے ایڈیٹر تھے۔ایک دفعہ

میں نے اس میں اشتہار دیکھا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو حساب کتاب رکھ سکتا ہو اور کسی قدر مضمون وغیرہ لکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں درخواست کروں۔ شاید مجھ کو قادیان میں رہنے کا موقع مل جائے۔ میں نے لکھا کہ میں نومسلم ہوں اسلام کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں رکھتا۔ اس لئے مضمون وغیرہ تو نہیں لکھ سکتا البتہ حساب کتاب کا کام کر سکوں گا۔ میں اس وقت ریاست میں ملازم ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ میں اسلام کی تعلیم سیکھوں۔ اگر آپ مجھ کو مفید مطلب سمجھیں تو میں قادیان آنے کو تیار ہوں۔ درخواست دینے کے بعد مجھے ایک رؤیا بھی ہو چکا تھا کہ میں قادیان میں ہوں اور ایک کمرہ میں بیٹھا ہوں وہاں اور بھی لوگ ہیں حضرت صاحبزادہ صاحب نے مجھے بلایا اور ایک کتب خانہ کی الماریوں کی چابیوں کا گچھا میرے سپرد فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب میں بلانے پر قادیان پہنچا تو تشحیذ الاذہان کی لائبریری میں دو ہزار کے قریب کتب تھیں۔ اس کی چابیوں کا گچھا میرے سپرد کیا گیا۔ حالانکہ اس سے قبل میں نے تشحیذ الاذہان کی لائبریری بھی نہ دیکھی تھی۔

حضرت صاحب نے لکھا بتاؤ کس قدر گزارہ پر تم یہاں آ سکتے ہو۔ میں نے کہا قادیان کے حالات سے مجھے واقفیت نہیں کہ کس قدر رقم میں وہاں میرا گزارہ ہو جائے گا۔ بہرحال میں دس روپے ماہوار تک تنخواہ پر آ جاؤں گا۔ میری والدہ چونکہ ہندو ہیں اور حین حیات ہیں۔ پانچ روپے ماہوار میں ان کو بھیج دیا کروں گا اور پانچ روپے میں خود گزارہ کر لوں گا۔ اور لکھا کہ اگر اس سے کم میں وہاں میرا گزارہ ممکن ہوا تو میں اس سے بھی کم لینے کے لئے تیار ہوں۔ حضرت صاحب نے تحریر فرمایا آ جاؤ۔ چنانچہ میں نے اپنی ملازمت سے چھ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ لی اور ۲۶ردسمبر ۱۹۱۰ء کو قادیان روانہ ہو گیا۔ بعد میں قادیان سے ہی اپنا استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا۔ اس وقت سے تقسیم ملک تک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قادیان میں رہنے کی توفیق دی''۔[60]

حضرت منشی صاحب کو ایک لمبے عرصہ تک صدر انجمن احمدیہ کی مختلف نظارتوں میں اور پھر دفتر انصار اللہ مرکزیہ میں خدمات بجالانے کا موقعہ ملا۔ اس تمام عرصہ میں آپ نے نہایت اخلاص و محبت سے کام کیا اور نہایت سادگی اور بے نفسی کے ساتھ متوکلانہ زندگی گزاری۔[61]

اولاد: ۱۔ مکرم مولوی عبدالکریم صاحب شرما مربی سلسلہ مقیم لندن، انگلستان۔ ولادت ۱۹۱۸ء

۲۔ مکرم میجر ریٹائرڈ عبدالحمید صاحب شرما (مرحوم)۔ ولادت ۱۹۲۱ء وفات اپریل ۲۰۰۳ء

۳۔مکرم شیخ عبدالرشید صاحب شرما۔ولادت جون۱۹۲۴ء

آپ کے دو بیٹے مکرم مبارک احمد شرما صاحب اور مکرم مظفر احمد شرما صاحب شہید ہوئے آپ کے ایک پوتے مکرم سہیل مبارک احمد شرما صاحب مربی سلسلہ (حال صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان) ہیں۔

۴۔مکرم عبداللطیف صاحب شرما۔ولادت اگست ۱۹۲۵ء

۵۔مکرمہ امۃ الکریم صاحبہ (مرحومہ) ولادت مارچ ۱۹۲۸ء۔ وفات جولائی ۱۹۴۸ء

۶۔مکرم عبدالحفیظ صاحب شرما (مرحوم)۔ولادت جون ۱۹۳۰ء۔ وفات فروری ۱۹۸۱ء

۷۔مکرمہ امۃ الحمید صاحبہ (مرحومہ)۔ولادت مئی ۱۹۳۳ء۔ وفات ۱۹۵۲ء

۸۔مکرمہ امۃ الرشید صاحبہ عرف نصیرہ۔ولادت فروری ۱۹۳۵ء

۹۔مکرمہ امۃ اللطیف صاحبہ۔ولادت فروری ۱۹۳۸ء

حضرت قریشی محمد اسمٰعیل صاحب معتبر

ولادت: ۱۸۹۲ء۔ بیعت: ۹/اپریل ۱۹۰۶ء۔ وفات: ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ء بعمر ۷۲ سال۔

برادر اصغر حضرت ماسٹر محمد علی صاحب اظہر۔اصل وطن ملسیاں ضلع جالندھر۔آپ نے ابتدائی تعلیم تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے حاصل کی۔آپ کے ایک ہم جماعت بتاتے ہیں کہ ایک روز بارش کے باعث ہم سب طلباء چھٹی چاہتے تھے۔حضرت پیر منظور محمد صاحب ہمارے استاد تھے۔ہم نے ان کی گھنٹی میں پیر صاحب سے کہا دوسرے اساتذہ نے چھٹی دے دی ہے آپ بھی دے دیں۔حضرت پیر صاحب نے قریشی صاحب سے دریافت فرمایا۔انہوں نے کہا دوسرے اساتذہ نے کوئی چھٹی نہیں دی۔اس پر پیر صاحب نے فرمایا یہ معتبر ہے۔اسی وقت سے آپ معتبر کے نام سے مشہور ہو گئے۔حضرت قریشی صاحب نے ایف۔ایس۔سی پاس کرنے کے بعد سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔اس دوران آپ مختلف مقامات پر سیکرٹری مال، پریذیڈنٹ یا امیر جماعت کی حیثیت سے خدمات سلسلہ بجالاتے رہے۔۱۹۴۱ء میں آپ کی تبدیلی کوئٹہ میں ہوئی۔فیض الحق خان صاحب اس وقت امیر جماعت تھے۔انہوں نے زیر تعمیر مسجد کی تعمیر کا حساب آپ کے سپرد کر دیا۔ جسے آپ نے نہایت جانفشانی سے نبھایا۔ جب خدا کا گھر تعمیر ہو چکا تو آپ محکمہ کی طرف سے دوسری جگہ منتقل کر دیئے گئے۔آپ پنشنر واقفین میں پہلے وقف زندگی ہیں جنہیں حضرت مصلح موعود نے خدمت پر متعین

فرمایا۔۱۹۴۸ء میں آپ نے حضور کی خدمت میں لکھا۔میری سروس ختم ہونے والی ہے مانگنے پر توسیع مل جائے گی لیکن میں نے وقف کیا ہوا ہے لہٰذا مجھے جو ارشاد فرمائیں اس پر عمل کروں گا۔حضور نے جواب ارسال فرمایا ضرورت تو ہے آپ چھوڑ کر چلے آئیں۔اس پر آپ حاضر خدمت ہو گئے۔حضور نے آپ کو آڈیٹر تحریک جدید کے اہم عہدے پر متعین فرمایا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے آپ سے پوچھا۔آپ کے سپرد کیا کام کیا گیا ہے تو آپ نے جواب دیا حضرت مصلح موعود نے آڈیٹر تحریک جدید بنا دیا۔حضرت میاں صاحب نے فرمایا پھر تو آپ واقعی معتبر بن گئے۔نام بھی معتبر اور کام بھی معتبر۔آپ نے آٹھ سال تک نہایت محنت اور تندہی سے یہ خدمت سرانجام دی۔اکثر آدھی رات تک کام کرتے رہتے تھے۔

۱۹۵۸ء کے جلسہ سالانہ پر آپ زیارت قادیان کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے وہاں کے دفتر کے حسابات چیک کرنے کا ارشاد فرمایا۔کام زیادہ تھا اور عرصہ قیام تھوڑا۔اس لئے دن رات ایک کر کے کام ختم کیا۔جب واپس لاہور پہنچے تو محنت شاقہ کے باعث آپ پر فالج کا خفیف سا حملہ ہوا۔لیکن ہفتہ عشرہ کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو پھر صحت عطا فرما دی۔جس کے بعد آپ آخر وقت تک دفتر وقف جدید اور ادارۃ المصنفین کے آڈیٹر کے عہدہ پر کام کرتے رہے۔

للّٰہیت اور فدائیت کا قابل رشک جذبہ آپ میں پایا جاتا تھا۔مالی جہاد میں آپ نے ہمیشہ اپنی استطاعت سے بڑھ کر حصہ لیا۔ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ مالی پریشانیوں سے دوچار ہوئے لیکن پھر بھی اپنے پیارے امام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے مالی قربانیوں میں قدم کو آگے ہی بڑھاتے رہے۔وصیت کا ۱/۸ حصہ تنخواہ گھر لانے سے پہلے ادا کر کے آتے تھے۔چندہ تحریک جدید کے حساب سے سابقون میں شامل تھے۔سلسلہ کی خدمت میں بہت راحت محسوس کرتے۔ایک مرتبہ سرکاری ملازمت میں ترقی کا موقعہ پیدا ہوا جس میں دوسری جگہ تبدیل ہو کر جانا لازمی تھا مگر آپ نے انکار کر دیا۔کیونکہ اس جگہ سلسلہ کی اہم خدمات آپ کے سپرد تھیں۔ [62]

اولاد: ۱۔قریشی مقبول احمد صاحب (سابق مبلغ آئیوری کوسٹ و انگلستان)

۲۔قریشی محمود احمد صاحب لاہور ۳۔قریشی مسعود احمد صاحب

۴۔صفیہ خاتون صاحبہ (مرحومہ) ۵۔امۃ القیوم صاحبہ

۶۔امۃ الحفیظ صاحبہ ۷۔منظور النساء صاحبہ ۸۔شجاع الدین احمد صاحب

حضرت غلام فاطمہ صاحبہ زوجہ حضرت ڈاکٹر فیض علی صابر صاحب

بیعت: ۱۹۰۰ء۔ وفات: ۲ دسمبر ۱۹۶۴ء [63]

حضرت غلام فاطمہ صاحبہ اور آپ کے خاوند حضرت ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔آپ کو خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خواتین مبارکہ سے دلی لگاؤ اور تعلق تھا۔آپ ان صحابیات میں شامل تھیں جنہوں نے لوائے احمدیت کے لئے سوت کاتا تھا۔[64]

مرحومہ بہت متقی پرہیز گار،تہجد گذار۔مہمان نواز اور غرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنے والی خاتون تھیں۔[65]

مکرم سردار رحمت اللہ صاحب نے اپنی والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ آپ ۱۹۰۳ء میں شادی کے بعد جہلم سے قادیان آئیں اور ایک لمبا عرصہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کے گول کمرہ میں رہائش پذیر رہیں۔جہاں پر انہیں حضرت اماں جان اور حضور علیہ السلام کی خدمت کا بھی کافی موقع ملا۔۱۹۰۵ء میں زلزلہ کے ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مع خاندان اور اپنے خدام کے ساتھ باغ میں قیام فرمایا تو والد صاحب اور والدہ صاحبہ بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔حضور علیہ السلام نے بچہ کی متوقع پیدائش کے وقت والد صاحب اور والدہ صاحبہ کو شہر والے گھر میں رہائش کا ارشاد فرمایا جہاں ہمارے بڑے بھائی ڈاکٹر احسان علی صاحب کی پیدائش ہوئی۔حضور علیہ السلام نے خود ہی احسان علی نام تجویز فرمایا۔نیز فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھی نام ہے۔

غلام فاطمہ صاحبہ کو حضرت اماں جان سے خاص انس اور محبت تھی اور حضرت اماں جان بھی ان پر شفقت فرماتیں اور انہیں پاس بٹھاتی تھیں۔آپ حضرت ام ناصر صاحبہ کی اس وقت کے رواج کے مطابق ڈوپٹہ بدل بہن بنی ہوئی تھیں اور ہمیشہ حضرت ام ناصر صاحبہ انہیں بہن جی کہہ کر مخاطب کرتی تھیں اس وجہ سے خاندان کے دوسرے افراد بھی آپ کو بہن جی ہی کہا کرتے تھے۔[66]

حضرت مولوی عبدالحق صاحب بدوملہوی

ولادت: ۱۸۷۵ء۔ بیعت وزیارت: ۱۸۹۳ء [67]۔ وفات: ۷ دسمبر ۱۹۶۴ء بعمر نوے سال۔

بدوملہی کا قصبہ بیسویں صدی کے آغاز سے ہی مسلمانوں، سناتن دھرمیوں، جینیوں، آریہ

سماجیوں اور عیسائیوں کی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ بدوملہی میں مسلمانوں کے مشہور فرقوں مثلاً بریلوی، دیوبندی، اہلحدیث، نیچری، خارجی، چکڑالوی، اثناعشری اور تفضیلی شیعہ بھی آباد تھے اور مباحثات کا بازار خوب گرم رہتا تھا۔ حضرت مولوی عبدالحق صاحب اسی مردم خیز خطہ میں پیدا ہوئے۔ جماعت احمدیہ بدوملہی (ضلع سیالکوٹ) کے تین بزرگ السابقون الاولون میں شمار ہوئے ہیں۔ اول چوہدری سرفراز خان صاحب نمبردار۔ دوم حضرت قطب الدین صاحب حکیم۔ سوم حضرت مولوی عبدالحق صاحب۔ آپ کو چوہدری سرفراز خان صاحب، چوہدری اللہ دتہ صاحب نمبردار خانا والی اور مولوی فضل کریم صاحب قلعہ صوبہ سنگھ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عقیدت ومحبت پیدا ہوئی اور حضرت مولوی نورالدین صاحب بھیروی پہلے علامہ دوراں اور عاشق قرآن کے احمدی ہو جانے سے حضور علیہ السلام کی صداقت کا پختہ یقین ہوگیا۔ جس کے بعد آپ نے اور آپ کے منجھلے بھائی مولوی غلام رسول صاحب نے قادیان پہنچ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ قادیان سے واپسی پر آپ کے والد اور بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب اور حکیم محمد بخش صاحب داخلِ احمدیت ہو گئے اور جمعہ کی نمازیں حکیم صاحب کی مسجد میں ہونے لگیں جہاں حضرت مولانا نورالدین صاحب شاہی طبیب جموں نے بھی نماز ظہر وعصر جمع کی تھی۔ ۱۹۲۰ء کے بعد حضرت مولوی عبدالحق صاحب نے اپنے خرچ پر ایک وسیع مسجد تعمیر کرائی۔ جس میں بیک وقت چھ سات سو افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب عرصہ تک سیکرٹری مال وتبلیغ رہے اور آپ کے ذریعہ بہت سی سعید روحوں نے احمدیت قبول کی۔ اس کے بعد آپ کو اور آپ کے دوسرے بھائیوں کو اغیار بھی عزت واحترام سے دیکھتے تھے بلکہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے تو یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس کام میں آپ ہوں گے اس میں ضرور برکت ہوگی۔ بدوملہی آریہ سماج کے پریذیڈنٹ لالہ نرائن داس صاحب صرّاف ۱۹۰۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے قادیان گئے تھے۔ ان کی طبیعت پر اسلام کی صداقت کا اثر یہ تھا کہ لالہ جی جب فوت ہونے لگے اور چارپائی سے اتار کر انہیں زمین پر لٹا دیا گیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے خواہش کی کہ جاؤ عبدالحق کو بلا لاؤ۔ کچھ گیان دھیان کی باتیں سن لوں۔ چنانچہ آپ ان کے پاس گئے اور توحید معرفت الٰہی اور خدا تعالیٰ کے مجیب الدعوات ہونے کا تذکرہ ہوتا رہا۔ آپ کے واپس آنے کے بعد جلد ہی لالہ جی فوت ہوگئے۔ آپ کو ایک بار بھٹے کے کاروبار کے سلسلہ میں اچانک چند ہزار روپے

کی ضرورت پڑی تو ایک دکاندار نے اپنی صندوقچی آپ کی جھولی میں الٹ دی اور کہا گھر جا کر گن لینا اور مجھے بتا دینا۔ چنانچہ آپ نے گھر آ کر روپے پیسے گن لئے اور رقعہ لکھ دیا کہ اتنی رقم تھی۔

وسط ۷-۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے کہ لالہ نرائن داس مذکور سے آپ نے اور آپ کے بھائی نے بہت ہی اصیل اور بے ضرر گائے خریدی۔ چند روز بعد چوہدری سرفراز خان صاحب نے قادیان سے بدوملہی پہنچ کر بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک گائے کی ضرورت بیان فرمائی ہے دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ گائے حضور کی خدمت میں بھیج دی جائے۔ چنانچہ چھ سات روز تک اس کی خوراک اور پانی کا خاص خیال رکھا گیا اور روزانہ نہلایا بھی جاتا رہا۔ ساتویں دن اسے میاں الہ دین صاحب حجام احمدی کے ذریعہ قادیان روانہ کر دیا گیا۔ میاں الہ دین اسے دیہات کے راستے تھوڑی تھوڑی منازل طے کرتے ہوئے قادیان لایا اور آپ کے بھائی براہ راست اجنالہ سے امرتسر بٹالہ ہوتے ہوئے قادیان حاضر ہوئے اور گائے حضور اقدسؑ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور نے اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا ''آپ لوگوں نے صحابہؓ کا سا نمونہ دکھایا ہے''۔

حضرت مولوی صاحب بہت مہمان نواز، خلیق، صداقت شعار، وفا شعار اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ طبیعت میں مزاح بھی تھا مگر مناظروں میں استہزاء کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں بدوملہی سے مغرب ایک گاؤں سوہاوا میں مناظرہ ہوا۔ مناظر آپ کے لخت جگر مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی تھے۔ مناظرہ کی کامیابی پر مخالفوں نے بھی آپ کو مبارکباد دی۔ تاہم آپ ترکی بہ ترکی جواب پر سخت ناراض ہوتے اور یہی فرماتے کہ عارضی فائدہ کو حاصل کرتے ہو اور مستقل فائدہ کو چھوڑتے ہو۔

کوئلہ کے ہول سیل امرتسر کے ٹھیکیدار ہندوؤں سے ہزاروں روپیہ کی گاڑی منگواتے اور رقم بروقت ادا کر دیتے۔ ایسا بھی ہوا کہ بروقت ادائیگی نہ کر سکنے کے باعث ہندو اس روپیہ میں سود کا اضافہ کر دیتے مگر آپ صاف کہہ دیا کرتے میں احمدی ہوں سود ہرگز نہیں دوں گا۔ نہ سود پر رقم لی ہے اور نہ دوں گا۔ ہاں بیوپار میں ایسا ہو ہی جاتا ہے پس اپنا اصل زر لے لو۔ چنانچہ وہ لوگ پرانے تعلقات کی وجہ سے سود چھوڑ دیتے۔

گھر میں گھوڑی ہر وقت موجود رہتی تھی لیکن آپ پیدل سفر کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ فرماتے گھوڑی پر میں تھک جاتا ہوں۔ بدن دکھنے لگ جاتا ہے۔ پیدل سفر بیس بیس میل سے آپ نہ تھکتے تھے۔ بدوملہی سے گوجرانوالہ سفر پیدل تو پاکستان بننے کے بعد بھی کئی مرتبہ کیا۔ ۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۳ء تک

اکثر دفعہ آپ کو بھٹہ کے کاروبار میں اردگرد کے احباب سے عارضی طور پر کچھ دنوں کے لئے کوئی رقم لینے کے لئے جانا پڑتا یا اپنی بچی ہوئی اینٹوں کی رقوم حاصل کرنے کے لئے جانا پڑتا تو آپ کا معمول یہ ہوتا کہ گاؤں سے باہر نکلتے ہی دعا شروع کردیتے اور ہر قسم کی بہتری کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی ضرورت کی خاطر بھی دعا کرتے جاتے۔بعض اوقات ناواقف مرد، جوان لڑکے،عورتیں راستہ میں آپ کو روتا دیکھ کر حیران ہوتے۔بعض پوچھ بھی لیتے ''بابا کیوں روتا ہے؟'' تو فرما دیتے اللہ کے آگے روتا ہوں۔اللہ سے کچھ مانگتا ہوں۔کوئی اور بات نہیں ہے۔[68]

گویا ع ''دست درکار دل بایار'' کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

اولاد: (۱)۔فاطمہ بی بی صاحبہ (۲) مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی مرحوم (مبلغ گیمبیا)
(۳) مولوی غلام مصطفیٰ صاحب (مرحوم) (۴) سکینہ بی بی صاحبہ (مرحومہ)
(۵) عبدالقدیر صاحب (مرحوم) (۶) عبدالرشید صاحب (مرحوم)[69]

حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی

ولادت:۱۸۸۹ء۔ بیعت تحریری:۱۹۰۳ء۔ بیعت دستی:۱۹۰۷ء۔ وفات:۸دسمبر۱۹۶۴ء

آپ جماعت احمدیہ بستی مندرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان کے ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت وزیارت کا شرف حاصل تھا۔آپ نے ابتدائی تعلیم حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی (والد ماجد مولوی ظفر محمد صاحب ظفر) سے حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے کہ بستی مندرانی کے ایک قدیم احمدی بزرگ حضرت مولوی محمد شاہ صاحب پندرہ سولہ سال پنجاب کے مختلف علاقوں میں تعلیم پانے کے بعد جب اپنے وطن واپس آئے تو محمد مسعود خان صاحب اوران کے والد نور محمد خان صاحب مع اپنی قوم کے احمدی ہوگئے۔محمد مسعود خان صاحب پہلی بار دسمبر ۱۹۰۷ء میں حضرت مولوی محمد شاہ صاحب کی معیت میں قادیان پہنچے۔ظہر کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں جلوہ افروز تھے اور حضور کا نورانی چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا پہلی نظر پڑنے پر آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہی مسیح موعود ہیں۔تحریری بیعت تو آپ کر ہی چکے تھے اس موقعہ پر آپ کو مہدی وقت کے دست مبارک پر بھی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔فرمایا کرتے تھے قادیان شریف میں میرا معمول تھا کہ جس وقت حضرت اقدس تشریف لاتے۔ حضور کے کلمات طیبات سننے کے لئے دوڑ پڑتا۔حضرت خلیفہ اول کے عہد مبارک میں تین چار مرتبہ

قادیان تشریف لے گئے اور مدت تک احمد دین صاحب کپورتھلوی کے ہاں قیام کیا۔۱۹۱۴ء میں آپ جماعت احمدیہ مندرانی کے سیکرٹری مال تھے۔خلافت ثانیہ کے قیام پر آپ نے اپنے استاد فتح محمد خان صاحب اور جماعت سے مشورہ کیا۔ پھر تمام دوستوں کو اکٹھا کر کے حضرت خلیفہ ثانی کی خدمت اقدس میں بیعت کا خط لکھ دیا اور دسمبر ۱۹۱۴ء کے جلسہ پر پندرہ افراد کے ساتھ حضرت خلیفہ ثانی کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ پھر جلسہ ۱۹۳۲ء پر قادیان گئے اور جنوری ۱۹۳۳ء سے ۱۴؍اپریل ۱۹۳۴ء تک حضرت اماں جان کے دروازے پر دربان رہے۔ ازاں بعد جنوری ۱۹۳۷ء سے دسمبر ۱۹۳۸ء تک حضرت نواب محمد علی خان صاحب آف مالیر کوٹلہ کی کوٹھی پر دربانی کا موقعہ ملا۔ آخری بار جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء پر قادیان تشریف لے گئے۔ دعاؤں میں بڑا شغف رکھتے تھے۔ صاحب رؤیا تھے۔ ۱۹۵۶ء سے پہلے اکثر خود امامت کراتے رہے۔ آپ نے اپنے پیچھے تین لڑکے اور ایک لڑکی بطور یادگار چھوڑے۔

اولاد: اقبال احمد خان صاحب (متوفی ۱۹۶۰ء)۔ عبدالحی خان صاحب۔ جمیل احمد خان صاحب۔ [70]

حضرت مولوی محمد عثمان صاحب امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازی خان

ولادت: قریباً ۱۸۸۳ء [71] بیعت تحریری: ۱۹۰۱ء۔ بیعت دستی: دسمبر ۱۹۰۴ء [72]

وفات: ۱۵ دسمبر ۱۹۶۴ء۔ [73]

حضرت مولوی محمد عثمان صاحب کی ذات یا قومیت جٹ تھہیم تھی۔ اور اسی کا اندارج آپ کے ملازمت کے کاغذات میں ہے۔ آپ تونسہ کے ایک معزز علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے [74]۔ آپ کے والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا خاندان تمیم انصاریؓ کی اولاد سے تعلق رکھتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور مدینہ کے رہنے والے تھے۔ نامعلوم کس زمانہ سے آپ کے بزرگ مدینہ سے اس برصغیر میں آئے مگر قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغرض تبلیغ اسلام یا شوق جہاد کے سبب اپنے وطن سے ہندوستان کی طرف آئے ہوں گے۔

آپ کو احمدیت کا پیغام پہلی بار جولائی ۱۹۰۱ء میں پہنچا جبکہ آپ کی تقرری ڈیرہ غازی خان کی برانچ پرائمری سکول نمبر ۲ میں ہوئی اور آپ اپنے بعض ہم وطن و ہم پیشہ اصحاب کے ساتھ رہنے لگے۔ یہ دوست اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور اب تک کسی نے بیعت نہیں کی تھی ان میں سے بعض کے نام یہ تھے۔ مولوی عبدالرحمٰن ورنیکلر ٹیچر ساکن جھنگ تحصیل تونسہ شریف۔ مولوی امام بخش صاحب کھوکھر ورنیکلر ٹیچر ساکن تونسہ شریف خاص۔ ان کے علاوہ اخوند محمد

افضل صاحب (والد پروفیسر اخوند عبدالقادر صاحب ایم ۔ اے) بھی اکثر ان کے ہاں آیا کرتے تھے ۔ یہ سب دوست مطالعہ کرتے کرتے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمیں بیعت کر لینی چاہیئے ۔ چنانچہ آپ نے بھی ان کے ساتھ ۲۰/اگست ۱۹۰۱ء کو بیعت کا خط لکھ دیا۔

مئی ۱۹۰۲ء سے اپریل ۱۹۰۳ء تک آپ نارمل پڑھنے کی غرض سے ملتان میں مقیم رہے ۔ آپ اپنی کلاس میں واحد احمدی تھے جو جمعہ کی نماز ملتان کے قریباً تیس چالیس احمدیوں کے ساتھ محمد بخش صاحب چھاپ گر کی دکان پر ادا کیا کرتے تھے جو ولی محمد خان والی مسجد کے مشرق کی طرف بازار کے کنارے پر واقع تھی ۔ اس وقت سارے پنجاب میں پانچ نارمل سکول تھے جن میں تین سو کے قریب لڑکے تعلیم پانے کی غرض سے لئے جاتے تھے ۔ آپ نے سالانہ امتحان میں اپنی جماعت میں اول پوزیشن حاصل کی اور کل پنجاب میں ساتویں نمبر پر رہے ۔ امتحان سے فراغت کے بعد آپ اپریل ۱۹۰۴ء تک ڈیرہ غازی خان میں تعلیمی فرائض سرانجام دیتے رہے ۔ مئی ۱۹۰۴ء میں آپ نے ٹریننگ کالج لاہور میں داخلہ لیا ۔ اس سال چار اور احمدی بھی کالج میں داخل ہوئے ۔ جن میں مولوی صدرالدین صاحب بھی تھے ۔ (سابق امیر غیر مبائعین مراد ہیں)

آپ اور دوسرے احمدی بورڈنگ ہاؤس کے احاطہ میں باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے ۔ جمعہ کی نماز ضلع کی کچہری میں اور کبھی گمٹی بازار کی مسجد میں حضرت مولوی غلام حسین صاحب کے پیچھے ادا کرتے تھے ۔ جہاں انہیں قادیان سے آنے والے بزرگوں کی زیارت بھی ہو جایا کرتی تھی ۔

آپ پہلی بار دسمبر ۱۹۰۴ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان دارالامان تشریف لے گئے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت اور بیعت سے مشرّف ہوئے ۔ فرماتے ہیں خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے مجھے اس وجود مسعود کے دیکھنے کی توفیق بخشی جس کے دیدار کی تمنا میں اربوں ارب لوگ اس دنیا سے بصد حسرت و یاس چل بسے ۔ چہرہ نورانی جس کے دیکھنے سے طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی جی یہی چاہتا تھا کہ حضور ہماری آنکھوں کے سامنے ہوں اور ہم ان کے دیدار اور نور سے فیض یاب ہوتے رہیں ۔ آپ کے دیکھنے سے دل کو ایک تسلی اور روحانیت حاصل ہوتی تھی ۔ اونچی ناک، کشادہ پیشانی، گندمی رنگ، سر کے بال کانوں تک، داڑھی میں سرخ مہندی لگی ہوئی ۔ آنکھیں شرم و حیا کے سبب نیچے کئے ہوئے ۔ کسی کی طرف نظر پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھتے تھے کلام میں ابتدا نہ کرتے تھے ۔ ہاں جب کوئی تازہ الہام یا وحی بتلانا مقصود ہوتا تو عرفانی صاحب یا مفتی صاحب کو مخاطب کر کے لکھوا دیتے اور دوسرے

لوگ بھی سن لیتے تھے۔ جب کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کا جواب باصواب دیتے۔ جب کوئی دوست بات کرنی شروع کرے اور بات لمبی ہو جاتی تو آپ بند نہ کرتے اور اظہار ناراضگی نہ فرماتے۔کوئی نظم وغیرہ سناتا تو آپ سنتے رہتے۔ میرا قیام جلسہ میں صرف پانچ چھ روز رہا پھر لاہور واپس آ گیا۔اس وقت کی مسجد مبارک میں صرف چار پانچ صفیں مشکل سے بنتی تھیں اور ہر ایک صف میں بھی پانچ سے زائد آدمی نہ آ سکتے تھے لیکن شوق کے سبب لوگ اس قدر اکٹھے ہو جاتے کئی سطریں پاس پاس بن جاتی تھیں اور ہر صف میں آدمی زیادہ ہو جاتے۔اس صورت میں ہم ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کر لیا کرتے تھے۔

۱۹۰۶ء میں گرمیوں کی دو ماہ کی رخصتیں ہوئیں تو آپ دوبارہ قادیان گئے۔حضرت اقدسؑ کے ساتھ نمازیں پڑھیں۔خدا کی تازہ بتازہ وحی سنتے رہے۔حضرت اقدس علیہ السلام کی مجلس میں قریب ہو کر بیٹھنے اور حضور کی زبان مبارک سے کلمات طیبات سننے کا موقعہ ملتا رہا۔اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مطب میں جا کر مولوی حافظ روشن علی صاحب، سیدنا محمود المصلح الموعود اور میر محمد اسحٰق صاحب کو حدیث پڑھتے دیکھا۔حضرت مولوی صاحب کا بیان ہے۔’’غالباً ۱۹۰۵ء کے جلسہ میں حضور نے اپنی وصیت سنائی تھی۔اس میں میں موجود تھا۔نامعلوم یہ مسوّدہ وہی تھا جو خود حضور نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا یا اس کی کاپی تھی جو کاتب نے املاء کی تھی یا کتاب مطبوعہ تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ آپ نے سنایا تھا وہ پہلے کتابی صورت میں طبع ہو کر شائع نہ ہوا تھا۔یہ وصیت حضور نے اس جگہ سنائی جو قادیان میں محاسب کے دفتر کے شمالی جانب گلی پر واقع ہے جہاں ہجرت سے پہلے مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ رہا کرتے تھے...... دوست احباب مقامی اور بیرونی اسی مکان کے چھتے ہوئے حصہ میں بیٹھے تھے یکا یک اوپر سے حضور سیڑھیوں کے ذریعے اترے اور قدرے توقّف کے بعد آپ نے الوصیت سنانی شروع کی۔الہامات وفات کے متعلق سنائے۔قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدّرُ (مقدر اجل قریب پہنچی)[75]۔الرَّحِیلُ ثُمَّ الرَّحِیلُ کوچ کا وقت۔کوچ کا وقت۔[76] اب تھوڑے دن رہ گئے۔اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا وہ ہوگا۔اس کے بعد تمہارا حادثہ ہوگا۔میرے بعد تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا ضروری ہے پر وہ نہ آئے گی جب تک میں نہ جاؤں وہ قدرت (مراد خلافت) تمہارے لئے دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ جیسے رسول اللہؐ کے بعد ابوبکرؓ کے ذریعے مسلمانوں کو تباہی سے بچا لیا۔ایسے ہی یہاں بھی ہوگا۔غرض اس قسم کے دلوں کو ہلا دینے والے

الفاظ سنائے جو الوصیت میں درج ہیں۔ ان کی وجہ سے ہم سننے والوں کی جو حالت تھی وہ تحریر میں نہیں آ سکتی کیونکہ اس وقت کا نقشہ زبان بیان کرنے سے قاصر ہے اور قلم تحریر سے عاجز ہے۔ گریہ و بکا، آہ و زاری، دردانگیز اور دلوں کو ہلا دینے والی چیخیں ہی چیخیں سنائی دیتی تھیں اور دلوں میں یہ الفاظ تھے کہ یا خدا کیا یہ وجود جو کہ ہمیں اپنی جانوں اور اولادوں، مالوں اور ہر ایک عزیز سے زیادہ عزیز ہے جس کی خاطر ہم اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں کیا جلد ہی ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے گا۔ کیا ہماری قسمت میں یہ لکھا تھا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

یعنی ہم نے اس خوشنما پھول کا چہرہ اچھی طرح اور خوشبو اچھی طرح نہ دیکھی اور نہ سونگھی اور یہ ہم سے اوجھل ہو جائے گا یعنی ہمارے لئے اس پھول کی بہار دیکھنے کا زمانہ ختم ہو گیا۔ ہچکیاں تھیں جو مسلسل بندھی ہوئی تھیں۔ غم کا دریا تھا جو امنڈتا چلا آ رہا تھا اور دل غم کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا۔ کوئی متنفس ایسا نہ تھا جس کا دل گریاں اور بریاں نہ ہو۔ دل میں آرزوئیں اور تمنائیں تھیں کہ یا الٰہی ہماری عمروں میں کمی کر کے اس وجود کو عمر جاوداں عطا کر دے۔ مگر خدائی نوشتوں کو کوئی انسانی طاقت نہیں مٹا سکتی غرض اس آہ و بکا کے عالم میں یہ مضمون حضور نے ختم کیا''۔

۲۷؍دسمبر ۱۹۰۵ء جبکہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا تابوت بہشتی مقبرہ میں منتقل کیا گیا۔ آپ اس تاریخی موقعہ پر موجود تھے۔

حضرت مولوی صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حادثہ ارتحال کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''ایک دن ۲۶ یا ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو قادیان سے مولوی محمد علی صاحب کا تار مولوی عزیز بخش (مولوی محمد علی صاحب کے بڑے بھائی جو ان دنوں جماعت ڈیرہ غازی خان کے سیکرٹری و پریذیڈنٹ تھے) کے نام آیا کہ آپ ۲۶ مئی کو لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔ دل میں رنج، درد، دکھ کی وہ کیفیت تھی جو بیان سے باہر ہے۔ اور جو حالت الوصیت سنتے وقت ہوئی تھی اپنی شدت میں اس سے کئی گنا زیادہ تھی۔ اگر میں الوصیت کے وقت خدائی الہامات کو نہ سن چکا ہوتا اور ان الہامی وعدوں کو جو آپ کی وفات کے بعد خلافت کے ذریعے پورے ہونے تھے نہ پڑھ چکا ہوتا تو نہ معلوم ان غلبہ کے وعدوں کو

جو ابھی پورے ہونے باقی تھے ذہن میں لا کر کچھ دیر کے لئے شاید ایک انسان تذبذب میں پڑ جاتا۔مگر خدا نے محض اپنے فضل سے ہمیں ہر قسم کے ابتلا سے بچا لیا۔الہام جنازہ کفن میں لپیٹ کر لائے۔ڈرو مت مومنو وغیرہ وغیرہ الہامات سے ہمارے ایمانوں کو تقویت پہنچی۔اور ان الہاموں سے خدا کی قدرت اور مسیح موعودؑ کا خدا سے علم غیب کی خبروں پر اطلاع پانا اور اسی طرح وقوع میں آنا جب ذہن میں آتا تو بجائے اس کے کہ ہمارے ایمان میں کمی ہو آپ کی صداقت پر اور یقین پختہ ہونے کا سبب بن گئے۔کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

غرض یہ صدمہ ہمارے لئے بظاہر جانکاہ تھا۔لیکن یہ ہمارے لئے کسی ابتلا کا باعث نہ بنا''۔

حضرت مولوی صاحب ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۶ء کو گورنمنٹ سکول ڈیرہ غازی خان کے سٹاف میں شامل ہوئے۔اور قریباً چونتیس سال تک تدریسی خدمات بجا لانے کے بعد اسی سکول سے یکم مارچ ۱۹۴۱ء کو ریٹائر ہو کر پنشن پائی۔اور پھر اسی سال بقیہ زندگی دیارِ حبیب میں گزارنے کے لئے ہجرت کر کے قادیان آ گئے۔آپ کا معمول تھا کہ آپ مسجد مبارک میں وقت سے بہت پہلے پہنچ جاتے اور پہلی صف میں محراب کے شمالی طرف دائیں جانب بیٹھنے کی کوشش کرتے۔ان بزرگوں میں سے جو اس زمانے میں آپ سے خاص طور پر واقف ہو گئے تھے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی اور بابا محمد حسن صاحب تھے۔ان دنوں حضرت مصلح موعود مسجد مبارک میں قرآن کریم کا درس دیتے تھے آپ کو اس کے سننے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء سے حضرت مولوی صاحب کو جماعت ڈیرہ غازی خان کے سیکرٹری مال کا عہدہ سپرد کیا گیا۔۱۹۳۶ء میں آپ نے ''مختصر تاریخ جماعت احمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خان'' مرتب فرمائی جو اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۶؍اگست ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

اسی زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق دی کہ آپ نے قادیان سے ضلع ڈیرہ غازی خان کے مشہور گدی نشینوں اور دیگر معززین کو مفصل تبلیغی خطوط لکھے۔جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:۔

(۱) خواجہ سدید الدین صاحب گدی نشین تونسوی
(۲) خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی گدی نشین خواجہ محمود

(۳) خواجہ غلام زکریا صاحب وصاحبزادہ میاں موسیٰ صاحب گدی نشین تونسوی
(۴) سردار غلام محمد صاحب تمن دار شادن لنڈ وغیرہ

تحریک پاکستان کے دوران آپ نے جماعت احمدیہ کی ہدایت پر مسلم لیگ کی پُر جوش حمایت کی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

''یہاں (ڈیرہ غازی خان۔ ناقل) مسلم لیگ کے امیدوار عطا محمد بزدار جو معمولی حیثیت کا وکیل تھا کا مقابلہ قیصرانی تمندار کے ایک آدمی سے جس کا نام امیر محمد خان ہے جو دنیاوی لالچ میں آکر خواجہ نظام الدین تونسوی کی انگیخت پر احمدیت سے خارج ہو چکا تھا جو ذی اثر تھا نظام الدین کا بھی اثر تھا اور خضر حیات کی حکومت اس کی پشت پر تھی مگر وہ ناکام ہوا۔ اس میں لوگوں نے خضر حیات اور خواجہ نظام الدین کی بڑی بے عزتی کی۔ میں نے اس معاملہ میں سلسلہ کی ہدایات کا احترام کرتے ہوئے اچھا حصہ لیا۔ راتوں کو اٹھ اٹھ کر دیہات میں گیا اور لوگوں کو مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔ چند ایک غیر احمدی دوست بھی ہمراہ ہوتے تھے۔ الیکشن کے وقت میں پرچی کے کام پر تھا پھر جب تونسہ میں ووٹ ہوئے تو میں بھی یہاں سے گیا اور وہاں بھی تقسیم پرچی ووٹران کا کام کیا۔ خدا کے فضل سے لیگ کو نمایاں کامیابی ہوئی''۔

تقسیم ہند ۱۹۴۷ء کے دوران قادیان سے ہجرت کر کے ڈیرہ غازی خان میں قیام پذیر ہوئے اور سلسلہ کی خدمت میں رضا کارانہ طور پر مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ تک نہایت اخلاص اور سرگرمی سے سیکرٹری مال کی حیثیت سے مالی جہاد کرتے رہے۔ ازاں بعد مئی ۱۹۵۹ء سے امیر ضلع منتخب ہوئے اور تادم واپسی اسی منصب پر فائز رہے۔ آپ کا دورِ امارت ایک سنہری دور تھا جس میں جماعت احمدیہ ضلع نے ترقی کی اور خصوصاً شہر ڈیرہ غازی خان کا جماعتی چندہ بجٹ کے مقابل سو فیصد بڑھ گیا۔ جماعتوں کا علمی، اخلاقی اور دینی معیار بلند ہوا۔ محبت والفت کی فضا قائم ہوئی۔ ڈیرہ غازی خان شہر کی مسجد کی عمارت، احمدیہ لائبریری کے انتظامات میں نئی اور شاندار تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ ضلع کے سالانہ جلسوں کی اہمیت کے پیش نظر وسیع شامیانے بنوائے گئے۔ ایک عمدہ لاؤڈ سپیکر نصب کیا گیا۔ نیز مسجد سے ملحق پرانی دکانیں گرا کر نئی دکانیں بنوائی گئیں۔ جن سے جماعت کی آمد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا۔[77]

اخلاق وشمائل

جناب ملک عزیز احمد صاحب بی ۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل وسابق امیر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازی خان تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت مولوی محمد عثمان صاحب ضلع ڈیرہ غازی خان کی احمدی جماعتوں کے ایک درخشندہ ستارے تھے......آپ ابھی بیس بائیس سال کے تھے کہ اپنی فطرتی سعادت اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت کے خلاف ہر طرف ایک طوفانِ مخالفت برپا تھا اور نو احمدی احباب پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو رہی تھی مگر آپ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ یہ ۱۹۰۲ء (سہو ہے ۱۹۰۱ء چاہیئے) کے قریب کا زمانہ تھا جبکہ پرانے ڈیرہ غازی خان میں جماعت احمدیہ کی بنیاد پڑ چکی تھی اس وقت جماعتِ مقامی کے سربراہ مکرم مولوی عزیز بخش صاحب تھے جو ڈپٹی کمشنر صاحب کے دفتر میں کلیدی عہدہ پر فائز تھے۔ ۱۱-۱۹۱۰ء میں موجودہ ڈیرہ غازی خان کی بنیاد پڑی اور احباب کی کوششوں سے شہر کے عین وسط میں حکومت نے ایک کنال اراضی کا سفید قطعہ برائے تعمیر مسجد جماعت کو دے دیا۔ اپریل ۱۹۱۴ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول وفات پا گئے جس پر اختلافِ سلسلہ زیادہ نمایاں ہو گیا۔ مولوی عزیز بخش صاحب جو مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبائعین لاہور کے بڑے بھائی تھے وہ مقامی جماعت کے افراد کو قادیان سے الگ کر کے مولوی محمد علی صاحب کی طرف لانا چاہتے تھے مگر احباب جماعت نے ان کی ان باتوں کو کوئی اہمیت نہ دی۔اس موقعہ پر مولوی محمد عثمان صاحب نے نہایت جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور غیر مبہم الفاظ میں حضرت مصلح موعود کی خلافت سے وابستگی کا اعلان کر دیا۔اس طرح جماعت ایک بہت بڑے فتنہ سے بچ نکلی۔

قرآن مجید سے عشق

قرآن کریم سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ زندگی کے آخری سالوں تک صرف ماہ رمضان میں پانچ چھ دفعہ قرآن شریف ختم کرتے تھے اور سارا سال تو بس ان کا محبوب کلام ہی یہی ہوتا تھا۔آپ نے اپنے صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب کو اپنی نگرانی میں قرآن مجید حفظ کرایا۔مولوی صاحب کے اس کارِ خیر سے جماعت کو ایک اچھا حافظِ قرآن مل گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر دل و جان سے فدا تھے اور حضورؑ کی تعلیم کی عملی تصویر تھے۔ لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ آیا۔ غیر احمدیوں میں رشتہ دینے میں سہولت ہی سہولت تھی اور مقامی احمدیوں میں مناسب رشتہ موجود نہ تھا۔ آپ نے اپنے علاقہ کی روایات کو قربان کرتے ہوئے اور اپنے جذبات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے رشتہ ڈیرہ غازی خان سے باہر قادیان میں دیدیا اور اس طرح مسیح موعودؑ کی تعلیم کی پوری پوری پیروی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان رشتوں میں فوق العادت طور پر برکت ڈالی۔

اطاعتِ امام

غالباً ۱۹۲۶ء میں رسوائے عالم کتاب ''رنگیلا رسول'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شائع ہوئی۔ ایک مسلمان نے اس کتاب کے ناشر کو قتل کر دیا۔ قاتل کو پھانسی کی سزا ہوگئی۔ اس کے بعد ایک اور کتاب آریوں کی طرف سے آنحضرتؐ کے خلاف شائع ہوئی۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملک بھر کی جماعتوں کو احتجاجی جلسے کرنے کی ہدایات صادر فرمائیں۔ مخالفت سخت تھی۔ ملک کی سیاست پر ہندو اور عیسائی چھائے ہوئے تھے۔ ملک کی اقتصادیات پر بھی ہندوؤں کا قبضہ تھا مگر حضرت مولوی صاحب نے ڈیڑھ ماہ کی دن رات کی انتھک کوششوں سے جلسہ کی اجازت حاصل کر لی۔ اس جلسہ میں تمام اسلامی فرقوں نے شرکت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات مسلمان عوام کے سامنے رکھی گئیں اور انہیں کہا گیا کہ وہ معاشی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں اور روزمرہ کے استعمال کی اشیاء کی اپنی دکانیں کھولیں اور اقتصادی آزادی حاصل کر لیں۔

مسلمانوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے ان جذبات کی قدر کی۔ انہوں نے قراردادیں پاس کر کے حکومت کو بھجوائیں نیز ہندوؤں سے اقتصادی آزادی حاصل کرنے کے لئے عام استعمال کی چیزوں کی اپنی دکانیں کھولنے لگے۔

اس مشکل ترین تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے مولوی صاحب کو اپنی ملازمت بھی خطرہ میں ڈالنی پڑی لیکن آپ نے اطاعت امام کے لئے ہر چیز قربان کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

اوصافِ حمیدہ

مولوی صاحب منکسر المزاج اور سادہ دل تھے۔ زندگی بہت سادہ تھی۔ آپ کا دل ہر وقت مسجد

میں اٹکا رہتا تھا۔ مسجد کے باہر ماہی بے آب کی طرح تڑپتے رہتے تھے۔ نمازوں میں با قاعدگی سے آتے۔ آخری عمر میں بھی باوجود کمزوری اور خرابی صحت کے اور باوجود مسجد سے دور ہونے کے باقاعدگی سے مسجد آتے تھے۔ توسیع مسجد کا مسئلہ درپیش تھا۔ آپ نے اپنا ایک مکان بیچ ڈالا۔ اس طرح آپ نے اپنے لئے تنگی پیدا کر کے مسجد کے لئے وسعت کا انتظام کیا۔ ایک لائبریری، ایک مہمان خانہ اور تین دکانیں بنوائیں۔ جس سے مسجد کی افادیت میں اضافہ ہوا اور اسے اپنی دکانوں سے -/۹۰ روپے ماہوار کی آمدنی ہونے لگی۔

قومی کاموں سے دلچسپی

ابھی دکانیں اور مہمان خانہ زیر تعمیر تھے کہ حضرت مولوی صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ آپ کو ہسپتال میں داخل کرایا گیا۔ اکثر بے ہوش رہتے تھے لیکن جب بھی کبھی ہوش میں آتے تو عیادت کے لئے آنے والوں سے جو سب سے پہلا سوال کرتے وہ یہ ہوتا کہ ”دکانوں اور مہمان خانے کا کیا حال ہے“۔ اللہ اللہ۔

آپ چاہتے تھے کہ آپ کی زندگی ہی میں دکانیں، مہمان خانہ، لائبریری اور مربی کے لئے رہائش گاہ مکمل ہو جائے۔

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت

آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیفات سے از حد محبت تھی۔ آپؑ کی جملہ کتب پر مکمل عبور حاصل تھا۔ علاوہ ازیں کئی حوالے زبانی یاد تھے۔ حضورؑ کا منظوم کلام تو آپ کی روح کی غذا تھا۔ رات کو بھی جب سوتے تو درثمین تکیہ کے نیچے رکھ کر سوتے تھے۔ جس وقت بھی آنکھ کھلتی اسے پڑھتے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔

مرکزِ سلسلہ سے عشق

قادیان کی محبت آپ کے جسم میں خون کی طرح دوڑتی رہتی تھی۔ ۱۹۴۴ء (حضرت مولوی صاحب کے بیان کے مطابق آپ کی ہجرت ۱۹۴۱ء میں ہوئی) میں مستقل طور پر وطن چھوڑ کر دیارِ مسیح میں جا ڈیرہ ڈالا مگر تقسیم کے بعد واپس آنا پڑا۔ پھر ربوہ میں جب جلسہ سالانہ آتا تو دو ہفتہ پہلے تشریف لے جاتے اور ایک ہفتہ بعد تک ٹھہرے رہتے۔ 78

اولاد: یہ فہرست حضرت مولوی صاحب کے داماد جناب قریشی عبدالغنی صاحب نے مرتب کی ہے آپ لکھتے ہیں: ’’مولوی صاحب کے چار بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں جن میں سے دو بیٹے اور بیٹیاں وفات پا چکے ہیں۔ پوتوں پوتیوں، نواسوں نواسیوں کی کل تعداد ۵۵ ہے جن میں سے ۴۹ بفضل خدا حیات ہیں۔اسی طرح پڑپوتوں، پڑپوتیوں، پڑنواسوں، پڑنواسیوں کی تعداد ماشاءاللہ ڈیڑھ صد سے زائد ہے۔ آپ نے اپنے سب بچوں کی شادیاں اپنی زندگی میں ہی کر دی تھیں‘‘۔[79]

۱۔امۃ الرحمٰن صاحبہ مرحومہ اہلیہ آغا محمد بخش مرحوم

(محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ کی وفات کے بعد ان کی چھوٹی بہن محترمہ امۃ الحمید بیگم صاحبہ مکرم آغا محمد بخش صاحب کے عقد میں آئیں۔)

۲۔محمد صدیق صاحب

۳۔حافظ محمد عمر صاحب

۴۔امۃ الکریم صاحبہ (اہلیہ قریشی فضل حق صاحب مرحوم گولبازار ربوہ)

۵۔امۃ الحفیظ صاحبہ (اہلیہ قریشی عبدالغنی صاحب گولبازار ربوہ)

۶۔امۃ الحمید بیگم صاحبہ (اہلیہ آغا محمد بخش صاحب مرحوم)

۷۔سعیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم بہار خان صاحب مرحوم)

۸۔محمد حسن مرحوم (زمانہ شیر خوارگی میں وفات پائی)

۹۔محمد زبیر مرحوم (زمانہ شیر خوارگی میں وفات پائی)

۱۰۔خیر النساء صاحبہ (زمانہ شیر خوارگی میں وفات پائی)

حضرت مولوی عمر دین صاحب شادی وال ضلع گجرات

ولادت: ۱۸۷۹ء۔ بیعت: ۱۹۰۳ء۔ وفات: ۲۰ دسمبر ۱۹۶۴ء

آپ اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۹۰۳ء میں کرم الدین کے مقدمہ میں جہلم تشریف لے گئے تو میں اپنے استاذی المکرّم حضرت مولوی نجم الدین صاحب کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا۔ جب ہم اس جگہ پہنچے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ٹھہرے ہوئے تھے تو مکان کے دروازے پر دربان کھڑا تھا اس

سے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کی اجازت چاہی۔اس نے ہم سے ہمارے نام، گاؤں ضلع وغیرہ دریافت کر کے لکھ لیا اور پھر ہم کو اندر آنے کی اجازت ہوئی۔ہم نے اندر داخل ہو کر حضورؑ سے مصافحہ کیا۔حضورؑ نے ہم دونوں کو اپنی چارپائی پر ہی بٹھا لیا۔اور یوں جہلم جا کر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی اور بیعت سے مشرّف ہوئے۔

حضرت مولوی صاحب جماعت احمدیہ شادیوال کے امیر رہے۔اور اس دوران نماز فجر کے بعد روزانہ قرآن کریم کا پنجابی زبان میں درس دیتے رہے۔آپ قرآن و حدیث اور صرف ونحو کے بہت بڑے عالم تھے۔نہایت ہی متقی، پارسا اور تہجد گزار بزرگ تھے سلسلہ کے ساتھ ایک والہانہ عشق تھا۔فرمایا کرتے تھے جب سے میں احمدی ہوا ہر جلسہ سالانہ پر شامل ہوا ہوں۔[80]

اولاد:

۱۔محمد شفیع صاحب امیر جماعت احمدیہ شادیوال۔

۲۔مکرم عبدالغنی صاحب ۳۔مکرم عبدالرحمٰن صاحب

دو بیٹیاں: ۱۔محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ ۲۔محترمہ امۃ الشریف صاحبہ

۱۹۶۴ءمیں وفات پانے والے مخلصین جماعت

اب سلسلہ احمدیہ کے ان تمام خدام اور مخلصین جماعت کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے جو ۱۹۶۴ء میں داغ مفارقت دے گئے۔ یہ وہ خوش نصیب تھے جنہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور خلفائے کرام سے براہ راست فیضیاب ہونے کی سعادت ملی اور خود ان کے وجود سے ایک عالم منور ہوا اور ہو رہا ہے۔

چوہدری اللہ دین صاحب آف ادرحمہ ضلع سرگودھا

وفات: ۳ جنوری ۱۹۶۴ء

جناب ماسٹر ضیاء الدین صاحب ارشد صدر محلّہ دارالبرکات ربوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

''مرحوم حضرت مولوی شیر علی صاحب جیسے فرشتہ سیرت انسان کے ذریعہ احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔آپ اپنی مقامی جماعت کے ممتاز اور مخلص فرد تھے۔ جماعتی امور اور احباب جماعت کی بہت سی خدمات محض للہ سرانجام دیتے رہتے تھے۔آپ کو کاغذات محکمہ مال میں کافی عبور حاصل تھا۔ احباب جماعت اور دیگر تمام لوگ آپ سے استفادہ کرتے۔لگان میں کسی قسم کی کوئی غلطی کا امکان ان کی موجودگی میں نہ ہوتا۔ جہاں کہیں دو احمدی بھائیوں میں کوئی غلط فہمی یا کشیدگی پاتے تو آپ کا وجود اس ناچاقی کو برداشت نہ کرسکتا اور فی الفور دو بھائیوں میں صلح کرانے میں کامیاب ہو جاتے۔

اپنی بیماری میں اپنے اکلوتے بیٹے چوہدری اللہ بخش صادق صاحب (سابق ناظم وقف جدید و صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ) کو گاؤں میں بلایا۔ایام جلسہ سالانہ قریب تھے باوجود اپنی تکلیف اور شدت مرض الموت کے اپنے لڑکے اور دیگر افراد خانہ کو شمولیت جلسہ سالانہ کی نہ صرف اجازت دی بلکہ اصرار سے بھجوا کر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ساتھ محبت و اخلاص کا آخری ثبوت دے دیا''۔81

آپ کی وفات ۳ جنوری ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔

میجر جنرل نذیر احمد صاحب آف دوالمیال

وفات: ۲۰ جنوری ۱۹۶۴ء

آپ دوالمیال ضلع چکوال کے ایک احمدی گھرانے میں پیدا ہوئے۔تعلیم سے فارغ ہونے کے

بعد فوج میں ملازم ہو گئے۔آپ کو فوج میں ڈائریکٹ وائسرائے کمیشن دے دیا گیا۔۱۹۲۸ء میں آپ نے یوکے سے کنگ کمیشن حاصل کیا۔

دوسری جنگ عظیم میں آپ نے اٹلی کے محاذ پر خدمات سرانجام دیں۔جس کے صلہ میں آپ کو MED تمغہ ملا۔۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ اس وقت بریگیڈیئر کے عہدہ پر فائز تھے۔

جنوری ۱۹۴۸ء میں آپ کو میجر جنرل بنا دیا گیا۔پشاور کینٹ میں G.O.C رہے۔کچھ عرصہ کشمیر کے محاذ پر بھی رہے۔۱۹۵۳ء میں فوج سے ریٹائر ہوئے۔

۱۹۶۱ء تا ۱۹۶۴ء لاہور کارپوریشن میں چیئر مین (میئر) کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں اور ۲۰ جنوری ۱۹۶۴ء کو دل کا دورہ پڑنے سے آپ انتقال کر گئے۔

۲۱ جنوری ۱۹۶۴ء کو آپ کا جسد خاکی ربوہ لایا گیا۔ جہاں حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور قبر تیار ہونے پر دعا کرائی۔دوران ملازمت آپ نے اہل لاہور کی فلاح و بہبود کا خوب کام کیا۔اچھے سلوک سے ماتحت ملازمین آپ کے گرویدہ ہو گئے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔پہلی شادی دوالمیال میں اپنے خاندان میں محترمہ بی بی صاحبہ سے ہوئی۔دوسری شادی محترمہ اقبال بیگم صاحبہ دختر چوہدری شمشاد علی صاحب سے ہوئی جو کہ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی نسبتی ہمشیرہ تھیں۔آپ کی وفات ۲۰ جنوری ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔

اولاد: دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔[82]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب آف موگا

وفات: ۲۸ جنوری ۱۹۶۴ء

آپ جماعت احمدیہ کے مشہور آنریری مبلغ اور انتھک مجاہد تھے ابتداً آپ تحریک خلافت کے پُر زور لیکچرار تھے۔جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کے بعد آریوں اور عیسائیوں کے ساتھ مناظرے میں خوب نام پیدا کیا۔فی البدیہہ تقریر کرنے کا آپ کو خاص ملکہ تھا۔تقریر میں ایسی روانی ہوتی تھی کہ سامعین محوحیرت ہو جاتے اور اسے سن کر عش عش کر اٹھتے تھے۔آپ کے پاس ہر مذہب وملّت خصوصاً عیسائیوں کے متعلق کتابوں کا نادر و نایاب ذخیرہ موجود تھا۔حتیٰ کہ بعض پادری صاحبان انہیں دیکھ کر

بے اختیار کہہ اٹھتے کہ آج ہم نے ڈاکٹر صاحب کے طفیل ان کتابوں کی زیارت کی ورنہ ہم تو ان سے بالکل بے خبر تھے۔[83]

مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگالی

ولادت:۱۸۹۵ء۔ بیعت:۱۹۱۷ء۔[84] وفات:۶ مارچ ۱۹۶۴ء

مجاہد امریکہ صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی کے برادر اکبر تھے۔مسلسل ۳۵ سال تک تبلیغ کے میدان میں شاندار خدمات سرانجام دیں۔تحریک شدھی کے مقابلہ میں پیش ہوتے رہے۔صدہا کامیاب مناظرے کئے اور لیکچر دیئے۔کلکتہ میں ایک مذاہب عالم کانفرنس میں شریک ہوکر یادگار لیکچر دیا اور اس موقع پر اہم غیر مسلم افراد تک جماعتی لٹریچر پہنچانے کی بھی توفیق ملی۔مثلاً ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور،مسز سروجنی نائیڈو، ڈاکٹر بھنڈارکر، ڈاکٹر شاشتری، مہاراجہ بردوان وغیرہ[85]۔آپ نے متعدد کتابیں بنگالی زبان میں تصنیف فرمائیں۔جن میں ’حدیث المہدی‘ بہت مقبول ہوئی۔ جناب مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ سابق امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی آپ ہی کے صاحبزادے ہیں[86]۔

ڈاکٹر لعل محمد صاحب لکھنوی (ڈھاکہ)

ولادت:۱۸۸۱ء بیعت:۱۹۱۳ء وفات: ۲ مئی ۱۹۶۴ء

آپ کی صاحبزادی محترمہ شاکرہ بیگم صاحبہ کے قلم سے آپ کے تفصیلی سوانح ذیل میں سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں:۔

’’میرے والد صوبیدار ڈاکٹر لعل محمد صاحب غالباً ۱۸۸۱ء میں لکھنؤ کے قریبی قصبہ سیجہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب کا نام منصب علی تھا اور آپ کا اصلی نام ولایت علی تھا۔مگر چونکہ آپ کی پیدائش کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ جلد وفات پا گئیں اس لئے بطور تفاؤل اس علاقہ کے کسی نیک اور معمر بزرگ کے نام پر آپ کا نام لعل محمد رکھ دیا گیا۔ دوسری والدہ سے آپ کے ایک بھائی اور دو بہنیں تھیں۔......

۱۹۱۳ء میں جب آپ جھانسی چھاؤنی میں تھے۔آپ نے احمدیت قبول کی اور قادیان جا کر حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر خدا تعالیٰ نے ایسی استقامت عطا کی کہ ابتلاؤں اور مصیبتوں میں ذرا نہ ڈگمگائے، نہ کوئی کلمۂ شکایت زبان پر لائے بلکہ قدم آگے ہی آگے بڑھاتے گئے۔

۱۹۱۴ء میں آپ جنگ عظیم اوّل میں فوج کے ساتھ مختلف محاذوں پر گئے ...... جنگ ختم ہونے کے بعد واپس آکر قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی دستی بیعت کی۔

۱۹۳۹ء میں قادیان ہجرت کرنے تک لکھنؤ میں رہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے عطا کئے۔ پلوٹھی کا بیٹا اور ایک بیٹی عین عنفوان شباب میں داغ مفارقت دے گئے۔ ایک بچی کم سنی میں فوت ہوئی اور دو بیٹیاں جوانی کی عمر میں ان کی زندگی میں انتقال کر گئیں۔......

والد صاحب نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اور لکھنؤ میں دواخانہ کھول لیا جس میں ایک کمرہ دعوت الی اللہ کے لئے وقف تھا اس میں دینی کتب کی لائبریری تھی۔ دروازہ پر بڑا سا بورڈ لگا تھا۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

۱۹۳۹ء میں ہجرت کر کے مستقل تقسیم ملک تک قادیان ہی میں رہے۔ کچھ عرصہ نور ہسپتال میں اعزازی طور پر خدمت انجام دی اور فسادات میں خواتین بورڈنگ ہاؤس میں مقیم ہوگئیں تو ان کی دیکھ بھال اور نگرانی کی ڈیوٹی دیتے رہے۔

اجازت ملنے پر آخری قافلہ میں براستہ لاہور بہاولپور چلے گئے۔ ہماری والدہ صاحبہ مئی ۱۹۴۶ء میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ والد صاحب ۱۹۶۴ء میں اپنے بیٹے مکرم محمود الحسن صاحب کے پاس ڈھاکہ گئے اور دو روز نمونیہ سے بیمار رہ کر مئی ۱۹۶۴ء میں وفات پائی۔ (ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ کے مطابق آپ کی وفات ۲ مئی ۱۹۶۴ء کو بعمر ۸۲ سال ہوئی۔ ناقل)

بذریعہ ہوائی جہاز آپ کا بیٹا آپ کی نعش کو ربوہ لے کر آیا اور یہاں بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔"[87]

ملک عمر علی صاحب کھوکھر رئیس ملتان

بیعت: ۱۹۳۵ء وفات: ۱۰ مئی ۱۹۶۴ء

ملک صاحب مرحوم ملتان کے بہت متمول زمیندار اور رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں عین جوانی کے عالم میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ خدمت سلسلہ کا خاص جذبہ رکھنے والے بہت پُر جوش اور فدائی احمدی تھے۔ آپ کو حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔ ۱۹۵۰ء میں کچھ عرصہ تک تحریک جدید میں بطور وکیل التبشیر خدمات سرانجام دیں۔ کئی سال تک امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع ملتان کے عہدے پر فائز رہے۔ ۱۹۶۴ء کی مجلس مشاورت کے بعد

نگران بورڈ کی رکنیت کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہوا۔ آپ ایک بلند پایہ علمی شخصیت تھے اور آپ کی ذاتی اور وسیع لائبریری قدیم و جدید علوم کا خزینہ تھی جو آپ کی وفات کے بعد خلافت لائبریری اور لائبریری جامعہ احمدیہ ربوہ میں منتقل کر دی گئی۔88

آپ کی وفات ۱۰ رمئی ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔ اور ۱۱ مئی کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

اولاد: آپ کی حرم اوّل محترمہ ممتاز الٰہی صاحبہ سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:

مکرمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم قاضی منصور احمد صاحب

آپ کی حرم ثانی محترمہ سیدہ سیّدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:

مکرم ملک فاروق احمد کھوکھر صاحب، مکرم ملک زبیر احمد کھوکھر صاحب، مکرم ملک خالد احمد زفر کھوکھر صاحب (واقفِ زندگی)، محترمہ امۃ المنعم صاحبہ، محترمہ امۃ السلام صاحبہ زوجہ میاں رفیق احمد گوندل صاحب، محترمہ امۃ المومن صاحبہ زوجہ نواب مودود احمد خان صاحب امیر ضلع کراچی، محترمہ امۃ الشکور صاحبہ

آپ کی حرم ثالث محترمہ مریم بیگم صاحبہ سے مندرجہ ذیل اولاد ہوئی:

مکرم طارق علی کھوکھر صاحب، محترمہ طاہرہ صاحبہ زوجہ مکرم فاروق احمد خاں صاحب

ڈاکٹر سردار علی صاحب ایم بی بی ایس

ولادت: ۱۹۰۰ء۔ بیعت: پیدائشی احمدی وفات: ۵ جون ۱۹۶۴ء89

آپ حضرت شیخ عبدالغنی صاحب مرحوم آف بٹالہ بانگر کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ ریٹائرڈ ہونے سے قبل آپ گلگت میں میڈیکل آفیسر تھے۔ ۱۹۵۶ء میں پنشن یاب ہونے کے بعد آپ نے ربوہ میں سکونت اختیار کی اور پھر وفات تک یہیں مقیم رہے۔ نہایت شریف النفس، بہت نیک، مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔90

اولاد: (۱) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (۲) شیخ ظفر احمد صاحب
(۳) رشید احمد صاحب (پی۔ آئی۔ ڈی۔ سی۔ میں انجینئر) (۴) محمود احمد صاحب
(۵) شیخ خلیل احمد صاحب (۶) شیخ سعید احمد صاحب

حاجی میاں تاج محمود صاحب آف چنیوٹ

وفات: یکم جولائی ۱۹۶۴ء

حاجی میاں تاج محمود صاحب آف چنیوٹ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ کے حقیقی چچا تھے۔مکرم حاجی تاج محمود صاحب موصوف اوران کے بھائی میاں حاجی سلطان محمود صاحب (والد ماجد سیٹھ محمد صدیق صاحب) دونوں کلکتہ میں مل کر کاروبار کرتے تھے اور مذہباً ''اہل حدیث'' اور دیندار تھے اور دوکان پر اکثر دینی گفتگو جاری رہتی تھی۔۱۹۰۲ء میں میاں تاج محمود صاحب کی توجہ احمدیت کی طرف مائل ہونی شروع ہوئی۔تو ان کے بھائی میاں سلطان محمود صاحب نے مخالفت کی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اخبار ''اہل حدیث'' اور رسالہ ''مرقّع قادیانی'' دکان پر منگوانا شروع کر دیا۔مگر احمدیت کے موثر دلائل کی وجہ سے حاجی تاج محمود صاحب نے باقاعدہ احمدیت قبول کر لی۔اس پر حاجی صاحب موصوف پر برادری کی طرف سے بہت دباؤ ڈالا گیا اور مولوی عبدالجبار غزنوی کے ذریعہ بھی حاجی صاحب موصوف کواحمدیت سے منحرف کرنے کی سعی کی گئی۔مولوی عبدالجبار کو حاجی صاحب موصوف نے کہا کہ میں نے تو خدا اور رسول کے فرمان کی بناء پر حضرت مرزا صاحب کی بیعت کی ہے۔اگر نہ مانوں تو کل خدا کو کیا جواب دوں گا؟ مولوی عبدالجبار غزنوی نے خانہ خدا میں کھڑے ہوکر مکرم حاجی تاج محمود صاحب سے کہا کہ ''اس کا میں ذمہ لیتا ہوں تم وہاں یہی عرض کرنا کہ عبدالجبار نے مجھے منع کیا تھا۔'' اس پر حاجی صاحب موصوف نے نہایت سادگی سے کہہ دیا کہ ''اچھا پھر میں احمدیت سے علیحدہ ہوتا ہوں۔'' اس پر مشہور ہوگیا کہ حاجی صاحب نے توبہ کر لی ہے۔

میاں حاجی تاج محمود صاحب کے بھائی میاں سلطان محمود صاحب ۱۹۰۹ء میں فوت ہوگئے۔ مکرم حاجی صاحب کے دل میں احمدیت کی چنگاری سلگتی رہی۔ایک احمدی بزرگ مکرم شیخ میاں محمد حسین صاحب نے میاں حاجی تاج محمود صاحب کو آیت لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کی موجودگی اور مولوی عبدالجبار کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی۔حاجی میاں تاج محمود صاحب نے ترجمہ قرآن پڑھا ہوا تھا اس لئے یہ بات ان پر اثر کرگئی اور وہ دوبارہ ۱۹۱۱ء میں احمدیت میں داخل ہوگئے۔[91] اس پر ان کی برادری میں پھر شور برپا ہوا اور انہیں احمدیت سے متنفر کرنے کی مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی

اور مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ کوشش کی گئی مگر بے سود رہی۔ بلکہ محترم حاجی میاں تاج محمود صاحب کا سگا بھتیجا (سیٹھ محمد صدیق بانی کلکتہ) احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔

محترم حاجی صاحب موصی تھے۔۱۹۲۹ء میں جائیداد کا حصہ مبلغ-/۱۲۰۰ روپے ادا کر دیا۔نہایت اخلاص کے ساتھ قادیان جایا کرتے تھے۔ گھر میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت سلام کہنے کو رواج دیا۔ چنیوٹ کی مسجد کے روح رواں تھے۔ مسجد میں بیٹھ کر تلاوت قرآن کریم کرتے صفائی کرتے اور نہایت شوق کے ساتھ خوش الحانی سے دعوت نماز دیتے تھے۔تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے۔ جسے ان کی اولاد نے زندہ رکھا ہوا ہے۔آپ کے دو بیٹے مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب درویش قادیان اور مکرم میاں محمد اسماعیل صاحب تھے جو آپ کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔ اور دونوں بیٹیاں بھی ان کی زندگی میں ہی انتقال کر گئیں۔[92]

چوہدری عبدالواحد صاحب سابق ایڈیٹر ''اصلاح'' سرینگر

ولادت: ۱۵/اپریل ۱۹۰۳ء۔ وفات: ۸ جولائی ۱۹۶۴ء۔

۱۹۲۷ء میں جے۔وی کا امتحان پاس کر کے مدرسہ احمدیہ کے سٹاف میں شامل ہوئے اور کئی سال تک انگریزی، حساب، سائنس اور اردو پڑھانے کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں بورڈنگ کی ٹیوٹری اور سکاؤٹنگ کا کام بھی آپ کے سپرد رہا۔اپریل ۱۹۳۶ء میں حضرت مصلح موعود نے آپ کو اخبار ''اصلاح'' سرینگر کی ایڈیٹری کے لئے منتخب فرمایا۔آپ کی ادارت میں اخبار ''اصلاح'' نے مسلمانان کشمیر میں زبردست روح عمل پیدا کر دی۔مؤرخ کشمیر محمد دین صاحب فوق نے اپنی کتاب تاریخ اقوام کشمیر جلد دوم صفحہ ۲۸۵ میں ایک نڈر اور متوازن صحافی کی حیثیت سے آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور ادارہ اخبار اصلاح کا گروپ فوٹو بھی شامل کتاب کیا۔اس زمانے میں آپ نے نہ صرف ریاست کشمیر بلکہ گرہس بلتستان تک کے علاقوں کا پیدل سفر کیا جس کی وجہ سے آپ کو مردِ آہن کہا جاتا تھا۔قائداعظم محمد علی جناح نے قیام کشمیر کے دوران آپ کی شہرت سنی تو آپ کو خاص طور پر شرف ملاقات بخشا اور یہ معلوم کر کے کہ آپ احمدی ہیں اور امام جماعت احمدیہ کی ہدایات کے مطابق کشمیری عوام کی بہبود کے لئے یہ سفر کئے ہیں آپ کو بہت خوشی ہوئی۔آپ مسلسل پانچ سال تک کشمیر پریس کانفرنس کے صدر رہے۔حالانکہ آپ ہندو مفاد کے خلاف لکھتے تھے اور انہیں برا بھی معلوم ہوتا تھا۔۱۹۴۴ء میں جب کشمیر میں جماعت احمدیہ کی صوبائی تنظیم قائم ہوئی تو آپ امیر

جماعتہائے احمدیہ کشمیر منتخب ہوئے اور چار سال تک امارت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ آزاد کشمیر حکومت کے پبلسٹی آفیسر مقرر کئے گئے۔ سردار محمد ابراہیم خان صاحب صدر آزاد جموں و کشمیر اور خواجہ غلام دین صاحب وانی ہوم منسٹر نے آپ کی ملّی خدمات کو سراہا۔[93]

آپ ۴۸۔۱۹۴۷ء میں روزنامہ الفضل قادیان و لاہور کے مینیجر بھی رہے۔ تقسیم ہند کے بعد 8MB خوشاب میں آ گئے۔ آپ موصی تھے لیکن آپ کی تدفین خوشاب میں ہی ہوئی۔ آپ کے بھتیجے مکرم منیر احمد فرخ صاحب امیر ضلع اسلام آباد ہیں۔

محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت مولانا رحمت علی صاحب

ولادت: ۱۹۰۱ء۔[94] بیعت: پیدائشی احمدی۔ وفات: ۲۱ جولائی ۱۹۶۴ء۔

آپ خاندان حضرت مسیح پاکؑ میں ’’خالہ عائشہ‘‘ کے نام سے معروف تھیں۔ مولانا رحمت علی صاحب سابق مبلّغ انڈونیشیا کی بیوی، حضرت بابا محمد حسن صاحب واعظ (جن کو اللہ تعالیٰ نے سب سے اول وصیت کرنے کی سعادت بخشی اور جن کا وصیت نمبر ا تھا) کی بہو اور حضرت منشی عبدالعزیز صاحب اوجلوی (جن کا شمار ۳۱۳ اصحاب میں ہے) کی صاحبزادی اور حضرت مولوی محمد الدین صاحب سابق مبلّغ لندن و امریکہ و ناظر تعلیم کی نسبتی بہن تھیں۔

مرحومہ کے خاوند اپنی زندگی کے قریباً نصف سے زیادہ عرصہ تک اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے گھر سے باہر خدمت دین بجالاتے رہے۔ اس لمبے عرصہ کے دوران میں مرحومہ نے نہایت صبر، استقلال اور عفت شعاری سے اپنی زندگی بسر کی۔ اور ہر وقت خدمت دین کے لئے اپنے آپ کو محو رکھا۔ اکثر بچوں اور عورتوں کو قرآن کریم پڑھانا، لجنہ اماء اللہ کے زیرنگرانی بہنوں سے چندوں کی وصولی اور دوسرے نیک کاموں میں مصروف رہنا ان کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ خدمت گزاری کا پہلو بے حد نمایاں تھا جس کے ذریعے مخلوق خدا کی ہمدردی میں اکثر منہمک رہتی تھیں۔ دوسرے ناداروں کی خفیہ مدد کے لئے تیار۔ دعائیں کرنے میں خاص شغف تھا۔[95]

شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر الحکم نے ۱۹۴۲ء میں اپنی مشہور کتاب ’’مرکز احمدیت قادیان میں احمدی خواتین کی قربانیاں‘‘ کے زیرعنوان صفحہ ۳۹۸ پر آپ کا خصوصی تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

’’جناب مولوی رحمت علی صاحب مبلغ جاوا، سوماٹرا کی اہلیہ ہیں اور منشی عبدالعزیز صاحب پٹواری ایک پرانے صحابی کی بیٹی ہیں اور بابا محمد حسن صاحب واعظ ایک پرانے صحابی کی بہو ہیں۔ مولوی

صاحب کی زندگی کا بہت بڑا حصہ جاوا، سوماٹرا وغیرہ میں تبلیغ میں گزرا ہے اور اب جنگ کی وجہ سے چونکہ ڈاک وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں رہا اور یہ جزائر جاپانیوں کے قبضہ میں چلے گئے ہیں وہ عدم پتہ ہیں۔ان کو نہ کوئی خرچ بھیجا جا سکتا ہے اور نہ کوئی ان کی خبر آ سکتی ہے۔بہن عائشہ صاحبہ نے جوانی کی عمر کا بہترین حصہ نہایت پاکبازی کے ساتھ گزارا ہے اور اپنے خاوند کو خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کیلئے ہمیشہ بہادری اور وفاداری کے ساتھ بھیجا۔اس کے سوا بھی بہن صاحبہ سلسلہ کے کاموں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔چندوں کا جمع کرنا اور سلسلہ کی تحریکوں میں حصہ لینا ان کا خاص خاصہ ہے‘‘۔

سیٹھ عبدالحئی صاحب یادگیری

ولادت: ۱۹۰۰ء وفات: ۲/اگست ۱۹۶۴ء

آپ تقریباً ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔الحاج حضرت سیٹھ حسن صاحب کے فرزند اکبر تھے۔مرحوم اپنی پوری زندگی میں اپنے مخلص ترین باپ کے نقوش قدم پر گامزن رہے اور جانشینی کا حق ادا کر دیا۔اور یہی رنگ اپنی اولاد میں منتقل کر دیا۔جناب سیٹھ صاحب زندگی بھر جماعت احمدیہ یادگیر کے امیر رہے۔جو جنوبی ہند کی بڑی جماعتوں میں شمار ہوتی ہے۔آپ کی قیادت میں جماعت یادگیر نے ہر اعتبار سے ترقی کی اور آپ نے مسلسل توجہ، کوشش و نگرانی سے جماعت یادگیر کا دینی ماحول قابل رشک بنا دیا۔آپ نے یادگیر اور قریبی غریب جماعتوں میں مرکزی نمونہ کے مطابق سالانہ جلسوں کے انعقاد کا سلسلہ کمال استقلال سے جاری رکھا۔آپ نہایت عمدہ لیکچرار تھے آپ کا خطاب بہت مؤثر، عام فہم اور دلنشین ہوتا تھا۔آپ کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔سیٹھ صاحب مرحوم اپنی نیکیوں، تقویٰ اور مشفقانہ مہمان نوازی کے باعث نہ صرف اپنے خاندان اور جماعت بلکہ اغیار میں بھی مقبول اور ہر دلعزیز وجود تھے۔[96]

خضر سلطانہ صاحبہ اہلیہ بابو محمد یونس صاحب دہلوی

بیعت: دسمبر ۱۹۲۸ء تاریخ وفات: ۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء

آپ ایک نہایت مخلص احمدی خاتون تھیں جنہوں نے ربوہ میں واقع اپنا مکان وقف کر دیا اور اس کے ایک حصہ کو مسجد کے لئے مخصوص کر دیا۔آپ کی وفات کے بعد اس حصے پر مسجد بنائی گئی جو مسجد خضر سلطانہ کے نام سے معروف ہے اور ربوہ ریلوے اسٹیشن کے سامنے واقع ہے۔آپ کے اخلاص و

وفا کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ ظفر جہاں بھٹی صاحبہ آف کراچی بیان کرتی ہیں کہ:۔

''عاجزہ نومبر ۱۹۴۸ء میں کراچی آئی اور تھیوسافیکل ہال بندر روڈ کے قریب ہی ایک مکان میں رہائش پذیر ہوئی۔ دو تین روز بعد خضر سلطانہ جو چوتھی منزل پر مقیم تھیں ملنے آئیں اور اپنا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ وہ محمد یونس صاحب (وفات یافتہ) کی اہلیہ ہیں جو محترم بابو نذیر احمد صاحب (وفات یافتہ) امیر جماعت احمدیہ دہلی کے برادر نسبتی تھے اور وہ ۱۹۴۷ء کے فسادات میں غالباً اللہ کی راہ میں جان دے گئے۔ غالباً یوں کہ کسی کام سے باہر گئے تھے اور واپس نہ آئے باوجود تلاش کے کچھ پتہ نہ لگ سکا تو قیاس کر لیا گیا ہے کہ شہید ہو گئے۔ وہ خود چند ماہ پیشتر اپنی والدہ اور بھائیوں کے ہمراہ پاکستان آ گئی تھیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اپنے خاندان کی اکیلی احمدی خاتون ہیں۔ جبکہ ان کی والدہ اور بھائی حد درجہ مخالف ہیں۔ شوہر بھی احمدی تھے مگر ان کی وفات کے بعد وہ تنہا رہ گئی تھیں۔ فطری طور پر مجھ سے مل کر انہیں بہت مسرت ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بہت سادہ اور حلیم ہیں۔ انہوں نے میرے بچوں کو قرآن شریف پڑھانے کی پیشکش کی جو میں نے فوراً قبول کر لی۔ پھر جتنا عرصہ میں وہاں رہی وہ یہ خدمت بخوشی انجام دیتی رہیں۔ چھ ماہ بعد میں نے رہائش گاہ تبدیل کر لی مگر ہماری محبتیں اور اپنائیت قائم رہی اور باوجود کمزوریٔ صحت کے مجھ سے ملنے ہر تیسرے چوتھے ماہ پابندی سے آتی رہیں۔ اور اپنے میاں کی قبولیت احمدیت کا واقعہ سناتے ہوئے بہت جذباتی ہو جاتیں انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے گھر میں چونکہ ہم دونوں کے علاوہ کوئی احمدیت سے واقف نہ تھا اس لئے ہم نے اپنے جانماز تر کر دئے اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کتابیں دو دو تین تین لالٹین جلا کر پڑھا کرتے۔ یہاں تک کہ ہم نے حق کو پالیا اور دسمبر ۱۹۲۸ء میں باقاعدہ بیعت کر لی۔ آپ اپنے حال میں بے حد قانع اور مطمئن تھیں اور خدا کے سوا کسی پر انحصار کی قائل نہ تھیں۔ دعوت الی اللہ کا بے حد شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھا مگر کبھی شکوہ زبان پر نہ لائیں۔ نہایت دعا گو تھیں میری درخواست پر میرے لئے اولاد نرینہ کے لئے دعا کی اور خواب کی بناء پر دو بیٹوں کی خوشخبری دی خدا تعالیٰ نے مجھے جڑواں بیٹوں سے نوازا۔ ۱۹۵۳ء میں آپ کے بھائیوں نے کاروبار میں لگانے کے لئے آپ کا زیور گروی رکھ کر روپیہ حاصل کیا انہوں نے زیور تو دے دیا مگر ہمہ وقت یہ احساس رہتا کہ زیور کسی دینی مصرف میں خرچ ہوتا۔ ۱۹۶۲ء میں بہت منت سماجت سے زیور واپس ملا تو بہت دعا کرتیں کہ اس کا بہترین مصرف نکل آئے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کی اور خیال آیا کہ دارالرحمت

وسطی ربوہ میں حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کے عطا کردہ پلاٹ پر جو مکان بنوایا ہے اس کے ایک حصہ میں خدا کا گھر بنوادوں اور مکان کے کرایہ سے مسجد کا خرچ نکلتا رہے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے اپنا مکان وقف کرنے اور اس کے ایک حصہ میں مسجد بنوانے کی خواہش ظاہر کی۔ صدر انجمن احمدیہ نے اسے منظور کر لیا۔ پہلے ایک کچا کمرہ بنوایا گیا۔ جب اسے پختہ کرنے کا موقعہ آیا تو آپ کی خواہش کا علم ہونے پر حضرت سیدہ اُمّ متین صاحبہ صدر لجنہ نے ۱۹۶۹ء میں حضرت امام جماعت الثالث کے ارشاد پر اس کی بنیاد رکھی۔ یہ چھوٹی سی سادہ مگر پُر وقار مسجد ریلوے اسٹیشن کے بالکل قریب ہر آنے جانے والے کو یہ یاد دلاتی ہے کہ ایک فنا فی اللہ خاتون اپنے زیورات کا استعمال اس طرح بھی کر سکتی ہے کہ زمین پر خدا کا گھر تعمیر کروا کے ثواب دارین حاصل کرے۔

لجنہ کراچی کو آپ کی خدمات لمبے عرصے تک حاصل رہیں۔ حلقہ سعید منزل (جس میں اس وقت رام سوامی کا علاقہ بھی شامل تھا) کی منتخب صدر تھیں۔ وفات تک جماعتی کاموں کی انجام دہی احسن طریق پر کرتی رہیں۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء کو وفات پائی آپ کے بھائیوں نے کراچی میں دفن کرنے پر اصرار کیا مگر محترم مولوی عبد المجید صاحب اور محترم مولانا عبد المالک خاں صاحب نے بڑی حکمت سے معاملات کو سلجھایا اور تکفین و تدفین کا کام سرانجام دیا۔ آپ موصیہ تھیں ربوہ کی سرزمین پر آخری آرام گاہ نصیب ہوئی‘‘۔ 97

میر عبد القادر صاحب امیر جماعت احمدیہ تہران (ایران)

وفات: ۲۲ راگست ۱۹۶۴ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت ملک غلام حیدر تلونڈی راہوالی ضلع گوجرانوالہ کے فرزند تھے۔ ۱۹۴۵ء میں زندگی وقف کرنے کے بعد قریباً پندرہ سال دینی خدمات بجالاتے رہے۔ اسی دوران کچھ عرصہ جماعت احمدیہ کراچی کے ترجمان ’’المصلح‘‘ میں ایڈیٹر کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔ بعد ازاں تہران کے انگریزی روزنامہ اطلاعات میں بحیثیت مترجم ملازمت اختیار کی۔ آپ کو فارسی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی خاص مہارت حاصل تھی۔ آپ تہران میں پانچ سال قیام فرما رہے اور پریذیڈنٹ کی حیثیت سے نہایت درجہ سرگرمی اور اخلاص سے خدمات بجالاتے رہے۔ 98

آپ کی اہلیہ محترمہ سلیمہ میر صاحبہ سابق صدر لجنہ اماء اللہ کراچی کے غیر مطبوعہ مکتوب (بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع مورخہ جولائی ۱۹۹۹ء) میں میر عبدالقادر صاحب کی اولاد کی حسب ذیل تفصیل دی گئی ہے۔صدیقہ صاحبہ۔رشیدہ صاحبہ (بریڈفورڈ)۔طیبہ صاحبہ۔مریم صاحبہ (مانچسٹر)۔مبشرہ صاحبہ۔نعیمہ صاحبہ (امریکہ)۔بشریٰ افتخار صاحبہ (کراچی)۔ڈاکٹر رضوان قادر صاحب (امریکہ)۔

امۃ اللطیف صاحبہ بیگم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

ولادت:۱۹۰۲ء وفات: شب ۱۷/۱۶ستمبر ۱۹۶۴ء

حضرت مرزا محمد شفیع صاحب دہلوی سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی سب سے بڑی صاحبزادی، سیدنا حضرت مصلح موعود کی خوشدامن اور حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ (اُمّ متین) کی والدہ ماجدہ تھیں۔ جو ۱۹۰۲ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئیں۔حضرت اماں جان کی تحریک پر ۱۹۱۷ء میں حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کے عقد میں آئیں۔جبکہ آپ پانی پت کے سول ہسپتال میں اسسٹنٹ سرجن تھے۔جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے آپ کی مفصّل سوانح عمری سپرد قلم فرمائی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت استاذی المحترم ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سے راقم الحروف کا تعلق ۱۹۱۰ء سے لے کر جبکہ وہ پانی پت میں اسسٹنٹ سرجن ہو کر آئے۔آخر وقت تک جبکہ ۱۸/جولائی ۱۹۴۷ء کو ان کا قادیان میں وصال ہوا نہایت گہرا رہا ہے۔غالباً کسی شخص نے ان کو اتنے قریب سے نہیں دیکھا ہوگا جیسا اس خاکسار نے دیکھا ہے۔میں چشم دید گواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ حضرت ممانی جان امۃ اللطیف بیگم (صاحبہ) نے حضرت میر صاحب کے ہاں اپنی خوش اخلاقی، عالی ظرفی، پاک باطنی، ہمدردی، خلوص، محبت، مستعدی، لیاقت اور خوش سلیقگی کی بدولت ان کے گھر کو نمونہ بہشت بنا دیا''۔

نیز تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب وہ بیاہی ہوئی ۱۹۱۷ء میں پانی پت میں آئیں اور انہوں نے اپنے مقدس شوہر حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کا محبت اور الفت کا تعلق میرے ساتھ دیکھا تو خود بھی مجھ سے بے انتہا شفقت کے ساتھ پیش آنے لگیں۔ یہ شفقت و رحمت حضرت میر صاحب کے انتقال (۱۹۴۷ء) کے بعد ختم نہیں ہوگئی بلکہ اس تعلق کو انہوں نے نہایت وفاداری کے ساتھ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک نبھایا۔اور وضع داری اور اعلیٰ اخلاق کا ایک ایسا درجہ کا نمونہ دکھایا کہ اس کی مثالیں اور نظیریں آج کل کے زمانہ

میں عنقا ہیں ۔کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ۔ان کے دل میں ہمدردی، انسانیت، رحم دلی، خدا ترسی، مہمان نوازی اور خدمتِ خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ جب حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب پانی پت کے شفاخانہ میں اسسٹنٹ سرجن تھے تو ایک غریب اور نادار عورت سخت بیمار ہو کر شفاخانہ میں داخل ہوئی۔ جس کی گود میں تین ماہ کا بچہ تھا اور اس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اس عورت کے علاج معالجہ میں ہر چند کوشش کی مگر عورت جانبر نہ ہوسکی۔ اور مرگئی۔ معصوم بچے کو گود میں اٹھا کر حضرت میر صاحب گھر میں لائے اور حضرت ممانی جان سے فرمایا کہ اس یتیم اور بے کس اور لاچار بچے کی پرورش کی پوری ذمہ داری اگر تم اٹھا سکو تو اسے رکھ لو۔

غیر کے بچے کو اور پھر ایک یتیم بیکس غریب اور لاوارث بچے کو پالنا اور پرورش کرنا بہت ہی مشکل کام ہے مگر حضرت ممانی جان کا حساس اور دردمند دل فوراً تڑپ اٹھا اور انہوں نے بغیر ایک لمحہ توقف کے فوراً اٹھ کر حضرت میر صاحب کی گود میں سے بچے کو لے لیا اور فرمایا ہاں بڑی خوشی کے ساتھ محض خدا کی خوشنودی کے لئے اس بچے کی پرورش کروں گی اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے۔ حضرت ممانی جان نے جو کچھ زبان سے کہا تھا اپنے عمل سے اس سے زیادہ کر کے دکھا دیا۔ اپنے بچوں کی طرح اس کی پرورش کی اور اسے نہایت ناز و نعمت سے پالا۔ اپنے بچوں میں اور اس میں کوئی فرق نہ رکھا۔ بڑا ہوا تو اسے پڑھنے بٹھا دیا۔ اس کے متعلق ان کے بڑے بڑے ارادے تھے فرمایا کرتی تھیں کہ یہ لکھ پڑھ کر فارغ ہو جائے گا تو کسی اچھی جگہ اس کی شادی کروں گی اور اس کے لئے قادیان میں ایک الگ مکان بنوا دوں گی۔ حضرت ممانی جان نے سارا گھر اس کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ اور وہ جس طرح چاہتا تھا کرتا تھا......مگر افسوس ہے کہ اتنی محبت اور اتنے اعلیٰ سلوک کے باوجود کریم (بچہ کا نام) حضرت ممانی جان کے پاس نہ رہا اور ایک روز میز پر ایک رقعہ لکھ کر گھر سے نکل گیا۔ کچھ دن بعد پتہ لگا کہ وہ فلاں شہر میں دیا سلائیاں بازار میں بیچ کر اپنا گزارہ کر رہا ہے حضرت ممانی جان نے ہر چند اسے بلانے کی کوشش کی مگر وہ نہ آیا۔ لیکن اس کے باوجود مستقل طور پر قادیان آ جانے کے بعد بھی حضرت ممانی جان کی یہ توقع رہی کہ شاید کریم واپس آ جائے......۔

حضرت میر صاحب کے پانی پت سے جانے کے بعد جہاں جہاں ان کا تبادلہ ہوتا رہا۔ میں اکثر مقامات پر ان کے پاس جا کر کئی کئی دن رہتا رہا۔ ہر جگہ حضرت ممانی جان مجھ سے بے حد خاطر مدارت

کے ساتھ پیش آئیں۔ ایک مرتبہ حضرت میر صاحب رہتک میں سول سرجن تھے تو میں ان کے پاس گیا۔ مگر نہ اس سے پہلے میں کبھی رہتک گیا تھا اور نہ میں نے اپنے آنے کی اطلاع حضرت میر صاحب کو دی تھی خیر اسٹیشن رہتک پر اتر کر میں نے ایک ٹانگہ والے سے کہا کہ ''مجھے سول سرجن کی کوٹھی پر لے چل'' رات کا وقت تھا کوئی دس بجے ہوں گے خیر ٹانگے والا کوٹھی پر لے آیا۔ اور میں نے اسے پیسے دے کر رخصت کر دیا۔ کوٹھی کے باہر کا دروازہ بند تھا۔ میں نے چوکیدار کو آواز دی۔ وہ سو گیا تھا۔ آنکھیں ملتا ہوا آیا۔ اور پوچھنے لگا کہ تم کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا دروازہ کا قفل کھول۔ ''پوچھنے لگا تم کس کے پاس آئے ہو؟ میں نے کہا سول سرجن کے پاس''۔ چوکیدار نے کہا ''سول سرجن تو رخصت پر قادیان گئے ہوئے ہیں''۔ میں نے کہا بیگم صاحبہ تو ہوں گی۔ کہنے لگا ''مگر وہ تو سو گئی ہیں''۔ میں یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور سوچنے لگا کہ اس اجنبی شہر میں رات کہاں گزاروں اور کہاں جاؤں۔ اور کوئی چارہ کار نہ دیکھ کر میں نے چوکیدار سے کہا کہ جا کر بیگم صاحبہ کو جگا اور ان سے کہہ کہ ''محمد اسمٰعیل پانی پت سے آیا ہے''۔ چوکیدار نے جا کر حضرت ممانی جان کو جگایا۔ حضرت ممانی جان فوراً اٹھ بیٹھیں۔ اور چوکیدار سے فرمایا ''پہلے جلدی سے ان کو کمرہ میں بٹھا اور فوراً واپس آ''۔ پھر آپ نے چوکیدار کے ہاتھ پانی کا لوٹا، صابن اور تولیہ بھیجا کہ میں ہاتھ منہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤں۔ اور اس کے بعد چوکیدار نے میرے لئے بستر بھی لا کر پلنگ پر بچھا دیا۔

مجھے یہ دیکھ کر بے انتہا حیرت ہوئی۔ اتنے میں میں نے اطمینان سے وضو کیا۔ تولیے سے ہاتھ منہ پونچھا اور نماز عشاء کے لئے کھڑا ہونا ہی تھا کہ حضرت ممانی جان نے میرے لئے چوکیدار کے ہاتھ کھانا بھیج دیا۔ انڈے تلے ہوئے تھے اور گرم گرم روٹیاں تھیں۔ آج تک میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ اتنی تھوڑی دیر میں حضرت ممانی جان نے یہ کھانا کس طرح تیار کر کے بھیج دیا۔

رات میں بڑے آرام سے سویا۔ صبح سویرے میرے لئے نہایت پُر تکلّف ناشتہ آ گیا اور ممانی جان نے کہلا بھیجا کہ ''میر صاحب ایک ہفتہ بعد واپس آئیں گے آپ یہیں ٹھہریں۔ جب وہ آ جائیں تو پھر ان سے مل کر جائیے گا''۔ مگر حضرت میر صاحب کی غیر موجودگی میں وہاں مَیں ایک ہفتہ ٹھہر کر کیا کرتا۔ اسی دن حضرت ممانی جان سے معذرت کر کے واپس چلا آیا۔ افسوس ایسی شفقت اور ایسی مہمان داری کے نمونے اب کہاں ملتے ہیں۔ نہ معلوم حضرت ممانی جان کتنی بھلائیاں اور خوبیاں اپنے ساتھ لے گئیں''۔

شیخ محمد اسماعیل صاحب آخر میں لکھتے ہیں کہ:۔

''جو قلق اور رنج مجھے حضرت ممانی جان جیسی فرشتہ سیرت خاتون کی رحلت کا ہے اس کا زخم کبھی مندمل نہیں ہوگا۔ ہمیشہ ان کے احسانوں، ان کی عنایتوں اور ان کی شفقتوں کو یاد کروں گا اور خون کے آنسو روؤں گا۔'' 99

مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زودنویسی

ولادت: ۲۷ جنوری ۱۹۰۸ء وفات: ۵/ اکتوبر ۱۹۶۴ء

آپ کی ولادت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کے آخری سال ۲۷ر جنوری ۱۹۰۸ء کو اپنے ننھیال موضع گڑھی کالا ضلع سرگودھا میں ہوئی۔ اخبار بدر نے ۱۷ر فروری ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھا:۔

''برادر فخر الدین صاحب ساکن میانی حال ملازم چھاؤنی لاہور کے ہاں خداتعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا ہے جس کا نام برادر موصوف نے بشارت اللہ کے مطابق محمد یعقوب رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو نیک بناوے اور لمبی عمر صحت و عافیت کے ساتھ عطا کرے''۔

مولانا صاحب سلسلہ کے ان خوش نصیب اور نامور خدام میں سے تھے جنہیں خلافت ثانیہ میں ایک طویل عرصے تک سلسلہ کی بیش بہا خدمات کی توفیق ملی۔ آپ نے ۱۹۲۹ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ روزنامہ الفضل کے اسسٹنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس حیثیت میں آپ نے مسلسل پندرہ سال تک کام کیا۔ اس عرصہ میں آپ کے قلم سے اخبار الفضل میں بہت سے بلند پایہ علمی مضامین شائع ہوئے۔ ۱۹۳۱ء سے آپ نے سیدنا حضرت مصلح موعود کے خطبات اور تقاریر کو قلمبند کرنا شروع کر دیا۔ اور ۱۹۶۴ء تک چونتیس سال کے طویل عرصہ میں آپ نے حضور کے ہزاروں پُر معارف خطبات، تقاریر، مجلس عرفان کے ملفوظات، قرآن مجید کے درس، تفسیر کبیر کے نوٹس اور مجلس مشاورت کی رپورٹیں قلمبند کر کے آنے والی نسلوں کے لئے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ جو ایک ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔ آپ عہد حاضر کے منفرد اور بے مثال زودنویس تھے جنہوں نے زودنویسی کے فن کو نقطہ معراج تک پہنچا دیا۔ ۱۹۴۵ء میں زودنویسی کا مستقل شعبہ قائم ہوا تو حضور نے آپ ہی کو اس شعبہ کا انچارج مقرر فرمایا۔ آپ کو اس فن میں اس قدر حیرت انگیز مہارت حاصل تھی کہ حضور نے آپ کے کام کو سراہتے اور سند قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا:۔

''حقیقت یہ ہے کہ عملی طور پر صرف مولوی محمد یعقوب صاحب ہی اس وقت کام کررہے ہیں۔جن کو خدا تعالیٰ نے قدرتی طور پر زودنویسی کا ملکہ عطا کیا ہوا ہےاور جو اکثر خطبات اور ڈائریاں وغیرہ نہایت صحیح لکھتے ہیں......ان کے لکھے ہوئے مضمون کے متعلق میرا ذہن یہ تو تسلیم کرسکتا تھا کہ کسی بات کے بیان کرنے میں مجھ سے غلطی ہوگئی ہے مگر میرا ذہن یہ تسلیم نہیں کرسکتا تھا کہ انہوں نے کسی بات کو غلط طور پر تحریر کیا ہے''۔[100]

قبل ازیں حضور نے فرمایا:۔

''خطبہ لکھنا کوئی معمولی کام نہیں۔بلکہ اس شخص پر جو خطبہ لکھ رہا ہو بہت بڑا بوجھ ہوتا ہے۔گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ خطبہ ہوتا ہے۔اور جب اتنا لمبا خطبہ پڑھا جاتا ہے تو اس شخص کی حالت بہت ہی قابل رحم ہوتی ہے جو اس وقت خطبہ لکھ رہا ہوتا ہے۔وجہ یہ کہ بولنے میں انسان کافی تیز ہوتا ہے مگر لکھنے میں اتنی تیزی نہیں ہوسکتی۔پھر مزید دقت یہ ہے کہ اردو کا کوئی شارٹ ہینڈ نہیں۔اس وجہ سے خطبہ نویس کو لفظاً لفظاً خطبہ لکھنا پڑتا ہے۔اور اس پر اس کی اس قدر محنت اور طاقت خرچ ہوتی ہے کہ خطبہ لکھنے کے بعد بجائے اس کے کہ لوگ اس پر اعتراض کریں وہ اس بات کا مستحق ہوتا ہے کہ لوگ اس کی انگلیاں دبائیں۔پھر اس کے بعد وہ خطبہ ۲۴ گھنٹہ کی اور محنت چاہتا ہے کیونکہ وہ خطبہ جو گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں دیا جاتا ہے چوبیس گھنٹوں کی محنت کے بعد صاف ہوتا ہے۔اس کے بعد وہ میرے پاس درستی کے لئے آتا ہےاور میں اس پر دو گھنٹے سے لے کر چھ گھنٹے تک وقت صرف کرتا ہوں۔اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس غریب کا کیا حال ہوتا ہوگا۔جو تقریر خطبہ کے ساتھ ساتھ الفاظ لکھتا چلا جاتا ہے۔اور پھر بعد میں ایک خاصی محنت کر کے اسے صاف کرتا ہے۔بعض دفعہ ساٹھ ساٹھ صفحوں کا خطبہ بھی ہوتا ہے اور یہ تمام خطبہ وہ پنسل کے ساتھ جلدی جلدی لکھتا ہے۔اب ایک طرف پنسل کا لکھا ہوا ہوتا ہے۔دوسری طرف جلدی میں لکھا ہوا ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی جگہ اپنے لکھے ہوئے الفاظ اس سے پڑھے نہیں جاتے۔اور اسے سوچنا پڑتا ہے کہ یہ کیا لفظ ہے۔پھر مضمون کے تسلسل اور ربط کے لحاظ سے جو لفظ زیادہ صحیح معلوم ہو وہ اسے لکھنا پڑتا ہے۔میرے

پاس جو خطوط آتے ہیں ان پر ہمیشہ میں قلم سے جواب لکھ دیا کرتا ہوں۔مگر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ میرے قلم سے لکھے ہوئے الفاظ دفتر والوں سے نہیں پڑھے جاتے۔اور وہ میرے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے۔اس وقت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ بعض دفعہ اپنا لکھا ہوا مجھ سے بھی نہیں پڑھا جاتا۔حالانکہ میں نے وہ اس قدر جلدی میں نہیں لکھا ہوتا۔مگر خطبہ تو شروع سے آخر تک پنسل سے لکھا جاتا ہے۔پس اس کے پڑھنے اور صاف کر کے لکھنے میں انہیں بہت بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔اتنی بڑی محنت کے بعد جب خطبہ نمبر شائع ہوتا ہے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس میں الفضل والوں کا کیا کام ہے۔کچھ بھی نہیں۔اور اس طرح خیال کر لیا جاتا ہے کہ جس دن انہوں نے خطبہ شائع کیا ہے اس دن وہ بالکل نکمے اور فارغ رہے ہیں۔حالانکہ خطبے کا دن خطبہ لکھنے والے کارکن کا سب سے زیادہ محنت کا دن ہوتا ہے''۔[101]

فن زودنویسی کے علاوہ حوالہ جات تلاش کرنے کا آپ کو زبردست ملکہ حاصل تھا۔جس کا پہلی بار انکشاف اس وقت ہوا جب آپ حضرت مصلح موعود کے خطبات قلمبند کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی اشاعت کے موقعہ پر اسی مضمون کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کوئی اہم تحریر بھی خطبہ نمبر کے پہلے صفحے پر زیب قرطاس کر دیتے تھے۔جسے پڑھ کر قارئین عش عش کر اٹھتے تھے۔

حضرت مصلح موعود نے آپ کی اس عظیم الشان خدمت پر درج ذیل الفاظ میں اظہارِ خوشنودی فرمایا:۔

''الفضل کے پہلے صفحہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات دیئے جاتے ہیں۔اب بادی النظر میں ایک ایسا شخص جس نے حوالجات نکالنے میں کبھی محنت سے کام نہیں لیا۔خیال کر لیتا ہے کہ یہ کونسی بڑی بات ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی کتاب یا الحکم یا بدر کا کوئی فائل اٹھایا اور اس میں سے ایک عبارت نقل کر دی۔حالانکہ اس میں بہت بڑی محنت اور جدوجہد سے کام لیا جاتا ہے۔بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ جس مضمون کا خطبہ ہوتا ہے عین وہی مضمون حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر سے نکال کر خطبہ نمبر کے پہلے صفحہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔اور یہ اتنا قیمتی کام ہے کہ میں اسے خطبہ سے بھی زیادہ اہم سمجھا کرتا ہوں۔اور بعض دفعہ جب میں دیکھتا

ہوں کہ خطبہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات نکالے گئے ہیں تو میں بے اختیار کہہ اٹھتا ہوں کہ جس رنگ میں یہ حوالہ نکالا گیا ہے میں تو اسے خدا کا فضل سمجھتا ہوں۔ خطبہ میں آج پڑھتا ہوں مگر خطبہ کے عین مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر جو سالہا سال پہلے کی ہوتی ہے نکال کر سامنے پیش کر دی جاتی ہے۔ اور یہ ایسا کام ہے جو بہت ہی قابل تعریف ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سو کے قریب کتابیں ہیں۔ پھر الحکم اور بدر کے بیسیوں فائل ہیں۔ ان تمام مجموعۂ کتب میں سے خطبہ کے مضمون کے عین مطابق حوالہ نکال لینا ایک ایسی خوبی ہے جس کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت سے علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور کئی قسم کے فنون میں میں ملکہ رکھتا ہوں۔ مگر بعض دفعہ اور مجالس میں بھی میں اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ جس رنگ میں یہ شخص حوالے نکالتا ہے یہ ایک ایسا کمال ہے کہ اس پر مجھے رشک آتا ہے۔ مگر معترض صاحب نے سمجھا کہ شاید یہ کام آپ ہی آپ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حوالہ جات نکالنے اور پھر مضمون کے مطابق حوالہ جات نکالنے میں بہت بڑی محنت صرف ہوتی ہے۔ یہی دیکھو قرآن کریم کی کئی کاپیاں چھپی ہوئی موجود ہیں مگر بعض دفعہ ایک ایک آیت نکالنے کے لئے دو دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ جلسہ سالانہ پر میں زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے تقریر کرتا ہوں مگر وہ تقریر ایک لمبی تحقیق کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس دفعہ مجھے نوٹ لکھنے کے لئے فرصت نہیں ملتی تھی۔ میں نے اس کا چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے ذکر کیا تو وہ ہنس کر کہنے لگے۔ میں نے تو دیکھا ہے۔ جب حضور کو فرصت نہ ملے اس وقت خدا تعالیٰ کی خاص تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ واقعہ میں ایسا ہوا کہ جب میں نوٹ لکھنے بیٹھا جس کے لئے بہت سے حوالوں کی ضرورت تھی۔ تو وہ حیرت انگیز طور پر جلد جلد نکلتے گئے۔ بعض دفعہ میں کتاب کھولتا تو اس کا وہی صفحہ نکل آتا جس کی مجھے ضرورت ہوتی۔ حتیٰ کہ ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ بعض حوالہ جات کی ضرورت پیش آتی مگر میرا ذہن ادھر نہ جاتا تھا۔ کہ وہ حوالہ جات کس کتاب میں سے ملیں گے۔ ارادہ تھا کہ بعض اور دوستوں کو بلا کر حوالہ جات کی تلاش کا کام سپرد کروں۔ کہ اتفاقاً

کسی اور کتاب کی تلاش کے لئے میں نے کتابوں کی ایک الماری کھولی ۔ اس میں چند کتابیں بے ترتیب طور پر گری ہوئی تھیں ۔انہیں ٹھیک کرنے کے لئے اٹھایا تو ان میں سے ایک کتاب مل گئی ۔جس کے لائبریری میں ہونے کا بھی مجھے علم نہ تھا۔ اسے کھول کر دیکھا تو اس میں اکثر وہ حوالے موجود تھے جن کی مجھے ضرورت تھی ۔ غرض اس طرح حوالوں کا ملنا ایک الٰہی تصرّف ہوتا ہے ۔ ورنہ تھوڑی دیر میں ایسے حوالے نہیں نکل سکتے ۔ بلکہ ان کے لئے گھنٹوں کی محنت درکار ہوتی ہے ۔ معترض صاحب اس بات پر غور کر لیں کہ مجالس شوریٰ کی رپورٹوں کا حجم کوئی زیادہ نہیں ہے ۔ مگر اس کے حوالے زیادہ تر انہیں اور ان کے بھائی صاحب کو ہی یاد ہیں ۔ باقی لوگوں کو یاد نہیں ۔ اس سے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ حوالہ جات کا علم کتنا ضروری ہوتا ہے اور کس قدر کم لوگوں کو ہوتا ہے ۔ پھر اگر کسی کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے نہایت مفید اور باموقعہ حوالہ جات کا انتخاب کرنے میں مہارت رکھتا ہے تو اس کی محنت کو معمولی قرار دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے''۔ 102

آپ ایک بلند پایہ ادیب، محقق اور مؤلف بھی تھے اور ''چشمہ عرفان بجواب تحریک قادیان'' اور ''طبی نسخہ جات'' جیسی معرکۃ الآراء کتابیں آپ ہی کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں ۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بسمل اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے مفصّل اور مبسوط سوانح حیات بھی رقم فرمائے جو بالترتیب اخبار الحکم اور اخبار الفضل کی متعدد قسطوں میں اشاعت پذیر ہوئے ۔

مولانا عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ نے اپنی کتاب ''حیات بشیر'' کے پہلے باب میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے جو حالات درج کئے ہیں وہ آپ ہی کے تحریر فرمودہ ہیں ۔ جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے آپ کے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:۔

''تعجب ہوتا ہے کہ مختلف اخباروں، کتابوں، رسالوں، رپورٹوں اور پمفلٹوں سے بھرپور ایک ایسا مکمل مضمون مولوی صاحب مرحوم نے اتنے قلیل عرصہ میں کس طرح لکھ لیا۔ سوائے اس کے کہ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کی ذات میں مختلف حوالوں کو کم سے کم مدت میں فراہم کرنے کی حیرت انگیز قوت رکھی تھی اور کسی امر پر اس کو محمول نہیں کر سکتے''۔

آپ کی وفات ۵/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔

حضرت مصلح موعود نے آپ کی شاندار خدمات کے پیش نظر منظوری عطا فرمائی کہ آپ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قطعہ خاص میں دفن کئے جائیں۔ چنانچہ حسب ارشاد مبارک آپ بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں سپرد خاک کئے گئے۔ مکرم محمد داؤد طاہر صاحب سابق انکم ٹیکس آفیسر جو کئی کتابوں کے مصنف ہیں آپ ہی کے فرزند ہیں۔ 103

شیخ عمری عبیدی وزیر تعمیرات وثقافت ملّی ٹانگانیکا (تنزانیہ مشرقی افریقہ)

ولادت: ۱۹۲۴ء بیعت: ۱۹۳۹ء وفات ۹/ اکتوبر ۱۹۶۴ء۔

مجاہد احمدیت شیخ عمری عبیدی صاحب براعظم افریقہ کے چمکتے ہوئے ستارے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا مجسّم نشان اور مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ کے مایہ ناز شاگرد تھے۔ آپ ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں سکول میں داخلہ لیا۔ ۴۰-۱۹۳۹ء میں کشتی نوح کے ترجمہ سواحیلی سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کی۔ جس کے بعد آپ کی زندگی میں زبردست علمی و عملی انقلاب برپا ہو گیا۔ ۱۹۴۱ء میں آپ محکمہ ڈاک وتار میں ملازم ہوئے۔ لیکن دو سال بعد مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کی پُر زور تحریک پر استعفیٰ دے کر اپنی زندگی احمدیت کے لئے وقف کر دی۔ اور یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء سے احمدی مبلغ کے فرائض بجالانے لگے۔ نومبر ۱۹۴۳ء سے ترجمہ قرآن سواحیلی اور دوسرے علمی کاموں میں جناب شیخ صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ۱۹۴۶ء میں کسومو میں بغرض تبلیغ بھجوائے گئے۔ ۱۹۵۳ء میں سواحیلی ترجمہ کی اشاعت کے جلد بعد آپ مرکز احمدیت ربوہ میں تشریف لائے اور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۵ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہوئے اور ۲۴/ اپریل ۱۹۵۶ء کو واپس عازم وطن ہوئے۔ جہاں آپ دارالسلام مشن کے انچارج کی حیثیت سے نہایت زور وشور سے اشاعتِ دین میں منہمک ہو گئے۔ مشنری ٹریننگ کالج کی بنیاد رکھی اور جماعتی خدمات کے ساتھ ساتھ اپنے قوم و وطن کی بھرپور ترجمانی اور خدمت میں پُر جوش حصہ لینے لگے۔ اور پورے ملک میں ان کا نام گونجنے لگا۔ آپ پہلے افریقن تھے جو دارالسلام کے لارڈ میئر کے عہدہ پر فائز کئے گئے۔ آپ کی پارلیمنٹری تقاریر نے ملک بھر کے دانشوروں کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ اگست ۱۹۶۱ء میں آپ کو افریقن باشندوں کے مفاد کے تحفظ کے لئے انگلستان بھجوایا گیا۔ ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو آپ ٹانگانیکا کے وزیر انصاف کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۶۳ء کو آپ وزیر تعمیرات وثقافت ملّی

مقرر کئے گئے۔ جماعت احمدیہ اور افریقن ممالک نے آپ جیسی عظیم شخصیت سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں مگر خدا کی تقدیر کچھ اور ہی فیصلہ کر چکی تھی۔ اس عہدہ پر آپ کو فائز ہوئے ابھی ڈیڑھ سال کا مختصر عرصہ ہی ہوا تھا کہ آپ کو آسمانی بلاوا آگیا اور احمدیت کا یہ بطل جلیل چالیس سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ آپ کی وفات سے پورے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ آپ کی نعش پورے فوجی اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کر دی گئی۔ جنازہ کے جلوس میں صدر جمہوریہ ٹانگانیکا، کینیا اور یوگنڈا کے وزرائے اعظم اور دیگر اعلیٰ حکام شامل ہوئے اور ملک بھر میں جھنڈے سرنگوں کر دیئے گئے۔

اولاد: رضیہ۔ بکری عبیدی (واقفِ زندگی ہیں اور بطور مربی کام کر رہے ہیں)۔ اُمی (بیٹی)۔ سہیل۔ عامر۔ عادل۔ شفیع۔

آپ کی اندوہناک وفات پر ٹانگانیکا اور زنجبار کے صدر ہز ایکسیلینسی مسٹر جولیئس نیریرے نے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

It was with very deep personal sadness that I have to announce that Sheikh Amri Abedi died in Germany last night, October 9. This is a personal loss to those many of us who were his friends over a long period. It is also a great loss to our nation.

Sheikh Amri Abedi's service, first to TANU, then to the city of Dar-es-Salaam and to the Government, have made a great contribution to our progress. In addition to this his great work in promoting and developing our national language, Swahili, will carry forward his memory throughout our history.

His great abilities and his dedication have been placed unstintingly at the service of the people of this country. We can ill afford this gap in our midst." 104

ترجمہ: ’’میں نہایت ہی گہرے رنج اور دلی تأسف اور افسردگی میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ شیخ عمری عبیدی صاحب گذشتہ رات مورخہ ۹/اکتوبر جرمنی میں وفات پا گئے ہیں۔ ہم میں سے ان بہت سے لوگوں

کے لئے جن کے ایک لمبے عرصہ سے ان کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے ان کی وفات ایک ذاتی نقصان عظیم کی حیثیت رکھتی ہے مزید برآں ان کی وفات ہماری قوم کے لئے بھی ایک خطرناک نقصان ہے۔

شیخ عمری عبیدی کی خدمات کا جو ابتدا میں ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کے لئے، اور دارالسلام کے شہر کے لئے بحیثیت میئر آپ نے انجام دیں اور بعد ازاں حکومت کے لئے تھیں ہماری ترقی میں ان کا بہت بڑا دخل تھا۔ علاوہ ازیں شیخ عمری عبیدی نے ہماری قومی وملکی زبان سواحیلی کی ترقی اور وسعت اور بہتری کے لئے جو عظیم الشان کام کیا ہے وہ اتنا قیمتی ہے کہ ہماری تاریخ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ان کی یاد کو تازہ رکھے گا۔

ان کی عظیم قابلیت اور ان کی خدمات بلا پس وپیش اس ملک کے لوگوں کے لئے ہمیشہ وقف رہیں۔ ہم اپنے درمیان اس خلاء کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے"۔

مشرقی افریقہ پریس کا خراج تحسین

(ا) ٹانگانیکا نیوز ریویو (TANGANYEKA NEWS REVIEW) نے اپنی نومبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں لکھا:۔

The Death of Sheikh Abedi is a Great Loss to the Nation

The death of Sheikh Amri Abedi, who was Minister for Community Development and National Culture, which occurred in Germany in October is a great loss to the Nation.

Announcing this, the President of the United Republic of Tanganyika and Zanzibar, Mwalimu, Julius K. Nyerere said:

"It is very deep personal sadness that I have to announce that Sheikh Amri Abedi died in Germany on October 9.

This is a personal loss to those many of us who were his friends over a long period. It is also a great loss to our nation.

Mwalimu Nyerere continued to say, "Sheikh Amri Abedi's service first to Tanu, then to the city of Dar es Salaam and to the

Government, have made a great contribution to our progress. In addition to his great work in promoting and developing our national language, Swahili will carry forward his memory throughout our history.

The late Minister went to Bonn two months ago for medical treatment of a suspected nervous disorder. He was very weak and hardly able to speak or eat when he went there. After long treatment during which doctors had tried to find the reason for his illness, he steadily recovered.

Three days before his death his condition deteriorated and he was unable to speak. He had to communicate with his doctors by writing.

Sheikh Abedi was born in 1924 at Ujiji Kigoma Region and was educated at Tabora Secondary School.

He later joined the Postal Training School in Dar es Salaam in 1941 and was then engaged in missionary training.

In 1950 he was provincial secretary of the Tanganyika African Association, the forerunner of Tanu. He studied at Rabwah College, West Pakistan, from 1954 to 1956 and took a degree in Theology, Arabic and Urdu.

He was first elected to the National Assembly in 1959 as Member for Kigoma.

He was the first African Mayor of Dar es Salaam holding this position for two years until he became Regional Commissioner for the then Western Region.

In 1960 and 1961 he represented Tanu at the All African

Peoples Conferences in Tunisia and Cairo. He toured the United States in 1961 in his capacity as Mayor of Dar es Salaam.

In 1963 he was appointed Minister of Justice, a post he held until the formation of the United Republic when he became Minister for Community Development and National Culture, in the Union Cabinet.

Sheikh Amri's body was flown back to Dar es Salaam for burial on October 15. Many people of all ranks and all races had gathered at the airport to await the body. After the plane had arrived the coffin was accorded to Sheikh Abedi's home in Dar es Salaam.

The funeral which was escorted full military honours took place on the next day October 16, at Temeke Cemetery in Dar es Salaam.

President Nyerere headed more than 15,000 mourners at the funeral and among those who paid their last respects were the Prime Minister of Kenya, Mr. Jomo Kenyatta, the Prime Minister of Uganda, Mr. Milton Obote, First Vice-President of the United Republic, Sheikh Abedi Karume, Second Vice-President Kawawa, members of the Cabinet and the Zanzibar Revolutionary officials and friends.

In the afternoon Government offices and shops were closed and flags were flown at half-mast.

Sheikh Abedi leaves a widow with six children.

MAY GOD REST HIM IN PEACE.

(ترجمہ): شیخ عبیدی کی وفات عظیم قومی نقصان ہے

کمیونٹی ڈویلپمنٹ اور نیشنل کلچر کے وزیر شیخ عمری عبیدی کی وفات جو جرمنی میں واقعہ ہوئی، ایک عظیم قومی نقصان ہے۔

اسی نقصانِ عظیم کا اعلان کرتے ہوئے جمہوریہ متحدہ ٹانگانیکا اور زنجبار کے صدر موالیمو جولیس۔ کے۔نیریرے نے اس بارہ میں کہا ''گہرے ذاتی رنج وغم کے ساتھ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ شیخ عمری عبیدی ۹/ اکتوبر کو جرمنی میں وفات پاگئے۔ یہ ان سب کا ذاتی نقصان ہے جو عرصہ دراز سے مرحوم کے دوست تھے۔ یہ ہمارا قومی نقصان ہے۔''

موالیموجیولیس نیریرے نے مزید کہا ''شیخ عمری عبیدی کی ٹانو (TANU تنزانیہ کی حکمران پارٹی)، پھر دارالسلام شہر اور حکومت کیلئے خدمات ہماری قومی ترقی کیلئے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوئی ہیں۔ مزید برآں مرحوم کے ذریعہ ہماری قومی زبان سواحیلی کی ترویج وترقی کی بناء پر سواحیلی زبان آپ کی یاد کو ہماری قومی تاریخ میں ہمیشہ زندہ وتابندہ رکھے گی۔

دو ماہ قبل مرحوم وزیر اعصابی تکلیف کے علاج کی غرض سے بون (مغربی جرمنی) گئے۔ روانگی کے وقت آپ اس حد تک کمزور تھے کہ بڑی مشکل سے ہی بول سکتے یا کھانا کھا سکتے تھے۔ لمبے علاج کے بعد آپ کسی قدر روبصحت ہوئے جس کے دوران ڈاکٹروں نے آپ کی علالت کی وجہ معلوم کرنے کی بیحد کوشش کی۔

وفات سے تین روز قبل آپ کی حالت نازک ہوگئی یہاں تک کہ آپ بول بھی نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ آپ لکھ کر ڈاکٹروں سے مخاطب ہوتے۔

شیخ عبیدی ۱۹۲۴ء میں کیگا ماریجن کے مقام اُجیجی میں پیدا ہوئے اور آپ نے ٹبورا ہائی سکول میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں آپ پوسٹل ٹریننگ سکول دارالسلام میں ۱۹۴۱ء میں داخل ہو گئے اور ساتھ ہی تبلیغ تعلیم وتربیت میں مصروف ہوگئے۔

۱۹۵۰ء میں آپ ٹانگانیکا افریقن ایسوسی ایشن کے صدر تھے جو ٹانو (TANU) کی پیشرو تھی۔ آپ نے ربوہ کالج (جامعۃ المبشرین۔ربوہ) میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۶ء تک حصولِ تعلیم کے بعد دینیات، عربی اور اردو میں ڈگری حاصل کی۔

سب سے پہلے آپ کیگاما کے نمائندہ کی حیثیت سے ۱۹۵۹ء میں نیشنل اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔آپ دارالسلام کے پہلے افریقن میئر تھے جو دو برس تک اسی عہدہ پر متمکن رہے یہاں تک کہ آپ اُس وقت کے مغربی ریجن کے علاقائی کمشنر مقرر ہو گئے۔

۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء میں آپ نے تیونس اور قاہرہ میں منعقد ہونے والی افریقن کانفرنسوں میں ٹانو (TANU) کی نمائندگی کی۔دارلسلام کے میئر کی حیثیت سے آپ نے ۱۹۶۱ء میں امریکہ کا دورہ کیا۔

۱۹۶۳ء میں آپ کا تقرر بطور وزیرِ انصاف ہوا۔آپ اس عہدہ پر (ٹانگانیکا اور زنجبار کی) ری پبلک یونین کے قیام تک فائز رہے اور پھر آپ کمیونٹی ڈویلپمنٹ اور نیشنل کلچر کی یونین وزارت میں وزیر مقرر ہوئے۔

شیخ عمری عبیدی کی نعش دارالسلام میں ۱۵؍اکتوبر کو تدفین کی غرض سے بذریعہ ہوائی جہاز لائی گئی۔ ہر طبقہ اور ہر نسل کے بیشمار افراد ہوائی اڈہ پر نعش کے انتظار میں جمع ہو گئے تھے۔ہوائی جہاز کی آمد پر نعش پورے اعزاز واکرام کے ساتھ شیخ عبیدی کے گھر دارالسلام لے جائی گئی۔

اگلے روز یعنی ۱۶؍اکتوبر کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ جنازہ ٹمیکے نامی قبرستان میں ہوا۔

صدر نیریرے نے پندرہ ہزار سے زائد غمزدگان کی جنازہ کے موقعہ پر قیادت کی اور آخری اعزاز پیش کرنیوالوں میں کینیا کے وزیر اعظم جوموکنیاٹا، یوگنڈا کے وزیر اعظم ملٹن ابوٹے اور یونائیٹڈ ری پبلک (آف تنزانیہ) کے اول نائب صدر شیخ عبید کرومے، دوسرے نائب صدر کواوا، کابینہ کے ارکان، زنجبار کی انقلابی کونسل کے ممبران، سفرائے کرام، افسرانِ حکومت اور دوست واحباب شامل تھے۔

بعد دوپہر سرکاری دفاتر اور کاروباری ادارے بند رہے اور قومی جھنڈا سرنگوں کر دیا گیا۔

شیخ عبیدی کے پسماندگان میں ایک بیوہ اور چھ بچے شامل ہیں۔خدا آپ کی روح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

☆ مشہور ہفت روزہ "SUNDAY NEWS" (دارالسلام) نے اپنی ۱۱؍اکتوبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں لکھا کہ:۔

''شیخ عمری عبیدی وزیر ثقافت وتعمیر نو کی وفات کا اعلان گذشتہ روز گورنمنٹ ہاؤس میں کیا گیا۔ شیخ عمری صاحب جو چالیس سال کی عمر کے تھے جمعہ کے روز جرمنی کے ایک ہسپتال میں وفات پا گئے۔ اس موقعہ پر مسٹر نیریرے سربراہ مملکت نے اپنے بیان میں گہرے رنج وافسوس کا اظہار کرتے

ہوئے کہا ہے کہ میں نہایت ہی گہرے رنج اور دلی تأسف اور افسردگی میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ شیخ عمری عبیدی صاحب گذشتہ رات مورخہ ۹/اکتوبر جرمنی میں وفات پا گئے ہیں۔

ہم میں سے ان بہت سے لوگوں کے لئے جن کے ایک لمبے عرصہ سے ان کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے ان کی وفات ایک ذاتی نقصان عظیم کی حیثیت رکھتی ہے مزید برآں ان کی وفات ہماری قوم کے لئے بھی ایک بہت بڑا نقصان ہے۔ شیخ عمری عبیدی کی خدمات کا جو ابتدا میں ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کے لئے، اور دارالسلام کے شہر کے لئے بحیثیت میئر آپ نے انجام دیں اور بعد ازاں حکومت کے لئے تھیں ہماری ترقی میں ان کا بہت بڑا دخل تھا۔ علاوہ ازیں شیخ عمری عبیدی نے ہماری قومی وملکی زبان سواحیلی کی ترقی اور وسعت اور بہتری کے لئے جو عظیم الشان کام کیا ہے وہ اتنا قیمتی ہے کہ ہماری تاریخ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے ان کی یاد کو تازہ رکھے گا۔ ان کی عظیم قابلیت اور ان کی خدمات بلا پس و پیش اس ملک کے لوگوں کے لئے ہمیشہ وقف رہیں۔ ہم اپنے درمیان اس خلاء کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے''۔

سربراہ مملکت کے اس ابتدائی اعلان کے ساتھ اخبار مذکور نے یہ بھی شائع کیا کہ مغربی جرمنی کے شہر BONN (بون) میں حکومت ٹانگانیکا و زنجبار کے سفیر نے کہا ہے کہ وزیر موصوف دو ماہ ہوئے بون میں بغرض علاج آئے تھے اور یہ سمجھا جاتا تھا کہ ان کے اعصابی نظام میں خرابی ہے۔ مسٹر عبیدی جب بون پہنچے تو بہت ہی کمزور تھے ان کے لئے بولنا اور کھانا پینا دشوار تھا۔ لمبے علاج معالجہ کے بعد اور ڈاکٹروں کی محنت اور جدوجہد سے بیماری کی تشخیص ہوگئی تھی اور کچھ افاقہ بھی ہو گیا تھا۔ لیکن وفات سے تین دن پہلے ان کی حالت دگرگوں ہوگئی اور بولنا ناممکن ہوگیا۔ اپنی بیماری اور تکلیف کا اظہار ڈاکٹروں سے لکھ کر کرتے''۔

آخر میں اخبار مذکور نے شیخ عمری عبیدی صاحب مرحوم کی زندگی کے مختصر کوائف درج کرتے ہوئے لکھا کہ ''شیخ کلوٹا عمری عبیدی صاحب ۱۹۲۴ء میں اُجیجی میں پیدا ہوئے جو کگوما (Kigoma) کے ضلع میں ایک مشہور و معروف افریقن آبادی کا بڑا قصبہ ہے۔ ٹبورا (TABORA) کے گورنمنٹ سکول میں تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں وہ پوسٹل ٹریننگ سکول دارالسلام میں ۱۹۴۱ء میں داخل ہوئے۔ اور پھر مشنری ٹریننگ اور دینی تعلیم و تربیت کے حصول میں مشغول رہے۔ ۱۹۵۰ء میں ٹانگانیکا افریقن ایسوسی ایشن کے پراونشل سیکرٹری تھے۔ یہ ایسوسی ایشن دراصل ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کی ابتدائی

صورت تھی۔ انہوں نے مغربی پاکستان میں ربوہ کے کالج جامعۃ المبشرین میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۶ء تک تعلیم حاصل کی اور الٰہیات، عربی اور اردو زبان کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۹ء میں وہ نیشنل اسمبلی کے لئے لگوما کے حلقہ سے منتخب ہوئے۔ آپ دارالسلام کے سب سے پہلے افریقن میئر تھے۔ اس منصب پر دو سال تک بڑی کامیابی وکامرانی کے ساتھ فائز رہے۔ حتیٰ کہ مغربی صوبہ کے کمشنر مقرر کئے گئے۔ ۱۹۶۰-۱۹۶۱ء میں ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کی طرف سے آل افریقن پیپلز کانفرنس تیونس اور پھر قاہرہ میں نمائندگی کی۔ دارالسلام کا میئر ہونے کی حیثیت سے امریکہ کا دورہ کیا۔ اور اس دورہ سے فارغ ہو کر برٹش گورنمنٹ کی دعوت پر انگلینڈ کا دورہ کیا۔ ۱۹۶۳ء میں آپ وزیر انصاف مقرر کئے گئے۔ اور جب زنجبار اور ٹانگانیکا کا باہمی الحاق ہوا تو آپ کے سپرد وزارت ثقافت وتعمیر نو کا قلمدان کیا گیا۔ آپ کے پسماندگان میں چھ بچے اور ایک بیوہ ہے۔ [105]

☆ روزنامہ ''ٹانگانیکا سٹینڈرڈ'' (دارالسلام) نے مورخہ ۱۶/۱۰/اکتوبر ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں شیخ عمری عبیدی صاحب کی نعش کو ایک خاص طیارہ کے ذریعہ جرمنی سے لانے اور تدفین وغیرہ کے پروگرام کے متعلق حسب ذیل نوٹ شائع کیا:۔

''مرحوم شیخ عمری عبیدی وزیر قومی ثقافت وتعمیر نو جو گذشتہ جمعہ کی شام کو جرمنی میں وفات پا گئے تھے ان کی نعش ایک خاص طیارہ میں کل دارالسلام پہنچائی گئی۔ سینکڑوں لوگ اور حکومت کے سرکردہ اصحاب ہوائی اڈہ پر موجود تھے ان میں حکومت ٹانگانیکا کے نائب صدر مسٹر رشیدی کواوا، جملہ وزراء کابینہ اور شیخ مرحوم کے اقرباء اور احباب، مغربی جرمنی کے سفیر، دارالسلام شہر کے میئر، مذہبی رہنما اور شیوخ وعلماء اور مختلف تنظیموں اور سوسائٹیوں کے نمائندے اور دیگر سرکاری عہدے دار بھی ہوائی اڈہ پر موجود تھے۔

جونہی ہوائی جہاز پہنچا شیخ عمری عبیدی کی نعش جو ایک سیاہ رنگ کے ملبوس تابوت میں تھی اور جس پر ملکی جھنڈے کی علامات تھیں کو جہاز سے اتار کران کے گھر پہنچایا گیا۔

☆ اسی اخبار نے ۱۷/۱۰/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو تدفین کی مکمل رپورٹ شائع کی اور ''قوم شیخ عمری عبیدی کے غم میں سوگوار ہے'' (NATION MOURNS SHEIKH ABEDI) کے زیر عنوان لکھا:۔

پریذیڈنٹ نیریرے کی سرکردگی میں شیخ عمری عبیدی وزیر ثقافت وتعمیر نو کے جنازہ میں (جو گذشتہ جمعہ کے روز وفات پا گئے تھے) پندرہ ہزار سے زائد لوگوں نے شرکت کی۔ تدفین کے موقع پر

غم وحزن اور تعزیت کے جذبات پیش کرنے والوں میں کینیا کے وزیر اعظم مسٹر جوموکینیا ٹا، یوگنڈا کے وزیر اعظم مسٹر ملٹن ابوٹے، جمہوریہ ٹانگانیکا وزنجبار کے نائب صدر اول مسٹر عبید کرومے، نائب صدر دوم مسٹر رشیدی کواوا، حکومت کے وزراء، زنجبار انقلابی کونسل کے اراکین، سفراء، سرکاری عہدیدار اور متعدد احباب ورفقاء شامل تھے۔

تدفین پورے فوجی اعزاز کے ساتھ کل بعد از دوپہر TEMEKE کے قبرستان میں عمل میں آئی۔ٹانگانیکا کے بینڈ نے تعزیت کی دُھنیں بجائیں حتیٰ کہ یہ قافلہ جب قبر تک پہنچ گیا تو تیرہ توپوں کی سلامی دی گئی۔ ہزارہا آدمی جو قبرستان کی ملحقہ سڑک پر قطار در قطار کھڑے تھے اب وہ قبرستان میں داخل ہوئے۔اس موقع پر شیخ عنایت اللہ صاحب (انچارج احمدیہ مشن ٹانگانیکا) نے نماز جنازہ پڑھائی۔جب تابوت کو قبر میں اتارا جارہا تھا تو تعزیت اور غم واندوہ کی لے میں فوجی بگل بجائے گئے۔

ازاں بعد پریذیڈنٹ نیریرے نے سب سے پہلے پھول چڑھائے۔ان کے بعد مسٹر کرومے نائب صدر زنجبار، مسٹر جوموکینیا ٹا وزیر اعظم کینیا، مسٹر ابوٹے وزیر اعظم یوگنڈا اور مسٹر رشیدی کواوا نائب صدر دوم نے پھول چڑھائے۔پھر مختلف ملکوں کے سفراء کی طرف سے ان کے نمائندوں نے اور فیڈرل ریپبلک جرمنی کے سفیر، دارالسلام کے میئر اور زنجبار وٹانگانیکا کی فوجوں کے بریگیڈیر اور وزارت ثقافت وتعمیر نو کے پارلیمنٹری سیکرٹری اور محترمہ بی بی ٹی محمد اور دوسرے معززین نے پھول چڑھائے۔106

☆ اسی طرح نیروبی کے روزنامہ نیشن (NATION) نے اس موقع پر پانچ کالمی فوٹو شائع کیا ہے پھر تدفین کے پروگرام کی تفصیلات شائع کیں۔

مبلّغین اور دیگر ممتاز احمدیوں کے تاثرات

ا۔مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ:۔

''عزیز مکرم شیخ عمری عبیدی صاحب مرحوم ومغفور کی وفات کا سانحہ المناک ہے۔ان کے احمدیت واسلام سے اخلاص اور اسلام کی ترقی اور بہتری کے لئے مساعی اور ملک وقوم کی بےلوث خدمت کا ریکارڈ ایسا شاندار ہے کہ ان کی جدائی کا ہر ایک کو بہت شدید احساس ہوا ہے۔خاکسار کو شروع سے ان کے باقاعدہ مبلغ بننے تک ان کی دینی تربیت کا موقعہ ملا۔انہوں نے بڑے بڑے قابل احترام سرکاری وقومی مناصب پر فائز ہونے کے بعد سے لے کر وفات کے آخری لمحات تک محبت و

اخلاص کے ساتھ جو گہرا تعلق وفاداری کے ساتھ قائم رکھا اس کے باعث خاکسار کو اپنے اس عزیز کی جدائی کا طبعی غم ہے۔ درحقیقت اس جوانی کے عالم میں ان کی پرہیزگاری، دینداری، نیکی، قوم وملک کے ساتھ اخلاص وفدائیت اور بے لوث خدمت کا جذبہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیروی و متابعت اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ وابستگی کا شاندار ثمرہ ہے اور احمدیت سے تعلق کی برکت کا زندہ اور جاودانی ثبوت ہے''۔[107]

۲۔مولوی محمد منور صاحب سابق انچارج مبلغ ٹانگانیکا:۔

(ا)''میں نے سولہ سال کا عرصہ مشرقی افریقہ میں گذارا ہے اور میں اس امر کا عینی شاہد ہوں کہ ہمارے اس عزیز بھائی کو احمدیت سے بے حد شغف تھا اس کی سربلندی کے لئے وہ مقدور بھر سعی کرتے تھے اور اسی حقیقی اسلام کو وہ ملک وقوم اور اقارب و اولاد میں قائم کرنا اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔ ہندوستانی اور پاکستانی احمدیوں کو وہ اتنا ہی عزیز سمجھتے جتنا افریقن احمدیوں کو''۔[108]

(ب)''شروع سے لے کر آخر تک ایک جانباز مجاہد اور بے لوث مبلغ تھے میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا اور میرا تاثر یہ ہے کہ ان کا ایمان زرِ خالص کی طرح کندن تھا اور ایک کامیاب مبلغ کے لئے جتنی صفات کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب کی سب ان میں اعلیٰ درجہ تک پہنچی ہوئی تھیں''۔اس کے بعد جناب مولوی محمد منور صاحب نے مندرجہ ذیل دس صفات کا بالترتیب تذکرہ فرمایا جو شیخ عمری عبیدی صاحب میں نمایاں طور پر موجود تھیں۔ غیرت، علم دوستی، محنت، عبادت، قربانی، حب الوطنی، مہمان نوازی، جذبہ محبت و اصلاح، مبلغین کا ادب، مرکز کا ادب۔[109]

۳۔قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی ایڈیٹر''ایسٹ افریقن ٹائمز''(نیروبی):۔

''غالباً ۱۹۴۴ء کی بات ہے میرے ہاں کسومو(کینیا) کے شہر میں کچھ عرصہ کے لئے قیام پذیر ہوئے وہاں ایک عرب قصاب بڑا امیر کبیر تاجر ہوا کرتا تھا۔مخالفت کے جوش میں ایک دن اس نے ہمارے محترم عمری صاحب مرحوم ومغفور کو سرِ بازار تھپڑ مار دیا کہ تم وہ شخص ہو جو فلاں جگہ تبلیغ کرتے پھرتے تھے۔خدا کی شان ہے یہ بیچارہ عرب پہلے بینائی سے محروم ہو گیا اور کاروبار تباہ ہوا اور اب اس کا کوئی نام بھی لینے والا نہیں۔اس کے مقابلہ میں عمری صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ٹانگانیکا حکومت کے وزارت کے عہدے تک پہنچایا اور خدمات دین اور اعلیٰ درجہ کی نیکیوں کی توفیق عطا کر کے زندہ جاوید بنا دیا ہے انہوں نے اپنی ساری عمر ہی دین کی خاطر لگا دی اور اس لحاظ سے گویا شہادت کا درجہ پایا ہے۔

باوجود اس کے کہ دنیا میں وہ ایک معزز عہدے پر فائز ہو چکے تھے۔ان کی طبیعت میں وہی پہلی سی سادگی اور انکساری موجود تھی ہر ایک سے بڑی محبت سے ملتے۔دارالسلام سے اپنے سرکاری فرائض پر ممالک غیر کی طرف جاتے ہوئے نیروبی سے گذرتے اور چند گھنٹے کا قیام بھی ہوتا تب بھی ضرور ہی مسجد اور مشن ہاؤس میں تشریف لاتے اور آتے ہی پہلے مسجد میں نوافل ادا کرتے، دوستوں سے ملتے اور بڑے خوش ہوتے۔نماز پابندی وقت سے ادا کرتے نمازوں میں رونا ان کا شیوہ تھا۔دعا ان کی غذا تھی۔اللہ تعالیٰ کے مقرب تھے۔سچی خوابیں ان کو آتی تھیں۔دراصل وہ ایک ولی اللہ تھے جو افسوس کہ چھوٹی عمر میں ہی اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے“۔[110]

۴۔چوہدری افتخار احمد صاحب ایاز انسپکٹر سکولز ٹانگانیکا:۔

”پریس رپورٹ میں آپ کے فوت ہونے کی وجہ "Suspected Food Poisoning" بتائی گئی ہے یعنی کھانے میں زہر دے دیا گیا۔اس وجہ سے ان کی وفات کا خاص دکھ ہے ان کی نیکی، دیانت اور وفا شعاری کی وجہ سے نیز ان کے احمدی مبلغ ہونے کی وجہ سے ان کے کئی دشمن بھی تھے خاص طور پر کیتھولک عیسائی۔بہرحال انہوں نے اپنی زندگی اپنے دین اور اپنے ملک کی خدمت میں قربان کر دی اور اللہ تعالیٰ ان کو اس قربانی کا ضرور اجر عطا فرمائے گا۔انشاءاللہ۔[111]

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کی نظر میں

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

احباب اخبار میں یہ افسوسناک خبر ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے نہایت مخلص افریقن بھائی محترم شیخ عمری عبیدی صاحب ۹/ اکتوبر کو جرمنی میں وفات پا گئے ہیں۔

مرحوم ابھی ٹبورا سکول میں طالب علم ہی تھے کہ ان کی واقفیت ہمارے مبلغ شیخ مبارک احمد صاحب سے ہوئی جو حسب معمول دینیات پڑھانے کے لئے اس سکول میں جایا کرتے تھے۔چونکہ طبیعت میں سعادت تھی اس لئے جلد ہی انہیں جماعت احمدیہ سے لگاؤ پیدا ہو گیا۔اور اس کے بعد سے اس تعلق میں ہمیشہ اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔یہاں تک کہ مرحوم مولائے حقیقی سے جا ملے۔

محترم شیخ عمری عبیدی صاحب نے تعلیم سے فراغت کے بعد کچھ عرصہ تک ڈاکخانہ میں ملازمت کی مگر سلسلہ کی ضروریات اور اپنے طبعی جوش کے مدنظر اس ملازمت سے مستعفی ہو کر دینی خدمات کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔اور نہایت تنگی کے ایام میں بھی بڑی خندہ پیشانی اور مستعدی سے جماعتی

کاموں میں مصروف رہے۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے سخت پابند تھے۔حتی الوسع نماز تہجد میں بھی ناغہ نہ ہونے دیتے تھے۔کثرت سے سچی خوابیں انہیں آتی تھیں۔جن سے انہیں روحانی تسکین بھی ہوتی اور اپنے دنیوی کاموں میں بھی راہنمائی حاصل ہوتی۔ ہمارے ٹانگانیکا کے افریقن احمدی احباب میں سے وہ اوّلین موصیوں میں سے تھے اور ساری زندگی بڑے تقویٰ اور پارسائی میں گزاری۔اپنا چندہ وصیت پوری باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اجازت سے ٹانگانیکا کے دارالحکومت دارالسلام میں احمدیہ قبرستان میں جو قطعہ موصی احباب کے لئے مخصوص کیا گیا ہے اس میں دفن ہونے والے یہ پہلے موصی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور انہیں اپنے خاص فضلوں کا مورد بناتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب عطا فرمائے۔اور ان کے اہل وعیال کا متولی ومتکفل ہو۔آمین

مرحوم کی زندگی کے کئی پہلو ہیں اور سارے ہی ایسے رنگ میں ایک نمایاں خصوصیت کے حامل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند ذہنی اور دماغی قابلیتیں بخشی تھیں۔اور ان تمام صلاحیتوں کو انہوں نے مقدور بھر دینِ اسلام کی ترقی اور غلبہ کے لئے استعمال کیا۔مرحوم سواحیلی اور انگریزی میں پُر جوش اور مؤثر تقاریر کر سکتے تھے۔اور اپنے مافی الضمیر کو بڑے عمدہ اور مدلل پیرایہ میں پیش کر سکتے تھے یہاں تک کہ ان سے زیادہ علم اور پوزیشن کا آدمی بھی ان کی گفتگو سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔سواحیلی زبان کے بلند پایہ شاعر تھے۔اور اس فن کے اصول وقواعد کے بارہ میں انہوں نے ایک ایسی کتاب لکھی جو ماہرین فن سے بھی خراج تحسین حاصل کر چکی ہے۔ان کے سواحیلی اشعار کا مجموعہ بھی چھپ چکا ہے۔جو ادبی لطافتوں کے ساتھ ساتھ دینی چاشنی بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

ہمارے مشرقی افریقہ کے مشن نے بہت سا لٹریچر سواحیلی زبان میں تیار کیا ہے۔ان تمام تراجم اور تالیفات میں ان کا نمایاں حصہ ہے بالخصوص سواحیلی ترجمۃ القرآن کی تیاری میں انہوں نے بڑی عرق ریزی سے کام کیا۔اور دوسرے مبلّغین کے دوش بدوش اس ترجمہ کی تصحیح اور نظر ثانی میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔یہ ترجمہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار کی تعداد میں شائع ہو کر افریقہ کے وسیع حصہ میں مقبول ہو چکا ہے۔

اس ترجمہ کی طباعت کے جلد بعد محترم شیخ عمری عبیدی صاحب ربوہ تشریف لائے اور تقریباً دو

سال تک مذہبی تعلیم حاصل کر کے شہادت الا جانب کی ڈگری حاصل کی۔ یہاں بھی انہوں نے بڑی کاوش سے عربی اور اردو کا علم حاصل کیا۔اور سلسلہ کے بزرگان کی صحبت سے پورا پورا استفادہ کیا۔ بالخصوص سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاکیزہ صحبت سے مستفیض ہونے کا بہت اہتمام کرتے رہے۔اور اس قیام ربوہ کو اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ محبت اور درد سے یاد کرتے رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بھی ان سے خاص محبت تھی۔اور ایک دفعہ ان کی تقریر سن کر خوشنودی کا اظہار برسرِ مجلس کرتے ہوئے فرمایا کہ عمری صاحب نے تمام لوگوں کے اس تاثر کو دور کر دیا ہے کہ افریقن عقل وفہم میں کسی سے پیچھے ہیں۔مرحوم خط وکتابت کے ذریعہ ہمیشہ حضور کی خدمت میں اپنے حالات مشورہ اور دعا کے لئے پیش کرتے رہتے۔اسی طرح بزرگ صحابہ سے جن میں سے اکثر فوت ہو چکے ہیں بڑا اقرب کا تعلق رکھتے تھے۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے ''حیات قدسی'' میں اپنی قبولیت دعا کا ایک واقعہ بھی درج فرمایا ہے جس کا تعلق محترم عمری صاحب سے تھا۔

تبلیغ کے میدان میں مرحوم کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔آپ خدا تعالیٰ کے دین کیلئے بڑی غیرت رکھتے تھے اور سلسلہ کے مخالفین اور معاندین بالخصوص پادری صاحبان کے لئے وہ تیغِ برہنہ کی مانند تھے۔آپ نے اسلام اور احمدیت کے دفاع اور عیسائیت کے خلاف مضامین سینکڑوں کی تعداد میں سواحیلی اور انگریزی میں لکھے جو بڑی کڑی تنقید کے حامل ہونے کے باوجود نہایت معقول اور مدلل ہوتے اور شوق سے پڑھے جاتے تھے۔مقامی پریس میں کوئی بھی اسلام کے خلاف بات چھپتی تو جب تک اس کا جواب نہ لکھ لیتے چین نہ لیتے تھے۔ملکی اخبارات میں ان کے اس قسم کے اکثر خطوط چھپتے رہے اور بعض دفعہ کئی کئی خطوط ایک ہی مضمون پر شائع کرا کے مدِّ مقابل کو لاجواب کر دیتے تھے۔ان کی تحریر وتقریر یکساں زوردار اور مؤثر ہوتی تھی۔

ربوہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب واپس اپنے ملک میں پہنچے تو سیاسی تحریک آزادی زوروں پر تھی۔قانون کے اندر رہتے ہوئے انہوں نے بھی اس میں مناسب حصہ لیا۔اور اس میدان میں بھی ان کا درجہ کسی سے کم نہ تھا۔ بڑے سے بڑے افریقن سیاسی راہنما ان سے مشورہ کرتے اور ان کی رائے کی قدر کرتے تھے۔

۱۹۶۰ء میں مرکز کی اجازت سے انہوں نے ملکی خدمت میں اس رنگ میں بھی حصہ لیا کہ وہ

دارالسلام کے پہلے افریقن میئر منتخب ہوئے اس عہدے پر پہلے صرف یوروپین اور ایشین ہی فائز ہوا کرتے تھے اور افریقنوں کو اس کا اہل ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔مگر مرحوم نے نہایت قابلیت اور ذمہ داری سے اسے نبھایا حتیٰ کہ دوسرے سال جب میئر کا انتخاب ہوا تو وہ پھر بلا مقابلہ میئر منتخب ہو گئے۔اسی طرح تیسرے سال پھر اس اعزاز کے لئے آپ کو چنا گیا اور آپ ہی کے وقت میں دارالسلام کو ''سٹی'' کا اعزاز دیا گیا۔۱۹۶۳ء کے شروع میں ہی آپ کو ٹانگانیکا کے مغربی صوبہ کا ریجنل کمشنر مقرر کر دیا گیا۔جس کی وجہ سے آپ کو میئر کے عہدہ سے استعفیٰ دینا پڑا۔

سیاسی میدان میں آپ نے اپنی خداداد قابلیت کے شاندار جوہر دکھائے اور ریجنل کمشنر کی حیثیت سے بھی دیانت،امانت اور قابلیت کا قابل تقلید نمونہ چھوڑا۔اس فرض شناسی کی وجہ سے جلد ہی ٹانگانیکا کے صدر نے انہیں اپنی کیبنٹ میں لے لیا۔اگرچہ وہ اس سے پہلے بھی ٹانگانیکا کی پارلیمنٹ کے ممبر تھے مگر اب وزارتِ انصاف کا قلمدان بھی ان کے سپرد کر دیا گیا۔اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوتے ہی انہوں نے ملکی قانون کا سواحیلی زبان میں ترجمہ شروع کروادیا۔اور بعض بنیادی اصلاحات جاری کیں۔

۱۹۶۴ء کے شروع میں جب زنجبار کا علاقہ ٹانگانیکا سے ملا دیا گیا تو انہیں تعمیر قومی وثقافت ملّیہ کی وزارت سونپی گئی۔اس عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ کی صحت خراب رہنے لگی۔اور قریباً دو ماہ مغربی جرمنی کے شہر بان میں زیر علاج رہنے کے بعد وہیں انتقال فرما گئے۔

مرحوم اعلیٰ ملکی طبقہ میں بڑے احترام سے دیکھے جاتے تھے۔خود صدر مملکت ٹانگانیکا کے آپ دست راست اور قابل اعتماد رفیق کار تھے۔آپ کی نیکی اور خداترسی کے سب عوام وخواص معترف تھے۔ مجلس وزراء اور پارلیمنٹ میں آپ کی تقاریر بعض دفعہ سب کے سب اراکین اور حاضرین کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ایک دفعہ جبکہ ملکی اور غیر ملکی باشندگان کے حقوق کا سوال پارلیمنٹ میں زیر بحث تھا۔ممبران کی اکثریت غیر ملکیوں کو ملکی لوگوں کے برابر حقوق دینے کی مخالف تھی۔صدر ٹانگانیکا اس صورتحال سے بہت پریشان تھے۔انہوں نے پوری کوشش کی کہ ممبران کو معقولیت سے سمجھا کر انہیں اپنا ہم خیال بنالیں۔لیکن کامیابی نہ ہوئی۔حتیٰ کہ صدر نے مستعفی ہونے کی دھمکی بھی دی مگر بے سود۔اس اختلافِ رائے کی حالت میں مجلس ملتوی ہوگئی۔پچھلے پہر جب دوبارہ اس مسئلہ کے بارہ میں اظہار خیال کا موقعہ دیا گیا۔تو شیخ عمری عبیدی صاحب نے ایک گھنٹہ تک نہایت معقولیت اور جوش سے صدرِ مملکت کے خیال کی تائید کی۔اور مخالف خیال رکھنے والوں کے تمام دلائل کو توڑ کر رکھ دیا۔آخر جب رائے لی گئی

تو تمام ممبران نے متفقہ طور پر ملکی اور غیر ملکی لوگوں کو برابر حقوق دینے کا فیصلہ کیا۔اس معرکۃ الآراء تقریر کو سن کر تمام غیر ملکی از حد ممنون اور مطمئن ہوئے اور بعض نے کہا یہ جماعت احمدیہ کی تربیت کا اثر ہے ورنہ ہمارے حقوق اس ملک میں محفوظ نہیں تھے‘‘۔ 112

دیگر بزرگان سلسلہ کی حقیقت افروز آراء

اس المناک جماعتی سانحہ پر پوری دنیائے احمدیت میں بہت گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔

حضرت سیدہ اُمّ امۃ المتین صاحبہ نے فرمایا ’’عمری صاحب کی وفات سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کوئی فرد انتقال کر گیا ہو‘‘۔

مولانا ابوالعطاء صاحب مدیر ’’الفرقان‘‘ نے آپ کا ذکر خاص کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

’’عزیزم شیخ عمری عبیدی سلسلہ احمدیہ کے ایک درخشندہ گوہر تھے۔۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۶ء تک وہ جامعۃ المبشرین ربوہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ان دنوں میں جامعۃ المبشرین ربوہ کا پرنسپل تھا اور جامعۃ المبشرین علیحدہ ادارہ تھا۔شیخ عمری عبیدی ایک نہایت دیندار، قابل، زیرک اور مخلص نوجوان تھے۔ بہت محنتی اور اساتذہ سے خاص تعلق رکھنے والے تھے۔انہوں نے جامعۃ المبشرین میں بہت نیک اثر چھوڑا تھا‘‘۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ایک بار جامعہ احمدیہ ربوہ میں تشریف لائے۔تو آپ سے مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ نے سوال کیا۔ غیر ممالک میں آپ کو کس احمدی نے متاثر کیا۔تو آپ نے فرمایا عمری عبیدی صاحب نے۔حضرت چوہدری صاحب نے ۳۰؍دسمبر ۱۹۶۶ء کو سالانہ کانفرنس افریقن سٹوڈنٹس یونین کے اجلاس منعقدہ جمخانہ لاہور میں اپنی صدارتی تقریر کے دوران فرمایا:۔

’’افریقہ کے قابل افراد میں ایک فرد وہ بھی تھا جو اس وقت ہم میں موجود نہیں۔وہ ایک مہلک نامعلوم مرض میں مبتلا رہنے کے بعد پچھلے دنوں جرمنی میں وفات پا گئے۔آپ تنزانیہ حکومت کے وزیر تھے اور نہایت قابل شخص تھے۔میں آپ کو اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ آپ اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے ربوہ تشریف لائے تھے۔اور آٹھ نو سال کے بعد مجھے اس حالت میں ملے کہ میں اقوام متحدہ میں جنرل اسمبلی کا صدر تھا اور آپ تنزانیہ حکومت کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ جب میں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے افریقہ کا دورہ کیا تو تنزانیہ جانے کا بھی موقعہ ملا۔عمری

صاحب کو میرے پروگرام کے متعلق پتہ لگا تو مجھے لکھا کہ آپ میرے ملک تشریف لا رہے ہیں۔اس لئے آپ دارالسلام میں ٹھہرنے کا پروگرام مختصر کریں اور ٹبورا تشریف لائیں۔عمری صاحب نے ان دنوں مغربی صوبہ کے کمشنر کو ایک ضروری اجلاس کے لئے بلایا ہوا تھا۔اور عمری صاحب بھی وہیں موجود تھے۔اور آپ کی خواہش کے مطابق ٹبورا نہ جاسکا۔تاہم میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا اور ان کی طالبعلمی کی حالت کو دیکھ کر اور بعد کی حالت کا موازنہ کیا تو میں نے محسوس کیا کہ عمری صاحب افریقہ کے لئے ایک قیمتی وجود ہیں۔اور آپ سے ملنے والوں کو اس بات کا علم تھا کہ آپ افریقہ کے چمکدار اور پُر امید ستاروں میں سے ہیں''۔113

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا آپ کے بارے میں اظہار خوشنودی

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۲۱دسمبر ۱۹۶۵ء کو فرمایا:۔

''غیر ممالک میں ہماری جماعتیں بڑی ہی مخلص ہیں ان کے ممبران صرف نام کے احمدی یا مسلم ہی نہیں بلکہ وہ توحید باری پر پختگی سے قائم ،محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں سرشار ہیں۔ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے خدا تعالیٰ ہمکلام ہوتا ہے۔بہت سے ایسے ہیں جنہیں سچی خوابیں آتی ہیں اور ہر رنگ میں وہ روحانی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔حضور کے وصال پر ان احباب کی طرف سے جو خطوط مجھے موصول ہوئے ہیں ان سے ان کے اخلاص کا علم ہوتا ہے۔ان خدا رسیدہ لوگوں میں سے ایک کا خواب مَیں بطور نمونہ سناتا ہوں تا وہ دوستوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔وہ خدا رسیدہ اور دین اسلام کا شیدائی ایک حبشی تھا۔جس کا رنگ سیاہ اور ہونٹ لٹکے ہوئے تھے۔دنیا کی مہذب قومیں اسے حقارت سے دیکھتی تھیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل خدا تعالیٰ کی نظر کرم اس پر پڑی اور وہ اس سے ہمکلام ہوا۔یہ ہیں ہمارے دوست عمری عبیدی اور ان کا انتخاب میں نے اس لئے بھی کیا ہے کہ وہ کچھ عرصہ ہوا جوانی کی عمر میں فوت ہو گئے ہیں۔یہ دوست احمدیت کے شیدائی اور فدائی تھے۔ربوہ میں بھی کچھ عرصہ رہ کر گئے تھے۔وہ خواب بین انسان تھے انہیں بڑی واضح

اور سچی خوابیں خدا تعالیٰ نے دکھائیں ایک دفعہ انہوں نے سنایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مسٹر جولیس نیریرے (MR. JULIUS NYERERE) کرسی پر بیٹھے ہیں مجھے دیکھ کر وہ کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کرسی پر مجھے بٹھا دیا۔

کچھ عرصہ تک وہ اس خواب کی کوئی اور تعبیر سمجھتے رہے لیکن یہ خواب اس طرح پوری ہوئی کہ آزادی کے بعد لیجسلیٹو کونسل بنی۔اس کے افریقن ممبران کی ایک سوسائٹی تھی اور جولیس نیریرے جو ٹانگانیکا افریقن نیشنل یونین کے پریذیڈنٹ ہونے کے باعث لیجسلیٹو کونسل کی افریقن پارٹی کے لیڈر تھے،اس سوسائٹی کے صدر تھے۔دوسرے سال جب اس سوسائٹی کا انتخاب ہوا تو مسٹر جولیس نیریرے کو دوبارہ صدر چن لیا گیا۔سوسائٹی کے اس اجلاس میں مسٹر جولیس نیریرے موجود نہیں تھے۔ انہیں اطلاع بھجوائی گئی۔چنانچہ وہ آئے۔انہوں نے شیخ عمری عبیدی کو جو اس وقت لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بن چکے تھے بازو سے پکڑا اور کرسی پر بٹھا دیا اور کہا یہ آپ کے چیئرمین ہیں۔گویا خواب میں جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا خدا تعالیٰ نے اسے لفظ بلفظ پورا کر دیا۔اور یہ اسلام اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا نتیجہ تھا جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اسلام کے گرویدہ ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو رہے ہیں خالی دلائل کے ساتھ یہ اخلاص پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے قوتِ قدسیہ کی ضرورت ہے“۔114

محترم میاں شیر محمد صاحب ریٹائرڈ چیف انسپکٹر پولیس ملایا

وفات: ۲۲/اکتوبر۱۹۶۴ء

میاں شیر محمد صاحب اپنے والدین کے ہمراہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی احمدی ہو گئے تھے لیکن عمر چھوٹی ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔جوانی میں آپ ملایا چلے گئے اور وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی۔آپ کا بڑا بیٹا مبارک احمد بھی ملایا میں پولیس سپرنٹنڈنٹ ہے۔میاں شیر محمد صاحب نے ملایا میں پولیس میں ملازمت کی اور چیف انسپکٹر پولیس کے عہدہ سے ریٹائرڈ ہوئے۔جنگ عظیم دوم سے قبل قادیان آئے تھے۔ان کے اہل وعیال بھی ساتھ تھے۔انہوں نے خواجہ محمد امین صاحب کے ہاں ایک شادی کی تقریب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ملاقات کی جس میں حضور بھی تشریف لے گئے تھے۔آپ کے بھائی نور محمد صاحب اوورسیئر پنشنر امیر جماعت

احمدیہ علی پور گھلوان نے میاں شیر محمد صاحب کی بیٹی کے لئے حضور سے درخواست دعا کی اور میاں شیر محمد صاحب کا تعارف بھی کرایا۔حضور از راہ شفقت میاں شیر محمد صاحب کے گھر تشریف لے گئے اور بچی کو جو ٹائیفائیڈ سے بیمار تھی دیکھا اور دعا بھی کی اور فرمایا ’’گھبراؤ نہیں۔اللہ تعالیٰ جلد از جلد شفاعطا فرمائے گا۔ دیگر تمام ادویات بند کر دو۔ہم خود روزانہ دوا بھیجا کریں گے۔بس وہی دوا دی جائے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضور کی دوا اور دعا سے بچی کو صحت و شفاء عطا فرمائی۔مرحوم میاں شیر محمد صاحب جب بھی قادیان آتے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ضرور ملاقات کرتے۔جب ملایا پر جاپانیوں کا قبضہ ہو گیا تو آپ کے بیٹے مبارک احمد صاحب کو حضرت مولانا غلام حسین ایاز اور دیگر احمدیوں کی خدمت کا خوب موقع ملا جو جاپانیوں کی قید میں چلے گئے تھے۔[115]

چوہدری نذیر احمد صاحب باجوہ ایڈووکیٹ وممبر نگران بورڈ

وفات: شب ۲۱/۲۲ دسمبر ۱۹۶۴ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت چوہدری سردار خان صاحب آف بھاگووال ضلع سیالکوٹ کے فرزند تھے۔قریباً پندرہ سال تک جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے نائب امیر رہے۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے ان کی وفات پر حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

’’سیالکوٹ کے مردم خیز خطہ میں بڑے بڑے مخلص وفادار اور سلسلہ احمدیہ کے سچے خادم خدا تعالیٰ کے نیک بندے پیدا ہوئے اور اپنے اپنے وقت میں انہوں نے جماعت کی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی مرحوم چوہدری نذیر احمد باجوہ تھے۔

(ا) بڑے ذہین وفطین وکیل تھے۔خاکسار نے بعض مشہور ججوں کو مرحوم کی قابلیت کا معترف پایا۔قانون کی باریکیوں پر ایک بسیط نظر رکھتے تھے محنت اور کثرت مطالعہ آپ کا خاص امتیاز تھا۔

(ب) جماعت کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ہماری جماعت کو بہت سے قانونی مراحل اور مشکلات کا سامنا آئے دن ہوتا رہا ہے اور جماعت کے وکلاء مشورہ کے لئے اکٹھے ہوتے رہے ہیں مرحوم کی شمولیت ان مشوروں میں ضروری سمجھی جاتی تھی۔اور مرحوم ہر مصروفیت کو چھوڑ کر لمبا سفر اختیار کر کے ربوہ یا لاہور پہنچ جایا کرتے تھے اسی طرح نگران بورڈ کے اجلاسوں میں بھی بُعدِ مسافت کے باوجود پابندی سے شامل ہوتے تھے۔صیغہ دیوانی کے نامور اور ممتاز وکیل تھے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ اس صیغہ میں کام کرنے والے وکیل کی مصروفیات کس قدر کثیر ہوتی ہیں لیکن مرحوم تمام

جکڑ بندوں کو توڑ کر سلسلہ کے کام کو مقدم ٹھہراتے اور پابندی سے مشوروں میں شامل ہوتے ......۔

(ہ) ضلع سیالکوٹ کے نائب امیر تھے جماعت کے فدائی، طبیعت میں سوز و گداز اور درد مند دل۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر مرحوم کو زار زار بے اختیار روتے خاکسار نے دیکھا۔

(د) ۱۹۱۹ء کی بات ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خاکسار (شیخ محمد احمد مظہر۔ناقل) کو فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں جماعت کو وکلاء کی بڑی ضرورت پیش آئے گی۔ بعد کے واقعات نے حضور کی اس فراست اور پیش بینی کی تصدیق کی۔اور جماعت کے بہت سے وکلاء کو اللہ تعالیٰ نے خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائی۔اور ہر خدمت کرنے والا اپنے اپنے مقام پر پھولا پھلا اور کامیاب ہوا۔نذیر احمد صاحب مرحوم بھی ایسے ہی خادمانِ سلسلہ میں سے تھے اور یہ امر کہ آپ فن وکالت میں ممتاز اور ماہر تھے اور نیز یہ امر کہ اپنی قابلیت کو سلسلہ کی خدمت میں لگائے رکھتے تھے اور ہر مصروفیت کو چھوڑ کر خدمت کے لئے حاضر موجود ہوتے تھے۔ ہمارے نوجوان وکلاء کے لئے ایک نمونہ ہے تاکہ وہ خدمت سلسلہ کو ہر چیز پر مقدم رکھیں“۔[116]

دیگر مخلصین سلسلہ کی وفات

علاوہ ازیں احمدیت کے مندرجہ ذیل فدائی وشیدائی بھی اسی سال وفات پا گئے۔

(۱) چوہدری منظور حسین صاحب ساکن چھورے ۱۱ مُغلیاں سابق امیر جماعت احمدیہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ۔ (وفات: ۱۱ جنوری ۱۹۶۴ء) 117

(۲) شیخ محمد شریف صاحب ابن حضرت شیخ کریم بخش صاحب آف کوئٹہ مینیجنگ ڈائریکٹر پرنس ٹرانسپورٹ کمپنی لاہور۔ (وفات: ۲۹ جنوری ۱۹۶۴ء) 118

(۳) حافظ محمد افضل صاحب خوش نویس آرٹ کیلیگرافسٹ منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ۔ حکومت پاکستان کی اوّلین کرنسی پر اردو کتابت کے قلمکار اور قائداعظم سے انعام یافتہ۔ (وفات: ۱۰ فروری ۱۹۶۴ء) 119

(۴) عبدالمجید خان صاحب پسر محمد ظہور خان صاحب پٹیالوی۔ (وفات: ۲۶/۲۵ فروری ۱۹۶۴ء بمقام لندن)

جماعت احمدیہ مڈل سیکس کے سیکرٹری اصلاح وارشاد اور پھر سیکرٹری مال کے اہم عہدے آپ کے سپرد ہوئے۔ جن کو تادمِ آخر نہایت اخلاص اور قربانی سے نبھایا۔ 120

(۵) چوہدری محمد نقی صاحب بیرسٹر فرزند حضرت نواب محمد دین صاحب۔ (وفات: ۹/۱۰ مارچ ۱۹۶۴ء)

چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہوتے تھے۔ غیر از جماعت احباب بھی آپ کی لیاقت اور اخلاق کے معترف تھے۔ 121

(۶) پیر خلیل احمد صاحب نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ (وفات: ۲۰ مارچ ۱۹۶۴ء)

حضرت پیر افتخار احمد صاحب کے صاحبزادے اور حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کے پوتے تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کے قدیم کارکن تھے۔ 122

(۷) شیخ محمد یوسف صاحب آف گجرات (وفات: یکم اپریل ۱۹۶۴ء)

ایک لمبا عرصہ ٹبورا (تنزانیہ)، کمپالہ (یوگنڈا) اور ٹانگانیکا میں دینی خدمات بجالاتے رہے۔

دارالسلام اورٹبورا انجمن اسلامیہ کی بنیاد آپ نے ہی ڈالی تھی۔اپنوں اور بیگانوں میں یکساں مقبول تھے۔سواحیلی لٹریچر کی اشاعت اور مشرقی افریقہ کی مساجد کی تعمیر میں ان کی مالی قربانیاں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔[123]

(۸) دفعدار محمد عبداللہ صاحب گجراتی درویش قادیان (وفات:۳/اپریل۱۹۶۴ء)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام جب کرم دین بھیں کے مقدمہ کے سلسلہ میں ۱۹۰۴ء میں جہلم تشریف لے گئے تھے اس وقت آپ کھاریاں سکول میں تعلیم حاصل کررہے تھے اورآپ کی عمر ۱۶سال تھی۔حضور کی آمد کی خبر پاکرآپ بھی حضور کی زیارت کے لئے گئے۔اورحضورکودیکھ لینے سے احمدیت کے بارہ میں جتنے اعتراضات وشبہات باقی تھے سب رفع ہوگئے۔لیکن بعض شرپسند عناصر کے دباؤ کی وجہ سے اس وقت بیعت نہ کرسکے۔جس کا آپ کوتمام عمرافسوس رہا۔آپ نے حضرت خلیفہ اوّل کے عہد خلافت میں بیعت کی۔آپ کے والد محترم حضرت محمد ابراہیم صاحب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے صحابی تھے۔[124]

۲۷ سالہ فوجی خدمت کے دوران سات میڈل اور بیسیوں اعزاز حاصل کئے۔تحریک شدھی کے خلاف حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کی سرکردگی میں دو ماہ تبلیغی جہاد کیا۔زمانہ درویشی میں سیکرٹری مال اورمرکزی لائبریری کے انچارج کی حیثیت سے بڑی محنت اورتندہی سے مصروف عمل رہے۔[125]

(۹) خلیفہ علیم الدین صاحب (وفات:۱۶/اپریل۱۹۶۴ء)

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے فرزند اکبراورانگلستان کے پہلے واقف زندگی بشیر احمد صاحب آرچرڈ کے خسر تھے۔[126]

(۱۰) او۔کے۔سید علی صاحب آف سیلون (وفات:۱۹جون۱۹۶۴ء)

سید علی صاحب نے جوانی میں قادیان جاکر دینی تعلیم حاصل کی۔بعد تعلیم کچھ عرصہ فوج میں بھی ملازمت کی اور کچھ عرصہ وقف تجارت میں خدمات بجالائے۔کولمبومشن میں آپ چندہ جات کی وصولی میں سیکرٹری مال کی بہت مدد کرتے تھے۔جماعت کے مختلف عہدوں پر خدمات سرانجام دیں۔حضرت خلیفۃ المسیح کی ہرتحریک پر لبیک کہنے میں صفِ اوّل میں شامل تھے اورتحریک جدید اور وقف جدید میں باقاعدگی سے شامل ہوتے۔بچوں کوقرآن کریم،دینیات،اردو خاص دلچسپی ومحنت

سے پڑھاتے تھے۔[127]

(۱۱) سید زمان شاہ صاحب جہلمی جنرل پریذیڈنٹ ربوہ (وفات: ۲۶/اگست ۱۹۶۴ء)

کئی سال تک امیر جماعتہائے احمدیہ ضلع جہلم کے منصب پر فائز رہے۔قریباً چھ سال تک ایم این سنڈیکیٹ ربوہ میں کام کیا۔ اسی دوران کچھ عرصہ ربوہ کے جنرل پریذیڈنٹ کے فرائض بجالاتے رہے۔[128]

(۱۲) امریکن نواحمدی ولی کریم صاحب سابق آرتھر جے فرٹیز آف ڈیٹن

(ARTHUR. J. FRITTS)(وفات: ۲۲/اکتوبر ۱۹۶۴ء)

ڈیٹن کی احمدیہ مسجد کی تعمیر کے لئے آپ نے اپنا قطعہ زمین جماعت احمدیہ کو پیش کر دیا اور چونکہ خود معمار تھے اس لئے اس کی تعمیر میں بھی حصہ لیا۔ نیز ایک ہزار ڈالر نقد دے دیئے۔علاوہ ازیں اپنا دو منزلہ مکان مع سامان کے جماعت کو ھبہ کر گئے۔ مسجد کے لئے پچاس نئی کرسیاں اور ایک بہت بڑا قالین خرید کر خانہ خدا میں رکھوادیا۔ آپ کی نیکی،تقویٰ،سخاوت اور احمدیت کے لئے محبت اور جانثاری اور دیگر اخلاق فاضلہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کا کام دیں گے۔ اور آپ کا نام اور آپ کے کارہائے نمایاں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔[129]

(۱۳) کیپٹن عطاء اللہ ظہور احمد صاحب آف دوالمیال (وفات: ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ء)

آپ ہی وہ خوش نصیب تھے جنہیں مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۴۷ء بذریعہ کار حضرت مصلح موعود کو قادیان سے پاکستان لانے کی عظیم سعادت حاصل ہوئی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود نے ایک خطبہ جمعہ میں اس مثالی خدمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''جس طرح میرے قادیان سے نکلنے کا کام کیپٹن عطاء اللہ صاحب کے ہاتھ سے سرانجام پانا تھا اسی طرح ایک نئے مرکز کا قیام ایک دوسرے آدمی کے سپرد تھا جو پیچھے آیا اور کئی لوگوں سے آگے بڑھ گیا میری مراد نواب محمد دین صاحب مرحوم سے ہے''۔[130]

آپ مکرم صوبیدار فتح محمد خاں صاحب آف دوالمیال کے صاحبزادے اور مکرم میجر جنرل نذیر احمد صاحب کے بھائی تھے۔ پارٹیشن سے پہلے برٹش آرمی میں بھرتی ہوئے اور ترقی کر کے کیپٹن کے عہدہ تک پہنچے۔ راولپنڈی سے سروس کا آغاز کیا۔ دورانِ قیام راولپنڈی مختلف جماعتی عہدوں پر کام

کرتے رہے۔ حلقہ لالکڑتی (راولپنڈی) کے صدر بھی رہے۔ آپ نہایت مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ آپ کو موصی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

اولاد: آپ نے تین شادیاں کیں۔ زوجہ اول محترمہ بھاگ بھری صاحبہ سے ایک بیٹا مکرم ناصر احمد صاحب اور دو بیٹیاں محترمہ حبیب بیگم صاحبہ اور محترمہ نسیم بیگم صاحبہ پیدا ہوئیں۔

زوجہ دوم محترمہ فضل نور صاحبہ سے ایک بیٹی محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ تھیں اور زوجہ سوم محترمہ مقبول خانم صاحبہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔ 131

(۱۴) قریشی افضال احمد صاحب بھاگلپوری (وفات: ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ء)

خلافت ثانیہ کے آغاز میں بیعت کی۔ ۱۹۲۴ء سے ملکانہ کے علاقہ میں بطور مبلغ تبلیغی جہاد میں سرگرم عمل رہے اور نہ صرف اپنی ذات کی قربانی دی بلکہ اپنی اولاد کے مستقبل کو بھی قربان کر دیا۔ وجہ یہ کہ میدان جہاد میں ہونے کے باعث آپ اپنے کسی بچہ کو اعلیٰ دینی و دنیوی تعلیم نہ دلوا سکے۔ اسی دور کا یہ نادر اور یادگار واقعہ ہے کہ آپ کی قیادت میں بارہ احمدی ملکانوں پر مشتمل ایک وفد پاپیادہ ساندھن سے قادیان کے لئے روانہ ہوا جو ٹھیک جلسہ سالانہ ۱۹۳۳ء کے موقعہ پر بخیر و خوبی قادیان پہنچا۔ یہ قافلہ خاص کیفیت رکھتا تھا۔ اہل قافلہ کے پاس ایک بڑا کپڑا دو بانسوں سے بندھا ہوا تھا جس پر یہ عبارتیں جلی حروف سے رقم تھیں ''احمدیت زندہ باد۔ اسلام زندہ باد۔ مرزا غلام احمد کی جے۔ ہماری فتح ہمارا غلبہ۔ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ یہ نظارہ دیکھ اکثر لوگ دریافت کرتے کہ کدھر جا رہے ہیں اس پر سالارِ قافلہ شیریں زبان اور مؤثر الفاظ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا تعارف کرواتے۔ آپ نے کئی سال تک بہار میں بھی فریضہ تبلیغ ادا کیا۔ 132

(۱۵) منشی احمد دین صاحب سیکرٹری مال و صدر جماعت احمدیہ ککرالی ضلع گجرات

(وفات: ۱۲ نومبر ۱۹۶۴ء) بیعت کرنے پر آپ کو شدید تکالیف دی گئیں مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرّہ بھر لغزش نہ آئی۔ حاضر جوابی میں آپ کو کمال حاصل تھا اور مرکزی تحریکات پر لبیک کہنا آپ کا شعار۔ صاحب الہام و کشوف بزرگ تھے۔ 133

(۱۶) پاسوری بابنگورا صاحب۔ لوکل مبلغ سیرالیون (وفات: نومبر ۱۹۶۴ء)

پاسوری بابنگورا (Pasuri Ba Bangura) صاحب سیرالیون کے ابتدائی مخلص احمدیوں

میں سے تھے۔آپ نے محترم الحاج مولانا نذیر احمد علی صاحب کے زمانہ میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔آپ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے۔صرف قرآن کریم کا علم رکھتے تھے۔آپ کے اندر دعوت الی اللہ کا قابل رشک جوش تھا۔آپ نے ابتداء میں بہت قلیل معاوضے پر لوکل معلم کے طور پر خدمت شروع کی۔سیرالیون کے طول وعرض میں پہنچ کر پیغام حق کی دعوت دی۔آپ سیرالیون کے مختلف قبائل کی زبانیں جانتے تھے اس لئے آسانی کے ساتھ پیغام حق پہنچاتے تھے۔

محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری سابق مربی سلسلہ سیرالیون نے مرحوم بنگُورا صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھا کہ

''خاکسار جب ۵۳ء میں پہلی بار سیرالیون گیا تو آپ اکثر میرے ساتھ دوروں پر جاتے اور ترجمانی کے فرائض ادا کرتے۔عموماً ہر گاؤں میں شام کے وقت پبلک اجلاس ہوتا جس میں آپ ترجمانی کے علاوہ خود بھی تقریر کرتے اور پھر رات کے پچھلے حصہ میں اٹھ کھڑے ہوتے اور گاؤں میں چکر لگاتے اور لوگوں کو مہدی علیہ السلام کے ظہور کی خبر دیتے اور دعوت حق ان تک پہنچاتے۔

مجھے ان کے چند فقرات جو انہوں نے اپنی ایک تقریر میں بیان کئے ابھی تک نہیں بھولتے۔لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا:۔

''دیکھو میں احمدیت کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہوں۔میرے اندر احمدیت نے ایک نہایت ہی نمایاں تغیر کیا ہے۔احمدیت قبول کرنے سے قبل میں ہر قسم کی برائیوں کا مرتکب ہوتا تھا۔اور لوگوں کے ساتھ مقدمات میں عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا جس سے روپیہ بھی ضائع ہوتا تھا اور عزت بھی برباد ہوتی تھی۔مگر اب خدا تعالیٰ نے احمدیت کو قبول کرنے کی وجہ سے مجھ پر اتنا احسان کیا ہے کہ میں ان تمام برائیوں کو ترک کر چکا ہوں اور نہایت ہی چین اور سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔'' [134]

(۱۷) سیٹھ محمد عبداللطیف صاحب یادگیری (وفات ۲؍دسمبر ۱۹۶۴ء)

فرزند اکبر محترم سیٹھ عبدالحئی صاحب یادگیری۔آپ اپنے دادا حضرت شیخ حسن اور اپنے والد سیٹھ عبدالحئی صاحب کی تمام دینی اور خاندانی روایات کے علمبردار تھے اور ان کو پوری شان سے برقرار رکھنے میں عمر بھر کوشاں رہے۔ [135]

(۱۸) چوہدری غلام احمد صاحب ایڈووکیٹ پاکپتن (وفات ۱۵؍دسمبر ۱۹۶۴ء)

اگرچہ ۱۹۰۴ء کے بعد متعدد بار قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک مجالس میں

شریک ہوتے رہے لیکن بیعت ۱۹۰۸ء میں حضرت خلیفہ اول کے دست مبارک پر کی۔۱۹۱۳ء سے امیر جماعت اور بعدازاں انصاراللہ کے ناظم ضلع کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ بہت دعا گو اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ 136

(۱۹) چوہدری عبدالرحمٰن صاحب B.A.B.T سیکنڈ ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

ڈسٹرکٹ بورڈ کی سروس اور ہیڈ ماسٹری چھوڑ کر ۱۹۴۴ء میں حضرت مصلح موعود کے ارشاد پر قادیان آ گئے اور اپنی ساری زندگی تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ترقی کے لئے وقف کر دی۔ آپ فن تعلیم کے بے مثال ماہر تھے اور امتحان کے لئے طلباء کو تیار کرنا ان پر ختم تھا۔ سلسلہ سے مخلصانہ تعلق اور جماعتی وقومی روایات کو زندہ و تابندہ رکھنے کا خیال ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتا تھا۔ تاریخ، انگلش اور خصوصاً ریاضی کے مضمون میں ملک گیر شہرت حاصل تھی۔ اور شاندار کتب تالیف کیں۔ جن میں ''مدینہ ریاضی'' آپ کا شاہکار ہے۔ چند سالوں سے آپ مڈل اور میٹرک کے گیس پیپر بھی شائع کرنے لگے جو پاکستان میں بہت مشہور ہوئے۔ مولوی محمد صدیق صاحب ننگلی مجاہد سرینام آپ ہی کے داماد ہیں۔ 137

حوالہ جات

(صفحہ 582 تا 688)

1 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

2 الفضل ۵ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

3 رجسٹر روایات جلد ۳ صفحہ ۶۳ تا ۶۷

4 الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

5 حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقائے کرام پیر کوٹ ثانی ضلع حافظ آباد مؤلفہ مولانا سلطان احمد پیر کوٹی صفحہ ۷۸ تا ۸۱

6 الفضل ۹ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۵، ۸ و الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۔ ''احمدیہ جنتری'' قادیان ۱۹۳۷ء صفحہ ۳۹۔ مرتبہ میاں محمد یامین صاحب

7 الفضل ۹ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

8 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ

9 الفضل ۲۰ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۔ و تاریخ احمدیہ سرحد صفحہ ۱۰۳۔ مرتبہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر سرحد مطبوعہ منظور عام پریس پشاور ۱۹۶۹ء

10 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۵۴ مؤلفہ شیخ مولانا عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل۔ الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

11 الحکم قادیان ۱۴/ اکتوبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۴

12 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۲۵۶ طبع اول

13 ''دلیکچر نجات'' صفحہ ۳-۴

14 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۸ء صفحہ ۱۹۵-۱۹۶

15 الفضل قادیان ۳۱/ اگست ۱۹۲۸ء صفحہ ۹

16 الفضل ۳۱/ اگست ۱۹۲۸ء صفحہ ۹-۱۰

17 حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ ۱۲۴

18 حیات بقاپوری حصہ سوم صفحہ ۱۲۵-۱۲۸

19 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۶ء صفحہ ۲۶

20 الفضل ۲۵/ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳

21 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

22 الفضل ۷؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۶
23 بیعت: ۱۹۰۳ء وفات یافتگان ۱۹۰۵ء تا ۲۰۰۷ء صفحہ ۳۷۰۔ نظارت بہشتی مقبرہ ربوہ
24 الفضل ربوہ ۲۳؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
25 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ والفرقان ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۳، ۲۴
26 رسالہ الفرقان اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۳، ۲۴۔ الفضل ۲۸؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸
27 رجسٹر روایات جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷
28 رجسٹر روایات جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷۔ الفضل ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء
29 لاہور تاریخ احمدیت صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۵
30 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
31 الفضل ۶ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
32 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
33 الفضل ۱۳ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۶
34 الفضل ۱۳ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۶
35 اخبار بدر ۱۱ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۔ الفضل ۱۷ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
36 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ورجسٹر روایات جلد ۱۱ صفحہ ۶۴
37 رجسٹر روایات نمبر ۱۱ صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵
38 الفضل ۱۰، ۱۱، ۱۳ جون ۱۹۶۵ء۔ مضمون مولانا غلام احمد صاحب فرخ
39 الفضل ۴؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۶ وغیر مطبوعہ مکتوب مولوی احمد حسن صاحب ۔ ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء
40 الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
41 ماخوذ از کتاب ''کرم الٰہی'' مؤلفہ ڈاکٹر منور احمد صفحہ ۲۴۲ تا ۲۴۴
42 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
43 الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
44 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
45 الفضل ۲۸ اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
46 بدر درویشانِ قادیان نمبر دسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ ۱۰۲
47 بدر ۶؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔ کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' صفحہ ۵۱ تا ۵۳۔ از چوہدری فیض احمد گجراتی درویش ناظر بیت المال قادیان فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان دسمبر ۱۹۷۶ء۔ ''بدر درویشانِ قادیان'' دسمبر ۲۰۱۱ء صفحہ ۱۰۲
48 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

49 الفضل ۱۱/ اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
50 الفضل ۵ جولائی ۲۰۰۲ء صفحہ ۵
51 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
52 الفضل ۳ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۶
53 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
54 الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸
55 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
56 الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
57 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
58 الفضل ۸/ اکتوبر ۱۹۶۴ء و انصار اللہ اپریل ۱۹۶۲ء
59 الفضل ۳۱/ اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴
60 الفضل ۳ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴
61 الفضل ۳۰/ اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
62 الحکم ۷/ اپریل ۱۹۴۱ء صفحہ ۴۔ الفضل ۱۳، ۲۹ نومبر ۱۹۶۴ء
63 ریکارڈ وفات یافتگان بہشتی مقبرہ ۱۹۰۵ء تا ۲۰۰۷ء صفحہ ۱۳۱
64 تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول صفحہ ۴۹۰۔ مؤلفہ حضرت مریم صدیقہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ
65 الفضل ربوہ ۵ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸
66 الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
67 ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ
68 الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴ و الفضل ۲۔۴۔۶۔۷۔۹ مئی ۱۹۶۵ء و مضمون مولانا غلام احمد بدوملہوی مبلّغ گیمبیا
69 فہرست مرسلہ رشید احمد صاحب بدوملہوی۔ رشید بوٹ ہاؤس گولبازار ربوہ
70 الفضل ۱۴ جنوری و ۵/ اگست ۱۹۶۵ء
71 خودنوشت سوانح عمری قلمی غیر مطبوعہ محرّرہ مارچ ۱۹۵۸ء۔
72 الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۶۔
73 ریکارڈ بہشتی مقبرہ
74 الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵
75 رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۰۱، ایڈیشن ۲۰۰۸
76 تذکرہ صفحہ ۶۳۹، ایڈیشن چہارم۔ الہامات ۹ مئی ۱۹۰۸

77 خودنوشت سوانح عمری حضرت مولوی محمد عثمان صاحب ۔صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی سالانہ رپورٹیں از یکم مئی ۱۹۵۹ء تا ۳۰؍اپریل ۱۹۶۴ء

78 الفضل یکم جولائی ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

79 تحریر ۲۸ جون ۱۹۹۰ء

80 الفضل ۹ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۵

81 روزنامہ الفضل ربوہ ۱۴ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۷

82 الفضل ربوہ ۲۳ جنوری، ۲ فروری ۱۹۶۴ء۔ ضلع چکوال تاریخ احمدیت مؤلفہ ریاض احمد ملک صفحہ ۵۰۶ تا ۵۰۹

83 الفضل ۱۵، ۳۰ فروری ۱۹۶۴ء

84 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

85 الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۳۷ء

86 الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

87 الفضل ۲ دسمبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۵، ۶

88 الفضل ۱۲، ۱۳، ۱۵ مئی و ۲، ۱۸ جون و ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء۔ بدر ۴ جون ۱۹۶۴ء

89 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

90 الفضل ۷ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

91 ریکارڈ دفتر وصیت ربوہ

92 ملخص از الفضل ربوہ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴، ۵ حالات تحریر کردہ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ

93 الفضل ۱۱، ۱۸، ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء و ۱۵ ستمبر ۱۹۶۴ء

94 ریکارڈ بہشتی مقبرہ

95 الفضل ۲۵ جولائی ۔ ۶؍اگست ۔ ۱۳؍اگست ۔ ۲۳؍اکتوبر ۱۹۶۴ء

96 اخبار بدر قادیان ۶، ۱۳؍اگست ۔ ۲، ۱۰ ستمبر ۔ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۶۴ء

97 الحرا ب کراچی بحوالہ الفضل ۹؍اپریل ۱۹۹۱ء صفحہ ۷

98 الفضل ۳۰؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔ ۸

99 الفضل ۱۸، ۱۹ ستمبر ۔ ۲۴، ۲۶، ۲۷، ۲۸ نومبر ۱۹۶۴ء

100 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۴۵ء صفحہ ۸۷

101 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵

102 رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۳۸ء صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷

103 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الفضل ۷۔ ۱۳؍اکتوبر و ۶ نومبر ۱۹۶۴ء۔ الفضل ۲۷ فروری، ۲۸، ۲۹؍اگست، ۲، ۱۱ ستمبر ۱۹۶۵ء۔ بدر یکم اپریل ۱۹۶۵ء صفحہ ۷

104 ("SUNDAY NEWS") ۱۱؍اکتوبر ۱۹۶۴ء

105 بحوالہ الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۰-۲۱

106 بحوالہ الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۰ تا ۲۲

107 رسالہ الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۷-۱۸

108 الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۲۴

109 الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۶۴ء

110 الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۸

111 الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۹

112 الفضل ۲۷؍اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳-۴

113 افریقہ کے مسلمانوں کے کارنامے۔ مقالہ یوسف عثمان کامبولایا الفضل ۱۳، ۲۷؍اکتوبر و ۱۵، ۱۷ نومبر و ۱۵ دسمبر ۱۹۶۴ء۔
رسالہ الفرقان نومبر ۱۹۶۴ء۔ مقالہ بکری عبیدی (The Life History of Sh. Kaluta Amri Abedi)

114 مسودات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث صفحہ ۵۹ تا ۶۱۔ ایضاً الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۲۔ فضل عمر نمبر

115 الفضل ربوہ ۲۱ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

116 الفضل ۶ جنوری ۱۹۶۵ء

117 الفضل ۱۹، ۲۹ جنوری ۱۹۶۴ء

118 الفضل ۳۱ جنوری، یکم فروری، ۵، ۱۸ فروری، ۱۴ جولائی، ۱۹ ستمبر ۱۹۶۵ء

119 الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۴ء

120 الفضل ۳، ۸ مارچ و ۱۱، ۳۰؍اپریل و یکم مئی ۱۹۶۴ء

121 الفضل ۱۱، ۱۳ مارچ ۱۹۶۴ء۔ کتاب ''آپ بیتی باجوہ'' صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۹ مؤلفہ چوہدری غلام اللہ باجوہ اشاعت اگست ۱۹۸۷ء

122 الفضل ۲۲ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

123 الفضل ۵ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

124 الفضل ۹؍اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

125 اخبار بدر ۹؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۷۔ اخبار الفضل ۱۲؍اپریل و ۹؍اکتوبر ۱۹۶۴ء۔ کتاب ''وہ پھول جو مرجھا گئے'' حصہ اوّل صفحہ ۶۴ تا ۶۷۔ مؤلفہ چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی مطبع فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان اشاعت دسمبر ۱۹۷۶ء

126 الفضل ۱۸، ۱۹؍اپریل ۱۹۶۴ء

127 الفضل ربوہ ۲ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۵

128 الفضل ۲۸، ۲۹؍اگست ۱۹۶۴ء۔ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۶۵ء

129 الفضل ۱۴ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۵
130 الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۴۹ء صفحہ ۶۔ الفضل ۴ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴
131 ملخص از ضلع چکوال تاریخ احمدیت صفحہ ۴۳۷ تا ۴۴۳
132 الفضل ۱۲ نومبر، ۸، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء
133 الفضل ۹ جنوری ۱۹۶۵ء
134 الفضل ربوہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴
135 بدر قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء و ۷ جنوری ۱۹۶۵ء و الفضل ۲۷ جنوری ۱۹۶۵ء
136 الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۶۴ء، ۱۵، ۱۹ جنوری ۱۹۶۵ء
137 الفضل ۱۴ جنوری و ۱۴ فروری ۱۹۶۵ء

۱۹۶۴ء کے متفرق اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خوشی کی تقاریب

ولادت

(۱) بینا مبارکہ صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب (۸رجنوری ۱۹۶۴ء) [1]
(۲) سیدہ امۃ العزیز صاحبہ بنت سید داؤد مظفر شاہ صاحب (۲۸ جنوری ۱۹۶۴ء)
(۳) مرزا کلیم احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (۲۴رمارچ ۱۹۶۴ء) [2]
(۴) امۃ النصیر صاحبہ بنت کرنل وقیع الزمان صاحب (۳۱رمارچ ۱۹۶۴ء) [3]
(۵) سید محمد احمد صاحب ابن سید محمود احمد ناصر صاحب (۱۱رمئی ۱۹۶۴ء) [4]
(۶) علی باسل احمد خان صاحب ابن نوابزادہ شاہد احمد خان صاحب (۲۲رجون ۱۹۶۴ء) [5]
(۷) امۃ الوحید صاحبہ بنت مرزا انور احمد صاحب (۵رجولائی ۱۹۶۴ء) [6]
(۸) سیدہ سلطانہ صبیحہ صاحبہ بنت سید سید احمد ناصر صاحب (۲۵راکتوبر ۱۹۶۴ء) [7]
(۹) امۃ المجیب نعماء صاحبہ بنت مرزا مجیب احمد صاحب (۲۳رنومبر ۱۹۶۴ء) [8]
(۱۰) سید ناصر احمد خضر پاشا صاحب ابن مکرم سید حضرت اللہ پاشا صاحب (۲۷نومبر ۱۹۶۴ء) [9]

نکاح اور شادی

۶رجنوری ۱۹۶۴ کو صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود کی شادی اسماء طاہرہ صاحبہ بنت مولوی عبدالباقی صاحب ایم۔اے کنری سے ہوئی۔ [10]

۲۸ردسمبر ۱۹۶۴ء کو صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ابن (حضرت) صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا نکاح صاحبزادی امۃ الحسیب صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا منیر احمد صاحب سے اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ابن حضرت مرزا عزیز احمد صاحب کا نکاح محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ بنت محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب سے ہوا۔ [11]

۳۰ردسمبر ۱۹۶۴ء کو مرزا نعیم احمد صاحب ابن حضرت مصلح موعود کی شادی محترمہ صاحبزادی سیدہ امۃ المومن صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب سے عمل میں آئی۔ [12]

احمدیوں کی نمایاں کامیابیاں اوراعزازات

اس سال احمدی نوجوانوں کی کامیابیوں کا سلسلہ نہ صرف پاکستان میں نمایاں شان کے ساتھ جاری رہا بلکہ سیرالیون اور غانا جیسے اہم افریقی ممالک تک ممتد ہو گیا۔

امتحانات

(۱) جناب عطاء المجیب صاحب راشد (خالد احمدیت مولانا ابوالعطاء صاحب کے صاحبزادے) بی۔اے عربی کے امتحان میں یونیورسٹی بھر میں اول رہے۔اور پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے انعامی وظیفہ اور دو طلائی تمغوں کے مستحق قرار پائے۔ 13

(۲) ناصر احمد محمود صاحب (ابن میاں محمد اسحٰق صاحب سنوری لاہور) نے ڈینٹل سرجری کے فرسٹ پروفیشنل امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اول پوزیشن حاصل کی۔ 14

(۳) جامعہ نصرت ربوہ کی طالبہ قانتہ شاہدہ صاحبہ بی اے بنت قاضی محمد رشید صاحب یونیورسٹی بھر کی لڑکیوں میں اول رہیں۔ 15

(۴) مرزا محی الدین صاحب (ابن مربی سلسلہ گیانی واحد حسین صاحب) ایم۔اے باٹنی کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اول رہے۔ 16

(۵) امۃ المالک فرخ صاحبہ (بنت جناب پیر صلاح الدین صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ) ایم اے فارسی میں یونیورسٹی بھر میں اول رہیں۔ 17

(۶) یونیورسٹیوں میں ۱۹۶۴ء کے امتحانات میں دوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء و طالبات کے نام یہ ہیں۔

عنایت اللہ صاحب منگلا (ایم۔اے اکنامکس میں) 18

عبدالمجید صاحب چیمہ (ابن عبدالرحیم صاحب چیمہ ربوہ،ایم۔ایس۔سی زوالوجی میں) 19

رشید احمد اختر (ایم۔ایس۔سی کے امتحان میں) 20

کمال الدین حبیب احمد صاحب (ابن مولوی روشن الدین احمد صاحب مجاہد مسقط و مشرقی افریقہ) (بی۔ایس۔سی۔آنرز زوالوجی میں) 21

کھیلیں

(پاکستان) تعلیم الاسلام کالج ربوہ نے اس سال کھیل کے میدان میں تین اعزاز حاصل کئے۔ چنانچہ باسکٹ بال ٹورنامنٹ کی کالج سیکشن میں چمپیئن شپ جیتی۔اس کی ٹیم کشتی رانی کے مقابلوں میں یونیورسٹی بھر نیز بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن لاہور کے کشتی رانی کے مقابلہ میں چمپیئن قرار پائی۔[22]

جامعہ نصرت ربوہ نے والی بال کے انٹر زونل مقابلوں میں بورڈ کی نیز یونیورسٹی کی والی بال کی چمپیئن شپ جیت لی۔[23]

تعلیم الاسلام ہائی سکول کی کرکٹ ٹیم ضلعی مقابلوں میں امسال بھی چمپیئن قرار پائی۔[24]

(غانا) احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی نے ملک کے تمام سکولوں اور کالجوں کو فٹبال ٹورنامنٹ میں شکست دے کر نیشنل چمپیئن شپ کا اعزاز حاصل کیا۔[25]

(سیرالیون) سیرالیون کے احمدیہ سیکنڈری سکول نے صوبائی ٹورنامنٹ میں چمپیئن شپ جیت لی۔ٹورنامنٹ میں صوبے کی بیس ٹیمیں شامل ہوئی تھیں۔[26]

سہ ماہی ’’مجلۃ الجامعہ‘‘ کا اجراء

سید میر داؤد احمد صاحب کی نگرانی میں جامعہ احمدیہ ربوہ کی طرف سے ایک رسالہ ’’مجلۃ الجامعہ‘‘ کا اجراء ہوا۔جس کے مدیر جامعہ احمدیہ کے استاد ملک سیف الرحمٰن صاحب مقرر ہوئے۔نائبین میں محمد شفیق قیصر،محمد یوسف سلیم،لئیق احمد طاہر اور محمود احمد شامل تھے۔رسالے کے اجراء کا مقصد علمی،ادبی،تاریخی اور سائنسی علوم کی اشاعت تھا۔

سید میر داؤد احمد صاحب نے اس رسالے کے اجرا کے موقع پر بیان فرمایا:۔

’’کوئی تعلیمی ادارہ اپنے مقصد کو پورا نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کے اساتذہ اور طلباء دونوں تحقیق ومطالعہ کا کام نہ کرتے ہوں۔خدا کے فضل سے جامعہ احمدیہ اس لحاظ سے حقیقی تعلیمی ادارہ کہلانے کا مستحق ہے۔اس مجلّہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کے علمی وتحقیقی مضامین شائع ہوتے رہے۔یہ سہ ماہی رسالہ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۳ء تک چھپتا رہا۔[27]

افغان وفد قادیان میں

۱۸؍جنوری کو افغانستان سے نو ارکان پر مشتمل ایک سرکاری وفد مشرقی پنجاب کے کوآپریٹو سسٹم کے مطالعہ کے لئے لدھیانہ، جالندھر اور چندی گڑھ سے ہوتا ہوا قادیان پہنچا۔ وفد کے لیڈر جناب عبدالکریم صاحب اسسٹنٹ ڈائریکٹر نیشنل ٹریننگ رورل ڈویلپمنٹ نے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سے ملاقات کی اور اس بات پر اظہار مسرت کیا کہ انہیں ایک ایسے مقام کو دیکھنے کا موقعہ ملا ہے جہاں مسلمان آباد ہیں۔ ممبران وفد کو جماعتی معلومات بہم پہنچانے کے علاوہ لٹریچر بھی پیش کیا گیا۔[28]

پاکستان کے سابق وزیرخارجہ کی ربوہ میں آمد

۱۹؍جنوری ۱۹۶۴ء کو مغربی پاکستان ہائیکورٹ لاہور کے سابق چیف جسٹس اور پاکستان کے سابق وزیرخارجہ جناب منظور قادر صاحب ربوہ تشریف لائے۔ آپ مرکز احمدیت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور تعلیم الاسلام کالج کی بزمِ اردو سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ’’آج میں نے آپ کے دفاتر دیکھے ہیں نیز بیرونی ممالک میں آپ کے تبلیغی مشنوں اور ان کی مساعی کے بارہ میں بہت سی معلومات حاصل کی ہیں۔ میں اس بات سے بہت متاثر ہوا ہوں کہ آپ بیرونی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں‘‘۔[29]

کلکتہ میں مسجد کا افتتاح

کلکتہ میں اس سال ایک شاندار مسجد کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی اور ۱۴؍فروری ۱۹۶۴ء کو مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی امیر جماعت کلکتہ نے افتتاح کیا۔ خدا کے اس گھر کے سب تعمیری اخراجات کلکتہ کے مخلص احمدیوں نے برداشت کئے۔ جناب سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ خدا کے اس گھر کی تعمیر اور اس کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے قبل جو احمدی احباب کلکتہ میں موجود تھے وہ مکرم خواجہ غلام نبی صاحب مرحوم کی دکان میں نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول کے عہدِ خلافت میں گو احباب کی تعداد میں ترقی ہوئی۔ کالج سٹریٹ میں شیخ محمد امین، فضل کریم و حاجی

محکم الدین صاحبان مرحوم کپڑے کے سلیپرز کا کاروبار کرتے تھے۔ان تینوں حقیقی بھائیوں نے بھی جماعت کی بہت مخلصانہ خدمت کی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔مگر باقاعدہ نظام کی صورت پیدا نہ ہو سکی۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مبارک عہد کے اوائل میں غالباً ۱۹۱۸ء میں مکرم چودھری نواب علی صاحب نے واٹرلوسٹریٹ میں جماعت احمدیہ کی تنظیم قائم کی۔مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب کشمیری نے تبلیغ اور تربیت کے سلسلہ میں نمایاں کام کیا۔اورقرآن مجید کے درس اور باقاعدہ جلسوں کا انتظام کیا۔اُن ایام میں جن خوش قسمت لوگوں کو سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی توفیق حاصل ہوئی اُن میں مکرم مولوی لطف الرحمٰن صاحب،مکرم حکیم ابو طاہر محمود احمد صاحب، ڈاکٹر امید علی صاحب اور میاں محمد صدیق صاحب تاجر بھی شامل تھے۔ان بزرگوں نے اپنے اپنے رنگ میں سلسلہ کی بہت خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو غریقِ رحمت کرے اور نیک جزاء عطا فرمائے۔

شہر میں سلسلہ کی اپنی کوئی مسجد نہ ہونے کی وجہ سے ان ایام میں نمازیں ادا کرنے اور تبلیغی جلسے منعقد کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں انتظام کیا جاتا تھا۔

۱۹۴۴ء میں اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا پر عموماً اور جماعت احمدیہ پر خصوصاً گراں بہا انعام نازل فرمایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو مصلح موعود کی روحانی خلعت سے نوازا۔حضور پُرنور نے لاہور، لدھیانہ، ہوشیار پور اور قادیان میں اس نعمتِ عظمیٰ کا اعلان فرمایا اور اسی سلسلہ میں حضور نے دہلی کا سفر بھی اختیار کیا۔

اس وقت جماعت کلکتہ کے بعض احباب کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ حضور سے درخواست کی جائے کہ کلکتہ کو بھی اپنے مبارک قدوم سے نوازیں۔اس ضمن میں یہ تجویز کی گئی کہ حضور کو اس لمبے سفر پر آمادہ کرنے کے لئے کلکتہ میں احمدیہ مسجد کی تعمیر کا پروگرام بنایا جائے۔اور حضور اس مقدس عمارت کا اپنے مبارک ہاتھوں سے افتتاح فرمائیں۔

اس تجویز کی تمام مقامی احباب نے بدل وجان تائید کی اور صاحبزادہ حضرت میرزا ظفر احمد سلمہٗ کی صدارت میں جماعت کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔تاکہ مجوزہ مسجد کے لئے موزوں مقام پر زمین خریدنے کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس تحریک کو ایسی برکت عطا فرمائی کہ اُس اجلاس میں مقامی احباب نے تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ کے وعدے لکھوائے۔ بعدازاں مزید دوستوں نے بھی حصہ لیا اور تقریباً اسّی ہزار روپیہ اکٹھا ہو گیا۔فالحمدللہ ربّ العٰلمین

زمین کے لئے مختلف علاقوں میں پلاٹ دیکھے گئے اور ایک جگہ بہ اتفاق رائے پسند کی گئی۔شہر کے جنوب مشرقی علاقہ پارک سرکس میں ایک غیر احمدی کی وسیع جائیداد تھی۔ جسے وہ پلاٹ بنا کر فروخت کر رہے تھے۔اس میں ایک پلاٹ کا سودا کیا گیا۔اور بیعانہ وغیرہ دے دیا گیا لیکن جب اس نام نہاد مسلمان کو معلوم ہوا کہ اس پلاٹ پر احمدیہ مسجد تعمیر کی جائے گی تو اس نے رجسٹری کردینے سے انکار کر دیا۔اس کا یہ انکار بیعانہ والے تحریری معاہدہ کے سراسر خلاف تھا اور قانونی طور پر اسے رجسٹری کر دینے پر مجبور کیا جاسکتا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایسا کرنا پسند نہ فرمایا۔اور فرمایا کہ مساجد تو امن اور سلامتی کا مقام ہوتی ہیں۔ ہم ایسی زمین پر مسجد تعمیر کرنا نہیں چاہتے جس کی ابتداء ہی جھگڑے سے ہو۔اس لئے وہ خرید منسوخ کر دی گئی اور ایسا کرنے کے نتیجہ میں مقامی جماعت کو تقریباً چار ہزار روپے کا نقصان اٹھانا پڑا۔

خدا تعالیٰ کے بھی کیسے عجیب کام ہیں کہ اس کے فضل سے انہی ایام میں اور اُسی علاقہ میں سابقہ پلاٹ سے بدرجہا بہتر زمین بڑے راستہ پر جماعت کو حاصل ہوگئی۔ جسے ۱۹۴۷ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام پر رجسٹری کرالیا گیا۔الحمدللہ۔ یہ زمین پیمائش میں قریباً ۱۳ کٹھا (ایک کنال اور ۱۲ مرلہ) ہے اور تقریباً اسّی ہزار روپیہ میں خریدی گئی ہے۔

یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں انقلاب برپا تھا۔اور جس کے نتیجہ میں صوبہ بنگال کی تقسیم عمل میں آ گئی اور اکثر احباب کلکتہ سے منتقل ہو گئے۔اس لئے اس زمین پر مسجد کی تعمیر کا معاملہ التواء میں پڑ گیا۔اور تقریباً بارہ برس کوئی کارروائی نہ کی جاسکی۔

۶۱-۱۹۶۰ء میں الحاج منشی شمس الدین صاحب کی امارت کے عہد میں کلکتہ کارپوریشن میں مسجد کے لئے نقشہ داخل کر کے عمارت کی منظوری حاصل کی گئی۔مقامی احباب نے تعمیر کے اخراجات کے لئے شرح صدر سے سرمایہ فراہم کیا۔۱۹۶۲ء کے ستمبر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے فرزند ارجمند صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ قادیان سے بمع جناب ناظر صاحب بیت المال یہاں تشریف لے آئے اور ۱۶ ستمبر ۱۹۶۲ء کو مقامی احباب کے اجتماع میں دعاؤں کے ساتھ مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔اور چند بکرے صدقہ کئے گئے۔الحمدللہ۔ بعد ازاں جناب مولوی بشیر احمد صاحب فاضل امیر جماعت کلکتہ کی نگرانی میں عمارت کا کام شروع ہوا۔اور یہ نہایت ہی خوبصورت عمارت فروری ۱۹۶۴ء کے پہلے ہفتہ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور ۱۴ فروری کو جمعۃ الوداع کے مبارک دن میں مولوی صاحب موصوف نے اس کا افتتاح کیا۔**فالحمد للہ رب العٰلمین**

یہ مسجد مذکورۃ الصدر زمین کے قریباً تیسرے حصہ میں بنائی گئی ہے۔ دو تہائی زمین کو سلسلہ عالیہ کی دیگر تبلیغی ضروریات کے لئے ریزرو رکھا گیا ہے۔ مسجد کی عمارت ایک وسیع ہال (۳۴×۲۳ فٹ) ایک برآمدہ (۳۲×۱۳فٹ) اور مستورات کے لئے دو کمروں پر مشتمل ہے۔ جس پر تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔ علاوہ ازیں پختہ اور خوبصورت فرش کی لاگت ایک خاتون نے برداشت کی ہے۔ بجلی کی وائرنگ وغیرہ ٹیوب لائٹ اور ۱۶ عدد پنکھوں کے اخراجات مقامی جماعت کے تین برادرانِ حقیقی نے ادا کئے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر ایک سیٹھ صاحب نے عطا فرمایا ہے اور ساری مسجد کے لئے بہت ہی خوبصورت دریاں ایک اور سیٹھ صاحب نے مہیا فرمائی ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مسجد کی عمارت کے مشرقی جانب سلسلہ عالیہ کے مبلّغ کے قیام اور جماعت کی دیگر ضروریات کے لئے ایک علیحدہ مکان تعمیر کیا گیا ہے جس پر تقریباً اٹھارہ ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔ جس میں سے تقریباً آٹھ ہزار روپیہ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے عنایت فرمایا ہے۔ اور دس ہزار روپیہ ایک مقامی دوست نے برداشت کیا ہے''۔[30]

برطانیہ کی نواحمدی خاتون علیمہ صاحبہ کی ربوہ آمد

محترمہ علیمہ صاحبہ جنہوں نے ۱۹۵۸ء میں احمدیت قبول کی تھی ۳ مارچ ۱۹۶۴ء کی شام زیارت مرکز کے لئے ربوہ تشریف لائیں۔ آپ محترمہ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہمراہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، لجنہ اماء اللہ ربوہ اور ماہنامہ مصباح کے دفاتر، امۃ الحئی لائبریری، نصرت انڈسٹریل سکول، جامعہ نصرت نیز فضل عمر فاؤنڈیشن بھی گئیں۔ انہوں نے یہ تمام ادارہ جات دیکھ کر دلی مسرت کا اظہار کیا۔ ۶ مارچ صبح کو آپ ربوہ سے قادیان جانے کے لئے لاہور تشریف لے گئیں۔[31]

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی تحریر فرمودہ ایک نہایت اہم روایت

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک نہایت اہم روایت الفضل میں شائع ہوئی جس سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کے متعلق ایک اہم گواہی ملتی ہے۔ آپ تحریر فرماتی ہیں:۔

''احتیاط کا پہلو مدنظر رکھنا سمجھیں یا میری کمزوری بوجہ حالات جانیں۔ بہرحال یہ روایت جو میں تحریر کر رہی ہوں کبھی اب آکر ایک آدھ بار کسی عزیز کو سنانے کے علاوہ میری زبان پر نہیں آسکی۔ چند

سال ہوئے ایک کاپی میں نوٹ کر لی تھی کہ زندگی کا اعتبار نہیں میرے ساتھ ہی نہ رخصت ہو جائے۔ اول ایام میں حضرت مسیح موعود کی حیات میں اور پھر حضرت خلیفہ اوّل کی حیات میں تو زبان سے یہ بات نکل ہی نہ سکتی تھی۔ دل ہی گوارا نہ کر سکتا تھا۔ پھر حالات بگڑے جو سب پر روشن ہیں کہ یونہی الزام لگتے تھے۔ حضرت اماں جان پر اور خود حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی پر کہ خلافت کے خواہاں ہیں غرض کیا کیا اتہام نہیں تراشے گئے۔ کیسی کیسی بدگمانیوں کے نتیجہ میں زبان وقلم کے تیر اس قطعی بے گناہ وجود پر نہیں چلائے گئے انہی وجوہ سے میں نہ تو لکھ سکی یہ بات۔ اور نہ ہی زبان پر لا سکی۔ اب ایسی عمر ہے کہ کسی وقت کا پتہ نہیں کہ کب بلاوا آ جائے تو آج خلافتِ ثانیہ کے ۵۰ سال کے بعد یہ امانت آپ کے سامنے حاضر کرتی ہوں۔

جب انجمن کا قیام ہو رہا تھا ان دنوں کا ذکر ہے کہ باہر کوئی میٹنگ انجمن کے ارکان کے انتخاب کی یا مقرر شدہ لوگوں کی قوانین وغیرہ کے متعلق ہو رہی تھی۔ کیونکہ انجمن بن رہی تھی یا بن چکی تھی (یہ مجھے علم نہیں نہ ٹھیک یاد ہے) حضرت سیّدنا بڑے بھائی صاحب باہر سے آکر آپ کو رپورٹ کرتے اور باتیں بتا کر جاتے تھے۔ آپ حضرت اماں جان والے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ جب حضرت سیدنا بھائی صاحب آخری بار کچھ باتیں کر کے باہر چلے گئے تو آپ دارالبرکات کے صحن کی جانب آئے اور وہاں سے حجرہ میں جانے کے دروازہ کی جانب اترنے والی سیڑھی کے پاس آکر کھڑے ہو گئے۔ حضرت اماں جان پہلے سے وہاں کھڑی تھیں۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیچھے ساتھ ساتھ چلی آئی تھی اور پیچھے کھڑی ہو گئی۔ آپ کی پیٹھ کی جانب بالکل قریب اس وقت آپ نے جیسے سیدھے کھڑے تھے اسی طرح بغیر گردن موڑے کلام کیا۔ مگر بظاہر حضرت اماں جان سے ہی مخاطب معلوم ہوتے تھے فرمایا:۔

''کبھی تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ محمود کی خلافت کی بابت ان لوگوں کو بتا دیں۔ پھر میں سوچتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اپنے وقت پر خود ہی ظاہر ہو جائے گا''۔

اسی ترتیب سے پہلے فقرہ میں ''ہمارا'' کہا دوسرے میں ''مَیں'' فرمایا اور غیر محسوس سے وقفہ سے یہ دوسرا فقرہ ادا فرمایا۔ مجھے قسم ہے اپنے مالک وخالق ازلی و ابدی خدا کی جس کے حضور میں نے بھی اور سب نے حاضر ہونا ہے اور وہی میرا شاہد ہے میرا حاضر و ناظر خدا جس کے پاس اب میرے جانے کا وقت قریب ہے کہ یہ سچ اور بالکل حق ہے کہ ان الفاظ میں ذرا فرق نہیں۔ مجھے ایک ایک لفظ ٹھیک

یادرہااورایسا کچھ خدا تعالیٰ کے تصرف سے میرے دماغ پر نقش ہوااور دل پر لکھا گیا کہ میں بھول نہیں سکی۔اس وقت بھی وہاں آپ کا کھڑا ہونا پیش نظر ہے۔آپ کی آواز اسی طرح کانوں میں آ رہی ہے۔اس طرح گویا میری چشم تصور آپ کو دیکھ رہی ہے۔جیسے آج کی بلکہ ابھی کی بات ہو۔

پہلے یہ بھی مجھے خیال رہتا تھا کہ میں آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے جو چلی آئی تو شائد آپ کو علم نہ ہو کہ میں سن رہی ہوں مگر ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ آپ نے میری آہٹ پالی ہو۔میری چاپ سن لی ہو۔کیونکہ اکثر آپ کے ساتھ ساتھ چل پڑا کرتی تھی۔اور یوں بھی مَیں قریباً آپ کی پشت مبارک کے ساتھ ہی تو لگی کھڑی تھی۔آپ کی آواز یہ الفاظ یہ دونوں مندرجہ بالا فقرے بولتے ہوئے سرسری نہ تھی بلکہ بڑے ٹھہراؤ سے بڑے وقار و سنجیدگی سے آپ نے یہ بات کی۔اور خصوصاً دوسرا فقرہ جب آپ نے بولا تو معلوم ہوتا تھا بہت دور کہیں دیکھ کر ایک عجیب سے رنگ میں یہ الفاظ آپ کے منہ سے نکل رہے ہیں۔اس طرح آپ نے یہ فقرے ادا کئے جیسے اپنے آپ سے کوئی بات کر رہا ہو مگر ویسے میں یہی سمجھ رہی تھی کہ حضرت اماں جان سے آپ مخاطب ہیں۔

اس بات کی بناء پر مجھے ہمیشہ سے یقین رہا اور ہے کہ خلافتِ محمود کے متعلق آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم ہو چکا تھا۔والسلام مبارکہ" 32

سیرالیون کے ڈپٹی پرائم منسٹر کا استقبال

مارچ ۱۹۶۴ء میں سیرالیون کے ڈپٹی پرائم منسٹر جناب مصطفیٰ صاحب مختصر دورہ پر پاکستان تشریف لائے۔جماعت احمدیہ کراچی کے مقامی عہدیداروں نے ہوائی اڈہ پر ان کا استقبال کیا۔اور ان کی خدمت میں تحفہ بھی پیش کیا۔نیز واپسی پر ان کو الوداع بھی کیا۔33

نائیجیریا کے پریس نمائندگان کی پاکستان آمد

اپریل ۱۹۶۴ء میں نائیجیریا کے پریس نمائندگان کی کراچی آمد کے موقع پر جماعت احمدیہ کراچی کی جانب سے قرآن کریم انگریزی، اسلامی اصول کی فلاسفی اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے انگریزی تراجم تمام نمائندگان کو پیش کئے۔34

سنگ بنیاد مسجد غازی اندرون شیخوپورہ

مورخہ ۷ جون ۱۹۶۴ء کو موضع غازی اندرون ضلع شیخوپورہ میں احمدیہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

تقریب میں آنبہ وکالیہ، بلّڑ کے، شیخوپورہ، وزیرہ ورکاں اور لاٹھیانوالہ ضلع لائل پور کے احباب جماعت کی بہت بڑی تعداد بھی شامل ہوئی۔ اسی طرح غیر از جماعت بھی کثیر تعداد میں اس سنگ بنیاد کی تقریب میں شامل ہوئے۔[35]

پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کا نیا اعزاز

آپ نظری طبیعات کے بین الاقوامی ادارہ کے صدر منتخب کر لئے گئے۔

ممتاز ماہر طبیعات اور صدر پاکستان کے سائنسی مشیر اعلیٰ پروفیسر عبدالسلام نظری طبیعات کے بین الاقوامی ادارہ (ٹریسٹ۔اٹلی) کے صدر منتخب ہوئے ہیں۔ بعد میں یہ ادارہ دنیا میں اقوام متحدہ کی پہلی یونیورسٹی کا درجہ حاصل کرلے گا۔ سردست اس ادارے کو پانچ لاکھ ڈالر سالانہ کی گرانٹ ملی ہے۔ اس ادارہ میں مختلف ملکوں کے سائنسدانوں کو طبیعات میں اعلیٰ تربیت دینے کا اہتمام ہوگا۔ پروفیسر عبدالسلام کی خدمات اس ادارے نے ایک سال کے لئے مستعار لی ہیں۔ موصوف اس وقت امپریل کالج لندن میں نظری طبیعات کے پروفیسر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام پہلے ایشیائی اور دولت مشترکہ کے کسی ملک کے پہلے اور واحد سائنسدان ہیں جنہیں برطانیہ کی کسی یونیورسٹی میں سائنسی فیکلٹی کا صدر مقرر ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پروفیسر رادھا کرشنن (صدر ہند) کو ایک زمانہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں یہ اعزاز حاصل ہوا تھا لیکن وہ ہندوستانی فلسفے کے شعبہ کے صدر تھے نظری طبیعات کے بین الاقوامی ادارے کی صدارت کے لئے ان کا انتخاب بھی ان کے سائنسی علم کے اعتراف کا درجہ رکھتا ہے۔[36]

حج بیت اللہ سے مشرّف ہونے والے احمدی

امسال ۱۹۶۴ء میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ تعداد میں انتالیس احمدی احباب وخواتین (پاک و ہند) کو فریضہ حج بیت اللہ سے مشرّف ہونے کی سعادت و برکت عطاء ہوئی۔ یہ وہ احباب ہیں جن کے ساتھ آپس میں حج کے موقع پر رابطہ ممکن ہوسکا۔

۱۔مکرم مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل از قادیان
۲۔مکرم مرزا عبداللطیف صاحب درویش قادیان
۳۔مکرم میاں خدابخش صاحب درویش قادیان
۴۔مکرم سیٹھ معین الدین صاحب از حیدرآباد دکن
۵۔مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم سیٹھ معین الدین صاحب
۶۔مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم سیٹھ معین الدین صاحب

۷۔ مکرم عبدالحمید عارف صاحب از لاہور
۸۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم عبدالحمید عارف صاحب
۹۔ مکرمہ بیگم بی بی صاحبہ از گوجرانوالہ
۱۰۔ مکرمہ عائشہ بی بی صاحبہ از کراچی
۱۱۔ مکرم عبدالغفار صاحب از یادگیر
۱۲۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم عبدالغفار صاحب
۱۳۔ مکرم محمد محسن صاحب از یادگیر
۱۴۔ مکرم حکیم عبداللطیف صاحب شاہد از لاہور
۱۵۔ مکرم السید منیر الحصنی صاحب از دمشق
۱۶۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم السید منیر الحصنی صاحب
۱۷۔ مکرم السید محمد عبداللہ صاحب شبوطی از عدن
۱۸۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم السید محمد عبداللہ صاحب شبوطی
۱۹۔ مکرمہ والدہ صاحبہ مکرم السید محمد عبداللہ صاحب
۲۰۔ مکرم السید محمد المبارک صاحب از عدن
۲۱۔ مکرم شیخ نصیر الدین احمد صاحب از ربوہ
۲۲۔ مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب از راولپنڈی
۲۳۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم شیخ عبدالرحمٰن صاحب
۲۴۔ مکرم ڈاکٹر محمد منیر صاحب قاضی از لاہور
۲۵۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم ڈاکٹر محمد منیر صاحب قاضی
۲۶۔ مکرم محمد یعقوب صاحب جودھامل بلڈنگ لاہور
۲۷۔ مکرم محمد رمضان صاحب از پتوکی
۲۸۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم محمد رمضان صاحب
۲۹۔ مکرم ڈاکٹر رشید صاحب یوسفی از سابق پنجاب
۳۰۔ مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب ریڈیو آفیسر سفینہ حجاج
۳۱۔ مکرم جمعدار غلام رسول صاحب از کویت
۳۲ مکرم عبدالغفور صاحب از کویت
۳۳۔ مکرمہ والدہ صاحبہ عبدالغفور صاحب از کویت
۳۴۔ مکرم نذیر احمد صاحب از کویت
۳۵۔ مکرمہ اہلیہ صاحبہ مکرم نذیر احمد صاحب
۳۶۔ مکرمہ دختر صاحبہ مکرم نذیر احمد صاحب
۳۷۔ مکرم پسر صاحب مکرم نذیر احمد صاحب
۳۸۔ مکرم چوہدری برکت علی صاحب از عدن
۳۹۔ مکرم عبدالرؤف صاحب از لاہور 37

بھارت کی معزز شخصیات کو دینی لٹریچر کا تحفہ

جماعت احمدیہ بھارت نے حسب روایات اس سال بھی دعوتِ حق کے لئے ہر ممکن ذرائع بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں احمدی وفود نے ملک کی تین اہم ترین شخصیات یعنی ہز ہائی نس مہاراجہ آف میسور، گورنر مدراس، شری کامراج صدر آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور گورنر مشرقی پنجاب جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب کو خاص اہتمام سے انگریزی، ہندی، گورمکھی اور اردو کا لٹریچر پیش کیا۔ مؤخر الذکر شخصیات کو جن وفود نے لٹریچر پیش کیا ان کے امیر حضرت

مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ تھے۔گورنر مشرقی پنجاب نے فرمایا۔''اسلام کا بنیادی کام تو یہی ہے جو آپ کررہے ہیں''۔[38]

جماعت احمدیہ غیروں کی نظر میں

ا۔روزنامہ پاکستان ٹائمز ۱۴/اگست ۱۹۶۴ء میں اخبار کے مشرق وسطیٰ کے نمائندہ خصوصی جناب فرید۔ایس جعفری نے ایک مضمون میں جماعت احمدیہ کی خدمات کا ان الفاظ میں اعتراف کیا:۔

''احمدی مبلغین کو عام طور پر قابلِ تعجب حد تک اس ملک میں مقبولیت حاصل ہے یہاں تک کہ صدر مملکت مسٹر نکروما سے بھی ان کے گہرے دوستانہ تعلقات ہیں۔مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ احمدی مبلّغین مملکت غانا کی نئی پود کو مذہبی اور عام دنیوی علوم کی تعلیم دینے کے ذریعہ حقیقی انسانی خدمات بجالا رہے ہیں اور وہ وہاں کے لوگوں میں کسی قسم کی باہمی تفریق،کشیدگی اور تلخی پیدا نہیں کرتے حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگوں میں باہمی اتحاد و تعاون کیلئے مصروف عمل ہیں۔مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ چونکہ احمدی مبلغین کا تبلیغ و تعارف کا طریقہ عیسائی منادوں کی نسبت زیادہ بہتر ہے اس وجہ سے ان کو خوش آمدید کہا جاتا ہے اور ملک بھر میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے''۔

مشہور اہل حدیث عالم مولوی محی الدین احمد صاحب کے بیٹے ڈاکٹر معین الدین احمد قریشی (بعد ازاں یہ پاکستان کے نگران وزیراعظم بھی رہے) نے مشرقی افریقہ کے دورے سے واپسی پر جماعت کی تبلیغی کوششوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:۔

''جہاں بھی میں گیا میں نے مرزائی مبلغین کو سرگرم عمل پایا۔قریباً وہ تمام لوگ تیز مناظر،مذہبی تنازعات کے سلسلے میں وسیع المعلومات،کتب مقدسہ کے حوالہ جات سے واقف اور تبلیغی نشیب و فراز سے آگاہ نظر آئے۔ساتھ ہی شرمندگی سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ کسی نام نہاد اسلامی جماعت کا کوئی نمائندہ وہاں بھولے سے بھی نظر نہیں آتا''۔[39]

افریقہ میں جماعت احمدیہ کی مساعی ''ماہنامہ سیارہ'' لاہور کی نظر میں

ماہنامہ سیارہ لاہور اکتوبر ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں جماعت اسلامی پاکستان کے ایک رہنما جناب نعیم صدیقی صاحب نے افریقن ممالک میں تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کی مساعی کا حسب ذیل الفاظ میں اعتراف کیا:۔

''افریقہ میں اسلام پھیلانے کے لئے کچھ کام مصر سے ہو رہا ہے مگر وہ بہت کم ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ آس پاس کے عرب ممالک اور ایشیا کے مسلم ممالک مل جل کر اس مہم میں سرگرمی سے حصہ لیں خصوصاً پاکستان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پاکستان کی طرف سے اب تک جو تبلیغی کام ہو رہا ہے وہ یا تو انفرادی قسم کا ہے یا کمزور اداروں کی طرف سے چند مبلغین نہایت محدود کام کر رہے ہیں۔ البتہ احمدیوں کا کام منظّم بھی ہے اور زیادہ وسیع بھی۔ چنانچہ ایک رپورٹ کے مطابق مشرقی افریقہ کی ۱۵ فیصد مسلم آبادی میں دس ہزار احمدی ہیں اور پُرتگیزی مشرقی افریقہ کے دس لاکھ مسلمانوں میں خاصی بڑی تعداد احمدیوں کی بیان کی جاتی ہے۔ کینیا کے بعض علاقوں میں بھی احمدی مبلغ کام کرتے ہیں نیروبی میں ان کا بڑا تبلیغی مرکز اور کالج ہے اور انگریزی اخبار نکل رہا ہے''۔[40]

مغربی بنگال کے ایک جیّد عالم کا قبول احمدیت

کلکتہ کے نواح میں بڑتلہ کی عربی درسگاہ بہت مشہور ہے اس درسگاہ کے ناظم مولانا عبدالحنان صاحب عبقری فاضل دیوبند تھے آپ کا شمار مغربی بنگال کے صف اول کے علماء میں ہوتا تھا اور اس خطہ میں بہت سے علماء کو آپ کا شاگرد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ مولانا کو عیسائیوں سے مباحثات کے دوران کاسرِ صلیب حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا بلند پایہ لٹریچر مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ اور وہ حضور کے گرویدہ ہوگئے۔ ستمبر ۱۹۶۴ء کے آخر میں آپ سے مولانا محمد سلیم صاحب فاضل کی ملاقات ہوئی۔ مولانا نے واضح لفظوں میں بیان فرمایا کہ ''میں بیس سال کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد **واقعی مسیح موعود ومہدی مسعود ہیں**''۔

مولانا عبدالحنان صاحب نے حلقہ بگوش احمدیت ہونے کا باقاعدہ اعلان ۲۱/اکتوبر ۱۹۶۴ء کو ایک جلسہ عام میں کیا جو مسجد کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس موقعہ پر آپ کے دو صاحبزادگان نے بھی قبول احمدیت کا اعلان کیا۔[41]

خدمت خلق کا ایک واقعہ اور تنظیم السّادات ومومنین کانفرنس کی قراردادِ تشکّر

۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ کو چنیوٹ سے ۶ میل دور ایک نہایت دردناک حادثہ ہوا۔ جس میں سرگودھا کے مشہور وکیل سید غضنفر علی شاہ صاحب بخاری اور ان کی ایک دختر جو حادثہ میں شدید زخمی ہوگئے تھے۔ شاہ صاحب اور ان کی صاحبزادی فضل عمر ہسپتال لائے گئے۔ اور ہسپتال کے عملہ نے محض اللہ تعالیٰ کی

توفیق سے ہر ممکن کوشش طبی امداد کے لئے کی۔شاہ صاحب کی حالت بہت نازک تھی اور پہلے دس روز وہ موت وحیات کی کشمکش میں رہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا۔اوران کو آہستہ آہستہ صحت ہونی شروع ہوئی۔چنانچہ سوا تین ماہ فضل عمر ہسپتال میں قیام کرنے کے بعد شاہ صاحب اوران کی بچی اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہوکر واپس سرگودھا تشریف لے گئے۔اس سلسلہ میں ہسپتال کی کارکردگی کا سرگودھا کے تمام معززین اور وکلاء صاحبان پر نہایت گہرا اثر ہوا۔حتّٰی کہ سرگودھا کے اشدترین مخالف اخباروں نے بھی ہسپتال کے کام کو بہت قابل تعریف ٹھہرایا۔[42]

جماعت احمدیہ کے اس حسنِ سلوک پر شیعانِ سرگودھا کا ایک جلسۂ عام مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۵ء بعد نمازِ جمعہ بمقام کربلا منزل سرگودھا زیرِ صدارت سیّد رحمت علی شاہ بخاری صدر تنظیم السادات ومومنین کانفرنس سرگودھا منعقد ہوا۔جس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس ہوا:

’’تنظیم السادات ومومنین کانفرنس سرگودھا کا یہ جلسہ عام جماعت احمدیہ ربوہ وخصوصیت سے جناب ڈاکٹر میاں منور احمد صاحب انچارج فضل عمر ہسپتال ربوہ اوراُن کے سٹاف نے جو سید غضنفر علی بخاری ایڈووکیٹ نائب صدر آل پاکستان شیعہ کانفرنس بالقابہ اوران کی صاحبزادی کے علاج معالجہ اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں جس ہمدردی اور اخلاق ورواداری کا مظاہرہ کیا ہے صمیم قلب سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہے۔‘‘

سیّد نذر عباس ترمذی سیکرٹری نشرواشاعت تنظیم السادات ومومنین کانفرنس سرگودھا۔‘‘[43]

بیرونی ممالک میں جماعتی مساعی

آئیوری کوسٹ

قریشی محمد افضل صاحب انچارج مشن جنوری ۱۹۶۴ء کے شروع میں بوک (BOAKE) میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے شہر کے کمانڈر کو لٹریچر پیش کیا اور جامع مسجد میں تقریر کر کے مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پہنچائی آپ کو آئیوری کوسٹ سے متصل ملک اپر وولٹا کے صدر مقام واگودوگو میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ اور آپ کی تبلیغی کوششوں سے ۲۲ نفوس داخل احمدیت ہوئے۔ (جنوری تا مارچ ۱۹۶۴ء) 44

امریکہ

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۱۹۶۴ء کے آغاز میں تین روز تک واشنگٹن میں قیام فرما رہے۔ جس کے دوران آپ نے ایک اہم اجلاس سے دو گھنٹے تک خطاب فرمایا جس سے احمدی و غیر احمدی بلکہ غیر مسلم غرضیکہ ہر طبقہ کے لوگ بہت محظوظ ہوئے۔

حلقہ واشنگٹن کے انچارج مکرم سید جواد علی صاحب نے اس سال اشاعت لٹریچر اور نجی ملاقاتوں کے ذریعہ پیغام حق پہنچانے کی ہر ممکن کوشش جاری رکھی۔ نیز امریکہ کی احمدی جماعتوں کے دورے کئے۔ شاہ صاحب نے مندرجہ ذیل یونیورسٹیوں اور مقتدر اداروں میں تبلیغی لٹریچر بھجوایا۔

نارتھ کارولینا یونیورسٹی۔ امریکن یونیورسٹی۔ جارج واشنگٹن یونیورسٹی۔ انڈیانا یونیورسٹی۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی۔ ونڈر بالسٹ یونیورسٹی۔ یونیورسٹی میامی فلوریڈا۔ کانگریس لائبریری۔ واشنگٹن لائبریری۔ سفارتخانہ جمیکا، گنی، کولمبیا۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ۔ افریقن ڈیپارٹمنٹ۔ الیگزینڈریا ہائی سکول۔ فلاڈلفیا ہائی سکول۔

آپ نے ملک کے جن اہم علمی حلقوں تک بذریعہ گفتگو و تقریر پیغام احمدیت پہنچایا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ UTAH کی سٹیٹ یونیورسٹی۔ واشنگٹن یونیورسٹی کے طلباء۔ میسونک ٹمپل (MASONIC TEMPLE)۔ امریکن یونیورسٹی۔ جارج واشنگٹن یونیورسٹی۔ انڈیانا یونیورسٹی۔ جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے طلباء اور پروفیسرز۔ چرچ سلور سپرنگ۔ مشرقی افریقہ کے بعض

سرکاری آفیسرز مثلاً ممباسہ شہر کے میئر۔ نائب وزیر تعلیم کینیا۔ نائب صدر نیانزا ریجن۔ نیروبی سٹی کونسل کے قونصلر۔شاہ صاحب نے ان افسران کو جماعت سے تعارف کرایا۔

طلباء امریکن یونیورسٹی۔ جارج واشنگٹن یونیورسٹی۔ ناظم کرسچن مسلم کواپریٹو سوسائٹی۔

آپ نے اس سال جن احمدی جماعتوں کا دورہ کیا ان کے نام یہ ہیں:۔

بالٹی مور۔فلاڈلفیا۔نیویارک۔ باسٹن۔ واٹر بری۔کلیولینڈ۔

چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بنگالی انچارج پٹس برگ نے سڑکوں، سٹوروں اور بسوں میں بکثرت اشتہارات تقسیم کئے۔بعض ترک اور شامی ڈاکٹروں، ورلڈمیتھوڈسٹ کانفرنس کے بھارتی عیسائی مندوبوں سے تبادلہ خیالات کیا۔مشن ہاؤس میں آپ نے ایک تبلیغی لیکچر دیا جس سے لیبیا کے ایک سرکاری افسر بہت متاثر ہوئے۔ پاکستان ایمبیسی اور باتھال چرچ میتھوڈسٹ چرچ سے متعلق بعض احباب کولٹریچر دیا۔آپ نے ڈیٹن ،ینگس ٹاؤن کا دورہ کیا۔

میجر عبدالحمید صاحب انچارج حلقہ ڈیٹن نے بھی شہر میں سینکڑوں اشتہارات تقسیم کئے۔عید کے موقع پر غیر مسلم معززین کو مدعو کر کے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا۔ یہوواہ وٹنس کے مبلغوں، سنسنائی کے ایک پادری صاحب اور ایک ایرانی جنرل کو احمدیت سے روشناس کرایا اور دینی لٹریچر پیش کیا۔ میجر عبدالحمید صاحب نے کئی پادریوں کو تبلیغی خطوط لکھے۔ڈیٹن کے ایک چرچ میں بائبل سٹوڈنٹس کے سامنے ایک لیکچر دیا اور سوالوں کے جوابات دیئے۔

جماعت احمدیہ امریکہ کا سالانہ جلسہ کلیولینڈ میں ہوا۔ جلسہ میں واشنگٹن، بالٹی مور، فلاڈلفیا، نیویارک، ولمنسٹک ، پٹس برگ، ینگس ٹاؤن، ڈیٹرائٹ، شکاگو، ملواکی، سینٹ لوئیس اور کینیڈا کی جماعتوں کے دوسو نمائندگان نے شرکت کی۔ مجاہدین احمدیت اور ممبران جماعت نے اسلام اور عیسائیت کے مختلف موضوعات پر تقاریر فرمائیں۔ دوران جلسہ لجنہ اماء اللہ، خدام الاحمدیہ اور انصاراللہ کی ذیلی تنظیموں کے اجلاسوں کے علاوہ مشاورتی بورڈ کا اجلاس بھی ہوا۔[45]

انگلستان

۲مارچ ۱۹۶۴ء کو جماعت احمدیہ انگلستان کی طرف سے سیرالیون کے وزیر صحت الحاج کانڈے بورے کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں انہوں نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان خدمات کو سراہا۔[46]

اس سال آکسفورڈ اور برمنگھم میں نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے آکسفورڈ کی جماعت سے خطاب فرمایا۔ مولانا بشیر احمد خان صاحب رفیق نے نوٹنگھم نیوسن ایسوسی ایشن اور روٹری کلب آف ٹیڈنگٹن (TEDDINGTON) اور ینگ لبرل ایسوسی ایشن سے مؤثر خطابات کئے۔ علاوہ ازیں آپ نے ڈارٹ فورڈ کے پیرس چرچ کے متعدد ارکان کو پیغام حق پہنچایا اور وانسٹس ورتھ بورڈ نیوز کے نیوز ایڈیٹر کو جماعت احمدیہ کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور دینی لٹریچر پیش کیا۔ اسی طرح پال مرس (PALMERS) گرل سکول کی طالبات کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کیا اور لٹریچر بھی دیا۔ 47

ماہنامہ البصیرت بریڈفورڈ اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۳ پر لکھا ہے:۔

''۱۹۶۴ء و ۱۹۶۵ء میں حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب اُس وقت کے امام مسجد لندن بشیر احمد رفیق خان صاحب کے ہمراہ بریڈفورڈ تشریف لائے اور مورلے سٹریٹ میں میر فیملی کی ایک دکان پر دعا فرمائی۔ آپ نے ہڈرز فیلڈ، پریسٹن اور بلیک برن تشریف لے جا کر وہاں نئی جماعتیں قائم کیں۔ بیگم صاحبہ چوہدری منصور صاحب نے بیگم صاحبہ عبید اللہ میر صاحب کے تعاون سے لجنہ قائم کی''۔

جماعت برمنگھم کی ابتدائی تاریخ

مکرم مطیع اللہ درد صاحب ابن محترم ملک برکت اللہ درد صاحب (بھائی حضرت عبد الرحیم درد صاحب) برمنگھم میں جماعت کے قیام کی ابتدائی تاریخ بیان کی ہے جس کے مطابق برمنگھم میں جماعت احمدیہ کا قیام نومبر ۱۹۶۴ میں ملک نور احمد صاحب ساکن ۳۴ سیکنڈ ایونیو، سیلی پارک بی ۲۹ کے گھر عمل میں آیا۔ مسجد فضل لندن کے امام اور مشنری انچارج احباب کی تنظیم سازی کے لئے برمنگھم تشریف لائے۔ اور محمد عبد الرشید صاحب اور مطیع اللہ درد صاحب کو بالترتیب صدر اور سیکرٹری مال نامزد فرمایا۔ برمنگھم میں اور اس کے آس پاس بعض اور بھی احمدی احباب قیام پذیر تھے۔ ان سے رابطہ کیا گیا اور انہیں جماعت کے قیام کی اطلاع دی گئی۔ اس کی خبر روزنامہ الفضل اور بدر قادیان میں چھپی۔

۶۶۔۱۹۶۵ء کے دوران محمد ادریس چغتائی صاحب ساکن ۱۹۸/ا لسسٹر روڈ جنوبی برمنگھم کے مکان پر جماعتی اجلاسات منعقد کئے گئے۔ آپ کو جماعت کا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا تھا۔ اور جناب عبد الواسع عدم چغتائی صاحب کو فوٹوگرافر مقرر کیا گیا۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے

ایک ماہانہ میٹنگ میں شمولیت فرمائی اورنہایت شفقت کے ساتھ چغتائی برادران کے آباءواجداد حضرت میاں چراغ دین صاحب اورحضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ آف لاہور کے خلافت ثانیہ کے آغاز کے حالات بیان فرمائے۔

۶۷۔۱۹۶۶ءمیں بہت سے دیگر احمدی احباب رہائش کے لئے برمنگھم تشریف لائے۔محترم رشیداحمد صاحب سیرالیون سےاور چوہدری عبدالحفیظ صاحب نے یہاں سکونت اختیار کی۔ چنداحمدی گھرانے لیمنگٹن سپا،کوینٹری، والسال اور دیگر اردگرد کے علاقہ جات میں آباد تھے۔ان سب کا تعلق جماعت احمدیہ برمنگھم سے تھا۔ملک نثار احمد صاحب،سید ظہور احمد شاہ صاحب،ملک محمد یعقوب صاحب، جناب عبدالہادی مہتہ صاحب،محمد افضل سیٹھی صاحب،شیخ مسعود احمد صاحب،مبشر احمد خاں صاحب، ملک فضل الٰہی صاحب، ملک عبدالرحمٰن صاحب اور ملک محمد احمد صاحب پہلے ہی یہاں آچکے تھے۔

فضل الٰہی صاحب مرحوم کے اہل خانہ نے ہیلی ساون میں ایک گھر خریدا۔ان کی بیوہ جناب بشیراحمد حیات صاحب آف لندن کی بہن تھی۔ان کے بیٹے جماعتی کاموں میں گہری دلچسپی لیتے تھے۔

ڈینٹل سرجن جناب ظفرمحمود صاحب سولی ہل میں پریکٹس کیا کرتے تھے۔انہوں نے لیڈی بائرن لین، کانول میں ایک کشادہ گھر بنالیا۔ایک دفعہ جماعت کا ایک ماہانہ اجلاس اس میں کیا گیا۔

مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب اوران کے بھائی جناب محمد رفیق صاحب لیمنگٹن سپا میں دعوت الی اللہ کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتے تھے۔ جناب عبدالغنی صاحب زرگر اوران کے بیٹے منور احمد صاحب،مبشر احمد صاحب اور مظفر احمد صاحب ساکن والسال تبلیغی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جناب منور احمد صاحب بعد میں ماہنامہ ''الخاتم'' شائع کرتے رہے۔

حضرت مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید، میر مسعود احمد صاحب اور امام بشیر احمد رفیق صاحب کے ساتھ جون ۱۹۶۵ءکو ایک دن کے لئے یہاں تشریف لائے اور اپنے بین الاقوامی سفر کے ایک حصہ کے طور پر وہاں جماعتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا۔

جناب محمد عبدالرشید صاحب ایک بہترین شخصیت تھے۔شفیق، دیانت دار اور ایک مشہور سماجی کارکن تھے جو پاکستان قونصلیٹ کے طور پر ملازم تھے۔ان کے پاس ایک چھوٹی گاڑی تھی جو جماعتی مقاصد کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ان کو صدر جماعت مقرر کیا گیا۔

۱۹۶۷ء کے اوائل میں انہوں نے برمنگھم کو خیر باد کہہ کر شمالی لندن میں سکونت اختیار کر لی۔آپ شمالی لندن جماعت کے صدر اور کئی سال تک احمدیہ ایسوسی ایشن یو کے کے فعال رکن رہے۔

جب مکرم محمد عبدالرشید صاحب نے لندن کے لئے برمنگھم کو چھوڑا تو امام صاحب اور مشنری انچارج یو کے نے سیکرٹری صاحب مال کو قائمقام صدر نامزد کر دیا۔

ایشیائی اور افریقی مہاجرین کی آمد سے برمنگھم جماعت کی تعداد بڑھنے لگی۔مکرم محمد اقبال ڈار صاحب اور ان کے بھائی مکرم اکرام ڈار صاحب تنزانیہ سے تشریف لائے۔

۱۹۶۴ء میں جب ٹانگانیکا اور زنجبار کو ملا دیا گیا تو اس نئے مشرقی افریقی ملک کا نام تجویز کرنے کے لئے مکرم ڈاکٹر محمد اقبال ڈار صاحب ایک بین الاقوامی مقابلہ میں شامل ہوئے۔مقابلے میں ۸۸ مختلف ممالک کے افراد شامل تھے۔مکرم ڈاکٹر محمد اقبال ڈار صاحب کی کامیاب کاوش ''تنزانیہ'' نے انہیں ایک سرٹیفکیٹ، ایک قومی میڈل اور نقد انعام کا حقدار بنا دیا۔

مکرم قاری محمد یٰسین خان صاحب کے بیٹے محمد الیاس خاں صاحب جو ایک زیر تربیت نوجوان وکیل تھے۔پریکٹس کے لئے یہاں آئے۔ان کے والد صاحب نے مطیع اللہ درد صاحب کو الیاس کی خصوصی سرپرستی اور انہیں جماعت کا ایک فعال رکن بننے کی ترغیب دلانے کی درخواست کی۔وہ بعد میں ۱۹۷۰ء میں جنرل سیکرٹری بن گئے۔چند سال بعد ان کو جماعت احمدیہ برمنگھم کا صدر منتخب کر لیا گیا۔

جماعتی قواعد وضوابط کے مطابق پہلا باقاعدہ انتخاب ۳ دسمبر ۱۹۶۷ء کو ہوا۔امام صاحب اور مشنری انچارج صاحب لندن نے درج ذیل افراد کو منتخب فرمایا۔

صدر	جناب مطیع اللہ درد صاحب۔
جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری مال	چوہدری عبدالحفیظ صاحب
سیکرٹری تعلیم	جناب راشد صاحب

درد صاحب کا گھر، ۵۰ براڈوے برمنگھم، بی ۲۰۔۳/ ای اے احمدیہ...... جماعت کا سنٹر مقرر کیا گیا۔

گھر کا سامنے کا کمرہ جماعتی سرگرمیوں اور شوریٰ کے لئے مخصوص کر لیا گیا۔متفرق احمدی گھرانوں میں متعدد ماہانہ اجلاس باری باری منعقد کئے گئے۔ان حالات میں صاف نظر آنے لگا کہ بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے جماعت کو ماہانہ اجلاس کے لئے نسبتاً ایک بڑی جگہ درکار رہے۔

چنانچہ نیوٹاؤن کمیونٹی لوز یلز میں ایک بڑا کمرہ کرایہ پر لیا جاتا۔اس مقصد کے لئے ہر ماہ چند گھنٹوں کے لئے ایک علیحدہ کمرہ مستورات کے اجلاس کے لئے بھی کرایہ پر لیا جاتا۔مکرم رشید احمد صاحب بچوں کے لئے تعلیمی کلاسز کا انتظام کیا کرتے تھے۔مکرم عبدالرشید ارشاد ریحان صاحب سیکرٹری صاحب تعلیم کی مدد کیا کرتے تھے۔

۱۹۶۷ میں حضرت مولوی قدرت اللہ سنوری صاحب اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن نے فضل عمر فاؤنڈیشن کے لئے عطیات جمع کرنے کے لئے برمنگھم کا دورہ کیا۔ بہت سے احباب نے اس سکیم میں طوعی طور پر فیاضانہ حصہ لیا۔۱۹۶۸ء میں مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب برمنگھم میں رہنے اور کام کرنے کے لئے آئے۔آپ اولٹن روڈ آسٹن میں اپنی پریکٹس شروع کرنے سے پہلے چار ماہ تک مکرم چوہدری عبدالحفیظ صاحب کے گھر ۵۰ وارن روڈ پر قیام پذیر رہے۔ مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایک پر جوش داعی الی اللہ تھے۔اور بہت سے ویسٹ انڈین لوگوں کے قبول احمدیت کا ذریعہ بنے۔

کمپیوٹر پروگرامر مکرم شکیل احمد صاحب نے کئی سال سیکرٹری تحریک جدید کے طور پر کام کیا۔۱۹۶۹ء میں آپ بہتر مقاصد کے لئے لندن چلے گئے۔نماز جمعہ احمدیہ مرکز اور مکرم ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کے کلینک پر ادا کی جاتی تھی۔

۱۹۷۰ء میں ڈاکٹر سید فاروق احمد صاحب مانور ہسپتال والسال میں کام کرتے تھے۔ایک دن انہوں نے ایک اور ڈاکٹر محمد زکریا طاہر صاحب کو تبلیغ شروع کر دی۔مکرم ڈاکٹر محمد زکریا طاہر صاحب ایک پاکستانی احمدی تھے۔لیکن مکرم ڈاکٹر سید فاروق احمد صاحب کو اس بات کا علم نہیں تھا۔کیونکہ وہ کچھ عرصہ ہی پہلے بہار، بھارت سے وہاں تشریف لائے تھے۔تھوڑی دیر سننے کے بعد ڈاکٹر طاہر صاحب مسکرائے اور کچھ کہے بغیر باہر چلے گئے۔ڈاکٹر سید فاروق صاحب نے مطیع اللہ درد صاحب کو فون کیا اور اپنی پر جوش تبلیغ کے متعلق بتایا۔جیسے ہی انہوں نے ڈاکٹر زکریا طاہر صاحب کا نام لیا تو یہ سن کر بہت حیران ہوئے کہ ڈاکٹر ایم زیڈ طاہر صاحب تو پہلے ہی احمدی ہیں۔ڈاکٹر فاروق صاحب نے ڈاکٹر طاہر صاحب سے معذرت کی اور بعد میں دونوں پریکٹس میں پارٹنر بن گئے۔

۲۰ راگست ۱۹۷۰ء کو مشہور شاعر جناب ثاقب زیروی صاحب، چوہدری محمد ادریس نصر اللہ

صاحب، چوہدری ہدایت اللہ بنگوی صاحب اور امام بشیر احمد رفیق صاحب کے ساتھ احمدیہ مرکز برمنگھم تشریف لائے۔ مطیع اللہ درد صاحب ان کو بی بی سی ٹی وی کے سٹوڈیو لے گئے۔ وہاں بی بی سی ایشین پروگرام کے نگران جناب سلیم شاہد صاحب نے ان کی چند نظمیں ریکارڈ کیں۔

۱۹۷۱ء میں مطیع اللہ درد صاحب نے چند انگریز احباب کو احمدی کرنے کی بھی توفیق پائی۔ 48

برما

جماعت احمدیہ برما کا سالانہ جلسہ ۲۷ / دسمبر ۱۹۶۴ء کو منعقد ہوا جس میں ورسا محمد اسمٰعیل صاحب، محمود موں کو صاحب جنرل سیکرٹری، عبدالقادر صاحب آف مانڈے، خواجہ بشیر احمد صاحب اور رفیق احمد صاحب نے تقاریر کیں۔ 49

تنزانیہ

۱۳ / ستمبر ۱۹۶۴ء کو ٹبورا ریجن کی جماعتوں کا دوسرا سالانہ جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ریجن کی احمدی جماعتوں کے علاوہ دارالسلام، ٹانگا، موشی، اروشہ، ڈوڈومہ اور بکوبا کے نمائندہ احمدیوں نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کا افتتاح مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب نے کیا اور جملہ انتظامات مبلغ ٹبورا مکرم رشید احمد صاحب سرور نے کئے۔ ٹانگانیکا کے ہفت روزہ انگریزی اخبار نے جلسہ کی رپورٹ شائع کی۔

۲۶ / دسمبر ۱۹۶۴ء کو دارالسلام میں ایک مذاہب کانفرنس ہوئی جس میں اسلام کی نمائندگی کا شرف مکرم جمیل الرحمٰن صاحب رفیق کو حاصل ہوا۔ ٹانگانیکا کے رومن کیتھولک اخبار نے اپنے اداریے میں اسلام اور جماعت احمدیہ پر نکتہ چینی کی جس کے جواب میں دارالسلام مشن کی طرف سے ایک اشتہار دو ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا۔ 50

جرمنی

مشن کے انچارج مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب کی سالانہ تبلیغی سرگرمیوں کی درج ذیل خصوصی مساعی قابلِ ذکر ہیں۔

۲۴ جون کو آپ نے ہمبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر سپولر کی دعوت پر یونیورسٹی میں اور پروفیسر صاحب کو انگریزی و جرمنی لٹریچر پیش کیا۔

۲۵ ستمبر کو پاکستانی سفیر جناب عبدالرحمٰن صاحب کو جماعت احمدیہ سے متعلق معلومات دیں۔ اور جرمن ترجمہ قرآن تحفۃً پیش کیا۔

۳۱/اکتوبر کو آپ نے فرینک فورٹ کی ایک علمی مجلس سے خطاب فرمایا جو بہت سی غلط فہمیوں کے ازالہ کا موجب بنا۔

۱۶ نومبر وائبلنگن میں تعلیم بالغان کی سوسائٹی کے زیر اہتمام ایک نہایت دلچسپ لیکچر دیا۔

۱۸ نومبر کو جرمن فوج کے ۷۰ سپاہی اپنے پادری صاحب کے ہمراہ مشن ہاؤس آئے۔ جنہیں چوہدری صاحب نے اسلامی تعلیمات سے متعارف کیا۔ جس سے انہوں نے گہرا اثر لیا اور تسلیم کیا کہ اسلام کی حقیقی تصویر اب ہمارے سامنے آئی ہے چوہدری صاحب نے سپاہیوں کے سوالوں کے جوابات دیئے اور انہیں لٹریچر پیش کیا۔ 51

سنگاپور و ملائیشیا

مشن کے انچارج مکرم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری نے قلمی و لسانی جہاد زور و شور سے جاری رکھا۔ آپ نے جن اہم شخصیات کو انگریزی لٹریچر پیش کیا ان کے نام یہ ہیں۔ بلجیئم کے بادشاہ باؤڈوئن (BAU DOUIN)، سِکّم کے فرمانروا پالڈین تھانڈپ نامگیال (PALDEN THONDUP NAMGYAL)، کمبوڈیا کے ہیڈ آف دی سٹیٹ ہز ہائی نس سہانوک (SIHANOUK)، تنکو عبدالرحمٰن وزیر اعظم ملائیشیا، مسٹر لی کو ان یو وزیر اعظم سنگاپور، یوسف بن اسحٰق گورنر سنگاپور، سلطان برونئی، سلطان اعظم ملایا اور سنگاپور کے سب وزراء، سنگاپور کے بنکوں، کمپنیوں اور سرکاری دفاتر کے افسران، سنگاپور کے ستر غیر مسلم ڈاکٹر، علاوہ ازیں آپ نے سنگاپور کی سب پبلک لائبریریوں، چھ کالجوں، سیکنڈری سکول کی لائبریری، امریکی قونصل کی لائبریری نیز جزیرہ پینانگ کی لائبریری میں اسلامی کتب کا سیٹ رکھوایا۔

آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب کی بھی خوب اشاعت کی چنانچہ آپ نے شریعت کورٹ مذہبی ادارہ کے صدر، نائب صدر، تمام شرعی قاضیوں، ججوں، المسلم ایڈوائزری کے عربی دان ممبروں اور ریاست جوہر کے مفتی داتو عبدالجلیل صاحب اور عربی دان ملائی علماء اور سنگاپور کے مخصوص عربوں کو حضرت اقدس کی عربی کتب دیں۔ نیز فلسطین کے مشہور مفتی اعظم الحاج امین الحسینی کی خدمت میں عربی کتب کا سیٹ پیش کیا۔ ملایا کی PIMP پان ملاین اسلامک پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر

بہاؤالدین صاحب مشن ہاؤس تشریف لائے تو آپ نے ان سے تبادلہ خیالات کیا اور انہیں لٹریچر پیش کیا۔

فروری ۱۹۶۴ء کے آخر میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ایک کانفرنس میں شرکت کے لئے کوالالمپور تشریف لے گئے۔ حضرت چوہدری صاحب نے مشن ہاؤس میں نماز جمعہ پڑھائی۔ جس میں سیرالیون کے نائب وزیر اعظم مصطفےٰ سنوسی بھی شامل ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد جماعت احمدیہ کی طرف سے جناب مصطفےٰ سنوسی صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ آپ نے جواب ایڈریس میں جماعت احمدیہ کی کوششوں کو سراہتے ہوئے فرمایا:۔

''جماعت احمدیہ کے مبلغین نے بروقت افریقہ پہنچ کر افریقن مسلمانوں کو نہ صرف جگایا اور ہوشیار کر دیا بلکہ انہیں عیسائیت کے مضبوط ہتھکنڈوں اور گمراہ کن جال سے بچانے کا اہم اور قابل قدر کردار ادا کیا ہے اس لئے ہم مسلمان لیڈر باوجود باقاعدہ طور پر احمدیت میں شامل نہ ہونے کے جماعت احمدیہ کے شکر گزار ہیں اور ان کی مساعی کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں''۔[52]

سیرالیون

مولوی بشارت احمد صاحب بشیر انچارج سیرالیون مشن کی مساعی سے سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعہ احمدیت کے اثر ونفوذ میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ ریڈیو پر آپ کی تقریر اور ٹی وی سے آپ کا انٹرویو نشر ہوا۔ آپ نے وزراء، سفراء اور دیگر معززین کو لٹریچر پیش کیا۔ فری ٹاؤن سے چھ میل دور لسنر کی جماعت میں چھ مرتبہ تشریف لے گئے۔ آپ نے مشن ہاؤس میں میئر آف فری ٹاؤن، آنریبل کانڈے بورے نائب وزیر اعظم و وزیر مواصلات، وزیر تعلیم، عبدالعزیز صاحب خیراتی سفیر متحدہ عرب جمہوریہ سے مختلف مسائل پر گفتگو کی۔

صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب نے ایک امریکن وفد سے خطاب کیا۔

ملک غلام نبی صاحب (انچارج بواجے مشن) اور اقبال احمد صاحب (انچارج روکوپُر مشن) نے چالیس مقامات کا نہایت کامیاب تربیتی و تبلیغی دورہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں چودہ افراد حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

ملک غلام نبی صاحب نے اپنے حلقے کے متعدد مقامات کا بھی تبلیغی دورہ کیا اور پبلک لیکچر دیئے۔

انگلستان کی ایک فلم یونٹ کو جماعت احمدیہ سے آگاہ کرنے کے علاوہ لٹریچر بھی دیا۔آپ احمدی چیف وی۔وی کالون کے علاقہ میں تشریف لے گئے اور اس کے جملہ چیفس اور ان کے عملے تک پیغام حق پہنچایا۔آپ کے ذریعہ اس سال بائیماں میں ایک نئی جماعت معرض وجود میں آئی۔اقبال احمد صاحب نے تعلیمی کلاس جاری کی جس سے غیر احمدی احباب نے بھی استفادہ کیا۔آپ کے رکن اور روسینو میں پبلک لیکچر ہوئے۔مولوی عبدالشکور صاحب اور سید محمد ہاشم صاحب بخاری نے دو ہفتہ تک جماعتوں کا تبلیغی دورہ کیا۔عبدالشکور صاحب نے اپنے حلقہ میں بھی دو ہفتہ کے قریب دورہ کیا۔امیگریشن آفس کے دو افسران اور عیسائی سکول کے اساتذہ اور طلباء کو بذریعہ لٹریچر متعارف کرایا۔سید محمد ہاشم صاحب نے لائبیریا کے نائب صدر مسٹر ٹالبورڈ اور سیرالیون کے نامزد وزیر اعظم کو کتابوں کا تحفہ پیش کیا۔[53]

جلسہ سالانہ سیرالیون

جماعت احمدیہ سیرالیون کی سولہویں سالانہ کانفرنس ۱۱، ۱۲، ۱۳/دسمبر ۱۹۶۴ء کو ''بو'' میں منعقد ہوئی۔جلسہ کے مہمانوں کے قیام وطعام کا انتظام ''بو'' کی جماعت نے خوش اسلوبی سے انجام دیا۔جلسہ میں احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت احباب کثیر تعداد میں شامل ہوئے۔ملک کی درج ذیل بااثر شخصیات نے بھی جلسہ میں شمولیت اختیار کی۔(۱) آنریبل مصطفیٰ سنوسی سابق ڈپٹی پرائم منسٹر سیرالیون۔(۲) پیراماونٹ چیف جناب کے گامنگا چیئرمین پروڈیوس مارکیٹنگ بورڈ سیرالیون۔(۳) پیراماونٹ چیف بوٹاؤن جناب ابو بمبا۔(۴) پیراماونٹ چیف آف وارو جناب وی وی کالون (نواحمدی)(۵) پیراماونٹ چیف آف باندا جما جناب الحاج ابراہیم سووا۔

جلسہ میں جماعت احمدیہ گیمبیا کے مقامی مبلغ مکرم ابراہیم عبدالقادر صاحب بھی بطور نمائندہ شامل ہوئے۔جلسے کا افتتاح مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر امیر ومشنری انچارج نے کیا۔علاوہ ازیں جلسے سے درج ذیل احباب نے خطاب کیا۔

(۱) مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب پرنسپل احمدیہ سکول بو۔(۲) مکرم ابراہیم صاحب کمارا۔(۳) الحاج محمد گوبا صاحب۔(۴) مکرم ابراہیم باہ صاحب (مقامی مبلغ)۔(۵) مکرم محمد ہادی مونس صاحب۔(۶) مکرم عبداللہ صاحب (غیر از جماعت) انہوں نے اپنی تقریر میں کہا ''اگر احمدیہ جماعت اس ملک میں نہ آتی تو اسلام اس ملک سے اٹھ جاتا''۔(۷) مکرم موسیٰ سیؤی صاحب (مقامی مبلغ)۔(۸) مکرم مولوی عبدالشکور صاحب۔(۹) پیراماونٹ چیف جناب وی وی کالوں۔

(۱۰) مکرم سید محمد ہاشم صاحب بخاری۔ (۱۱) مکرم مصطفٰے سنوسی صاحب سابق ڈپٹی پرائم منسٹر نے اپنی تقریر میں احمدیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ’’احمدیت کے ذریعہ ہی درحقیقت یہاں پر اسلام کی بنیادیں مضبوط ہوئی ہیں۔ حضرت مولانا نیر صاحب جیسے اسلام کے نڈر سپاہیوں نے عیسائیت کو شکست فاش دی۔ میں اس حقیقت کے برملا اظہار سے نہیں رک سکتا کہ پاکستانی احمدی مبلغین نے باوجود تکالیف اور مصائب کے اسلام کی خاطر عظیم الشان قربانیاں کی ہیں۔ ہمارے یہ پاکستانی بھائی ہندوستانی تاجروں کی طرح کسی تجارت اور دولت کی غرض سے نہیں آئے۔ انہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور دیگر دینی لٹریچر مہیا کر کے ہمیں حقیقی اسلام سے روشناس کرایا ہے‘‘۔

(۱۲) ایف اے رحمان نے تقریر کرتے ہوئے کہا ’’جماعت احمدیہ نے ان نامساعد حالات میں جو نمایاں اور عظیم الشان ترقی کی ہے اس پر یہ جماعت جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے‘‘۔

(۱۳) پیرامونٹ چیف ابو بمبا نے اپنے خطاب میں احمدیوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ’’ان کی دینی خدمات کا اعتراف کرنے پر ہم سب مجبور ہیں۔ بے شک پیدائشی طور پر ہم مسلمان تھے لیکن عملاً ہم تاریکی اور ظلمت کا شکار تھے۔ احمدیوں نے یہاں آ کر ہمارے راستہ کو منور کیا‘‘۔

(۱۴) سیرالیون کی جماعت کے سیکرٹری جنرل مسٹر بونگے نے سالانہ مساعی کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ’’باوجود عظیم مشکلات کے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جماعت کو فری ٹاؤن جیسے شہر میں نہایت موزوں اور مناسب جگہ پر ملک کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کی خاطر ایک عظیم الشان عمارت میں سیکنڈری سکول کے اجراء کی توفیق عطا فرمائی‘‘۔

(۱۵) حاجی روجرز صدر جماعت احمدیہ ’’بو‘‘ نے احباب کو مالی قربانی کی اپیل کی جس کے نتیجہ میں احباب نے یکصد پونڈ سے زائد رقم پیش کی۔ جلسہ کے دوران مجلس شوریٰ کا انعقاد بھی ہوا۔ متعدد غیر از جماعت احباب جلسہ سے متاثر ہو کر احمدیت میں شامل ہوئے۔ 54

غانا

اس سال جماعت احمدیہ غانا کا جلسہ سالانہ ۲ تا ۴ جنوری ۱۹۶۴ء کو سالٹ پانڈ میں منعقد ہوا۔ جلسہ میں تقریباً ۴ ہزار افراد شامل ہوئے۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم امیر جماعتہائے احمدیہ غانا نے جلسے کا افتتاح فرمایا۔ آپ کے علاوہ درج ذیل مبلغین و مخلصین نے تقاریر کیں۔ سید داؤد احمد صاحب انور، عبداللہ بواٹنگ گھانا یونیورسٹی اکرا (آپ کی تقریر کا ایک حصہ ریڈیو غانا سے بھی نشر ہوا)

مولوی عبدالحمید صاحب، مولوی عبدالواحد صاحب عزیز سیکرٹری احمدیہ مشن کماسی، سید محمد ہاشم صاحب بخاری، احمد بن عبداللہ صاحب، جبرئیل سعید صاحب (مقامی مبلغ)، ابراہیم جیسی صاحب گھانا یونیورسٹی، مولوی عبدالمالک خان صاحب ریجنل مبلغ اشانٹی، اسمٰعیل آڈو صاحب گھانا یونیورسٹی، مولوی عبدالوہاب صاحب، الحسن بن صالح صاحب گھانا یونیورسٹی اکرا، عثمان بن آدم صاحب، جبرائیل آدم صاحب، یعقوب بن عیسیٰ صاحب، سلیمان الحسن صاحب، الحاج آدم صاحب، مکرم صادق جانسن صاحب، الحاج الحسن عطاء صاحب ریجنل چیئر مین اشانٹی ریجن اور مکرم سعود احمد خان صاحب دہلوی ایم۔اے۔

جلسہ سالانہ میں مخلصین احمدیت نے ۲۹۱۶ پونڈز چندہ پیش کر کے مالی جہاد کا ایک مثالی نمونہ قائم کیا۔[55]

اس مرکزی جلسہ کے علاوہ ایسم (ESIAM) میں سنٹرل ریجن کی ٹیچمان میں برونگ اہافو ریجن کی اور اگوگو میں اشانٹی کی جماعتوں کی کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔ایسم (ESIAM) کانفرنس کے موقعہ پر ۲۲۵ پونڈ اور ٹیچمان کانفرنس کے دوران ۳۳۷ پونڈ اشاعت دین کے لئے جمع ہوئے۔

یہ سال غانا مشن کی علمی و دینی ترقی کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں سات نئے احمدیہ سکولوں کا قیام عمل میں آیا۔ نیز سنٹرل ریجن میں گومیا اوہیم (GOMIA EVHIAM) کے مقام پر ایک نئے مسجد کا افتتاح ہوا۔ جو مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے کیا۔ اس موقعہ پر ریجن کی تمام احمدی جماعتوں کے علاوہ سینکڑوں غیر مسلم جن میں علاقہ کے چیفس اور ڈسٹرکٹ کمشنر بھی شامل ہوئے۔ خدا کا یہ گھر ۳۰۵۳ پونڈ کی لاگت سے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کروکری میں نئی جماعت قائم ہوئی۔ جہاں کے باشندوں کو احمدیت سے دلچسپی کا موجب احمدیہ سیکنڈری سکول کی ٹیم کی شاندار کامیابی بنی۔ دو نئی جماعتیں برونگ اہافو کے ریجن میں قائم ہوئیں۔ وولٹا ریجن میں باقاعدہ مشن کھلا۔ سالٹ پانڈ میں غانا کی جماعتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس سال مولانا عبدالمالک خان صاحب کے تربیت یافتہ چودہ نئے افریقی مبلغین تیار ہوئے۔ جنہیں مختلف علاقوں میں متعین کر دیا گیا۔

مبلغین احمدیت کے ساتھ ساتھ مسٹر محمد آرتھر صاحب پریذیڈنٹ اور مسٹر ممتاز بیگ صاحب جنرل سیکرٹری انتظامی خدمات بجالاتے رہے۔

اس سال وزیراعظم سنگاپور کی قیادت میں ملائیشیا کا ایک وفد غانا آیا۔ جماعت احمدیہ کا ایک وفد

جو مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم، مسٹر آرتھر صاحب، ممتاز بیگ، مولوی عبدالحمید صاحب، محمد اسحٰق صاحب اور محمد علی صاحب پر مشتمل تھا۔ سٹیٹ ہاؤس میں ملائیشیا کے ارکان سے ملا اور ایڈریس کے علاوہ دینی لٹریچر پیش کیا۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کلیم نے اکرا، کماسی، انگوآسی اور منگوآسی، ابوآسی، ٹیچمان، ایسارچر، ایسیم، بیڈم، اگوگو اور مینڈی کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ آپ کی مندرجہ ذیل علمی اداروں میں تقاریر ہوئیں۔ یونیورسٹی کالج کیپ کوسٹ۔ ٹیچرز ٹریننگ کالج (JUABEN)۔ اشانٹی آبوری ٹیچرز ٹریننگ کالج۔ اچی موٹا (ACHIMOTA) ہائر سیکنڈری سکول۔ پرویزے گرلز سیکنڈری ہائی سکول۔ کیپ کوسٹ۔ انگریزی سکول۔ یونیورسل کالج کیپ کوسٹ۔ ایمرجنسی ٹیچرز ٹریننگ سنٹر سالٹ پانڈ۔ ایگرے میموریل فرائن سیکنڈری سکول کیپ کوسٹ۔

آپ کے زیر انتظام اس سال فینٹی زبان میں دو رسائل اشاعت پذیر ہوئے۔ (۱) ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم بائبل میں'' (چھ ہزار تعداد)۔ (۲) ''میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں'' (از حضرت مصلح موعود) (پانچ ہزار تعداد)۔

مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب مبلّغ ٹیچمان برونگ اہافو ریجن نے اس سال ۱۹ مقامات کا دورہ کیا۔ اور تبلیغی جلسوں کے ذریعہ سے پیغام حق پہنچایا۔ آپ نے ڈسٹرکٹ کمشنر، ریجنل کمشنر، پیراماؤنٹ چیف ٹیچمان اور سیکنڈری سکول کے ہیڈ ماسٹر اور دیگر بہت سے اصحاب کو دعوت حق پہنچائی۔ آپ کے زیر انتظام کمیونٹی سنٹر میں ایک کامیاب جلسہ پیشوایان مذاہب پر ہوا۔ جس میں ٹیچمان سٹیٹ کے عیسائی پیراماؤنٹ چیف نے کہا۔

''جماعت احمدیہ نے احسن رنگ میں تمام انبیاء کی صداقت نمایاں کر کے اور مختلف مذاہب کے درمیان اتحاد اور رواداری پیدا کر کے دنیا میں امن کی مضبوط بنیاد ڈالنے کی کوشش کی ہے''۔

ٹمالے (شمالی ریجن) کے انچارج مولوی داؤد احمد صاحب انور نے وا، بوسگا، اکرا، سالٹ پانڈ، بیکوائے، ڈنکوا، مروا، بیت لحم، بیبانی، کوجوکرم، اوالسو، نفرامانیو، امسانی نومبو، بورو، ٹیکرم، پرامسو، پیاناسی، اگوگو۔ آپ نے سیکنڈری سکول اور غانا کالج میں متعدد تقاریر کیں۔ اشانٹی۔ وائس چانسلر کوامی نکروما۔ ریجنل ایجوکیشن آفیسر اور بعض دوسری شخصیات کو لٹریچر پیش کیا۔

یہوواوٹنس کے تین پادریوں سے حادثہ صلیب اور کفارہ کے موضوع پر مباحثہ ہوا جس کا سامعین نے

گہرا اثر لیا۔آپ نے ٹمالے شہر کے مختلف حصوں میں ہفتہ وار تبلیغی جلسوں کا با قاعدہ اہتمام کیا۔یہ جلسے بعض اوقات بارہ بجے شب تک جاری رہتے۔آپ کے ذریعہ جیل خانہ تک احمدیت کا پیغام پہنچنا شروع ہوا۔

اکرا (مشرقی ریجن) کے انچارج مولوی عبدالحمید صاحب مشرقی ریجن کی جماعتوں کے دورے پر دومرتبہ تشریف لے گئے۔مشن ہاؤس میں کثیر التعداد افراد حق کی جستجو کے لئے آئے۔جنہیں آپ نے مؤثر رنگ میں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔جن اصحاب کو آپ نے لٹریچر دیا ان میں ٹیما کے ڈپٹی کمشنر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آپ کی غیر احمدی علماء اور پادریوں کے گھروں میں تبلیغی گفتگو ہوئی۔

مولوی نصیر احمد خان صاحب ۹ دسمبر ۱۹۶۴ء کو غانا پہنچے اور اشانٹی ریجن کا چارج لیا۔جس کے بعد آپ نے پانچ جماعتوں میں تبلیغی جلسے منعقد کئے۔[56]

کینیا

اس سال مشن کی طرف سے کشتی نوح کے سواحیلی ترجمہ کا تیسرا ایڈیشن ۵ ہزار کی تعداد میں اور کتاب ’’اسلام میں بیاہ اور شادی‘‘ ۲ ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی۔

ممباسہ میں تہذیب الاسلام سکول کے ڈائریکٹر اور ممتاز عالم شیخ شریف علوی نے مولوی نورالحق صاحب انور سے ملاقات کے دوران فرمایا کہ:۔

’’ایک طرف تو یہ مسلمان لوگ ہیں جو مختلف قسم کے مشرکانہ عقاید وخیالات اور مشرکانہ افعال و اعمال کے باوجود مسلمان سمجھے جاتے ہیں اور دوسری طرف احمدی ہیں جو دن رات اسلام کی خاطر قربانیوں میں مصروف، نماز روزہ کے پابند، خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان اور ان کی عزت کی خاطر سچی غیرت رکھنے والے اور دین کی خاطر اپنے نفس و مال کو خرچ کرنے والے ہیں۔ وہ باوجود ان قابل قدر خدمات کے کافر و دائرہ اسلام سے خارج کہے جاتے ہیں‘‘۔شیخ علوی نے بتایا کہ انہوں نے مکہ اور مدینہ کے دورے کے دوران شیوخ حرمین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ’’آپ لوگ بے شک خدام حرمین ہونے کے باعث لائق صد عزت ہیں لیکن جہاں تک دینِ اسلام کی خاطر عملی جدوجہد کا تعلق ہے آپ لوگ احمدیوں کی گرد کو بھی نہیں پا سکتے۔انہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے ہزاروں روپے خرچ کر کے قرآن کریم کے افریقن زبانوں میں تراجم اور لوکل زبانوں میں نہایت قیمتی اسلامی لٹریچر شائع کیا ہے۔ان کے مبلغین دن رات افریقہ کے صحراؤں اور جنگلوں میں مصروف تبلیغ ہیں‘‘۔

صوفی محمد اسحٰق صاحب انچارج حلقہ ممباسہ نے عوامی، مذہبی اور سرکاری حلقوں تک حق کی آواز پہنچانے کے لئے ہر ممکن مساعی کیں۔ مثلاً

ا۔’’ممباسہ ٹائمز‘‘ میں اسلام کے بارے میں مسلسل کالم سپرد قلم کئے۔

۲۔ریجنل آفیسر، مسلم شیوخ، صدر مسلم ایسوسی ایشن، ڈائریکٹر براڈ کاسٹنگ اسٹیشن اور ملک کے ممتاز عالم دین شیخ یحییٰ سے تبادلہ خیالات کیا۔

۳۔مندرجہ ذیل شخصیات کو لٹریچر پیش کیا۔ سرکولیشن مینیجر ممباسہ ٹائمز، لوکل پریس کے مالک، ضلع کے افسر تعلیم، ممباسہ کے میئر، اسمبلی کے صدر اور حزب اختلاف کے لیڈر، ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ٹیکنیکل سکول کوالی۔

انچارج کینیا مشن مولوی نور الحق صاحب انور کی زیر نگرانی نیروبی کے احمدی نوجوان ہر اتوار کو وفود کی صورت میں نیروبی کے مختلف حصوں میں جاتے اور بکثرت لٹریچر تقسیم کرتے رہے۔

آپ نے نامداری سکھوں کے ایک جلسہ نیز آغا خاں ہائی سکول میں اسلام پر لیکچر دیئے۔

قاضی نعیم الدین صاحب (مبلغ مشرقی افریقہ) نے کسموں، وہیگا VAHIGA اور رابور کے سکولوں کے اساتذہ و طلبہ کے علاوہ وزیر داخلہ کے سیکرٹری کو بھی لٹریچر دیا۔

مولوی روشن دین صاحب کے ہاتھوں کوالے (KWALE) میں نیا مشن کھلا اس غرض کے لئے آپ ۲۹ جولائی ۱۹۶۴ء کو ممباسہ سے کوالے پہنچے۔[57]

گیمبیا

چوہدری محمد شریف صاحب انچارج احمدیہ مشن گیمبیا نے حکومت گیمبیا کے وزراء، سنیگال کے پریذیڈنٹ اور ینڈوم ٹیچر ٹریننگ کالج کے پروفیسر شعبہ دینیات کو دینی لٹریچر پیش کیا۔ تین بار ملک کا تبلیغی دورہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ڈیڑھ صد نفوس کو قبولِ حق کی سعادت نصیب ہوئی۔ (جنوری تا اپریل ۱۹۶۴ء)[58]

لائبیریا

مولوی مبارک احمد صاحب ساقی انچارج مشن مسلمانان لائبیریا کی نئی نسل کو عیسائیت کے اثرات سے محفوظ رکھنے اور ان کی دینی ماحول میں تربیت و اصلاح کے لئے ہر دم کوشاں رہتے تھے اس

سلسلے میں امسال آپ کی تحریک پر مسلم نوجوانوں نے مسلم بوائز ایسوسی ایشن کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔جس کے چیئرمین آپ مقرر ہوئے۔اس تنظیم کا اجلاس ہر اتوار کو منعقد ہوتا۔جس میں آپ اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر لیکچر دیتے اور سوالات کے جوابات دیتے۔اجلاسوں میں مسلمان اور عیسائی یکساں دلچسپی لیتے تھے۔ایک مرتبہ یہوواوٹنس تحریک کے منادوں سے آپ کا مباحثہ ہوا۔لائبیریا ریڈیو پر اس مباحثہ اوراجلاسوں کی خبریں نشر ہوئیں۔عیدالاضحیہ کے موقعہ پر آپ کا ایک انٹرویو بھی نشر کیا گیا۔آپ نے اس سال بندرگاہ منروویا کے علاوہ سمال والا کو۔ بگ واکو۔ پگ وے اور آرتھنگٹن جیسے دیہات میں احمدیت کی تبلیغ واشاعت کی طرف خاص توجہ دی۔اور پبلک جلسوں سے احمدیت کا پیغام پہنچایا۔لائبیریا یونیورسٹی کے طلباء سے آپ نے خاص طور پر رابطہ قائم کیا۔ جن شخصیات کو آپ نے لٹریچر دیا ان میں صدر لائبیریا اور ایک فوجی جنرل اور ملائیشیا پارلیمنٹ کے ممبران خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اس سال نمبا (NIMBA) میں احمدیت کا اثر ونفوذ بڑھا اور کسی (KISSY) قبیلہ کے کئی نوجوان احمدیت کے نور سے منور ہوئے۔[59]

نائیجیریا

مولانا نسیم سیفی صاحب انچارج نائیجیریا مشن نے اس سال متعدد بار ریڈیو اور ٹیلیویژن سے خطاب کیا۔تین پمفلٹ شائع کئے۔مشہور برطانوی پروفیسر اے۔جے ٹائن بی (A.J. TOYN BEE) سے احمدیت کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔آپ کی مسلم سٹوڈنٹس سوسائٹی کے جلسوں میں تقاریر ہوئیں۔چوہدری منیر احمد صاحب عارف نے اس سال دو دفعہ مغربی نائیجریا کی جماعتوں کا دورہ کیا۔ پہلا دورہ ۲۱ فروری سے شروع ہو کر اپریل کے آغاز تک جاری رہا۔جس میں آپ اپی (EPE)، اومو (OMU)، اِووپن (IOOPN) اور موجوڈا (MOJODA) وغیرہ مقامات میں تشریف لے گئے۔اور پبلک لیکچروں اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ ہر جگہ حق وصداقت کی ایسی موثر رنگ میں ترجمانی کی کہ کئی افراد احمدیت سے وابستہ ہو گئے۔آپ کا دوسرا دورہ ماہ جون سے ماہ اگست تک ممتد تھا۔جس کے دوران آپ نے دو ہزار میل سفر کیا۔اور اکارے (IKRA)، ادونی (IDONI)، اونڈو اور اڈوکیٹی (OADOEKITI) وغیرہ مقامات پر کئی کئی دن قیام کر کے پبلک لیکچروں اور تقسیم لٹریچر کے ذریعہ گویا احمدیت کی دھوم مچا دی۔آپ کا دو دن تک ایک پادری سے مباحثہ ہوا جس میں مسلم اور

غیر مسلم بکثرت شامل ہوئے۔ مغربی نائیجیریا کے علاوہ آپ وسطی نائیجیریا بھی پہنچے اور ٹیچر ٹریننگ کالج، انصار الدین کالج اور ایوچی (AEUCHI) کے ہائی سکول میں لیکچر دیا۔[60]

۳ مئی ۱۹۶۴ء کو الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب نائیجیریا مشن کا چارج سنبھالنے کے لئے لیگوس پہنچے اور مولانا نسیم سیفی صاحب انہیں چارج دے کر ۲/ جولائی ۱۹۶۴ء کو واپس مرکزِ احمدیت تشریف لے آئے۔

مولانا نسیم سیفی صاحب کی ڈائری

نائیجیریا مشن کے واقعات کے ضمن میں جناب مولانا نسیم سیفی صاحب کی انگریزی ڈائری ۱۹۶۴ء کا اردو ملخص بھی درج ذیل کیا جاتا ہے جس سے آپ کی بعض دیگر اہم تبلیغی سرگرمیوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

(۲۲ جنوری ۱۹۶۴ء) مولوی منیر احمد عارف صاحب کی آمد۔ (۲۶ جنوری) میٹنگ خدام الاحمدیہ جلسہ امیگریشن سنٹر۔ (۲۹ جنوری) ٹیلی ویژن پروگرام۔ (۷ فروری) جاپان مشن کو کتابیں ارسال کی گئیں۔ (۲۳ فروری) عمری عبیدی صاحب کی آمد (نائیجیریا کے احمدی اخبار ''دی ٹرتھ'' نے ۲۸ فروری ۱۹۶۴ء کی اشاعت میں آپ کی نسبت ایک تعارفی نوٹ سپرد اشاعت کیا)۔ (۲۸ فروری) عمری عبیدی صاحب نے جمعہ پڑھایا۔ (۲۹ فروری) آرنلڈ ٹائن بی کا لیکچر سنا۔ ایک سوال بھی کیا۔ شام کو دعوت۔ ملاقات[61]۔ (۶/ اپریل کو) MIDDLE BELT HERALD کیلئے کالم لکھا۔ (۱۲/ اپریل) خلافت جوبلی کا جلسہ۔ (۲۲/ اپریل) ڈاکٹر شاہ صاحب نے خاکسار کے نام وظیفہ دینے کے لئے مشن کو بارہ پونڈ ادا کئے۔ (۲۶/ اپریل) GEORSE PRASSURE کا لیکچر۔ (۳ مئی) شیخ نصیر الدین کی آمد۔ (۴ مئی) وزیر اعظم ابی ابوبکر سے ملاقات، قرآن کریم کی تفسیر پیش کی۔ اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن پر خبر۔ (۷ مئی) میلکم ایکس کی مشن ہاؤس آمد۔ (۱۸ مئی) سعودی عرب کا وزیر سوال و جواب کے بعد مل کر گیا۔ (۳۰ مئی) نیوز ویل کے لئے انٹرویو۔ (۳۱ مئی) اسلامک کلب میں جماعت کی طرف سے الوداعی پارٹی۔ (یکم جون) محمد علی کلے (عالمی باکسر) کو قرآن کریم کا تحفہ۔ (۷ جون) لیگوس سے کانو۔ برائے پاکستان۔ (۱۹ جون) کراچی۔ (۲ جولائی) کو ربوہ واپسی۔

ہالینڈ

۴فروری ۱۹۶۴ء کو ہالینڈ کے ٹیلی ویژن پر ’’اسلام کا پروگرام‘‘ عوام کی توجہ اور دلچسپی کا مرکز بنا رہا۔ پروگرام میں حافظ قدرت اللہ صاحب امام مسجد ہالینڈ کی تقریر ارکان اسلام کی تشریح پر ہوئی۔ اور محترمہ ناصرہ زمرمان اور جناب محمود نعیم الاسلام کے انٹرویونشر ہوئے۔ حافظ صاحب موصوف نے ہارلم اور لیڈن کے سوشل سنٹر، ہیگ کیتھولک ایسوسی ایشن، ایمسٹرڈیم کے چرچ اینڈ ورلڈ کانفرنس تھیوسافیکل سوسائٹی، ریفارمڈ چرچ، فری مین ایسوسی ایشن جیسی اہم سوسائٹیوں سے خطابات کئے۔ علاوہ ازیں جرمن بارڈر کے قریب لنچ کی دعوت پر آپ نے تقریر کی اور سوالوں کے جوابات دیئے۔

مبلغین یورپ کی نویں سالانہ کانفرنس ۱۷ تا ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء کو مسجد مبارک ہیگ میں منعقد ہوئی۔ جس میں یورپ کے مشنوں کی نمائندگی حسب ذیل مجاہدین احمدیت نے کی۔ خان بشیر احمد خان صاحب رفیق (انگلستان)، چوہدری عبداللطیف صاحب (جرمنی)، چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ (سوئٹزرلینڈ)، چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر (سپین)، سید میر مسعود احمد صاحب و عبدالسلام صاحب میڈسن (سکینڈے نیویا)، حافظ قدرت اللہ صاحب (ہالینڈ)

کانفرنس کے پہلے دن حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب نے نماز جمعہ پڑھائی اور سورۃ محمدؐ کی آخری آیات کی روشنی میں جملہ مبلغین اور احباب جماعت کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی آپ نے خطبہ کے بعد بھی جملہ مبلغین کو زریں نصائح سے نوازا۔

کانفرنس کے متعدد اجلاس مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ سیکرٹری یورپین مشنز کی زیر صدارت عمل میں آئے جن میں جملہ نمائندگان نے اپنے اپنے مشنوں کی کارگزاری پیش کی۔

سالانہ کانفرنس کے پہلے دن ایک پریس کانفرنس بھی منعقد ہوئی جس کے نتیجہ میں ملک بھر میں وسیع پیمانے پر احمدیت کا چرچا ہوا۔ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ نے جماعتی مشنوں کی تبلیغی مساعی کا ذکر کیا۔ بعد ازاں آپ نے نمائندگانِ پریس کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ کانفرنس میں ڈچ ریڈیو کے نمائندے بھی موجود تھے جس کی وجہ سے ڈچ ریڈیو نے ۵ مرتبہ کانفرنس کی خبر کو نشر کیا اور ایک خاص پروگرام کانفرنس کے ضمن میں عرب ممالک کیلئے نشر کیا۔

۱۸ جولائی کو ایک پبلک جلسہ کا انتظام بھی کیا گیا جس میں مکرم چوہدری عبداللطیف صاحب، مکرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر، مکرم بشیر احمد صاحب رفیق، مکرم عبدالسلام صاحب میڈسن، مکرمہ ناصرہ زمرمان صاحبہ کی تقاریر ہوئیں۔ پبلک جلسہ میں صدارت کے فرائض ایک مستشرق ڈاکٹر فرائی تاج (FREITAG) نے ادا کئے۔ انہوں نے جلسہ میں متعدد مواقع پر بڑی جرأت سے جماعت کی اسلامی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ [62]

یوگنڈا

یہ سال لٹریچر کی اشاعت کے اعتبار سے مشن کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) نماز (یوگنڈا زبان میں) (۲) غلط فہمیوں کے ازالہ سے متعلق ایک اشتہار (۳) ٹریکٹ خاتم النبیین کے معنٰی۔ (۴) پمفلٹ ابطال الوہیت مسیح (۵) رسالہ روزے کے مسائل (۶) سیرت النبیؐ مؤلفہ حضرت مصلح موعود (لوءُ LUO زبان) (۷) ایک انگریزی پمفلٹ (شائع کردہ مولوی عبدالکریم صاحب شرما) (۸) رسالہ ہماری تعلیم (لوگنڈا زبان)

حکیم محمد ابراہیم صاحب نے کمپالہ میں جن اصحاب کو جماعتی لٹریچر دیا ان میں سنگاپور کے وزیراعظم اوران کے وفد کے ممبران نیز سویڈن، سوڈان اور مصر کے سفارتخانوں کا سٹاف خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

عائلی قوانین کی چھان بین کے لئے چھ ممبران پر مشتمل کمیشن کے چیئرمین کو جو منسٹر آف ورکس بھی تھے قرآن کریم کا عظیم تحفہ پیش فرمایا۔ ماہ نومبر ۱۹۶۴ء میں جــنــجــہ کی وائی۔ ایم۔ سی۔ اے کے زیراہتمام موازنہ مذاہب پر جــنــجــہ ٹاؤن ہال میں تین ہفتوں تک لیکچر ہوئے۔ ہر مذہب کے نمائندہ نے اپنا مضمون قبل از وقت لکھ کر بھجوا دیا۔ جسے اس کی تقریر سے قبل تقسیم کر دیا گیا۔ اسلام کی نمائندگی مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے کی۔ اور لیکچر لکھنے کے علاوہ نہایت مؤثر رنگ میں پبلک کے سوالوں کے جواب دیئے۔ جسے بہت پسند کیا گیا۔ ان کے لیکچر سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے جماعت کا لٹریچر حاصل کیا۔ [63]

مکرم مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح انچارج لیرا مشن نے اس سال درج ذیل مقامات کا تبلیغی سفر کیا۔ سروٹی، مبالے، ٹرورو، گلّو، پکواچ، اروا اور پارالاج۔ دوران سفر انہوں نے وزیر داخلہ مسٹر

فائیلکس اوناما FILEXONAMA،گلو کے ڈسٹرکٹ کمشنر، لیرا کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ٹاؤن کلرک کولٹریچر دیا۔ایک زراعتی سکول اوراویوبا سکول میں لیکچر دیا۔ چرچ آف یوگنڈا اور کیتھولک مشن کے مراکز میں اچولی اور لانگو کے دوسو اساتذہ ریفریشر کورس کے لئے آئے ہوئے تھے آپ نے ان میں پمفلٹ تقسیم کئے اور تبادلہ خیالات کیا نیز پروٹسٹنٹ اور کیتھولک پادریوں کو دعوتِ اسلام دی۔

مرزا محمد ادریس صاحب انچارج مشن ''مساکا'' نے تبلیغ اور لٹریچر کے ذریعہ ٹیکنیکل سکول مساکا اور کمپالا کالج کے ہوسٹل ہیڈ ماسٹر آغا خاں سکول، مساکا کے چیف اور ایک یمنی عرب تک پیغام احمدیت پہنچایا۔

چےچبیرہ کی جماعت احمدیہ نے اس سال مسجد تعمیر کی۔حکومت نے عائلی قوانین پر نظر ثانی اور ترامیم کے لئے چھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا تھا جس نے سوالنامہ جاری کیا۔جس کے جواب میں جنجہ مشن کے انچارج مولوی عبدالکریم صاحب شرما نے کمیشن کے سامنے ایک میمورنڈم پیش کیا جس میں اسلامی نقطہ نگاہ سے عائلی قوانین کی وضاحت کی گئی تھی۔آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ تک ممبران کمیشن کے سوالوں کے جوابات دیئے۔

مبلغینِ احمدیت کی آمد و روانگی

☆ ۱۹۶۴ء میں درج ذیل مبلغین اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بیرون ملک تشریف لے گئے۔

(۱) چوہدری منیر احمد صاحب عارف۔۱۷ جنوری (برائے نائیجیریا)[64]

(۲) مرزا محمد ادریس صاحب۔ ۱۲ مارچ (برائے یوگنڈا)[65]

(۳) الحاج شیخ نصیر الدین احمد صاحب ایم اے۔۵/اپریل (برائے نائیجیریا)[66]

(۴) مولانا غلام احمد صاحب بدوملہی۔۲۹/اپریل (برائے گیمبیا)[67]

(۵) مولوی روشن الدین احمد صاحب۔۱۳ مئی (برائے کینیا)[68]

(۶) مولوی فضل الٰہی صاحب انوری۔۷ جون (برائے ہمبرگ جرمنی)[69]

(۷) مولوی نظام الدین صاحب مہمان۔۱۱ جون (برائے سیرالیون)[70]

(۸) مولوی عبدالشکور صاحب۔۱۱ جون (برائے سیرالیون)[71]

(۹) عبدالحکیم صاحب اکمل۔۶/اکتوبر (برائے ہالینڈ)[72]

(۱۰) مولوی محمد بشیر صاحب شاد۔۲۹/اکتوبر (برائے نائیجیریا)[73]

(۱۱) مولوی نصیر احمد خان صاحب۔۳ دسمبر (برائے غانا)[74]

☆ اس سال درج ذیل مبلغین کرام واپس مرکز تشریف لائے۔

(۱) صوفی عبدالغفور صاحب۔۲۵ فروری (از امریکہ)[75]

(۲) مولوی محمد سعید صاحب انصاری۔۲۲ مارچ (از ملایا)[76]

(۳) چوہدری رحمت خان صاحب۔۱۳/اپریل (از انگلستان)[77]

(۴) مسعود احمد صاحب جہلمی۔۲۳ مئی (از جرمنی)[78]

(۵) مولانا نور محمد صاحب نسیم سیفی۔۲ جولائی (از نائیجیریا)[79]

(۶) چوہدری محمد شریف صاحب۔۹ جولائی (از گیمبیا)[80]

(۷) مولانا عبدالمالک خان صاحب۔۲۲ جولائی (از غانا)[81]

(۸) چوہدری عنایت اللہ صاحب خلیل ۔ ۷/اگست (از مشرقی افریقہ)[82]

(۹) حکیم محمد ابراہیم صاحب ۔ ۷/اگست (از مشرقی افریقہ)[83]

(۱۰) ملک غلام نبی صاحب ۔ ۲۹ ستمبر (از سیرالیون)[84]

(۱۱) اقبال احمد صاحب غضنفر ۔ ۲۹ ستمبر (از سیرالیون)[85]

(۱۲) چوہدری رشید الدین صاحب ۔ ۲۹ نومبر (از نائیجیریا)[86]

(۱۳) قاضی مبارک احمد صاحب ۔ ۴ دسمبر (از ٹوگولینڈ)[87]

(۱۴) مولوی نورالحق صاحب انور ۔ ۷ دسمبر (از کینیا)[88]

نئی مطبوعات:

۱۹۶۴ء میں حسب ذیل رسائل اور کتابیں شائع ہوئیں جن سے سلسلہ کے لٹریچر میں مفید اور گرانقدر اضافہ ہوا۔

(۱) وفات مسیح میں حیاتِ اسلام ہے (مولانا ابوالعطاء صاحب)

(۲) جماعت احمدیہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ (// // //)

(۳) تفہیمات ربّانیہ دوسرا ایڈیشن (// // //)

(۴) اہالیان چکوال سے خدا اور اسکے رسول کے نام پر درمندانہ اپیل (مولانا جلال الدین شمس صاحب)

(۵) امام مہدی کا ظہور (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری)

(۶) تحقیق عارفانہ (// // //)

(۷) جماعت اسلامی کا ماضی اور حال (مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

(۸) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان کام (مولانا شیخ مبارک احمد صاحب)

(۹) اسلامی معاشرہ (مولوی غلام باری صاحب سیف)

(۱۰) قبول احمدیت کی داستان (الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا)

(۱۱) گورونانک جی کا گورو (گیانی عباد اللہ صاحب)

(۱۲) زندہ خدا پر ایمان اور اس کے اثرات (صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب)

(۱۳) بُرقع (شیخ محمد احمد صاحب مظہر)

(۱۴) سابق مفتی مصر کے نام نہاد فتویٰ کی حیثیت (شیخ نور احمد صاحب منیر)

(۱۵) اصحاب احمد جلد پنجم حصہ سوم (ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

(۱۶) مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم (مکتوبات حضرت قمر الانبیاء مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے)

(۱۷) حیات بشیر (مولانا شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل)

(۱۸) تجلی قدرت (حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری)

(۱۹) حیات قمر الانبیاء　　(شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی)
(۲۰) ایمان کی باتیں　　(//　//　//)
(۲۱) نبیوں کا چاند　　(فضل الرحمٰن صاحب نعیم)
(۲۲) ذکر اردو　　(ناشر تعلیم الاسلام کالج ربوہ)
(۲۳) مقام محمود　　(مسعود احمد خان صاحب دہلوی)
(۲۴) کامیابی کی راہیں (حصہ اول تا چہارم) (مرتبہ مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر)
(۲۵) انوار ہدایت　　(مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر)
(۲۶) مناظرہ یادگیر　　(نظارت دعوۃ وتبلیغ قادیان)
(۲۷) TWO ADDRESSES　　(صاحبزادہ مرزا مبارک احمد)
(۲۸) Ahmadiyyat In The Far East　　(//　//　//)
(۲۹) Favours Of The Beneficent　　(//　//　//)
(۳۰) The Preaching of Islam　　(//　//　//)
(۳۱) The Propagation of Islam　　(//　//　//)

انگریزی تراجم

اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ منن الرحمٰن　　(کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

فرانسیسی تراجم

ایک غلطی کا ازالہ، الوصیت، نجم الہدیٰ، پیغام صلح، تجلیات الٰہیہ (کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حوالہ جات

(صفحہ 695 تا 732)

1 الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ء وایک مبارک نسل کی ماں مرتبہ سید سجاد احمد صفحہ ۱۳۰

2 الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۴ء وایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۷

3 الفضل ۳؍اپریل ۱۹۶۴ء

4 الفضل ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء وایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۹

5 الفضل ۲۳ جون ۱۹۶۴ء وایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۴

6 الفضل ۷ جولائی ۱۹۶۴ء

7 ایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۰

8 ایک مبارک نسل کی ماں صفحہ ۱۲۵

9 الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

10 الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

11 الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

12 الفضل ۲ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

13 الفضل ۱۵ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱ و ۸؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

14 الفضل ۳ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

15 الفضل ۲۴ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

16 الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

17 الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

18 الفضل ۶؍اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

19 الفضل ۴ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

20 الفضل ۸ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

21 الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

22 الفضل ۱۴ جنوری، ۱۰ مارچ، ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء

23 الفضل ۳۱؍اکتوبر، ۴ نومبر ۱۹۶۴ء

24 الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

25 الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

26 الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۴ء

27 الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

28 بدر ۲۳ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

29 الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۸

30 بدر ۶ مئی ۱۹۶۵ء صفحہ ۱۔۱۰

31 الفضل ۱۰ مارچ ۱۹۶۴ء

32 الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۳

33 الفضل ۱۹/اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

34 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۶۴-۱۹۶۳ء

35 الفضل ربوہ۔ ۲۵ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۶

36 الفضل ربوہ ۵ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

37 الفضل ربوہ ۱۴ مئی ۱۹۶۴ء

38 بدر ۱۷ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۱۲۔ بدر ۱۹ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

39 المنبر لائلپور حال فیصل آباد ۱۱ ستمبر ۱۹۶۴ء

40 بحوالہ الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

41 بدر ۵ نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱۔۹

42 رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ ۶۵-۱۹۶۴ء صفحہ ۱۰۰

43 الفضل ۷ فروری ۱۹۶۵ء

44 الفضل ۳۰/اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴

45 الفضل ۲۳ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴۔ الفضل ۲۹ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔ الفضل ۳۰/اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴۔ الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴۔ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴۔ الفضل ۵، ۶ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳، ۴

46 الفضل ۵ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

47 الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

48 An Ahmadiyya Muslim By Matiullah Dard p: 27-30

49 الفضل ۲۶ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴

50 الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۶۵ء صفحہ ۳، ۴

51 الفضل ۷ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴

52 الفضل ۲۷ جون ۱۹۶۴ء و ۷ ؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴ و ۸ ؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴، ۸

53 الفضل ۸ مئی، یکم ستمبر، ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء

54 الفضل ۹ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۳-۴

55 الفضل ۲۲ فروری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴ تا ۶۔ والفضل ۱۰ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۴

56 الفضل ۱۰، ۱۱ جون ۱۹۶۴ء و ۲۴، ۲۵ ؍اکتوبر ۱۹۶۴ء و ۲۷، ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء

57 الفضل ۳، ۴، ۵ جون۔ ۱۳ نومبر ۱۹۶۴ء۔ ۲۱ مارچ ۱۹۶۵ء صفحہ ۳

58 الفضل ۳۱ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔۴

59 الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴۔ ۴ ستمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴

60 الفضل ۲۶، ۲۸ ؍اپریل و ۳۰ مئی و ۱۸ نومبر ۱۹۶۴ء

61 تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۶۔۲۸ ؍اپریل ۱۹۶۴ء

62 الفضل ۲۵ ؍اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ۳۔۴

63 الفضل ۲۸ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۳، ۴ والفضل ۱۸ فروری ۱۹۶۵ء صفحہ ۴، ۵

64 الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۸

65 الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۶۴ء و ۱۶ ؍اپریل ۱۹۶۴ء

66 ریکارڈ وکالت تبشیر

67 الفضل ۱۵ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

68 الفضل ۱۶ مئی و ۳ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

69 الفضل ۹، ۲۷ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، ۷

70 الفضل ۲۰ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، والفضل ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء

71 الفضل ۲۰ جون ۱۹۶۴ء صفحہ ۱، والفضل ۱۱ نومبر ۱۹۶۴ء

72 الفضل ۸ ؍اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

73 الفضل یکم نومبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

74 الفضل ۱۵ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

75 ریکارڈ وکالت تبشیر

76 الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

77 الفضل ۱۵ ؍اپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

78 الفضل ۲۶ مئی ۱۹۶۴ء صفحہ ۱

79 الفضل ۴ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ا

80 الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ا

81 الفضل ۲۵ جولائی ۱۹۶۴ء صفحہ ا

82 الفضل ۹/اگست ۱۹۶۴ء

83 الفضل ۹/اگست ۱۹۶۴ء صفحہ ا

84 الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ا

85 الفضل یکم اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ ا

86 الفضل یکم دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ا

87 الفضل ۶ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ا

88 الفضل ۹ دسمبر ۱۹۶۴ء صفحہ ا

اشاریہ

تاریخ احمدیت جلد22

(مرتبہ: فراست احمد راشد)

اسماء.. 1

مقامات.................................... 39

کتابیات.................................... 56

اسماء

آ۔الف

آدم علیہ السلام ۴۶۴
آدم،الحاج ۷۲۰
آرتھر جے فریٹز (ولی کریم) ۶۸۵
آردجی کرتاوی نانا ۴۴۸
آرنلڈ ٹائن بی ۷۲۵
آفتاب احمد بسمل ۵۹، ۴۰۷
آمنہ بیگم ۶۱۹
آئن سٹائن ۴۹۶
آئی ڈی اولوکوڈانا
(I. D. Olokodana)
۴۱۶
ابراہیم باہ ۷۱۸
ابراہیم جیبی ۷۲۰
ابراہیم سووا،الحاج ۷۱۸
ابراہیم عبدالقادر ۷۱۸
ابراہیمؑ(ابن آنحضرت ﷺ)
۴۶۶
ابراہیم علیہ السلام ۲۰۵، ۵۳۷
ابراہیم کمارا ۷۱۸
ابن قیمؒ،امام ۲۹۱
ابوالعطاء جالندھری،مولانا
۱۶۲،۱۶۳،۱۹۲،۲۱۲،۲۶۲، ۳۲۶،
۳۴۲، ۳۸۵، ۳۸۸، ۴۰۶،۴۵۳،
۴۵۴، ۴۵۵،۴۶۸،۴۶۹،۴۷۲،
۴۷۳،۴۷۹، ۵۰۹،۵۵۳،۵۵۵،
۵۵۹،۶۰۳، ۶۷۸، ۶۹۶، ۷۳۱
ابوالکلام۔پٹس برگ ۳۴۷
ابوبکر ای کے،مولوی ۱۵۹
ابوبکر مگبے کمارا ۶۲۲،۶۲۳
ابوبکر یوسف،سیٹھ ۱۹۳،۳۱۶
ابوبکرؓ ۶۳۵
ابوبکر(ایڈووکیٹ) ۳۳
ابو بمبا۔پیرامونٹ چیف بوٹاؤن
۷۱۸
ابوحنیفہ،امام ۴۵۵، ۴۶۷
ابی ابوبکر۔وزیراعظم نائیجیریا
۳۹۹، ۷۲۵
احسان احمد خان ۲۴۳
احسان احمد،قاضی ۴۷۱
احسان الحق ۴۵۰
احسان الٰہی جنجوعہ، چوہدری ۳۲
احسان علی،ڈاکٹر ۶۲۹
احسن عطاء ۵۵۶
احمد بخش قریشی (ایڈیٹر ’’عقاب‘‘)
۵۳
احمد بشیر (آرائے پی پی) ۵۷
احمد بن عبداللہ ۷۲۰
احمد بیگ،مرزا ۳۱۷
احمد توفیق ۷۳
احمد جان خیاط،میاں ۲۲۸
احمد جان، چوہدری ۹۷، ۴۵۴
احمد حسن،مولوی ۶۱۵، ۶۹۰
احمد حلمی،الاستاذ ۳۱۷
احمد حیات۔پٹس برگ ۳۴۷
احمد خان (ایم پی اے) ۳۲
احمد خان، کرنل صاحبزادہ ۲۲۷
احمد دین کپورتھلوی ۶۳۳
احمد دین، منشی ۶۸۶
احمد رضوی،سید ۱۹۰
احمد ریاض۔پٹس برگ ۳۴۷
احمد زمان شاہ،پیر ۲۳۰
احمد سرہندی۔مجدد الف ثانی
۲۱۹،۴۶۵
احمد شمشیر ۵۵۵
احمد علی ۵۷۰

احمد علی پلیڈر،میاں ۳۲
احمد علی شیخ،حضرت ۶۰۸
احمد علی،شیخ ۵۰۲
احمد علی،میاں ۴۰
احمد گل ۲۲۶
احیاء الدین،میجر جنرل ۲۲۹
اختر احمد اورینوی، ڈاکٹر سید ۵۵۳
اختر احمد،ڈاکٹر ۳۱۵
اختر بیگم ۵۵۳
اختر حسین ۵۱۴،۵۱۲
اختر علی، چوہدری ۵۸۸
ادریس علیہ السلام ۴۲۶
ادریس احمد شاہ،سید ۲۷۰
ادریس، زنجبار ۳۴۹
ارباب محمد عجب خان ۲۳۰
ارجمند خان،مولانا ۳۶۶
ارسلان عبدالغنی،ڈاکٹر حاجی ۸۴،۸۳
ارشاد اللہ (رکن قومی اسمبلی حافظ آباد) ۳۲
ارشد بیگ،مرزا۔قادیان ۳۱۷
ارشد علی،شیخ (ایڈووکیٹ) ۳۳
اروڑا خاں،منشی ۲۴۰
اسد اللہ خان، چوہدری ۵۵۲،۴۱۴
اسد اللہ خاں،ملک ۴۷۱
اسد اللہ کاشمیری ۳۳۹،۳۱۹، ۵۸۰،۴۷۳،۳۹۰،۳۴۱
اسرار حسین ۲۳۰
اسلم اعوان (ایڈووکیٹ) ۳۳
اسلم باجوہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
اسلم پال،خواجہ(ایڈووکیٹ) ۳۳
اسلم ٹھیکیدار ۵۰۳
اسماعیل آڈو۔گھانا ۷۲۰،۳۶۲
اسماعیل شہباز ۳۷۸،۳۷۵
اسماعیل شہید،شاہ ۲۲۵
اسماعیل علیہ السلام ۲۰۵
اسمٰعیل بن کرسہ ۸۳
اسمٰعیل،میاں (ایڈووکیٹ) ۳۳
اسماء طاہرہ ۶۹۵
اشتیاق حسین قریشی،ڈاکٹر ۵۱۵
اشرف علی،مولوی ۴۰۷
اشرف علی،سید ۲۵۷
اصغر حسین آزاد سوجانپوری ۳۴
اصغر حسین خان۔ٹورانٹو ۳۶۵
اصغر سودائی ۳۷
اظہر احمد،صاحبزادہ مرزا ۳۳۲،۲۴۰،۱۶
اعجاز احمد مولوی،سید ۱۶۳،۴۷
اعجاز الحق،ڈاکٹر ۴۱۴
اعجاز حسین،خواجہ (ایڈووکیٹ) ۳۲
اعراف اللہ،میاں ۲۲۹
اعظم علی،ڈاکٹر ۶۱۶
اعظم،چوہدری(ایڈووکیٹ) ۳۳
افتخار احمد ایاز،چوہدری ۶۷۴
افتخار احمد،پیر ۶۸۳
افتخار احمد،پیر(ایڈووکیٹ) ۳۲
افتخار احمد۔پشاور ۲۲۸
افتخار احمد گوندل ۶۱۳
افضال احمد،قریشی ۶۸۶
افضل حق،چوہدری (مفکر احرار) ۵۹۴،۵۷۷،۴۰۳
افضل علی،چوہدری ۲۷۴
اقبال احمد خان مندرانی ۶۳۳
اقبال احمد راجیکی ۳۱۵
اقبال احمد غضنفر،مولوی۔سیرالیون ۷۳۰،۷۱۸،۷۱۷،۳۶۲
اقبال بیگم۔لاہور ۲۶۲
اقبال بیگم (دختر چوہدری شمشاد علی) ۶۴۵

اقبال بیگم،سیدہ۔والدہ سید مبشر احمد
ایاز ۵۹۱
اقبال بیگم۔کینیا ۵۵۷
اقبال حسین بخاری،سید(ایڈووکیٹ)
۳۳
اقبال حسین کرمانی ۳۴
اقبال حسین،سید ۳۶۵
اقبال شاہ۔نیروبی ۴۱۰
اکبرخان،راجہ سید ۲۳۱
اکبریار جنگ،نواب بہادر ۳۰۴
اکرام ڈار ۷۱۳
اگیمبیا،مسٹر ۳۵۵
الحسن بن صالح ۷۲۰
الطاف حسین شاہ،سید۔چنیوٹ
۴۰
الف دین ۲۲۵
اللہ بخش تسنیم،میر ۱۵۵، ۴۰۷
اللہ بخش خان زیروی،حکیم مولوی
۲۴۹
اللہ بخش صادق،چوہدری ۶۴۴
اللہ بخش،بابا ۶۱۷
اللہ دتہ،چوہدری ۶۳۰
اللہ دین،چوہدری ۶۴۴
اللہ وسایا۔ملتان ۵۷۹
الہ بی بی زوجہ محمد اسماعیل حلالپوری
۶۲۱
الہ دین،میاں ۶۳۱
الیاس احمد اسلم ۲۴۸
الیاس علیہ السلام ۴۶۶
الیاس،چوہدری۔کیلگری ۳۷۷
امام الدین،مولانا
۲۸۰، ۲۸۳، ۲۸۷، ۳۱۴، ۳۲۹
امام الدین،میاں ۶۰۴
امام الدین،مولوی ۵۱۱
امام الدین،بابو ۲۵۶
امام بخش کھوکھر،مولوی ۶۳۳
امان اللہ باجوہ،چوہدری(ایڈووکیٹ)
۳۳
امانت خان،منشی ۲۴۲
اماں جان (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم) ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۹۳، ۲۱۸، ۲۷۰، ۳۰۲، ۵۰۸، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۲، ۶۲۹، ۶۳۳، ۶۵۵، ۷۰۲، ۷۰۳
امتیاز احمد راجیکی ۳۲۱
امتیاز علی خان (ایڈووکیٹ) ۳۳
امجد حسین شیرازی ۳۴
امری عبیدی،شیخ (عمری عبیدی)
۳۴۹، ۶۶۳ تا ۶۸۰، ۷۲۵
امیر اتمان زئی نقشبندی،سید
(المعروف پیر کوٹھہ شریف) ۴۶۶
امیر احمد خان۔اسماعیلیہ ۲۲۹
امیر الدین،جسٹس ۱۶۳
امیر اللہ خان ۲۲۵، ۲۲۹، ۵۸۹
امیر بی بی اہلیہ میاں خیر الدین سیکھوانی
۶۱۸، ۶۱۹
امیر حسین،قاضی ۵۹۲
امیر خان۔چنیوٹ ۳۹
امیر خسرو ۲۲۵
امیر زادہ خان ۲۲۹
امیر محمد خان۔مردان ۲۲۹
امیر محمد خان ۶۳۸
امیر محمد خاں۔گورنر مغربی پاکستان
۵۵، ۳۲۲، ۳۲۳، ۴۶۸، ۴۷۱
امیر،سید ۲۲۷
امین الحسینی ۷۱۶
امین شاہ،سید ۲۶۴، ۳۲۷
امّ طاہر،سیدہ (حرم حضرت مصلح موعود) ۳۸۷
امۃ الباسط بنت عبدالحمید۔راولپنڈی
۳۳۳

امۃ الباسط، صاحبزادی ۱۳۶
امۃ الحفیظ اہلیہ قریشی عبدالغنی ۶۴۲
امۃ الحفیظ بنت قریشی محمد اسمٰعیل معتبر ۶۲۸
امۃ الحفیظ بیگم زوجہ سید عباس علی شاہ ۶۰۷
امۃ الحفیظ بیگم، سیدہ نواب ۵۰۴،۲۹۶
امۃ الحفیظ زوجہ قاضی منصور احمد ۶۴۸
امۃ الحلیم، صاحبزادی ۳۳۲
امۃ الحمید بنت عبدالرحیم شرما ۶۲۷
امۃ الحمید بیگم، صاحبزادی ۱۵۵،۱۳۸
امۃ الحمید حمیرا، صاحبزادی ۳۳۲
امۃ الحمید زوجہ آغا محمد بخش ۶۴۲
امۃ الرحمان ۶۴۲
امۃ الرشید اہلیہ ملک عنایت اللہ ۶۱۵
امۃ الرشید (عرف نصیرہ) بنت عبدالرحیم شرما ۶۲۷
امۃ الرشید فضل الٰہی ۵۶۶
امۃ الرشید، صاحبزادی ۵۶۶،۵۵۳
امۃ السلام زوجہ ملک میاں رفیق احمد گوندل ۶۴۸
امۃ السلام، صاحبزادی ۱۲۲، ۱۵۵
امۃ الشریف۔ شادیوال ۶۴۳
امۃ العزیز، سیدہ ۶۹۵
امۃ القدوس، صاحبزادی ۶۹۵،۵۶۶،۵۵۳
امۃ القیوم، صاحبزادی ۱۰۲
امۃ القیوم۔ جھنگ ۵۶۶
امۃ القیوم ۶۲۸
امۃ الکریم اہلیہ قریشی فضل حق ۶۴۲
امۃ الکریم بنت عبدالرحیم شرما ۶۲۷
امۃ اللطیف ۵۵۳
امۃ اللطیف اہلیہ میر محمد اسماعیل ۶۵۵
امۃ اللطیف بیگم، صاحبزادی ۱۵۶
امۃ اللطیف بنت عبدالرحیم شرما ۶۲۷
امۃ اللطیف۔ شادیوال ۶۴۳
امۃ اللہ بیگم ۲۴۰
امۃ المالک۔ راولپنڈی ۵۶۶
امۃ المالک فرخ ۶۹۶
امۃ المجیب نعماء، صاحبزادی ۶۹۵
امۃ المجید بیگم، صاحبزادی ۱۳۸، ۱۵۵
امۃ المجید ۵۶۶
امۃ المنعم بنت ملک عمر علی کھوکھر ۶۴۸
امۃ المومن بنت ملک عمر علی کھوکھر ۶۴۸
امۃ المومن، صاحبزادی ۶۹۵
امۃ النور، صاحبزادی ۵۵۳
امۃ الوحید، صاحبزادی ۶۹۵
انٹوان اے آچی ۳۵۷
انس احمد، صاحبزادہ مرزا ۶۹۵،۵۵۳
انصار احمد ۵۵۵،۴۰۷
انوار علی، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
انور احمد باہری، سید ۵۱۰
انور احمد، صاحبزادہ مرزا ۶۹۵،۵۰۹،۴۷۷،۱۳۸،۱۶
انور حسین، چوہدری ۴۶۹
انور علی (ایڈووکیٹ) ۳۳
انور محمود، ڈاکٹر ۱۵۱
انیس احمد عباسی (ایڈیٹر) ۸۱،۶۷

انیس احمد،سید ۳۳۲
اوبابرائٹ (Obba Bright) ۳۶۱
اولاد حسین،ڈاکٹر ۱۹۰
ایثار بٹ ۴۱۸
ایچ اے آر گب، پروفیسر ۳۹۷
ایچ جے فشر (Humphrey J. Fisher) ۱۶۷
ایس او بکر ۳۷۹
ایس ایم حسن ۱۶۵
ایس ایم لطیف، ڈاکٹر۔مردان ۴۰
ایس کے جمال ۱۷۱
ایف اے رحمان ۷۱۹
ایل آر بالی (ایڈیٹر بھیم پتریکا) ۱۱۰
ایم اصغر (چیف سیکرٹری حکومت پاکستان) ۱۶۵
ایم ایس مصطفیٰ ۳۶۱
ایم ایم احمد (صاحبزادہ مرزا مظفر احمد) ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۴۰، ۱۵۵
ایم این ہوز ۳۰۴
ایم اے خان (ایڈووکیٹ) ۳۳
ایم اے سنی (M.A Sanni) ۳۸۰
ایم پی محی الدین ۱۵۹
ایم جے کمانڈے بونگے ۳۴۹، ۷۱۹
ایم زیڈ طاہر ۷۱۴
ایم عبداللہ، چوہدری ۳۳
ایم فلوکی گر (M Fluchiger) ۲۷
ایم یٰسین (ایڈووکیٹ) ۳۳
ایوب خان، ملک۔پشاور ۲۳۰
اے آر اے اتول (A. R. A. Otule) ۳۸۰
اے بی ڈارمولا (A.B.Darmola) ۳۷۹
اے جے ٹائن بی (A.J Toyn Bee) ۷۲۴
اے رشید (ایڈووکیٹ) ۳۳
اے کے الشیخ العلوی ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۹۶
اے کے گراہم ۶۰
اے کے مصطفیٰ ۳۸۰

ب

بارتھیلمی لامبونی ۳۵۷
باقر مجلسی، علامہ ۴۶۵
باقر، جسٹس ۱۶۳
باؤڈوئن (Bau Douin) ۷۱۶
بایزید بسطامیؒ ۴۶۵
بخاری، پیر ۳۰۰
بخت اقبال (ایڈووکیٹ) ۳۳
بدرالدین عامل، چوہدری ۳۳۷
براؤن، مسٹر حکیم ۳۶۲
برکات احمد راجیکی، مولوی ۱۰۳، ۲۶۲، ۳۱۵، ۳۲۰، ۳۲۵
برکت اللہ درد، ملک ۷۱۱
برکت اللہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
برکت علی شاہ ۲۵۳
برکت علی لائق ۳۲۱
برکت علی، چوہدری ۳۲۷، ۶۱۶
برکت علی، چوہدری۔عدن ۷۰۵
برکت ناصر ۳۲۸
برہان الدین، میاں۔مردان ۲۲۹
بشارت احمد ۲۴۲
بشارت احمد بشیر، مولوی ۳۶۰، ۳۶۱، ۴۱۲، ۶۰۰، ۷۱۷، ۷۱۸

بشارت احمد نسیم امروہی
۳۴۸، ۳۸۲
بشارت احمد، سید ۲۴۱
بشارت احمد، ڈاکٹر ۶۴۸
بشارت الرحمٰن ایم اے، پروفیسر
۴۰۵، ۴۰۶، ۴۲۸، ۴۲۹
بشریٰ افتخار۔کراچی ۶۵۵
بشریٰ بیگم۔ربوہ ۵۵۳
بشریٰ صدیقہ ۵۶۶
بشیر احمد آرچرڈ ۴۳۹، ۶۸۴
بشیر احمد ایم۔اے، صاحبزادہ مرزا
۷، ۸، ۱۳، ۱۵، ۲۵، ۲۷، ۵۸، ۶۲،
۷۴، ۹۵، ۱۰۵، ۱۰۶ تا ۱۱۹، ۱۲۳،
۱۲۴، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۸۷، ۱۹۳، ۱۹۵،
۲۱۶، ۲۲۲، ۲۳۴، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۳،
۲۴۹، ۲۶۰، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۹۱،
۳۱۶، ۳۴۸، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶،
۴۳۰، ۴۶۰، ۴۸۷، ۴۹۰، ۴۹۹،
۵۰۱، ۵۰۶، ۵۸۹، ۶۰۹، ۶۱۱،
۶۱۴، ۶۲۸، ۶۳۵، ۶۶۲، ۶۸۲
بشیر احمد برمی ۵۵۷
بشیر احمد چغتائی
۴۱۴، ۴۵۴، ۵۰۱، ۵۰۲

بشیر احمد حیات ۷۱۲
بشیر احمد خان رفیق ۳۴۷،
۳۴۸، ۴۱۵، ۴۸۶، ۴۸۹، ۴۹۹،
۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۵، ۷۲۶، ۷۲۷
بشیر احمد خاں، ڈاکٹر ۳۸
بشیر احمد دہلوی
۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۵، ۶۹۸، ۷۰۰
بشیر احمد ڈار، ڈاکٹر۔ٹانگانیکا
۵۵۷، ۵۶۶
بشیر احمد شاہ، سید ۲۷۰
بشیر احمد شاہ، سید۔کینیا ۵۵۷
بشیر احمد شمس، مولوی ۳۸۲
بشیر احمد ناصر، گیانی ۵۵۵، ۵۷۷
بشیر احمد ۹۷، ۹۸، ۱۳۵، ۱۳۹
بشیر احمد، قریشی (ایڈووکیٹ) ۳۳
بشیر احمد، کپورتھلوی ۲۴۶
بشیر، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
بشیر احمد، خواجہ۔برما ۳۴۸، ۷۱۵
بشیر احمد ایڈووکیٹ، چوہدری ۶۱۶
بشیر احمد (رکن ڈسٹرکٹ کونسل
شیخوپورہ) ۳۸
بشیر احمد، چوہدری (ریڈیو آفیسر
سفینہ حجاج) ۳۳۹، ۷۰۵

بشیر احمد، شیخ (جج ہائی کورٹ لاہور)
۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۳۱۶، ۴۶۸،
۴۶۹، ۴۷۰، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴،
۴۸۵، ۴۸۶، ۵۵۳
بشیر احمد، چوہدری۔سیالکوٹ ۳۹
بشیر احمد، چوہدری۔کھاریاں ۳۹
بشیر احمد، قاضی ۲۳۸
بشیر احمد، مولانا ۱۹۱
بشیر افضل۔نیویارک ۳۴۷
بشیر الحق، ملک ۶۲۲
بشیر الدین عبید اللہ، حافظ
۳۶۱، ۳۶۲، ۳۸۲
بشیر بلوچر (Bashir Blucher)
۲۹
بشیر حبیب ۵۵۷
بشیر حسین، حوالدار پنشنر ۳۶
بلقیس بیگم ۵۵۳
بہادر دین، میاں ۲۲۸
بہار خان ۶۴۲
بھاگ بھری ۶۸۶
بھنڈارکر، ڈاکٹر ۶۴۶
بی ایچ راوز ۴۳
بی بی ٹی ٹی محمد ۶۷۲
بی بی عائشہ ۲۳۸

بی عبداللہ، مولوی ۵۵۴
بیگم السید محمد عبداللہ شبوطی ۷۰۵
بیگم السید منیر الحصنی ۷۰۵
بیگم بی بی۔ گوجرانوالہ ۷۰۵
بیگم چوہدری منصور ۷۱۱
بیگم حکیم قطب الدین ۱۴۵
بیگم ڈاکٹر محمد عمر ۶۵
بیگم راجہ ناصر احمد ۶۲۱
بیگم سیٹھ معین الدین ۷۰۴
بیگم شیخ عبدالرحمٰن ۷۰۵
بیگم عبدالحمید عارف ۷۰۵
بیگم عبدالغفار۔ یادگیر ۷۰۵
بیگم عبیداللہ میر ۷۱۱
بیگم قاضی ڈاکٹر محمد منیر ۷۰۵
بیگم لعل الدین، ڈاکٹر ۴۱۹
بیگم محمد رمضان۔ پتوکی ۷۰۵
بیگم میر عنایت علی شاہ ۱۴۵
بیگم نذیر احمد ۷۰۵

پ

پال ششم، پوپ
۵۳۳، ۵۳۴، ۵۴۶
پالڈین تھانڈپ نامگیال (PALDEN THONDUP NAMGYAL) ۷۱۲
پانڈو ۲۸۰
پریتم سنگھ بھاٹیہ، حکیم ۳۳۷
پردوان، مہاراجہ ۶۴۶
پیر بخش ۲۷۹
پیئر جے ہس (Mr. Pierre J. Huss) ۴

ت

تاج محمد خان ۲۲۹
تاج محمود، حاجی میاں ۶۴۹، ۶۵۰
تاجدار دہلوی (ایڈیٹر سلطان سرگودھا) ۵۳
تاجور نجیب آبادی، علامہ ۵۱۲
تمیم انصاری ۶۳۳
تنکو عبدالرحمٰن ۳۴۳، ۷۱۶
تنویر، سیدہ ۶۰
تھلپال ۲۸۰
تیجا سنگھ، جسٹس ۴۸۵

ٹ

ٹھاکر داس ۴۳

ث

ثاقب زیروی (محمد صدیق) ۴۲، ۴۶، ۱۵۵، ۲۵۰، ۲۵۱، ۴۹۹، ۷۱۴
ثانی اول، الحاج ۳۶۳
ثناء اللہ امرتسری، مولوی
۲۸۴ تا ۲۹۹، ۶۴۹، ۶۵۰

ج

جانسن، مسٹر ۵۵۷
جبرائیل آدم ۷۲۰
جبرئیل سعید ۷۲۰
جلال الدین بلانوی، مرزا منشی ۱
جلال الدین شمس، مولانا
۵۹، ۱۰۱، ۱۹۲، ۲۰۲، ۳۱۵، ۳۴۲، ۳۶۶، ۳۸۷، ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۶۰، ۴۷۲، ۵۱۸، ۵۵۷، ۵۶۰، ۶۱۱، ۶۴۵، ۷۳۱
جلال الدین قمر، مولانا ۵۰۱، ۵۰۲
جلال الدین ۷۴
جمال احمد قادیانی، چوہدری ۲۳۶
جمال الدین۔ ترگڑی ۲۵۲
جمال دین۔ مانگٹ اونچا ۲۴۲
جمال عبدالناصر ۱۹۶، ۱۹۷
جمیل احمد خان ۶۳۳
جمیل الرحمٰن رفیق ۳۴۹، ۷۱۵
جمیلہ سلطانہ ۵۵۳

جمیلہ کوپ من ۔ جرمنی
۵۶۶،۵۵۷
جواد علی، سید ۳۴۶،۳۸۲،۳۸۲، ۷۰۹
جواہر لال نہرو، پنڈت ۷۹، ۸۰
جوشوا فضل دین (مسیحی لیڈر)
۵۳
جولیس نیریرے ۶۶۸،۶۸۰
جوموکنیاٹا ۶۶۷،۶۶۹،۶۷۲
جہانگیر، شہنشاہ ۲۶۳
جے اے وادن ۱۲۴
جے ٹی آدم، الحاج ۳۶۲
جیتو، مہاراجہ ۲۸۰
جیون بٹ، بابا ۲۷۰

چ

چراغ الدین، مولانا
۲۳۷،۴۵۵، ۴۵۷
چراغ دین، چوہدری ۔ یوگنڈا ۴۱۸
چراغ دین، میاں ۔ لاہور
۲۹۶،۳۰۹،۵۹۰،۷۱۲
چراغ شاہ، ملک ۲۳۰
چوانگ شاہ ۔ چین ۵۵۷

ح

حاکم بی بی اہلیہ ڈاکٹر مرزا عبدالکریم
۶۱۱
حاکم بیگ، مرزا ۲۷۳ تا ۲۷۵
حاکم دین، خواجہ ۳۶
حامد اسلم (ایڈووکیٹ) ۳۳
حامد حسین خان، مراد آبادی ۵۸۲
حامد رضا (وکیل) ۱۷
حامد علی خان، مولانا ۵۷۸
حامدہ بیگم اہلیہ کلیم الدین امینی ۶۲۲
حبیب احمد، ملک ککے زئی ۳۳۲
حبیب الدین احمد، قاضی ۸۵
حبیب الرحمٰن، ملک ۱۷۷، ۴۵۳
حبیب اللہ خان، پروفیسر ۴۰۵
حبیب اللہ خاں، ڈاکٹر ۳۳۳
حبیب اللہ شاہ داتوی، میر
۲۲۹،۲۳۰
حبیب اللہ شاہ، قاضی سید
۵۸۹،۵۹۱
حبیب اللہ ۔ کینیڈا ۳۶۴
حبیب بیگم ۶۸۶
حبیب حسن، ملک ۲۶۳
حبیبہ بیگم ۵۵۷
حرمت بی بی (تائی صاحبہ) ۲۶۶
حسام الدین، میاں ۔ مردان ۴۰
حسن ثانی (شاہ مراکش)
۱۸،۱۹،۲۰
حسن عطاء ۔ الحاج
۳۶۲،۵۵۳، ۵۵۶، ۵۶۰، ۷۲۰
حسن محمد خان عارف
۳۶۴،۳۹۱،۵۴۸
حسن محمد، بابا ۵۹۴،۶۵۱
حسن، سیٹھ ۔ یادگیر ۱۹۱،۶۵۲
حسن، سید ۶۱۵
حسن، شیخ ۶۸۷
حسنات احمد ۱۷۷
حسیب بیگم اہلیہ ملک فضل کریم
۶۱۵
حسین بخش، شیخ ۶۲۱
حسین بی بی اہلیہ چوہدری برکت علی
۶۱۶
حسین ۔ ساکن کھٹالہ ۲۲۲
حشمت اللہ خان، ڈاکٹر
۴۰۶،۵۶۰
حضرت اللہ پاشا، سید ۱۰۱، ۶۹۵
حضرت اللہ مہمند ۲۳۱
حفصہ بیگم ۔ سرگودھا ۶۲۱
حفیظ احمد چوہدری (ایڈووکیٹ)
۳۳
حفیظ احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۰۵
حفیظ احمد ۲۵۸

حفیظ بیگم ۳۱۹
حفیظہ بیگم ۲۵۱
حلیمہ بشریٰ بیگم بقاپوری ۵۵۳
حمامۃ البشریٰ ۵۶۶
حمید احمد اختر ابن عبد الرحیم مالیر کوٹلوی ۱۰۲
حمید احمد اوّل، مرزا ۱۵۵
حمید احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۰۵، ۱۵۵
حمید احمد، سردار ۳۴۷، ۳۶۵
حمید اللہ پلیڈر، چوہدری ۳۳
حمید اللہ، شیخ ۳۳۹
حمید اللہ، شاہ ۳۷۸
حمیدہ بیگم ۲۴۰
حمیس بن جمعہ ۳۸۱
حنیف احمد، صاحبزادہ مرزا ۳۸۳، ۶۹۵، ۷۱۷، ۷۱۸
حنیفہ بیگم اہلیہ سید منظور حسین شاہ ۶۰۹
حیدر شاہ ۲۲۲
حیدر علی خان ۲۲۵

خ

خادم حسین بھیروی، منشی ۲۲۰
خالد احمد زفر کھوکھر، ملک ۶۴۸
خان محمد بھٹی، رائے ۳۲۰
خاوی خان ۲۲۵
خدا بخش درویش، میاں ۷۰۴
خدا بخش زیروی، صوفی ۳۳۳، ۴۱۴
خدا بخش، ملک ۲۹۲
خدا بخش، چوہدری ۵۸۷
خدا بخش، شیخ ۲۳۱
خداداد خان ۔ مردان ۲۲۹
خداداد خاں (رکن قومی اسمبلی) ۳۲
خضر تمیمی ۵۱۳
خضر حیات ۶۳۸
خضر سلطانہ ۶۵۲، ۶۵۳
خضر علیہ السلام ۳۰۰، ۴۶۶
خلیل احمد، چوہدری ۳۶۵
خلیل احمد، شیخ ۶۴۸
خلیل احمد، مرزا ۔ ابن مرزا عطاء اللہ ۲۷۳
خلیل احمد، پیر ۶۸۳
خلیل احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۳۱، ۳۰۶، ۶۹۵
خلیل الرحمٰن، صاحبزادہ ۲۳۱
خلیل محمود ۔ باسٹن ۳۴۷
خلیل محمود ۔ نائیجیریا ۳۸۰
خورشید احمد پربھاکر، مولوی ۳۸۸، ۴۰۷
خورشید احمد شاد، مولوی ۴۷۳
خورشید احمد، شیخ ۴۰۵، ۴۴۴
خورشید عالم چیمہ، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳

د

داتوائے ۳۴۹
داتو عبد الجلیل ۷۱۶
داتو ہارون ۳۴۹
داؤد احمد، سید میر ۲۷، ۳۴۳، ۵۷۲
داؤد احمد انور، سید ۳۸۳
داؤد احمد مانٹریال، سید ۳۶۵
داؤد مظفر شاہ، سید ۶۹۵
دل خان ۲۳۰
دلاور خان، بابو ۲۲۵
دوست محمد شاہد، مولانا ۱۹۱، ۳۴۰، ۳۴۱، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۷۳، ۵۱۲، ۵۱۷، ۷۳۱
دھرمانت سنگھ، سردار ۳۱۲
دیانت خان، منشی ۲۴۲
دیور ۲۸۰

ڈ

ڈونلٹ اسٹیفن ۳۴۹
ڈیراک ۴۹۶
ڈینس سی سمتھ جونیر ۵۷۸

ذ

ذاکر حسین، ڈاکٹر ۸۰
ذوالفقار علی خان ۵۸۲

ر

رابعہ بیگم اہلیہ محمد عبداللہ ۶۰۹
رابندر ناتھ ٹیگور، ڈاکٹر ۶۴۶
راج، ملک ۳۲۱
رادھا کرشنن، ڈاکٹر ۸۰، ۷۰۴
راشد ۷۱۳
رجب علی خان، میرزا ۲۳۱
رچرڈ بیل ۳۹۸
رحمت اللہ خان حیسون ۲۳۰
رحمت اللہ، سردار (ربوہ) ۶۲۹
رحمت اللہ، شیخ ۹۵، ۱۹۳، ۳۴۳
رحمت اللہ، حاجی ۶۰۹
رحمت اللہ، ماسٹر۔حیدرآباد ۵۹
رحمت اللہ ۸۲
رحمت بی بی ۵۸۷
رحمت خان، چوہدری
۳۴۸، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۵۷، ۷۲۹
رحمت علی شاہ بخاری، سید ۷۰۸
رحمت علی، مولانا ۶۵۱
رحیمہ بیگم بنت ڈاکٹر کرم الٰہی ۶۱۵
رستم ۱۹۰
رشید احمد ابن ڈاکٹر سردار علی ۶۴۸
رشید احمد اختر ۶۹۶
رشید احمد بدوملہوی ۶۹۱
رشید احمد خان ۲۴۳
رشید احمد سرور ۳۴۹، ۷۱۵
رشید احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۵۵
رشید احمد ۲۵۹
رشید احمد۔سیرالیون ۷۱۲، ۷۱۴
رشید الدین۔کراچی ۲۴۶
رشید الدین، چوہدری
۳۷۹، ۴۱۶، ۷۳۰
رشید الدین، ڈاکٹر خلیفہ
۳۱۸، ۶۸۴
رشید بیگم بنت مرزا عطاء اللہ ۲۷۳
رشید قیصرانی ۴۰۷
رشید یوسفی، ڈاکٹر ۷۰۵
رشید (حضرت حکیم) ۲۵۰
رشیدہ احمد الدین ۳۳۳
رشیدہ بنت میر عبدالقادر ۶۵۵
رشیدہ بیگم بنت ڈاکٹر ظفر حسن
۲۶۳
رشیدی۔افریقہ ۵۵۶
رشیدی کواوا ۶۷۱، ۶۷۲
رشیدی مصیح ۵۵۶، ۵۶۰
رضوان قادر، ڈاکٹر ۶۵۵
رضوی، نواب سید ۲۹۳
رضیہ بنت شیخ امری عبیدی ۶۶۴
رضیہ بیگم ۲۳۸
رضیہ درد ۵۶۶
رفیع احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۶، ۳۳۲، ۳۴۳، ۴۰۶، ۴۱۵، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۲، ۴۷۳، ۵۱۷، ۵۱۸، ۷۳۱
رفیع الدین بٹ ۵۰۳
رفیع الدین، میاں (ایڈووکیٹ)
۳۳
رفیق احمد بھٹی ۴۱۸
رفیق احمد ثاقب ۴۰۵، ۴۰۶
رفیق احمد گلچیں ۵۵۵
رفیق احمد گوندل، میاں ۶۴۸
رفیق احمد ۷۱۵
رفیق چانن ۵۵۷، ۵۵۹

رقیہ بیگم اہلیہ سید محبوب احمد ہاشمی ۶۰۹
رلے خان ۳۶
روت ۳۰۴
روجرز، حاجی ۷۱۹
روشن الدین احمد ۶۹۶، ۷۲۹
روشن دین، مولوی ۷۲۳
روشن علی، حافظ ۵۹۴، ۵۹۵، ۶۳۵
روم، مولانا ۳۱۴
ریاض احمد ملک ۶۹۲
ریاض محمود، شیخ ۱۰۱، ۴۱۴
ریڈکلف، مسٹر ۴۸۴
ریورنڈ جے ٹی واٹسن ۶۱
ریورنڈ ہنبکلن ۴۳

ز

زبیدہ بیگم ۲۴۰
زبیدہ ناہید ۲۳۸
زبیر احمد کھوکھر، ملک ۶۴۸
زرینہ بیگم ۶۱۵
زکریا، مسٹر ۳۸۱
زمان شاہ، پیر۔مانسہرہ ۳۱۶
زمان شاہ، سید ۶۸۵
زیڈ کے لطیف ۵۶۷، ۵۷۰
زینب قدسیہ ۳۱۵

س

ساجد حسین، ڈاکٹر ۳۶۵
سادی، میاں ۲۵۴
سارنگ ۲۸۰
سائرہ بیگم، سیدہ ۵۹۱
سپولر، ڈاکٹر ۷۱۵
سجاد احمد، سید ۷۳۳
سجاد باقر رضوی، سید ۵۱۳
سجاول ۲۴۱
سدید الدین، خواجہ ۶۳۷
سراج الحق نعمانی، پیر
۲۱۶، ۲۸۸، ۳۲۸
سراج الدین عیسائی
۲۸، ۴۳، ۴۶، ۵۱
سردار خان ۶۸۱
سردار شاہ، سید ۳۲۷
سردار علی شاہ ۲۵۳
سردار علی، ڈاکٹر ۶۴۸
سرفراز احمد (ایڈووکیٹ) ۳۳
سرفراز احمد، خواجہ (ایڈووکیٹ)
۳۳
سرفراز خان نمبردار، چوہدری
۶۳۰، ۶۳۱

سرفراز خاں، ملک (ایم پی اے)
۳۲
سروجنی نائیڈو، مسز ۶۴۶
سعادت احمد جاوید، مولوی ۳۳۸
سعادت بیگم ۲۶۳
سعادت علی ۲۵۴
سعدالدین ۲۵۴
سعداللہ خان ۲۳۰
سعداللہ خان خٹک ۲۲۶
سعداللہ، حافظ ۵۹۱
سعود احمد خان دہلوی، پروفیسر
۳۶۲، ۷۲۰
سعید احمد اظہر ۳۶۷، ۳۷۶
سعید احمد، چوہدری ۸۱، ۳۴۲
سعید احمد، شیخ ۶۴۸
سعید احمد، ملک ۴۱۴
سعید الحق ۷۴
سعید اللہ بیگ، مرزا ۲۷۳
سعید علی خان، میاں ۳۳۲
سعیدہ بشریٰ بیگم ۶۴۲
سعیدہ ۶۹
سعیدی، معلم ۳۴۹
سکندر بیگ، مرزا (ایڈووکیٹ)
۳۳

سکندر خان بلوچ ۲۲۸
سکندر خاں،مہر۔ایڈووکیٹ ۳۲
سکینہ بی بی ۶۳۲
سکینہ بیگم ۶۰۸
سلطان ابراہیم ادہم ۲۱۹
سلطان احمد پیرکوٹی ۵۸۶،۶۸۹
سلطان احمد شاہد ۵۸۷
سلطان احمد لدھیانوی،آغا ۲۵۹
سلطان احمد،ملک ۶۱۵
سلطان رشید خان،ملک ۳۲۲،۳۲۳
سلطان علی باجوہ،چوہدری۔سرگودھا ۳۹
سلطان علی،چوہدری۔کھاریاں ۳۹
سلطان محمد خان،ملک ۳۲۲
سلطان محمود،حاجی میاں ۶۴۹
سلطان محمود غزنوی ۲۶۳
سلطانہ صبیحہ،سیدہ ۶۹۵
سلوانس اولمپیو ۳۵۱
سلیم احمد کمانڈر ۴۵۴،۵۰۲
سلیم احمد ناصر باجوہ ۸۲
سلیم شاہد ۷۱۵
سلیمان الحسن ۷۲۰
سلیمان خان،جمعدار ۳۹
سلیمان علی ۵۶۱
سلیمان ندوی،مولانا سید ۲۹۳
سلیمان،ملک(ایڈووکیٹ) ۳۳
سلیمہ بیگم اہلیہ صوبیدار محمد حسین ۶۰۹
سلیمہ بیگم ۲۴۲
سلیمہ میر ۶۵۵
سمندر خان۔زیدہ ۲۲۶
سمندر خاں۔پشاور ۲۳۶
سمندر خان۔کیری ہزارہ ۲۲۹
سمیع اللہ سیال ۳۸۲
سمیع اللہ،مولوی ۱۹۱، ۳۳۸، ۵۳۹،۵۴۶،۵۴۷،۵۵۳،۵۵۹
سوتری پرشاد ۸۱،۳۴۲
سورج بنسی ۲۸۰
سوہن سنگھ،حکیم ۳۳۷
سہانوک(Sihanouk) ۷۱۲
سہیل ابن امری عبیدی ۶۶۴
سہیل احمد،سید ۱۸۹
سہیل بخاری ۵۱۳
سہیل مبارک احمد شرما ۶۲۷
سید احمد بریلوی ۲۱۹،۲۲۴،۲۳۷،۴۶۷
سید احمد ناصر،سید ۳۳۲،۴۱۰،۶۹۵
سیدہ بیگم،سیدہ ۶۴۸
سیف الاسلام محمود ارکسن ۲۸
سیف الرحمٰن خان ۲۳۱
سیف الرحمٰن،ملک ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۷۳، ۵۰۹، ۶۹۷
سیف اللہ خان تارڑ (ایم پی اے) ۳۲

ش

شادی خان،میاں ۲۲۲
شاشتری،ڈاکٹر ۶۴۶
شاکرہ بیگم ۶۴۶
شاہ پور خان ۲۳۱
شاہ دین،قاضی ۶۰۹
شاہ،ڈاکٹر ۷۲۵
شاہ محمد خان ۲۲۶
شاہ محمد سلیمان،سر(چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ) ۶۶
شاہ محمد،سید(مبلغ انڈونیشیا) ۸۳، ۳۱۷، ۴۰۸، ۴۴۸، ۴۴۹، ۵۵۶
شاہنواز خان،جنرل ۸۱، ۳۴۲

شاہ نواز خان ،ڈاکٹر ۴۰۶
شاہجہان بیگم(صدر لجنہ قصور)
۴۱۴
شاہد احمد خان ۶۹۵
شاہد راجہ ۶۲۰
شبلی نعمانی،مولانا ۴۶۷
شبیر احمد،چوہدری
۴۵۳،۴۷۴،۵۰۹
شجاع الدین احمد ۶۲۸
شربت علی خان،میرزا
۲۲۰، ۲۲۵، ۲۲۸
شریف احمد امینی،مولانا
۱۹۱، ۳۳۸،۵۵۳
شریف احمد۔سیالکوٹ ۳۹
شریف احمد ولد صوفی محمد فضل الٰہی
۲۴۱
شریف احمد،صاحبزادہ مرزا
۱۰۲، ۱۰۵،۱۱۴، ۱۴۱، ۲۹۱،۳۴۴،
۶۰۹
شریف علوی،شیخ ۷۲۲
شعبان سیف ۳۴۹
شعبان کرونڈے ۴۱۸
شفیع ابن شیخ امری عبیدی ۶۶۴

شفیع الدین،میاں ۲۲۷
شفیع،الحاج ۳۵۷
شکیل احمد ۷۱۴
شمس الدین تاجر چرم،میاں ۲۹۱
شمس الحق جانسن ۵۵۳
شمس الحق،شیخ ۶۲۲
شمس الدین خان،بابو
۵۹،۴۵۴
شمس الدین،الحاج منشی ۷۰۰
شمس الرحمٰن ۱۶۴
شمشاد علی،چوہدری ۶۴۵
شمیم احمد شیخ،ڈاکٹر ۳۱۵
شمیم احمد ،میجر ۳۷۵
شمیم اختر،سیدہ ۲۷۰
شورش کاشمیری،آغا ۵۶
شوکت تھانوی(محمد عمر)
۶۴،۶۶،۶۹،۷۰
شوکت علی،مولانا ۲۹۳
شہاب احمد،ڈاکٹر سید ۳۷۸
شہاب الدین،خواجہ
۱۶۵،۴۴۸،۴۴۹
شہاب الدین،مستری۔مردان
۵۷۵

شہاب الدین،میاں۔مردان
۲۲۷
شہاب الدین،میاں۔لدھیانہ
۲۲۲
شہامت خان،منشی ۲۴۲
شیخ حاجی ۲۸۰
شیخ محمد،قریشی ۲۴۸،۲۴۹
شیر افضل خان ۲۲۶
شیر خان،خان بہادر ۲۲۶
شیر علی،مولانا ۱۱۵،
۲۴۰، ۳۸۴، ۵۹۳، ۵۹۴، ۶۴۴
شیر محمد خان ۲۲۹
شیر محمد،مولوی ۵۹۱
شیر محمد،میاں ۶۸۰،۶۸۱
شیرا،میاں ۲۵۴

ص

صاحبدین ڈھینگرہ ، شیخ ۶۱۰
صادق جانسن ۷۲۰
صادق علی،بابو ۳۸
صادقہ بیگم اہلیہ بشیر الحق ۶۲۲
صادقہ بیگم بنت خان عبد المجید خان
۲۴۰
صادقہ خاتون،سیدہ ۲۵۷

صادقہ عفت ۲۵۷
صالحہ فاطمہ ۲۴۶
صالحہ منہاس ۲۷۳
صدیق امیر علی ۵۵۵
صدرالدین آغا خان، پرنس ۳۵۶
صدرالدین، مولوی ۶۳۴
صدر حسین رئیس، سید۔ چنیوٹ ۴۰
صدیق حسن خان، نواب ۴۶۵
صدیقہ بنت میر عبدالقادر ۶۵۵
صغیر احمد پلیڈر، سردار ۳۲
صغیر احمد۔ چنیوٹ ۳۳
صفدر علی خان ۳۳۴
صفدر علی، چوہدری ۵۸۸
صفی اللہ ۵۷۹
صفیہ بیگم اہلیہ بشیر احمد کپورتھلوی ۲۴۶
صفیہ بیگم اہلیہ سید محمد منیر ہاشمی ۶۰۹
صفیہ بیگم بنت مولانا غلام رسول راجیکی ۳۱۵
صفیہ خاتون بنت قریشی محمد اسماعیل معتبر ۶۲۸
صفیہ خاتون، سیدہ ۲۵۷
صلاح الدین ابن مولوی محمد عزیز الدین ۲۴۶
صلاح الدین احمد، چوہدری ۳۲
صلاح الدین احمد، مولانا (مدیر "ادبی دنیا") ۶۴، ۳۴۴
صلاح الدین ایم اے، ملک ۸۱، ۱۵۴، ۳۲۸، ۳۳۲، ۳۴۲، ۳۸۶، ۳۸۷، ۴۰۷، ۷۳۱
صلاح الدین ایوبی ۷۴
صلاح الدین، پیر ۶۹۶
صندل خان، ملک ۲۳۰

ض

ضمیر علی، مرزا ۲۶۶
ضیاء الحق ایم اے (سکھر) ۴۰
ضیاء الحق، چک 38 جنوبی ۳۶
ضیاء الحق۔ مشرقی پاکستان ۷۳
ضیاء الدین ارشد، ماسٹر ۶۴۴

ط

طارق علی کھوکھر ۶۴۸
طاہر احمد بخاری، سید ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۷۵
طاہر احمد، (حضرت) صاحبزادہ مرزا ۱۵، ۱۶، ۴۶، ۱۰۵، ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۹۲، ۳۴۳، ۳۸۴، ۴۴۲، ۴۵۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۵۰۶، ۵۱۱، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۶۰، ۵۷۴، ۶۱۱
طاہر احمد، ملک ۳۳۲
طاہر لطیف، صاحبزادہ ۳۶۵
طاہرہ بنت ملک عمر علی کھوکھر ۶۴۸
طلعت، صاحبزادی ۳۴۴
طیبہ بنت میر عبدالقادر ۶۵۵

ظ

ظفر احمد کپورتھلوی، منشی ۲۴۰
ظفر احمد، شیخ ۶۴۸
ظفر احمد، صاحبزادہ مرزا ۱۶۳، ۳۴۴، ۶۹۹
ظفر جہاں بھٹی ۶۵۳
ظفر حسن، ملک ۲۶۰، ۲۶۱
ظفر علی خان، مولانا (ایڈیٹر "زمیندار") ۴۰۴، ۵۹۸
ظفر محمد ظفر، مولانا ۶۳۲
ظفر محمود ۷۱۲
ظل الرحمٰن بنگالی ۶۴۶
ظہور احمد شاہ، سید۔ ربوہ ۲۶۹، ۳۲۸
ظہور احمد، چوہدری ۱۶۲، ۴۵۳، ۶۰۶، ۶۱۶

ظہور احمد ۵۰۱، ۵۰۳، ۵۸۰
ظہور الدین بٹ، خواجہ ۳۲۰
ظہور الٰہی، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
ظہور حسین، مولوی ۵۰۹
ظہور رضوی، سید (ایڈووکیٹ) ۳۳
ظہور احمد شاہ، سید۔ برمنگھم ۷۱۲
ظہیر احمد بابر ۳۲۸
ظہیر احمد خان ۲۴۳

ع

عادل ابن شیخ امری عبیدی ۶۶۴
عادل خان، نواب ۳۰۷
عارف زمان، میجر ۵۰۹
عامر ابن شیخ امری عبیدی ۶۶۴
عائشہ بی بی۔ کراچی ۷۰۵
عائشہ بیگم اہلیہ مولانا رحمت علی ۶۵۱، ۶۵۲
عائشہ بیگم بنت میاں خیر الدین ۶۲۰
عائشہ بیگم، سیدہ (والدہ سیدہ ام وسیم) ۳۱۶
عائشہ بیگم ۵۵۳
عباد اللہ امرتسری، ڈاکٹر ۲۷۰
عباد اللہ، گیانی ۳۰۶، ۷۳۱
عباس علی شاہ، سید ۶۰۷
عباس رضی اللہ عنہ ۲۰۳
عبدالاحد ۲۲۶
عبدالباسط شاہد، مولوی ۴۷۹
عبدالباسط ۵۵۶
عبدالباقی ۶۹۵
عبدالجبار غزنوی، مولوی ۶۴۹
عبدالحفیظ خان، رائے ۳۲۰
عبدالحفیظ شرما ۶۲۷
عبدالحفیظ کھوکھر ۳۷۷
عبدالحفیظ، چوہدری ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴
عبدالحفیظ، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
عبدالحق ایڈووکیٹ، مرزا ۱۳، ۱۵۵، ۲۱۳، ۴۰۶، ۴۳۰، ۴۳۳، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۵۱، ۴۶۸، ۴۶۹، ۵۱۸، ۵۵۹
عبدالحق بدوملہوی، مولوی ۶۲۹، ۶۳۰
عبدالحق رامہ، میاں ۶۳، ۳۸۸، ۵۰۶، ۵۰۹
عبدالحق، چوہدری ۵۹۴
عبدالحق، شیخ۔ سیالکوٹ ۳۲
عبدالحق، مولوی۔ بہار ۵۵۳
عبدالحق، قاضی ۲۲۷
عبدالحکیم اکمل۔ مجاہد ہالینڈ ۷۲۹
عبدالحلیم ۵۵۵
عبدالحلیم، چوہدری ۳۸
عبدالحمید خان شوق ۴۰۷، ۵۸۷
عبدالحمید سالکین ۸۳
عبدالحمید شرما ۶۲۶
عبدالحمید عاجز، شیخ ۸۱، ۲۱۴، ۳۴۲، ۳۹۰
عبدالحمید عارف ۷۰۵
عبدالحمید میجر (مبلغ ڈیٹن) ۲۳۱، ۳۴۶، ۳۸۳، ۴۸۰، ۷۱۰
عبدالحمید، میاں ۲۲۸
عبدالحمید، مولوی ۳۶۳، ۳۸۳، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲
عبدالحمید، خاں ۲۴۰
عبدالحمید، خواجہ ۲۵۹
عبدالحمید۔ راولپنڈی ۳۳۳
عبد الحنان عبقری ۷۰۷
عبدالحئ خان ۶۳۳

عبدالحیٔ خان،مولوی ۲۲۷
عبدالحیٔ شاہ،سید ۴۳۰
عبدالحیٔ یادگیری،سیٹھ
۱۹۱،۵۴۴،۶۵۲،۶۸۷
عبدالخالق کپورتھلوی،منشی
۲۴۶،۲۴۷
عبدالخالق،قاضی ۲۲۷
عبدالخالق،شیخ ۲۲۷
عبدالرحمٰن احمدی،ملک ۴۱۴
عبدالرحمٰن ابن مولوی عمردین
۶۴۳
عبدالرحمٰن اللہ رکھا،سیٹھ ۲۹۴
عبدالرحمٰن،سید۔امریکہ ۳۴۷
عبدالرحمٰن انور،مولانا
۱۳۰،۴۰۷،۵۰۹،۶۰۵
عبدالرحمٰن،برمنگھم ۷۱۲
عبدالرحمٰن بنگالی،چوہدری
۳۴۶،۳۸۳،۷۱۰
عبدالرحمٰن بی اے بی ٹی،چوہدری
۳۴۳،۶۸۸
عبدالرحمٰن،جھنگ ۶۳۳
عبدالرحمٰن،حاجی ۵۹
عبدالرحمٰن خان۔سرگودھا ۳۶

عبدالرحمٰن،خاں(۳۸ جنوبی)
۳۶
عبدالرحمٰن خان،خانزادہ ۲۲۹
عبدالرحمٰن خادم،ملک ۶۱۷
عبدالرحمان،ڈاکٹر ۶۴۵
عبدالرحمٰن،راولپنڈی ۷۰۵
عبدالرحمٰن،سلانوالی ۳۹
عبدالرحمٰن(سفیر) ۷۱۶
عبدالرحمٰن شاکر ۴۰۶
عبدالرحمٰن صدیقی،ڈاکٹر
۵۹،۴۶۹
عبدالرحمٰن فاضل،مولانا ـقادیان
۷۹،۱۰۳،۳۲۱،۳۳۷،۳۳۸،۴۰۷،
۵۵۲،۵۵۳،۶۱۴،۷۰۴،۷۰۶
عبدالرحمٰن قادیانی،بھائی ۲۹۶
عبدالرحمٰن قزق،السید۔ابن الحاج
محمد قزق ۳۱۹
عبدالرحمٰن،کہولہ ہزارہ ۲۳۰
عبدالرحمٰن،کھاریاں ۳۹
عبدالرحمٰن،کیری ہزارہ ۲۲۹
عبدالرحمٰن۔ماسٹر ۲۴۸
عبدالرحمٰن مبشر ۳۲۹،۳۳۰،۷۳۲
عبدالرحمٰن،مشرقی افریقہ
۴۱۵،۴۹۹

عبدالرحمٰن۔میاں ۳۱۰
عبدالرحیم چیمہ ۶۹۶
عبدالرحیم خان ۲۲۹
عبدالرحیم درد،مولانا ۱۴۱،
۱۴۳، ۱۴۹، ۳۲۴، ۳۸۴، ۷۱۱
عبدالرحیم شرما،منشی شیخ
۶۲۳،۶۲۵
عبدالرحیم شہید۔مشرقی پاکستان
۱۸۹،۱۹۰
عبدالرحیم قادیانی،بھائی
۲۴۰،۶۳۷
عبدالرحیم کشمیری،مولوی ۶۹۹
عبدالرحیم لدھیانوی،صوفی ۱۴۵
عبدالرحیم مالیر کوٹلوی ۱۰۲
عبدالرحیم نیر،مولانا ۷۱۹
عبدالرحیم،خلیفہ ۲۸۰
عبدالرحیم،میاں۔بنوں ۳۱۹
عبدالرحیم(ترکی زبان کے مقرر)
۵۵۶
عبدالرحیم،خواجہ۔بیرسٹرایٹ لاء
۴۸۶
عبدالرحیم،سردار(ایڈووکیٹ)
۳۳
عبدالرحیم،مولوی۔پشاور ۲۲۷

عبدالرحیم، مولوی ۵۸۲
عبدالرحیم، میاں۔المعروف میاں
پوہلہ ۶۱۱
عبدالرحیم۔کویت ۵۵۷
عبدالرحیم ۲۲۱
عبدالرزاق، ملّاں ۲۲۸
عبدالرشید ارشاد ریحان ۷۱۴
عبدالرشید اشک (ایڈیٹر شعلہ)
۵۳
عبدالرشید، مانگٹ اونچا ۵۸۶
عبدالرشید شرما، شیخ ۶۲۷
عبدالرشید، ڈاکٹر شیخ ۲۷۴
عبدالرشید، شیخ۔میرٹھ ۵۸۲
عبدالرشید، خواجہ ۳۱۴، ۴۹۹
عبدالرشید ابن مولوی عبدالحق
بدوملہوی ۶۳۲
عبدالرشید، چوہدری۔لاہور ۴۰
عبدالرشید، میاں سرحد ۲۲۸
عبدالرفیق، میاں۔سرحد ۲۲۸
عبدالرؤف خان۔شیخ محمدی ۲۲۶
عبدالرؤف خاں ۳۳۹
عبدالرؤف، قاضی۔پشاور ۲۲۸
عبدالرؤف ۳۵۶
عبدالرؤف۔فجی ۵۱۳

عبدالرؤف۔لاہور ۷۰۵
عبدالرؤف، مرزا ڈاکٹر ۶۱۱
عبدالستار شاہ، ڈاکٹر سید
۲۶۷، ۲۶۸، ۳۲۸
عبدالستار، خواجہ ۲۵۹
عبدالستار، سیٹھ ۵۵۷
عبدالسلام اختر ۱۵۵
عبدالسلام اعوان ۳۳۹
عبدالسلام بھٹی، قاضی ۶۷۳
عبدالسلام خان، ڈاکٹر ۸۷
عبدالسلام خان، ملک ۴۰
عبدالسلام میڈسن۔ڈنمارک ۹۳،
۱۹۶، ۴۸۶، ۴۸۹، ۷۲۶، ۷۲۷
عبدالسلام، حافظ ۱۶۱، ۵۰۹
عبدالسلام، ڈاکٹر پروفیسر
۳۰۷، ۳۰۸، ۴۱۹، ۴۹۳ تا ۴۹۷،
۴۹۹، ۵۰۰، ۷۰۴
عبدالسمیع کپورتھلوی، منشی ۶۰۸
عبدالسمیع، حافظ ۵۰۹
عبدالشکور، شیخ۔حافظ آباد ۲۶۶
عبدالشکور، مولوی ۷۱۸، ۷۲۹
عبدالصمد، قاضی میر ۲۱۹
عبدالعزیز ٹیلر ماسٹر۔سرگودھا ۳۶

عبدالعزیز ٹیلر ماسٹر۔میرٹھ ۲۲۲
عبدالعزیز خان ۲۲۶
عبدالعزیز خیراتی ۷۱۷
عبدالعزیز دین (ڈین)
۳۴۸، ۴۱۵، ۵۰۰، ۵۵۷
عبدالعزیز ڈوگر، چوہدری
۱۷۳، ۵۴۸، ۵۶۷
عبدالعزیز شمس ۳۶
عبدالعزیز مدرس۔ایمن آباد ۲۲۲
عبدالعزیز مغل، میاں ۲۹۱
عبدالعزیز، خلیفہ
۳۶۵، ۳۷۲، ۳۷۵
عبدالعزیز، شیخ حاجی ۲۷۴
عبدالعزیز، چوہدری
۱۷۳، ۵۴۸، ۵۶۷
عبدالعزیز اوجلوی، منشی ۶۵۱
عبدالعزیز پسروری، حکیم ۲۸۰
عبدالعزیز (احراری) ۲۲۴
عبدالعزیز، مولوی۔سیالکوٹ
۲۲۱
عبدالغفار مظفرنگری، مولوی ۱۹۰
عبدالغفار۔حیدرآباد ۴۹۳
عبدالغفار۔یادگیر ۷۰۵

عبدالغفور ابن خواجہ بھائی محمد عبداللہ
۲۵۸
عبدالغفار کنجی ۳۰۱
عبدالغفور، چوہدری ۷۱۲
عبدالغفور، صوفی
۳۴۶، ۳۴۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۷۲۹
عبدالغفور۔کویت ۷۰۵
عبدالغفور ۲۷۹
عبدالغنی خان، ملک۔شیخ محمدی
۲۳۰، ۴۵۴
عبدالغنی رشدی ۵۰۳
عبدالغنی زرگر ۷۱۲
عبدالغنی، مرزا ۳۱۸
عبدالغنی، شیخ ۶۴۸
عبدالغنی، قریشی ۶۴۲
عبدالغنی۔سرگودھا ۳۹
عبدالغنی۔شادیوال ۶۴۳
عبدالغنی۔گدیاں ۳۹
عبد القادر ابن مولانا محمد اسماعیل
حلالپوری ۶۲۱
عبدالقادر ایم اے ۶۳۴
عبدالقادر جیلانی، سید غوث الاعظمؒ
۳۰۰، ۴۶۴، ۴۶۷

عبدالقادر خان، جھنڈا طالب علم
۲۲۶
عبدالقادر خان۔زیدہ ضلع مردان
۲۲۶
عبدالقادر خان۔جھنڈا ضلع مردان
۲۲۶
عبدالقادر ضیغم، مولوی ۳۱۹
عبدالقادر لدھیانوی، مولوی ۵۹۲
عبدالقادر، سر ۵۱۲
عبدالقادر، شیخ (سابق سوداگرمل)
۱۱۰، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۵۳، ۱۵۴، ۲۱۶،
۳۲۵، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۸۵، ۳۸۶،
۶۱۲، ۶۶۲، ۶۸۹، ۷۳۱
عبدالقادر۔برما ۳۴۸، ۷۱۵
عبدالقادر۔طالب پور پنڈوری
۲۴۸
عبدالقادر، میر ۶۵۴، ۶۵۵
عبدالقدیر نیاز، صوفی ۵۱۲
عبدالقدیر (ابن مولوی عبدالحق بدوملھوی)
۶۳۲
عبدالقدیر، چوہدری ۵۴۷
عبدالقیوم خان۔زیدہ ۲۲۶
عبدالقیوم خان، ملک۔شیخ محمدی
۲۳۰، ۴۵۴

عبدالقیوم سواتھی، مولوی ۲۲۸
عبدالقیوم، ڈاکٹر۔نوشہرہ ۴۵۷
عبدالقیوم، مرزا ۶۱۱
عبدالکریم بابا۔اچینی پایاں ۲۳۰
عبدالکریم ٹھیکیدار ۲۲۵
عبدالکریم ڈار ۳۳۹
عبدالکریم ڈنکر ۲۹
عبدالکریم سیالکوٹی، مولانا
۲۴۶، ۲۸۷، ۲۸۸،
۳۱۳، ۵۸۷، ۵۹۲، ۶۲۴، ۶۳۶
عبدالکریم شرما، مولوی
۳۸۱، ۶۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸
عبدالکریم ملکانہ ۵۵۵
عبد الکریم ولد مولانا محمد اسماعیل
حلالپوری ۶۲۱
عبدالکریم، ملک۔سیالکوٹ ۳۶
عبدالکریم۔نوشہرہ ککے زئیاں ۳۳۲
عبدالکریم، ڈاکٹر لیفٹننٹ ۳۲۱
عبدالکریم، مرزا ۶۱۱
عبدالکریم، میاں۔گجرات
۲۷۱، ۲۷۲
عبدالکریم۔افغان ۶۹۸
عبداللطیف ابن مولانا محمد اسماعیل
حلالپوری ۶۲۱

عبداللطیف آٹوا، چوہدری ۳٦۵
عبداللطیف شاہد، حکیم
۱۰۱، ۱۵۴، ۳۱۷، ۷۰۵
عبداللطیف شرما ٦۲۷
عبداللطیف شفق، میاں ۲۲۸
عبداللطیف ملکانہ، مولوی ۱۹۱
عبداللطیف، ڈاکٹر عدن ۳۱۵
عبداللطیف، سیٹھ ۵۴۳، ۵۴۴
عبداللطیف، صاحبزادہ سید
۲۲۰، ۲۴٦، ۲۵۱، ۲۸۸
عبداللطیف، لندن ۵۵۷
عبداللطیف، مرزا۔ درویش قادیان
۷۰۴
عبداللطیف، چوہدری
۳۵۹، ۳۸۲، ۴۸٦، ۴۸۹، ۷۱۵،
۷۲٦، ۷۲۷
عبداللطیف، کمانڈر ۴۵۱، ۴۵۳
عبداللہ آتھم ٦۱۳
عبداللہ بواٹنگ ۷۱۹
عبداللہ خان، چوہدری ۲۸۹
عبداللہ سنوری، مولوی ۴۲۹
عبداللہ عینن ۳٦۲
عبداللہ۔ سیرالیون ۷۱۸
عبدالماجد دریابادی ۱

عبدالماجد، قریشی
۴۰۷، ۵۵۵، ۵۵٦
عبدالمالک خان (مربی سلسلہ)
۳٦۲، ۳٦۳، ۵۵۵، ٦۵۴، ۷۲۰،
۷۲۹
عبدالمالک خان۔ لاہور ۳۳۳
عبدالمجید، بھٹی ۳۸۰
عبدالمجید چیمہ ٦۹٦
عبدالمجید خان کپورتھلوی، خان
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۹۰
عبدالمجید خان۔ پٹیالوی ٦۸۳
عبدالمجید، حاجی ۳۹
عبدالمجید، مولوی۔ کراچی
۵۹، ٦۵۴
عبد المجید، میاں ۵۷۵
عبدالمطلب۔ پشاور ۲۲۷
عبد المنان ابن مولانا محمد اسماعیل
حلالپوری ٦۲۱
عبدالمنان خان ۳۳۳
عبدالمنان ڈین ۵۵۷
عبدالمنان شاہد (مربی سلسلہ) ۴۰۵
عبدالمنان ناہید ۱۵۵
عبدالمومن رضوی، سید ۳۱۷
عبدالمومن، ڈاکٹر خلیفہ ۳٦۵

عبدالواحد رحمانی ۱۹۰
عبدالواحد عزیز ۳٦۲، ۷۲۰
عبدالواحد، چوہدری ٦۵۰
عبدالواحد، سید ۱٦۴
عبدالواسع عدم چغتائی ۷۱۱
عبدالوحید ایڈووکیٹ، خواجہ ۳۳
عبدالوہاب بن آدم، مولوی
۳٦۲، ۳٦۳، ۷۲۰، ۷۲۱
عبدالوہاب خان لدھیانوی، آغا
۲۵۹
عبدالوہاب، منشی۔ بنوڑ ٦۲۳، ٦۲۴
عبدالوہاب، مولوی۔ کلکتہ ۲۹۴
عبدالہادی مہتہ ۷۱۲
عبدو عمران۔ معلم ۳۴۹
عبید اللہ بسمل، مولانا ٦٦۲
عبیداللہ، خواجہ ۱۰۲
عبیداللہ، سید شاہ ۲۷۰
عبید کرومے، شیخ ٦٦۹، ٦۷۲
عثمان بن آدم۔ گھانا ۳٦۲، ۷۲۰
عثمان غنی بنگالی ۱۸۹
عثمان کامبالایا۔ معلم ۳۴۹
عرفان احمد ۲۴۲
عرفان الحق ایڈووکیٹ ۳۳
عزیز احمد خان ۲۲۹

عزیز احمد خان، چوہدری ۲۴۳
عزیز احمد راجیکی ۳۱۵
عزیز احمد آٹوا، صوفی ۳۶۴
عزیز احمد، چوہدری (حیدرآباد)
۵۹
عزیز احمد، ملک ۳۳۲
عزیز احمد، شیخ ۳۱۵
عزیز احمد، صاحبزادہ مرزا
۲۴۳، ۶۹۵
عزیز احمد۔ لندن ۲۴۱، ۳۲۵
عزیز احمد، مرزا۔ ابن مرزا عطاء اللہ
۲۷۳
عزیز احمد۔ ڈیرہ غازی خان ۶۳۹
عزیز احمد ۵۵۷
عزیز الرحمٰن منگلا، مولوی
۱۱، ۵۵۶، ۷۳۱
عزیز بخش، مولوی ۶۳۶
عزیز بیگم ۲۶۳
عزیز عرفانی ۳۰۰
عزیزہ بیگم، سیدہ (ام وسیم) ۱۹۳
عزیزہ فاطمہ زوجہ منشی عبد السمیع
کپورتھلوی ۶۰۸
عصمت راجہ ۶۱۹
عصمت علی، چوہدری ۵۸۸

عصمت، صاحبزادی ۵۵۳
عطا محمد بزدار ۶۳۸
عطا محمد، مولوی ۲۶۵
عطا محمد۔ سیالکوٹ ۲۲۱
عطاء الرحمٰن طالب، مولوی ۳۱۹
عطاء الرحمٰن، قریشی۔ قادیان ۱۰۳
عطاء الرحمٰن، میاں ۴۳۹
عطاء اللہ ابن عزیز الدین ۲۴۶
عطاء اللہ شاہ بخاری ۴۶۸
عطاء اللہ ظہور ۶۸۵
عطاء اللہ کلیم، مولوی
۳۳۹، ۳۶۲، ۳۶۳،
۳۸۲، ۳۸۳، ۷۱۵، ۷۲۰، ۷۲۱
عطاء اللہ، کرنل ۹۶
عطاء اللہ، میاں ۳۶۵
عطاء اللہ۔ شہید ۲۲۵
عطاء اللہ، مرزا ۲۷۳
عطاء المجیب راشد
۴۷۴، ۵۲۹، ۶۹۶
علم الدین، میاں ۶۱۸
علی احسن ایڈووکیٹ ۳۳
علی احمد، گجرات ۲۷۱
علی اکبر، چوہدری ۳۴۳، ۵۰۹
علی باسل احمد خان ۶۹۵

علی بہادر خان ۲۲۶
علی حسن کاسٹر ۵۵۷
علی حیدر اپل ۳۶۷، ۳۷۶
علی رضی اللہ تعالیٰ ۳۴، ۴۶۷
علی قاری، ملّا ۴۶۶
علی لدھیانوی، قاضی خواجہ
۲۵۲، ۲۵۵
علی محمد اے الہ دین ۳۲۵
علی محمد بی اے بی ٹی، چوہدری ۴۰۶
علی محمد سرور، چوہدری ۴۰۷
علی محمد۔ خیر پور سندھ ۶۰۲
علی محمد، مولانا ۲۴۹، ۲۵۰
علی نواز ۲۶۷
علیم الدین، خلیفہ ۶۸۴
عمر ادریس۔ کوئٹہ ۵۹
عمر دراز خان (ایڈیٹر پیغام قائد)
۵۳
عمر علی کھوکھر، ملک ۶۴۷
عمر فاروق رضی اللہ عنہ
۲۱۹، ۲۲۳، ۴۶۶
عمری عبیدی، شیخ (امری عبیدی)
۳۴۹، ۶۶۳ تا ۷۲۵
عنایت اللہ خلیل ۳۸۱، ۵۵۶، ۷۳۰
عنایت اللہ منگلا ۴۷۴، ۶۹۶

عنایت اللہ، شیخ ۶۷۲
عنایت اللہ، چوہدری ۷۱۵
عنایت اللہ، ملک ۶۱۵
عنایت اللہ۔اونچے مانگٹ ۵۸۶
عنایت اللہ وزیرآبادی ۲۷۴، ۲۷۵
عنایت بیگم اہلیہ مرزا ارشد بیگ
۳۱۷
عنایت بیگم ۲۷۲
عنایت بیگم اہلیہ مرزا محمد علی ۲۶۶
عنایت علی شاہ، میر ۱۴۵
عیسیٰ علیہ السلام (مسیح ابن مریم)
۶، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۵۰، ۵۲، ۷۷، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۶، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۶۰، ۲۷۶، ۲۹۲، ۳۰۴، ۳۱۴، ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۹۸، ۴۰۳، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۴۰، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۵۹، ۵۸۲، ۵۹۵، ۷۲۷، ۷۳۱

غ

غالب (اسداللہ) ۶۷
غضنفر شاہ بخاری ۷۰۷، ۷۰۸
غلام احمد اونچا مانگٹ ۵۸۷
غلام احمد بدوملہوی، مولانا
۶۳۱، ۶۳۲، ۶۹۱، ۷۲۹
غلام احمد خان، نواب ۸۱
غلام احمد فرخ (مربی سلسلہ)
۲۷، ۵۹، ۴۹۳، ۶۱۴، ۶۹۰
غلام احمد قادیانی، مرزا۔مسیح موعود و مہدی معہودؑ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۷، ۴۶، ۵۸، ۸۹، ۹۰، ۹۴، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۶۵، ۱۶۶، ۲۲۰، ۲۳۶، ۲۴۰، ۲۵۹، ۲۷۹، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۰۸، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۱۱، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۷، ۴۳۶، ۴۵۸، ۴۶۴، ۴۶۹، ۴۷۰، ۵۰۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۸۷، ۶۰۷، ۶۱۴، ۶۲۹، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۹، ۶۴۲، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۷۶، ۶۸۴، ۶۸۷
غلام احمد نسیم، میر ۳۸۲
غلام احمد واعظ ۲۷۳، ۵۹۴
غلام احمد (ایڈووکیٹ) ۶۸۷
غلام احمد، صاحبزادہ مرزا
۴۳۰، ۶۹۵
غلام احمد۔چٹاگانگ ۷۳
غلام اللہ باجوہ ۶۹۳
غلام باری سیف
۵۵۳، ۶۷۸، ۷۳۱
غلام جیلانی اصغر ۵۱۲
غلام جیلانی، شیخ ۲۷۷
غلام حسن خان پشاوری، مولانا
۱۰۹، ۲۲۳
غلام حسین ایاز ۶۱۴، ۶۸۱
غلام حسین شاہ، سید ۴۰
غلام حسین، مولوی۔گمٹی بازار لاہور
۵۸۷، ۵۸۸، ۶۳۴
غلام حسین، حافظ ۲۸۲
غلام حسین۔چک 38 جنوبی ۳۶
غلام حیدر بھروانہ (ممبر قومی اسمبلی)
۳۱
غلام حیدر، ملک ۶۵۴
غلام دستگیر، ڈاکٹر ۶۰۹
غلام دین وانی ۶۵۱
غلام ربانی، ملک ۳۶۵
غلام ربانی، مولوی ۱۷

غلام رسول ابن کرم دین
۳۱۴،۲۷۹
غلام رسول باورچی ۲۲۲
غلام رسول بسراء ۶۱۲
غلام رسول راجیکی، مولانا ۱۵۴،
۲۴۱، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۷ تا
۲۷۹، ۲۸۳، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۳،
۳۰۸ تا ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۲۰، ۳۲۹،
۵۹۵، ۵۹۶، ۶۰۷، ۶۰۹، ۶۷۶
غلام رسول وزیرآبادی، حافظ
۲۶۳، ۲۷۳، ۶۰۷
غلام رسول (ایڈووکیٹ (الف))
۳۳
غلام رسول (ب) ۳۳
غلام رسول، بابو ۵۵۵
غلام رسول، جمعدار ۵۵۷، ۵۵۷
غلام رسول، جہلم ۵۹۵
غلام رسول۔ پنڈی لالہ ۲۲۸
غلام رسول، چوہدری ۶۱۲
غلام رسول، مولوی۔ بدوملہی ۶۳۰
غلام زکریا ۶۳۸
غلام سرور خان ۴۵۷
غلام سرور خاں، قریشی ۴۰
غلام صمدانی خادم ۱۶۳، ۱۶۴

غلام غوث ہزاروی ۵۷، ۴۷۱
غلام غوث، بابو ۲۲۲
غلام غوث، چوہدری ۳۳۲
غلام فاطمہ اہلیہ شیخ حسین بخش ۶۲۱
غلام فاطمہ اہلیہ فیض علی صابر ۶۲۹
غلام فرید، ملک ۱۶، ۳۸۴
غلام فرید، خواجہ ۴۶۵
غلام قادر، مرزا۔ لنگروال ۲۶۶
غلام قادر، چوہدری (ایڈووکیٹ)
۳۳
غلام قادر، ساکن تھہ غلام نبی
۶۱۳، ۶۱۴
غلام قادر، مرزا ۲۶۶
غلام قادر، میاں ۲۴۹
غلام محمد اختر، میاں
۴۰۶، ۴۰۷، ۴۵۳
غلام محمد خان بلوچ ۲۲۸
غلام محمد گوندل ۶۱۲
غلام محمد وسّن (رکن قومی اسمبلی)
۳۲
غلام محمد، سردار ۶۳۸
غلام محمد، صوفی۔ مجاہد ماریشس ۵۰۹
غلام محمد، بابو ۲۲۸
غلام محمد، بخشی۔ کشمیر ۸۰

غلام مرتضیٰ، چوہدری ۵۰۹
غلام مرتضیٰ (ایڈووکیٹ) ۳۲
غلام مصطفیٰ ۶۳۲
غلام نبی، خواجہ ۶۹۸
غلام نبی، ملک ۳۶۲، ۷۱۷، ۷۳۰
غلام نبی، مولوی ۳۲۰
غلام یاسین، چوہدری ۳۸۲، ۵۴۹
غوث علی شاہ قلندر ۳۲۷

ف

فارغ بخاری ۵۱۲
فاروق احمد خان، نواب ۶۴۸
فاروق احمد کھوکھر، ملک ۶۴۸
فاروق احمد ندیم ۵۵۷
فاروق احمد، سید ۷۱۴
فاضل احمد، راجہ ۶۱۹
فاطمہ بی بی ۶۳۲
فاطمہ بیگم ۲۷۱
فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا
۴۶۴، ۴۶۷
فائیلکس اوناما
(Filex Onama) ۷۲۸
فتح الدین، سید ۲۵۴
فتح محمد خاں، صوبیدار ۶۸۵

فتح محمد خاں، مندرانی ۶۳۳
فتح محمد سیال، چوہدری ۳۲۲،
۳۶۷،۳۹۳، ۵۹۷، ۵۹۸، ۶۸۴
فتح محمد شرما ۴۱۴
فتح محمد، چوہدری ۴۶۰
فتح محمد، حافظ ۶۳۲
فرانکو ۳۵۹
فرائی تاج، ڈاکٹر (Freitag)
۴۸۸، ۷۲۷
فرخ شاہ ۲۱۹
فرخندہ بیگم ۲۶۳
فرزند حسین ۲۶۷
فرزند علی، مرزا ۳۱۸
فرمان ایالو ۳۵۷
فریحہ ظہیر، سیدہ ۳۲۸
فرید احمد، صاحبزادہ مرزا ۳۳۴
فرید ایس جعفری ۷۰۶
فضل احمد ۲۴۸
فضل احمد، اونچا مانگٹ
۵۸۶، ۵۸۷
فضل احمد باجوہ، چوہدری ۱۷
فضل احمد بٹالوی، شیخ ۱۰۱، ۴۷۳
فضل احمد۔ بشیر آباد ۴۱۴
فضل احمد، چوہدری (نائب ناظر تعلیم)
۵۰۹
فضل احمد، سید ۵۵۳
فضل احمد، مرزا ۱۱۲
فضل احمد۔ چٹا گانگ ۷۴
فضل الدین، حکیم
۲۷۰، ۳۲۵، ۵۸۷
فضل الرحمٰن محمود۔ شیخوپورہ ۴۰
فضل الرحمٰن نعیم ۱۵۵، ۷۳۲
فضل الرحمٰن، چوہدری ۳۳۲
فضل الرحمٰن۔ بھیرہ ۴۱۴
فضل الرحمٰن، حکیم ۱۲۹، ۶۰۶
فضل الرحیم۔ لندن ۴۹۹
فضل الکریم ۱۶۴
فضل الٰہی انوری، مولوی ۷۲۹
فضل الٰہی بشیر، مولوی ۴۱۰، ۴۱۶
فضل الٰہی، حکیم ۲۸۳
فضل الٰہی، ملک ۷۱۲
فضل حسین، سر ۳۱۷
فضل حسین، ملک۔ تھہ غلام نبی
۶۱۵
فضل حسین احمدی مہاجر ۳۸۸
فضل حق خان، میاں ۲۲۹
فضل حق، قریشی ۶۴۲
فضل خالق ۲۲۷
فضل دین، مولوی۔ مانگٹ اونچا
۲۴۱
فضل رحمٰن ۴۶۷
فضل رحیم، میاں۔ سرخ ڈھیری
۲۲۹
فضل عمر، سید ۱۹۰
فضل قادر شیخ ولد شیخ نور احمد ۶۲۲
فضل کریم، ملک ۶۱۵
فضل کریم، مولوی ۶۳۰
فضل کریم۔ کلکتہ ۶۹۸
فضل نور ۶۸۶
فضل ہادی۔ میاں ۲۲۹
فضیل بن عیاض ۴۶۵
فقیر محمد خان ۲۳۰
فقیر محمد۔ پشاور ۲۲۶
فقیر محمد۔ سپاہی ۶۲۴
فہمیدہ بیگم بنت قاضی سید حبیب اللہ
شاہ ۵۹۱
فیاض احمد، چوہدری ۵۸۸
فیاض احمد ۱۰۱
فیروز محی الدین، قریشی ۳۸۲
فیروزہ فائزہ ۳۳۳
فیض احمد گجراتی ۶۹۰، ۶۹۳

فیض احمد میناری ۲۲۶
فیض احمد، چوہدری۔قادیان ۱۹۱
فیض احمد، مولوی ۱۹۱، ۵۴۱
فیض الحق خان، حاجی ۳۸۲
فیض الحق خان، امیر جماعت کوئٹہ ۶۲۷
فیض عالم خان چنگوی ۴۰۷
فیض علی صابر ۲۳۹، ۶۲۹
فیض محمد خان، ملک ۲۲۶
فیض محمد خان۔سفید ڈھیری ۲۳۰

ق

قانتہ بیگم ۲۲۹
قانتہ شاہدہ ۶۰، ۶۹۶
قدرت اللہ سنوری، مولوی ۳۱۵، ۵۰۲، ۵۶۰، ۷۱۴، ۷۳۱
قدرت اللہ، حافظ۔مجاہد ہالینڈ ۴۸۶، ۷۲۶
قدرداد، چوہدری۔کھاریاں ۳۹
قدسیہ بیگم ۶۸۶
قدسیہ نسرین ۲۳۸
قطب الدین ۱۴۵، ۶۳۰
قمر الدین، مولوی ۳۱۱، ۳۴۲، ۴۷۳، ۶۰۴، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰
قیس مینائی ۱۵۵
قیصرہ بیگم ۲۴۰، ۳۳۲

ک

کاکا خیل، میاں ۲۲۹
کاکو خاں، منشی ۲۵۰
کامراج، شری ۷۰۵
کانڈے بورے (وزیر آبادی سیرالیون) ۳۹۵، ۷۱۰، ۷۱۷
کانش ۲۸۰
کپور سنگھ، سردار ۳۴۹
کدارناتھ، لالہ ۲۷۴
کرامت اللہ خان۔پیر پیائی ۲۳۰
کرامت اللہ۔کراچی ۱۴۵
کرشن پرشاد ۳۰۴
کرم الٰہی ظفر۔مبلغ سپین ۳۵۹، ۴۸۶، ۴۸۹، ۷۲۶، ۷۲۷
کرم الٰہی، صوفی ۲۰۱، ۲۴۰
کرم دین جمعدار ۵۵۷
کرم دین، میاں۔والد مولانا غلام رسول راجیکی ۲۷۹، ۳۱۴
کرم دین، شیخ ۳۶۴
کرم دین بھیں، مولوی ۲۵۱، ۵۹۰، ۶۲۵، ۶۸۴
کرم علی شاہ ۲۵۳
کریم اللہ زیروی ۳۳۳
کریم بخش، شیخ ۶۸۳
کشن سنگھ، سردار ۴۱۸، ۴۱۹
کفایت علی، راجہ ۳۴۱
کلیم احمد، صاحبزادہ مرزا ۶۹۵
کلیم الدین امینی ۶۲۲
کمال الدین حبیب احمد ۶۹۶
کمال الدین، خواجہ ۲۳۲، ۲۹۱، ۲۹۳، ۶۱۰
کمال یوسف، سید ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۳۱۶، ۵۵۵
کندل خان، ملک ۲۳۰
کنور ہری ۲۸۰
کوایوی جان ۳۵۷
کوامی نکروما (Kuwame Nakrumah) ۷۰۶، ۷۲۱
کوثر نیازی، مولوی ۵۶
کولڈ سٹریم، جسٹس ۴۶۸
کینن یل ۴۳
کے گامنگا ۷۱۸

گ

گارس پراشر (Georse Prassure) ۷۲۵

گرے سن کرک، ڈاکٹر
(Grayson Kark) ۷۵
گکڑ ۲۸۰
گل بادشاہ، بابو ۲۲۸
گل حسن ۶۱۵
گل حسن، مولانا ۳۲۷
گل زمان خان ہوتی ۲۳۰، ۲۳۱
گل شیر، ملک ۴۱۴
گل صاحب ۲۳۰
گل صاحب ۔ شیخ محمدی ۲۲۶
گل محمد خان ۲۲۶
گل محمد، لدھیانہ ۲۵۶
گنڈا سنگھ، پروفیسر ۷۰

ل

لال خاں ۔ پلیڈر ۳۲
لال شاہ برق ۲۹۳
لطف الحق ۷۴
لطف الرحمٰن محمود ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷
لطف الرحمٰن، مرزا (مبلغ جرمنی)
۳۵۱، ۳۶۲، ۳۸۲، ۴۶۸، ۴۶۹
لطف الرحمٰن، مولوی ۶۹۹
لطیف احمد بھٹی ۴۱۸
لطیف احمد خاں، ڈاکٹر ۸۲
لطیف احمد ۴۱۴
لطیف خالد، ملک ۳۸۳
لطیف، سید ۲۲۷
لطیفہ کریم ۴۸۰، ۴۸۲
لعل الدین، ڈاکٹر ۴۱۸، ۴۱۹
لعل محمد، ڈاکٹر ۶۴۶
لئیق احمد طاہر ۵۴۹، ۶۹۷
لی کورنیو ۷۱۶
لیاقت علی خان ۳۲۲
لیاقت علی، سید ۶۶

م

مالم میر بجا پارلیمنٹ ۴۱۶
ماہی ۲۸۰
مبارک احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۴، ۱۶، ۷۷، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۱۸۵،
۳۳۲، ۳۶۵، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۶،
۵۱۹، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۵۳، ۵۶۰،
۶۷۴، ۷۱۲، ۷۳۲
مبارک احمد بقاپوری ۶۰۷
مبارک احمد جمیل، مولوی ۳۳۴
مبارک احمد خاں ۳۶۵
مبارک احمد خاں لودھی ۲۷۰
مبارک احمد ساقی، مولوی
۳۷۹، ۷۲۳
مبارک احمد سرور، سید ۲۷۱
مبارک احمد شرما شہید ۶۲۷
مبارک احمد فرائی ۳۱۶
مبارک احمد نذیر ۳۷۷
مبارک احمد، قاضی
۳۵۰، ۳۵۳، ۳۵۵، ۷۳۰
مبارک احمد، کرنل ۵۰۲
مبارک احمد، ملک (مدیر البشریٰ)
۵۹
مبارک احمدی ۔ مردان ۲۵۷
مبارک احمد، مولانا شیخ
۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰،
۴۶۰، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۲، ۴۷۴،
۴۷۷، ۴۸۰، ۵۰۵، ۵۶۰، ۶۶۳،
۶۷۲، ۶۷۴، ۷۱۴، ۷۳۱
مبارک احمد ۔ ملایا ۶۸۰، ۶۸۱
مبارک احمد شاہ، سید ۱۰۲
مبارک علی چیمہ ۳۷
مبارک علی، چوہدری ۳۳۹
مبارک علی شاہ باہری، سید
۲۵۲ تا ۲۵۷
مبارک علی، لدھیانوی ۲۵۳
مبارک علی، چوہدری ۳۳۹

مبارکہ بیگم اہلیہ ڈاکٹر بشیر احمد ۵۶۶
مبارکہ بیگم اہلیہ ملک طفیل احمد ۶۱۵
مبارکہ بیگم، سیدہ نواب
۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۹، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۷۳،
۴۰۶، ۴۰۷، ۴۱۸، ۵۰۶، ۵۱۸،
۵۶۲، ۵۶۶، ۶۱۷، ۷۰۱
مبارکہ بیگم ۲۶۳
مبارکہ ثانیہ ۶۰۷
مبارکہ خاتون ۲۵۷
مبارکہ دختر محمد ابراہیم بقاپوری
۶۰۳، ۶۰۷
مبشر احمد زرگر ۷۱۲
مبشر احمد اوّل، صاحبزادہ مرزا
۱۵۵
مبشر احمد ایاز، سید ۵۹۱
مبشر احمد پال ۵۱۶
مبشر احمد خاں ۷۱۲
مبشر احمد راجیکی ۳۱۵
مبشر احمد، چوہدری ۵۸۸
مبشر احمد، صاحبزادہ مرزا
(بریگیڈئیر) ۱۰۵، ۱۵۵
مبشرہ ۶۵۵
مجیب احمد، صاحبزادہ مرزا
۳۳۲، ۶۹۵
مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ ۶۴۶
مجید احمد قریشی ۶۲۱
مجید احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۶، ۱۵۵، ۳۶۲
مجید اللہ (پولیس کمشنر) ۵۴۱
مجید نظامی ۵۷
محبوب احمد ہاشمی، سید ۶۰۹
محبوب عالم خالد ایم اے، شیخ
۲۰، ۹۰، ۵۱۲
محبوب عالم۔راجپوت سائیکل ورکس
۵۸۸
محسن احسان ۵۱۲
محکم الدین، حاجی ۶۹۹
محمد ابراہیم بقاپوری، مولوی
۵۹۱تا۶۰۷
محمد ابراہیم جمونی ۱۵۴، ۴۵۱، ۴۵۳
محمد ابراہیم خان، سردار ۴۴۸، ۶۵۱
محمد ابراہیم خان ۲۲۵
محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا میر
۹۹، ۲۷۵، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۹۴،
۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۵، ۶۴۹
محمد ابراہیم شاد ۴۰۷
محمد ابراہیم کلارک ۲۲۱
محمد ابراہیم وکیل لاہوری ۲۹۲
محمد ابراہیم ۶۸۴
محمد ابراہیم، ایم پی اے ۳۲
محمد ابراہیم، حافظ ۷۰۵
محمد ابراہیم، حکیم ۳۸۱، ۷۲۷، ۷۳۰
محمد ابوالوفاء، مولوی ۱۶۱، ۵۵۵
محمد اجمل، حکیم ۷۱
محمد احسن امروہی، سید
۵۸۲، ۵۸۳
محمد احمد ابن میر محمود احمد ناصر ۶۹۵
محمد احمد انور۔حیدر آبادی ۱۶۲
محمد احمد جلیل، مولانا ۱۰۲، ۶۲۱
محمد احمد خان، نواب ۱۵۵
محمد احمد شاہ، سید ۲۷۱
محمد احمد مظہر ایڈووکیٹ، شیخ
۱۵، ۱۶، ۴۳۰، ۴۳۳، ۴۴۲،
۵۸۵، ۶۸۱، ۶۸۲، ۷۳۱
محمد احمد، سید۔ابن مبارک علی شاہ
۲۵۷
محمد احمد، سید۔ابن میر محمود احمد ناصر
۶۹۵
محمد احمد، سید۔ونگ کمانڈر ۱۵۶
محمد احمد، شیخ (ایڈووکیٹ) ۳۳
محمد احمد، قاضی ۲۳۸
محمد احمد، ملک ۷۱۲

محمد احمد۔کوئٹہ ۵۹
محمد اختر خاں،ڈاکٹر ۹۶
محمد ادریس چغتائی ۷۱۱
محمد ادریس،مرزا
۳۴۹،۳۸۲،۷۲۸،۷۲۹
محمد ادریس ۵۴۸
محمد ارشاد علی خان ۲۲۵
محمد ارشد ۵۷۵
محمد ارشد،چوہدری (ایڈووکیٹ)
۳۳
محمد اسحاق سنوری،میاں ۶۹۶
محمد اسحاق صوفی،مولوی
۴۱۸،۵۴۸،۶۴۸،۷۲۳
محمد اسحٰق،ڈاکٹر میجر ۶۰۷
محمد اسحٰق،سید میر ۳۰۶،۴۷۹،
۵۹۵،۶۱۴،۶۳۵،۶۴۷،۶۴۸
محمد اسحٰق (غانا) ۷۲۱
محمد اسد،ڈاکٹر ۴۲۱،۴۲۷
محمد اسد اللہ قریشی
۳۳۹،۳۹۰،۵۸۰
محمد اسلم،چوہدری (ایڈووکیٹ)
۳۳
محمد اسلم خاں،چوہدری ۳۲
محمد اسلم خان،مردان ۲۲۷

محمد اسلم،پروفیسر قاضی ۵۶۰
محمد اسلم رانا ۳۷
محمد اسماعیل اسلم ۲۴۲،۳۲۵
محمد اسماعیل پانی پتی،شیخ
۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۵، ۳۱۶، ۳۸۴،
۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۶۲، ۷۳۲
محمد اسماعیل سرساوی،شیخ ۲۸۳
محمد اسماعیل سونگھڑوی ۱۹۰
محمد اسماعیل،شیخ ۶۵۸
محمد اسماعیل معتبر،قریشی ۶۲۷
محمد اسماعیل منیر ثانی،مولوی ۵۷۹
محمد اسماعیل منیر،مولانا
۵۱۵،۵۴۸،۷۳۲
محمد اسماعیل،بابو ۳۱۱
محمد اسماعیل،ڈاکٹر سید میر
۱۴۲، ۳۰۱، ۴۱۰، ۶۵۵، ۶۵۶
محمد اسماعیل،مولوی (چٹھی مسیح)
۶۱۱
محمد اسماعیل صوفی ۲۲۸
محمد اسماعیل،میاں ۶۵۰
محمد اسمٰعیل بقاپوری ۶۰۷
محمد اسمٰعیل حلالپوری ۶۲۱
محمد اشرف خاں سوری ۶۰۷
محمد اشرف،سید ۵۸۹،۵۹۴،۵۹۵

محمد اشرف،چوہدری ۳۹
محمد اشرف،مرزا ۱
محمد اعظم جدون ۴۴۵
محمد اعظم،چوہدری ۵۰۴
محمد افضل ۷۳
محمد افضل خادم ۲۲۲
محمد افضل سیٹھی ۷۱۲
محمد افضل،بابو ۲۲۰
محمد افضل،حافظ ۶۸۳
محمد افضل،قریشی
۳۴۵،۳۸۳،۷۰۹
محمد افضل۔کویت ۵۵۷
محمد افضل والد پروفیسر عبدالقادر
۶۳۴
محمد اقبال ابن حکیم مولوی اللہ بخش
۲۵۱
محمد اقبال ڈار ۷۱۳
محمد اقبال،ڈاکٹر علامہ
۶۶،۴۰۴،۴۶۵
محمد اقبال،پیر ۳۳۳
محمد اکبر شاہ ۲۳۰
محمد اکرم خاں ۲۰۶
محمد الدین،حکیم
۲۴۵،۲۴۶،۳۲۶،۳۳۹،۵۴۱

محمد الدین۔مبلغ البانیہ ۳۰۵
محمد الدین،مولوی ۶۵۱
محمد الدین،میاں ۵۸۶
محمد الطاف خان ۲۳۱
محمد المبارک،السید ۷۰۵
محمد الٰہی بیگم اہلیہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی ۳۱۶
محمد الیاس خاں ۷۱۳
محمد امیر خان ۲۵۵
محمد امیر (پشاور) ۲۲۶
محمد امین خاں،نواب زادہ ۵۵۵
محمد امین،مرزا ۴۰
محمد امین،شیخ ۶۹۸
محمد امین،خواجہ ۶۸۰
محمد امین ۲۵۶
محمد انیس الرحمٰن شاہد ۴۷۹
محمد ایوب خان،ملک۔شیخ محمدی ۲۲۶
محمد ایوب خاں،فیلڈ مارشل۔صدر پاکستان ۲۷،۶۴،۷۱،۴۵۲
محمد آرتھر۔پریذیڈنٹ جماعت غانا ۳۶۲، ۵۵۳، ۵۵۶، ۵۵۹، ۷۲۰،۷۲۱

محمد بخش ایڈووکیٹ،میر۔گوجرانوالہ ۴۶۰
محمد بخش،آغا ۶۴۲
محمد بخش،حکیم ۶۳۰
محمد بخش۔چھاپ گر ۶۳۴
محمد برکات الٰہی جنجوعہ ۳۶۵
محمد برکت اللہ، قاضی ۳۴۶، ۵۱۱
محمد بشیر سہگل،میاں ۵۴۰،۵۴۷
محمد بشیر شاد،مولوی ۷۲۹
محمد بشیر،چوہدری ۳۸
محمد بشیر ۲۵۱
محمد پریل،ماسٹر ۶۰۰
محمد جاوید اقبال،ڈاکٹر ۳۳۳
محمد جعفر یادگیری ۵۵۶
محمد جمشید خان ۲۳۰
محمد جہانگیر خان ۲۲۷
محمد جی،کیپٹن ڈاکٹر سید ۶۰۹
محمد جی،مولوی ۶۱۵
محمد حسن ۶۴۲
محمد حسن خاں،ملک ۶۱۵
محمد حسن،بابا ۶۳۷،۶۵۱
محمد حسین ایم اے،حکیم ۲۷۴
محمد حسین بٹالوی،مولوی ۱۱۱،۱۱۲،۲۷۵،۲۹۴

محمد حسین بھنڈاری (ایم پی اے) ۳۲
محمد حسین ڈنگوی،حافظ ۲۲۲
محمد حسین شاہ،ڈاکٹر ۲۹۱،۲۹۵،۲۹۶،۳۰۸
محمد حسین شاہ،سید ۶۰۸
محمد حسین،حکیم۔مرہم عیسی ۲۶۰،۷۱۲
محمد حسین،قریشی حکیم (موجد مفرح عنبری) ۲۹۱
محمد حسین،شیخ۔چنیوٹ ۳۳۹
محمد حسین،میاں ۷۲۱
محمد حسین ۵۹۰
محمد حسین،چوہدری ۳۰۳
محمد حسین،صوبیدار ۶۰۹
محمد حسین۔یوگنڈا ۵۵۷
محمد حسین۔کپورتھلہ ۲۴۶
محمد حفیظ بقاپوری ۴۰۷
محمد حفیظ،چوہدری۔ایڈووکیٹ ۳۲
محمد حنیف ابراہیم ۵۵۶،۵۶۰
محمد حنیف قمر علوی،قریشی ۱تا۴
محمد حنیف،شیخ امیر جماعت کوئٹہ ۵۱۹
محمد حنیف،شیخ ۶۱۱

محمد خالد اقبال ایم اے ۴۲۷
محمد خان کپورتھلوی ۲۳۹
محمد خان، چوہدری ۳۹
محمد خان، شاہ ۲۲۶
محمد خان، ڈاکٹر ۵۵۷
محمد خلیل۔ پشاور ۲۲۸
محمد خان منشی ۲۳۸
محمد خورشید (تحصیل کونسل چنیوٹ)
۳۸
محمد درجنانی ۲۹
محمد داؤد ۵۴۸
محمد داؤد طاہر ۶۶۳
محمد دلاور خان ۲۲۶، ۲۳۱
محمد دین فوق ۳۱۴، ۶۵۰
محمد دین، حاجی ۲۵۰
محمد دین، میاں ۵۸۶
محمد دین، مولوی حکیم ۱۹۱
محمد دین، نواب ۶۸۳، ۶۸۵
محمد دین ۲۴۱
محمد ذاکر قریشی (رکن قومی اسمبلی)
۳۱
محمد رستم خان ۲۲۸
محمد رشید، ڈاکٹر چوہدری ۹۶
محمد رشید، قاضی ۶۹۶
محمد رضوی، سید نواب ۲۹۳، ۳۱۷
محمد رفیع، صوفی ۵۹
محمد رفیق ترک ۲۳۰
محمد رفیق ۷۱۲
محمد رمضان علی خان، میرزا ۲۲۸
محمد رمضان ۷۰۵
محمد رمضان، ڈاکٹر ۲۳۰
محمد زبیر، ڈاکٹر ۶۹
محمد زبیر ۶۴۲
محمد زکریا طاہر، ڈاکٹر ۷۱۴
محمد سرفراز خان ۲۲۸
محمد سرور شاہ، سید ۲۴۰، ۲۷۰، ۲۷۱،
۲۸۴، ۳۲۸، ۳۸۷، ۵۹۲، ۶۰۶
محمد سعید احمد، ڈاکٹر ۶۱۵
محمد سعید انصاری، مولوی
۸۳، ۸۵، ۷۲۹
محمد سعید جالب کھوکھر ۵۹۱
محمد سعید، میر۔ حیدرآبادی ۲۴۱
محمد سعید، کرنل ۳۶۷، ۳۷۶
محمد سعید، کیپٹن ۲۳۴
محمد سلطان خان ۳۲۳
محمد سلیم اللہ ۱۶۳
محمد سلیم فاضل، مولوی
۱۹۰، ۱۹۱، ۳۰۶، ۷۰۷
محمد سلیم، حافظ ۴۳۹
محمد سلیمان ۱۶۴
محمد سلیم، حاجی (ایڈووکیٹ) ۳۳
محمد شاہ، سید ۵۵۶
محمد شاہ، مولوی ۶۳۲
محمد شاہ۔ اخون زادہ ۲۲۹
محمد شریف بیگ، مرزا ۲۷۷
محمد شریف خالد ۳۶۴
محمد شریف خان (ایڈووکیٹ) ۳۳
محمد شریف خاں ۳۳۳
محمد شریف، خواجہ ۴۱۴
محمد شریف، چوہدری ۲۳۷، ۷۲۹
محمد شریف، شیخ خواجہ ۶۱۱
محمد شریف، مولوی ۳۷۸
محمد شریف۔ پشاور ۲۲۷، ۲۲۸
محمد شریف، شیخ ۶۸۳
محمد شریف، ڈپٹی ۵۰۹
محمد شفیع اسلم، ماسٹر
۲۴۸، ۴۰۶، ۴۰۷
محمد شفیع اشرف ۱۵۵
محمد شفیع، خواجہ ۳۲۰
محمد شفیع، مرزا ۶۵۵
محمد شفیع۔ پشاور ۴۵۵
محمد شفیع۔ شادیوال ۶۴۳

محمد شفیع ۳۹
محمد شفیق سہگل، ڈاکٹر ۷۳
محمد شفیق، قاضی ۲۲۷
محمد شہزادہ خان ۳۱۹
محمد صادق ناقد، مولوی ۴۰۷
محمد صادق، مولانا مفتی
۵۹۵،۵۹۰،۲۵۳،۲۴۰
محمد صادق۔نیویارک ۳۴۷
محمد صادق۔ترک ۲۳۰
محمد صدیق امرتسری، مولانا
۷۱۶،۴۱۲،۳۶۰،۸۵،۸۳
محمد صدیق بانی
۵۴۰، ۵۰۵، ۳۳۹،
۵۴۷، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۹۲، ۶۹۸
محمد صدیق خاں ۳۶
محمد صدیق فانی ۵۵۵
محمد صدیق ننگلی ۶۸۸
محمد صدیق (ثاقب زیروی) ۴۲،
۴۶، ۱۵۵، ۲۵۰، ۲۵۱، ۴۹۹، ۷۱۴
محمد صدیق، حکیم ۴۰۷
محمد صدیق، قاضی ۲۱۹، ۲۲۷
محمد صدیق میاں ۶۹۹
محمد صدیق، چوہدری
۲۲، ۲۴۶، ۳۳۳

محمد صدیق ۶۴۲
محمد صدیق۔حافظ آباد ۴۱۴
محمد صفدر جان، پٹواری ۲۲۷، ۲۳۱
محمد ضیاء الحق، جنرل ۴۲۱
محمد طلحہ ایڈووکیٹ ۶۹
محمد ظفر اللہ خان، سر چوہدری
۱، ۴تا۷، ۱۸تا۲۰، ۶۲، ۷۰، ۷۵،
۸۲، ۹۲، ۱۱۹، ۱۲۴، ۱۵۵، ۱۷۷،
۱۷۸، ۲۱۷، ۲۸۹، ۳۰۷، ۳۴۴،
۳۴۶، ۴۰۵، ۴۸۲، ۴۸۴، ۴۸۵،
۴۸۷، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۴۹،
۵۵۷، ۵۶۰، ۵۶۷، ۵۶۹، ۵۷۱،
۶۴۵، ۶۶۱، ۶۷۸، ۷۰۹، ۷۱۱،
۷۱۷، ۷۲۶
محمد ظفر، ڈاکٹر ۴۱۱
محمد ظہور الدین اکمل، قاضی
۶۵، ۲۷۱، ۴۰۷
محمد ظہور خان ۶۸۳
محمد ظہور لالی، میاں ۳۲
محمد عالمگیر خان، بابو ۲۲۵
محمد عبد الرشید ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳
محمد عبداللہ، قریشی ۳۲۸
محمد عبداللہ، حکیم ۲۶۷، ۲۶۸
محمد عبداللہ، خواجہ ۲۵۷

محمد عبداللہ، قاضی ۸۲، ۱۰۲، ۵۰۹
محمد عبداللہ، ملک ۳۴۳
محمد عبداللہ، خواجہ۔سرگودھا
۴۵۱، ۴۵۳
محمد عبداللہ، شیخ۔لائکپور ۳۳۹
محمد عبداللہ ۶۰۹
محمد عبداللطیف، سیٹھ یادگیری
۵۴۴، ۶۸۷
محمد عبدالحی، سیٹھ یادگیری
۵۴۴، ۶۵۲
محمد عبداللہ گجراتی۔درویش قادیان
۶۸۴
محمد عبداللہ شبوطی ۳۸۳، ۷۰۵
محمد عبداللہ، بابو ۶۱۴
محمد عثمان خان۔کونسلر ۴۰
محمد عثمان، چو چنگ شی۔آف چین
۴۰۶
محمد عثمان، ملک ۵۵۷
محمد عثمان، مولوی
۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹
محمد عثمان، مولوی۔ڈی آئی خان
۶۳۳، ۶۳۹، ۶۹۲
محمد عجب خان ۲۲۷
محمد عزیز الدین، مولوی ۲۴۳، ۳۲۶

محمد عظیم،خواجہ(ایڈووکیٹ) ۳۳
محمد علی احمدی ۲۵۷
محمد علی اظہر ۶۲۷
محمد علی آف بنگال ۵۵۵
محمد علی جناح،قائداعظم
۶۸۳،۶۵۰
محمد علی خان،نواب
۲۹۶، ۶۱۷،۶۳۳
محمد علی شاہ (ہوم سیکرٹری) ۵۷
محمد علی کلے ۷۲۵
محمد علی مونگھیری ۳۱۳
محمد علی ورک ۳۹
محمد علی،مرزا ۲۶۶
محمد علی، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
محمد علی،مولوی (بھائی مولوی عبدالحق
بدوملہوی) ۶۳۰
محمد علی،مولوی۔لاہوری
۲۳۱ تا ۲۳۳، ۲۷۵، ۲۹۱، ۲۹۵،
۲۹۶،۶۳۶،۶۳۹
محمد علیم الدین ۲۴۶
محمد عمر خان۔پشاور ۲۲۵
محمد عمر خان افغان ۲۲۶
محمد عمر سہگل،میاں ۵۴۰،۵۴۷
محمد عمر شوکت تھانوی ۶۴،۶۹

محمد عمر،ڈاکٹر ۶۴،۶۹
محمد عمر،حافظ ۶۳۹،۶۴۲
محمد عمر،قاضی ۲۲۷
محمد عمر،مولوی
۱۵۹،۱۹۱،۳۳۹،۵۴۱
محمد عمر،مولوی مہاشہ ۳۰۶
محمد عیسیٰ،حکیم ۳۲۷
محمد عالم آسی ۴۶۴
محمد غوث،سیٹھ ۲۴۱
محمد فاضل،حاجی ۴۰۶
محمد کریم الدین ۵۵۲
محمد کریم اللہ ۸۱،۵۴۱،۵۵۵
محمد گوبا،الحاج ۷۱۸
محمد لطیف،حکیم ۴۱۴
محمد لطیف،شیخ ۶۱۱
محمد مالک، چوہدری(ایڈووکیٹ)
۳۳
محمد مزمل اللہ خان ۶۶
محمد مسعود خان مندرانی ۶۳۲
محمد معین الدین،سیٹھ
۳۳۹، ۵۴۱، ۵۴۳
محمد معین الدین۔محبوب نگر ۶۵۶
محمد مکی،سید بن سید مصطفیٰ ۵۷۹
محمد مکی،میاں ۲۳۱

محمد ممتاز خان، چوہدری۔ پلیڈر ۳۲
محمد منظور،سید ۲۶۹
محمد منور،مولوی
۳۴۹،۳۸۱،۴۱۰،۵۱۰،۶۷۳
محمد منیر ہاشمی ۶۰۹
محمد منیر،جسٹس ۴۸۲،۴۸۳
محمد منیر،ڈاکٹر قاضی ۷۰۵
محمد مہدی خان وکیل ۳۳
محمد نبی جان،حکیم ۷۱
محمد نجیم خان ۲۲۸
محمد نذیر لائکپوری،قاضی ۱۹۲،۳۴۰،
۳۴۳،۴۷۳، ۵۰۹، ۵۵۹، ۷۳۱
محمد نسب ۸۶
محمد نقی ۶۸۳
محمد نواز خان،سردار ۳۲۲
محمد نواز۔گوجرانوالہ ۴۰
محمد نوشاد خان ۲۲۹
محمد ہادی مونس ۷۱۸
محمد ہاشم بخاری
۳۶۲،۷۱۸،۷۱۹،۷۲۰
محمد ہاشم خان،صاحبزادہ ۲۲۷
محمد ہاشم ۲۹۴
محمد یعقوب خان
(ایڈیٹر اخبار لائٹ) ۲۲۷

محمد یعقوب خاں،ڈاکٹر
۹۶، ۹۷، ۳۳۹
محمد یعقوب طاہر،مولانا ۱۱۶،۱۵۳،۱۵۱، ۱۵۵، ۲۲۰، ۳۷۳، ۶۵۸، ۶۵۹
محمد یعقوب،شیخ۔دبئی ۳۳۹
محمد یعقوب،شیخ۔درویش قادیان
۶۵۰
محمد یعقوب۔جودھامل بلڈنگ
۷۰۵
محمد یعقوب،ملک ۷۱۲
محمد یعقوب۔ہانڈوگجر ۵۸۸
محمد یوسف ایڈووکیٹ،سید ۳۲
محمد یوسف پشاوری،قاضی
۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۳۲۴، ۵۸۹، ۶۸۹
محمد یوسف سلیم ۶۹۷
محمد یوسف شاہ،سید ۳۸۰
محمد یوسف،شیخ۔گجرات ۶۸۳
محمد یوسف،میاں۔لاہور ۲۳۹
محمد یوسف خان ۲۲۵
محمد یوسف،ماسٹر(ایڈووکیٹ)
۳۳
محمد یوسف،چوہدری(ایڈووکیٹ)
۳۳

محمد یوسف۔سٹینوگرافر ۷۴
محمد یونس،بابو ۶۵۲،۶۵۳
محمد یلیین خان،قاری ۷۱۳
محمد ،مولوی (امیر جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان)
۷۳،۱۶۲،۱۶۳،۱۶۴
محمدی بیگم،سیدہ ۵۸۹
محمدی بیگم ۳۱۷
محموداحمد خان،خانزادہ ۲۲۹
محموداحمد عرفانی
۲۱۸، ۲۷۹، ۲۹۷، ۶۵۱
محموداحمد قریشی ایڈووکیٹ
۱۹۷،۲۰۰
محموداحمد شاہ ۲۷۲
محموداحمد مبشر ۶۱۳
محموداحمد ناصر،میر ۴۳۰، ۴۷۳، ۵۰۹، ۵۱۷، ۵۱۸، ۶۹۵
محموداحمد،قاضی ۲۳۸
محمود احمد ، ملک ۲۶۳
محموداحمد،قریشی ۶۲۸
محموداحمد۔شورکوٹ ۴۱۴
محموداحمد،حکیم ابوطاہر ۶۹۹
محموداحمد،شیخ ۶۴۸

محموداحمد،نائب مدیر مجلّہ الجامعہ
۶۹۷
محمودالحسن،جنرل ۹۶
محمودالحسن،شیخ
۷۴،۱۶۳،۴۹۹،۶۴۷
محمودالحسن،قریشی ۶۲۱
محمودالرحمٰن ارکسن(سویڈن)
۴۸۶
محموداللہ شاہ،سید ۳۱۸
محمودسلطان ۵۱۲
محمود شلتوت،الشیخ
۱۷۰،۱۷۱،۱۹۵،۱۹۶،۱۹۷
محمودموسکو ۳۴۸
محمودموں کو۔برما ۷۱۵
محمودنعیم الاسلام ۷۲۶
محمودہ بیگم،سیدہ(ام ناصر)
۳۱۸،۵۵۳،۶۲۹
محمودہ بیگم ۱۶۱
محمودہ پروین،سیدہ ۲۷۰
محمود،مولوی مفتی ۴۷۱
محی الدین ایم پی ۱۵۹،۱۶۰،۱۶۱
محی الدین شاہ ۳۸۳
محی الدین طاہر،پیر ۳۳۲
محی الدین ،مرزا ۳۳۳،۶۹۶

محی الدین احمد، مولوی ۷۰۶
مختار احمد ایم اے ۲۲۸
مختار احمد شاہجہانپوری، سید حافظ
۱۵۵، ۲۶۸، ۲۶۹، ۴۰۵، ۴۳۹، ۴۴۱
مختار احمد ۔ سرگودھا ۳۹
مختار احمد ۔ لائکپور ۳۳۹
مدثر شاہ، میر ۲۳۲
مراد بخش، حافظ ۴۵۴
مراد بی بی ۲۴۲، ۵۸۷
مراد علی چانڈیہ ۶۰۳
مراد علی، چوہدری ۴۰
مرار جی ڈیسائی، شری ۸۱
مرتضٰی در بھنگی ۲۸۵
مرید احمد خان، میر ۶۰۰
مرید حسن شاہ، سید (ممبر قومی اسمبلی) ۳۲
مریم بی بی ۲۴۱
مریم بیگم اہلیہ ملک عمر علی ۶۴۸
مریم بیگم (سیدہ امّ طاہر حرم حضرت مصلح موعود) ۳۸۷
مریم بیگم ۲۶۳
مریم حنا ۶۰
مریم صدیقہ، سیدہ (ام متین)
۱۰۲، ۱۹۴، ۲۱۸، ۶۵۵، ۶۹۱
مریم علیہا السلام
۶، ۴۲۱
مریم ۔ مانچسٹر ۶۵۵
مسعود احمد جہلمی ۳۵۹، ۵۵۵، ۷۲۹
مسعود احمد خان دہلوی
۲۷، ۴۰۵، ۷۳۲
مسعود احمد خان (ہملٹن) ۳۷۷
مسعود احمد شاہ، سید ۲۶۹
مسعود احمد، ڈاکٹر ۹۶
مسعود احمد، چوہدری ۴۹۹
مسعود احمد، سید میر
۱۵۳، ۴۸۶، ۴۸۹، ۷۱۲، ۷۲۶
مسعود احمد، شیخ ۷۱۲
مسعود احمد، قاضی ڈاکٹر ۲۳۸
مسعود احمد، قریشی ۶۲۸
مسعودہ پروین، سیدہ ۲۷۰
مشتاق احمد باجوہ
۴۸۶، ۴۸۷، ۷۲۶
مشتاق احمد ۵۰۱
مشتاق احمد، شیخ ۳۱۵
مشتاق ٹھیکیدار ۵۰۳
مشتاق، خواجہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
مصطفٰی سنوسی
۷۱۹، ۷۱۸، ۷۱۷، ۳۹۵
مصلح الدین احمد راجیکی ۳۱۵
مصلح الدین سعدی ۷۴
مصلح الدین ۔ چٹا گانگ ۷۲
مطہر حسین ۔ قاضی ڈاکٹر ۱۶۴
مطیع الرحمٰن، صوفی ۶۴۶
مطیع اللہ درد ۷۱۱ تا ۷۱۵
مطیع اللہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
مظفر احمد، ملک ۲۶۲، ۳۲۷
مظفر احمد، چوہدری ۵۸۸
مظفر احمد شرما شہید ۶۲۷
مظفر احمد، حافظ مولوی ۲۲۶، ۲۲۸
مظفر احمد، صاحبزادہ مرزا
۹۷ تا ۱۰۹، ۱۱۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۸، ۱۵۵
مظفر احمد ۔ والسال ۷۱۲
مظفر حسن ۵۵۷
مظفر خاں، نواب ۵۷
مظہر الحق، قاضی ۲۲۸، ۳۶۴
معراج الدین عمر، میاں ۳۲۸
معراج سلطانہ بیگم ۵۵۳
معین الدین احمد، قریشی ڈاکٹر
۷۰۶

معین الدین چشتی اجمیری ۴۶۵
معین الدین، پیر ۳۳۲
مقبول احمد ذبیح، مولوی
۳۸۱، ۳۸۲، ۴۲۷
مقبول احمد شاہ، سید ۲۶۹
مقبول احمد، قریشی
۳۴۵، ۳۸۲، ۶۲۸
مقبول خانم ۶۸۶
مقبول شاہ۔اچینی پایاں ۲۳۰
ملتان خان۔پشاور ۲۲۷
ملٹن ابوٹے ۶۶۹، ۶۷۲
ملر (انگریز ڈاکٹر) (Miller)
۹۸، ۹۹
مما فینسی۔ٹوگولینڈ ۳۵۴
ممتاز بیگ ۲۰ے، ۲۱ے
ممتاز حسین، شیخ ۵۱۳
ممتاز احمد ہاشمی ۳۳۸
ممتاز حسین، ملک (ایڈووکیٹ)
۳۳
منصب علی خان، رائے (ایم پی اے)
۳۲
منصب علی ۶۴۶
منصور احمد بشیر، سید
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۷۶
منصور احمد چیمہ، چوہدری ۳۳۸
منصور احمد ندیم ۵۵۷
منصور احمد، سید ۵۹۱
منصور احمد ۴۱۴
منصور احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۷، ۱۰۵، ۵۰۶، ۵۷۵، ۶۹۵
ممتاز الٰہی ۶۴۸
منصور احمد، قاضی ۶۴۸
منصور، چوہدری ۱۱ے
منظور احمد چنیوٹی، مولوی
۸تا۱۲، ۲۰۹
منظور احمد، مولوی ۴۰۷
منظور احمد۔لاہور ۴۱۴
منظور حسین چک چھور۔شیخوپورہ
۶۸۳
منظور حسین (ایم پی اے) ۳۲
منظور حسین، سید ۶۰۹
منظور علی، شیخ لدھیانوی ۳۱۵
منظور قادر (سابق وزیر خارجہ)
۶۹۸
منظور محمد، پیر ۵۶۳، ۶۲۷
منظور النساء ۶۲۸
منور احمد ابن عبد الغنی ۱۲ے
منور احمد جاوید، ملک
۱۰۰، ۱۰۱، ۲۱۵، ۲۶۲، ۳۲۷
منور احمد، ڈاکٹر ۶۹۰
منور احمد نمی ۵۵۷
منور احمد، ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا
۱۴، ۱۶، ۱۰۰، ۱۰۵، ۴۳۳، ۵۰۶، ۵۱۶،
۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۷۰۸
منور احمد، چوہدری ۵۸۸
منور دین، پیر مولوی ۳۲۰
منہاج الدین، مولوی ۲۲۸
منیر احمد باہری ۲۵۷، ۳۲۷
منیر احمد عارف، چوہدری
۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۹
منیر احمد فرخ ۶۵۱
منیر احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۰۲، ۱۰۵، ۱۴۹، ۱۵۵، ۴۶۰، ۶۹۵
منیر احمد۔سینٹ لوئیس ۳۴۷
منیر الحصنی، السید ۷۰۵
منیر الدین احمد، مولوی ۳۸۲
منیر الدین شمس ۳۶۶، ۳۷۶
منیرہ ظہور، سیدہ ۲۶۸
منیرہ ندیم ۵۵۷
مودود احمد خان، نواب ۶۴۸
مودودہ طلعت ۶۰، ۵۶۶

موسیٰ سیبوئی ۷۱۸
موسیٰ علیہ السلام
۲۸۴، ۴۲۸، ۴۶۴، ۵۲۰، ۵۳۷
موسیٰ، میاں (گدی نشین تونسہ)
۶۳۸
مولا بخش کاز ۶۰۸
مولا بخش، ماسٹر ۳۱۹
مولا بخش ۵۰۹
مولا بخش۔لدھیانہ ۳۲۱
مہتاب بیگم ۲۷۰،۲۷۱
مہر چند کھنہ (وزیر بحالیات)
۷۹،۸۰،۸۱
مہراں بی بی زوجہ میاں عبدالرحیم پوہلہ
۶۱۱
میتھی سن، ڈاکٹر (Methi Sun)
۱۴
میر درد، خواجہ ۵۱۲
میر محمد، شیخ ۳۵۶
میک ٹوش ۴۱۸،۴۱۹
میلکم ایکس ۷۲۵
میمون شاہ ۲۳۰
مینا مبارکہ ۶۹۵

ن

نادر شاہ ۲۱۹
نارو ۲۸۰
ناصر احمد ابن کیپٹن عطاء اللہ ظہور احمد
۶۸۶
ناصر احمد باجوہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
ناصر احمد چیمہ (ایڈووکیٹ) ۳۳
ناصر احمد شاہ، سید ۲۷۱
ناصر احمد محمود ۶۹۶
ناصر احمد، راجہ ۶۱۹
ناصر احمد، صاحبزادہ مرزا (خلیفۃ المسیح الثالث)
۱۳، ۱۶، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۵۸، ۵۹،
۷۴، ۷۵، ۸۷تا ۱۰۰، ۱۰۴، ۱۰۵،
۱۰۸، ۱۴۲، ۱۶۲تا ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۷۴،
۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۹۳،
۱۹۸، ۲۰۰، ۳۳۲، ۳۳۴، ۳۴۳،
۳۴۴، ۳۸۷، ۴۰۲، ۴۳۹، ۴۴۵،
۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵،
۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۷۴، ۴۷۵،
۴۹۱، ۵۰۲، ۵۰۹، ۵۱۲، ۵۱۳،
۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۹، ۵۶۰،
۵۷۱، ۶۱۱، ۶۱۸، ۶۹۵
ناصر احمد، چوہدری ۵۸۸
ناصر احمد پروازی، پروفیسر ۵۱۵
ناصر احمد خضر پاشا، سید ۶۹۵
ناصر احمد، مرزا ۲۷۳
ناصر الدین محمود، چوہدری ۳۳۳
ناصر علی شاہ، سید سردار ۴۰
ناصر نکولسکی ۳۶۲، ۳۷۹
ناصرہ بیگم بنت سید حبیب اللہ شاہ
۵۹۱
ناصرہ بیگم بنت مرزا عطاء اللہ ۲۷۳
ناصرہ بیگم، سیدہ۔
بنت سید محمد سرور شاہ ۲۷۱
ناصرہ زمرمان ۴۸۹، ۷۲۶، ۷۲۷
ناصرہ ندیم ۵۵۷
نانک، بابا ۴۴۷
نبی بخش ناصر ۵۷۰، ۵۷۱
نبی بخش، شیخ ۲۸۹
نثار احمد بھٹی۔ پلیڈر ۳۲
نثار احمد، ملک ۷۱۲
نجم الدین، خواجہ ۵۰۲
نجم الدین، مولوی ۶۴۲
نذر احمد تارڑ۔حافظ آباد ۳۸
نذر عباس، سید ۷۰۸
نذر علی خان، میرزا ۲۳۱
نذیر احمد باجوہ ۳۳
نذیر احمد باجوہ، چوہدری ۶۸۱
نذیر احمد شیخ۔مردان ۴۰

نذیر احمد ظفر، راجہ ۴۰۷
نذیر احمد علی، مولانا ۶۸۷
نذیر احمد مبشر، مولانا
۵۰۹،۴۲۹،۴۲۸
نذیر احمد، بابو ۶۵۳
نذیر احمد۔کویت ۷۰۵
نذیر احمد، ڈاکٹر ۷۱۴
نذیر احمد، مولوی۔دہلوی ۵۸۴
نذیر احمد، میجر جنرل ۶۸۵،۶۴۴
نذیر علی، مرزا ۲۶۶
نرائن داس، لالہ ۶۳۱،۶۳۰
نسیم اختر، سیدہ۔کینیڈا ۲۷۰
نسیم انہونوی ۶۷
نسیم بیگم ۶۸۶
نسیم حسین، میاں۔ابن سر فضل حسین
۳۱۷
نسیم سیفی (نور محمد) ۴۰۶،۳۷۹،
۴۱۶، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۲۹،
۵۵۳، ۵۵۴، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۹
نسیم مہدی ۳۶۷،
۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۴، ۳۷۷
نصر اللہ خان، بابو ۲۲۹،۲۲۷
نصر اللہ خان، ڈاکٹر۔سرگودھا ۳۹
نصر اللہ خان، قاضی ۲۲۸
نصر اللہ خان، چوہدری ۳۹
نصرت بیگم، سیدہ بنت قاضی سید
حبیب اللہ شاہ ۵۹۱
نصرت جہاں بنت صفدر علی ۳۳۴
نصرت جہاں، حضرت سیدہ (اماں
جان) ۱۰۵، ۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۱،
۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۲،
۱۴۳، ۱۹۳، ۲۱۸، ۲۷۰، ۳۰۲،
۵۰۸، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۲،
۶۲۹، ۶۳۳، ۶۵۵، ۷۰۲، ۷۰۳
نصیر احمد پیر کوٹی ۵۸۷
نصیر احمد خان، پروفیسر ۴۹۹
نصیر احمد خان، مولوی
۳۸۲، ۷۲۲، ۷۲۹
نصیر احمد خاں ۳۶
نصیر احمد، صاحبزادہ مرزا ۲۷۱
نصیر احمد ابن سید مبارک علی شاہ
باہری ۲۵۷
نصیر الدین احمد، شیخ
۷۰۵، ۷۲۵، ۷۲۹
نصیر الدین، قاضی ۲۲۷
نظام الدین مہمان ۷۲۹
نظام الدین، خواجہ ۶۳۷، ۶۳۸
نظام الدین، ماسٹر ۲۳۲
نظام الدین، ملک ۲۶۱
نظام الدین ۷۳
نظیف اللہ خان، مرزا ۲۲۷
نعمت اللہ خان گوہر ۴۰۷
نعمت خاں ۲۲۲
نعیم احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۶، ۱۹۴، ۳۱۶، ۶۹۵
نعیم الدین، قاضی ۷۲۳
نعیم، چوہدری (ایڈووکیٹ) ۳۳
نعیم صدیقی ۷۰۶
نعیمہ بشری بقاپوری ۵۵۳
نعیمہ بنت میر عبدالقادر ۶۵۵
نکروما، مسٹر (صدر غانا) ۷۰۶
نکولس گرونٹز ۳۵۱،۳۵۵
نکیتا خروشیف (روسی وزیر اعظم)
۸۲
نموردکراموتو (کراموکو)
۳۵۲،۳۵۸
نواب دین، ملک ۳۲۳
نواب دین، بابا (عرف میاں کالو)
۶۲۲
نواب علی، چوہدری ۶۹۹
نوح علیہ السلام ۴۲۸
نور احمد عابد ۳۲۶

نوراحمد منیر، شیخ ۲۷،
۱۹۶، ۳۴۰، ۴۲۷، ۴۷۳، ۷۳۱
نوراحمد (جنرل سیکرٹری ہیکارڈٹاکاری)
۲۸
نوراحمد، ملک ۲۳۰
نوراحمد، میاں ۵۸۶، ۵۸۷
نوراحمد، شیخ ۶۲۲
نوراحمد، ملک۔ برمنگھم ۷۱۱
نورالحق انور، مولوی
۳۳۹، ۴۰۹، ۷۲۲، ۷۳۰
نورالحق، مولاناابوالمنیر
۴۰۶، ۴۷۳
نورالحق، شیخ ۶۲۲
نورالدین منیر ۴۰۶
نور الدین، حضرت حکیم مولانا۔ خلیفۃ المسیح الاول
۱۹۱، ۲۲۲، ۲۴۶، ۲۵۶، ۲۷۰،
۲۷۵، ۲۸۳، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۳،
۲۹۴، ۲۹۵، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۳،
۳۱۹، ۳۸۵، ۳۸۶، ۴۰۶، ۴۱۸،
۴۳۵، ۵۶۳، ۵۶۴، ۶۲۴، ۶۲۵،
۶۳۰، ۶۳۵، ۶۳۹، ۶۴۶، ۶۸۸
نورالدین، خلیفہ ۲۲۱
نورگل خان ۲۲۷
نورمحمد چانڈیہ ۳۳۴
نورمحمد خان ۶۳۲
نورمحمد (نسیم سیفی) ۹، ۳۷۴، ۴۰۶،
۴۱۶، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۲۹،
۵۵۳، ۵۵۴، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۹
نورمحمد (بھائی میاں شیر محمد) ۶۸۱
نورمحمد، میاں ۲۸۰
نوروز علی خان ۲۳۱
نیاز الدین احمد سلہری ۲۵۱
نیاز فتح پوری، علامہ ۹۳، ۹۵
نیاز، مولانا ۴۶۵
نیوٹن ۴۹۶

و

واحد حسین گیانی، مرزا
۳۳۳، ۶۰۵، ۶۹۶
وارث علی (ایڈووکیٹ) ۳۳
واعظ الدین ۲۹۵
وائی اے صافی (Y. A. Safi)
۳۸۰
وحید احمد، پیر ۳۳۲
وحید الزمان، ملک ۲۳۰
وحید قریشی، ڈاکٹر ۵۱۳
وڈا ۲۸۰
ورسا محمد اسماعیل ۳۴۸، ۷۱۵
وزیر آغا، ڈاکٹر ۵۱۲
وزیر الدین، مولوی ۲۴۳
وسیع الدین، میاں ۲۲۹
وسیم احمد خان ۲۴۳
وسیم احمد، صاحبزادہ مرزا
۱۶، ۸۱، ۱۹۰، ۱۹۴، ۳۱۶، ۵۳۴،
۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۶، ۵۴۷، ۶۱۳،
۶۹۵، ۶۹۸، ۷۰۰
وسیم احمد، ڈاکٹر سید ۳۷۷
وقار عظیم، پروفیسر سید ۵۱۳
وقیع الزمان میجر، کرنل (بریگیڈیئر)
۱۰۱، ۱۵۶، ۶۹۵
ولایت شاہ، سید
۲۶۳ تا ۲۶۵، ۳۲۷
ولایت علی (ڈاکٹر لعل محمد) ۶۴۶
ولی اللہ، شاہ۔ محدث دہلوی ۴۶۵
ولی داد، ملک ۳۳۹
ولی کریم (آرتھر جے فرٹیز) ۶۸۵
ولی محمد خان ۶۳۴
ولی محمد، ملک۔ پلیڈر ۳۲
ولیم ناصر ۳۶۲
وی وی کالون (V.V.Kallon)
۷۱۸

ہ

ہاجرہ بیگم،سیدہ ۵۹۱
ہاجرہ شکور(نواحمدی)امریکن
۴۸۰تا۴۸۲
ہدایت اللہ بنگوی ۴۰۹، ۷۱۵
ہدایت اللہ، بابا ۶۰۹
ہر بند ۲۸۰
ہلالی ۳۰۷
ہمایوں کبیر ۸۱
ہنڈری اوہارا
(Handy O'Hara) ۴۹۲
ہنری جوسایالائٹفٹ بوسٹن
(Henry Josiah Light Foot Boston) ۳۶۱
ہولومن اتائی ۳۵۵
ہیزنبرگ (Heisen Berg)
۴۹۶

ی

یار محمد ۲۲۲
یحییٰ، شیخ ۷۲۳
یعقوب بن عیسیٰ ۷۲۰
یعقوب بیگ، مرزا
۲۹۱، ۲۹۳، ۳۰۸، ۴۱۸
یعقوب تالی تلون الحاج (گھانا)
۳۹۶
یعقوب علی عرفانی، شیخ
۲۲۴، ۲۵۲، ۳۲۸، ۵۹۲
یوتھانٹ (U Thant) ۱۹
یوسف بن اسحٰق ۔ گورنر سنگا پور ۷۱۶
یوسف حسین ابن احمد حسین ۵۴۲
یوسف خان (ایڈووکیٹ) ۳۳
یوسف سہیل شوق، سید ۶۰۹
یوسف سیلا (Yusuf Sylla)
۳۱
یوسف عثمان کامبولایا ۵۱۳، ۶۹۳
یوسف علی ۳۱۱
یوسف علی خان، میرزا ۲۳۱
یوسفؒ، امام ۴۵۵

مقامات

آ۔الف

آٹوا ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۷۶
آرام باڑی ۳۴۱،۵۱۱
آرتھنگٹن ۷۲۴
آزاد کشمیر ۱،۲،۳،۳۳۹،۵۱۱
آسٹریلیا ۹۸
آسٹن ۷۱۴
آکرقرم ۳۶۳
آکرہ ۳۶۳
آکسفورڈ ۱۶۷،۷۰۴،۷۱۱
آگرہ ۲۴۰،۲۴۱،۲۹۴
آنبہ ۷۰۴
آئیوری کوسٹ
۳۱، ۱۸۶، ۲۴۲، ۳۴۵، ۳۸۲،
۳۸۳، ۳۹۴، ۶۲۸، ۷۰۹
ابرو ۳۶۳
ابواسی (ابوآسی) ۳۶۳،۷۲۱
اپروولٹا (شمالی) ۳۵۰،۷۰۹،۷۲۰
اٹک (کیمبل پور، کیمل پور)
۲،۴،۲۲۵،۲۵۶،۳۲۲،۳۳۱،۶۱۱
اٹلی ۴۰۱،۵۳۳،۶۴۵،۷۰۴
اجنالہ ۳۲۰،۶۳۱
اچولی ۷۲۸
اچھرہ لاہور ۳۷،۲۱۳
اچینی پایان ۲۲۷، ۲۳۰
احمدنگر ۱۲، ۳۹،
۲۰۶، ۲۴۷، ۳۲۶، ۳۴۲، ۶۱۸
احمدی پاڑہ ۱۶۴
ادرحمہ ۶۴۴
ادونی ۷۲۴
اڈوکیٹی ۷۲۴
ارجنٹائن ۳۷۸
ارلنگٹن ۳۴۶
ارنگا ۳۵۰
اروضلع رانچی ۱۹۰
اروشہ ۳۴۹،۷۱۵
اڑیسہ ۲،۳،۹،۳۰۶
اسانگی ۳۴۹
اسپانڈو ضلع پشاور ۲۳۰
اسرائیل ۱۸۶
اسکندریہ ۹۳
اسلام آباد ۱۸۹،۴۹۶،۶۵۱
اسماعیلیہ ضلع مردان
۲۲۵،۲۲۷،۲۲۹،۵۸۹
اشانٹی
۳۶۳،۵۵۶،۷۲۰،۷۲۱،۷۲۲
افریقہ ۱۶،۶۰،۶۱،۸۳،۸۴،
۱۷۲، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۳۲۱،
۳۴۵،۳۵۶،۳۵۷،۳۵۸،۳۵۹،
۳۶۴،۳۸۱،۳۸۳،۳۹۵،۴۵۷،
۴۹۲، ۵۱۰، ۵۱۳، ۵۵۶، ۶۰۰،
۶۰۶،۶۶۳،۶۷۵،۶۷۸،۶۷۹،
۶۹۳، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۱۷،۷۲۲
افریقہ (جنوبی) ۱۷۱،
۱۷۲، ۱۸۶، ۳۴۵،۳۹۴ ، ۵۶۰
افریقہ (مشرقی)
۱۶۱،۱۶۲، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰،
۱۷۳، ۳۳۹، ۳۴۵، ۳۸۲، ۳۹۴،
۴۰۰، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۶۹، ۵۰۴،
۵۴۸، ۵۶۰، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۷۲،
۶۷۳، ۶۷۵، ۶۸۴، ۶۹۶،
۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۹، ۷۲۳، ۷۳۰
افریقہ (مغربی)
۳۱، ۱۵۵، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰،
۱۷۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۵۰، ۳۷۹،
۳۸۲، ۴۰۱، ۴۱۶، ۵۱۰، ۵۲۹،
۵۳۰، ۵۵۴، ۵۵۶، ۶۰۶

افغانستان ۲، ۱۷، ۲۲۵، ۲۲۶،
۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۶۹۸
اکارے ۷۲۴
اگوگو ۷۲۰، ۷۲۱
البانیہ ۳۰۵
البرٹا ۳۶۷، ۳۷۴
الجیریا ۳۵۹
امرتسر ۲۵، ۶۵، ۲۲۲،
۲۶۰، ۲۷۰، ۲۸۰، ۲۹۲، ۳۱۲، ۳۱۴،
۳۲۰، ۵۹۵، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۳۱
امریکہ ۱۹، ۲۵، ۳۱، ۳۴، ۵۱،
۷۷، ۹۲، ۱۵۵، ۱۷۹، ۳۱۹، ۳۲۱،
۳۴۶، ۳۴۷، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۹،
۳۶۵، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۸۲،
۳۸۳، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۱۹،
۴۲۰، ۴۵۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۸۰،
۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۹، ۵۱۰، ۵۱۱،
۵۵۸، ۵۶۰، ۶۴۶، ۶۵۱، ۶۵۵،
۶۶۹، ۶۷۱، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۲۹
امریکہ (جنوبی) ۱۷۹، ۳۷۷
امریکہ (شمالی) ۱۸۶، ۳۷۱، ۳۹۳
امریکہ (وسطی) ۳۷۷، ۳۷۸
امسانی نومبو ۷۲۱
اموکوری ۳۶۳
امیرو ۲۲۶
انارکلی (لاہور) ۵۷۸
انڈونیشیا
۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۱۸۶،
۲۰۸، ۳۱۷، ۳۴۸، ۳۸۳، ۳۹۳،
۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۰، ۴۰۸، ۴۰۹،
۴۴۸، ۴۴۹، ۴۹۹، ۵۵۶، ۶۵۱
انڈیانا ۳۴۶، ۳۴۷، ۷۰۹
انکوکو ۳۶۳
انگلستان (برطانیہ، انگلینڈ)
۵۰، ۵۲، ۶۱، ۶۴، ۹۹، ۱۲۵، ۱۴۵،
۱۷۹، ۱۸۶، ۱۸۷، ۲۴۳، ۳۴۷،
۳۴۸، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۷۴، ۳۹۳،
۳۹۴، ۳۹۷، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۷،
۴۷۴، ۴۸۴، ۴۸۶، ۴۹۴، ۴۹۵،
۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۵۷،
۵۵۸، ۶۲۲، ۶۲۶، ۶۲۸، ۶۶۳،
۶۷۱، ۶۸۴، ۷۰۱، ۷۰۴، ۷۱۰،
۷۱۸، ۷۲۶، ۷۲۹
انگوآسی ۷۲۱
اوٹ کوٹ ۳۳۹
اودھ ۶۴
اومو ۷۲۴
اونٹاریو ۳۷۲
اونچاجا ۳۹
اونڈو ۷۲۴
اوہائیو (امریکہ) ۳۱
ایبٹ آباد ۲، ۴، ۲۲۵، ۲۳۶،
۲۳۷، ۳۱۷، ۴۴۴، ۴۴۵، ۵۰۲
اپی ۷۲۴
ایڈمنٹن ۳۶۷،
۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷
ایڈنبرا ۳۲۵
ایران ۲۱۸، ۲۱۹،
۲۲۳، ۲۳۴، ۳۵۹، ۴۹۳، ۶۵۴
ایسارچر ۷۲۱
ایسم ۷۲۰
ایشیا
۲۰، ۱۷۸، ۴۰۰، ۵۴۰، ۷۰۷
ایشیا (جنوب مشرقی) ۵۱۰
ایمسٹرڈیم ۳۸۰، ۷۲۶
ایمن آباد ۳۲، ۲۲۲
ایوچی ۷۲۵
اُبلی ۳۳۹

ب

بابوری ۶۰۳
باتھرسٹ ۳۷۸
باڑہ ۶۰۳

باربرونوٹ ۳۷۸
باڑھواڑ ۳۳۹
بازار قصہ خوانی ۲۲۴
بازید خیل پشاور ۲۳۱
باسٹن ۳۴۷،۷۱۰
باکاؤ ۳۷۸،۳۷۹
بالاکوٹ ۲،۴،۲۲۵،۲۳۷
بالامہ ۳۶۱
بالٹی میور ۳۴۷،۷۱۰
باندا جما ۷۱۸
باندرہ ۵۴۲
بانکی پور ۲۵۶
بائیماں ۷۱۸
باہرہ مصر ۲۵۴
بٹالہ ۱۱۵،۲۴۲،۶۳۱
بٹالہ بانگر ۶۴۸
بٹھنڈا ۶۰۵
بجنور ۲۳۳
بخارا ۲۶۳
بدوملہی ۶۲۹،۶۳۰،۶۳۱،۷۲۹
بدین ۴۱۴،۴۹۲
بڈھا کوٹ ۶۰۳
برانٹ فورڈ ۳۶۷،۳۷۶
برائٹن ۳۴۷
برٹش گیانا ۱۸۶،۳۹۳،۳۹۵،۴۳۹
برٹش ہنڈیورس (British Honduras) ۳۷۵
برصغیر ۱،۳،۴۳،۵۳،۶۴،۸۹،۲۷۹،۳۲۱،۴۰۱،۶۳۳
برطانیہ (انگلستان، انگلینڈ) ۵۰،۵۲،۶۱،۶۴،۹۹،۱۲۵،۱۴۵،۱۷۹،۱۸۶،۱۸۷،۲۴۳،۳۴۷،۳۴۸،۳۶۰،۳۶۶،۳۷۴،۳۹۳،۳۹۴،۳۹۷،۴۱۹،۴۲۰،۴۲۷،۴۷۴،۴۸۴،۴۸۶،۴۹۴،۴۹۵،۴۹۸،۴۹۹،۵۰۰،۵۰۱،۵۵۷،۵۵۸،۶۲۲،۶۲۶،۶۲۸،۶۶۳،۶۷۱،۶۸۴،۷۰۱،۷۰۴،۷۱۰،۷۱۸،۷۲۶،۷۲۹
برلن ۲۷۱
برما ۳۱،۱۸۶،۲۳۴،۲۵۷،۳۴۸،۳۶۷،۳۹۴،۳۹۷،۷۱۵
برمنگھم ۷۱۱ تا ۷۱۵
برونگ اہافو ۷۲۰،۷۲۱
برہمن بڑیہ ۷۳،۱۶۴،۱۸۹،۱۹۰
بریڈفورڈ ۵۰۰،۶۵۵،۷۱۱
بریلی ۶۶
بریمپٹن ۳۷۶
برینی ۳۶۷
بشیرآباد ۴۱۴
بصیرو ۶۰۳
بقاپور ۵۹۱،۵۹۳
بکٹ گنج مردان ۲۲۵،۲۵۷
بکوبا ۳۵۰
بگ واکو ۷۲۴
بلوچستان ۲۳۴،۳۰۵
بلیک برن ۷۱۱
بمبئی ۶۴،۸۰،۱۱۴،۲۹۳،۲۹۴،۳۰۰،۳۰۱،۳۸۱،۵۳۳،۵۳۴،۵۳۹،۵۴۱،۵۴۳،۵۴۴،۵۴۵،۵۴۶،۵۴۷،۵۵۳،۵۵۹،۵۷۹
بنڈونگ (انڈونیشیا) ۸۳،۸۴،۸۵
بنکاک (تھائی لینڈ) ۸۲،۸۵،۸۶
بنگال ۱،۲،۳،۲۳۴،۲۹۵،۳۰۶،۵۵۵،۷۰۰،۷۰۲
بنگلور ۲۹۳،۳۳۵،۵۵۳
بنوڑ (ریاست پٹیالہ) ۶۲۳،۶۲۵
بنوں ۳۱۹

بو ۳۶۱، ۳۶۲
بواجے ۳۶۱، ۷۱۷
بورنو (ویسٹ افریقہ) ۵۳۲
بورو ۷۲۱
بورنیو (انڈونیشیا)
۳۱، ۱۸۶، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۸۲،
۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۱۳
بوسگا ۷۲۱
بوک ۷۰۹
بوگوڑ (بوگور) ۸۳، ۸۵
بولیویا ۳۷۷
بون (مغربی جرمنی) ۶۶۸، ۶۷۰
بہار ۲، ۲۸۴، ۲۹۴،
۳۰۶، ۵۵۳، ۵۵۴، ۶۸۶، ۷۱۴
بہاولپور
۱۶، ۱۷، ۳۲۰، ۳۳۳، ۴۳۰، ۶۴۷
بھابڑا ضلع سرگودھا ۵۷۰، ۵۷۱
بھابھڑا (آزاد کشمیر) ۵۱۱
بھاٹی دروازہ ۲۶۰
بھارت (انڈیا، ہندوستان)
۱، ۲، ۳، ۴، ۲۲، ۲۵، ۶۴، ۷۰، ۷۱،
۷۹، ۸۰، ۹۴، ۱۱۰، ۱۳۰، ۱۹۰، ۱۹۲،
۱۹۷، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۵۴، ۲۶۳،
۲۶۵، ۲۸۴، ۲۹۰، ۳۱۸، ۳۲۶،
۳۳۹، ۳۴۲، ۳۴۹، ۳۵۹، ۳۶۴،
۳۷۹، ۳۸۵، ۴۴۸، ۴۶۱، ۵۳۳،
۵۳۴، ۵۳۹، ۵۴۵، ۶۳۳،
۷۰۵، ۷۱۴
بھاگلپور ۳۰۶
بھاگووال ۶۸۱
بھدراوالی ۳۳۹
بھدرک ۳۰۶
بھلوال ۳۹
بھوپال ۴۶۵
بھیرہ ۲۵۶، ۴۱۴
بھینی ۲۶۴
بیانی ۷۲۱
بیت لحم ۷۲۱
بیڈم ۷۲۱
بیرنسٹن ۴۹۵
بیروت ۲۱۸، ۳۱۷، ۴۰۰، ۴۴۸
بیری کنڈا ۳۷۸
بیکوائے ۷۲۱
بیلجیئم ۱۹۰
بلیز (Belize) ۳۷۴، ۳۷۷

پ

پاڈانگ ۸۳
پارک سرکس ۷۰۰
پاکپتن ۶۸۷
پاکستان
۱، ۲، ۴، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۸، ۲۰، ۲۱،
۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰،
۳۱، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۰،
۴۱، ۴۲، ۴۵، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰
پاکستان (مشرقی) ۱۲، ۱۳
پاکستان (مغربی) ۱، ۲، ۲۱،
۲۲، ۲۶، ۲۸، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۵،
۳۷، ۴۱، ۴۲، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۵۰
پانامہ ۳۷۸
پانی پت
۳۰۱، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷
پبی ۲۳۵
پتوکی ۷۰۵
پٹس برگ
۳۴۶، ۳۴۷، ۴۰۰، ۷۱۰
پٹنی ۴۹۳
پٹیارو ۶۰۳
پٹیالہ ۲۵۳، ۶۰۵، ۶۲۳
پڈعیدن ۶۰۳
پرامو ۳۶۳
پریسٹن ۷۱۱
پریم چیت پور ۲۴۶

پشاور ۲، ۴، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۳۰۷، ۳۲۴، ۳۸۷، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۷، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۱۲، ۶۰۸، ۶۴۵، ۶۸۹
پکواچ ۷۲۷
پگ وے ۷۲۴
پنج پیر ضلع مردان ۲۲۸
پنجاب ۱، ۸، ۱۶، ۶۴، ۶۵، ۶۷، ۱۱۰، ۱۷۸، ۲۴۲، ۲۵۴، ۲۸۴، ۳۲۳، ۴۰۴، ۴۳۰، ۴۸۵، ۴۹۴، ۵۱۲، ۵۱۳، ۶۰۴، ۶۳۲، ۶۳۴، ۷۰۵
پنجاب (مشرقی) ۷۰، ۳۴۹، ۶۹۸، ۷۰۵، ۷۰۶
پنجا گڑھ ۱۲
پنڈی لالہ ضلع گجرات ۲۲۸
پوری ۱، ۳۰۶
پولینڈ ۸۲
پونچھ ۱۹۰، ۵۵۵
پیر پیائی ضلع پشاور ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰
پیرکوٹ ۴۰، ۳۰۹
پیرس ۷۷، ۷۱۱
پیلے ۳۶۱، ۳۶۲
پیمانا سی ۷۲۱
پینانگ (جزیرہ) ۷۱۶
پینگاڈی ۱۶۱، ۳۰۰

ت

تارواں ۱۹۰
تاسیک ملایا ۸۳، ۸۵
تراہی ضلع پشاور ۲۲۷
ترکستان ۵۱۳
ترکی ۲۹۹، ۳۵۹، ۵۵۶
ترگڑی ۲۵۱، ۵۶۷
تنزانیہ ۳۴۹، ۳۸۲، ۳۹۴، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۷۹، ۶۶۳، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۳، ۷۱۳، ۷۱۵
تنوم ۳۴۹
تنیسہ ۶۰۳
توارن ۳۴۹
تونسہ ۲۵۵، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۸
تہران ۶۵۴
تہکال بالا پشاور ۲۳۰
تھائی لینڈ ۸۲، ۸۵، ۸۶
تھرپارکر ۸۷، ۴۹۳
تھہ غلام نبی ۶۱۳
تیماپور ۲۴۱
تیمور کھولہ ہزارہ ۲۳۰
تیونس ۳۵۹، ۶۶۹، ۶۷۱

ٹ

ٹاٹانگر ۳۰۶
ٹانگا ۳۵۰، ۷۱۵
ٹانگانیکا ۳۱، ۱۶۸، ۱۸۶، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۹۴، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۶۰، ۴۹۹، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۶۰ ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۷، ۶۸۰، ۶۸۳، ۷۱۳، ۷۱۵
ٹبورا ۱۶۸، ۱۷۰، ۳۴۹، ۶۶۸، ۶۷۰، ۶۷۴، ۶۷۹، ۶۸۳، ۷۱۵
ٹرورو ۷۲۷
ٹریسٹ ۷۰۴
ٹرینیڈاڈ ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۰۰
ٹمالے (ٹومالی) ۳۶۳، ۷۲۱، ۷۲۲
ٹوپی ۲، ۴
ٹورانٹو ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳ تا ۳۷۸
ٹوکیو ۳۳۳

ٹوگو(ٹوگولینڈ)
۱۸۶، ۳۵۰ تا ۳۵۸، ۳۹۴، ۷۳۰
ٹھٹھی خدایار ۴۰
ٹچیمان ۳۶۳، ۷۲۰، ۷۲۱
ٹیڈنگٹن ۷۱۱
ٹیکرم ۷۲۱
ٹیکسلا ۳۱۹، ۴۵۴، ۵۰۱، ۵۰۳
ٹیما ۳۶۳، ۷۲۲

ج

جاپان
۱۸۶، ۳۳۳، ۵۵۶، ۵۵۸، ۷۲۵
جارج ٹاؤن ۳۷۸، ۳۷۹
جاکرتہ(جکارتہ، جاکرتا)
۸۳، ۸۵، ۸۶، ۳۹۶، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۴۹، ۴۵۰
جالندھر
۸۱، ۱۱۰، ۲۱۴، ۲۴۱، ۳۱۰، ۳۴۲، ۳۹۰، ۴۴۸، ۶۰۸، ۶۲۷، ۶۹۸
جامانی ۶۰۳
جاوا ۸۶، ۶۵۱، ۶۵۲
جرمنی
۲۹، ۱۸۶، ۱۸۷، ۳۵۱، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۹، ۳۶۴، ۳۸۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۸۶،
۴۹۹، ۵۵۵، ۵۵۷، ۵۶۶، ۶۶۴، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۴، ۶۷۷، ۶۷۸، ۷۱۵، ۷۲۶، ۷۲۹
جڑانوالہ
۳۲، ۲۶۵، ۳۲۱، ۵۹۵، ۶۰۵
جزائرشرق الہند ۲۳۴
جلال پورجٹاں ۲۷۳
جلوزائی(پشاور) ۲۲۸
جموں ۳۶، ۲۲۱، ۳۰۳، ۳۹۰، ۶۳۰
جمیکا ۳۷۸، ۷۰۹
جنبہ ۲۵۴
جنوئے ۳۷۸
جوڑا ۶۰۵
جونگ ۳۷۸
جوہانس برگ ۱۷۱، ۳۴۵
جوہرآباد ۳۳۴، ۴۱۴
جوہر(ریاست) ۷۱۶
جہانگیرپورہ ۲۲۵
جہلم ۴۰، ۹۷، ۲۳۱، ۲۵۱، ۲۷۲، ۲۸۵، ۲۸۸، ۳۱۳، ۵۹۰، ۵۹۵، ۶۲۹، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۸۴، ۶۸۵
جھانسی ۶۴۶
جھنڈا ضلع مردان ۲۲۶
جھنگ ۸، ۹، ۱۲،
۳۸، ۴۰، ۲۲۲، ۲۴۱، ۳۰۲، ۳۰۸، ۳۱۱، ۳۲۰، ۳۳۴، ۴۴۸، ۴۹۴، ۴۹۵، ۵۱۰، ۵۶۶، ۶۱۲، ۶۳۳
جھگیاں ۶۰۳
جنیوا ۳۵۶
جیسور ۱۶۳
جیند(ریاست) ۲۸۰

چ

چک جھمرہ ۴۵۱
چک 9 پنیار ۶۳
چک چٹھہ ۴۰، ۵۹۲
چک منگلا ۳۲۰
چک 117 مغلیاں چھور ۶۸۳
چک 24 ۶۰۳
چک 30 ۶۰۳
چک 37 جنوبی سرگودھا ۳۹، ۴۱۴
چک 38 ۳۵، ۳۶
چک 49 ۶۰۳
چک 96 صرتح فیصل آباد ۳۲۱
چک 98 شمالی ۵۹۳
چک 99 شمالی ۵۹۳، ۶۱۲
چک 105 ۶۰۳
چک 110 ۶۰۳

چک 131 ۳۹
چاٹگام ۱۷، ۳۰۱
چاجوبیرو ۳۸۱
چارسدہ ۴۰۲، ۴۵۷
چپیرا ۳۵۰
چترال ۲۲۵
چٹلی قبر ۵۸۳
چٹنارام ۱۶۲
چٹاگانگ ۷۲، ۷۳، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۴۳۳
چرناڑی ۳۴۱
چڑدہ کوبان ضلع پشاور ۲۳۱
چکوال ۳۲۰، ۶۴۴، ۶۹۲، ۶۹۴، ۷۳۱
چمکنی ضلع پشاور ۲۲۸
چناتن ۳۴۹
چنتہ کنٹھ ۲۴۱
چندی گڑھ ۳۸۵، ۶۹۸
چنیوٹ ۸، ۱۱، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۳۳۹، ۳۴۲، ۴۵۱، ۶۴۹، ۶۵۰، ۷۰۷
چوزن ۴۸۰، ۴۸۱
چوہڑکانہ حال فاروق آباد ۳۸، ۳۹
چیچہ وطنی ۲۳۶
چیکوسلواکیہ ۸۲
چین ۱۷۹، ۴۰۳، ۴۰۶

ح

حافظ آباد ۳۲، ۳۸، ۴۰، ۲۴۱، ۲۶۶، ۲۸۵، ۲۹۲، ۳۰۹، ۴۱۴، ۵۹۲، ۶۸۹
حسن ابدال ۲، ۴۴۶
حیدرآباد (پاکستان) ۵۹، ۶۰، ۶۳، ۸۷، ۴۱۴، ۴۶۹، ۴۹۲، ۴۹۳، ۶۱۴
حیدرآباد دکن ۸۱، ۲۳۴، ۲۴۱، ۳۰۴، ۳۱۷، ۳۲۵، ۳۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۷، ۶۰۳، ۷۰۴
حیفا ۳۱۹، ۳۹۶

خ

خانووالی ۶۳۰
خانپور ۲۵۳
خوردہ ۳۰۶
خورم گجر (گوجر) ۳۱۹
خوست ۲۲۰
خویشگی پشاور ۲۲۶
خیرپور ۵۹، ۸۷، ۶۰۲

د

داتہ زیدکا ۲۸۹
داتہ ضلع ہزارہ ۲۲۹، ۶۱۵
دادودون ۶۰۳
دادوسندھ ۵۸۵
دارالبرکات (ربوہ) ۶۴۴
دارالبرکات (قادیان) ۳۱۸، ۷۰۲
دارالرحمت غربی (ربوہ) ۲۳۴، ۲۶۹، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴
دارالرحمت وسطی (ربوہ) ۶۵۳
دارالسلام (ٹانگا نیکا) ۳۱، ۱۶۱، ۱۶۸، ۴۱۱، ۶۶۳، ۶۶۵، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۷، ۶۷۹، ۶۸۳، ۷۱۵
دارالصدر غربی (ربوہ) ۵۷۲، ۵۷۴
دبئی ۳۳۹
دربھنگا ۲۸۴
درہ شیرخان ۳۴۱
دولیاہ جٹاں ۳۴۱
دمشق ۴۰۰، ۷۰۵
دوالمیال ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۸۵
دوی ۳۶۳

دہلی ۲۵،
۱۷، ۸۱، ۱۱۵، ۱۵۴، ۲۴۱، ۲۶۳،
۲۸۵، ۳۰۳، ۳۲۷، ۳۴۲، ۴۴۸،
۴۹۷، ۵۵۳، ۵۵۵، ۵۷۹،
۵۸۰، ۵۸۳، ۶۵۳، ۶۵۵، ۶۹۹
دہلی دروازہ ۳۲۷
دھرم کوٹ رندھاوا ضلع گورداسپور
۲۵۶، ۲۶۰
دھریکیں تحصیل پھالیہ ۲۸۱
دھوبیاں (دوبیان) ضلع مردان
۲۲۹
دھیرو کے چک 433 ۳۵
دیال گڑھ ۶۰۳
دیناج پور ۱۲
دیودرگ ۳۳۹

ڈ

ڈارٹ فورڈ ۷۱۱
ڈاہومی (مشرقی) ۳۵۰
ڈایانگو ۳۵۸
ڈچ گی آنا ۱۸۶، ۴۰۰
ڈسکہ ۳۹
ڈلفٹ ۳۸۰
ڈلہوزی ۶۵، ۱۳۰، ۳۰۶، ۳۱۱
ڈنکوا ۷۲۱
ڈنمارک ۱۴، ۸۲، ۸۴، ۹۳،
۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۶، ۳۹۵، ۵۶۶
ڈوڈوٹاؤن ۳۷۹
ڈوڈومہ ۳۴۹، ۷۱۵
ڈونر ۶۰۳
ڈھاکہ ۷۳،
۷۴، ۱۳۸، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵،
۱۸۹، ۴۳۱، ۵۲۸، ۶۴۶، ۶۴۷
ڈھیری مردان ۲۲۷، ۲۲۹
ڈھینگرہ ۶۱۰
ڈہریوالہ داروغیاں ۲۴۸
ڈیٹرائٹ ۳۴۶، ۳۴۷، ۷۱۰
ڈیٹن
۳۴۶، ۳۴۷، ۴۸۰، ۶۸۵، ۷۱۰
ڈیرہ اسماعیل خاں
۲۲۵، ۲۲۸
ڈیرہ بابانانک ۲۸۹
ڈیرہ غازیخان ۶۰، ۲۲۸،
۲۵۵، ۶۰۷، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴،
۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰

ر

رابور ۷۲۳
راج شاہی ۴۳۳
راجدھانی ۳۴۱
راجوری ۳۴۱
راجیکی
۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۸، ۲۹۱،
رام سوامی ۶۵۴
راولپنڈی ۲، ۳،
۴، ۹۷، ۳۱۹، ۳۳۳، ۳۶۵،
۴۳۱، ۴۳۳، ۴۵۳، ۴۵۴، ۵۰۳،
۵۶۶، ۵۹۴، ۶۴۶، ۶۸۵، ۶۸۶
۷۰۵
رائے پور ۳۰۶
رائے چور ۳۳۹
راہوالی تلونڈی ۶۵۴
راہوں (ضلع جالندھر)
۶۰۸، ۶۰۹
رتن باغ ۲۰۰، ۲۶۵
رجوعہ ۴۰
رحیم یارخان ۱۶، ۱۷، ۱۸
رضل میمن (سندھ) ۶۰۳
رکن (سیرالیون) ۷۱۸
رنگون ۴۰۰
روٹرڈم ۳۸۰
روس ۶، ۷، ۸۲، ۱۷۹، ۴۹۷
روسینو ۷۱۸

روکوپُر ۷۱۷
روہڑی ۵۹۸،۶۰۰،۶۰۳
رہتک ۶۵۷
ریتی چھلہ ۳۳۸
ریجائنا ۳۷۶

ز

زنجبار
۳۹۴،۶۶۴،۶۶۸،۶۶۹،
۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۷، ۷۱۳
زیدہ ضلع مردان ۲۲۵،۲۲۶
زیرہ (ضلع فیروزپور)
۲۴۹،۲۵۰،۲۵۱،۲۹۲،۶۰۵
زیورچ (زیورک) ۸۴،
۱۸۷، ۳۴۴، ۳۹۶ ، ۴۰۰، ۴۰۱

س

ساپوپوری ۳۷۸
سالٹ پانڈ
۱۶۸، ۳۶۳، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱
سامانہ ۶۰۵
سانڈھن ۲۴۱
سانگلہ ہل ۳۸،۶۸۳
سائپرس ۱۸۶
ساؤتھ آل ۵۰۰
سباملیشیا ۴۱۳
سیچہ ۶۴۶
سپین ۳۱،
۱۸۶، ۳۵۹، ۳۹۳، ۴۸۶، ۷۲۶
سٹاک ہالم (سٹاک ہائم)
۲۸،۳۹۶،۴۰۰
سچاسودا ۳۸
سڈبری ۳۷۶
سرحد (خیبر پختونخواہ) ۵۹،
۲۱۹،۲۲۳،۲۲۴،۲۲۵،۲۲۷،۲۲۸،
۲۳۴،۲۳۶، ۲۳۷، ۳۱۹، ۳۲۴
سرخ ڈھیری ضلع مردان
۲۲۷،۲۲۹
سفید ڈھیری ۲۳۰، ۲۳۵
سرکنڈا ۳۷۸
سرگودھا ۳۲،۳۳،۳۵،۳۶،
۳۹، ۴۷، ۴۸، ۵۳، ۶۳، ۱۴۴،
۲۰۶،۲۱۲،۲۹۲،۳۱۹،۳۳۹،۴۱۴،
۴۵۱، ۴۵۳، ۴۶۸، ۵۱۲، ۵۱۳،
۵۱۷، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۹۳، ۵۹۵،
۶۱۲، ۶۵۸، ۷۰۷، ۷۰۸
سروٹی ۷۲۷
سری کولیا ۳۶۲
سری نگر
۸۰، ۳۰۵، ۳۵۶، ۵۵۲، ۶۵۰
سرینام ۶۸۸
سسکاٹون
۳۶۶،۳۷۳،۳۷۵،۳۷۶
سعودی عرب ۳۵۹، ۷۲۵
سفیدوں ۲۵۳،۲۵۴
سکاٹ لینڈ ۵۰۰
سکاربرو ۳۷۶
سکرنڈ ۶۰۳
سکندرآباد
۲۴۱، ۳۲۵، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۷
سکنڈے نیویا ۸۲،۱۸۶
سکھر ۴۰،۵۹۸،۶۰۳،۶۰۴
سلانوالی ۳۹
سماٹرا ۸۶
سمال والاکو (لائبیریا) ۷۲۴
سمہ سٹہ ۳۲۰
سندھ ۶۰، ۸۷، ۴۴۸، ۵۸۵،
۵۸۶، ۵۹۷ تا ۶۰۵، ۶۱۰
سنگاپرنا ۸۳، ۸۵
سنگاپور
۳۱، ۴۱، ۴۲، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۱۸۶،
۳۶۰، ۳۹۳، ۴۰۰، ۴۱۲، ۴۹۹،

۶۱۴، ۷۱۶، ۷۲۰، ۷۲۷
سنور ۶۰۵
سوات ۲۲۶
سورخٹکی ۴۵۷
سورو ۹
سوری لنڈاں بستی ۲۲۸
سوکانومی ۸۳
سوکوڑے ۳۵۸
سولی ہل ۷۱۲
سوما ۳۷۸
سونگھڑ ۳۰۶
سونگیا ۳۵۰
سوئٹزرلینڈ ۲۷، ۱۸۶، ۲۰۶، ۳۱۶، ۳۴۴، ۳۹۴، ۴۰۰، ۴۸۶، ۷۲۶
سوہاوا ۶۳۱
سویڈن
۲۸، ۸۴، ۱۸۶، ۴۸۶، ۷۲۷
سہارن پور ۲۴۱، ۳۰۷، ۵۹۲
سی پی ۳،۲
سیالکوٹ ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۷۷، ۱۷۸، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۸۹، ۳۰۳، ۳۰۵، ۴۱۴، ۴۳۱، ۵۱۶، ۵۱۷، ۶۱۶، ۶۳۰، ۶۸۱، ۶۸۲
سیٹو (بینکاک) ۸۵
سیرالیون ۱۸۶، ۳۴۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۰۰، ۴۱۲، ۴۹۹، ۶۲۲، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۹۶، ۶۹۷، ۷۰۳، ۷۱۰، ۷۱۲، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۹، ۷۳۰
سیکھواں ۲۲۲، ۶۱۹، ۶۲۰
سیلون ۳۱، ۱۸۶، ۶۸۴
سینٹ کیتھرائن ۳۷۶
سینٹ لوئیس ۳۴۷، ۷۱۰
سینیگال ۷۲۳

ش

شادنگر ۳۳۹
شادی وال ۶۴۲، ۶۴۳
شام ۳۴۶، ۳۶۶
شاہ پور ۲۴۱
شاہ طوریہ ۱۸۹
شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ
۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵
شاہجہان پور ۲۴۱
شاہدرہ ۱۰۱، ۵۸۹
شاہی باغ ۲۲۰
شاہی بالا پشاور ۲۲۷
شرق اوسط ۵۱۰، ۵۵۶
شکارپور ۶۰۳
شکاگو ۳۴۷، ۴۰۰، ۷۱۰
شکرگڑھ ۲۹۲
شملہ ۶۵، ۲۴۰، ۳۱۲
شورکوٹ ضلع جھنگ ۴۱۴
شیخ محمدی ضلع پشاور
۲۲۶، ۲۳۰، ۴۵۴، ۴۵۷
شیخان پانڈی ۲۳۰
شیخوپورہ ۳۲، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۲۴۱، ۲۶۳، ۳۰۳، ۴۶۹، ۶۱۲، ۶۸۳، ۷۰۳، ۷۰۴
شیرشاہ ۲۵۵
شیرشاہی ۲۲۶، ۲۲۷
شیموگا (شیموگہ) ۳۳۹

ص

صالح نگر ۲۴۱
صوابی ضلع مردان ۲۲۶
صوبہ ڈیرہ ۶۰۳

ط۔ظ

طالب پور پنڈور ۲۴۸، ۲۴۹
طنجہ ۴۲۱
طورومردان ۲۲۷، ۲۲۹

ظہیرآباد ۳۳۹

ع

عدن ۳۱، ۱۸۶، ۳۸۳، ۳۹۴، ۳۹۷، ۷۰۵

عرب (بلادعربیہ) ۵۹، ۷۱، ۹۳، ۱۱۷، ۱۹۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۹۳، ۳۵۲، ۳۵۹، ۷۰۷، ۷۱۷، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۸

عرب (جنوبی) ۳۰

عزیزآباد ۳۴۱

علی گڑھ ۵۸۲

عمرے باندہ ضلع پشاور ۲۳۱

غ

غانا (گھانا) ۸۴، ۱۵۵، ۱۸۶، ۳۳۹، ۳۴۳، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۰۰، ۴۲۸، ۴۹۹، ۵۵۳، ۵۵۶، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۹، ۵۷۱، ۶۹۶، ۶۹۷، ۷۰۶، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۹، ۷۳۰

غزنی خیل ہوتی ۲۳۱

ف

فارس ۱۶

فتح پور ضلع گجرات ۲۷۱، ۲۷۲

فجی ۱۸۶، ۳۹۴، ۳۹۵، ۵۱۳، ۶۱۵

فرافینی ۳۷۸

فرانس ۷۹، ۱۷۹، ۳۲۲، ۳۵۰، ۳۵۵

فرانکفورٹ ۴۰۰

فرخ آباد ۲۴۱

فری ٹاؤن ۶۱، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۷۱۷، ۷۱۹

فلاڈلفیا ۳۴۷، ۷۰۹، ۷۱۰

فلپائن ۱۸۶

فلسطین ۳۶۶، ۳۹۴، ۳۹۵، ۷۱۶

فن لینڈ ۸۲

فیروزپور ۲۴۹، ۲۵۱، ۲۶۱، ۲۹۲، ۶۰۵

فیصل آباد (لائلپور) ۱۵، ۲۰۶، ۳۰۴، ۳۲۲، ۴۳۰، ۴۵۱، ۵۱۷، ۵۹۵، ۶۱۲، ۷۳۴

ق

قاضی خیل ہوتی ۲۲۷

قاہرہ ۱۹۶، ۱۹۷، ۶۶۹، ۶۷۱

قصور ۲۵۱، ۴۱۴، ۶۰۵

قلعہ بھنگیاں امرتسر ۲۷۰

قلعہ صوبہ سنگھ ۳۹، ۶۳۰

ک

کابل ۲۱۹، ۲۴۶، ۲۸۸

کاکس بازار ۷۱

کالاباغ ۵۵، ۳۲۲، ۴۶۸، ۴۷۱

کالیکٹ ۱۶۱، ۵۵۵

کاماچوما ۳۵۰

کانپور ۲۴۱، ۲۹۷، ۳۰۰

کانول ۷۱۲

کباروکا ۳۵۰

کبالا ۳۶۲

کپتائی ۱۶۲

کپورتھلہ ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۶، ۲۴۷

کٹک ۳۰۶

کٹورو ۳۵۰

کچھ بھوج ۵۹۲

کراچی ۴، ۵۹، ۶۳، ۸۲، ۸۶، ۹۳، ۹۵، ۱۰۳، ۱۴۵، ۱۹۰، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۴۶، ۳۰۳، ۳۱۵، ۳۳۰، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۹۰، ۴۱۴، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۹۳، ۵۱۲، ۵۱۵، ۵۶۷، ۵۸۵،

۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۱۱، ۶۱۹،
۶۴۸، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۹۲،
۷۰۳، ۷۰۵، ۷۲۵
کرنول ۳۳۹
کروکری ۷۲۰
کسموں ۷۲۳
کسومو ۱۶۸، ۶۶۳، ۶۷۳
کشمیر ۶۴، ۸۰، ۱۵۱، ۱۸۸،
۲۳۴، ۳۰۵، ۳۵۳، ۳۵۶، ۳۹۰،
۴۴۸، ۴۴۹، ۵۵۵، ۶۴۵،
۶۵۰، ۶۵۱
ککرالی ۶۸۶
کلاسوالہ ۴۱۴
کلانور ۲۲۶
کلکتہ ۱۵، ۶۴،
۱۹۰، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۸۴، ۲۹۴،
۲۹۵، ۳۰۶، ۳۳۹، ۵۰۵، ۵۴۰،
۵۴۷، ۵۵۳، ۶۴۶، ۶۴۹، ۶۵۰،
۶۹۲، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۷
کلیولینڈ ۳۱، ۳۴۷، ۷۱۰
کمارابائی ۳۶۱
کماسی
۳۶۲، ۳۶۳، ۶۹۷، ۷۲۰، ۷۲۱
کمال ڈیرہ ۶۰۰، ۶۰۳

کمبوڈیا ۷۱۶
کمپالہ (کمپالا)
۳۱، ۴۱۸، ۶۸۳، ۷۲۷، ۷۲۸
کمنڈی ۳۵۰
کناروت رامایا ۳۴۹
کنانور ۱۶۱، ۳۰۰، ۳۰۱، ۵۴۰
کنٹکی ۴۸۰
کنڈور ۱، ۲، ۳
کنری ۶۹۵
کنگسٹن ۳۴۶، ۳۷۶
کوالالمپور
۸۳، ۱۸۶، ۳۴۹، ۷۱۷
کوالے ۷۲۳
کوپن ہیگن
۴۰، ۱۸۷، ۳۹۵، ۴۰۱
کوتوگو ۳۶۳
کوٹ سلطان ضلع جھنگ ۳۲۰
کوٹ فتح خان ضلع اٹک
۳۲۲، ۳۳۱
کوٹ کپورا ۶۰۵
کوٹ نجیب اللہ پشاور ۲۲۸
کوٹری ۶۰۳
کوٹلی آزاد کشمیر
۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۵۱۱

کوٹھا ضلع مردان ۲۲۷
کوجوکرم ۷۲۱
کوچہ بھوانی داس ۲۲۵
کوچہ کاچ پڑاں ضلع پشاور ۲۲۸
کوچہ گل بادشاہ پشاور ۲۲۸
کوڈالی ۱۶۱
کوریا ۴۸۰
کولمبو ۳۹۶، ۴۰۰، ۶۸۴
کولمبیا ۷۵، ۹۳، ۷۰۹
کونڈم بابا ۳۶۲
کوئٹہ ۴، ۴۰، ۵۹، ۱۰۳، ۳۰۵،
۴۳۳، ۵۱۹، ۵۹۹، ۶۲۷، ۶۸۳
کوہاٹ ۲، ۲۲۵
کویت ۳۳۹، ۵۵۷، ۷۰۵
کویٹری ۷۱۲
کہوٹہ ۲۳۱
کھارا ۶۲۲
کھاریاں ۳۹، ۶۸۴
کھٹالہ ۲۲۲
کھڑک پور ۳۰۶
کھرپیڑ ۶۰۵
کھلنا ۱۶۳
کیپ ٹاؤن
۶۱، ۳۹۶، ۵۵۷، ۵۶۰

کیپ کوسٹ ۳۶۳، ۷۲۱
کیرالہ ۱۶۱، ۵۴۱، ۵۵۴، ۵۵۵
کیرنگ اڑیسہ ۳۰۶
کیری ہزارہ ۲۲۹
کیگاما ۶۶۸، ۶۶۹
کیلگری ۳۶۶، ۳۶۷،
۳۷۱، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷
کیمبرج ۴۹۴، ۴۹۵
کینال پارک لاہور ۵۰۴
کینما ۳۶۱
کینیا ۶۱، ۱۶۱، ۱۶۸، ۱۸۶،
۳۱۸، ۳۶۴، ۳۸۱، ۳۹۴، ۳۹۵،
۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۸، ۴۹۹، ۵۵۷،
۶۶۴، ۶۶۹، ۶۷۲، ۶۷۳، ۷۰۷،
۷۱۰، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۹، ۷۳۰
کینیڈا
۱۴، ۳۱، ۲۷۰، ۳۴۷، ۳۶۴،
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰،
۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵،
۳۷۶، ۳۷۷، ۳۹۱، ۵۸۸، ۷۱۰
کیونگٹن ۳۴۷

گ

گجرات ۲۲۸،
۲۴۱، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵،
۲۷۷، ۲۸۱، ۳۰۳، ۳۱۴، ۵۹۷،
۶۱۶، ۶۱۷، ۶۴۲، ۶۸۳، ۶۸۶
گجروال لدھیانہ ۳۲۱
گدیاں ۳۹
گرہس بلتستان ۶۵۰
گریناڈا ۴۰۰
گڑھی حبیب اللہ ۴۰۲
گڑھی شاہدولہ ۲۷۴
گڑھی کالا ۶۵۸
گکھڑ منڈی گوجرانوالہ ۳۳۳
گلبرگ (لاہور) ۵۰۴
گلگت ۶۴۸
گلو ۷۲۸
گلوٹیاں ۳۹
گمبٹ ۶۰۳
گنی ۳۵۲، ۷۰۹
گوبند پور ۴۸۴
گوٹھ بوٹہ ۶۰۳
گوجرانوالہ ۳۲، ۳۸، ۴۰،
۲۴۱، ۲۵۱، ۲۶۳، ۳۰۳، ۳۰۹،
۳۳۳، ۴۶۰، ۵۶۷، ۵۹۱، ۵۹۳،
۵۹۷، ۶۱۰، ۶۳۱، ۶۵۴، ۷۰۵
گورداسپور
۱۱۰، ۱۱۵، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۴۸، ۲۵۶،
۲۶۰، ۲۶۴، ۲۶۶، ۳۱۳، ۳۳۸،
۴۴۸، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵
گومیا اوہیم ۷۲۰
گوئی ۵۱۱
گوہد پور سیالکوٹ ۲۲۱
گھٹیالیاں ۱۷۷، ۱۷۸

ل

لابوان ۴۱۳
لاپاز (La Paz) ۳۷۷
لاٹھیانوالہ ۵۶۷، ۷۰۴
لاڑائی چانڈیہ ۶۰۳
لاڑکانہ ۲۰، ۶۰۳
لاس انجیلیز (انجیلس) ۴۰۰
لاطینی امریکہ ۱۷۹
لالکڑتی ۶۸۶
لالیاں ۱۷۷، ۴۵۱
لانگو ۷۲۸
لائبیریا ۱۸۶، ۳۷۹،
۳۹۴، ۴۰۰، ۷۱۸، ۷۲۳، ۷۲۴
لاہور ۲، ۴، ۸، ۱۳، ۳۷، ۴۰،
۴۲، ۴۶، ۴۹، ۵۲، ۵۵، ۶۳، ۶۴،
۶۵، ۶۶، ۷۱، ۸۲، ۸۶، ۹۶، ۹۷،
۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۲۴،

۱۲۵، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۳، ۱۴۹، ۱۵۰،
۱۵۱، ۱۵۴، ۱۶۵، ۲۰۰، ۲۰۶، ۲۱۲،
۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۲،
۲۲۳، ۲۲۷، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۹،
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۱،
۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۶۷،
۲۷۳، ۲۷۵، ۲۸۰، ۲۹۱، ۲۹۲،
۲۹۳، ۲۹۵، ۲۹۶، ۳۰۲، ۳۰۷،
۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۴، ۳۱۷، ۳۱۸،
۳۲۷، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۴۴،
۳۸۴، ۴۰۴، ۴۱۴، ۴۲۷، ۴۳۱،
۴۳۳، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۸۲،
۴۸۶، ۴۹۳، ۴۹۴، ۵۰۴، ۵۰۵،
۵۱۳، ۵۱۷، ۵۲۹، ۵۵۳، ۵۶۰،
۵۶۷، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۷،
۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۵،
۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۲،
۵۹۴، ۵۹۵، ۶۰۷، ۶۰۹، ۶۱۰،
۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۲، ۶۲۸، ۶۳۴،
۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۹، ۶۴۵، ۶۴۷،
۶۵۱، ۶۵۸، ۶۷۸، ۶۸۱، ۶۸۳،
۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۱،
۷۰۵، ۷۰۶، ۷۱۲
لاہور چھاؤنی ۶۵۸

لبنان
۲۹، ۱۷۹، ۱۸۶، ۳۵۹، ۳۸۲
لدھیانہ
۲۲۲، ۲۴۱، ۲۵۶، ۲۵۹، ۲۶۰،
۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۸۵، ۳۱۵،
۳۲۱، ۵۹۲، ۶۰۹، ۶۹۸، ۶۹۹
لسز ۷۱۷
لطیف آباد ۸۷
لغاری ۶۰۳
لکھنؤ
۶۸، ۳۰۳، ۳۰۴، ۶۴۶، ۶۴۷
لندن (لنڈن)
۷۰، ۷۷، ۸۴، ۱۱۰، ۲۱۷، ۲۴۱،
۳۰۸، ۳۱۵، ۳۲۵، ۳۴۷، ۳۴۸،
۳۶۷، ۳۷۴، ۳۷۶، ۴۰۰، ۴۰۱،
۴۱۵، ۴۱۹، ۴۲۷، ۴۹۳، ۴۹۵،
۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۴۵،
۵۵۷، ۶۲۶، ۶۵۱، ۶۸۳، ۷۰۴،
۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴
لنڈی ارباباں پشاور ۲۲۸
لنڈی اخون محمد ۲۲۷
لنڈی کوتل ۲۳۵
لنکوغن ۳۴۹
لنگر وال ضلع گورداسپور ۲۶۶

لنگہ ۲۸۳
لوزیلز ۷۱۴
لومت ۸۳
لومے ۳۵۱
لونگ سر ۳۶۱
لوہٹ ضلع لدھیانہ ۲۸۵
لیڈن ۷۲۶
لیرا ۷۲۷، ۷۲۸
لیسٹر ۳۶۲
لیگوس ۳۸۰، ۴۱۶، ۷۲۵
لیمنگٹن سپا ۷۱۲
لیمور ۶۱
لیہ ۲۵۵

م

ماچامے ۳۴۹
ماچھیواڑہ ضلع لدھیانہ ۲۶۷، ۲۶۸
ماڈل ٹاؤن (لاہور)
۲۳۹، ۲۴۸، ۴۱۴، ۵۰۴
مارٹن روڈ ۹۳
مارکھم (کینیڈا) ۳۷۶
ماریشس ۳۱، ۱۸۶،
۳۴۴، ۳۵۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۷،
۴۰۰، ۴۱۰، ۴۱۶، ۵۴۸، ۵۵۵
ماسکو ۴۹۷

مالابار ۱۵۹،۲۹۶،۳۰۰،۳۰۱
مالاکنڈ ۲۲۶
مالی ۳۴۵،۳۵۲
مالیرکوٹلہ ۵۶۴،۶۰۹،۶۳۳
مانٹریال ۳۱،۳۶۵،
۳۶۷، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۶
مانچسٹر ۶۵۵
مانڈے ۷۱۵
مانسہرہ ۲،۴، ۲۲۸،
۲۳۷، ۲۳۸، ۳۱۶، ۳۱۷، ۶۱۵
مانگ(مانک) گنج ۱۸۹
مانگٹ اونچا
۲۴۱،۲۴۲،۲۸۵،۵۸۶
مبالے ۷۲۷
محبوب نگر ۵۵۶
محمودکوٹ ۲۵۵
مدراس ۸۱، ۲۹۴، ۳۰۱،
۳۳۹، ۵۴۱، ۵۵۳، ۵۵۵، ۷۰۵
مدینہ ۱۱۷،
۱۹۸، ۵۳۴، ۵۶۹، ۶۳۳، ۷۲۲
مڈل سیکس ۶۸۳
مرادعلی چانڈیہ ۶۰۳
مرادنگر ۳۳۹
مراکش Morocco
۱۸،۱۹،۲۰،۳۵۹،۳۷۹،۴۲۱
مرالی والا گوجرانوالہ ۵۹۳
مردان ۲،۴،۴۰،۲۱۹،
۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹،
۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۵۷، ۵۸۹
مروا ۷۲۱
مری ۲،۴،۱۳۸
مساکا ۳۸۱،۷۲۸
مسقط ۴۰۰،۶۹۶
مسن باڈہ ۲۰
مسی ساگا ۳۷۲،۳۷۶
مشرق بعید ۸۶
مشرق وسطی ۴۰۰،۷۰۶
مصر ۱۷۰،
۱۷۱، ۱۸۶، ۲۵۴، ۲۷۹، ۳۱۷،
۳۴۶، ۷۰۷، ۷۲۷، ۷۳۱
مظفرآباد ۲،۴
مظفرگڑھ ۶۹۶
مکاری (بورنیو) ۳۴۹
مکالی ۳۶۱
مکہ ۱۱۷،۱۵۸،
۱۹۸، ۲۰۳، ۴۲۱، ۴۲۷، ۷۲۲
مکیریاں ضلع ہوشیارپور ۲۴۳
ملائیشیا
۴۱۳، ۷۱۶، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۴
ملایا ۳۴۳،
۳۹۴، ۶۸۰، ۶۸۱، ۷۱۶، ۷۲۹
ملتان ۵۱،
۲۴۱، ۳۳۴، ۵۷۹، ۶۳۴، ۶۴۷
ملسیاں ۶۴۷
ملکانہ ۲،
۱۱۵، ۱۹۱، ۲۴۷، ۵۹۸، ۶۸۶
ملواکی ۲۰۹،۷۱۰
ممباسہ ۱۶۸،۱۷۰،
۱۹۶،۲۱۳،۴۱۸،۷۱۰،۷۲۲،۷۲۳
ممیانگ ۳۶۳
منٹگمری (ساہیوال) ۲۴۱
منچلنگ ۳۴۹
مندرا ۵۹۲
مندرانی ۶۳۲،۶۳۳
منڈوہ میلارام ۲۲۲
منڈی ڈھاباں سنگھ ۳۹
منرو ویا ۷۲۴
منساکونکو ۳۷۸
منصوری ۲۹۲
منگلور ۳۰۰
منگوآسی ۷۲۱
موائزہ ۳۵۰
موجوڑا ۷۲۴

موچی پورہ پشاور ۲۲۸
موڑھا گل حسن ۶۱۵
موشی ۳۵۰،۷۱۵
موگا ۶۰۵،۶۴۵
مونگھیر ۲۸۴،۲۹۴،۲۹۵
مہاراشٹر ۵۳۳
مہیرا کنڈیارہ ۶۰۳
میانی ۶۵۸
میڈرڈ ۳۱،۳۵۹،۴۰۰،۴۹۱
میرپور (آزادکشمیر)
۱،۲،۳،۳۴۱،۵۱۱
میرپورخاص ۳۲،۶۰۳
میرٹھ ۲۲۲،۲۴۰،۲۹۲،
۲۹۳،۵۸۲،۵۸۳،۵۸۴،۵۸۵
میسور ۱۹۰،۳۲۶،۵۴۱،۷۰۵
میکارتھی آئی لینڈ ۳۷۹
مین پوری ۲۴۱
مینڈی ۷۲۱
میئران ۸۳

ن

نادون ضلع کانگڑہ ۲۴۲
نارووال ۳۲،۳۳
ناروے ۸۴،۱۸۶
نانوری ۶۰۳
نائیجیریا
۱۶۹، ۱۸۶، ۳۷۹، ۳۸۲، ۳۹۴،
۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰،
۴۱۶، ۴۹۹، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱،
۵۳۲، ۷۰۳، ۷۲۴، ۷۲۹، ۷۳۰
نتھوکیریہ ۶۰۳
نجران ۵۳۴
نرائن گنج ۱۶۳،۱۶۴
نفرامانیو ۷۲۱
نمبا ۷۲۴
نملی ہزار ۲۳۰
ننکانہ ۵۹۵
ننگل ۶۲۲
نواب شاہ ۲۰،۵۹،۶۰۳
نواسکوشیا ۳۶۴
نوٹنگھم ۷۱۱
نودہ ضلع مردان ۲۲۷
نوشہرہ ۲،۴،۲۲۶،۲۳۵،۴۵۷
نوشہرہ ککے زئیاں ۳۳۲
نیابستی ۱۲
نیانزا ۷۱۰
نیروبی ۳۱،۱۶۱،
۱۶۸، ۱۷۱، ۲۱۳، ۳۱۸، ۳۳۹،
۳۴۵،۳۶۴،۴۱۰، ۵۵۷،۶۷۲،
۶۷۳،۶۷۴، ۷۰۷، ۷۱۰،۷۲۳
نیلا گنبد (لاہور) ۲۸۰،۲۹۱،۵۹۲
نیویارک ۳۴۷،
۳۷۵، ۴۰۰، ۴۱۹، ۴۲۰، ۷۱۰

و

واٹربری ۷۱۰
واربرٹن ۶۰۵
وارو ۷۱۸
واڑاواہن ۶۰۳
واشنگٹن ۳۴۶،۳۴۷،
۳۹۶، ۴۰۰، ۴۸۰، ۷۰۹، ۷۱۰
واگودوگو ۷۰۹
والسال ۷۱۲،۷۱۴
وان ۳۷۶
وائبلنگن ۷۱۶
واہ کینٹ ۴۱۴،
۴۵۴، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۸۰
ورجینیا ۳۴۶
وسطی یورپ ۴۰۱
وکٹوریہ ۴۲،۳۷۴
ولرڈ ۴۸۰
ولمنسٹک ۷۱۰
ولیمزپے ۳۴۷
ونڈسر ۳۷۶

ووکنگ ۴۲۷
وولٹا ۳۵۰،۷۰۹،۷۲۰
وہیگا ۷۲۳
ویت نام ۳۵۲
ویٹی کن سٹی ۵۳۳،۵۴۶
ویلز ۱۱۵
وینکوور BC ۳۶۷،
۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷

ھ

ہارلم (ہالینڈ) ۳۸۰،۷۲۶
ہالینڈ
۱۸۶، ۳۸۰،۳۹۳،۳۹۴، ۴۸۶،
۴۹۹،۵۳۳، ۵۵۷، ۷۲۶،۷۲۹
ہانڈوگجر ۵۸۷، ۵۸۸
ہانگ کانگ ۸۲
ہڈرزفیلڈ ۶۲۲، ۷۱۱
ہرٹفورڈ شائر ۳۶۰
ہرچووال ۶۱۷
ہری پور (ہزارہ) ۲،۴،۲۲۵،۲۲۷
ہلنسکی ۴۰۰
ہمبرگ (ہمبورگ)
۲۹، ۸۴،۳۵۹،۴۰۰،۷۱۵،۷۲۹
ہملٹن ۳۷۶،۳۷۷
ہوتی مردان ۲۱۹،۲۲۵،
۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۶، ۲۳۸
ہوشیارپور ۲۴۳،
۳۰۷، ۳۱۰، ۴۱۹، ۵۹۵، ۶۹۹
ہیگ ۸۴،۳۸۰،
۳۹۷، ۴۰۰،۴۸۴، ۴۸۶، ۷۲۶
ہیلی ساون ۷۱۲

ی

یادگیر علاقہ میسور
۱۹۰، ۱۹۱، ۲۴۱، ۵۴۱، ۵۴۴،
۵۴۷، ۶۵۲، ۷۰۵، ۷۳۲
یارک شائر انگلینڈ ۶۲۲
یمن ۵۶۱
ینڈوم ۳۷۸
ینگس ٹاؤن ۳۴۷،۷۱۰
یوپی ۲،۳،۲۴۱،۳۰۶
یورپ ۵۱، ۷۵،۸۴، ۱۱۵،
۱۱۶، ۱۸۷، ۲۷۵، ۳۱۶، ۳۴۴،
۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۳، ۴۸۴، ۴۸۶،
۴۸۷، ۴۸۸، ۴۹۰، ۴۹۲، ۵۱۰،
۵۱۱، ۵۳۳، ۵۵۶، ۵۶۶، ۷۲۶
یوٹھا (Utah) ۷۰۹
یوشویا (Ushuaia) ۳۷۸
یوگنڈا ۱۶۱،۱۶۸،۱۶۹،۱۸۶،
۳۸۰، ۳۸۱، ۳۹۴، ۳۹۵، ۴۱۸،
۴۹۹، ۵۵۶، ۵۵۷، ۶۶۴، ۶۶۹،
۶۷۲، ۶۸۳، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹
یونان ۳۵۹

کتابیات

آ۔الف

آپ بیتی باجوہ ۶۹۳
آثار قیامت ۲۳۳
آج،روزنامہ(اردو) ۵۴۵
آزادنوجوان،ہفت روزہ۔مدراس
۵۴۱،۵۴۳،۵۴۴
آشکار،روزنامہ ۵۴۵
آئینہ جمال
۱۵۲،۱۸۸،۳۸۵،۳۹۹
آئینہ کمالات اسلام
۷۷،۱۱۱،۱۱۲،۱۸۸،۲۱۵،۳۲۵
آہ!نادرشاہ ۲۳۳
آیت خاتم النبیین کی تشریح ۳۱۳
ابّ یاربّ ۳۱۴
ابلاغ حق ۲۲۲
اجمل،روزنامہ۔بمبئی ۸۰،۵۴۵
اجیت،روزنامہ۔جالندھر ۴۴۸
اچھی تربیت کاذریعہ ۱۵۲
اچھی مائیں ۱۵۲
احسان،اخبار ۸
احمد کاکام ۲۳۴
احمدؑ کی پاکیزہ زندگی ۲۳۱
احمدؑ کے دعویٰ کی بنیاد ۲۳۱
احمدؑ مدعی نبوت ۲۳۱
احمدؑ موعود ۲۳۲
احمدؑ جری اللہ ۲۳۱
احمدیت کا مستقبل ۱۵۲،۱۸۸
احمدیت کی فاتحانہ عظمت وجلالت
۳۱۴
احمدیت کیا ہے ۱۸۸
احمدیت یعنی حقیقی...... ۱۸۷،۵۴۱
احمدیہ جنتری ۶۸۹
احمدیہ گزٹ۔زیورچ ۳۹۶
احمدیہ گزٹ۔کینیڈا ۳۹۱
اخبار الجمعیۃ۔دہلی ۵۸۰
اخبار الجمہوریہ۔قاہرہ ۱۹۶
ادبی دنیا ۶۴،۵۱۲
اردوانسائیکلوپیڈیا(ناشرفیروزسنزلمیٹڈ)
۲۱۳
اردو ٹائمز،روزنامہ ۵۴۵
اردو جامع انسائیکلوپیڈیا(غلام علی
اینڈسنز) ۲۱۳،۵۷۸
اردوعربی بول چال ۴۸۰
اردونثر میں سیرت رسول ﷺ
۱۵۱،۲۱۶
ازالہ اوہام ۲۷۴،۳۲۸
استحکام پاکستان ۱۵۲
اسلام افریقہ میں ۱۸۸
اسلام اوردیگرمذاہب ۱۸۸
اسلام اورغلاموں کی آزادی ۱۵۲
اسلام اورغلامی ۱۸۸
اسلام اورکمیونزم ۱۸۸
اسلام ترقی کی شاہراہ پر ۱۸۸
اسلام کااقتصادی نظام
۱۸۸،۳۵۹،۳۹۹
اسلام میں بیاہ اورشادی(ناشرکینیا
مشن) ۷۲۲
اسلامی اصول کی فلاسفی ۷۷،
۱۸۷، ۳۵۹، ۳۹۹، ۷۰۳، ۷۳۲
اسلامی معاشرہ ۵۶۶،۷۳۱
اسمائے الٰہی ۴۳
اشاعت اسلام اورہماری ذمہ داریاں
۱۸۸
اشتراکیت اور اسلام ۱۵۲
اشتراکیت اورجمہوریت ۱۸۸

اشتہارات(تردید انجمن اشاعت اسلام پشاور) ۲۳۲
اشتہارات(تردید غیرمبائعین) ۲۳۲
اشتہارات(تردید مولوی کفایت حسین شیعہ) ۲۳۲
اصحاب احمد جلد اول ۱۵۴
اصحاب احمد جلد پنجم ۳۲۸، ۳۸۶
اصحاب احمد جلد ہشتم ۳۳۰
اصلاح، اخبار۔سری نگر ۶۵۰
اطلاعات، روزنامہ تہران ۶۵۴
اظہار حقیقت ۳۱۴
الاسلام (پشتو) ۲۳۳
الاسلام (عربی۔عدن) ۳۹۷
الاعلام ۲۱۸
البشریٰ (برما) ۳۹۷
البشریٰ (حیفا) ۳۹۶
البشریٰ (جنوبی افریقہ) ۳۴۶
البشریٰ (ربوہ) ۳۲۸، ۳۳۱
البصیرت، ماہنامہ۔بریڈفورڈ ۱۱۷
التبلیغ ۱۸۷
التنقید والخبر الصحیح عن قبر المسیح ۳۱۴
الحجۃ البالغۃ ۱۵۱
الحکم۔قادیان ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۴، ۲۳۴، ۲۷۴، ۲۷۹، ۲۸۸، ۳۲۴، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۵۸۷، ۵۸۹، ۶۲۳، ۶۵۱، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۸۹، ۶۹۱
الخاتم، ماہنامہ ۷۱۲
العصر (کیپ ٹاؤن) ۳۴۶، ۳۹۶
الفرقان (قاضی محمد یوسف) ۲۳۴
الفرقان، ماہنامہ۔ربوہ ۴۶، ۱۱۰، ۱۵۳، ۱۵۴، ۲۱۲، ۲۱۶، ۲۱۷، ۳۲۷، ۴۶۸، ۵۸۱، ۶۷۸، ۶۹۰، ۶۹۳
الکاویہ علی الغاویہ ۴۶۴، ۵۷۹
المحراب۔جماعت احمدیہ کراچی ۶۹۲
المسیحیت والاسلام ۴۳
المصلح، پندرہ روزہ۔کراچی ۶۵۴
المقالات القدسیہ فی الافاضات الاحمدیہ ۳۰۷، ۳۱۴، ۳۲۸
المنبر۔لائلپور ۵۰، ۲۱۲، ۷۳۴
الموعود فی القرآن ۲۳۳
النبوۃ فی الاحادیث ۲۳۱
النبوۃ فی القرآن ۲۳۱
النبوۃ فی الوحی والالہام ۲۳۱، ۳۲۵
الوصیت ۱۵، ۷۷، ۱۸۷، ۲۰۹، ۳۹۹، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۹۱، ۷۳۲
الوصیت (انگریزی) ۱۸۷
امام مہدی کا ظہور ۷۳۱
امت واحدہ ۲۱۸
امتحان پاس کرنے کے گُر ۱۵۱
امتیاز ۲۳۱
امروز، روزنامہ ۲۱۳
اناجیل کا یسوع اور قرآن کا عیسیٰ ۲۳۱
انجام آتھم ۶۱۸
انجیل ۲۶، ۲۹۲، ۲۹۸
انڈین ایکسپریس، روزنامہ ۵۴۲، ۵۴۵
انسان کامل ۲۳۲
انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ۵۴۰
انصاراللہ، ماہنامہ۔ربوہ ۲۱۳، ۲۱۵، ۶۹۱
انقلاب، اخبار ۵۴۵
انگریزی تفسیر القرآن ۳۸۴، ۳۹۷
انوار ہدایت ۷۳۲
اولاد کی فکر کرو ۱۵۲

اہالیان چکوال سے خدا اور اس کے رسول کے نام پر دردمندانہ اپیل ۷۳۱
اہل حدیث، اخبار ۶۴۹
اہل بمبئی کے نام حق کا پیغام ۱۵۱
ایڈمنٹن جرنل ۳۷۵
ایسٹ افریقن ٹائمز۔کینیا ۱۶۹، ۱۷۱، ۲۱۷، ۲۱۷، ۲۱۸، ۳۴۵، ۶۷۳
ایک اور تازہ نشان ۱۵۲
ایک سو احادیث نبویہ کا منتخب مجموعہ ۴۷۹
ایک غلط فہمی کا ازالہ ۲۳۱
ایک غلطی کا ازالہ ۷۷، ۳۹۹، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۷۳۲
ایک مبارک نسل کی ماں ۳۸۹، ۷۳۳
ایمان کی باتیں ۷۳۲
ایہہ پاک زمانہ آیا ۳۱۴

ب

بابی اور بہائی مذہب ۱۸۸
بائبل ۶، ۲۸، ۳۵
بحار الانوار ۴۶۵، ۵۷۹
بحث مابین توحید و تثلیث ۴۳
بدر درویشان قادیان نمبر ۶۹۰
براہین احمدیہ ۲۴۳، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۴
برقع ۷۳۱
بشارات رحمانیہ ۳۲۹، ۳۳۰
بمبئی سماچار، روزنامہ ۵۴۵
بھیم پتریکا، اخبار ۱۱۰
بے پردگی کے رجحان کے متعلق جماعتوں کو مزید انتباہ ۱۵۳
بے نقط قصیدہ ۲۹۰، ۳۱۴

پ

پاکستان ٹائمز۔لاہور ۱۸، ۸۲، ۲۱۳، ۲۱۵، ۴۲۰، ۴۸۲، ۴۸۳، ۵۷۸، ۵۸۰، ۷۰۶
پریم سنہا ۴۴۶
پشتو دیوان احمدی ۲۳۳
پشتو کا قاعدہ ۲۳۳
پشتو لغات ۲۳۴
پیغام قائد۔سرگودھا ۴۷، ۵۳
پیغام صلح (کتاب) ۷۳۲
پیغام صلح، پندرہ روزہ۔لاہور ۱۰۹، ۲۱۵، ۲۳۳، ۲۳۶، ۴۲۷، ۵۷۸

ت

تابعین اصحاب احمد جلد سوم ۳۸۷
تاریخ احمدیت جلد ہشتم ۲۰۹، ۳۲۶
تاریخ احمدیت جلد نہم ۲۱۸
تاریخ احمدیت ضلع چکوال ۶۹۲، ۶۹۴
تاریخ جماعت احمدیہ ضلع ڈیرہ غازی خان، مختصر ۶۳۷
تاریخ احمدیت ضلع کراچی ۳۹۰
تاریخ احمدیت ضلع لاہور ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۶۸۹، ۶۹۰
تاریخ احمدیت جموں و کشمیر ۳۹۰، ۵۸۰
تاریخ احمدیہ سرحد ۲۳۲، ۳۲۴، ۳۲۵
تاریخ اقوام کشمیر ۶۵۰
تاریخ بنی اسرائیل قلمی ۲۳۴
تاویل المتشابہات ۳۱۴
تبلیغ ہدایت ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۸۸
تجربات ہیں جو امانت حیات کی ۲۱۲
تجلی قدرت ۷۳۱
تجلیات الٰہیہ ۷۷، ۷۳۲
تحدیث نعمت ۲۱۷

تحریف بائیبل اور مسیحی علماء ۳۸۸
تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین ۳۲۷،۲۷۶
تحفۂ بغداد ۱۸۷
تحفہ گولڑویہ ۲۵۲
تحفۃ النبوت ۲۳۳
تحفۃ المشتاقین ۳۱۴
تحقیق عارفانہ ۷۳۱
تذکرہ ۲۱۶، ۳۲۸، ۵۷۹، ۵۸۱، ۶۹۱
تذکرہ آل عمر ۲۳۴
تذکرہ شعرائے پنجاب ۳۳۰،۳۱۴
تذکرہ غوثیہ ۲۵۲
تذکرہ مجاہدین ختم نبوت ۵۷۹
تذکرۃ الحسن ۲۳۱
تذکرۃ الشہادتین ۵۵۴، ۵۷۸، ۵۸۱
تذکرۃ المہدی ۲۱۶
تذکرۃ النبی من جانب رضاء اللہ ۲۳۳
تذکرۃ النبی منجانب خان بہادر محمد دلاور خان ۲۳۳
تردید کتاب کلمہ فضل رحمانی ۲۳۲
تریاق القلوب ۲۱۵،۱۱۲
تسہیل العربیہ ۶۱۵
تشحیذ الاذہان، ماہنامہ ۶۲۶،۶۲۵
تصدیق المسیح والمہدی ۱۵۱
تصدیق المسیح ۔ جھوک مہدی والی ۳۱۳
تطہیر الاولیاء ۵۷۹
تعبیر اسلام ۱۸۸
تعمیر، اخبار ۔ راولپنڈی ۳
تفسیر القرآن (انگریزی) ۳۹۷،۳۸۴
تفسیر القرآن (غیر مطبوعہ) ۲۳۴
تفہیمات ربانیہ ۷۳۱
تقدیر الٰہی ۱۸۸
تقریریں ۲۳۲
تقویم عمری ۳۲۸
تنظیم اہلحدیث ۔ لاہور ۵۲
تنقید بر اشتہار یوم الدعاء ۲۳۲
توحید باری تعالیٰ ۳۱۴
تین چیلنج درباره شیعہ ۲۳۲

ٹ

ٹریبیون، اخبار ۔ لاہور ۲۴۴
ٹیچنگ آف اسلام ۵۴۶،۵۴۱

ج

جام وحدت ۳۱۳
جماعت احمدیہ اور احرار ۲۳۲
جماعت احمدیہ اور انگریز ۱۸۸
جماعت احمدیہ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ (از مولانا ابو العطاء) ۷۳۱
جماعت احمدیہ کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ (از مولانا جلال الدین شمس) ۳۸۷
جماعت اسلامی کا ماضی اور حال ۷۳۱
جماعتی تربیت اور اس کے اصول ۱۵۲
جمیعت العلماء برما اور ہم ۳۴۸
مسیح کے متعلق نئے انکشافات (Latest findings about Jesus) ۵۴۶،۵۴۰
جنگ مقدس ۶۲۵
جنگ، اخبار ۴۹۳،۶۴
جواب حقائق قرآن ۲۳۲

چ

چالیس جواہر پارے ۱۵۲، ۱۸۷، ۲۱۶، ۳۹۸

چٹھی مسیح ۶۱۱
چشمہ توحید ۳۱۴
چشمہ عرفان بجواب تحریک قادیان
۶۶۲
چشمہ مسیحی ۷۷
چشمہ معرفت ۷۷
چندوں کے متعلق جماعت کی اہم
ذمہ داری ۱۵۲
چہل احادیث ۴۷۹
چیلنج انعامی یکصد روپیہ درباره نبوت
۲۳۱
چیلنج درباره انقطاع نبوت ۲۳۲

ح

حجۃ اللہ البالغۃ ۳۰۷
حدیث المهدی ۲۴۶
حضرت احمد کا فرمان ۲۳۲
حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیماری اور
ہمارا فرض ۱۵۲
حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات مقدسہ
۲۳۱
حضرت محمد ﷺ ۴۳
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم
الشان کام ۷۳۱
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے
رفقائے کرام پیر کوٹ ثانی ضلع
حافظ آباد ۶۸۹
حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق چند
اصولی باتیں ۱۵۱
حق،اخبار ۶۷،۶۴
حقیقت ۶۷
حقیقی اسلام ۱۵۳
حقیقۃ المسیح مع حقیقۃ الیسوع ومطاع
نبی ۲۳۲
حقیقۃ الوحی ۷۷،۱۱۲،۱۸۸،
۲۱۶،۲۴۸،۲۴۹
حکومت وقت اور احمدی...... ۳۸۸
حیات احمد (اردو) ۳۲۸
حیات احمد (عربی ترجمہ) ۱۸۸
حیات بشیر ۱۱۱، ۱۱۶،
۱۵۳، ۱۵۴، ۲۱۶، ۶۶۲، ۷۳۱
حیات بقاپوری ۶۸۹،۶۰۷
حیات قمر الانبیاء
۷۳۲،۱۵۵،۱۵۴
حیات طیبہ ۱۸۸
حیات قدسی
۲۷۷،۲۷۸، ۲۹۰، ۳۰۷، ۳۱۴،
۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۶۷۶
حیات نور ۳۸۵

خ

خالق الطیور ۲۳۲
خاتم النبیین کے معنی
(انگریزی) ۱۸۸
خالد، ماہنامہ۔ربوہ
۱۵۳، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۷، ۴۰۵،
۵۸۱،۵۷۷،۵۲۰
خاندانی منصوبہ بندی ۱۵۲
ختم نبوت کی حقیقت ۱۸۸،۱۵۲
خروج الدجال ۲۳۳
خروج دابۃ الارض ۲۳۳
خروج یاجوج ماجوج ۲۳۳
خطاب بہ بنی اسرائیل ۲۳۴
خلاصہ عقیدہ احمدیہ (اردو) ۲۳۲
خلاصہ عقائد احمدیہ (فارسی) ۲۳۳
خواجہ کمال الدین کے پانچ سوالوں
کا جواب ۲۳۲
خیر خواہان پاکستان کے نام دردمندانہ
اپیل ۱۵۲

د

دافع الوساوس ۱۱۲
درمنثور ۲۳۴
درمنثور (انگریزی) ۱۸۸
درعدن (اردو) ۲۳۱

درعدن (پشتو) ۲۳۳
درعدن (فارسی) ۲۳۲
درمکنون ۱۸۸،۱۵۲
دعوت الامیر ۳۹۹،۱۸۷
دعوت الایمان ''ہماری تعلیم'' ۱۵۲
دعوت الی الحق ۳۰۳
دلائل قرآنیہ بروفات عیسی ناصری
۲۳۳
دنیا کا محسن ۱۸۸
دودرجن چیلنج ۲۳۲
دورخی وفاداری کا سوال ۱۵۲
دیباچہ تفسیر القرآن
۳۹۹،۳۹۷،۱۸۸

ڈ

ڈھولا احمدی ۳۱۴
ڈیلی اسٹینڈرڈ۔ نیروبی ۳۶۴،۲۱۳
ڈیلی ٹائمز ۵۳۲

ذ

ذکر اردو ۷۳۲،۵۸۰،۵۱۵

ر

رپوٹ جلسہ مہوتسو (مذاہب عالم)
۲۲۵
رپورٹ صدر انجمن احمدیہ
قادیان 1909-10 ۲۹۲

رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ
بابت سال 1919-20 ۳۲۴
رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ
بابت سال 1931-32ء ۳۲۹
رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ
بابت سال 1942-43ء ۳۰۶
رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ
بابت سال 1963-64ء
۷۳۴،۳۹۲،۳۹۰
رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ
بابت سال 1964-65ء
۷۳۴،۵۸۱
رپورٹ ہائے سالانہ صدر انجمن
احمدیہ یکم مئی 1964ء تا 30 اپریل
1967ء ۵۸۰
رپورٹ مجلس مشاورت 1927ء
۳۲۹
رپورٹ مجلس مشاورت 1928ء
۶۸۹،۵۹۷
رپورٹ مجلس مشاورت 1936ء
۶۸۹
رپورٹ مجلس مشاورت 1938ء
۶۹۲

رپورٹ مجلس مشاورت 1945ء
۶۹۲
رپورٹ مجلس مشاورت 1963ء
۳۹۲،۲۰۹
رپورٹ مجلس مشاورت 1964ء
۵۷۸
رجسٹر روایات جلد 03 ۶۸۹
رجسٹر روایات جلد 06
۳۲۶،۳۲۵
رجسٹر روایات جلد 07
۳۲۵،۳۲۴
رجسٹر روایات جلد 10 ۶۹۰
رجسٹر روایات جلد 11
۶۹۰،۳۲۶
رجسٹر روایات جلد 13 ۲۴۹
رسالہ احمدؑ ۲۳۲
رسول اللہ کی ایک سو منتخب احادیث
۴۷۹
رقیمۃ المواسات ۳۱۴
رنگیلا رسول ۶۴۰
روح اللہ ۲۳۲
روح القدس ۲۳۲
روحانیت کے دوزبردست ستون
۱۵۲

روزے کے مسائل ۷۲۷
روشنی، ہفت روزہ۔سرینگر ۸۰
روئیداد جلسہ خلافت جوبلی ۳۲۴
رہبر۔بہاولپور ۱۷
ریاض احادیث النبیؐ ۱۸۷، ۳۹۸
ریویو آف ریلیجنز ۷۶، ۱۱۴، ۱۵۳، ۱۶۹، ۲۳۴، ۵۸۴

ز

زمیندار ۲۳۳، ۵۷۷، ۵۹۸
زندہ خدا پر ایمان اور اس کے اثرات ۷۳۱

س

سابق مفتی مصر کے نام نہاد فتوی کی حیثیت ۷۳۱
ساٹھ منتخب احادیث نبویہ کا مجموعہ ۴۸۰
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۴۶ تا ۵۸، ۷۷، ۸۰، ۳۲۳، ۳۹۹
سرپنچ، اخبار ۶۴
سرمہ چشم آریہ ۶۲۵
سلسلہ احمدیہ ۱۵۲، ۱۵۳
سلطان، اخبار۔سرگودھا ۵۳
سلک اسیر فی نظم الدرّر (صفی اللہ) ۵۷۹
سلک مروارید ۲۵۲
سواحیلی ترجمۃ القرآن ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۶۷۵
سودیشی ریل ۶۴
سہاگ نامہ احمدی ۳۱۳
سیارہ ڈائجسٹ، ماہنامہ۔لاہور ۷۰۶
سیدنا حضرت محمدؐ اور قیام امن ۲۳۲
سیدنا حضرت محمد ﷺ ۲۳۲
سیر روحانی ۱۸۸
سیرت النبیؐ ۷۲۷
سیرت خاتم النبیین ۱۵۱، ۱۵۲
سیرت طیبہ (صاحبزادہ مرزا بشیر احمد) ۱۵۲، ۳۹۹
سیرت نصرت جہاں بیگم ۲۱۸
سیرۃ المہدیؑ ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۲۳۴، ۵۷۸
سیرت سرور ۳۲۸
سیلاب کی تباہ کاریاں ۱۵۲
سینار اسلام، انڈونیشیا ۳۹۶

ش

شعلہ، اخبار۔سرگودھا ۵۳
شہدائے حق ۲۳۲

ص

صحیح مسلم ۳۲۷، ۵۷۹
صدق جدید، ہفت روزہ ۱، ۲۰۹
صیانۃ الصالحین ۲۳۱

ض

ضرورۃ الامام ۳۹۹
ضمیمہ انجام آتھم ۳۲۶، ۶۱۸
ضمیمہ تحفۃ النبوۃ ابلاغ حق ۲۳۳

ط

طبی نسخہ جات ۶۶۲
طوفان، اخبار ۵۱، ۲۱۲
طوفان تبسم ۶۷

ع

عاقبۃ المکذبین ۲۳۲
عذاب اور رسول ۲۳۳
عرضداشت ۲۳۲
عقاب، ہفت روزہ۔سرگودھا ۴۸، ۵۳، ۲۱۲
عقائد احمدیہ ۲۳۲، ۲۳۳

عید کی قربانیاں ۱۵۲
عیسائیت قدیم بت پرستی کا چربہ ۲۳۲
عیسائیت قدیم یہودیت کا چربہ ۲۳۴
عیسائیت کی اصلیت ۲۳۲
عیسائیوں کے نام ایک خط ۲۳۲

غ

غالب کون ہوگا اشتراکیت یا اسلام ۱۵۲

ف

فاروق۔ قادیان ۲۳۴، ۳۰۵
فتاویٰ احمدیہ (انگریزی) ۳۹۸
فتح مبین ۲۳۲
فتح اسلام ۵۹۲
فتح، ہفت روزہ۔ دہلی ۴۴۸
فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں ۵۷۷
فتویٰ مصریہ (برمامشن) ۳۴۸
فری پریس بلیٹن، روزنامہ ۵۴۳، ۵۴۵
فضائل القرآن ۵۸۱
فضیلت حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ برجمیع انبیاء ۲۳۳
فیضان نبوت ۳۱۴

ق

قادیانی لعل ۳۱۴
قاطع الانف الشیعہ ۲۳۲
قاعدہ یسرنا القرآن ۳۵۸
قاموس ۵۷۸
قبر مسیح ۵۴۰، ۵۴۳، ۵۴۶
قبول احمدیت کی داستان ۷۳۱
قبول اسلام کی دعوت کا سپاسنامہ ۵۴۶
قرآن کریم ترجمہ اٹیلین ۱۸۷
قرآن کریم ترجمہ اطالوی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ انگریزی ۳۴۸، ۳۹۷، ۷۰۳، ۷۱۹
قرآن کریم ترجمہ انڈونیشین ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ پرتگالی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ ڈچ ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ ڈینش ۱۸۷، ۳۶۰، ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ روسی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ جرمن ۳۶۰، ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ سپینش ۱۸۷
قرآن کریم ترجمہ سواحیلی ۳۶۰، ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ فرانسیسی ۳۶۰، ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ فینٹی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ کامبہ ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ ککویو ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ گورمکھی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ لود ۳۹۷
قرآن مجید ترجمہ لوگنڈا ۳۶۰
قرآن کریم ترجمہ ملائی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ مینڈے ۳۶۰
قرآن کریم ترجمہ ولندیزی ۳۶۰
قرآن کریم ترجمہ ہسپانوی ۳۹۷
قرآن کریم ترجمہ یوروبا ۳۶۰، ۳۹۷
قیادت، اخبار ۵۴۳، ۵۴۵

ک

کامن احمدی ۳۱۳
کامیابی کی راہیں (چار حصص) ۷۳۲
کتاب الحیات ۲۳۱
کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں ۲۱۴، ۳۹۰
کراچی تاریخ احمدیت ۳۹۰

کرزن گزٹ۔دہلی ۲۵
کشتی نوح
۷۷،۳۹۹،۵٦۸،۵۸۷
کشتی نوح (پشتو) ۳۸۵
کشتی نوح (سواحیلی) ٦٦۳،۲۲۷
کشتی نوح (فرانسیسی) ۱۸۸
کشف الحقائق بجواب حقائق القرآن
۳۱۴
کشمیر کے حالات ۱۵۱
کفر توڑ ۲۳۲
کلام محمود ۵٦۸
کلمۃ الفصل ۱۵۱
کھلا خط بنام مولوی ثناء اللہ ۲۳۲
کیا یسوع بے گناہ تھا ۲۳۲
کیا یسوع خدا تھا ۲۳۲
کیا یسوع خدا کا بیٹا تھا ۲۳۲
کیا یسوع نبی تھا ۲۳۲

گ

گائیڈینس۔غانا ۳۹۷
گلدستہ احمدی ۳۱۳
گلدستہ رسالت ۳۱۴
گلدستہ عرفان ۱۵۱
گورونانک جی کا گورو ۷۳۱

ل

لائف آف احمدؑ ۳۹۹
لائف آف محمدؐ
۱۲۹،۳۹۹،۵۴۱،۵۴٦
لائف۔امریکہ ۳۴
لاہور، ہفت روزہ۔لاہور ۴۲،۴٦،
۵۵،۲۰٦،۲۱۲،۲۱۸،۲۵۱
لغات لین ۵۷۸
لیکچر نجات ٦۸۹

م

مابدولت ٦۴،۲۱۳
ماسٹر نظام الدین کے نام چیلنج ۲۳۲
ماسٹر نظام الدین کے نام دوسرا چیلنج ۲۳۲
مباحثہ احمدیان وغیر احمدیان امرتسر
۳۱۴
مباحثہ لاہور ۳۱۴
مجلس انصار اللہ کا قیام۔ذمہ داری
۱۵۲
مجلۃ الجامعۃ ۷۷،٦۹۷
مجموعہ اشتہارات ۲۱۵،۲۱٦
مجھے میرا مذہب کیوں پیارا ہے
۲۳۱
محمد ﷺ بائبل میں (فینٹی زبان)
۷۲۱

محمد ﷺ عورتوں کے نجات دہندہ
۱۸۸
مختصر مسائل نماز ۴۸۰
مدینہ ریاضی ٦۸۸
مراٹھا، مرہٹی روزنامہ ۵۴۳،۵۴۵
مرقع قادیانی رسالہ ۲۹۹
مرکز احمدیت قادیان میں احمدی
خواتین کی قربانیاں ٦۵۱
مسلم ہیرلڈ۔انگلستان ۳۹۷
مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان اور اس
کے مقابل پر تقسیم پنجاب کا سوال
۱۵۲
مسئلہ جنازہ کی حقیقت ۱۵۲
مسیح کشمیر میں ۱۸۸
مسیح کہاں فوت ہوئے (انگریزی)
۳۵٦،۵۴٦
مسیح نے کہاں وفات پائی (انگریزی)
۵۴۰
مسیح ہندوستان میں
۷۷،۱۸۷،۳۹۹،۵۴۰،۵۴٦
مشرق، روزنامہ۔لاہور
۴۹۳،۵۸۰
مصباح، ماہنامہ ۱۱۰،۷۰۱

مضامین بشیر ۱۵۳
مطاع نبی ۲۳۳
مطالبات برہانیہ ۲۳۳
مطیع نبی ۲۳۴
مظالم قادیان کا خونی روزنامچہ ۱۵۲
مظہر العجائب ۲۳۴
مقام محمود ۷۳۲
مقامات النساء فی حدیث سید الانبیاء
۳۹۸
مقامات النساء ۱۸۸
مکتوبات اصحاب احمد جلد اول، دوم
۷۳۱، ۱۵۴
ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر ۴۰۴
ملفوظات ۲۰۹، ۲۱۷، ۵۰۴، ۵۷۹
ملوا کی جرنل، روزنامہ۔امریکہ ۲۰۹
ممباسہ ٹائمز ۲۱۳، ۴۱۸، ۷۲۳
مناظرہ یادگیر ۱۹۰، ۱۹۱، ۷۳۲
منن الرحمٰن ۳۹۹، ۷۳۲
مواہب الرحمٰن ۱۸۷، ۵۹۱
موجودہ عیسائیت کا تعارف ۳۸۸
موضوعات کبیر ۵۷۹
مولوی محمد علی صاحب کا موجودہ مذہب
خلاف احمدؑ آخر زمان ۲۳۱
مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر قرآن
۲۳۲
مولوی منظور احمد چنیوٹی سے مطالبہ
۲۰۹
میر مدثر شاہ صاحب کا مذہب خلاف
حضرت احمدؑ ۲۳۲
میر مدثر شاہ صاحب کے دو مذہب
۲۳۲
میں اسلام کو کیوں مانتا ہوں ۱۸۸

ن

نبوت مسیح موعود ۳۱۴
نبیوں کا چاند ۱۵۵، ۷۳۲
نجم الہدیٰ ۷۳۲
نزول المسیح ۲۱۶
نزول المسیح (پشتو) ۲۳۳
نصیحت نامہ بطرز سہاگ ۳۱۴
نظام بیت المال ۳۸۸
نظام نو ۳۹۹
نقش کوکن، ماہنامہ ۵۴۵
نواں ہندوستان، روزنامہ۔دہلی
۴۴۸
نوائے وقت، روزنامہ
۲، ۲۱۲، ۴۸۲
نور الحق ۱۸۸
نہج الطالبین ۴۷۹
نیا سال اور ہماری ذمہ داریاں
۱۵۲
نیرنگ خیال۔لاہور ۶۴، ۶۶
نیویارک ٹائمز ۴۱۹

و

وجود باری تعالیٰ ۱۸۸
ورثہ میں لڑکیوں کا حصہ ۱۵۲
وفاۃ المسیح (مفصل) ۲۳۴
وفات حضرت عیسیٰ ناصری
۲۳۱، ۲۳۳
وفات مسیح میں حیات اسلام ہے
۷۳۱
وکیل، روزنامہ اخبار۔امرتسر ۲۵
وہ پھول جو مرجھا گئے ۶۹۰، ۶۹۳

ہ

ہزاری ۵۹۱
ہمارا آقا ۳۸۴
ہماری تعلیم (انگریزی) ۱۸۷
ہماری تعلیم (پشتو) ۳۸۵
ہماری تعلیم (لوگنڈا زبان) ۷۲۷
ہمارے بیرونی مشن ۸۴، ۱۸۸
ہمدم اخبار۔متحدہ ہندوستان ۶۴
ہندوستان، روزنامہ۔بمبئی
۸۰، ۵۴۵

ی

یسوع اور آسمان ۲۳۲
یسوع اور تثلیث ۲۳۲

یسوع اور صلیب ۲۳۲
Active Islam (Swedish) ۳۹۶
Ahmadiyyat (ٹرینیڈاڈ) ۳۹۶
Ahmadiyyat in the Far East ۷۳۲
An Ahmadiyya Muslim ۷۳۴
An interpretation of Islam ۱۸۸
Berner Tagblatt روزنامہ۔سوئٹزرلینڈ ۴۰۰،۵۷۷
Beneficient ۷۳۲
Daily Mail فری ٹاؤن ۳۶۰،۶۱
Daily Service نائیجیریا ۵۳۰
Der Islam (German) زیورچ ۳۹۶
Eastern Examiner چٹاگانگ ۱۶۳
Favours of the Globe انگلستان ۶۴
Inde waagsched ۳۹۸
Islam (ڈچ۔ہیگ) ۳۹۷
Islam and Slavery ۱۵۲
Islam na uhuru wa watumwa ۱۵۲
Islam:Its Meaning for Modern Man ۵
LeMessage ۳۹۷،۴۱۶
Menklabe Alblascer Waad ۳۹۸
Mundo negro (میڈرڈ) ۴۹۱
Pikiran Rakjat اخبار۔بنڈونگ ۸۴
Schweizer Evangelist ۴۰۰
SundayNews(دارالسلام) ۶۶۹،۶۹۳
Tanganyeka News ۶۶۵
The African Crecent سیرالیون ۳۹۶
The All India reporter ۵۷۹
The Holy Quran with English Translation and Commentry ۳۸۴
The life History of Sh.Kaluta Amri Abedi ۶۹۳
The Message کولمبو ۳۹۶
The Message of the Quran ۴۲۱،۵۷۸
The Muslim Sunrise واشنگٹن ۳۹۶
The Preaching Of Islam ۷۳۲
The Propagation Of Islam ۷۳۲
The Truth نائیجیریا ۳۹۶،۴۱۶
Two Pillars Of Spirituality ۱۵۲
The Toronto Star ۳۷۴
The True Islam ۵۴۶
Two Adresses ۷۳۲